

اسم تاریخی

الشركة العامة

۱۳۵۶۳

تاریخ

مُصَنَّف

حکیم الامت مفتی سید خاں نعیم حیدر

ناشر

مکتبہ اسلامیہ

بیسمنٹ میاں مارکیٹ - غزنی سٹریٹ
38 - اردو بازار لاہور فون 7354851

اَشْرَفُ التَّفَاسِيْرِ
تَفْسِيْرِي

مُصَنَّف

حَكِيْمُ الْاُمَّتِ مُفْتِي الْحَسَنُ يَارِخَالِ نَعْمِي حَنْشَلِي

مَكْتَبَةُ اِسْلَامِيَّة

۴۰۔ اردو بازار * لاہور

نام کتاب	_____	تفسیر نعیمی (پارہ ہشتم)
مصنف	_____	حکیم الامت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ
تعداد صفحات	_____	592
کیوزنگ	_____	لیزر کیوزنگ ان 'شار سائنس مارکیٹ' مکیہ اہلی والا 'آبکاری روڈ' نیو انارکلی 'لاہور
پرتر	_____	پیر بھائی پرتر
ناشر	_____	مکتبہ اسلامیہ '40 اردو بازار' لاہور۔
قیمت	_____	

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَهُمْ أَجْرٌ كَبِيرٌ

الطَّيْرُ وَالْمَلَكُوتُ وَالْجَنَّةُ

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

سورة الطور

ترجمہ: اسماء زاهد سہانی، محسنہ خیرہ

marfat.com

Marfat.com

فہرست مضامین ”تفسیر نعیمی“ پارہ ہشتم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
30	عہد پھاڑ کی دشمنی کا کیا مطلب ہے۔	17	ولو اننا نزلنا الہم۔
32	الفہم اللہ ابتغی حکما۔	19	کبھی لو اور ان طرفہ بھی ہوتے ہیں اس کا قاعدہ۔
	حاکم اور حکم میں بہت سے فرق کس کو حکم بنائیں	20	کسب کفر اور خلق کفر کے ارادوں میں فرق۔
34	کس کو نہیں کی نفیس تحقیق۔	22	وسیلوں کی قسمیں کون وسیلہ اٹھ سکتا ہے کون نہیں۔
34	حضور قرآن کلمتہا بھی ہیں اور مبداء بھی۔	22	حضرت جبرئیل اور نبی کے وسیلہ میں فرق۔
	حضور کے معجزے تین طرح کے ہیں۔ آتی باقی	22	و کذلک جعلنا لكل نبی عدوا۔
35	دائمی۔	23	جسمانی اور روحانی عالم توڑ پھوڑ سے قائم ہے۔
36	جہان قرآن ہے وہاں حقانیت نفیس تحقیق۔		شیاطین جن و انس کی نفیس تحقیق شیطانی انسان
	قرآن لازوال لا محدود ہے حضور لازوال لا محدود	24	جن شیطانی سے بدترین۔
36	ہیں۔ اس لئے قرآن صرف آپ پر آیا۔		مآیامت حضور کی طرف سے دیکھ کر رہبر ہوتے
	نظام میں تبدیلی ہوتی ہے مگر جس سے نظام قیام	25	رہیں گے۔
	ہو اس میں تبدیلی نہیں سارا عالم نظام ہے حضور	26	ابلیس کا توڑ شیطان کا جال عورتوں سے عشق ہے۔
	سے اس نظام قیام ہے۔ لہذا حضور میں	26	اولیاء کا جال خوف خدا اور عشق رسول ہے۔
38	تبدیلی نہیں۔		قلب اور فلوں میں فرق کافر کے دل میں شیطان
38	لا تبدل لکلمات اللہ۔		لوہ مومن کے دل میں اللہ رسول رہتے
	خدا بھی حق ہے حضور بھی حق اور قرآن بھی حق	26	ہیں میلان اور رضا میں فرق۔
39	ہے۔		کسب اور قرف میں فرق مومن گناہ کا کسب
	حضور کے ظاہری صفات، رب کے ظاہری صفات	27	کرتا ہے۔
	کو ظاہر کرتے ہیں آئینہ کی طرح اور باطنی صفات	27	نیکی کا قرف کافر اس کے برعکس۔
	کو ظاہر کرتے ہیں جیسے ایک سرے۔ حاکم چار قسم		قرآن کو انسان چومتے ہیں اللہ کے پیاروں کے دل
43	کے ہیں حضور انور خدا الٰہی کے حاکم مطلق ہیں۔	28	وزبان کو فرشتے۔
	حضور کے تین زمانے ہیں زمانہ وجود، زمانہ عروج		جب رمضان میں شیاطین قید ہو جاتے ہیں تو گناہ
44	زمانہ نبوت ان کی وسعت۔		کون کرتا ہے۔ ہم حضرت آدم کو زمین پر
44	وان تطع اکثر من فی الارض۔	29	لائے نہ کہ آدم ہم کو۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
	جانور کے جو اجزاء کھائے جاتے ہیں مردار کے وہ	44	ظن اور حرص کا فرق۔
	اجزاء مطلقاً حرام ہیں کہ انکی قیمت بھی حرام	48	اسلامی جمہوریت اور شیطانی جمہوریت میں فرق۔
	انہیں اور کسی کام میں لانا بھی حرام اور جو اجزاء	50	ظن کے تین معنی اور کون ظن اچھا ہے کون برا۔
	کھائے نہیں جاتے مردار کے وہ اجزاء قلیل	51	حضور لادریض اور نبی العرش ہیں۔
64	فروخت ہیں جیسے کھل سینک وغیرہ۔	51	لکلوا معا ذکر اسم اللہ علیہ۔
66	بھول کر غیر خدا کے نام پر ذبح سے جانور حرام ہے۔		غذائیں تین قسم کی ہیں۔ نباتات، جمادات،
	قانون بندہ کو چھوڑ دے اور بندہ قانون کو چھوڑ	55	حیوانات ان میں حرام و حلال کی پہچان۔
66	دے ان میں فرق۔		جانور چار طرح کے ہیں۔ حرام بعینہ لغیرہ مع غیرہ
68	امام اعظم کی ذبیحہ کے مسئلہ پر سات آیات شلبد ہیں۔	55	اور حلال ان کی علامت۔
69	حضور اسم اللہ ہیں ان کے بغیر ہر چیز ہر ہے۔		حلال غذا کھانا نماز و زکوٰۃ سے برص کے عیلات
69	او من کان میتا فاحیناہ		ہے بھوک ہڑتل سے موت خود کشی ہے حضور
	سونا کشتہ ہو کر دوا بن جاتا ہے مومن عشق کی آگ	56	کے نام پر ذبح حرام کیوں ہے۔
71	میں کشتہ ہو کر معالج ہو جاتا ہے۔		اضطرار کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتوں میں
	وکذلک جعلنا فی کل قرینہ ا کاہ	57	حرام کھا لیتا واجب ہے ایک میں جائز۔
77	مجرم مہما۔		رب تعالیٰ خود اپنا مکمل حضور میں دیکھتا ہے جیسے
	نزول آیت کی نسبت کبھی حضور کی طرف ہوتی ہے۔		ہم اپنی شکل آئینہ میں یا کار گیر اپنا مکمل اپنی
	کبھی مومنوں کی طرف اور کبھی کفار کی	58	مصنوع یا مصنف اپنا علم اپنی کتاب میں دیکھتا ہے۔
	طرف اس کی وجہ حضور کو رسل جمع		کسی چیز کے حرام ہونے اور اس کے استعمال کے
82	کیوں فرمایا جاتا ہے۔	59	حرام ہونے میں فرق۔
	نبی کی زبان پر اعتقاد ایمان ہے نہ کہ حضرت جبریل		نفسانی، شیطانی، روحانی غذا میں فرق۔ بزرگوں کا
82	کی زبان پر اعتبار۔	59	کھانا قوت روحانی کا باعث ہے۔
	قرآن مجید میں اللہ اللہ مکرر بغیر فاصلہ کے صرف		ظاہری و باطنی گناہ کی تفصیل اور گناہ چھوڑنے کی
83	ایک جگہ ہے، یہاں دعا مانگو قبول ہے۔	62	تین صورتیں ہیں اس کی نفیس تحقیق۔
	لعن مرد اللہ ان یھدیہ بشر صدہ		گناہ کی سزا کے لئے چار شرطیں ہیں مگر نیکی کے
85	للا سلام۔	63	ثواب کے لئے کوئی شرط نہیں۔
	ہدایت کی تین قسمیں فطری، عقلی، شرعی اور	63	ذبح پر اللہ کا نام چھوڑنے کی چار صورتیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
108	وصل منکم۔	87	ہدایت شرعی کے اقسام۔
	رسول کے معانی اور شرعی رسول صرف انسان	87	شرح لورس فتح میں عجیب فرق۔
110	ہوئے۔ رسول صرف انسان ہیں نفیس تحقیق۔		صدر کبد اور قلب میں فرق شرح صدر اور تنگی
	عورتیں کھسرے دیوانے ہو گئے ذلیل لوگ	89	دل کی اقسام اور ان کے اسباب و علامات۔
113	نہی نہیں ہوتے۔		ہمارے شرح صدر اور حضور کے شرح صدر میں
114	جن صحابی اور حضرت خضر کو دیکھنے والا تاحی نہیں۔	89	فرق ہمارا سینہ لینے کو حضور کا سینہ دینے کو کھلا ہے۔
114	جنت طلباء رسول میں پڑھ جاتے ہیں۔	92	وہنا صراط ربک مستقیما۔
117	و لکل درجات مما عملوا۔		مومن بھی سیدھے راستے پر ہیں۔ حضور انور بھی
117	درجات اور درجات میں عجیب فرق۔		اور رب تعالیٰ بھی مکر مومنین راہگیر ہو کر حضور انور
	جیسے ربوبیت بغیر علم و قدرت ناممکن ہے ویسے ہی	94	رہبر ہو کر رب تعالیٰ مقصود ہو کر۔
	قاسمیت رحمت ان کے بغیر ناممکن۔	94	دار الاسلام کے نفیس معانی۔
117	ربکم۔ رب العالمین میں فرق۔	95	نسب نسبت اور خدمت کی محبت۔
	ثواب اور درجے میں فرق۔ حضرت صدیق کی		جنت میں چھ شرعی چیزیں ہوں گی۔ قرآن حکم ہے
120	شہادت کلو رجہ بڑا ہے۔	96	حضور حاکم نفیس تحقیق۔
122	مومن جن جنتی نہیں قوی دلائل۔	100	و لوم بعشرہم جمعا یا معشر الجن الخ۔
124	گنہ نفسانی۔ شیطانی اور ایمانی میں فرق۔		جن کے معنی اور جنت نبی قطب الاقطاب بلکہ
124	حضور رحمت اعلیٰ ہیں رب رحمت والا۔		صحابی نہیں ہو سکتے نہ ان سے روایت حدیث
125	ان ما توعدون لا و ما انتم بمعجزین۔		مستبر ہونہ جنت سے شریعت و طریقت کے
126	قل کے روئے سخن میں چار احتمال نفیس بحث۔	102	سلسلے جاری ہوں۔
	اعمال کے ثواب مومن کے پاس آرہے ہیں	103	ملاع مرغ نوز قلاخ میں فرق۔
129	مومن اللہ رسول کی طرف دوڑ رہا ہے۔	104	کیا کفار و نیک سے نکلیں گے۔
130	و جعلوا اللہ مفا ذواء من الحرث۔	105	قیامت کے گیارہ نام نفیس تحقیق۔
134	کفار کے اوقاف ان کی خیرات کے احکام۔		طاعت کلانی بست جگہ ملا ہے مگر عشق کی آگ ہر
	بتوں کے چڑھوے حلال ہیں ان کے بتوں کے		دل میں بدعت ہے کسی تیلی لگانے والے کی
	نام کی سبیلیں ہسپتالوں سے فائدہ اٹھانا ان کے		ضرورت ہے بغیر آگ کھانا نہیں پکنا بغیر عشق کی
134	بدیئے دعوتیں سب حلال ہیں۔	105	آگ عبادات طعام روح نہیں بنتا۔
134	کافر مسجد کی مرمت کر سکتا ہے۔		یا معشر الجن والانس الم یا تکم

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
161	زکوٰۃ اور دوسری زکوٰتوں میں سات طرح کا فرق۔	134	اپنی آمدنی کا کچھ حصہ گیارہویں شریف پیر کے نذرانہ کے لئے وقف کرنا بالکل جائز ہے۔
161	گھاس، لکڑی، بانس اور گھر کی سبزی میں زکوٰۃ کیوں نہیں نفیس وجہ۔		و کذلک زین لکھن من المشرکین قتل اولادہم۔
162	پیداوار کی زکوٰۃ میں کوئی رعایت کیوں نہیں دی گئی۔	136	حضرت عبداللہ کے ذبح کی منت عجیب واقعہ۔
	ومن الانعام حملتہ و فرشا کلوا مما رزقکم اللہ۔	137	حضور نے فرمایا میں دوزیخوں کا بیٹا ہوں۔
163	حملتہ اور فرشا کی چند تفسیریں۔		ایک شخص کا اپنی جوان لڑکی کو کنویں میں ڈال کر ہلاک کرنا دردناک واقعہ۔ کلمہ طیبہ دل میں شجاعت نرمی اور قناعت پیدا کرتا ہے۔
165	حملتہ اور فرشا کی چند تفسیریں۔	140	و قالوا ہذا انعام و حرث جوارح۔
167	حملات، نباتات، حیوانات میں حرام و حلال کی پہچان۔	143	قول کے چار معنی اور ان کے موقع۔
	اچھوں کی نسبت سے بری چیز اچھی ہو جاتی ہے۔	144	گیارہویں گونڈے، لہم حسین کے نام کا گھوڑا وغیرہ کے احکام۔
	اس کے عیب چھپ جاتے ہیں۔ وہابیوں کے اندھے قانون کے نمونے۔	146	و قالوا ما فی بطون ہذا الانعام خالصتہ لذكورنا لئ۔
168	ومن الابل اثنتین و من البقر اثنتین۔		عورت کا حمل گرانے کا شرعی حکم۔ مذبح جانور کے پیٹ کے بچے کا حکم۔
172	کس جانور کو کس نبی سے نسبت ہے قرآن مجید میں آٹھ جانوروں کی عزت ہے خصوصاً بدھ کی۔	153	ذبح اسماعیل اور کفار کے دفن اولاد میں فرق۔
174	فاتحہ کی چیزوں میں پابندیاں لگانا جہالت ہے۔	154	و هو الذی انشاء جنات معروشات۔
	بزرگوں کے جنگلوں کا شکار نہ کرنا، لکڑی نہ توڑنا۔	155	کعبور کی عجیب خصوصیات یہ بہت تسبیح کرتی ہے۔
175	اس کی اصل حضرت صالح کی لونٹنی کا واقعہ ہے۔	156	کھیت و باغ کی پیداوار پکے اور زکوٰۃ دینے سے پہلے کھا سکتے ہیں مگر فروخت نہیں کر سکتے۔
176	قل لا اجد لہما اوحی الی معرما۔	157	اصراف، اسراف اور تبذیر میں فرق۔
	نبی کی زبان وہ سچ ہے جو وحی کے قطروں کو ایمانی موتی بنا دیتی ہے قل کفار کے لئے عتاب کا موسم کے لئے خطاب کا ہے۔	158	لو نچے درختوں پر چھوٹے پھل کمزور درختوں پر بڑے پھل کیوں لگتے ہیں۔
177	حرمت نفیرہ اور مع اور مع غیرہ کی جہتیں ذبح اختیاری اور غیر اختیاری۔	159	گھریا بلکہ کی سبزیوں میں زکوٰۃ نہیں پیداوار کی
178	ہمارے نہ جاننے اور حضور کے نہ جاننے بلکہ رب کے نہ جاننے میں فرق حلال اور محرم کے لفظوں کا عجیب نکتہ۔		
179			

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
202	نفس تحقیق۔	181	چیز کا حرام ہونا اور اس کے استعمال کا حرام ہونا اس میں فرق لال اور دمی میں فرق۔ نبی کو وحی پہنچنے میں اور حوالی میں قبل نبوت بھی ہوتی ہے۔
203	جسمانی غذا میں کم کھانا اچھا ہے روحانی غذا میں زیادہ کھانا۔	182	جملوات نباتات کے کھانے میں آزادی کیوں ہے۔ حیوانات میں پابندی کیوں؟
204	ہوی والے حدی والے اور خدا والے میں فرق۔	183	مشقی منقطع حصر کا مفید نہیں۔
204	قل تعالوا اتل ما حرم ربکم علیکم۔	183	احلال صرف چار پکڑوں کو کہا جاتا ہے۔
206	شرک کی تین تفسیریں جاہلانہ، عالمانہ، عاشقانہ۔	184	و علی الذین ہادو حرمنا کل ذی ظفر۔
207	رزق کسی اور عطائی کا ذکر۔	186	شعہ کے معنی اور چہلی کے اقسام۔
207	جواز قتل کے پانچ اسباب ہیں۔	187	رحمت واسعہ صرف حضور ہیں ربوبیت تین طرح کی ہے تمہوالی، مہوالی اور محبت دلی۔
208	ہم پر تین وقت گزرے ان میں ہماری پرورش کیسے ہوئی۔	188	غذہ ہی اور قوی۔ یہودیوں میں فرق۔
209	حاصل گرانے اور مانع حمل دو استعمال کرنے کا حکم۔	189	اللہ رسول کو ایک ضمیر ایک میخہ میں جمع کرنا جائز ہے۔
211	ملاوت کے معنی اور ملاوت کس چیز کی ہوتی ہے کفار قریشی عقائد و معلومات کے مکلف نہیں۔	191	سئلوا الذین اشرکوا لو شاء اللہ ما اشرکتوا۔
211	حضور نے اپنے والدین سے اچھا سلوک کیسے کیا؟ کیلن بپ کے کہنے پر بیوی کو طلاق دینا واجب ہے۔ اور حضرت ابراہیم اور حضرت عمر نے اپنے بیٹوں سے طلاق کیوں دلوائی۔	193	قرآن مجید میں تین کتنے معنی میں آیا۔
213	سفر حج میں تین سو میل گیارہ دن میں طے فرمایا مگر سفر معراج میں کروڑوں میل ایک آن میں۔ یہود کے خطوط کے ترجمے کے لئے حضرت زید مقرر مگر لکڑیوں اونٹوں کی زبان بغیر ترجمہ سمجھ لیتے تھے یہ ہے بشریت اور نورانیت ولا تقربوا مال الہتم الا بالیتی ہی احسن۔	194	حجۃ اللہ البالغہ کے نفیس معانی سارے نبی حجۃ اللہ تھے۔ حضور حجۃ اللہ البالغہ ہیں بالغہ کے عجیب معانی۔ جھوٹے نبی سے معجز مانگنا اسے ذلیل کرنے کے لئے جائز ہے مناظرہ میں فریقین کا برابر ہونا ضروری نہیں۔
	سور کتابھی حرام ہے اور پر ایامال بھی حرام اور یتیم کمال بھی مکران تینوں میں نفیس فرق ہے۔ یہ توبہ اور معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا اس	196	اللہ کے ہزاروں وعودوں کی دلیل ایک حضور انور ہیں۔
		196	قل ہلم شہداء کم الذین شہدوا انک۔
		198	لفظ ہلم کی نفیس تحقیق۔
			شرک کی حقیقت کسی کے رب کی برابر کرنا ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
233	تمام دنیا عرب کی محتاج ہے۔	214	لے سورت کے لئے لا تا کلوا ہے اور مال یتیم کے لئے لا تقربوا۔
234	مجددین پر اتباع قرآن واجب کیوں نہیں۔		یتیم کے مال سے اس کلمہ یا مرحوم کی فاتحہ نہیں کر سکتے نہ اسے کھا سکتے ہیں یتیم کلمہ یہ نہیں لے سکتے۔
235	قرآن عرب میں کیوں آیا۔	217	خریدتے وقت جبرائیلؑ کو انعام حرام ہے۔
	حضور انور مبارک بالذات ہیں۔ قرآن مجید حضور کی وجہ سے بھی مبارک۔	217	بوقت نکاح کلمہ پڑھانے کی اصل یہ آیت ہے نماز میں دل لگانا شرعاً فرض ہے نہ واجب۔
	او تقولوا لو انا انزل علینا	218	صلوا کما وانتمونی میں نہیں نکت۔
235	الکتاب لکنا اہل منہم	218	قرآنی تین حکم بے مثل ہیں۔
	حضور انور لور قرآن مجید کیلئے جاء کیوں ارشاد ہوتا ہے۔	219	دود ذکر اللہ اور حلال رزق۔
237	حضور کا ہمارے پاس آنا اور ہمارا حضور کے پاس آنا میں فرق۔	219	وان هذا صراطی مستقیم۔
242	آنان میں فرق۔	220	نزول قرآن اور عطا تورات میں بہت سے نفیس فرق۔
	هل ينظرون الا ان تاتهم الملائكة او ياتى ربك	222	جسم کے افعال شریعت کے ہیں دل کے احوال طریقت ہر عجلوت میں یہ دونوں چیزیں ہیں تورات میں۔
242	جان صرف عزرائیل علیہ السلام نکالتے ہیں اور سات فرشتے رحمت یا عذاب کے بلی فرشتے ڈرانے بشارت دینے کے لئے۔	224	ہدایت توری تفصیل کل شیئہ ری روح العلانی۔
243	قیامت کی دس بڑی علامتیں لور ان کی ترتیب۔	226	اتباع نبی لور اتباع دین میں نفیس فرق۔
244	نزع کی بدھوشی کا کفر معتبر نہیں لہذا ایسے شخص پر نماز پڑھی جائے ورنہ کیا جائے۔	226	و هذا کتاب انزلناہ مبارک۔
245	نزع کے وقت کلمہ کیوں پڑھایا جاتا ہے۔	228	قرآن مجید کو ہذا اور خالک فرمانے کی وجہ۔
246	ان الذین لولوا دینہم و کانوا شیعاً۔		کتاب اور الکتاب میں فرق۔ انزلنا اور نزلنا کے کئی فرق۔
246	لفظ شیعہ کے معنی اور اس کی تحقیق اعلیٰ بحث۔	228	قرآن کے مبارک ہونے کے دلائل نفیس بحث۔
249	رب کی بارگاہ میں حضور انور کے توسط سے پیشی رحمت ہوگی۔ براہ راست یا فرشتوں کے ذریعہ پیشی عذاب۔	232	کھانے پر قرآن پڑھ کر خیرات کرنا برکت کا باعث ہے۔
249	پولیس مجرم کو حاکم کے سامنے سزا کے لئے پیش	232	حضور پر سارے قرآن کی اتباع واجب نہیں۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
266	حضور پر زکوٰۃ فرض نہ تھی۔ عید الفطر کو چھوٹی عید اور بقر کو بڑی عید کیوں کہتے ہیں۔	250	کرتی ہے وکیل چھوڑانے کے لئے۔ عمل کرنا اور عمل لے کر رب تک پہنچانا
267	لَا تَكْسِبُ الْخِ وَلَا تَكْسِبُ الْخِ۔	251	اس میں فرق۔ توحید و ایمان میں فرق۔ توحید کے اقسام اور شرک
270	ثواب بخشا جاسکتا ہے نہ کہ عذاب۔	252	کی بھرا رہے دینی ہے۔ حضور کی بیزاری رب کا عذاب ہے اور طرفداری
270	مقبول بندے بھاری بندوں کو کہا کریں گے بوجھ اٹھالیتا اور اٹھا دیتے میں فرق۔	252	اس کی رحمت۔ شریعت و طریقت کے سلسلے ایک ہی فرقہ ہیں اور
272	توکل و توحید کی عجیب حکایت اور کھمبے کے صوفیانہ معنی۔	254	سب جنتی حضرت ابراہیم تا فرمان کافر قوم میں پیدا ہوئے۔
273	وہو الذی جعلکم خلافت الارض۔	254	نیکیاں برباد ہونے اور گناہ معاف ہونے کے اسباب۔
273	ہو الذی کے چار مقصد ہوتے ہیں بے نشان سے ملو تو کسی نشان والے کے ذریعہ سے ملو ورنہ محروم رہو گے۔	254	نیکی کے ثواب میں زیادتی کی کس چیز سے ہوتی ہے۔ نفل کا ثواب فرض سے بڑھ سکتا ہے قرب نہیں
275	امتحان کے چار مقصد ہوتے ہیں اس کی تفصیل مغفرت و رحمت میں عجیب بہت سے فرق۔	256	بڑھ سکتا و بین کا ثواب بارہ برس کی نیکیوں کا ہے فرض نماز کا یہ ثواب نہیں۔ حضور کو ہدایت رب نے بلا واسطہ دنیا میں آنے سے پہلے دی اور ہر چیز کی ہدایت دی۔ لہذا یہ ہدایت فنا نہیں ہو سکتی۔
279	سورہ اعراف سورتوں کی وجہ تسمیہ اور کمی مدنی ہونے کی وجہ۔	257	مدی اور حنیف میں نفیس فرق۔
280	الحص' کتب انزل الہک فلا یکن لی صدوک۔	259	اللہ والا ہو جانے کے فوائد حضور اول مسلمین ہیں نفیس تحقیق۔
285	قرآن کریم بھی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان مند ہے۔	260	حضور اول مسلمین کیونکر ہیں اول زمانی یا اول ذاتی۔
288	اتبعوا ما انزل الہکم معی و حکم۔	261	ہم سیدھے راستہ پر ہیں چلنے کے لئے حضور بھی وہاں ہیں مگر چلانے کے لئے۔
292	حدیث بھی مثل قرآن قابل عمل ہے۔	264	صرف اسلام ہی دین ابراہیمی کیوں ہے۔
294	ماحول لوگوں کو بدلتا ہے میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے ماحول کو بدلا۔	265	یہاں نماز کو قربانی سے جلیا نہ کہ زکوٰۃ سے کیوں
294	و کم من قرینہ اہلکناھا فجاءھا باسنا الخ۔		

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
356	قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ	297	دعا کی صورتیں۔
	كَافِرٍ مَوْمِنٍ كَبُهِىَ أَيْكَدُ مَرَّةً كَيْ دُوسْت نِیْس	299	قیاس کی تعریف۔
360	ہو سکتے۔	299	کون سا سوچنا عبادت ہے۔
362	يَا بَنِي آدَمَ قَدْ أَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا " ہواری	299	نبی کریم کا دشمن مرکز بھی نہیں بچ سکتا۔
366	لباس بھی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔	301	حساب قبر و حشر میں فرق۔
366	عورتوں کو باریک لباس پہننا حرام ہے۔	302	ہرنی کو اپنے ہر امتی کے افعال کی خبر ہے۔
369	يَبْنِي آدَمَ لَا يَفْتَنُكُمُ الشَّيْطَانُ كَمَا أَخْرَجَ	304	وَالْوِزْنَ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ لِمَنْ تَقَلَّتْ
370	فتنے کے معانی۔	311	وَلَقَدْ مَكَّنَّا كَمْ لِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ
371	شیطانوں کی قسمیں اور نام۔	312	نماز کا مقام زمین کی فضاء ہے۔
372	شیطان کے چار کمال۔	314	مقدس زمین میں پیدا ہونا بھی افضل ہے۔
373	بے پردگی اور باریک لباس شیطان کلاؤ ہے۔	317	وَلَقَدْ خَلَقْنَا كَمْ ثُمَّ صَوَدْنَا كَمْ
	انبیاء و اولیاء کی طاقت و قوت ساری مخلوق سے		کوئی شخص انبیاء سے افضل نہیں جو یہ عقیدہ
375	زیادہ ہے۔	320	رکھوہ کافر ہے۔
375	ابلیس کی پیدائش کا مقصد۔	323	سجدۂ تعظیمی حرام ہے۔
376	شیطان کن کلاؤست اور کن سے ڈرنا ہے۔	325	قَالَ لَا هَبْ مِنْهَا لِمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ
376	وَأَقَالُوا لَهَا حَشَنَةً " قَالُوا وَجَعَلْنَا عَلَيْهَا	328	بزرگوں کی دعا سے عمریں لمبی ہوتی ہیں۔
377	نہی کے کل و زبان کافر۔	331	قَالَ لِمَا أَغْوَيْتَنِي لَا أَفْلَحُ لَوْ كُنْتُ
380	کون سی تقلید اچھی کون سی بری ہے۔	333	شیطان کے آنے کے راستے۔ من اور عن کافر۔
381	قُلْ أَمْرٌ رَبِّي بِالْقِسْطِ وَالْحَمْدُ	338	قَالَ أَخْرَجَ مِنْهَا مَذْمُومًا " مَلْعُونًا "۔
383	قسط کے معنی۔	343	لَوْ سَوْسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ
385	کتنی جگہ مساوات نہیں ہو سکتی۔	345	حضرت آدم نوعیت حکم کو بھولے۔
388	يَا بَنِي آدَمَ خُذُوا زِينَتَكُمْ		شیطان نے کس طرح جنت میں آدم و حوا
390	زینت کے کتنے معنی ہیں۔	345	کو دوسرہ ڈالا حضرت آدم کیا بھولے۔
391	منع اور حرام میں فرق۔	350	لَهُمَا يَنْزِيلُ لِمَا فَا قَا
392	مسجد کے معنی۔	353	ہرنی میں مشک پیدا ہونے کی وجہ۔
392	تقویٰ کے معنی۔	354	ہر شخص کو دوست دشمن کی پہچان لازم ہے۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
427	ظلم اور کفر میں فرق۔	394	حدیث و قرآن کا قائدہ۔
429	اعمال کی قسمیں۔	396	طیب روزی کی شریں۔
432	ون سالیان معتبر ہے اور کون سا نہیں۔	397	قل انما حرم ری الفواحش۔
432	جنت کی قسمیں اور جنت عملی کتنی طرح کی ہے۔	398	فاحشہ کیا چیز ہے۔
433	و نزعنا ما فی صدورهم۔	399	گنہ کی قسمیں۔
436	انبیاء کرام کا ہر کام حق ہوتا ہے۔	401	حق العبد معاف نہیں ہوتے۔
	تمام صحابہ آپس میں ایک دو سرے کے خیر خواہ اور	403	ما ہی ادم اما ما تینکم رسل۔
437	جنت اور دنیا میں ایک دو سرے کے بھائی ہیں۔	405	تقویٰ کی قسمیں۔
438	مسلمانوں کی آپس کی لڑائیاں جہنمیوں کی نشانی ہے۔	405	خوف کی قسمیں۔
438	ہر شخص کو ہمیشہ حضور نبی کریم کی حاجت ہے۔	406	ہرنی کے لئے کتاب یا معجزہ ضروری نہیں۔
438	جنت ملنے کی علت اور سبب کیا ہے۔	406	قرآن مجید میں کتنے عمدے لئے گئے۔
440	و نادی اصحاب الجنت اصحاب النار۔	406	تکبر کے درجات۔
444	بعد قیامت کو کی اندھا بہرہ کو نگاہیں ہو گا۔	410	لن اظلم ممن التری علی اللہ۔
444	انبیاء کی آنکھ بیک وقت سارے عالم کو دیکھتی ہے۔	411	کتاب اور لوح سے کیا مراد ہے۔
444	دور کی آواز سننا شرک نہیں۔	412	موت دینے والے فرشتے کتنے ہیں۔
446	و بینہما حجاب و علی الاعراف۔	412	نبی اور رسول میں فرق۔
447	اعراف میں کون لوگ ہیں اس کی تحقیق۔	412	تلعون کے معنی۔
450	نبی کریم ہمیشہ سے ہر شخص جنتی دوزخی کو پہچانتے ہیں۔	412	لون اور تلعون کے معنی۔
450	حضور پر سلام کرنا پڑھنا بہت بہتر ہے۔	415	لال اخوا فی اسم قد خلت۔
451	حجاب اور اعراف کیا ہے۔	418	جنوں کی تعداد انسان سے زیادہ ہے۔
450	حجاب کی قسمیں۔	421	ہر کافر کافر کر ہے۔
452	و نادی اصحاب الاعراف۔	421	پاگل اور ناجحہ بچوں کو عذاب نہیں۔
456	مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی شان میں فرق۔	422	ان اللین کنہوا ما یاتنا۔
457	نجدی دیوبندی و ہلبی قرن الشیطان کیوں ہیں۔	426	سب سے بڑی نعمت اور سب سے بڑا عذاب کیا ہے۔
457	و نادی اصحاب النار اصحاب الجنت۔	426	کفار کو مرحوم کہا حرام ہے۔
458	افاضہ اور اراقہ کے معنی میں فرق۔	426	کفار کے بچے اور دیوانوں کا حکم۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
481	رحمت اور محسن سے کیا مراد ہے۔	458	لو اور لعب میں فرق۔
483	لاؤڈ سپیکر پر نماز ٹھیک نہیں۔	460	دنیا میں عجز و انکسار آخرت کی عزت کا ذریعہ ہے۔
485	تضرع اور خفیہ کا فرق صوفیانہ۔	461	قاری احمد حسین رحمۃ اللہ کا عجیب مکالمہ۔
486	و هو الذی برسل ریح	461	گناہ و حول، سارنگی، طبلہ سب کھیل کود اور جہنم
487	ہو امیں کتنی قسم کی ہیں۔	461	کاسلان ہے۔
487	بشوا کے معنی۔	461	استلوا کا اپنے شاگرد کو ڈھیل دینا شاگرد کی تباہی ہے۔
488	بارش کیوں رحمت ہے۔	463	ولقد جئنا ہم بکتاب فصلنا۔
489	قیاس برحق ہے۔	464	قرآن مجید میں نو قسم کے مضمون ہیں۔
490	پانی اور ہوا کے بوجھ کی تحقیق۔	464	نبی کریم کے حالات و صفات قرآن مجید کی
491	والبلد الطیب بخرج	464	تفصیل ہیں۔
492	نکد کے معنی۔	466	قرآن مجید کس کے لئے آیا۔
493	بے لوب گستاخ کو غیث کہنا جائز ہے۔	467	هل ينظرون الا تاويله۔
495	کافر مومن عالم کے دل اور سینے میں فرق۔	468	حق سے کیا مراد ہے۔
495	انسان کلل مثل زمین کے ہے۔	470	ایمان کی ہدایت صرف نبی پاک سے ملتی ہے۔
495	لقد ارسلنا نوحا الی قومہ۔	470	ایمان کفر علیحدہ علیحدہ عمل ہیں۔
496	نوح علیہ السلام کا اسم گرامی اور آپ کا نسب نامہ۔	471	رجاء اور امانیہ میں فرق۔
496	قوم کے معنی۔	471	غم تین قسم کے ہیں۔
497	اللہ کے معنی۔	472	ان وکم اللہ الذی۔
497	خوف پانچ طرح کا ہے۔	473	آسمان اور زمین کی تعریف۔
500	نبی مکرلہ اور گنہگار نہیں ہو سکتے۔	474	سدا اور ست کی تحقیق۔
504	تعجب کے درجے۔	474	کس دن اور کس وقت کیا کام ہوا۔
507	انبیاء کائنات کا آخر ہوتے ہیں۔	474	دنوں کے نام رکھنے کی وجہ۔
508	لکنہوہ لانجنا۔	474	استوئی سے کیا مراد ہے۔
510	حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی کا نام۔	475	امر اور خلق کے معنی۔
511	آنگھ اور ول کے اندھے میں فرق۔	476	کتنے کاموں میں جلدی کرنا ثواب ہے۔
512	والی عاد انا ہم ہونا	477	ادعوا وکم تضرعا و خلعت۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
535	زمزم اور رکن کے درمیان انبیاء کے مزارات۔	513	قوم علوی کی تحقیق۔
536	علماء اور اولیاء کا ساتھ خدا کا قرب ہے۔	513	قرآن میں اخ کتنے مضمون میں آتا ہے۔
537	والی نمودا خاھم صالحا "۔	513	حضرت ہود کا نسب نامہ۔
538	لفظ نمود کی تحقیق۔		حضرت ہود اور حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ
539	اتباع عہدوت اطاعت میں فرق۔	513	میں فرق۔
540	صلح علیہ السلام کی اونٹنی آیت اللہ کیوں ہے۔	517	انی اخاف علیکم اور افلا تتقون میں فرق۔
541	سب سے بڑی نعمت اللہ کی عبادت ہے۔	517	ضلال اور سفاہت میں فرق۔
	نبی کریم کا سپاک معجزہ ہے جس کا ظہور آج بھی		امت ایک ہی نبی کی ہوتی ہے چاہے اس زمانے
541	ہو رہا ہے۔	518	میں اور بھی نبی ہوں۔
542	نبی کو بھائی کہنا بے دینی ہے۔ اور بھائی کون ہوتا ہے۔	518	گزشتہ نبیوں اور ہمارے حضور کی تبلیغ میں فرق۔
544	واذکروا اذ جعلکم	519	اہلکم و سالات دہی۔
545	قوم نمود اور قوم علوی کلوطن۔	522	قوم ہود کے قد کی لمبائی اور حساست۔
545	قوم نمود کے حالات۔	522	ذکر کے تین معنی "آلاء کی تحقیق۔
545	تعشوا کے معنی۔	523	ہام محمد اور اعلیٰ حضرت کی آخری تبلیغ۔
546	میلاد پاک کرنا بہت ضروری ہے۔		شیطان ابو جہل اور بنی زمانہ کے گستاخوں میں کوئی
546	کون کون سی چیز اسراف نہیں۔	523	فرق نہیں۔
546	مینار پاکستان بنانا جائز ہے۔	525	کون سا موٹا عذاب اور کون سا موٹا نعمت۔
	صحابہ کے زمانہ میں دیوبندی دہلی نہیں تھے۔	526	لاالوا اجتنا لن عبد اللہ
547	سب اہلسنت تھے۔	527	قول کے چند معنی۔
549	تکبر کی تسمیں۔	527	نبی کے مقتل جمہوریت ناقابل قبول ہے۔
551	کس کفر سے عذاب آتا ہے۔	528	رجس کے معنی۔
551	انبیاء کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے۔	528	غضب اور رجس میں فرق۔
552	علم تاریخ پر حسدست اچھا ہے۔	529	نبی کو بے بس ماننا کافروں کا طریقہ ہے۔
554	لعقروا الناقۃ وعتوا عن امر۔	530	بندوؤں کے خود ساختہ معبود فرضی ہیں۔
	عقر سے کیا مراد ہے۔ صلح علیہ السلام کی اونٹنی کو	532	فانجینہ والذین۔
554	ذبح کرنے والے کا نام۔	533	قوم علوی کی ہلاکت۔

صفحہ	مضمون	صفحہ	مضمون
572	لانا جہنہ و اہلہ۔	554	صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا بچہ قیامت کلابتہ الارض ہے۔
572	چھلی امتوں پر عذاب آنے کی صورتیں۔	555	اونٹنی کے ذبح کا واقعہ۔
573	لہل کے معنی۔	556	انبیاء کا مقابلہ اللہ کا مقابلہ ہے۔
573	لہل بیت کون ہیں۔	557	کام اور ارادہ کام میں فرق۔
574	حضور نبوت کے سورج ہیں۔	558	فاخذتہم المرجفۃ۔
576	یوی لہل بیت ہے۔	560	بعد وفات ہر شخص زندوں کا کلام سنتا ہے مومن ہو یا کافر۔
576	بہائی مذہب کا مبلغ کون ہے۔	561	قوم ثمود کی ہلاکت اس زمانہ میں دونوں کے نام۔
576	بری محبت ہلاکت ہے۔	561	حضور کا علم غیب۔
577	والی ملین اخا ہم شعبا۔	561	حضرت صالح علیہ السلام پر کتنے لوگ ایمان لائے؟
578	لفظ مدین اور لفظ شعیب کی تحقیق۔	563	کتنی عمر پائی، آپ کی وفات اور قبر شریف، کتنے سال تبلیغ فرمائی؟
578	اسماء انبیاء کی تصغیر ناجاز ہے۔	563	انبیاء و اولیاء کو بعد وفات دور سے پکارنا جائز ہے۔
578	کسیل و الا کما منع ہے۔	563	انبیاء و اولیاء سے کون سی محبت ذریعہ ایمان ہے۔
578	شعیب علیہ السلام کا نسب نامہ۔	564	و لوطا " اذ قال لقومہ۔
578	کسی نبی کو نفرت و الامراض نہیں لگتا۔	565	لوط کے لفظی معنی۔
581	دلیل انبی اور دلیل لعی کا فرق۔	566	حضرت لوط کتنی بستیوں کے نبی تھے۔
583	ولا تعدوا بکل صراط۔	566	بعث نبی کی قسمیں۔
583	ایمان کے کتنے شعبے ہیں۔	568	بعض نام انجام کو ظاہر کرتے ہیں۔
585	دین عقل سے نہیں بلکہ نبی کے کرم سے حاصل ہوتا ہے۔	568	لواطت کی ابتداء۔
585	خاندانی منصوبہ بندی کا کیا حکم ہے۔	570	عالمین کتنے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔
586	کثرت تعدد لولہ کی نعمت ہے۔		
588	وان کان طائلۃ۔		

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا

وَلَوْ أَنَّنَا نَزَّلْنَا إِلَيْهِمُ لَمَلَكَةً مِّلْكَةً وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتَى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ

اور اگر تحقیق ہم اناریں طرف ان کے فرشتے اور کلاماً کریں ان سے مردے اور جمع کردیں ہم ان پر اور اگر ہم ان کی طرف فرشتے اتارتے اور ان سے مردے باتیں کرتے اور ہم ہر چیز

كُلِّ شَيْءٍ قَبْلَ مَا كَانُوا يَوْمِنَا إِلَّا أَنْ يَشَاءَ اللَّهُ وَلَكِنْ أَكْثَرُهُمْ

ان کی ہر چیز آنے سے پہلے تو نہیں ہیں وہ ایمان لائیں مگر یہ کہ چاہے اللہ اور لیکن بہت سے ان کے سامنے آجاتے جب بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے مگر یہ کہ خدا چاہتا لیکن ان میں

يَجْهَلُونَ ۝

میں کے جہالت کرتے ہیں

بہت نرے جاہل ہیں

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں اجمالاً "ارشاد ہوا تھا کہ ان مطالبہ کرنے والے کفار کے پاس اگر نشانیاں آجائیں تب بھی ایمان نہیں لائیں گے کہ ارشاد تھا انہا اذا جاءات لا یومنون۔ اب اسی اجمال کی تفصیل ہے کہ اگر ان کے پاس فرشتے آجائیں ان کے مردے زندہ ہو کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دے دیں بلکہ ہر چیز ان کے سامنے آجائے۔ یہ ایمان لانے والے نہیں۔ گویا یہ آیت اس آیت کی تفصیل ہے۔ دوسرا تعلق: ابھی پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ ہم نے ان کی آنکھیں ان کے دل پھیر دیئے۔ اب اس کے نتیجہ کا ذکر ہے کہ چونکہ یہ کفار بصارت اور بصیرت دونوں سے محروم ہیں اسی لئے انہیں کوئی نشانی دکھانا مفید نہیں۔ گویا پہلے ان کی بیماری کا ذکر تھا۔ اب اس بیماری کے انجام کا تیسرا تعلق: ابھی پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ کفار اپنے کفر کے جنگل میں حیران و پریشان پھر رہے ہیں انہیں کسی بات پر یقین نہیں فی طعنا نہم بعمہون اب ارشاد ہے کہ ان کی یہ پریشانی لا علاج ہے۔ کوئی نشانی ان کی پریشانی کا علاج نہیں بن سکتی گویا مرض کا ذکر پچھلی آیت میں تھا اور اس کے لا علاج ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے۔

شان نزول: ایک دفعہ باج سرداران قریش ولید ابن مغیرہ مخزومی عاص ابن وائل سہمی اسود ابن عبد۔ غوث زہری اسود

ابن مطلب، حارث ابن حنظلہ اپنے ساتھ بہت سے کفار قریش کو لے کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، بولے کہ ہماری قوم میں قصی ابن کلاب اور جدعان ابن عمرو بڑے سچے اور بزرگ گزر رہے ہیں۔ سارے قریش ان کی بات مانتے تھے۔ انہیں مرے ہوئے کافی عرصہ ہو چکا ہے اگر آپ ان دونوں کو زندہ کر دیں اور وہ ہمارے سامنے آکر آپ کی حقانیت اور اسلام کی سچائی کی گواہی دے دیں تو ہم لوگ اسلام قبول کر لیں گے۔ ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر کبیر، خازن، روح البیان، خزائن العرفان)۔ نوٹ: ان کفار کے یہ مطالبے محض شغل اور دل لگی کے لئے تھے۔ ورنہ چاند پھٹنا، سورج لوٹنا، کنکروں، پتھروں کا کلمہ پڑھنا، ان کے ان مطلوبہ معجزہ سے کہیں زیادہ حیرت ناک تھے، جب وہ ان معجزات کو جادو کہہ کر ٹل جاتے تھے تو وہ ان معجزات پر ایمان کیلاتے۔

تفسیر: ولو اننا نزلنا الیہم الملک۔ لو حرف شرط ہے۔ ان۔ لو۔ اذا وغیرہ کے فرق بار بار بیان کر چکے ہیں کہ لو وہاں بولا جاتا ہے جہاں شرط و جزاء دونوں معدوم ہوں مگر معلق ہو کر۔ یعنی جزاء اس لئے معدوم ہو کہ شرط معدوم ہو۔ جیسے اگر تم آتے تو انعام پاتے۔ یعنی تم کو انعام نہ ملا اس لئے کہ تم آئے نہیں مگر یہاں اس معنی میں نہیں یہاں معنی ان ہے کیونکہ یہ کلام معلق کرنے کے لئے ہے ہی نہیں۔ بلکہ کفار کی ڈھٹائی دکھانے کے لئے ہے کہ اگر ہم فرضاً یہ نشانیاں دکھلوں جب بھی یہ کفار ایمان نہ لائیں، یہ مطلب نہیں کہ ان کا ایمان نہ لانا ہمارے ان نشانیاں دکھانے پر موقوف ہے۔ نزلنا ز کے شد سے ارشاد فرما کر یہ بتایا کہ اگر ان پر فرشتے یکے بعد دیگرے ہم اتارتے رہتے یا اتارتے رہیں کہ دو چار آج ان کے پاس آجائیں دو چار کل، یہ سلسلہ برابر جاری رہے۔ اتارنے سے مراد ہے اس طرح اتارنا جسے وہ دیکھیں، ورنہ ہر انسان کے ساتھ اعمال لکھنے والے حفاظت کرنے والے فرشتے رہتے ہیں جن کی ڈیوٹیاں بدلتی رہتی ہیں مگر وہ انہیں نظر نہیں آتے یا ملا نہ کہ سے مراد مطلقاً فرشتے ہیں جو خود اپنی شکل میں ان کے پاس آئیں ورنہ حضرات صحابہ نے بلکہ ان کفار نے انسانی شکل میں فرشتے بار بار دیکھے تھے۔ و کلمہ الموتی یہ عبارت اننا نزلنا الخ پر معطوف ہے اور لو کے تحت ہے۔ کلمہ فرما کر بتایا کہ اگر بار بار مراد مردے ان سے صاف صاف گفتگو کریں۔ ہم کا مرجع وہی مطالبہ کرنے والے کفار ہیں الموتی بمع ہے میت کی۔ اس سے مراد یا تو وہی قصی ابن کلاب اور جدعان ابن عمرو ہیں جن کو زندہ کرنے اور ان سے گواہی دلوانے کا ان لوگوں نے مطالبہ کیا تھا یا اس سے عام مردوں کی جماعت مراد ہے یعنی ان لوگوں سے وہ مردے یا عام مردے زندہ ہو کر حقانیت اسلام کے متعلق صاف صاف گفتگو کریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی پرزور گواہی دیں کہ بیداری کی حالت میں مردے ان سے کلام کریں خواب کا کلام مراد نہیں بعض مقبولین بارگاہ بیداری میں مردوں سے کلام کر لیتے ہیں۔ ویسے عام حالات میں بھی مردے زندوں سے کلام کرتے ہیں جو زندے سنتے نہیں بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی ہے۔ جیسے جمعرات کے دن مردوں کا اپنے زندہ عزیزوں کے گھر آنا، ان سے ثواب کی درخواست کرنا یا جو قبرستان سے گزرے ان سے مردوں کو درخواست دعا کرنا۔ لہذا یہ احادیث اس آیت کے خلاف نہیں و حشرنا علیہم کل شیء قبلہ " یہ عبارت معطوف ہے و کلمہ الموتی پر۔ اس میں ان کے مطالبوں سے زیادہ چیز کا ذکر ہے۔ حشرنا بنا ہے حشر سے معنی جمع کرنا۔ اس لئے قیامت کو حشر اور میدان قیامت کو محشر کہتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ فالح حشر علینا یسر۔ علیہم میں علی یا معنی عند ہے یا اپنے ہی معنی میں ہے کل شیء سے مراد فرشتوں اور مردوں کے علاوہ دوسری چیزیں ہیں۔ جانور، اینٹ، پتھر، لکڑیاں وغیرہ جو کفار

کے سامنے جمع ہو کر اسلام کی حقانیت کی گواہی دیں بلکہ اگر سارا عالم غیب فرشتے جنت دوزخ وغیرہ بھی ان کے سامنے کر دی جائیں تب بھی یہ ایمان نہ لائیں۔ قبلا " ہماری قرأت میں ق اور ب کے پیش سے ہے 'مصدر ہے' معنی مقابلہ و معاینہ یعنی سامنے ہونا یہ حشر ناکا ظرف ہے یعنی ہم ساری چیزیں ان کے سامنے جمع کر دیں۔ ہو سکتا ہے کہ قبلا " قاتل کی جمع ہو معنی مقابل۔ تب یہ کل شی سے حال ہو گا یہ بھی ممکن ہے کہ قبیل کی جمع ہو معنی کفیل و ذمہ دار جیسے رغبت کی جمع رغف اور قضیب کی جمع قضب یا یہ جمع ہے قبیلہ کی معنی جماعت لہذا اس لفظ کے بہت معنی ہو سکتے ہیں مگر پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں۔ بعض قراتوں میں قبلا " ق کے کسرو ب کے فتح سے ہے (تفسیر کبیر و معانی) ما کانوا لیومنوا یہ عبارت لو کی جزا ہے ما امنوا نہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت ارشاد فرمائی ما کانوا لیومنوا تاکہ معلوم ہو کہ ان کا ایمان لانا قریبا " ناممکن ہے۔ نہیں ہیں وہ کہ ایمان قبول کر لیں۔ اس لئے مفسرین نے اس عبارت کے معنی کئے نا صح او و الاستقامہ اور ما امکن ایمانہم و یکھ لو عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر کے ان سے کلام کرا دیا۔ موسیٰ علیہ السلام نے ستر اسرائیلیوں کو کوہ طور پر لے جا کر رب کے کلام کا نظارہ کرا دیا مگر جن کے مقدر میں ایمان نہ تھا وہ ایمان نہ لائے الا ان یشاء اللہ یہ عبارت لیومنوا کا ظرف ہے اصل عبارت یوں تھی۔ لیومنوا فی حالتہ من الحالات الا ان یشاء اللہ یعنی وہ بغیر اللہ تعالیٰ کے چاہے کسی صورت سے ایمان نہیں لاسکتے۔ و لکن اکثرہم بجهلون اس عبارت میں روئے سخن ان لوگوں کی طرف ہے جو ان مطالبہ کرنے والوں کی سفارش کرتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں یہ مطلوبہ معجزات دکھادیے جائیں شاید یہ لوگ اسی ذریعہ سے ایمان قبول کر لیں۔ جمالت سے مراد اصل حقیقت سے بے خبری ہے۔ یعنی ان سفارشی لوگوں میں بہت سے لوگ جاہل ہیں جو عقیدے کے اس مسئلہ سے خبردار نہیں کہ بغیر ارادہ الہی ذرہ جنبش نہیں کر سکتا انہیں چاہئے کہ ان کے ان مطالبوں کے پورا نہ ہونے پر دل تنگ نہ ہوں اگر ان کے مطالبہ کرنے اور اوہر سے مطالبات پورا کرنے کا یہی سلسلہ رہا تو نبوت کا مقصد تبلیغ وغیرہ بالکل فوت ہو جائے گا یہ مطالبے کرتے رہیں گے اور ہم ان کے مطالبے پورے کرتے رہیں گے۔ سب وقت اسی میں ضائع ہو گا۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانوں ان مطالبات والے کفار کے مطالبوں پر نہ دھیان دو نہ ان کے پورا کرنے کی بارگاہ نبوت میں سفارش کرو، یقین کرو کہ اگر ایک دو دفعہ نہیں بلکہ بار بار فرشتے اپنی اصل شکل و صورت میں ان کے پاس آئیں اور یہ انہیں ان کی اصل شکل میں دیکھ بھی لیں اور وہ فرشتے ان سے اسلام اور صاحب اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی گواہی دیں اور اگر ہم ان کے بتائے ہوئے یا عام مردے زندہ کر کے ان کے سامنے کھڑے کر دیں اور وہ ان سے بار بار کلام کریں۔ قرآن اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کی گواہی دیں بلکہ اگر ہم دنیا کی ہر خشک و تر شجر و حجر و بحر و بران کے سامنے لاکھڑی کریں وہ سب اسلام کی حقانیت کفر کی برائی بیان کریں۔ یہ سب کچھ ہو جائے یہ لوگ ایمان لانے والے نہیں۔ پھر بھی یہ سب لوگ وہی کہیں گے اور وہ سرے مطالبے کرتے ہی رہیں گے۔ یا یہ مطلب ہے کہ فرشتوں اور مردوں کا کلام سن کر یہ کہیں گے کہ اب ہم کو نبی کے ماننے کی کیا ضرورت ہے ہم تو ان فرشتوں یا مردوں کے کلام کے ذریعہ خدا کو اور اس کی توحید وغیرہ کو مانتے ہیں پھر بھی کافر ہی رہیں گے۔ ہاں اگر اللہ تعالیٰ ہی انہیں ہدایت دیتا تو یہ اسلام قبول کر سکتے۔ اس حقیقت کے ہوتے ہوئے بھی بہت سے لوگ بے علمی کی باتیں کرتے ہیں ان کے مطالبے پورے کرنے کی سفارش کرتے ہیں۔ اے مسلمانو تم کفار کی فکر میں مبتلا

نہ رہو اپنی فکر کرو۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب تعالیٰ کی دکان ہے جس میں ایمان، عرفان، تقویٰ ولایت شریعت و طریقت ہر طرح کے سودے ہیں مگر وہاں سے خیر وہی لے سکتا ہے جس کے پاس عقیدت، محبت، اخلاص کی نقدی ہو پھر جتنا اخلاص وغیرہ زیادہ اتنا ہی اسے سودا اعلیٰ ملے گا۔ ان کفار کے دل کی جیب اس نقد سے خالی تھی تو انہیں ایمان وغیرہ کیسے ملتے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: فرشتوں کا انسانوں کے پاس آنا ان سے کلام کرنا انسانوں کا انہیں دیکھنا ان کی سننا یہ سب کچھ ممکن ہے محال نہیں۔ انہیں شکل انسانی میں دیکھنا تو واقعہ میں ہو چکا ہے۔ حضرت مریم نے جناب جبرئیل کو شکل انسانی میں دیکھا ان سے کلام و گفتگو کی انہیں ان کی اصل شکل میں دیکھنا بھی ممکن ہے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دو دفعہ حضرت جبرئیل کو ان کی اصلی شکل میں دیکھا یہ فائدہ لو اننا نزلنا النخ سے اشارہ حاصل ہے۔ دوسرا فائدہ: اس دنیا میں مردوں کا زندوں سے ملاقات کرنا ان سے گفتگو کرنا ان کی سننا یہ سب کچھ ممکن ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کر کے زندوں کی ان سے ملاقات بھی کرا دی ان سے گفتگو بھی۔ یہ فائدہ اشارہ ”و کلمہم الموتی سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: ہر خشک و تر چیز کا ہمارے سامنے آ جانا ہم سے کلام کرنا ممکن ہے اگرچہ واقع نہیں۔ یہ فائدہ وحشنا علیہم النخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: قرآن، معجزات، تبلیغ و وعظ مستقل ہادی نہیں بلکہ یہ ہدایت کا ذریعہ ہدایت تو رب کے کرم سے ملتی ہے جیسے دوائیں شافی الامراض نہیں بلکہ شفا کا ذریعہ ہیں۔ شافی تو رب تعالیٰ ہے یہ فائدہ الا ان يشاء اللہ النخ سے حاصل ہوا جو مومن ہو اور اللہ کے ارادے سے ہو جو کافر ہو اور اللہ کے ارادے سے ہو۔ یا نبیوں کا فائدہ: ارادہ، مشیت، رضا، حکم ان سب میں بہت فرق ہے اللہ تعالیٰ نے کسی کو کفر کا حکم نہیں دیا نہ کفر سے راضی ہے ہاں کفار کا کفر اس کے ارادے سے ہے کوئی کام اس کے ارادہ کے بغیر نہیں ہو سکتا ورنہ وہ خدا نہیں۔

لطیفہ : ایک معتزلی فرقہ والے نے ایک یہودی سے کہا کہ تو مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا تو وہ بولا اس لئے کہ اللہ نے میرے ایمان کا ارادہ نہیں کیا اگر وہ ارادہ کرتا تو میں مسلمان ہو جاتا۔ معتزلی بولا کہ اللہ تعالیٰ نے تو میرے ایمان کا ارادہ کیا ہے مگر شیطان تجھے ایمان سے روکے ہوئے ہے۔ یہودی بولا کہ پھر تو میں شیطان کے ساتھ رہتا ہی پسند کرتا ہوں کہ وہ خدا پر غالب ہے کہ خدا کے چاہے میں مومن نہ بنا مگر شیطان کے چاہے میں کافر بن گیا۔ مغلوب خدا کے ساتھ رہنا نقصان دہ ہے۔ معتزلی حیران رہ گیا لا شرح عقائد۔ چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہے اس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔ حتیٰ کہ شیطان، کفار، کفر اور برے چیزوں کو رب نے پیدا فرمایا تو اس پیدا فرمانے میں اس کی لاکھوں حکمتیں ہیں مگر ان حکمتوں کا پایا انہیں سمجھ جانا ہر ایک کا کام نہیں یہ فائدہ ولكن اکثرهم بجهلون سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض : نحوی قاعدے سے یہاں ولوا اننا فرما بل درست نہیں کیونکہ لوجزاء کی نفی کو شرط کی نفی پر معلق کرنے آتا ہے جیسے ان جزاء کے ثبوت کو شرط کے ثبوت پر معلق کرنے کے لئے ہوتا ہے مگر یہاں یہ تعلق درست نہیں کیونکہ کفار کا ایمان لانا فرشتوں کے اترنے پر موقوف نہیں لہذا یہاں لو درست نہیں۔ جواب: معترض نے یہاں لو کو شرطیہ سمجھا ہے اس لئے یہ اعتراض کیا یہ درست نہیں یہاں لو ظرفہ ہے جیسے کبھی ان ظرفہ ہوتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے ان تستغفروا لہم سبعین مرة فلن يغفر اللہ لہم اس آیت میں ان ظرفہ ہے جیسے ان ظرفہ کے ساتھ ولو و ملکہ آجائے تو یہ دونوں حرف

طرفہ ہو جاتے ہیں لہذا اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ اگر ہم فرشتے اتار دیتے تو یہ ایمان نہ لاتے یا اگر ہم فرشتے اتار دیں تو یہ ایمان نہ لائیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اگر فرشتے اتار دیں تو اس وقت بھی یہ لوگ ایمان نہ لائیں گے اور کسی وقت لانے کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا لہذا آیت بالکل واضح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ لو طرفہ بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کفار کا ایمان نہ چاہا لہذا وہ ایمان نہ لائے جس سے لازم آیا کہ رب نے ان کا کفر چاہا لہذا وہ کافر رہے۔ حالانکہ کفر بری چیز ہے بری چیز کا چاہنا بھی برا ہے۔ اگر کوئی شخص کافر ہو جانے کا ارادہ کر لے تو کافر ہو جاتا ہے کیونکہ ارادہ کفر بھی کفر ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس بری چیز کو کیوں چاہا اس کا ارادہ کیوں کیا؟ جواب: کسب کفر کا ارادہ کرنا برا ہے یعنی خود کافر ہو جانے کا ارادہ برا ہے مگر خلق کفر کا ارادہ بلکہ خود خلق کفر برائے نہیں اس میں صدمہ حکمتیں ہیں بندہ کسب کفر کا ارادہ کرتا ہے یہ بالکل درست ہے لیکن اگر بندہ کسی کو قتل کرے یا قتل میں مدد دے یا قتل کا ارادہ کرے تو گنہگار ہے خلق اور کسب کا یہ فرق ضرور خیال میں رہے۔ تیسرا اعتراض: جب کافر کا کفر اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہے تو کافر مجرم کیوں ہوئی کر رہا ہے جو اللہ کا ارادہ ہے بلکہ وہ تو اس کفر میں معذور ہے؟ جواب: اس کا جرم یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت کر رہا ہے۔ رب نے فرمایا ہے امنوا باللہ ورسولہ حکم کی خلاف ورزی جرم ہے اور چونکہ کفر میں کافر کا اپنا ارادہ بھی شامل ہوتا ہے یعنی رب کے ارادہ اور کافر کے کفر کے درمیان اس کا ارادہ کسب ہے اس لئے وہ مجرم ہے جیسے قاتل قتل کا مجرم ہے اگرچہ مقتول کی موت اللہ کے ارادہ سے ہے۔ غرضیکہ ہمارے غیر اختیاری کاموں پر سزا جزا نہیں مگر اختیاری کاموں پر سزا بھی ہے جزاء بھی۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا اکثرہم بجهلون ان میں سے بہت نرے جاہل ہیں حالانکہ کفار تو سارے ہی جاہل ہیں پھر اکثرہم کیوں ارشاد ہوا؟ جواب: اکثرہم میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ ہم سے مراد وہ مسلمان ہیں جو ان کے مطالبات پورے فرمادینے کی سفارش کرتے تھے۔ تب مطلب یہ ہے کہ ان سفارش کرنے والوں میں سے اکثر وہ حضرات ہیں جنہیں یہ خبر نہیں کہ یہ لوگ ان مطالبوں کے پورے ہونے پر بھی ایمان نہ لائیں گے۔ ان کی یہ قسمیں جھوٹی ہیں۔ چونکہ بہت سے مسلمان اس سے واقف تھے لہذا اکثرہم فرمایا۔ دوسرے یہ کہ ہم سے مراد مطالبہ کرنے والے کفار ہوں تب مطلب یہ ہے کہ ان مطالبہ کرنے والوں میں سے اکثر تو نرے جاہل ہیں کبھی ایمان نہ لائیں گے اور بعض وہ بھی ہیں جو آگے چل کر ایمان قبول کر لیں گے۔ ابو جہل کافر مراد نہ جاہل تھا ابو سفیان آخر کار ایمان لے آئے۔ سہرا حل اکثرہم فرمانا بالکل درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بعض کفار کا کفر عارضی اور ہلکا ہے کہ ان کا مومن ہو جانا ارادہ الہی میں آچکا ہے ان کے لئے معمولی اشارہ کوئی سامعہ کوئی سی نشانی کافی ہے۔ یہ لوگ اس سونے والے کی طرح ہیں جو معمولی سی حرکت دینے سے جاگ جائے بعض کفار کا کفر ہے تو عارضی مگر ہے سخت۔ ان کے ایمان کے لئے زیادہ کوشش ضروری ہے وہ کسی بڑی نشانی بڑے معجزے کے منتظر ہیں۔ جیسے بیہوش آدمی اگرچہ ہوش میں آسکتا ہے مگر غلغلہ سو گنگھانے اور بہت کوشش کرنے پر مگر تیسرے قسم کے کفار وہ ہیں جن کا کفر اصلی ہے ان کے ایمان کی کوئی صورت نہیں اور انہیں کوئی معجزہ مفید نہیں حتیٰ کہ اگر یہ لوگ قیامت اور وہاں کے سارے حالات بھی آنکھوں پر دیکھ لیں تب بھی ایمان نہ لائیں۔ انہی کے متعلق رب تعالیٰ فرماتا ہے ولو ردوا لعادوا لما نهوا عنه۔ اگر یہ قیامت کے بعد بھی دنیا میں واپس کر دیئے جائیں تب بھی کفر ہی کریں گے یہ لوگ اس مردہ کی طرح ہیں جنہیں کوئی تدبیر جگا نہیں سکتی۔ کپڑے پر غلامی مگر ہوتی ہے اور بے حواس ہو جاتا ہے۔ اگر کچھ کچھ ہو گیا ہو تو پانی صابن سے دھونے پر سفید

ہو جاتا ہے، لیکن اگر کپڑا پختہ کالے سوت سے ہی بنا گیا ہو تو کسی تدبیر سے سفید نہیں ہو سکتا انسان کے دل کے یہی حالات ہیں یہاں ولو اننا الخ میں اس آخری تیسری قسم کے کفار کا ذکر ہے اور الا انشاء اللہ میں ان پہلی دو قسم کی طرف اشارہ ہے کہ اصلی کافر نہ فرشتے دیکھ کر ایمان لائیں نہ مردوں سے گواہی من کرنے تمام معجزات دیکھ کر۔ ہاں جن کا ایمان مشیت الہی میں آچکا ہے وہ ابھی یا بدیر ایمان قبول کر لیں گے لہذا ان کے ہر مطالبے پورے کرنے کی کوشش نہ کرو اور ان کے کفر سے طول نہ ہو۔ حضرت عمر کی آنکھیں ایک اشارہ سے کھل گئیں۔ حضرت ابو سفیان بہت جھنجھوڑنے پر ایمان لائے مگر ابو جہل جیسا تھا ویسا ہی گیا یہ رب تعالیٰ کی بے نیازی ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے عالم اجسام میں رب تعالیٰ کی ہر نعمت واسطوں و سیلوں سے ملتی ہے۔ ماں کے وسیلہ سے رزق وغیرہ ایسے ہی عالم ایمانیات میں نبی کو احکام وغیرہ حضرت جبرئیل کے واسطے سے ملتے ہیں اور کو نبی کے واسطے وسیلہ سے۔ پھر اللہ تعالیٰ دوسرے وسیلہ کبھی اٹھا بھی دیتا ہے مگر نبی کا واسطہ کبھی نہیں اٹھاتا۔ دیکھو حضرت عیسیٰ بغیر باپ کے وسیلہ کے پیدا کئے گئے۔ حضرت آدم و حوا بغیر ماں باپ کے وسیلہ کے پیدا کئے گئے۔ بنی اسرائیل کو بغیر وسیلہ عکسان و باورچی من و سلوئی کی روزی دی گئی۔ مادہ والوں کو بغیر وسیلہ غیبی دسترخوان دیا گیا بلکہ خود نبی کو بغیر وسیلہ جبرئیل کلام عطا ہوا۔ موسیٰ کلیم اللہ طور پر بغیر وسیلہ رب سے کلام کرتے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر وسیلہ جبرئیل معراج میں رب سے کلام کیا مگر ایسی مثال نہیں ملے گی کہ بغیر وسیلہ نبی کسی کو ایمان یا احکام دیئے ہوں۔ امت کو جو ملے گا نبی کے وسیلہ سے ملے گا۔ ابلیس نے بغیر وسیلہ نبی فرشتوں وغیرہ کے ذریعہ مومن ہونا چاہا، مردود کر دیا گیا تو جو لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرشتوں کو اتر تار کھنایا مردوں کا کلام سننا مانگتے تھے اگر وہ ان و سیلوں واسطوں سے اللہ کی توحید وغیرہ مان بھی لیتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو کر تب بھی مومن نہ بنتے۔ ہاں اگر پھر بھی ان کے ذریعہ نبی کو ماننے اور نبی کے ذریعہ خدا کو پہچانتے پھر مومن بنتے یہ مطلب ہے الا انشاء اللہ کا۔ مگر اکثر لوگ ان واسطوں و سیلوں میں فرق نہیں کرتے وہ زے جتل ہیں۔

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيْطَانِ الْإِنْسِ وَالْجِنِّ

اور یوں ہی بتائے ہم نے واسطے ہر نبی کے دشمن شیطان انسانوں اور جنات کے

اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن کئے ہیں آدمی اور جنوں میں کے شیطان

يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا وَلَوْ شَاءَ

کہ اشارے کرتے ہیں بعض ان کے طرف بعض کے پھنی باتیں دھوکے کئے اور اگر

کہ ان میں ایک دوسرے بد خفیہ ڈالتا ہے بناوٹ کی بات دھوکے کر اور تمہارا رب

رَبُّكَ مَا فَعَلُوهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُونَ وَلِتَصْغِيَ إِلَيْهِ الْأَفْدَةُ الَّذِينَ

چاہتا رہ آپ کا تو نہ کرتے وہ یہ حرکتیں ہیں چھوڑو ابھی انہیں اور اسے جو گھڑتے ہیں اور تاکہ ماکل ہوں طرف

جاتا تو وہ ایسا کرتے نہ انہیں انکی نہ توڑوں۔ اور اس طرف ان کے دل

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيْرُضُوْهُ وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ۝۱۱۳

انکے دل اور لوگوں کے جو نہیں ایمان رکھتے ساتھ آخرت سے اور تاکہ پسند کریں اسکو اور تاکہ کمائیں وہ جو وہ کمائے ہیں
جھکیں جنہیں آخرت پر ایمان نہیں اور اسے پسند کریں اور گناہ کمائیں جو انہیں کمانا ہے۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ مطالبے کرنے والے کفار بڑے سے بڑا معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہ لائیں گے اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن ہیں جس دل میں رسول کی دشمنی ہو اس میں ایمان کیسے آئے۔ گویا پچھلی آیت میں ان کفار کی بیماری کا ذکر تھا اب اس بیماری کی وجہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں مطالبہ کرنے والے کفار کی بیماری کا ذکر تھا اب ارشاد ہے کہ ایسے مطالبے گزشتہ انبیاء کرام سے بھی ان کے دشمنوں کی طرف سے ہوتے رہے ہیں لہذا آپ غم نہ کریں۔ گویا پچھلی آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو غمگین کرنے والی چیز کا ذکر تھا اب اس غم کا ازالہ فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں ارشاد تھا کہ ہم کفار کے دل اور آنکھیں پھیر دیتے ہیں کہ وہ نہ تو حق کو سمجھتے ہیں نہ اسے دیکھتے ہیں۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ حالات آج کے نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں کہ نبیوں کی باتیں سب نے نہیں مانیں بعض نے مانیں کہ نظام عالم اسی سے قائم ہے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں ارشاد تھا کہ بعض لوگ غور نہیں کرتے بلکہ اپنا وقت مطالبات میں ضائع کرتے ہیں اب ان آیات میں ارشاد ہے کہ بعض دوسرے لوگ ان مطالبہ والوں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں گویا مطالبے کرنے والوں کو پہلے تھا اور ان کی حمایت کرنے والوں کو کڑا ہے۔

تفسیر : و کنا لک جعلنا لکل نبی عدوا " یہ عبارت یا تو معطوف ہے۔ و کنا لک زبنا لکل امتناع پر۔ اس صورت میں ولو عاطفہ ہے اور اس جملہ کی وہی ترکیب ہے جو اس جملہ کی تھی اور یا یہ نیا جملہ ہے اور و او ابتدا ہے تب اس سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے کما جعلنا ہوء لاء عدوا لک۔ کنا لک جعلنا لک اگر اس میں روئے خن نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو اس کا مقصد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ نبیوں کے اجمالی واقعات سن کر تسکین دینا تاکہ کفار مکہ کی مخالفت سے قلب پاک پر میل نہ آئے کہ ان کے دم سے اسلام کی بھاری ہے ان کا دل پریشان ہو گیا تو یہ کام کیسے چلے گا یا تاقیامت سارے علماء اولیاء سے خطاب ہے تو مقصد یہ ہے کہ تم لوگ مخالفین سے گھبرانہ جاننا۔ مخالفت پر صبر کرنا سنت انبیاء ہے اس پر بڑا اجر ہے ہم کو چاہئے کہ کھانا پینا سونا جاگنا جینا مرنا سب میں سنت کی نیت کریں کہ ثواب ہے جعلنا تو معنی خلقنا ہے تو ایک مفعول کو چاہے گا اور وہ ہے عدو اور اگر صبرنا کے معنی میں ہے تو دو مفعول چاہے گا۔ پہلا مفعول عدو ہے اور دو سرا مفعول شیاطین ہے۔ جعلنا فرما کر یہ بتایا کہ مخالفین کا ہونا ان کی مخالفتیں شاہی انتظام ہے کہ جیسے عالم اجسام توڑ پھوڑ سے قائم ہے بھوک کو غذا سے پیاس کو پانی سے بیماری کو دوا سے تاریکی کو نور سے توڑتے رہو دنیا قائم رہے گی۔ ایسے ہی عالم ارواح میں توڑ پھوڑ رہنی چاہئے۔ طغیان کو ایمان سے گناہوں کو توبہ سے کفار کو غازیوں سے غفلت کو بیداری سے توڑتے رہو۔ ایمان کے باغ میں بیمار رہے گے اگر شیاطین نہ ہوتے تو توڑ پھوڑ کیسے قائم ہوتی۔ نسل ان کے فرق ہم بار بار بیان کر چکے

ہیں۔ حضرات انبیاء کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے۔ جن میں تین سو تیرہ رسول بھی ہیں اور چار مرسل بھی۔ نبی فرما کر یہ بتایا کہ صرف رسولوں یا مرسلوں کے ہی دشمن نہیں ہوتے بلکہ ہر نبی کے دشمن رہے۔ نبی فرما کر یہ بتایا کہ فرشتوں، حوروں، غلمان کے دشمن کوئی نہیں۔ صرف انسانوں کے دشمن رہے کہ نبی انسان ہی ہوئے کیونکہ حوروں غلمان کو فرشتوں کو نہ تو مراتب و رتبہ ہے نہ انہیں دو سروں کے لئے مثل بنانا ہے۔ حضرات انبیاء کرام کے درجے بلند کرتا ہیں ان کی تکالیف کو لوگوں کے لئے مثل بنانا ہے۔ ان وجوہ سے دشمن انہیں انبیاء کے ہوئے۔ عدوا کی تحقیق بارہا ہو چکی ہے یہ لفظ ایک اور جماعت سب پر بولا جاتا ہے۔ یہاں جمع کے معنی میں ہے۔ ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا انا لم انفع صدیقی لود فان عدوی لم يضرهم بغضی

اس شعر میں عدو جمع ہے۔ یعنی اے محبوب جیسے آپ کے دنیا میں بہت دشمن ہیں ایسے ہی تمام نبیوں کے دشمن رہے ہیں اور یہ انتظام ہماری طرف سے ہے۔ اس میں صد ہا حکمتیں ہیں آپ اس سے طول نہ ہوں۔ خیال رہے کہ جیسے حضرات انبیاء کرام کے دشمن کفار و شیاطین رہے ایسے ہی ان کے تابعین یعنی علماء، اولیاء، صالحین کے دشمن رہے بھی اور ہیں بھی اور ہوں گے بھی۔ یہ بھی وراثت انبیاء ہے العلماء وراثتہ الانبیاء۔ خیال رہے کہ سواء ان دو مخلوقوں یعنی انس و جن کے کسی مخلوق میں نبی کے دشمن نہیں۔ مخلوق آسمانی ہو یا زمینی وہ سب کی سب انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع فرمان اور ان سے عشق رکھنے والی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فراق میں لکڑیاں روئیں، احد پہاڑ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم پڑنے سے وجد آگیا۔ اونٹوں، چڑیوں نے فریادیں کیں۔ حضرت یوشع کے اشارہ پر سورج ٹھہرا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ پر ڈوبا، سورج واپس لوٹا۔ یہ ہے ان کی محبوبیت و سرکاریت۔ شاطین الانس والجن۔ یہ عبارت یا تو جعلنا کا دو سراسر مفعول ہے یا عدوا کا بدل۔ شیاطین جمع ہے شیطان کی۔ اس لفظ کے معنی اور اس کی لفظی تحقیق پہلے پارہ کے شروع میں ہو چکی ہے۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ شیطان لقب ہے ابلیس کا مگر پھر ہر گمراہ کن کو شیطان کہا جانے لگا۔ نیز شیاطین کی بہت قسمیں ہیں اور ان کی مختلف ڈیوٹیاں ہیں۔ کوئی ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے کوئی کسی خاص مقام پر رہتا ہے ان وجوہ سے یہ جمع بھی ارشاد ہوتا ہے اس کی اضافت انس و جن کی طرف یا من والی ہے یا لام والی۔ پہلا احتمال زیادہ قوی ہے۔ یعنی شیطان دو قسم کے ہیں جنت، شیطان اور انسان شیطان۔ جیسے عام گمراہ کن کفار یہ دونوں ہی نبیوں کے دشمن رہے ہیں۔ حسن، قلوہ، مجاہد کا یہی قول ہے مگر حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ابلیس نے اپنی ذریت کے دو حصے کئے ہیں۔ ایک حصہ انسانوں کو ہرکانے کے لئے، انہیں شیاطین انس کہا جاتا ہے یعنی انسانوں کو گمراہ کرنے والے۔ دوسرا گروہ جنت کو ہرکانے اور غلامی کے لئے انہیں شیاطین جن کہا جاتا ہے۔ یعنی جنت کو ہرکانے والے۔ وہی یہاں مراد ہے (تفسیر کبیر و خازن، معانی وغیرہ) یا کہ وہ شیاطین کبھی تو ہم سے چپے رہتے ہیں تب وہ جن ہیں یعنی چھپی مخلوق اور کبھی انسانی شکل میں بلکہ مولویوں کی پیروں کی شکل میں نمودار ہوتے ہیں۔ بلکہ نبی بلکہ خدا بن کر سامنے آجاتے ہیں اس صورت میں وہ شیاطین انس یعنی انسانوں کو نظر آنے والے ہوتے ہیں۔ حضور غوث پاک کی بارگاہ میں خدا بن کر آگیا تھا جبکہ آپ تہجد پڑھ رہے تھے۔ مگر سلا قول قوی ہے کہ بعض انسان بھی شیطان ہوتے ہیں ملکہ جنی شیطان سے سخت تر۔ (۱) حضرت مجاہد کہتے ہیں کہ ابلیس جب جناتی شیطان کے ذریعہ کسی کو ہرکانے سے عاجز ہو جاتا ہے تو انسانی شیاطین سے دو گنا ہے (۲) جناتی شیطان ہمارے سامنے ہمارے دوست و

احباب بن کر آتے ہیں اور برکاتے ہیں۔ (3) لاحول سے جتنی شیطان بھاگ جاتے ہیں مگر انسانی شیطان نہیں بھاگتے۔ (4) حضرت ابوذر غفاری نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں عرض کیا رسول اللہ کیا انسانوں میں بھی شیطان ہوتے ہیں۔ فرمایا ہاں اور یہ شیطان جنات شیطان سے بدتر ہیں۔ بغوی مالک ابن دینار فرماتے ہیں کہ انسانی شیطان بدتر اور سخت تر ہیں جن شیطانوں سے کہ جن شیطانوں سے پناہ مل سکتی ہے۔ لاحول کے ذریعے۔ مگر انسانی شیطانوں سے پناہ کہیں نہیں۔ ان وجوہ سے یہاں شیاطین انس کا ذکر پہلے ہوا اور شیاطین جن کا ذکر بعد میں (خازن، معانی، کبیر، ابن کثیر وغیرہ)۔ یوحیٰ بعضہم الی بعض یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے یا شیاطین کا حل یا عدد و اکی مفعول۔ چونکہ یہاں عدد و جمع ہے اس لئے بعضہم میں ضمیر جمع لائی گئی۔ یوحیٰ بنا ہے وحی سے جس کے لغوی معنی ہیں مخفی اشارہ اچھا ہو یا برا اللہ او سوسہ، الہام اور وحی الہی سب پر بولا جاتا ہے۔ رب فرماتا ہے۔ و اوحیٰ ربک الی النحل۔ اور فرماتا ہے و اوحینا الی ام موسیٰ۔ ان دونوں آیتوں میں وحی معنی دل میں ڈالنا ہے اور فرماتا ہے۔ انا اوحینا الیک کما اوحینا الی نوح۔ مگر وحی سے مراد وحی نبوت ہے اور یہاں وحی معنی وسوسہ ہے۔ یعنی جتنی شیطان انسانی شیطانوں کے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ پھر یہ انسانی شیطان لوگوں کو انہی وسوسوں سے گمراہ کرتے ہیں۔ اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے محبوب بندوں کی دستگیری ہوتی ہے انہیں اچھی راہ پر لگایا جاتا ہے۔ بروں کے دلوں میں برے وسوسے شیطان کی طرف سے پڑتے ہیں انہوں کے دلوں میں اچھے الملمات اللہ و رسول کی طرف سے ہوتے ہیں۔ پھر جیسے ابلیس اپنے نمائندے انسانوں میں سے چھانٹتا ہے، ان کے ذریعہ عوام کو برکاتا ہے کہ اپنے نمائندوں کے دلوں میں وسوسہ وہ ڈالتا ہے پھر یہ نمائندے لوگوں کو برکاتے ہیں۔ اسی طرح روحانیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے کارندے چھانٹے جاتے ہیں۔ جن کو اولیاء علماء دین کہا جاتا ہے کہ ان کا ہاتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں اور ساری خلقت کی دستگیری وہ کرتے ہیں۔ زخرف القول یہ عبارت یوحیٰ کا مفعول بہ ہے زخرف کے لغوی معنی ہیں وہ دھوکے کی زینت جو طمع یا نقش و نگار سے حاصل ہو۔ اصطلاح میں زخرف وہ ادنیٰ یا بری چیز ہے جو طمع سازی کر کے اچھی بنائی گئی ہو جیسے طمع کی ہوئی پیتل جو سونا معلوم ہو لوگ اسے دھوکا کھا جائیں زخرف صفت ہے قول موصوف۔ یہاں صفت کی اضافت موصوف کی طرف ہے یعنی جھوٹی اور باطل بات جو بھلی اور سچی کر کے دکھائی جائے۔ خیال رہے کہ شیطان مختلف لوگوں کے پاس مختلف شکلوں میں جاتا ہے۔ نفسانی شکل میں اور بد عملیوں پر خوبصورت رنگ کی پالش کرتا ہے گانا، بچپنا، تکمیل، تماشے وغیرہ کی پالش نفسانی لوگوں کے لئے کرتا ہے مگر روحانی لوگوں کے پاس روحانی لباس پہن کر پہنچتا ہے گمراہ کن مولوی، بے دین پیر بن کر آتا ہے۔ بد عملیوں، بد عقیدہ گیلیں آیات قرآنی سے ثابت کرتا ہے۔ ہم نے بعض بے دین مولویوں کو دیکھا کہ منبر پر کھڑے ہو کر قرآن ہاتھ میں لے کر قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم وہابی نہیں، ہم تو بڑے پختہ سنی ہیں یہ سب زخرف القول میں داخل ہیں۔ نوافل اتنے پڑھو اور بتا ہے کہ فرائض سے انسان معذور ہو جائے یہ بھی اسی مردود کا حیلہ ہے۔ زخرف القول سب کو شامل ہے غروراً ”یہ یوحیٰ کا مفعول لہ ہے یا معنی غارین ہو کر بعضہم کا حل یا۔ غیرون پوشیدہ فعل کا مفعول مطلق ہے۔ غرور کے معنی بارہا بیان ہو چکے کہ دھوکہ، فریب کو غرور کہتے ہیں اسی لئے تکبر و شیخی کو غرور کہتے ہیں اور متکبر کو مغرور کہ وہ اپنے متعلق دھوکہ میں ہے کہ ہے کچھ نہیں مگر اپنے کو سمجھتا ہے سب کچھ۔ یعنی شیاطین وسوسے کیوں ڈالتے ہیں محض دھوکہ کے لئے یا دھوکہ دیتے ہوئے اور دھوکہ دے رہے ہیں۔ فریب کو دھوکہ کہتے ہیں۔ خیال رہے کہ

جیسے شیطان نے لوگوں کے لئے مختلف جال بنائے ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو پھانسا ہے، عورتیں اس کا بدترین جال ہیں۔ وہ شکاری اس جال سے بہت شکار کرتا ہے اللہ کے مقبول بندوں کے پاس خوف خدا و عشق جناب مصطفیٰ کے ایسے مضبوط جال ہیں جن سے وہ لوگوں کو دریاء ظلمات سے نکالتے ہیں ان کے ہاتھ میں ہاتھ دینے سے دل میں اللہ کا خوف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ بندہ بندہ بن جاتا ہے ولو شاء ربک ما فعلوه یہ جملہ نیا ہے اس میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسری طرح تسکین دی گئی ہے۔ شلہ کا مفعول پوشیدہ ہے عدم العداوة یا عدم الوجودی فعلوہ میں ضمیر یا تو اس عداوت کی طرف ہے جو کفار مکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے رکھتے تھے یا اس عداوت کی طرف ہے جو گذشتہ کفار اپنے نبیوں سے رکھتے تھے یا وحی کی طرف۔ لہذا اس جملہ کی بھی تین تفسیریں ہیں یعنی اگر رب تعالیٰ چاہتا کہ یہ لوگ آپ سے دشمنی نہ کریں یا گزشتہ قومیں اپنے نبیوں سے دشمنی نہ کریں یا یہ شیاطین بعض بعض کو دوسو نہ دیں تو یہ کچھ بھی نہ ہو تا جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے ارادہ سے ہو رہا ہے۔ اس ارادہ میں صد ہا حکمتیں ہیں اس سے آپ کے اور ان انبیاء کرام کے درجے بڑھتے ہیں، عروج ہوتا ہے اور صد ہا حکمتیں ہیں فنوہم وما یفترون یہ عبارت گذشتہ مضمون پر مبنی ہے خود کی تحقیق ہم بارہا کر چکے ہیں۔ وما یفترون میں یا تو عاطفہ ہے یا معنی مع اور ما مصدر یہ ہے۔ افتراء کے معنی ہیں گھڑنا، بناوٹ کرنا۔ اس سے مراد یا تو ان کفار کا کفر بے دینی ہے یا ان کے ایک دوسرے کو دوسو ہے۔ یعنی جب واقعہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے ارادہ سے ہو رہا ہے تو آپ ان کو ان کے کفر و عداوت کے ساتھ ہی چھوڑ دیں۔ اس کی پرواہ نہ کریں ان پر غم نہ کریں۔ لہذا یہ حکم منسوخ نہیں محکم ہے۔ مومن کو چاہئے کہ کفار اور ان کی حرکتوں کی پرواہ نہ کرے ہاں اپنی احتیاط ضرور کرے اپنے بچاؤ کا سامان رکھے۔ غرضیکہ یہ سب کچھ رب تعالیٰ کے پروگرام طے شدہ کے مطابق ہو رہا ہے۔ یہ تو اسی طرح ہوتا رہے گا۔ اس فرمان کا مقصد یہ نہیں ہے کہ آپ ان کی تردید نہ کریں، لوگوں میں تبلیغ نہ فرمائیں بلکہ غشاء یہ ہے کہ ان چیزوں کی پرواہ نہ کریں۔ و لتصنی الہیہ فرمان علی یا تو علیحدہ مستقل جملہ ہے و او ابتداء ہے۔ یہاں ایک فعل پوشیدہ ہے فعلنا فالک یا اودنا شننا فالک کیا یہ عبارت معطوف ہے غرودا پر اور روحی کار و سر افعال لہ لتصنی میں لام معنی کے ہے اور تصنی بنا ہے صفو سے معنی میل یا جھکنا الہیہ میں ضمیر کا مرجع وہی دوسو ہے جس کا ذکر پہلے ہوا۔ الفتنۃ النین لا یومنون بالآخرۃ۔ الفتنہ جمع ہے لولا کی معنی دل۔ خیال رہے کہ یہاں عقل، یا نفس، یا قلب نہیں فرمایا بلکہ فلول فرمایا۔ کیونکہ نفس لارہ اور عقل انسانی تو کبھی شیطان سے دھوکہ کھا جاتے ہیں، نیک لوگوں کی عقل وغیرہ کبھی ان سے اثر لے لیتی ہے مگر مومن کا فلول کبھی اور متوجہ نہیں ہوتا ہے۔ قلب اور فلول دونوں قریباً ہم معنی ہیں دونوں کے معنی ہیں دل مگر کبھی فلول کے اندرونی سطح کو کہتے ہیں۔ خصوصاً "دل کا اندرونی سیاہ دانہ جسے حبہ سوداء کہا جاتا ہے۔ الحمد للہ کہ مومن کے اندرونی دل میں اللہ تعالیٰ کا نور اس کے حبیب کی الفت رہتی ہے مگر کافر کے دلوں کے اندرون میں شیطان رہتا ہے۔ اس لئے ان کا ولی میلان اس کی طرف ہوتا ہے۔ الفتن الخ سے مراد سارے کفار ہیں مشرکین ہوں یا دوسرے۔ آخرت سے مراد قیامت اور خست دوزخ وغیرہ ہیں یعنی ان شیاطین کے دوسو کی دوسری حکمت یہ ہے کہ یہ حق و باطل کے درمیان فرق ہیں کہ کفار انہیں پسند کرتے ہیں اور مومنین ان سے نفرت کرتے ہیں یہ میلان اور نفرت خود ان کے اپنے کفر و ایمان کی علامت ہے ولہذا یہ عبارت معطوف ہے لتصنی پر اور اس کی تیسری حکمت کا بیان ہے۔ ہ ضمیر اسی وحی کی طرف ہے جس کا ذکر ابھی ہوا یعنی ان دوسو کی حکمت یہ ہے کہ کفار ان دوسو کو

اپنے لئے پسند کرتے ہیں ان سے راضی ہوتے ہیں ان کی تعریف کرتے ہیں میلان دلی اور سب چیز ہے اور پسند کرنا خوش ہونا دوسری چیز۔ میلان پہلے ہوتا ہے رضا بعد میں اس لئے یہاں پہلے میلان کا ذکر ہوا پھر رضا کا و ليعترفوا ما هم مقترون یہ اس دوسرے وغیرہ کی چوتھی حکمت کا بیان ہے۔ یہ عبارت معطوف ہے لہذا وہ پر۔ اقرار بنا ہے قرف سے۔ قرف کے معنی ہیں درخت کی چھل یا زخم کی کھل الگ کرنا اب اصطلاح میں کسب کرنے 'کمانے' ظاہری عمل کرنے کو اقرار کہتے ہیں مگر اس کا استعمال عموماً "برے کام کرنے کے لئے ہوتا ہے کہا جاتا ہے۔ قرف فلانا میں نے فلاں کو عیب لگایا (روح المعانی) یعنی ان دوسووں کا چوتھا نتیجہ یا چوتھی حکمت یہ ہے کہ ان دوسووں کو کفار مشرکین قبول کر کے ان پر عمل کرتے ہیں اور پھر بد سے بدتر اعمال کرتے ہیں۔ مومنین ان پر لا حول پڑھ کر الگ ہو جاتے ہیں کیونکہ یہ دوسوے بظاہر بھلے حقیقتہً "برے ہوتے ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں شمع ایمانی منور ہے۔ اس شمع پر رحمت خداوندی کی صاف و شفاف چمنی چڑھی ہے جس کی وجہ سے نہ ان کے دل دنیا کی طرف جاتے ہیں نہ دنیا ان کے دلوں میں آسکتی ہے۔ خیال رہے کہ کبھی تو انسان برائی کی طرف جاتا ہے اور کبھی برائی اس کے پاس پہنچتی ہے۔ چوری کرنے چور نکلا یہ گناہ کے پاس گیا۔ رشوت کا پیسہ گھریٹھے آیا یہ گناہ اس کے پاس آیا۔ رب تعالیٰ دونوں سے بچائے۔ نہ بکری بھڑیے کے پاس جائے نہ بھیریا بکری کے پاس آئے۔ جنت دشواریوں سے گھیر دی گئی ہے۔ دوزخ ظاہری ٹیپ ٹاپ سے۔ غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں حکمت ہے اس سے ملول نہ ہونا چاہئے۔ خیال رہے کہ کسب اور قرف دونوں کے معنی ہیں کمانا مگر کبھی ان میں فرق یہ کیا جاتا ہے کہ اعمال کے کنارہ پر رہ کر عمل کرنا کسب ہے اس میں گھس کر عمل کرنا اقرار ہے۔ کبھی شمد کے کنارہ رہ کر شمد کھائے تو محفوظ رہتی ہے شمد میں گھس جائے تو ہلاک ہو جاتی ہے۔ مومن گناہ کر لیتا ہے مگر اس سے کنارہ پر رہ کر گناہ اس کے دل میں نہیں آتا مگر نیکی کرتا ہے اس میں گھس کر کہ نماز روزہ اس کے قلب و قالب دل و دماغ اعضاء سب میں سرایت کر جاتے ہیں گویا گناہ کا کسب کرتا ہے۔ نیکی کا اقرار کافر منافق اس کا عکس ہے کہ وہ اگر نیکی کرتا ہے تو جسم سے نہ کہ دل سے۔ گویا نیکی کا ظاہری کسب کرتا ہے اقرار نہیں کرتا۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے کفار مکہ وغیرہ آپ کے سخت تر دشمن ہیں ایسے ہی از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام جتنے نبی رسول مرسل دنیا میں آئے ہم نے ان کے مقابل دشمن پیدا کئے۔ یہ دشمن انسانی، شیطانی اور جناتی شیطان تھے۔ یہ سارے شیاطین حضرات انبیاء کی عداوت میں برابر کے شریک اور ایک دوسرے کے مددگار تھے۔ چنانچہ بعض انسانی شیطان دوسرے انسانی شیطانوں کو یونہی بعض جنی شیطان دوسرے جنی اور انسانی شیطانوں کو بطور دوسرے بری باتیں برے چمکنڈے طمع کر کے اچھے بنا کر بتاتے سکھاتے ہیں کہ لوگوں کو نبی کی اطاعت سے اس طرح روکو اس تدبیر سے پھیروان پالیسیوں میں وہ سب آپس میں متفق ہیں یہ سب کچھ اتفاقاً نہیں ہو رہا ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے ارادے اس کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ اگر رب تعالیٰ یہ نہ چاہتا تو ہرگز نہ ہوتا لہذا آپ ان کی مخالفتوں پر طول و غمگین نہ ہوں۔ انہیں چھوڑیے ان سے منہ موڑیے انہیں جھوٹ و افترا کرنے دیجئے۔ آپ اپنا کام کئے جائیے ان مخالفتوں میں ہزار ہا راز ہیں۔ (1) جو کوئی دنیا میں چمکتا اور اونچا ہوتا ہے وہ مخالفین کی مخالفت سے ہی اونچا ہوتا ہے۔ آدم علیہ السلام کی شان نظر آئی تو ابلیس کی مخالفت سے حضرت ابراہیم موسیٰ علیہم السلام کی تجلی نمود اور فرعون کے مقابلے سے لوگوں نے دیکھا۔ (2) مخالفتیں اور دشمنیاں کھرے کھوٹوں میں فرق کا ذریعہ ہیں کہ کھوٹوں کی مخالفت سے لوگوں نے دیکھا۔ (3) ان مخالفتوں

دشمنیوں کی وجہ سے رحمت والے اور لعنت والے دلوں کی چھاٹ ہوتی ہے کہ رحمت والے دل ان دشمنیوں سے سخت ناراض ہوتے ہیں، لعنتی دل ان سے راضی ہوتے ہیں۔ (4) انہیں مخالفین کی وجہ سے سعید و شقی ایک دوسرے سے ممتاز ہوتے ہیں کہ سعید لوگ ان مخالفین کی سرگرمیوں کے باوجود ہمیشہ نیک کام کرتے ہیں اور بد نصیب لوگ وہی کرتے ہیں جو یہ دشمن ان سے کراتے ہیں۔ جب ہمارا ہی ارادہ یہ ہے کہ دنیا میں دونوں قوتیں ہمیشہ زور آزار ہیں تو آپ ان کی پرواہ کیوں کرتے ہیں آپ بے دھڑک تبلیغ و عبادات میں مشغول رہیں۔

فائدے : ان آذوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اکبر ہیں کہ رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل میلا نہیں ہونے دیتا گذشتہ نبیوں کے واقعات سنا کر اپنی حکمتیں بتا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا غم غلط فرماتا ہے۔ یہ فائدہ و کمال ک الٰہی اور و لتصغی الٰہی سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: تمام نبیوں، ولیوں، علماء، صالحین کے دشمن ہمیشہ رہے ہیں اور رہیں گے۔ جس عالم کا کوئی بے دین دشمن نہ ہو وہ عالم خود بے دین ہے کہ اپنے پلے پن سے تمام بے دینوں کو راضی رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ بے دینوں کو راضی کرنے کی کوشش نہ کر اور بے دینوں کو راضی کرو۔ دائر اقبال نے کیا اچھا کہا۔

موسیٰ و فرعون شبیر و یزید! ایں دو طاقت از ازل آمد پدید

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز چراغ مصطفوی سے شرار جو لہبی

یہ فائدہ لکل نبی سے حاصل ہوا۔ سناپ انسان کا بھی دوست نہیں ہو سکتا۔ یونہی کافر مومن کا بھی یار نہیں ہو سکتا۔ ان دشمنوں کو راضی کرنے کی کوشش نہ کرو ان سے محفوظ رہنے کی کوشش کرو۔ تیسرا فائدہ: جس کے دل میں نبی سے عدوت ہو وہ بحکم قرآن شیطان ہے اگرچہ عالم کی شکل میں ہو یا پیر مرشد کی صورت میں اور اس کی مجلس شیطانی ہے۔ یہ فائدہ شیاطین الانس سے حاصل ہوا اس کے برعکس جس دل میں نبی کی الفت و محبت ہو وہ محبوب رحمان ہے اگرچہ گدڑیوں میں ہو اس کی مجلس رحمانی ہے اس کا کلام اس کے کام سب رحمانی جس کھنڈ میں قرآن لکھ دیا جائے اسے انسان چومتے ہیں جس دل میں حب نبی، الفت رسول نقش ہو اسے فرشتے بو سے دیتے ہیں۔ جن لیوں زبانوں سے ان کی داستان بیان ہو وہ بوسہ گلستان کہ ہیں دشمن رسول کی زبان پر شیطان بولتا ہے خلوم رسولوں کی زبان پر رحمان کلام فرماتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از خلوق عبد اللہ بود

چوتھا فائدہ: ابلیس اور اس کی ذریت سارے انسانوں کے دل و دماغ پر تصرف کر سکتے ہیں۔ کہ لوگوں کے دلوں میں دوسوے ذالیں۔ ان کو سارے انسانوں کی خبر بھی ہے، ہر ایک پر نظر بھی، ہر ایک کا مقام و درجہ بھی معلوم کہ کون میرے بھانجے میں آئے گا کون نہیں۔ یہ فائدہ بوحی بعضہم الی بعض سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے انہ یراکم هو و قبیلہ من حیث لا توونہم شیاطین تم سب انسانوں کو وہاں سے دیکھتے ہیں جہاں تم انہیں نہیں دیکھتے لہذا اللہ کے مقبول بندے خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر حضور کا تصرف بھی سب پر ہے ورنہ پھر بیماری علاج سے قوی ہو جائے گی۔ شیطان کی نظر فرش پر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر فرش پر بھی ہے عرش پر بھی ہے۔ فرماتا ہے النبی اولی بالمؤمنین من انفسہم اور فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمتا للعوالم فرماتا ہے اللہ لرب من المحسنین

پانچواں فائدہ: جن انس کے سوا ساری مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مطیع و فرمانبردار ہے، کوئی مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن نہیں۔ یہ فائدہ شیطا طین الانس والجن سے حاصل ہوا۔ صرف انسان و جن وہ مخلوق ہیں جن میں نبیوں و انبیاء کے دشمن ہیں۔ چھٹا فائدہ: شیطان صرف جنات ہی میں نہیں بلکہ بعض انسان بھی شیطان ہیں۔ یہ فائدہ بھی شیطا طین الانس والجن سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: شیطان جن سے شیطان انس زیادہ خطرناک ہے کہ جن شیطان لاحول سے بھاگ جاتا ہے مگر یہ خبیث لاحول کیا کسی وظیفہ سے نہیں بھاگتے۔ یہ فائدہ شیطا طین الانس کو پہلے فرمانے اور والجن کو بعد میں فرمانے سے حاصل ہوا۔ انسانی شیاطین سے بچنے کا صرف ایک ذریعہ ہے ڈنڈا اور ان سے نفرت و بیزاری۔

لطیفہ : ایک شخص نے کسی عالم سے پوچھا کہ حدیث شریف میں ہے کہ ماہ رمضان میں شیاطین قید کر دیئے جاتے ہیں۔ پھر اس مہینہ میں لوگ گنہ کیوں کرتے ہیں؟ ان سے گنہ کون کراتا ہے؟ معلوم ہوا حدیث جھوٹی ہے۔ ان عالم نے فوراً "جواب دیا تم جیسے شیاطین جب آزلو پھر رہے ہیں تو دنیا میں گنہ کیوں نہ ہوں۔ جتنا شیاطین رمضان میں قید ہوتے ہیں نہ کہ انسانی شیاطین وہ حدیث بالکل درست ہے۔

دوسرا لطیفہ : کسی بے دین نے کہا کہ آدم علیہ السلام ہم کو خست سے زمین پر لے آئے۔ باپ کی خطا اولاد بھگت رہی ہے۔ دوسرے نے جواب دیا یہ غلط ہے بلکہ تم جیسے خبیث آدم علیہ السلام کو زمین پر لائے۔ رب جانتا تھا کہ ان کی پشت میں شیاطین انس موجود ہیں اگر آدم علیہ السلام جنت میں رہے تو یہ شیاطین یہاں ہی پیدا ہو جائیں گے۔ فرمایا اے آدم زمین پر جاؤ ان شیاطین کو اپنی پشت سے نکل آؤ پھر تم یہاں ہی آؤ۔ آٹھواں فائدہ: جو شخص کسی کو خلاف شرع بات کی رغبت دے وہ شیطان ہے خواہ وہ ہمارا عزیز ہو یا مولوی یا پیر ہو یا کوئی اور۔ ایسے لوگ ہمارے دشمن ہیں۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ اِنْ مِنْكُمْ اَوْ جَاءَكُمْ اَوْلَادٌ كُفِرُوا لَكُمْ فَاَحْذَرُوهُمْ۔ تمہاری بعض بیویاں بعض اولاد تمہاری دشمن ہیں ان سے احتیاط کرو۔ نواں فائدہ: جیسے بعض انسان سورۃ "انسان ہیں سیرۃ" شیطان ان کی صحبت سرپا نقصان ایسے ہی بعض انسان سورۃ "انسان ہیں سیرۃ" فرشتے ہیں سرپا نور ہیں۔ ان کی صحبت اکیر ہے جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاص خدام غرضیکہ بعض انسان بناری ہیں بعض نوری۔ مولانا فرماتے ہیں۔

عکس نور حق ہمہ نوری بود عکس دور از حق ہمہ دوری بود

دسواں فائدہ: کسی کو اپنے انجام کی خبر نہیں کہ خاتمہ ایمان پر ہو گا یا کفر پر مگر اس کی علامت ضرور موجود ہے۔ دل کا کفار کی طرف میلان ان کی بے دینی کی باتوں پر دھیان خراب خاتمہ کی علامت ہے۔ یونہی دل کا اچھوں کی طرف جھکاؤ بروں سے

نفرت اچھی باتوں کا قبول کرنا ان شاء اللہ اچھے خاتمہ کی علامت ہے۔ یہ فائدہ ولتصنی الہد افئدة الخ سے حاصل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: شیطان اور شیطانی لوگ برے ہیں مگر رب تعالیٰ کا انہیں پیدا فرمانا برا نہیں ان کی پیدائش میں صدمہ حکمتیں ہیں۔ یہ فائدہ ولتصنی لور ولعوضہ لور ولتقر فوا الخ سے حاصل ہوا ہم شیطان کی پیدائش کی حکمتیں پہلے سپارہ کے شروع میں عرض کر چکے ہیں کہ اس سے دنیاوی دینی نظام قائم ہے۔ بارہواں فائدہ: مومن کو چاہئے کہ ظاہری اعضاء کو دنیا میں لگائے مگر گوشہ دل میں دنیا کو نہ آنے دے کہ یہ صرف اللہ و رحمت کی منزل ہے۔ بروں کی طرف دل کا جھکاؤ خرابی خاتمہ کی

علامت ہے۔ یہ فائدہ و لتصفی الہیہ الفتن الخ سے حاصل ہوا کہ یہاں عقل یا نفس یا قلب ارشاد نہ ہوا۔ اللہ فرمایا گیا۔ تیر ہواں فائدہ: گنہگار مومن گنہ کا کسب کر لیتا ہے مگر اس کا اقرار نہیں کرتا۔ غفلتِ تعالیٰ نیکی کا اقرار کرتا ہے کہ دل و جان سے اسے اچھا سمجھ کر کرتا ہے کافر نیکی کا کسب کرتا ہے گنہ کا اقرار نہیں کرتا۔ کسب اور اقرار کا فرق ابھی تفسیر میں گزر چکا۔ یونہی گنہگار مومن اگرچہ گنہ کر لیتا ہے اس کا نفس اس پر خوش بھی ہو جاتا ہے مگر گنہ سے راضی نہیں ہوتا۔ کافر گنہ سے راضی بھی ہوتا ہے۔ یہ فائدہ و لہو ضوہ اور لیقتروا سے حاصل ہوا۔ رضا اور خوشی میں بڑا فرق ہے۔ چودھواں فائدہ: گنہ کی حمایت کرنا گنہ ہے۔

پہلا اعتراض: تم نے فوائد میں کہا کہ جن و انس کے سوا کوئی مخلوق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمن نہیں۔ سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع و فرمانبردار ہیں مگر حدیث شریف میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ عہدِ پہاڑ ہم سے دشمنی رکھتا ہے۔ دیکھو عہدِ پہاڑ جو پتھر ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن پھر تمہارا یہ کلام کیسے درست ہوا؟ جواب: اس حدیث میں عہدِ پہاڑ کے پتھر مراد نہیں بلکہ وہاں کے باشندے یہودی مراد ہیں۔ محققین محدثین کا یہی قول ہے اور یہودی انسان تھے لہذا ہمارا قول غفلتِ تعالیٰ درست ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کافر کی تین علامتیں ہیں اس کا دل بروں کی طرف مائل ہوتا ہے وہ برائیوں سے راضی ہوتا ہے وہ برے کام کرتا ہے۔ یہ تین باتیں بہت بے فاسق مسلمانوں میں موجود ہیں تو کیا وہ سب کافر ہیں۔ جواب: یہاں فلول اور اقرار فرمایا گیا ہے یعنی کافر کے اندرونِ دل میں شیطان کی طرف جھکاؤ ہوتا ہے مومن کے دل میں یہ بات نہیں ہوتی وہ برائی کرتا ہے تو شرمندہ بھی ہوتا ہے۔ نیز وہ گنہ کا کسب کر لیتا ہے اس کا اقرار نہیں کرتا۔ دل سے اسے برا جانتا ہے جو کبھی شرم میں اس طرح گرے کہ اس کے پر پاؤں سب شرم میں لتھڑ جائیں مرجاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اقرار گنہ سے بچائے کہ گنہ قلب و قلب میں سما جائے۔ تیسرا اعتراض: تم نے کہا کہ دل کے اندرون میں خدا کے سوا کوئی نہ رہے تو کیا وہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نہ رہیں۔ جواب: جیسے بلب یا ثوب سے روشنی قائم ہے سورج سے شعاعیں وابستہ ہیں یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے خوف خدا ایمان عرفان قائم ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کے غیر نہیں اگر دل میں وہ نہ ہوں تو نور خدا بھی نہ ہو۔ چوتھا اعتراض: حضرات انبیاء کرام تو اللہ کے محبوب بندے ہیں پھر ان کے لئے دشمن کیوں پیدا کئے اور انہیں دشمنوں میں کیوں رکھ لیا یہ بات تو محبت کے خلاف ہے۔ جواب: ان کے دشمنوں کا پیدا فرمانا ان حضرات کی محبوبیت و نورانیت ظاہر کرنے کے لئے ہے۔ تاریکی کے بغیر روشنی کی رات کے بغیر دن کی بھوک کے بغیر سیری کی پیاس کے بغیر پانی کی قدر معلوم نہیں ہوتی یونہی مردودوں کے بغیر محبوبوں کی پہچان کیسے ہو۔ نیز ان کے بغیر اپنے غیروں، مخلص و منافق کی پہچان کیسے ہو۔ نیز یہ دشمن ہی ان حضرات کے ترقی و درجات کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ ہاں رب تعالیٰ محبوبوں کو دشمنوں میں رکھتا نہیں ان پر غالب فرماتا ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

محل است چوں دوست دارد ترا کہ در دست دشمن گزارد ترا

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زور اس طرح معلوم ہوا کہ سارے عرب والے آخر کار ایمان لا کر قدموں میں گرے۔ ایک ذات نے دنیا میں رنگ جمایا۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

مرداء بلا مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر نبی کے دشمن ہیں۔ مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا کوئی دشمن نہیں۔ مسلمان، عیسائی، یہود سبھی آپ کو مانتے اور اپنے کو ابراہیمی کہتے ہیں۔ حتیٰ کہ ہندو بھی آپ کو کرشن کہہ کر آپ کا احترام کرتے ہیں۔ جواب: آپ کی یہ مقبولیت، محبوبیت آپ کے بعد ظاہر ہوئی اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ نے دعا کی تھی واجعل لی لسان صلیق لی الاخرین۔ اس دعا کا یہ تصور ہے مگر آپ کی زندگی شریف میں تو خود گھروالے اور نمود اس کی ساری پولیس و فوج آپ کی دشمن رہی۔ اگر یہ لوگ دشمن نہ ہوتے تو آپ کو آگ میں کون ڈالتا اور آپ ہجرت کیوں کرتے بلکہ اب بھی بعض بدباظنوں نے آپ کے خلاف کتابیں لکھی ہیں لہذا یہ آیت بالکل درست ہے۔ چھٹا اعتراض: یہاں زخرف القول کیوں ارشاد ہوا باطل قول کیوں نہ فرمایا گیا۔ جواب: زخرف کے معنی ابھی ہم تفسیر میں عرض کر چکے۔ ظاہری ٹیپ ٹاپ والا پالش یا طمع کیا ہوا کلام کہ جو ہو تو برا مگر ظاہر اچھا معلوم ہو۔ شیاطین کی ہر بات بلکہ ہر کام ایسا ہی ہے کہ لٹو میں زہر ہے۔ بظاہر بہت بھلا، حقیقت میں بہت برا ان کی زبانیں نہایت میٹھی، دل نہایت کڑوے۔ یہ بات باطل کہنے سے حاصل نہ ہوتی۔

تفسیر صوفیانہ: دنیا کا نظام اس طرح قائم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں ضدین بلکہ اضداد چیزیں پیدا فرمائی ہیں اور ہم کو حکم دیا ہے کہ بعض ضدوں کو بعض سے توڑو بلکہ قدرتی طور پر بھی بعض بعض سے ٹوٹی ہیں اسی توڑ سے یہ نظام قائم ہے دیکھو قدرت رات کو دن سے، اندھیرے کو اجالے سے، گرمی کو سردی سے، خشکی کو سردی سے توڑتی ہے۔ ہم کو حکم ہے کہ بھوک کو غذا سے، پیاس کو پانی سے، مرض کو علاج سے توڑتے رہو قائم رہو گے۔ اسی طرح عالم روحانیت میں گناہوں کو توبہ سے، کفر کو ایمان سے، غفلت کو بیداری سے، جفا کو وفا سے، ریا کو اخلاص سے توڑتے رہو سلامت رہو گے۔ غرضیکہ متقابل چیزوں سے نظام عالم قائم فرمایا ہے تو سمجھ لو کہ نبوت کی ضد ہے شیطنیت نبی کے مقابل رہتے ہیں شیطان۔ شیطان کبھی نور نبوت والوں سے راضی ہو سکتا نہیں۔ پھر جس قدر نبی شائد اس قدر اسی کے مقابل شیاطین سخت ترین ہوتے ہیں اگر رب چاہتا تو ایسا نہ ہوتا مگر چونکہ اس نے عالم روحانیت کا نظام قائم رکھنا تھا اسی لئے یہ نظام قائم کیا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ خداری کے لئے بہت سی سواریاں ہیں۔ عبادات، ریاضات، ورستی، معاملات سب اس راستے کی سواریاں ہیں مگر آفات، بلیات، پرصرد دشمنوں کا مقابلہ بہت ہی تیز سواری ہے جو طالب کو موتی تک بہت جلد پہنچاتی ہے۔ حضرت حسین میدان کربلا میں تین دن میں بلاؤں کی سواری پر سوار ہو کر وہاں پہنچے جہاں برسوں کی عبادات، ریاضات سے نہ پہنچ سکتے تھے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ شیاطین انس ہمارے نفس امارہ ہیں یہ تمام دشمنوں سے سخت تر دشمن ہیں ان کے مقابل شیطان جن لوہ اس کے فریب بہت ہلکے ہیں۔ رب فرماتا ہے ان کید الشیطان کان ضعیفا اور فرماتا ہے ان کید کن عظیم دیکھو شیطان کے مکر کو ضعیف فرمایا اور شیطانی عورتوں کے مکر کو عظیم کہہ۔ حضرات اولیاء اللہ کے دشمن جس قدر سخت دشمنی کرتے ہیں اسی قدر ان کا ایمان قوی ہوتا ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔

وقا کینم ملامت کشیم و خوش باشیم کہ در طریقت ما کافری است رنجیدن

خیال رہے کہ بری نظر، حرام کلام، حرام طعام، لوگوں کے ساتھ زیادہ خنط طوط سے شیطان انسان پر غلبہ کرتا ہے اور آنکھوں کے آنسو دل میں خوف خدا، عشق جناب مصطفیٰ وہ ہتھیار ہیں جن سے ابلیس شکست فاش پاتا ہے۔ خلوت، خاموشی، حلال نظر، حلال غذا شیطان سے حفاظت کا مضبوط قلعہ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ تہ کی شکل صنوبری ہے جیسے گلاب کی کلی اس کے اندر رونی

حصہ میں ایک سیاہ دانہ ہے جیسے جبہ سوداء کہتے ہیں اس دانہ اور اندرونی حصہ کو فلولو کہا جاتا ہے اگر کسی شے کی محبت اوپری دل سے ہو تو وہ فنا ہو سکتی ہے مگر جس کی محبت فلولو یعنی جبہ سوداء میں اتر جائے وہ کسی چیز سے نہیں نکلتی۔ مومن کے ہاتھ پاؤں، آنکھ، کان بلکہ کبھی قلب کا اوپری حصہ گنہگار ہو سکتا ہے مگر مومن کے فلولو میں برے عقیدے، بروں کی محبت داخل نہیں ہوتی کہ وہاں تو اللہ و رسول رہتے ہیں۔ جہاں گھروالا ہو وہاں کوڑا کچرا نہیں رہتا۔ اسی لئے یہاں افتدۃ ارشاد ہوا کہ کفار کے اندرونی دل شیطان کی طرف مائل ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اگر میں رب کے سوا کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا لا تخنت ابابکر خلیلا۔ یہاں بھی خلعت سے مراد وہ فلولو والی محبت ہے۔ خدا کرے فلولو میں یاری رہے۔ انسان کو تین نفس عطا ہوئے ہیں۔ نفس امارہ جو مست گھوڑے کی طرح ہے اس کے منہ میں شریعت کی لگام دو۔ دوسرا نفس لولمہ جو گنہگار ملامت کرتا ہے۔ تیسرا نفس مطمئنہ۔ مومن نفس امارہ کو اپنے قابو میں رکھتا ہے اور نفس مطمئنہ کے قابو میں خود رہتا ہے۔ کافر اس کے برعکس۔

أَفَعَبِّرَ اللَّهُ أَبْتَغَى حَكَمًا وَهُوَ الَّذِي أَنْزَلَ إِلَيْكُمُ الْكِتَابَ مُفَصَّلًا

کیا پس غیر خدا کو تلاش کروں میں پہنچ اور وہ ہے جس نے اتاری طرف تمہارے یہ کتاب تفصیل کی ہوئی

تو کیا اللہ کے سوا دوسری کسی اور کا فیصلہ چاہوں اور وہ وہی ہے جس نے تمہاری طرف مفصل کتاب اتاری

وَالَّذِينَ اتَّيْنَاهُمُ الْكِتَابَ يَعْلَمُونَ أَنَّهُ مُنْزَلٌ مِّن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا

اور وہ لوگ کہ دی ہم نے ان کو کتاب جانتے ہیں کہ بیشک وہ اتارا ہوا ہے طرف سے رب تمہارے کے حق سے

اور جن کو ہم نے کتاب دی وہ جانتے ہیں کہ تیرے رب کی طرف سے بیچ اترا ہے تو اے سننے والے

تَكُونَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِينَ ۝ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَعَدًا لَا

کے ساتھ پس ہرگز نہ ہوؤ تم تو ذکر نبیوں میں سے اور پورا ہو گیا تمہارے رب کا کلمہ سچائی اور انصاف میں نہیں

تو ہرگز شک لانے والوں میں سے نہ ہو، اور پوری ہے تیرے رب کی بات سچ اور انصاف میں

مُبَدَّلَ لِكَلِمَتِهِ ۚ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ ۝

ہے بدلنے والا کوئی اس کے کلموں کو اور وہ سننے والا جاننے والا ہے

اس کی باتوں کا کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ ہی ہے سستا جانتا

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ کفار ضد و ہشدرمی سے اپنے منہ مانگے معجزات کا مطالبہ کرتے ہیں، ان کے یہ مطالبے قتل قبول نہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ کفار اپنے پیش کردہ لوگوں سے حقانیت اسلام پر فیصلہ کرانا چاہتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں سے کہلو اور کہ اسلام حق ہے ان کا یہ مطالبہ بھی

قاتل قبول نہیں۔ گویا معجزات کے غلط مطالبوں کے بعد غلط فیصلوں کے مطالبوں کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ شیاطین انس ایک دوسرے کی سنتے مانتے قبول کرتے ہیں اب اس کا ثبوت دیا جا رہا ہے کہ دیکھ لو کفار مکہ بے ایمانوں کو اپنا اور آپ کا بیچ بنانا چاہتے ہیں، آپ سے اور مسلمانوں سے بھاگتے ہیں۔ گویا پہلے ایک دعویٰ تھا اور اب اس کا زندہ ثبوت ہے۔ کفار مکہ عقیدہ ”یہاں یہود و نصاریٰ کے اتنے ہی مخالف تھے جتنے مسلمانوں کے“ مگر مسلمانوں کی دشمنی میں انہیں ایسے بدترین دشمنوں سے ملنا ان کی مدد لینا منظور تھا۔ آج یورپ کے عیسائی مسلمانوں کے مقابلہ میں یہود کی مدد کر رہے ہیں حالانکہ بمقابلہ یہود کے مسلمان ان سے مذہباً قریب ہیں کہ یہود حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور جناب مریم کو گالیاں دیتے بہتان لگاتے ہیں۔ یہود نے ہی عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دینے کی کوشش کی تھی، بلکہ عیسائیوں کے عقیدے میں انہیں نہایت ذلت سے سولی دے دی۔ مسلمان حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سچا نبی ان کی والدہ کو اللہ کی ولیہ مانتے ہیں۔ یہ ہے اس حدیث کی شرح کہ الکفر ملہ واحدہ - تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ اے محبوب ان کفار کو ان کی افتراء پر دازیوں کو آپ قاتل توجہ نہ قرار دیں اب ان افتراء پر دازیوں کی کچھ تفصیل ارشاد ہو رہی ہے۔ گویا اجمال کے بعد قدرے تفصیل ہے تاکہ اسی اجمال کا نقشہ نظر آجائے۔

شان نزول : ایک بار قریش کے سرداروں نے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ تو کہتے ہیں کہ آپ نبی ہیں، اسلام سچا دین ہے۔ قرآن مجید اللہ کی کتاب ہے ہم ان چیزوں کے انکاری ہیں تو آئیے ہم اور آپ اس کا فیصلہ یہود و نصاریٰ کے پوپ و پادریوں سے کرائیں۔ یہ لوگ نہ ہمارے ہم مذہب ہیں نہ آپ کے۔ نیز ان لوگوں کو پچھلی کتابوں کا علم بھی ہے اگر وہ آپ کی تصدیق کر دیں تو ہم آپ کے تمام دعووں کو مان لیں اور اگر وہ آپ کے دعووں کو جھٹلا دیں تو آپ ان دعووں سے دست بردار ہو جائیں ہمارا آپ کا جھگڑا ختم ہو جائے گا اس سے بہتر کوئی ذریعہ نہیں۔ ان کا مقصد یہ تھا کہ وہ ان پوپ پادریوں کو رشوت دے کر اور انہیں یہ بتا کر کہ اسلام ہمارے تمہارے دونوں کے خلاف ہے اس کا خاتمہ کرو، اسلام کے خلاف فیصلہ کرائیں۔ تب ان کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر خازن، کبیر، روح المعانی، خزائن، روح البیان وغیرہ)۔

تفسیر : انقدر اللہ ابتغی حکماً - یہ علیحدہ مستقل کلام ہے جس میں اولاً ”قل پوشیدہ ہے اور قل میں خطاب انہیں مشرکین مکہ سے ہے۔ جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے بیچ بنانے کی درخواست کی تھی۔ قل میں خطاب کی آٹھ نو میتیں ہوتی ہیں کسی خاص صحابی سے خطاب، عام صحابہ سے خطاب، تاقیامت مومنین سے خطاب، سارے انسانوں سے خطاب، تمام جن و انس سے خطاب، ساری مخلوق سے خطاب، کسی خاص قوم سے خطاب، تاقیامت سارے کفار سے خطاب۔ یہاں ساتویں نوعیت کا خطاب ہے۔ ہم آج لاؤڈ سپیکر کے ذریعہ بڑی جماعت سے خطاب کرتے ہیں۔ ریڈیو پر بیٹھ کر ساری دنیا سے خطاب کرتے ہیں مگر حضرات انبیاء کرام نبوت کے ریڈیو کے ذریعہ موجودین اور غیر موجودین تاقیامت کے لوگوں سے خطاب کر لیتے ہیں۔ ان کا ریڈیو غیر موجودین کو بھی ان کا کلام پہنچا دیتا ہے۔ حضرت خلیل نے ایک بار پکار دیا کہ اللہ کے بندو اللہ کے گھر کی طرف آؤ۔ تاقیامت ان کے خطاب کا جواب حاجی لوگ لبیک لبیک سے دے رہے ہیں یعنی حاضر جناب۔ یہاں ہمزہ انکاری سوال کے لئے ہے۔ عطف ہے اس میں معطوف علیہ پوشیدہ ہے۔ یعنی ایل الی ذخارف الشیطان یا اعلیٰ

عن الحق غیر عربی میں تین معنی میں آتا ہے۔ (1) سواء 'خواہ کوئی ہو اپنا یا پرایا۔ (2) غیریت والا یعنی اجنبی پرایا جیسے کہا جائے کہ یہ ہمارا اپنا ہے یہ غیر۔ (3) دشمن یا مخالف۔ یہاں تو دوسرے معنی میں ہے یا تیسرے معنی میں۔ پہلے معنی میں نہیں کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اور یہود مدینہ کے درمیان حضرت سعد ابن معاذ کو حکم بنایا تھا۔ نیز قرآن مجید فرماتا ہے۔ فابعثوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا نیز ایک موقع پر حضرت علی نے ابو موسیٰ اشعری کو اور حضرت معاویہ نے جناب عمرو ابن عاص کو حکم بنایا تھا۔ لہذا یہاں غیر اللہ سے مراد اللہ کے دشمن یہود وغیرہ ہیں۔ ابتغی بنا ہے ابتغی جس کا لہوہ بھی ہے نہ کہ بغاوت۔ ابتغاء کہ معنی ہیں تلاش کرنا 'موندنا' رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ وابتغوا الیہ الوسیلتا معنی چاہتا اختیار کرنا پسند کرنا۔ حکما بنا ہے حکم یا حکومت سے معنی فیصلہ۔ خیال رہے کہ حاکم اور حکم دونوں کے معنی ہیں فیصلہ کرنے والا۔ مگر ان دونوں لفظوں میں چند طرح فرق ہے۔ (1) حاکم عام لوگوں کا فیصلہ کرنے والا 'حکم خاص خاص کا فیصلہ کرنے والا۔ (2) حاکم وہ فیصلہ کرنے والا جسے سلطنت نے اس کام کے لئے منتخب کیا ہو۔ حکم وہ جسے اپنے فیصلہ کے لئے دو شخصوں نے منتخب کر لیا ہو یعنی 'بیچ' حاکم ہر طرح کا فیصلہ کر دینے والا حق ہو یا باطل مگر حکم حق فیصلہ کرنے والا۔ حاکم مطلقاً فیصلہ کرنے والا ایک بار ہو یا چند بار مگر حکم بار بار فیصلہ کرنے والا۔ کیونکہ حاکم اسم فاعل ہے اور حکم صفت مشبہ۔ حکم صرف فیصلہ کرنے والا حاکم بزور حکومت فیصلہ کرنے والا اور اپنے فیصلہ کو زور سے منوانے والا۔ (از روح المعانی)۔ یعنی اے یو قوفو کیا میں شیاطین کی طرف مائل ہو جاؤں حق سے پھر جاؤں اور اللہ کے دشمنوں کو اپنا بیچ مان لوں۔ وهو الذی انزل الہکم الکتاب چونکہ گزشتہ جملہ میں اشارہ فرمایا گیا تھا اللہ تعالیٰ نے میرے نبی ہونے کا فیصلہ فرمادیا ہے تو اب کس اور کومیں کیسے بیچ بناؤں۔ اب ارشاد ہوا کہ رب کا فیصلہ میری نبوت کے متعلق یہ ہے کہ اس نے مجھ پر قرآن اتارا جیسے یونیورسٹی کی سند اس محکمہ کی گواہی ہوتی ہے ایسے ہی قرآن مجید میری نبوت کی سند ہے۔ یہ عبارت گزشتہ مضمون کا حل ہے۔ لہذا اس میں داؤد حالیہ ہے۔ ہو کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف ہے چونکہ وہ ذات کریم جانی پہچانی ہے اسی لئے بغیر ذکر بھی اس کی ضمیر آسکتی ہے یہاں تو لفظ اللہ مذکور ہے۔ انزل معنی نزل ہے کیونکہ قرآن مجید آہستہ آہستہ تیس سال میں نازل ہوا۔ الہکم میں انہیں کفار مکہ سے خطاب ہے جنہوں نے یہ عرض و معروض کی تھی چونکہ قرآن مجید کفار کو ایمان کی ہدایت دینے آیا ہے اس لئے یہاں الہکم فرمایا گیا الکتاب سے مراد قرآن مجید ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات سارے کے سارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی زبلی گواہی ہے مگر قرآن مجید وہ معجزہ ہے جو قیامت تک لوگ دیکھتے رہیں گے۔ دوسرے معجزے اس زمانہ کے لوگوں نے دیکھے اس لئے خصوصیت سے یہاں اس کا ذکر فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور قرآن مجید مظہر قدرت الہی ہیں اس لئے ان کے لئے هو الذی ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ نزول قرآن کی انتہا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن کے نزول کا مستہیں۔ تبلیغ و اشاعت کا مبداء۔ آپ تک قرآن آیا۔ آپ سے دنیا میں پھیلا جاری ہوا آپ کے ذریعہ اس پر عمل ہوا اور مسلمانوں کی ہدایت اعمال کے لئے آیا کفار کی ہدایت ایمان کے لئے آیا اس لئے کہیں انزل کے بعد الہک فرمایا جاتا ہے کہیں مسلمانوں سے الہکم فرمایا جاتا ہے۔ قرآن مجید کا معجزہ ہونا اب بھی دیکھا جا رہا ہے جیسے سمندر کے موتی ختم نہیں ہوتے ایسے ہی قرآن کے نکات ختم ہونے میں نہیں آتے۔ اس کی لاکھوں تفسیریں لکھی گئیں مگر کوئی مفسر یہ دعویٰ نہیں کر سکا کہ میں قرآن کی تک پہنچ گیا نیز یہ بغیر سمجھے لذت دیتا ہے ہزاروں دفعہ پڑھو رانا نہیں ہوتا ہر بار جب شمار لکھتا ہوں بخشا ہے ان وجوہ سے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ

و سلم کا معجزہ اعظم ہے مفصلاً" یہ کتاب کا حال ہے بنا ہے تفصیل سے جس کا مادہ ہے فصل، معنی جدائی۔ یا تو اس کے معنی ہیں بعض آیات بعض سے نزول میں الگ۔ یعنی یہ کتاب یکدم نہیں اتری بلکہ تیس سال میں اتری یا اس کے معنی ہیں کہ اس میں حق و باطل، حلال و حرام، ایمان و کفر وغیرہ تمام عقائد و احکام الگ الگ تفصیل وار بیان فرمادیئے گئے اس صورت میں یہ مجمل کا مقتل ہے۔ دوسرے معنی قوی ہیں۔ مقصد یہ ہے کہ تم میرے متعلق حکم و پنج تلاش کرتے ہو اللہ تعالیٰ میری نبوت کی حقانیت کا فیصلہ فرما چکا کہ اس نے مجھ پر یہ کتاب معجزہ بنا کر اتاری اس کتاب کا آثار رب تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔ جب کتاب ایسی اعلیٰ ہے تو سورج لو کہ کتاب والا محبوب کیسا اعلیٰ شاندار ہو گا، صلی اللہ علیہ وسلم۔ خلاصہ یہ ہے کہ مفصلاً کے دو معنی ہیں الگ الگ کی ہوئی کتاب جو دوسری کتابوں کی طرح یکدم نہ آئی بلکہ تیس سال میں آیت آیت ہو کر آئی۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرات انبیاء کرام کو دو قسم کے معجزے عطا فرمائے ایک تو محض وقتی جیسے حضرت صالح کی اونٹنی، عیسیٰ علیہ السلام کو غیبی دسترخوان یا حضرت یوشع کے لئے سورج ٹھہرا۔ دوسرے وہ جن کی عطا وقتی مگر ان کی بقاء عرصہ تک جیسے عصاء موسوی اور ید بیضاء کہ عطا ایک بار ہو گئی مگر اس کا استعمال زندگی بھر۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض معجزے وقتی دیئے گئے جیسے چاند چرنا، سورج کا واپس ہونا وغیرہ بعض تاحین حیات دائمی جیسے جسم پاک کا بے سایہ ہونا، معطر ہونا۔ مگر قرآن وہ معجزہ ہے جس کی عطا دائمی کہ اخیر تک آثار ہا اور بقاء بھی دائمی کیا قیامت بلکہ جنت میں بھی رہے گا۔ لہذا یہ معجزہ مفصل ہے۔ یا مفصل کے معنی ہیں تفصیل وار کتاب جس میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر تا قدم حلیہ کا مختلف آیات میں ذکر، آپ کی سیرت کی تفصیل، آپ کی ہر لوا کی تفصیل حتیٰ کہ آپ کے چلنے پھرنے، سونے جاگنے، آپ کے ہاں دعوت کھانے، آپ کے ساتھ چلنے، آپ کے پاس گفتگو کرنے کے آداب کی تفصیل ہے لہذا یہ کتاب مفصل ہے اس کے ہوتے کس کے فیصلہ کی خواہش کی جائے۔ رب تعالیٰ نے دو سرفیصلہ یہ فرمایا ہے والذین اتیناھم الکتاب حق یہ ہے کہ یہ نیا جملہ ہے۔ پہلے جملہ پر معطوف نہیں بلکہ علیحدہ ہے الذین سے مراد یہود و نصاریٰ کے علماء مومنین ہیں جیسے حضرت عبداللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی کتاب سے مراد توریت و انجیل ہے۔ کتب دین سے مراد ان کتابوں کی مچی نم، صحیح علم و کتاب ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ الذین سے مراد بدر واحد کے عازمی صحابہ ہیں اور کتب اللہ سے مراد قرآن مجید ہے۔ (تفسیر روح المعانی) مگر پہلی تفسیر قوی ہے۔ خیال رہے کہ کسی کو کتب اللہ کے صرف الفاظ ملتے ہیں، کسی کو صرف معانی، کسی کو صرف احکام اور کسی کو نور کتاب۔ جسے نور کتاب مل گیا وہی بڑا خوش نصیب ہے، وہی یہاں مرلو ہے اور نورانیت کتاب صرف زبانی پڑھنے سے نہیں ملتی یہ عطا ربانی ہے۔ اسی لئے اتینا فرمایا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

دیں مجھ کو اندر کتب اے بے خبر علم و حکمت از کتب دین از نظر

خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس سوال کے جواب کا پہلے ہی انتظام فرمایا تھا کہ بچپن شریف میں یہودیوں کے بڑے پوپ، ملنے ہوئے و رویش بحیرہ راہب کی گواہی سب کے سامنے دلوادی، پھر نبوت کی ابتداء ہوتے ہی ورقہ ابن نوفل جو قرشی اور انجیل کے ماہر عالم تھے ان کی گواہی دلوادی اور یہ گواہیں سب مکہ والوں نے دیکھ لیں، سن لیں نیز اطراف مکہ معظمہ میں پوپوں پادریوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی دھوم مچادی تھی۔ اب کفار مکہ کا یہ مطالبہ بالکل بے معنی تھا۔ عبداللہ ابن سلام وغیرہ کی گواہیں بھی اس وقت موجود تھیں جن کا ظہور ہجرت ہوا۔ رب تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

لئے عجیب و غریب پروگرام پہلے ہی بنا دیا تھا یہ پیش بندی پہلے ہی کی جا چکی تھی۔ معلوم انہ منزل من وہک یہ عبارت اللہ کی خبر ہے علم سے مراد صرف جانتا نہیں بلکہ جانتا مع ماننے کے مراد ہے ورنہ صرف جانتا تو تمام مشرکین کو حاصل تھا۔ معلومہ کما معلومہ انہاء ہم۔ ہمارے قرآن مجید ہے۔ من وہک فرمانے میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان کا اظہار ہے یعنی اس اللہ نے قرآن اتارا جو آپ کا رب ہے اور آپ کے ذریعہ تمام مخلوق کا رب۔ چونکہ قرآن مجید کا اتارنا روحانی ربوبیت کا اظہار ہے اس لئے یہاں من وہک فرمانا بہت ہی موزوں ہے۔ جیسے رب تعالیٰ کا پیدا فرمایا ہو اور وہ ہم کو مل کے سینے سے ملتا ہے تو وہ ہماری مریدہ ہوتی ہے اس کے احسان کا بدلہ ہم کبھی نہیں کر سکتے۔ یونہی اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا قرآن ایمان عرفان ایتقان ہم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سینے و زبان سے ملا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے محسن اعظم ہیں انہ نے صرف دو سال دودھ پلایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فیضان ہم کو اس زندگی میں، قبر میں، حشر میں برابر ملتا ہے اور ملتا رہے گا لہذا من وہک فرمانا بالکل درست ہے۔ ہالقی یہ عبارت ملسقا کے متعلق ہو کر منزل کی ضمیر سے حل ہو کر وہ ہے حق اور صدق کے فرق ہم بار باریاں کر چکے ہیں۔ یعنی ہم نے جن علماء لائل کتاب کو آسمانی کتب کا صحیح علم دیا ہے وہ یقین سے جانتے ہیں کہ قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف سے سچائی کے ساتھ اترا ہے۔ ہالقی میں دو چیزیں قتل غور ہیں ایک تو الصلح کی بعد و سرے حق کے معنی۔ مہنے بتایا کہ حق قرآن کے ساتھ وابستہ ہے جہاں قرآن وہاں حق جیسے گرمی آگ سے وابستہ ہے تو اگر آگ گھر میں ہے تو گرمی گھر میں، اگر دکان پر ہے تو گرمی دکان میں۔ یونہی روشنی سورج کے ساتھ وابستہ ہے تو جس وقت جس ملک میں سورج کا طلوع وہاں ہی دن کا ظہور۔ یونہی جہاں قرآن وہاں حق۔ لہذا قرآن سچا جس رب نے قرآن بھیجا وہ رب سچا جو فرشتہ قرآن لایا وہ سچا۔ جس نبی نے قرآن لیا وہ نبی سچا جن صحابہ نے قرآن جمع کیا اور پھیلا یا وہ سب سچے تاقیامت تمام حافظ، قاری، عالم، مصونی جو صحیح معنی میں قرآن کی خدمت کریں وہ سب سچے۔ جو مومنین قرآن کریم پر عمل کریں وہ سب سچے بلکہ یوں کہو کہ جس زبان میں قرآن اترا وہ زبان حق جس مادہ یعنی رمضان میں قرآن آیا وہ مہینہ سچا۔ جس سرزمین پاک یعنی زمین حرمین مکہ میں قرآن آیا وہ سرزمین حق جو زبان عقیدت سے قرآن پڑھے وہ زبان حق جس سینہ میں قرآن رہے وہ سینہ حق کا تجھینہ۔ غرضیکہ قرآن کریم سے حق ایسا وابستہ ہے۔ جیسے سورج کے ساتھ روشنی وابستہ۔ اب پڑھو انہ منزل من وہک ہالقی۔ اللہ تعالیٰ ہم کو قرآن کے ساتھ وابستہ رکھے۔ حق کے تین معنی ہیں زائل کا مٹنا یعنی لازوال، باطل کا مٹنا یعنی سچ، لغو کا مٹنا یعنی حکمت والا۔ قرآن کتاب لازوال ناقابل نسخ ہے تو چاہئے تھا کہ وہ نبی لازوال پر نازل ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت بلکہ سارے صفات ابدی ہیں لازوال ہیں بلکہ جس کے سر پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ رکھ دیں وہ لازوال بن جائے تو قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا کسی اور نبی پر نہ آیا کیونکہ ان کی نبوتیں قتل زوال، قتل فسخ تھیں، لازوال کتاب ان پر کیسے آتی۔ نیز قرآن ہے لامحدود اور ان کی نبوتیں تھیں محدود، لامحدود کتاب لامحدود نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ہی آ سکتی ہے۔ نیز قرآن سچا کہ جو قرآن کہہ دے وہی ہو جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان بھی سچی کہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکل جائے وہی ہو جائے۔ سراقہ سے ہجرت کے راستہ میں فرمایا کہ تم کو شافارس کے سونے کے ٹکڑے دیئے ایسی ہول خندق کھودتے ہوئے فرمایا کہ مجھے روم و کسریٰ کے خزانے ملے ایسا ہی ہو تو حق پر حق آیا لا تکونن من المعتزین یہ جملہ کھلی عبارت پر مرتب ہے لہذا اس میں ترتیب کی ہے اس جملہ کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اس میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے

اور اس کا تعلق معلمون انما ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ یقین فرمادیں اس میں کچھ تردد و شک نہ کریں کہ علماء اہل کتاب قرآن مجید کی حقانیت اس کے کتاب الہی ہونے کو یقین سے جانتے ہیں حتیٰ کہ ان کے منکرین بھی صرف زبان سے انکار کرتے ہیں دل ان کے مانتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس میں خطاب باقیامت قرآن پڑھنے والے سے ہے۔ اس کا تعلق منزل من وہک سے ہے یعنی اے قرآن پڑھنے والے تو اس میں شک نہ کر بلکہ شک کرنے والی جماعت سے نہ ہو کہ قرآن اللہ کی کتاب ہے حق ہے یا اس میں خطاب ان کفار سے جو حکم قبول کرنے کی دعوت دیتے تھے یعنی اے حکم کا مطالبہ کرنے والے کافر تو قرآن کی حقانیت میں شک نہ کر۔ قرآن اپنی حقانیت کی آپ ہی دلیل ہے پھر علماء اہل کتاب کا اسے جاننا پہچاننا اس کی دلیل ہے اتنے قوی دلائل کے ہوتے ہوئے اب کسی شک کی گنجائش نہیں و تمت کلمتہ ربک صدقا و عدلا " یہ جملہ نیا ہے جس میں قرآن مجید کی حقانیت کی تیسری دلیل دی گئی۔ پہلی دو دلیلیں خارجی اوصاف سے دی گئی تھیں یہ دلیل ذاتی دی گئی اور ہو سکتا ہے کہ اس آیت کریمہ میں صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات عالیہ کا ذکر ہو جیسا کہ ہم تفسیر صوفیانہ میں عرض کریں گے کہ کلمتہ ربک سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ گویا کتاب کی عظمت بتانے کے بعد صاحب کتاب معلم کتاب کی عظمت بیان ہوئی کہ بڑی کتاب کا پڑھانے والا بڑا عالم ہی ہوتا ہے۔ قیمتی نازک چیز اعلیٰ درجہ کے برتن میں ہی رکھی جاتی ہے۔ اس صورت میں یہ چاروں صفات جو یہاں مذکور ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ تمت بتا ہے تمام ہے۔ کمال کے معنی ہیں ذات کا پورا ہونا تمام کے معنی ہیں صفات کا پورا ہونا مکان کی دیواریں چھت وغیرہ بن گئیں تو مکان کمال ہو گیا مگر جب اس کا پلاستر ہو گیا رنگ روغن بجلی کی فٹنگ ہو گئی تو مکان تمام ہو گیا ان شاء اللہ اس کی تحقیق اس آیت میں کی جائے گی۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی۔ ہماری قرأت میں کلمہ واحد ہے بعض قراتوں میں کلمات جمع ہے۔ کلمت سے مراد پورا قرآن مجید ہے۔ قرآن مجید میں ایک لفظ کو بھی کلمہ کہا گیا ہے۔ پورے قرآن مجید کو بھی دین اسلام کو بھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بھی۔ عربی شعراء پورے قصیدے کو کلمہ کہا کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے و کلمتہ اللہ ہی العلیا۔ اور فرماتا ہے و کلمتہ القاہا الی مردم چونکہ قرآن مجید کا ایک ایک کلمہ حق ہے اور یہ سارا حقانیت میں ایک ہی کلمہ کی طرح ہے اس لئے اسے کلمہ فرمایا گیا ہم لوگ کہتے ہیں پہلا کلمہ طیب، دو سرا کلمہ شہادت، تیسرا کلمہ تہجد۔ یہ تمام کلمے پورے جملے بلکہ جملوں کا مجموعہ ہیں مگر انہیں کلمہ کہتے ہیں۔ اس آیت کریمہ میں کلمتہ اللہ یعنی قرآن مجید کی چار صفتیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی صفت تمت تمام کے معنی میں قرآن کریم کا فصاحت بلاغت کے اعلیٰ درجہ پر ہونا لوگوں کی ضروریات کے لئے کافی ہونا کہ اس کے ہوتے وہ اب کسی کتاب کے محتاج نہیں۔ جیسے سورج کے ہوتے کسی چراغ کی حاجت نہیں۔ اس میں عقائد و اعمال کا پورا پورا بیان ہے یہ قابل نسخ نہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے و اتممت علیکم نعمتی یعنی تورات و انجیل کے بعد اور آسمانی کتاب کا انتظار تھا مگر قرآن کریم کے بعد کسی کتاب کا انتظار نہیں دو سری اور تیسری صفات میں صدقا و عدلا " یہ دونوں کلمتہ ربک کا حل ہیں۔ صدق بمعنی صادق ہے اور عدل بمعنی عادل۔ قرآن کریم نے گزشتہ نبیوں قوموں کے واقعات کی بھی خبریں دی ہیں اور آئندہ واقعات قیامت جنت دوزخ ثواب و عذاب کی بھی خبریں دیں۔ ان خبروں میں وہ صادق بلکہ سرا صدق ہے اور قرآن نے احکام و قوانین بھی نافذ کئے ان قوانین میں وہ عادل بلکہ سرا عادل و انصاف ہے۔ کیونکہ قرآن کریم کے سچے یا عادل نہ ہونے سے اللہ تعالیٰ کا جھوٹا ظلم لازم آئے گا اللہ تعالیٰ کا جھوٹ یا ظلم بالکل ناممکن،

لہذا قرآن کریم کا جھوٹا ظالم ہونا ناممکن (تفسیر کبیر) قرآن مجید اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تین قسم کی خبریں دیں، گزشتہ واقعات اور گزشتہ نبیوں وغیرہم کی، موجودہ زمانہ کی اور آئندہ کی تاقیامت یہ تینوں خبریں درست و سچی تھیں۔ جب ماضی اور حال کی تمام خبریں سچی ہیں تو یقین کر لو کہ آئندہ کی خبریں بھی بالکل درست اور سچی ہیں لا مبدل لکلماتہ قرآن مجید کی جو تھی صفت ہے۔ قوی یہ ہے کہ یہاں کلمات سے مراد بھی قرآن مجید ہی ہے چونکہ قرآن کریم میں خبریں، احکام، مثالیں، اللہ کی ذات و صفات، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی شانیں۔ غرضیکہ بہت مضامین کا بیان ہے لہذا وہ کلمات اللہ بھی ہے۔ لا مبدل کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص اس میں رد و بدل نہیں کر سکتا جیسے پچھلی کتابوں میں کیا گیا۔ نیز اب اسے کوئی کتاب یا کوئی نبی منسوخ نہیں کر سکتا یہ قیامت تک باقی ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

تاقیامت یا قیام داریم ما تو مترس از نسخ دیں اے مصطفیٰ

لہذا یہ بالکل درست ہے کہ کلمات اللہ یعنی قرآن مجید کو بدلنے والا کوئی نہیں۔ کلمات اللہ کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں کہ میثاق کے دن جو فیصلے ہو چکے ہیں انہیں کوئی بدلنے والا نہیں۔ دیکھ لو کہ فرعون نے سارا زور لگایا کہ موسیٰ علیہ السلام دنیا میں نہ آنے پائیں مگر وہ آگئے۔ نمرود نے چاہا کہ جناب خلیل نہ آئیں مگر وہ بھی تشریف لے آئے۔ یہود نے چاہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی جلوہ گری نہ ہو، حضرت عبداللہ کو ہی قتل کر دیا جائے مگر ناکام رہا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو زہر دیا مگر رسوا ہوئے جو پیش گوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق گزشتہ کتابوں میں تھی ان کا بدلنے والا کوئی نہیں۔ یہود نے تحریضیں کیں

مگر کچھ نہ کر سکے۔ حتیٰ کہ صحابہ کرام کے اوصاف مذکور تھے۔ وہ بھی پورے ہوئے۔ بیت المقدس فتح ہوا، قاروق اعظم کے حلیہ اور لونٹ کی ٹیکل پکڑے ہوئے داخل ہونے پر، حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں تبدیلی کرنے والا کوئی نہیں۔ یہ سب اس کی تفسیریں ہیں۔ عشق کے نزدیک کلمۃ اللہ اور کلمات اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں ان شاء اللہ یہ تفسیر صوفیانہ میں عرض کیا جائے گا۔ خیال رہے کہ نبوت اصل ہے دین، احکام، کتاب، ولایت وغیرہ شاخیں پھل پھول ہیں۔ چونکہ گزشتہ نبیوں کی نبوتیں قتل و قتل و قتل تھیں اس لئے ان کے دین، ان کی کتابیں، توریت و انجیل وغیرہ قتل و قتل تھیں، لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قتل و قتل نہیں اس لئے آپ کا دین، قرآن مسلمانوں سے ولایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت و احکام کوئی چیز قتل و قتل نہیں لا مبدل لکلماتہ تعالیٰ حضور کا صلی اللہ علیہ وسلم حافظ و ناصر ہے واللہ بعصمک من الناس ایسے ہی قرآن کا دین کا بلکہ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہو جائے اس کا حافظ و ناصر ہے۔ وانا لہ لحافظون۔ دنیا کی دولت، عزت، شہرت، حکومت وغیرہ ہماری غذا، لباس، مکان، بلکہ نام و کام بلکہ دوستوں کو بدل دیتے ہیں کہ غریبی کے دوست اور ہوتے ہیں امیری کے دوست دوسرے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ کو اللہ نے یہ ساری چیزیں عطا فرمائیں۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مذکورہ چیزوں میں سے کوئی چیز نہ بدلی۔ فتح مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ٹوٹے گھر، جو کی روٹی، پیوند والے کبیل کو نہ بدل سکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست وہی حضرت بلال اور ابن ام کلثوم رہے۔ نیز بچپن، جوانی، بڑھاپے میں انسان بدلتا رہتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ شان ہے کہ ان حالات میں بھی نہیں بدلے۔ بچپن شریف میں غفلت، جوانی میں جوش وغیرہ قریب نہ آئے بلکہ جس کو حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) نظر کرم سے دیکھ لیں وہ بدلنے سے محفوظ ہو جاتا ہے۔

چرخ بدلے دھر بدلے تم بدلنے سے وراء ہو! اپنی حیات و وفات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ بدلے بلکہ ہمارے حالات بدلے۔ ڈوب جانے پر سورج نہیں بدلتا زمین کا حال بدلتا ہے یونہی سورہا، دوپہر، شام، سردی، گرمی میں سورج نہیں بدلتا زمین کے حالات بدلتے ہیں ان کی حیات و وفات کی حقیقت یہ ہے۔

یہ دونوں گھرا نہیں کے ہیں جہاں جی چاہا جانیٹھے کبھی اس گھر میں جانیٹھے کبھی اس گھر میں آبیٹھے علماء فرماتے ہیں کہ نظام میں تبدیلی ہو سکتی ہے مگر جس سے نظام قائم ہو اس میں تبدیلی نہیں ہو سکتی۔ درخت کے پتے پھل پھول شاخوں میں کاٹ چھانٹ ہوتی رہتی ہے کہ یہ نظام ہے مگر جڑ میں کاٹ چھانٹ نہیں ہو سکتی کہ اس سے نظام کا قیام ہے۔ جسم کے ناخن، بال وغیرہ بلکہ کھال اور اعضاء جسم میں کتریونٹ ہوتی رہتی ہے کہ یہ نظام ہے مگر دل میں تبدیلی تغیر نہیں ہوتا۔ عالم اسفلیات میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ جنگل آبیوں میں آبیاریاں جنگلات میں بدل جاتے ہیں مگر سورج میں نہ تبدیلی ہو نہ تغیر کیونکہ اس سے عالم کا نظام قائم ہے۔ سارے انبیاء ان کی کتب روحانی نظام تھے ان میں تبدیلی ہوتی رہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس نظام کے بقاء و قیام کا ذریعہ ہیں۔ لہذا نہ آپ میں تبدیلی ہو نہ آپ کی صفات و دین میں۔ وهو السميع العليم۔ یہ جملہ نیا ہے جس میں ان مطالبہ کرنے والوں کا مبلغ رو ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ مخلوق کی باتیں سننے والا بھی ہے ان کے حالات جاننے والا بھی اس نے اسلام کی حقانیت کا فیصلہ فرمایا اب بتاؤ کہ اس سے بڑھ کر کون ہے جسے حکم بنایا جائے ان دو لفظوں میں یہ بتایا کہ ہماری عطا پر اعتراض نہ کرو ہم نے جسے جو دیا جان کر دیا، حکمت سے دیا جنہیں غلیل بنایا وہ اسی لائق تھے جنہیں کلیم کا درجہ دیا وہ اسی لائق تھے مگر جنہیں حبیب بنایا وہ اسی لائق تھے۔ ہر مند مستری جو پرزہ جہاں سیٹ کرتا ہے وہ وہاں ہی لائق ہوتا ہے۔ خیال رہے کہ اللہ بھی سمیع و علیم ہے اس نے اپنے بندوں کو بھی سمیع و علیم بنایا مگر دونوں سمیع و علیموں میں آسمان و زمین کا فرق ہے۔ ہماری ہر صفت وقتی ہے اس کی دائمی۔ ہم جب سو جائیں بیہوش ہو جائیں یا کلن یا آنکھ پر کوئی آفت آجائے تو نہ سمیع و علیم نہ بصیر نہ اس کی صفت ان کمزوریوں سے پاک ہے۔

خلاصہ تفسیر : اے محبوب اکبر سارے عالم کے حاکم اعلیٰ آپ ان مطالبہ کرنے والے کفار کو جواب دے دو کہ کیا میں اللہ کے دشمنوں میں سے ہوں؟ فیروں کو قرآن مجید کی حقانیت، اسلام کی سچائی اور اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کے فیصلہ کے لئے حکم بنا سکتا ہوں کیا تم مجھ سے یہ امید رکھتے ہو یعنی یہ ناممکن ہے۔ قرآن مجید کی حقانیت کے تین نہایت قوی دلائل تم آنکھوں سے دیکھ رہے ہو ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکم الحاکمین ہے۔ خود اس کی حقانیت کا فیصلہ فرما دیا کہ اسے تم کفار کو ہدایت ایمان دینے کے لئے منسلک کتب بنا کر بھیجا اس کا کتاب الہی ہونا خود اس سے ثابت ہے۔ آفتاب خود اپنی دلیل ہے، قرآن خود اپنی حقانیت کی روشن دلیل ہے۔ ان کتہم فی رب ما نزلنا علی عبدنا فاء توا بسورة من مثله خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفت بھی حق ہے۔ قرآن کی صفت بھی حق اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت بھی حق ہے۔ گویا حق نے حق پر حق کتب حق کے ساتھ بھیجی۔ جیسے آئینہ ظاہری اعضاء کے ظاہری صفات کو ظاہر کرتا ہے مگر ایکسرے ہمارے باطنی اعضاء کے باطنی حالات ظاہر کرتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظاہری صفات رب کے ظاہری صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئینہ حق نما ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے باطنی صفات رب کے باطنی صفات کو ظاہر کرتے ہیں۔ حق اللہ

تعالیٰ کے باطنی صفات میں سے ہے اس کی حقانیت میں غور کرنا پڑتا ہے کہ فلاں کام میں کیا حکمت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت مظہر ہے، حقانیت خداوندی کی۔ یہی قرآن مجید کی صفت ہے۔ فرماتا ہے و بالحق انزلناہ و بالحق نزل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے۔ ارسلناک بالحق بشیراً و نذیراً۔ دوسری دلیل یہ ہے۔ جن علماء اہل کتاب کو ہم نے توریت و انجیل عطا کی ان کتابوں کے نور سے ان کے دل منور فرمائے وہ یقین سے جانتے ہیں کہ قرآن مجید آپ پر آپ کے رب کی طرف سے اتارا لیا ہے اور یہ کہ قرآن کریم حق ہے حق سے وابستہ ہے۔ حق اس سے وابستہ ہے۔ تو اے محبوب آپ اس میں ذرا برابر شک نہ کریں کہ علماء اہل کتاب کو اس کی حقانیت کا یقین ہے۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ خود قرآن مجید اپنی حقانیت کی دلیل ہے اس میں چار صفتیں ہیں۔ یہ کلمتہ اللہ یعنی اللہ کی بات ہے اور لوگوں کی حاجت کے لئے کافی وافی تمام ہے۔ جس کے ہوتے انہیں کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہ اپنی ساری خبروں میں سچا ہے۔ خواہ گزشتہ کی خبریں ہوں یا آئندہ کی۔ تیسرے یہ کہ یہ اپنے سارے احکام میں عادل ہے جھوٹ و ظلم اس کے قریب بھی نہیں۔ چوتھے یہ کہ اسے کوئی تبدیل نہیں کر سکتا نہ یہ منسوخ ہو سکے اس کی ان صفات کو دیکھو اور اس پر ایمان لاؤ اللہ کے بند و اللہ تعالیٰ سچ بھی ہے، علیم و خبیر بھی۔ پھر اس کے ہوتے کسی کا فیصلہ چاہتے ہو۔ سب سے بڑا فیصلہ اللہ کا فیصلہ ہے۔ یاد رکھو کہ کلمتہ ربک میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے وہ پروگرام یا فیصلے مراد ہیں جو دنیا بنانے سے پہلے کئے گئے۔ ایک تحریری کہ لوح محفوظ میں ہر خشک و تر چیز لکھ دی گئی ایک عمل کہ ارواح پر نور کا چھینٹا دیا گیا بعض پر پڑا بعض محروم رہے۔ نور والے مومن اور مومنوں میں بعض لولیاں بعض انبیاء ہوئے۔ محروم کافر رہے اور تین فیصلے تقریری۔ اپنی الوہیت کا اقرار سب سے کرایا۔ تبلیغ کا اقرار علماء لہل کتاب سے لیا۔ و اذا اخذ اللہ ميثاق النبی اتوا الکتاب ان لا یخفوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان و مدد کا عہد انبیاء سے لیا۔ فاذا اخذ اللہ ميثاق النبی اتوا النبی ان لا یخفوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے وہ سب بچے ہو گئے اور کلمتہ رب پورا ہو گیا۔ تیسرے یہ کہ کلمتہ ربک سے مراد قرآن مجید ہو۔ چوتھے یہ کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکت ہو کہ پچھلے نبی کتابیں جھگمگاتے تارے تھے حضور صلی اللہ علیہ وسلم آفتاب ہیں تمام میں۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اسلامی عقیدوں اور شرعی مسائل میں کسی کو شیخ بنانا، مشورہ، کثرت رائے وغیرہ کسی چیز کی اجازت نہیں۔ اللہ و رسول کے فرمان، سرحل لازم العمل ہیں کوئی اس کا فیصلہ کرے یا نہ کرے۔ لوگوں کی رائے اس کے موافق ہو یا مخالف یہ فائدہ الفہم اللہ سے حاصل ہوا۔ مسئلہ : دنیاوی کاموں اور دینی غیر منصوص چیزوں میں مشورہ کرنا جائز بلکہ اچھا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ و امرہم شوریٰ بینہم و یکم وہل امرہم فرمایا امرنا نہ فرمایا اور فرماتا ہے و شاورہم فی الامر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہ کرام سے بہت مشورے فرماتے تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد خلفاء کا تقرر مسلمانوں کے مشورہ سے ہوا۔ مسئلہ : غیر منصوص دینی کاموں میں مشورہ کرنا، حکم بنانا جائز ہے مگر ان میں مسلمانوں سے مشورہ کر لے، انہیں ہی حکم بنائے، کفار کو حکم نہ بنائے، من سے مشورہ نہ کرے۔ مسئلہ : دنیاوی کاموں میں مشورہ، دنیاوی جھگڑوں میں حکم بنانا، کفار کو بھی جائز ہے۔ آج ہم مسلمان روزمرہ کافر حکام سے فیصلے کراتے ہیں۔ بعض دفعہ انہیں حکم بناتے ہیں۔ حضرات صحابہ کرام نے عہد فاروقی میں بہت دفعہ

جہلوں میں کفار سے مشورے کئے ہیں۔ جیسا کہ تاریخ دان حضرات سے پوشیدہ نہیں۔ دوسرا فائدہ: یہ کہنا جائز ہے کہ قرآن مجید کفار کی طرف یا کفار کے لئے نازل ہوا۔ یہ فائدہ انزل الہکم الکتاب سے حاصل ہوا یعنی کفار کی ہدایت کے لئے، انہیں سنانے کے لئے نازل ہوا۔ سورج کافر و مومن سب پر ہی چمکتا ہے بادل سب پر ہی برستا ہے۔ تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں علماء کا بڑا درجہ ہے کہ رب تعالیٰ نے یہاں مومنین علماء یہود کو حقانیت اسلام کی دلیل بنایا یہ فائدہ واللہ انما ہم الکتاب الخ سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے شہد اللہ انہ لا الہ الا هو والملائکۃ واولوا العلم فانما بالقسط۔ دیکھو وہاں علماء کو رب نے اپنی توحید کا گواہ بنایا، فرشتوں کے ساتھ۔ تیسری جگہ ارشاد ہوا۔ اولم یکن لہم ابتداء ان یعلمہ علماء بنی اسرائیل ایک جگہ ارشاد ہے۔ قل کفی باللہ شہیدا بینی و بینکم و من عندہ علم الکتاب دیکھو وہاں رب تعالیٰ نے علماء کی گواہی اپنی گواہی کے ساتھ بیان فرمائی۔ یعنی محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے گواہ میں بھی ہوں اور اہل کتاب کے علماء بھی۔ چوتھا فائدہ: قرآن کریم حق کے ساتھ اور حق قرآن مجید کے ساتھ ایسا وابستہ ہے کہ یہ ایک دوسرے سے جدا ہو سکتے ہی نہیں۔ جیسے سورج کے لئے روشنی یا آگ کے لئے گرمی یہ فائدہ بالعق سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: قرآن مجید کو کلمۃ اللہ بھی کہہ سکتے ہیں اور کلمات اللہ بھی۔ کلمۃ اللہ کے وہی معنی ہیں جو ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے۔ یہ فائدہ تمت کلمتہ و یک اور لا مبدل لکلماتہ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: قرآن مجید کے بعد کوئی کتاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتے۔ قرآن مجید آخری کتاب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی یہ فائدہ بھی تمت کلمتہ و یک سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی کل اور تمام میں فرق ہم چھٹے پارہ میں اسی آیت کے ماتحت عرض کر چکے ہیں۔ ساتواں فائدہ: قرآن مجید ناقابل نسخ کتاب ہے اسے اب کوئی دوسری آسمانی کتاب منسوخ نہیں کر سکتی یہ فائدہ لا مبدل لکلمات اللہ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے تاقیامت کوئی شخص کوئی قوم کوئی طاقت قرآن مجید میں رد و بدل نہیں کر سکتے یہ اہل کتاب ہے۔ یہ فائدہ لا مبدل کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: کتاب اللہ کا علم اس کا نور اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے جسے یہ ملا اسے سب کچھ مل گیا۔ یہ فائدہ اللہ انما ہم الکتاب سے حاصل ہوا کہ یہاں مراد سارے اہل کتاب نہیں بلکہ وہ علماء مراد ہیں جنہیں توریت و انجیل کا علم و نور ملا۔ اس نور نے انہیں اسلام کی طرف بہری فرمائی۔ دسواں فائدہ: بغیر نور کتاب کے صرف الفاظ کتاب معنی کتاب جان لینا بالکل بیکار ہے بلکہ مضرب ہے۔ ہم نے بعض ہندوؤں عیسائیوں کو دیکھا کہ انہوں نے قرآنی آیات یاد کر رکھی ہیں۔ بعض لوگ ہر جگہ قرآن مجید کا ترجمہ کرتے پھرتے ہیں مگر ہیں بڑے سہوین۔ جیسے چکڑ الوی، مرزائی وغیرہم یہ فائدہ بھی اللہ انما ہم الکتاب سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی کو حکم نہ بنانا چاہئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہود و مسیحی قرند کے معاملہ میں حضرت سعد ابن معاذ کو حکم بنایا جن کا واقعہ تمام کتب احادیث میں مذکور ہے نیز قرآن کریم فرماتا ہے وابتوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا جب خالد بن ولید نے ایک بیوی کی طرف ایک بیچ شوہر کی طرف سے بھیجو۔ نیز ہم پکھری کے ججوں سے فیصلے کراتے ہیں لہذا یہ آیت کریمہ دوسری آیت کے بھی خلاف ہے احادیث کے بھی خلاف اور ناقابل عمل بھی۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں دیا گیا کہ یہ آیت اس سے مراد ہے اللہ کے غیروں و دشمنوں کو

حکم بنانا یہاں غیر اللہ سے مراد اللہ کے دشمن ہیں یا شرعی منصوص احکام میں کسی کو حکم بنانا مراد ہے اللہ و رسول کا حکم ہوتے ہوئے کسی کو حکم، حاکم، منہج بنانا ممنوع ہے فیصلے مختلف قسم کے ہیں اور ان کے مختلف احکام۔ دوسرا اعتراض: لا یبدل لکلمات اللہ کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا کہ بیشق کے دن جو فیصلے ہو چکے ان میں تبدیلی نہیں ہو سکتی مگر حدیث شریف میں ہے الدعاء بدعا لقضاء دعائنا کو رد کر دیتی ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی عرض و معروض پر جناب داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے ایک سو سال ہو گئی۔ موسیٰ علیہ السلام کی عرض پر امت محمد پر پچاس نمازوں کی پانچ رو گئیں۔ عیسیٰ علیہ السلام مرے ہوؤں کو زندہ کر دیتے تھے۔ یہ تبدیلیاں فیصلہ الہی میں کیوں ہوئیں آیت کا مطلب کیا ہے؟ جواب: اس اعتراض کا جواب خود قرآن مجید نے دو سری جگہ دے دیا ہے۔ ۱۔ یٰمَعْشَرَ الْاِنْسَانِ اِنَّا کُنَّا اَرْشٰلَہُ بِہِ کہ کوئی دوسرا شخص اللہ تعالیٰ کے کلمات نہیں بدل سکتا۔ لیکن اگر کسی کی دعا سے یا خود رب تعالیٰ کے کرم سے آپ ہی بدل دے، تو یہ ہو سکتا ہے بلکہ ہوتا ہے لہذا آیت میں تعارض نہیں نہ مذکورہ واقعات اس آیت کے خلاف ہیں۔ بیماری دوا کے ذریعہ دفع ہو گئی یہ رب کے حکم میں دوائے تبدیلی نہیں کی خود رب نے رنگ بدل دیا۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہے الٰہِکُمُ الْکِتَابُ اے کافرو تمہاری طرف یہ کتاب رب نے اتاری مگر کہیں ارشاد ہے الٰہِکُمُ الْکِتَابُ اے مسلمانوں سے خطاب الیکم اے مسلمانوں تمہاری طرف کتاب اتاری ان آیتوں میں تعارض ہے ہاؤ کوئی آیت درست ہے۔ جواب: قرآن مجید تبلیغ کے لئے سمجھانے سکھانے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آیات ہدایت ایمان دینے کے لئے کفار کی طرف آیا اور ہدایت اعمال ہدایت تقویٰ دینے مومنوں کی طرف آیا برکت دینے کے لئے سارے جہاں کی طرف آیا لہذا آیات میں تعارض نہیں جیسے ہارش تری دینے کے لئے ساری زمین پر آتی ہے پھل پھول دینے کے لئے باغوں پر دانہ دینے کے لئے کھیتوں پر اور موتی دینے کے لئے ایک خاص سمندر پر برستی ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ سارے توریت و انجیل والے قرآن کریم کو رب کی کتاب مانتے جانتے ہیں حالانکہ کوئی عیسائی یہودی قرآن کو نہیں مانتا اگر مانتے ہوتے تو مسلمان ہو جاتے۔ جواب: یہاں توریت و انجیل کو ماننے والے یہود و عیسائی مراد نہیں بلکہ انہیں صحیح طور پر سمجھنے والے جاننے والے ان کے علماء عقلی مراد ہیں جیسے سیدنا عبد اللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی یا حضرت سلمان فارسی اور ان کے ساتھی۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم کامل مکمل نام کتاب ہے پھر حدیث و فقہ کی کیا ضرورت ہے (چکڑالوی)۔ جواب: اس کا جواب چھٹے پارہ ۱۱۱ الیوم اکملت لکم دینکم الخ کی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ حدیث و فقہ قرآن مجید کی تفسیریں اس کی شرحیں ہیں۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کے کلام میں تبدیلی نہیں ہو سکتی حالانکہ قرآن مجید کی بہت سی آیات منسوخ ہیں یہ تبدیلی کیوں ہو گئی۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی انسان اس میں رد و بدل نہیں کر سکتا اللہ نے اس کی حفاظت فرمائی ہے یا یہ مطلب ہے کہ اب کوئی نبی کوئی کتاب منسوخ نہیں کر سکتا۔ خود قرآن مجید کی بعض آیات بعض کی تلخ ہیں یہ نسخ اس آیت کریمہ کے خلاف نہیں۔ تبدیلی اور نسخ کا فرق ہم تیسرے پارے میں مانتسخ من انتہا و نسیھا کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔ ساتواں اعتراض: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بشر اور انسان ہیں پھر کلمہ ربک کیسے ہو سکتے ہیں۔ کلمہ بات کو کہتے ہیں انسان بات والا ہوتا ہے نہ کہ بات لہذا یہ تفسیر غلط ہے۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب: الزامی

تو یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بشر انسان ہیں قرآن مجید نے انہیں کلمتہ اللہ فرمایا ہے کیونکہ انہیں اللہ کے کلمہ کن سے نسبت ہے اسی طرح حضور انور کو کلمتہ الرب یا کلمات اللہ کہا جاتا ہے۔ جواب تحقیقی ان شاء اللہ ابھی تفسیر صوفیانہ میں عرض کیا جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ: یہ آیت کریمہ اصلاح نفس کے لئے اکسیر ہے اللہ تعالیٰ کا دروازہ چھوڑ کر دو سروں کو حکم حاکم بنانا نفس امارہ کا دھوکہ ہے اس کی اصلاح یہ ہے کہ اللہ و رسول کے فرمان پر سر جھکا رہے جو چیز اللہ سے روکے وہی غیر اللہ ہے اس کے مشورہ اس کے حکم پر چلنا اپنے کو ہلاک کرنا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اتارا تاکہ وہ شریعت و طریقت کے ہر مرحلے میں ہماری رہنمائی کر سکے یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے مقرر کردہ حاکم ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ فیصلے والے چار طرح کے ہیں حکم یعنی ثالثی پنج، حاکم خاص یعنی سلطان کی طرف سے مقرر کردہ خاص علاقہ کا حاکم جیسے تحصیلدار، منصف، جج وغیرہ جو ایک علاقہ کے فیصلے کرتے ہیں اور ان کے فیصلے قابل اپیل ہوتے ہیں حاکم مطلق جو ساری مملکت کا حاکم اعلیٰ ہو جس کے فیصلے کی اپیل نہ ہو سکے جیسے سپریم کورٹ کالج۔ احکم الحاکمین یعنی حاکموں پر حاکم۔ احکم الحاکمین تو رب تعالیٰ ہے۔ نبیوں ولیوں حاکموں سلطانوں کا بادشاہ۔ اور گزشتہ انبیاء کرام اپنی اپنی قوم کے حاکم خاص تھے اور اب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت میں اولیاء ابدال غوث و قطب حاکم خصوصی ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم مملکت الہیہ کے حاکم مطلق ہیں کہ آپ کی حکومت ساری خدائی پر ہے آپ کے فیصلے کی اپیل نہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی سلطنت و حکومت تاقیامت ہر جگہ ہر چیز پر ہے۔ ہنی، لونٹ، چڑیوں کے فیصلے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں ہوئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر بابل سے چاند پھنسا سورج لوٹا آج بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راج ہے دیکھ لو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمازیں زکوٰۃ قربانیاں حج و عمرہ وغیرہ برابر جاری ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نوکر چاکر علماء صوفیا فرمایا گیا کہ کیا میں رب کی طرف سے حاکم مطلق ہو کر اپنی نبوت کے لئے کسی کو حاکم بناؤں دنیا میری تحت حکومت ہے سب میرے ماتحت ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کسی کو کتاب کے صرف نقوش ملتے ہیں کسی کو صرف الفاظ کسی کو صرف معانی و مفہوم و مضامین یہ سب لوگ آڑ میں پھنسے رہ گئے مگر جس کو کتاب اللہ کے اسرار و انوار عطا ہوئے وہی یار تک پہنچے انہوں نے جان لیا کہ قرآن کریم خود حق ہے اس کا بھیجنے والا حق لانے والا فرشتہ حق لینے والے محبوب حق اس کا اترنا حق کہ جو قرآن کی عطا کے لائق تھے انہیں پر قرآن اتر اور تاقیامت جن لوگوں کو قرآن کا ظاہری باطنی علم دیا گیا وہ علماء بھی حق وہی وارث رسول نائب رسول ہیں۔ صوفیا فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مسیح کلمتہ اللہ ہیں۔ موسیٰ علیہ السلام کلیم اللہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمات اللہ ہیں اور کلمات اللہ بھی ایسے جو کمال اور تمام ہو چکا ہو کمال حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہو گیا۔ اب ہر صدق عدل مکمل ہو چکا اس کلمات اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی بدلنے والا نہیں اسے کوئی باطل کرنے والا نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کا حفظ و نامصر ہے۔

کنم و صف ترا مجمل توئی سلطان ہر مولیٰ

حقیقت خود معین شد زہے سلطان بے ہمتا

الایا احمد مرسل شود ہر مشکل از تو حل

شریعت از تو روشن شد طریقت ہم مبرهن شد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قالب شہید کا مرکز ہے قلب

حقیقت کا مرکز ہے۔ سر مبارک

معرفت کا سرچشمہ اب پڑھو تمت کلمتہ وہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے صدق جاری ہوتا ہے۔ جنن وارکن سے عدل جاری زبان جنن ارکن کلمات رحمان ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کلمہ یعنی بات بات والے کی مرضی سے نکلتی ہے اسی طرح حضور انور کی ہر ادا ہر کلام و کلام رب تعالیٰ کی رضا سے ہے نیز بات کی شان بات والے کی شان سے ہوتی ہے بڑے کی بڑی بات چھوٹے کی چھوٹی بات نیز بات والے کو اپنی بات کا پاس ہوتا ہے رب تعالیٰ کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت لحاظ بہت پاس ہوتا ہے ان وجوہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلمتہ اللہ یا کلمات اللہ ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہم احد کے ستر شہیدوں کے عوض ستر کفار مکہ کو قتل کریں گے۔ فتح مکہ میں رب نے یہ بات پوری کرادی کہ حضرت خالد کو بجائے وضع عنہم السیف کے وضع فیہم السیف کا پیغام بحکم فرشتہ پہنچا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات کو رب نے وحی الہی فرمایا ان کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ ان کی بیعت کو اپنی بیعت فرمائی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تین ہیں زمانہ جود، دو سر زمانہ وجود، تیسرا زمانہ نبوت۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ جود کی ابتداء اول خلق سے ہے کہ حضرات انبیاء کرام بھی عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض لیکر دنیا میں آئے۔ تعلیم پہلے ہوتی ہے عہدہ بعد میں دنیا ان حضرات کو عہدہ ملنے کی جگہ تھی تعلیم وہاں مکمل ہو چکی تھی انتہاء جود کبھی نہیں۔ وہ لایزال ہے زمانہ وجود کی ابتداء نزول وحی سے ہوتی۔ انتہاء وفات شریف پر جب کہ لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابی بنتے تھے اور زمانہ نبوت کی ابتداء اعلان نبوت سے ہے انتہاء کبھی نہیں۔ ان تینوں زمانوں میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تبدیلی و تغیر سے محفوظ ہیں لا مبدل لکلماتہ۔

وَإِنْ تَطِعْ أَكْثَرَ مَنْ فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ إِنَّ

اور اگر اطاعت کرے تو بہت سے ان لوگوں کی جو زمین میں ہیں تو وہ تجھے بہکا دیں گے اللہ کے راستہ سے نہیں اور اسے سننے والے زمین میں اکثر وہ ہیں کہ تو ان کے کہے پر چلے تو تجھے اللہ کی راہ سے بہکا دیں وہ صریح گمان

يَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُونَ ﴿٥٧﴾ إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ مَنْ

بیروی کرتے وہ لوگ گمان گمان کی اور نہیں ہیں وہ مگر اندازے لگاتے ہیں۔ ایک رب تیرا وہ خوب جانتے کے پیچھے ہیں اور نری اٹھیں دوڑاتے ہیں تیرا رب خوب جانتا ہے کہ کون

يُضِلُّ عَنْ سَبِيلِهِ وَهُوَ أَعْلَمُ بِالْمُتَدِينِ ﴿٥٨﴾

والا ہے اس کا جو بہکتا ہے اس کے راستہ سے اور وہ خوب جانتے والا ہے انکو جو ہدایت یافتہ ہیں بہکا اس کی راہ سے اور وہ خوب جانتا ہے ہدایت والوں کو

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: اس سے پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ قرآن کریم مکمل کتاب ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ جو کوئی اس کتاب کے ہوتے ہوئے کفار کی باتیں مانے گا وہ سخت ترین گمراہ ہو گا تو یہ قرآن مجید نے مکمل ہونے کا حکم دیا ہے اس کے نتیجے میں کہ کفار کے سر اٹھیں: پچھلی آیات میں قرآن

کریم کے مکمل صدق و عدل ہونے کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ کفار کے پاس ان میں سے کوئی چیز نہیں ان کے پاس صرف وہم اندازے اور اپنے پچھلوں کی پیروی ہے گویا اسلام کی قوت کے ذکر کے بعد کفر کی کمزوری کا بیان ہے تاکہ لوگ اسلام کے ہوتے ان کی طرف دھیان بھی نہ دیں۔ تیسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ کے دشمنوں کو حکم و پنج نہیں بنایا جا سکتا۔ اب اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ حکم کی اطاعت کی جاتی ہے اور کفار کی اطاعت گمراہی ہے۔

شان نزول: ایک بار مشرکین مکہ کی ایک جماعت حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی بولی کہ جو بکری بغیر ذبح کئے اپنی موت مرحلوے اسے موت دینے والا کون ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ۔ وہ لوگ بولے کہ آپ اور آپ کے ساتھی مسلمان کہتے ہیں کہ جسے آپ لوگ ذبح کر کے مار دیں وہ تو حلال ہے بلکہ جس شکاری جانور کو شکر، باز، شکار کتا مار دے وہ بھی حلال مگر جسے اللہ تعالیٰ مار دے وہ حرام ہے پھر آپ لوگ کیسے کہتے ہیں کہ آپ لوگ اللہ کے عہدوت گزار ہیں کہ اپنے مارے کو حلال کہتے ہیں اور خدا کو مارے کو حرام ان کی تردید میں یہ آیات کریمہ نازل ہوئیں (تفسیر صیادی۔ خازن)۔

تفسیر: وان تطع اکثر من فی الارض۔ حق یہ ہے کہ اس آیت میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہرگز نہیں، بلکہ یا تو ہر اس صحابی سے ہے جن کے سامنے ان کفار نے یہ گفتگو کی تھی یا تاقیامت ہر قرآن پڑھنے والے مسلمان سے ہے تطع بنا ہے اطاعت سے۔ اطاعت، عہدوت، اتباع ان کا فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں یہاں اطاعت سے مراد ہے بات ماننا اس پر دھیان دینا اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد فرمانبرداری کرنا ہی ہو۔ اس صورت میں فرمانبرداری سے مراد دینی معاملہ میں اسلام کے خلاف کسی کی فرمانبرداری ہے ورنہ کافر حکام کا فریاد شاہ کی دنیاوی فرمانبرداری مسلمان کو کرنا ہی پڑتی ہے الا وض سے مراد زمین مکہ مکرمہ ہے۔ چونکہ اس وقت مکہ مکرمہ میں سوائے چند کے باقی سارے ہی کفار تھے اس لئے انہیں اکثر فرمایا گیا یعنی اے مسلمانو اگر تم مکہ والوں کی اکثریت کی بات مانو گے یا یہاں مکہ مکرمہ میں اکثر وہ لوگ ہیں کہ اگر تم ان کی اطاعت کرو گے بخلوک عن سبیل اللہ یہ عبارت ان تطع کی جزا ہے بخلوک بنا ہے اضلال سے، جس کا لہو ضلال یا ضلال ہے۔ قرآن مجید میں اضلال بہت معانی میں استعمال ہوا ہے۔ یہاں معنی گمراہی ہے۔ اضلال معنی گمراہ کر دینا۔ سبیل اللہ سے مراد خدا کی راستہ (دین اسلام) ہے۔ یعنی ابھی تو کفار تم کو صرف ایک شرعی مسئلہ میں بہکا رہے ہیں اگر تم نے اس موقع پر پہلا پلن دکھایا اور ان کی بات کی طرف مائل ہو گئے تو یہ آئندہ چل کر تمہیں توحید و رسالت اور سارے عقائد سے بہکا دیں گے ابھی تو ابتداء ہے تمہارا دل ایمان و عرفان کا خزانہ ہے۔ اس خزانہ کے گرد درست عقائد، فرائض و اجبات، نوافل، سنن، مستحبات کی دیواریں ہیں۔ شیطان پہلے مستحب کی دیوار میں سوراخ کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر وہاں کامیاب ہو جائے تو سنتوں پھر واجبات پھر فرائض کی دیواروں پر نقب لگاتا ہے۔ اس پہلی دیوار سے ہی اس کو رو کو تاکہ آگے نہ بڑھے ابھی تو شیطان تم سے ذبیحہ کے ایک مسئلہ کا ذکر کر کے اس میں شبہ ڈالتا ہے اگر تم اس شبہ میں پھنس گئے تو دوسرے مسائل کی پھر عقائد کی باری آجائے گی یا یہ مطلب ہے کہ مردار کا حرام ہونا ذبیحہ کا حلال ہونا ایک قطعی یقینی دینی مسئلہ ہے اگر تم اس میں سے کسی مسئلہ میں پھنس گئے تو سبیل اللہ یعنی دین اسلام سے ہلک جاؤ گے کہ ایک قطعی مسئلہ کا انکار بھی کفر ہے۔ ان تبعون الا الظن۔ اس عبارت میں کفار کی حقیقت ظاہر فرمائی گئی ہے۔ یہاں ان کا یہ ہے معنی نہیں۔ اتباع کے معنی ہیں پیچھے چلنا پیروی کرنا ظن مقابل یقین کا ہے یہاں

عقائد میں ظن و گمان مراد ہے۔ یعنی خود ان لوگوں کا اپنا یہ حال ہے کہ ان کے پاس اپنے کسی عقیدے پر قطعی دلیل موجود نہیں چند وہیات کو دین بنارکھا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ رب تعالیٰ کو مجبور مانتے ہیں کہ وہ اکیلا دنیا کا نظام نہیں چلا سکتا اس لئے ہمارے بت اس کا کام چلا رہے ہیں یا کتوں گائے بندر ہاتھی وغیرہ کو معبود سمجھ کر ان کی پرستش کریں یہ سب وہیات ہیں۔ نیز ان کا یہ کہنا کہ ذبیحہ کو تم مارتے ہو مردار کو اللہ تعالیٰ مارتا ہے کتنی بڑی غلطی ہے۔ موت دینے والا سب کا اللہ تعالیٰ ہی ہے خواہ ذبیحہ ہو یا مردار۔ جانور کے حلال و حرام ہونے کا اردو مدار اس پر نہیں بلکہ جس جانور کا خون اللہ کے نام پر بہایا جاوے وہ حلال ہے ورنہ حرام۔ اسی لئے مچھلی میں ذبح کی ضرورت نہیں کہ اس میں خون نہیں جن لوگوں کو اتنی خبر نہیں وہ کس منہ سے اسلامی عقائد پر اعتراض کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ مرکز اتباع صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں فاتبعونی اگر چکی اپنے مرکز یعنی کیل سے ہٹ جاوے پر کار کی ایک ٹانگ اپنے مرکز سے ہٹ جاوے درخت کی شاخ اپنے مرکز درخت سے ٹوٹ جاوے تو چکی پس نہیں سکتی پر کار درست دائرہ نہیں کھینچ سکتا شاخ ہری نہیں رہتی ایسے ہی جو انسان اپنے مرکز یعنی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہٹ گیا وہ کامیاب نہیں رہ سکا۔ کفار کا مرکز اتباع ان کے گمان وہم ہیں مومن کا مرکز اتباع حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں وان ہم الا بخرصون۔ اس عبارت میں کفار کے دوسرے عیب کا بیان ہے یہاں بھی ان کا یہ ہے ہم کا مرجع وہی کفار ہیں بخرصون بنا ہے خصوص سے جس کے معنی ہیں اندازہ لگانا اپنی اٹکل قیاس دوڑانا اسی سے ہے خرم النخل درخت پر لگی ہوئی کھجوروں کا اندازہ لگانا۔ پہلے اندازہ ہوتا ہے پھر گمان گویا اندازہ گمان کی اصل ہے لہذا ان دونوں جملوں میں تکرار نہیں یعنی یہ لوگ اپنے اندازوں اپنے اٹکل سے اپنے عقیدے سے سوچتے ہیں پھر بطور ظن انہیں قبول کر لیتے ہیں۔ لہذا اے مسلمانو تم ان کی باتوں میں ہرگز نہ آؤ تمہارے دین کا ماخذ کتاب و سنت ہے جو یقینی چیزیں ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں ظن سے مراد ان کے باپ داداؤں کے گمان ہیں جن کی وہ بے سمجھے بوجھے پیروی کرتے تھے اور خرم سے مراد ان کے اپنے اٹکل و قیاس ہیں (روح المعانی) ان کا دین اپنے باپ داداؤں اور خود اپنے گمانوں کا مجموعہ تھا اور ہو سکتا ہے کہ ظن سے مراد ان کے وہ باطل خیالات ہوں جو بارگاہ الہی کے متعلق رکھتے تھے اور خرم سے مراد ان کے وہ باطل اندازے ہوں جو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لگاتے تھے کہ انہیں کوئی شاعر کہتا تھا کوئی ساحر کوئی اپنے جیسا بشر حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات عالیہ اندازوں بلکہ خیال قیاس وہم سے وراہ ہیں۔ پیالہ میں سمندر کیسے سمائے تو خیال کے پیالوں اندازوں کے لوٹوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات کے سمندر کیسے سما سکتے ہیں اس لئے وہ کافر رہے ان دنک هو اعلم من بضل عن سبیل۔ یہ عبارت وان تطع کا مضمون ثابت فرمانے کے لئے ہے۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں بعض لوگ اللہ کے علم میں گمراہ ہیں اور بعض لوگ ہدایت پر۔ مسلمان کو چاہئے کہ اپنے پر بھروسہ نہ کرے رب سے خوف کرتا رہے انسان کے بسکنے میں دیر نہیں لگتی لہذا اے مسلمان گمراہوں کی بات نہ مان ورنہ تو خود گمراہ ہو جاوے گا یہ خیال ہرگز نہ کر کہ میں تو ہدایت پر ہوں میرا کوئی کیذاڑ سکا ہے۔ خیال رہے کہ عربی قاعدے سے من بضل اعلم کا مفعول نہیں بن سکتا کہ اسم تفصیل کبھی اسم ظاہر میں عمل نہیں کرتا الا باشرائط اس لئے اعلم کے بعد۔ علم پوشیدہ ہے اور من بضل اس کا مفعول ہے۔ بضل میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جو پہلے ہی سے گمراہ ہیں اور وہ لوگ بھی جو پہلے ہدایت پر ہوں بعد میں ہٹ کر جلیں لہذا یہ فرمان عالی بہت وسیع ہے سبیل سے مراد خدا رسی کا ذریعہ ہے یعنی دین اسلام و ہوا علم بالمہتدین۔ یہ تصویر کاو سراخ ہے متدین سے مراد وہ ہیں جن کا خاتمہ

اسلام پر ہو خواہ وہ شروع سے ہدایت یافتہ ہوں یا پہلے گمراہ رہے ہوں بعد میں ہدایت پر آگئے ہوں یعنی وہ رب ہی خوب جانتا ہے انہیں جو ہدایت یافتہ ہیں تم اپنے متعلق اس کا فیصلہ نہ کرو اس سے دعا کرو ہدایت یافتہ رہو۔

خلاصہ و تفسیر: اے مسلمان ہو شیادہ کفار کے جال میں مت پھنس جانا اگر تم مکہ کی اکثریت کی جو کفار ہیں بات مانے گا یا ان کی بات دھیان سے نہ گاتو یہ تجھے اللہ کی راہ یعنی دین اسلام سے ہٹا دیں گے کہ پہلے اسلام کے فرعی مسائل کے متعلق تیرے دل میں شبہات ڈالیں گے کہ ہمارا ماراجانور کیوں حلال ہے اور خدا تعالیٰ کفار اجانور یعنی مردار کیوں حرام ہے وغیرہ۔ پھر تیرے دل میں اسلامی عقائد کے متعلق شبہات ڈالیں گے جس کا انجام یہ ہو گا کہ تو یا اسلام سے پھر جاوے گا یا اس کی طرف سے شک میں مبتلا ہو جاوے گا خود ان کفار کا اپنا یہ حل ہے کہ ان کے عقائد ان کے اعمال پر انہیں خود یقین نہیں ان پر کوئی عقلی نقلی یقینی دلیل قائم نہیں۔ محض انکل پچو گمن دو ہمیات کی پیروی کرتے ہیں اور کبھی اپنے باپ داداؤں کی ظنی مشکوک باتیں مانتے ہیں۔ کبھی خود اپنے گمن و انکل سے عقیدے تراش لیتے ہیں۔ اے مسلمان تو کبھی اپنے پر بھروسہ کر کے کفار کی پیروی اور ان کی صحبت اختیار نہ کریے تو اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹک جائے گا اور وہی خوب جانتا ہے کہ کون ہدایت یافتہ رہے گا۔ ایسا نہ ہو کہ تو ابھی ہدایت پر ہے بعد میں کفار کی باتوں میں آکر پھسل جائے۔ جان کے دشمن سانپ سے دور رہو۔ ایمان کے دشمن کفار سے کنارہ کش رہو فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ انسان کا دل اللہ کے قبضہ میں ہے جب چاہے جدھر چاہے پھیر دے۔ بعض روایات میں ہے کہ انسان کا دل اس سوکھے ہلکے پتے کی طرح ہے جو جنگل میں پڑا ہو اسے ہوا اڑا سکتی ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا پڑھا کرتے تھے یا مقلب القلوب قلبی الی ما تعب و ترضاء اے دلوں کے پھیرنے والے میرے دل کو اپنے پسندیدہ محبوب کاموں کی طرف پھیر دے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ و رسول کے مقابلہ میں کسی کی پیروی نہیں کرنی چاہئے خواہ کوئی بڑے سے بڑا آدمی ہو یا بڑی سے بڑی جماعت۔ یہ فائدہ وان تطع النخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: کثرت رائے وغیرہ مشوروں میں معتبر ہے نہ کہ دینی شرعی منصوص احکام میں رب کی مانو۔ اس کے مقابل سب کی نہ مانو یہ فائدہ بھی وان تطع النخ سے حاصل ہوا۔ یہاں جمہوریت لعنت ہے ایک کال کی پیروی ضروری ہے۔ ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

گریز از طرز جمہوری غلام مرد کال شو کہ از مغز دو صد خر عقل انسانے نمی آید

جمہوری نظام لعنت ہے اس سے بچو۔ مرد کال کے غلام بنو دو سو گدھوں کے دماغ میں وہ بات نہیں آسکتی جو ایک مرد کال کے دماغ میں آسکتی ہے۔ تیسرا فائدہ: جمہوریت دو قسم کی ہے جمہوریت اسلامی اور جمہوریت شیطانی اسلامی جمہوریت میں دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ جو مسئلہ منصوص ہو یا اجتماعی ہو اس میں کسی کی رائے معتبر نہیں نہ ایک کی نہ سب کی۔ اگر تمام جہان کی رائے یہ ہو کہ نمازیں چار پڑھو یا باجرہ اور چاول میں سود کو جائز مانو تو معتبر نہیں۔ دوسری یہ کہ اسلامی جمہوریت میں ہر بالغ رائے دہندگی نہیں بلکہ ہر مومن اور ذی رائے کو اس کا حق ہے رب فرماتا ہے و شاورہم فی الامر اور فرماتا ہے وامرہم شوریٰ بینہم ان دونوں آیتوں میں ہم کی ضمیر ہر بالغ کی طرف نہیں بلکہ مومن ذی رائے کی طرف ہے۔ فرماتا ہے وکونوا مع الصادقین اور فرماتا ہے صراط الذین انعمت علیہم ان چاروں آیتوں میں اسلامی جمہوریت کا حکم ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے کسی معاملہ میں کفار اور کافروں سے منافقوں سے مشورہ نہ لئے نہ قبول

کے شیطانی جمہوریت یہ ہے کہ ہر مانع کو حق رائے ہو اگرچہ وہ کافر ہو منافق ہو۔ بے وقوف ہو پاگل ہو جدھر ان بے وقوفوں کی اکثریت ہو جائے اس پر عمل کرو وہی قانون بناؤ یہ شیطانی جمہوریت گمراہ کن ہے یہ فائدہ اکثر من فی الاوض اور مضلک سے حاصل ہوا اس جمہوری نظام نے آج دنیا میں تہلکہ مچا دیا ہے کسی جگہ امن نہیں ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں یداللہ علی الجماعت اور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الا عظم ان حد۔ شوں میں جماعت اور بڑے گروہ سے مراد ان ہی صالحین کی جماعت اور انہی کا بڑا گروہ ہے نہ کہ بے دنیوں اور بدکاروں کی جماعت۔ آج کل یہ ہے کہ یاں لوگ گئے جاتے ہیں تو لے نہیں جاتے۔ چوتھا فائدہ: ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اچھا لگن رکھو دعا کرو تو قبولیت کی امید پر عبادت کی توفیق ملے تو منظوری کی امید رکھو گناہ ہو جائے تو بہ کرو تو بخشش کی امید قوی رکھو۔ مایوسی بد ظنی ہے اور بد ظنی محرومی ہے یہ فائدہ اشارتہ "ان يتبعون الا الظن سے حاصل ہوا۔ اپنے گناہ میں غور کر کے شرمندہ ہوؤ اور شان غفاری ستاری میں غور کرو تو امیدوار ہوؤ ان شاء اللہ بخشے جاؤ گے۔ حدیث قدسی ہے انا عند ظنی عبدي۔ پانچواں فائدہ: بڑے سے بڑا پختہ ایمان والا اپنے پر بھروسہ نہ کرے اور شیطان کو اپنے سے دور نہ جانے شیطان اور شیطانی لوگوں شیطانی مجلسوں سے دور رہے کہ نہ معلوم کب ہمک جلوائے یہ فائدہ مضلک الخ سے حاصل ہوا۔ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی شخص اجنبی عورت سے خلوت نہ کرے کیونکہ جب اجنبی مرد و عورت خلوت میں جمع ہوتے ہیں تو ان میں تیسرا شیطان ہوتا ہے۔ کوئی مسلمان کسی مسلمان کو تنگی تلوار سے مارنے کا اشارہ نہ کرے اندیشہ ہے کہ شیطان اس سے قتل کراوے۔ چھٹا فائدہ: قرآن وحدیث کے مقابلہ میں اپنے باپ داداؤں کی پیروی سخت جرم ہے کفار کا طریقہ ہے۔ یہ فائدہ ان يتبعون الا الظن سے حاصل ہوا اپنے رسم و رواج کو شریعت کے سانچہ میں ڈھالو شریعت کو رسم و رواج کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش نہ کرو اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو آج اسلام کو یورپ کے سانچہ میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں اور اس کے لئے ہزار بہانہ چیلے ہمارے ہیں۔ ساتواں فائدہ: اپنے اندازہ اٹکل قیاس تخمینہ سے چیزوں کو حرام و حلال نہیں کر سکتے حلال وہ جسے اللہ و رسول حلال فرما دیں حرام وہ جسے اللہ رسول حرام کریں یہ فائدہ الا بخرصون سے حاصل ہوا۔ ظن اور خرص میں فرق ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا یہ تمام عیوب کفار و مشرکین کے ہیں۔ آٹھواں فائدہ: ایمان و کفر سعادت اور شقاوت میں انجام اور خاتمہ کا اعتبار ہے جس کا خاتمہ ایمان و نیک بختی پر ہو جائے وہ مومن بھی ہے سعید بھی اور انجام کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے لہذا کوئی بڑے سے بڑا مسلمان خرابی خاتمہ سے بے خوف نہ ہو اور کسی کافر کے متعلق یہ یقین نہ کرو کہ وہ کافر ہی مرے گا وہ جو کسی کا شعر ہے۔

ہج کافر را بخواری من گریز! کہ مسلمان بودنش باشد امیر!

اس کا یہی مطلب ہے یہ فائدہ ان رہک ہوا علم الخ سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: ہدایت انسان کی اصلی حالت ہے گمراہی عارضی حالت۔ کیونکہ ہر بچہ ہدایت اور فطرت پر پیدا ہوتا ہے دنیا میں آکر گمراہ ہو جاتا ہے اگر ماحول گندہ ہو۔ یہ فائدہ مضل کو مستقبل اور متدین کو اسم فاعل فرمانے سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: دنیا میں گمراہی کے راستہ اور اس کے ذریعہ بہت ہیں ہدایت کا راستہ صرف ایک۔ گمراہی کے خطرات بہت ہیں اس لئے انسان کو زندگی بڑی احتیاط سے گزارنی چاہئے۔ یہ فائدہ اس ترتیب ذکر سے حاصل ہوا کہ۔ خں کا ذکر پہلے کیا گیا۔ اور متدین کا بعد میں قرآن کی ترتیب ذکر میں بھی بہت سی حکمتیں ہوتی ہیں۔ گیارہواں فائدہ: جیسے کوئی شخص کتنا ہی بڑا ہو مگر اپنی دولت چوراہے میں نہیں رکھتا بلکہ اسے چوروں

سے بچاتا ہے اپنے کو سردی گرمی سے محفوظ رکھتا ہے یہ نہیں کہتا کہ چونکہ میں بڑا آدمی ہوں میرا مال چور نہیں چھو سکتا مجھے سردی گرمی نقصان نہیں دے سکتی اسی طرح کوئی شخص کسی درجہ پر پہنچ کر اپنے ایمان سے مطمئن نہ ہو جائے اسے بد مذہبوں کے چور ہے میں نہ رکھ دے بلکہ جان و مال کی طرح اس کی حفاظت کرے شریعت کے صندوق میں رکھے اور اس پر طریقت کا مضبوط قفل لگائے پھر وہ صندوق بھی چور ہے میں نہ رکھے۔ کسی مقبول بندے کے پاس محفوظ جگہ میں رکھے مل کی حفاظت گھر، مضبوط چابی، مضبوط قفل سے ہوتی ہے یونہی ایمان کی حفاظت کے لئے ان تینوں حفاظتوں کی ضرورت ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں اکثر من فی الارض کیوں فرمایا گیا کہ اگر تم اکثر لوگوں کی اطاعت کرو گے۔ کیا تھوڑے کافروں کی اطاعت کر لینا جائز ہے۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں زمین سے مراد یا تو مکہ مکرمہ کی زمین ہے اور اس آیت کے نزول کے وقت وہاں مشرکین بہت زیادہ تھے، مومن بہت تھوڑے۔ یا زمین سے مراد عام زمین ہے اور واقعی ہمیشہ کفار تعداد میں عموماً مسلمانوں سے زیادہ ہی ہوتے ہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور مقصد یہ ہے کہ کفار کی اکثریت سے مرعوب نہ ہو جانا ان بہت سوں کی اطاعت مت کر لینا۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار کی اطاعت کرنا گمراہی ہے مگر بہت جگہ کفار کا راج ہے مسلمان ان کی رعایا ہیں جو ان کی اطاعت کرتے ہیں کیا وہ سارے مسلمان گمراہ ہیں۔ جواب: یہاں اسلام کے مقابلہ میں کفار کی اطاعت مراد ہے یعنی ان کی دینی اطاعت۔ سیاسی اطاعت قانون ملک کی اطاعت مراد نہیں واقعی کفار کی دینی اطاعت گمراہی ہے لہذا آیت واضح ہے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بھی یہ اندیشہ تھا کہ آپ کو کفار ہکا بھکا دیں دیکھو تلخ اور خلوک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب ہے۔ جواب: ابھی تفسیر میں عرض کیا جا چکا کہ وہ دونوں خطاب ہر مسلمان سے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ہی بلند و بالا ہے۔ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کرم ہو جائے اس سے شیطان کتراتا ہے۔ حضرت عمر جس راستہ سے گزریں شیطان وہ راستہ چھوڑ دیتا ہے۔ جسے زیادہ احتلام کی بیماری ہو وہ سوتے وقت انگل سے اپنے سینہ پر لکھ لیا کرے یا عمر ان شاء اللہ خواب کے احتلام سے امن میں رہے گا۔ کہ خواب کا احتلام شیطان کے اثر سے ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر کے نام سے شیطان بھاگتا ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہنے والا شیطان یعنی قرین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت کی برکت سے مسلمان ہو گیا جب بھگانے والا خود ہی ہدایت پر آگیا تو لب انہیں بھگائے کون۔ غرضیکہ یہاں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں مسلمان سے ہے اگر بفرض محال مان لیا جائے کہ خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے ہے تو بھی فرمایا گیا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اور سنایا گیا ہے عام مسلمانوں کو یا اس میں ناممکن کو ممکن پر موقوف کیا گیا ہے جیسے ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین۔ مگر پہلا جواب قوی ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں کفار کے دو عیب بیان ہوئے ظن کی پیروی اور اٹھائیں اندازے کرنا ان دونوں میں فرق کیا ہے۔ ظن اور خرمس الگ الگ کیوں بیان ہوئے۔ جواب: ان دونوں میں کئی طرح فرق ہے ایک فرق وہ ہے جو ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ ظن سے مراد ہے اپنے باپ داداؤں کے خلیات اور ان کی ایجلا کردہ رسوم خرمس سے مراد ہے اپنے گمان و اندازہ کی چیزیں یعنی وہ کفار اپنے باپ داداؤں کے گمان کی پیروی کرتے ہیں اور اپنے تخمینہ انکل سے بعض باتیں ایجلا کرتے ہیں یا کہ وہ عمل گمان ظن میں گھڑے ہوئے عقیدے خرمس یا تو کئی گمراہی باتیں ظن میں ہوں اور ہر شخص کی اپنی من گھڑت خرمس یا

گھرے ہوئے قانون ظن ہیں اور وقتی گھڑی چیزیں خرم۔ غرضیکہ ظن و خرم ایک ہی نہیں ہیں لہذا آیت میں تکرار نہیں۔

پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ظن کی پیروی طریقہ کفار ہے احادیث ظنی ہیں صرف قرآن قطعی ہے لہذا صرف قرآن کی پیروی چاہئے احادیث پر عمل نہ چاہئے اس کی پیروی میں اتباع ظن ہے (چکڑالوی) جواب: یہ غلط ہے کہ ساری احادیث ظنی ہیں قرآن مجید کا قرآن اور کلام الہی ہونا حدیث سے ہی ثابت ہے نہ خدا تعالیٰ ہمارے سامنے آیا نہ حضرت جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے فرمایا کہ یہ الفاظ جو ہم ادا کر رہے ہیں یہ قرآن ہیں۔ نماز کی رکعات نماز کی تعداد زکوٰۃ کی مقدار قرآن مجید کا تمیں پارے ہونا وغیرہ یہ سب کچھ حدیث سے ثابت ہے وہ ساری احادیث قطعی یقینی ہیں جنہیں احادیث متواتر کہتے ہیں۔ عقائد اسلامیہ۔ فرائض اعتقادیہ ان ہی قطعی یقینی احادیث سے ثابت ہوتے ہیں۔ رہیں احادیث احادیث ظنی ہیں ان سے ظنی چیزیں ہی ثابت کی جاتی ہیں جیسے سنتیں واجبات مستحبات ان سے عقیدے یا فرائض ثابت نہیں ہوتے دیکھو نماز و جنگانہ بھی حدیث سے ہی ثابت ہے اور نماز عید بھی مگر نماز و جنگانہ فرض ہیں نماز و عید فرض نہیں یہاں اس آیت میں عقائد ظن سے ثابت کرنا مراد ہے لہذا تمہارا اعتراض درست نہیں۔ چھٹا اعتراض: قیاس مجتہدین ظنی چیز ہے اور ظن کی پیروی کرنا کافروں کا طریقہ ہے لہذا تقلید کسی کی نہیں کرنی چاہئے صرف قرآن و حدیث پر عمل چاہئے (اللہ حدیث)۔ جواب: قرآن مجید میں ظن تین معنی میں استعمال ہوا ہے یقین جیسے یظنون انہم ملا قوا ربہم۔ بدگمانی جیسے ان بعض الظن انہم۔ غیر یقینی یعنی مشکوک چیز۔ وہی یہاں مراد ہے جہاں یقین کی ضرورت ہو وہاں ظن کی اتباع نہ کرو قرآن و حدیث کے مقلد باپ دادوں کی اندھی پیروی مشرکوں کا طریقہ ہے۔ قیاس مجتہدین کے ذریعہ قرآن و حدیث کو سمجھنا سمجھنا کا طریقہ ہے تم بھی غیر منصوص احکام میں اپنے قیاس سے ہی عمل کرتے ہو دیکھو گندم و جو میں سود کا حرام ہونا حدیث سے ثابت ہے مگر چاول باجرہ مکئی میں سود حرام ہونا قیاس سے ثابت ہے۔ نیز نہ سارے قیاس ظنی ہیں نہ ساری احادیث قطعی۔ خیال رہے کہ ہر ظن برائیس، بعض ظن اچھے ہیں قرآن کریم فرماتا ہے لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمؤمنات بانفسہم خمدوا جب تم نے حضرت عائشہ کے متعلق وہ سنا تو مسلمانوں نے اپنے دل میں اچھا گمان کیوں نہ کیا۔ دیکھو ظن کو خیر فرمایا گیا۔ ساتواں اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ گمراہوں اور ہدایت یافتہ لوگوں کا علم صرف اللہ تعالیٰ ہی کو ہے کسی کو کسی کے انجام کی خبر نہیں۔ دیکھو رب تعالیٰ نے فرمایا ہوا علم من یضل اور فرمایا اعلم بالمہتدین (وہابی)۔ جواب: واقعی ان چیزوں کا علم خدا تعالیٰ ہی کو ہے جسے رب تعالیٰ ہی علم ویدے اسے بھی بہ عطا الہی علم ہے۔ اس عطا کا یہاں انکار نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی کہ ابو بکر و عمر جنتی ہیں، حسین حسن جو انہن جنت کے سردار ہیں جنت سے حور پکارتی ہے کہ یہ شخص ہمارے پاس آنے والا ہے (حدیث) قرآن مجید شہداء کے متعلق ارشاد فرماتا ہے ویتبشرون بالذین لم یلحقوا بہم من خلفہم الا خوف علیہم ولا ہم یحزنون معلوم ہوا کہ شہداء کی رو میں جنتی دوزخیوں کو پہچانتی ہیں۔ رب فرماتا ہے عالم الغیب فلا یظہر علی غیبہ احد الا من ارتضیٰ من رسول۔ اور فرماتا ہے کل انسان الزمناہ طائرہ فی عنقہ جس سے معلوم ہوا کہ ہر شخص کی سعادت و شقت کی تختی اس کے گلے میں پڑی ہے جسے آنکھ والے پڑھتے ہیں اگر یہ بات کسی کو بتانا نہ ہوتی تو اس کی تختی ہر ایک کے گلے میں ڈالنے کے کیا معنی ہوتے اس کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق دیکھو۔

تفسیر صوفیانہ: خشکی کی سواری سے سمندر میں سفر نہیں کیا جاسکتا اور تری کی سواری سے خشکی کے راستے طے نہیں ہوا کرتے۔ ریل سے سمندر پار نہیں کر سکتے اور بحری جہاز سے عرب کا ریگستان طے نہیں ہوتا۔ ہر شخص کے سامنے دو سواریاں ہیں ہوی (خواہش نفسانی) دو سری ہدی (ہدایت جتانی) راہ مولیٰ ہوی کی سواری سے ہرگز طے نہ ہوگا ہوی تو دوزخ کے ہادیہ کی سواری ہے۔ کفار تکبار ہوی کی سواری کے سوار ہیں۔ اے مسلمان اگر تو ان کے پیچھے چلے گا تو اللہ کے راستے سے تجھے یہ بہکادیں گے ہوی کی سواری کے دوپٹے ہیں ظن اور حرص یعنی پچھلوں کے گمان اور اپنے اندازے اس سواری کا کھینچنے والا نفس امارہ ہے راہ دکھانے والا شیطان ہے اس کا پلیٹ فارم جہاں سے یہ سواری ملتی ہے شیطانی لوگوں کی صحبتیں ہیں ہوی کی سواری کے بھی دوپٹے ہیں۔ خوف خدا عشق جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اس کا انجن قلب مومن ہے اس کے راہبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اس گاڑی کا پلیٹ فارم حضرات اولیاء اللہ کے آستانے ہیں۔ رب جانتا ہے کہ گمراہ کون ہے ہدایت پر کون یہ فیصلہ تم نہیں کر سکتے لہذا رب جس کے دروازہ پر تمہیں بھیجے وہاں ہی تم کو ہدایت ملے گی۔ جس سے وہ رو کے وہ جگہ گمراہی کی ہے اس سے بچو۔ اس آیت میں من فی الارض فرما کر یہ بتایا کہ دنیا دار خود بھی زمین میں رہتے ہیں ان کا دل دماغ سارے قوی بھی زمین میں یہ فرشی لوگ تم کو عرشی ہدایت کیسے دے سکتے ہیں ایمان و تقویٰ حاصل کرنے کے لئے اس کی اطاعت کرو جس کا جسم اگرچہ فرشی ہو اور وہ انما انا بشر مثکم فرماوے مگر اس کا دل دماغ عرشی ہو جس کی زبان مخلوق کی طرف ہو اور کان خالق کی طرف وہ فی الارض نہیں بلکہ فی الارض اور فی العرش ہے خود عرشی ہے مگر فرش والوں کے لئے ان کی رہبری کے لئے تشریف لایا ہے وہ حضور محمد مصطفیٰ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) جنہیں رب نے نور فرمایا جس کا جسم فرشی ہے مگر زبان و وہاں نور عرشی ہے۔

فَكُلُوا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ رَاٰتِ مُؤْمِنِيْنَ ۝ وَمَا لَكُمْ

پس کھاؤ اس سے کہ ذکر کیا گیا نام اللہ کا اور پراسے اگر ہوؤ تم اس کی آیتوں پر ایمان والے اور کیا حال سے تمہارا

تو کھاؤ اس میں سے جس پر اللہ کا نام یاد کیا اگر تم اہل کی آیتیں مانتے ہو تمہیں کیا ہوا کہ

اَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِّرَ اسْمُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ

یہ کہ نہ کھاؤ تم اس میں سے کہ ذکر کیا گیا نام اللہ کا اور پراسے حالانکہ بے شک تفصیلاً بیان کر دیئے واسطے تمہارے

اس میں سے نہ کھاؤ جس پر اللہ کا نام یاد کیا وہ تو تم سے مفصل بیان کر چکا جو کچھ تم پر حرام

اَلَا مَا اضْطُرُّرْتُمْ اِلَيْهِ وَاِنْ كَثِيْرًا لِّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَاءِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ

وہ جو حرام کئے اور پر تمہارے سوا اس کے کہ مجبور کر دیئے جاؤ تم طرف اس کے اور تحقیق بہت سے لوگ ابتر گمراہ ہوتے

ہوا مگر جب تمہیں اس سے مجبوری ہو اور بے شک بہتیرے اپنی خواہشوں سے گمراہ کرتے ہیں

إِنَّ رَبَّكَ هُوَ أَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِينَ ﴿٥٢﴾

میں اپنی خرابیوں سے بغیر علم کے بے شک رب تمہارا وہ جاننے والا ہے جس سے بڑھنے والوں کو

بے جانے بے شک تیرا رب حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے۔

تعلق: اس آیت کا پچھلی آیات کریمہ سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں مسلمانوں کو کفار کی خواہشات کی پیروی سے روکا گیا تھا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ تم مشرکین و کفار کی باتوں میں نہ آؤ۔ ذبیحہ جانور کھاؤ، مردار نہ کھاؤ۔ گویا اجمل کے بعد تفصیل کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ذبیحہ کے متعلق کفار کے اعتراض کا ذکر تھا کہ تم مسلمان خدا کا مارا جانور یعنی مردار حرام کہتے ہو اور اپنا مارا یعنی ذبیحہ حلال جانتے ہو۔ اب اس کا جواب ارشاد ہو رہا ہے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ ذبیحہ کا خون اللہ کے نام پر بہا دیا جاتا ہے لہذا حلال ہے۔ مردار وغیرہ میں یہ بات نہیں لہذا حرام ہے اس حلت و حرمت کی وجہ اللہ کے نام پر خون بہنا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں توحید پرست زور دیا گیا اب ان غذاؤں کو حرام کیا جا رہا ہے جس کا تعلق مشرکانہ افعال سے ہے۔ یعنی مردار اور بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور کھانا۔ گویا یہ کلام گزشتہ کا تہہ ہے۔

شان نزول: عام مفسرین فرماتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول وہی ہے جو اوپر بیان ہوا یعنی مشرکین مکہ کا یہ اعتراض کہ تم خدا کا مارا حرام جانتے ہو اور اپنا مارا حلال۔ مگر امام ابو منصور فرماتے ہیں کہ بعض مسلمان گوشت وغیرہ اچھی غذاؤں سے بچنے لگے تھے یہ سمجھ کر کہ اعلیٰ غذا ئیں کھانا تقویٰ اور نفس کشی کے خلاف ہے۔ تقویٰ یہ ہے کہ موٹا کھاؤ، موٹا پہنو۔ ان کی فہمائش کے لئے یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (تفسیر روح المعانی) واللہ ورسولہ اعلم۔

تفسیر: لکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ یہ عبارت اگلی شرط ان کتتم مٹومنین کی جزا نہیں ہے۔ کیونکہ ف جزائیہ شرط سے پہلے نہیں آتی بلکہ یہ گزشتہ عبارت پر مرتب ہے اور ف ترتیب کی ہے یعنی مشرکین کی خواہشات کی پیروی نہ کرو لہذا ذبیحہ کھاؤ۔ کیونکہ کفار کے نزدیک حرام و حلال کا معیار صرف ان کے اور ان کے باپ داداؤں کے خیالات ہیں۔ تمہارے لئے اس کا مدار وحی الہی اور نبوت مصطفویٰ ہے۔ کلو امیں خطاب کفار سے نہیں بلکہ مسلمانوں سے ہے جیسا کہ ان کتتم مٹومنین سے معلوم ہو رہا ہے۔ کلو امراباحت کے لئے ہے، وجوب کے لئے نہیں کیونکہ گوشت کھانا فرض یا واجب نہیں حلال و مباح ہے۔ کھانا کبھی فرض ہوتا ہے، کبھی سنت، کبھی مستحب، کبھی مکروہ، کبھی حرام۔ جان جانے پر کچھ کھا کر جان بچانا فرض ہے روزہ کے افطار کے لئے کچھ کھانا فرض ہے روزانہ دو تین وقت کھانا، یونہی رمضان میں سحری کھانا سنت ہے، پیٹ سے زیادہ کھانا مکروہ ہے۔ سفر صحت غذا ئیں کھانا حرام ہے، بھوک سے کم کھانا بھی مستحب ہے غرضیکہ جیسے روزہ نماز وغیرہ۔ عبادات کبھی فرض ہوتی ہیں، کبھی سنت، کبھی مستحب، کبھی حرام۔ یونہی کھانا بھی مومن کے لئے عبادت ہے۔ اس کے بھی اتنے ہی احکام ہیں۔ معائین من تبیینہ ہے کیونکہ جانور کے سارے اعضاء نہیں کھائے جاتے۔ خون، پتہ، ذکر، فوتے، فرج، دیر وغیرہ اعضاء حرام ہیں۔ مائے مراد وہ حلال جانور ہے جس میں بہتا ہوا خون ہو کیونکہ بغیر خون والا جانور بغیر ذبح ہی حلال ہے۔ جیسے مڈی لور پھلی۔ ذکر سے مراد ہے زبان سے اللہ کا نام لیانا کہ صرف دل سے ہرچ لینا۔ علیہ سے مراد ہے علی ذبحہ۔ اسم اللہ فرما کر ذبح کرنے کا

ارشاد ہوئے۔ ایک یہ کہ جس کے ذبح پر اللہ کا نام نہ لیا جائے وہ بھی نہ کھاؤ۔ دوسرے یہ کہ جس کے ذبح پر اللہ کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام بھی لیا جائے وہ بھی نہ کھاؤ کہ یہ دونوں جانور حرام ہیں۔ اتنی قیدیں اس آیت میں بیان ہوئیں ایک شرط حدیث شریف سے معلوم ہوئی وہ یہ کہ ذبح کرنے والا مشرک یا مرتد نہ ہو، مسلمان یا کتابی ہو ان قیود کا ضرور خیال رکھا جائے۔ ان کتبہ ہا یا تا مٹو منین یہ جملہ علیحدہ ہے یہ عبارت شرط ہے اس کی جزاء پوشیدہ ہے جو فکلو الخ سے معلوم ہوئی (روح المعانی) اس میں بھی خطاب مسلمانوں سے ہی ہے یعنی اگر تم اللہ تعالیٰ کی آیات پر صحیح طور پر ایمان رکھتے ہو تو ایسے ذبیحہ کو کھاؤ اسے حرام نہ جانو حلال جانو۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں حصر مقصود ہے ورنہ ایسے ذبیحہ کو مشرکین مکہ بھی حلال جانتے تھے فرق یہ تھا کہ وہ اس کے علاوہ اور جانوروں مردار بتوں کے نام پر ذبح کئے کو بھی حلال سمجھتے تھے۔ مسلمانوں سے کہا گیا تم صرف اسی ذبیحہ کو ہی حلال جانو دوسروں کو حرام (کبیر)۔ چونکہ ایسے ذبیحہ کی حلت اور مردار کی حرمت قرآنی آیت سے صراحتہً ثابت ہے تو ان کا منکر ان آیتوں کا منکر ہے اور قرآن مجید کی ایک آیت کا انکار ساری آیتوں کا انکار ہے۔ اس لئے ہا یا تا جمع ارشاد ہوا وما لكم ان لا تاكلوا مما ذكر اسم الله عليه یہ عبارت نیا جملہ ہے لہذا اس میں واو ابتداء ہے۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ ما ینہ ہے مگر قوی یہ ہے کہ ما استفہام کا ہے اور استفہام انکار اور نفی کے لئے ہے مبتداء ہے اور لكم خبر ان لا تاكلوا سے پہلے فی پوشیدہ ہے اور یہ بھی اس کے متعلق ہے جس کے متعلق لكم ہے۔ اس سوال میں عجیب کرم نوازی ہے بلا تشبیہ سمجھنے کے لئے یوں غور کرو کہ کسی کا پیار اچھ کھانا چھوڑ دے تو مہربان باپ بار بار پوچھے کہ تیرا کیا حلال ہے تو روٹی کھانا کیوں نہیں؟ تجھے کیا ہوا؟ کیا شکایت ہے؟ یہ سوال اظہار کرم کے لئے ہوتا ہے بندہ نواز رب جو اپنے محبوب کی امت پر مہربان ہے زیادہ مہربان ہے ہم سے پوچھتا ہے کہ تم اچھی غذا میں کھاتے کیوں نہیں؟ تمہیں کیا ہوا؟ تمہارے اچھانہ کھانے اچھانہ پہننے سے ہمارے حبیب کو دکھ ہوتا ہے۔ ان کے دکھ سے ہم کو ایذا ہوتی ہے۔ لہذا آیت کے معنی واضح ہیں بلی ذکر اور اسم اللہ نیز علیہ کے متعلق ابھی پچھلی آیت کی تفسیر میں عرض کیا گیا وہی تفسیر یہاں ہے اور معانی تحقیق بھی کر دی گئی اس میں بھی خطاب مسلمانوں سے ہی ہے یعنی اے مسلمانو تمہیں کون سا عذر دہانہ ہے۔ اس بات میں کہ اس جانور کا گوشت نہ کھاؤ جس کے ذبح کے وقت اللہ کا نام لیا گیا۔ مقصد یہ ہے کہ کوئی وجہ نہیں کوئی عذر نہیں کہ تم اسے حلال نہ جانو اور اس کا گوشت نہ کھاؤ اس فرمان عالی میں ان لوگوں کو بھی تنبیہ ہے جو گوشت وغیرہ چھوڑنے کو تقویٰ و پرہیزگاری سمجھتے ہیں مقصود یہ ہے کہ تم کو اچھی غذا میں نقصان نہیں دیں گی کیونکہ جس کھانے پینے کے اول آخر اللہ کا نام لیا جائے وہ نقصان نہیں کر سکتا اس کا نام تریاق ہے اس لئے مومن کھاتے پیتے چلتے پھرتے سوتے جاگتے جیتے مرتے اللہ کا نام لیتا ہے۔ لہذا تم اعلیٰ غذا میں حلال گوشت کھاؤ اس سے تمہارا تقویٰ نہیں گزرے گا۔ یہاں میرا نام اپنا اثر دکھائے گا اور ان لوگوں کو بھی جو اس سے بحیرہ سائبہ، وسیلہ، حام وغیرہ جانوروں کو حرام سمجھتے تھے۔ جو بتوں کے نام پر چھوڑ دیئے گئے اور اللہ کے نام پر کیا گیا ہو وہ حلال ہے۔ اس کے کھانے میں تم کو کوئی عذر نہ ہونا چاہئے۔

وقد فصل لكم ما حرم عليكم۔ ہماری قرأت میں فصل اور حرم دونوں معروف کے صیغے سے ہیں ان دونوں کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے بعض قراتوں میں دونوں مجہول ہیں، فصل ف کے پیش سے اور حرم ح کے پیش سے۔ یہ عبارت گذشتہ آیت کے انکار سے حل ہے۔ فصل بنا ہے تفصیل سے جس کا مادہ فصل معنی جدا ہے۔ تفصیل کے معنی ہیں ہر چیز کو الگ الگ کر کے بیان کرنا ما سے مراد وہ جانور ہیں جو اسلام میں حرام ہوں خواہ اصلاً حرام ہوں جیسے سور کتا وغیرہ یا عارضی حرام جیسے مردار وغیرہ۔ یعنی تم کو

حلال ذبحہ کھانے میں کیا عذر ہے۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے ان جانوروں کو تفصیل واریان فرمایا ہے جو تم پر اس نے حرام کئے۔ اس میں گفتگو ہے کہ رب نے کب اور کہاں حرام جانوروں کی تفصیل بیان فرمائی۔ اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ اس سے اشارہ اس آیت کی طرف ہے حرمت علیکم الميتہ الخ مگر امام رازی نے اس پر یہ اعتراض کیا کہ وہ آیت سورہ مائدہ کی ہے اور سورہ مائدہ منیٰ ہے سورہ انعام کی لہذا وہ آیت پیچھے آئی یہ آیت پہلے پھر فصل ماضی فرماتا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اس سے اشارہ اس آیت کریمہ کی طرف ہے جو سورہ انعام میں ہی آگے آئے گی قل لا اجد لہما اوحی الی الخ کہ وہ آیت اگرچہ ترتیب میں اس آیت کے بعد ہے مگر نزول میں اس سے پہلے ہے لہذا فصل ماضی فرماتا درست ہے۔ تفسیر صلی نے پہلا قول درست فرمایا اور فرمایا کہ اگرچہ آیت حرمت علیکم الميتہ نزول میں اس آیت کے بعد ہے مگر ترتیب عرشی میں اس سے پہلے ہے اور موجودہ ترتیب قرآنی اسی ترتیب لوح محفوظ کے مطابق ہے لہذا فصل ماضی فرماتا علم الہی کے اعتبار سے درست ہے۔ تیسرے یہ کہ فصل لکم میں اشارہ ان احادیث کی طرف ہے جن میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حرام جانوروں کو بالتفصیل بیان فرمایا کہ ہر کیل والا شکاری جانور اور ہر پنجہ والا شکاری پرندہ حرام ہے اور کیرے کوڑے چوہے سانپ وغیرہ حرام ہیں۔ فقیر کے نزدیک یہ تیسرا احتمال زیادہ قوی ہے کیونکہ قرآن مجید میں سو اسور کے کوئی جانور کتابی وغیرہ حرام نہیں کئے اور سور کا بھی صرف گوشت حرام فرمایا اس کے باقی اعضاء حدیث شریف نے ہی حرام کئے۔ حدیث پاک بھی رب تعالیٰ ہی کا کلام ہے۔ اس لئے اسے وحی غیر منکوحہ کہتے ہیں۔ دیکھو تفسیر روح المعانی یہی مقام۔

قول حق قرآن ہے قول پیغمبر ہے حدیث نام ہی کا فرق ہے تقریر ہے دونوں کی ایک

خیال رہے کہ رنگتیں آنکھ محسوس کرتی ہیں لذتیں زبان اچھی بری آوازوں میں کان فرق کرتے ہیں۔ چیزوں کی بھلائی برائی عقل سے معلوم کی جاتی ہے مگر حواس ظاہری غلطی کم کرتے ہیں عقل میں یہ قصور ہے کہ یہ برائی بھلائی معلوم کرنے میں ٹھوکریں بہت کھاتی ہیں۔ خود ہم ایک وقت میں ایک چیز کو اچھا سمجھتے ہیں۔ دوسرے وقت برے۔ بچپن میں کھیل کود اچھا معلوم ہوتا تھا علم و ادب برا لگتا تھا مگر جوانی میں اس کے برعکس۔ بہ یک وقت ایک شخص کسی چیز کو اچھا سمجھتا ہے دوسرا بر اللہ ابندوں کی یہ مجبوری کسی ایسے معیار کی تلاش میں تھی جس سے برائی بھلائی کا صحیح پتہ لگے وہ معیار حق و باطل ذات پاک مصطفیٰ ہے کیونکہ سب کے پاس صرف عقل ہے اس ذات کریم کے پاس وحی الہی ان کی زبان پر رحمن بولتا ہے اس لئے ارشاد ہوا الفصل لکم اور آگے فرمایا کہ بہت سے لوگ لوگوں کو اپنی خواہشات سے گمراہ کرتے ہیں کہ ان کے پاس ہوا ہے محبوب کے پاس علم خدا الا ما اضطررتم الہیہ عبارت مستثنیٰ ہے ما حرم علیکم سے۔ اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں۔ آسان ترکیب یہ ہے کہ الا معنی لکن ہے ما موصولہ ہے معنی وہ جانور اور اضطررتم الخ اس کا صلہ ہے یعنی لیکن وہ جانور حرام نہیں جس کے کھانے کی طرف تم مجبور کئے جاؤ اس وقت تمہارے لئے ہر حرام جانور حلال ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ الا اپنے ہی معنی میں ہے اور ما مصدر یہ ہے۔ اس سے پہلے وقت پوشیدہ ہے الیہ کا مرجع ما حرم کلام ہے۔ معنی یہ ہیں کہ مگر تمہاری مجبوری کے وقت کہ اس وقت وہ حرام جانور حلال ہیں۔ خیال رہے کہ مجبوری کی دو صورتیں ہیں۔ (1) کسی جگہ مسلمان پھنس گیا بھوک سے جان نکل رہی ہے اور سوا مردار یا حرام جانور کے اور کوئی چیز نہیں جسے کھا کر جان بچائے۔ (2) کوئی ظالم آدمی کسی مسلمان کو مجبور کر رہا ہے کہ یہ حرام جانور کھاوے۔ نتیجہ قتل کرتا ہوں ان اوقات میں یہ جانور اس کے لئے حلال ہے

اگر نہ کھائے گا جان دیدے گا تو گنہگار ہو گا کیونکہ وہ گویا خود کشی کر کے حرام موت مرے گا و ان کثیرا " لفضلون
 با ہوا انہم بغیر علم۔ یہ نیا جملہ ہے جس میں کفار کے ایک عیب کا ذکر ہے کہ وہ لوگوں کو محض اپنی خواہش سے گمراہ کرتے ہیں
 کہ بحیرہ سائبہ وغیرہ حلال جانوروں کو تو حرام سمجھتے ہیں اور مردار کو حلال۔ یہاں علم سے مراد وہ علم ہے جس کا ماخذ وحی الہی ہو۔
 ان رک ہو ا علم بالمعتلین۔ اس فرمان عالی میں انہی گمراہ کرنے والوں پر سخت عتاب ہے 'معتدی بننا ہے عدو سے معنی
 حد سے بڑھنا حرام چیز کو حلال جاننا بھی حد سے بڑھنا ہے اور حلال چیز کو حرام سمجھنا بھی حد سے بڑھنا ہے۔ یہ دونوں قسم کے لوگ
 سخت سزا کے مستحق ہیں کیونکہ ایسے لوگ کافر ہیں اور کافر ہمیشہ کادوزخی ہے۔ لہذا جو گائے بکری کو حرام کہے وہ بھی اسلام سے
 خارج ہے۔ جو سور وغیرہ کو حلال کہے وہ بھی خارج۔ اللہ تعالیٰ ان دونوں قسم کے حد سے بڑھنے والوں کو خوب ہی جانتا ہے انہیں
 وہ سزا دے گا جس کے وہ مستحق ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ اپنا جمل اپنا مکمل اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھنا پسند
 فرماتا ہے اس لئے جگہ جگہ اپنے کو دیکھ فرماتا ہے ہم اپنا جمل آئینہ میں دیکھتے ہیں ایک صنایع اپنا مکمل اپنی خاص صنعت میں دیکھتا
 ہے۔ رب اپنے کو اپنے محبوب کے شیشہ میں دیکھتا ہے۔ جاننا غضب کے لئے بھی ہوتا ہے کرم کے لئے بھی یہاں غضب کا علم
 مراد ہے

خلاصہ تفسیر : رب نے ہماری غذا میں تین قسم کی بنائی ہیں۔ جملوات جیسے نمک یا کبھی گیرو وغیرہ جو بطور دوا کھائی جاتی
 ہیں۔ نباتات جیسے سبزیاں، حیوانات، پھر جملوات اور نباتات میں کوئی غذا حرام بعینہ نہیں بلکہ ان کی حرمت کے دو قاعدے ہیں
 مضر ہونا یا نشہ آور ہونا۔ زہر حرام ہے کہ مضر ہے بھنگ ایون کھانا حرام ہے کہ نشہ آور ہے حتیٰ کہ اگر زہر مضر نہ رہے ایون نشہ نہ
 دے تو حرام نہیں۔ بعض دواؤں میں سکیمیا مارا ہوا، بعض میں بھنگ ایون اطباء استعمال کراتے ہیں جو نہ مضر ہوتی ہے نہ نشہ دہی
 ہے مگر حیوانات چار طرح کے ہیں۔ حرام بعینہ جیسے سور کتا گدھا وغیرہ حرام غیرہ جیسے مردار بکری گائے۔ حرام مع غیرہ جیسے
 دوسرے کی بکری جو اس کی بغیر اجازت ذبح کر لی گئی کہ وہ حرام ہے لیکن اگر مالک اجازت دیدے تو حلال ہے۔ چوتھے حلال اس
 آیت کریمہ میں حلال جانوروں کے ذبح کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوا اے مسلمانو جب تم من چکے کہ ذبیحہ اور مردار میں فرق نہ
 کرنے والے گمراہ بھی ہیں، گمراہ گمراہ بھی تو تم ان لوگوں کی بات نہ سناؤ ہر وہی حلال جانور شوق سے کھاؤ جس کو اللہ کے نام پر ذبح کیا
 گیا ہو اور جو اللہ کے نام پر ذبح نہ کیا گیا ہو اس کے قریب نہ جاؤ۔ ذبیحہ اور مردار میں یہی فرق ہے کہ ذبیحہ کا خون اللہ کے نام پر بہایا
 گیا اور مردار کا خون اس کے نام پر نہیں بہایا گیا۔ مشرکین یہ فرق نہیں سمجھتے اگر تم اللہ کی آیتوں پر ایمان رکھتے ہو تو ذبیحہ اور
 مردار میں ضرور فرق کرو تم خود سوچو کہ اب تم کو کیا ہذر ہو سکتا ہے اس میں کہ تم اللہ کے نام کا ذبیحہ کھاؤ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب
 کی زبان سے تمام حرام جانور تفصیل وار بیان فرمادیئے پس وہ جانور تو حرام ہیں۔ باقی ان کے سوا سب حلال مگر ہاں جو جانور
 ہمارے محبوب کی معرفت حرام کئے گئے ان میں بھی یہ رعایت ہے کہ جب تم کسی وقت ان کے کھانے پر مجبور ہو جاؤ خواہ اس
 طرح کہ تم کو کوئی وہ کھانے پر مجبور کر رہا ہے ورنہ تمہیں جان سے مار دیتا ہے۔ یا اس طرح کہ بھوک سے تمہاری جان نکل رہی
 ہے اور سوا اس حرام کے اور کوئی بھی چیز نہیں ہے جسے کھا کر تم جان بچاؤ تو وہ تم پر حرام نہیں۔ تمہارے لئے بقدر ضرورت حلال
 ہے۔ بہت کفار محض اپنے خیال سے ہی لوگوں کو بہکاتے پھرتے ہیں کہ حرام جانوروں کو حلال کہتے ہیں اور حلال کو حرام تم ان
 سے بچو یہ لوگ حد سے بڑھے ہوئے ہیں۔ رب تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں کو خوب جانتا ہے انہیں سخت سزا دے گا تم ان کے

کے میں نہ آور نہ تم بھی ان کی طرح سز پاؤ گے۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : نماز، روزہ، حج وغیرہ کی طرح کھانا بھی اللہ کی عبادت ہے مومن کے لئے کیونکہ جیسے دوسری عبادات کا حکم دیا گیا ہے ایسے ہی کھانے کا بھی حکم ہے۔ بہت جگہ ہے اقیموا الصلوۃ اور بہت جگہ ہے کلو۔ یہ فائدہ یہاں کلو فرمانے سے حاصل ہوا۔ دیکھو نکاح سنت انبیاء ہے مگر حضرت یحییٰ و عیسیٰ علیہم السلام نے نکاح نہیں کیا مگر کھانا وہ سنت ہے کہ از آدم تا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب ہی نبیوں نے ضرور کھایا جو شخص بھوک سے جان دیدے بھوک بڑھتا رہتا یا مرن برت رکھ کر وہ حرام کی موت مرے گا۔ دوسرا فائدہ : جس حلال جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر دیا گیا وہ حلال ہے اس کی زندگی میں اس پر خواہ کسی کا نام لیا ہو لہذا آگیا رہو میں شریف اکبر اولیاء اللہ کی فاتحہ کا مرغ وغیرہ حلال ہیں کہ وہ اللہ کے نام پر ذبح کئے گئے۔ یہ فائدہ معاذ کو الخ کے عموم سے معلوم ہوا۔ مسئلہ : مگر اس فرمان علی میں دو قیدیں لگانی ضروری ہیں ایک یہ کہ وہ جانور کسی بت کے تھان پر ذبح نہ کیا گیا ہو اگر ایسا کیا تو حرام ہو گا اگرچہ اللہ کے نام پر ہی ذبح کیا جائے۔ رب فرماتا ہے او فبح علی النصب۔ دوسرے یہ کہ ذبح کرنے والا مسلمان یا اہل کتاب ہو مرتد یا مشرک یا کافر ذبح کرے تو حرام ہے اگرچہ اللہ کے نام پر ذبح کرے (حدیث شریف)۔ تیسرا فائدہ : حلال جانور کے سارے اعضاء حلال نہیں بعض حرام بھی ہیں جیسے خضے و ذکر، فرج وغیرہ۔ یہ فائدہ محل کے من سے حاصل ہوا کہ یہ من تبغیہ ہے۔ چوتھا فائدہ : اگر اللہ کے نام کے ساتھ ذبح کے وقت کسی اور کا نام بھی لے لیا گیا تو بھی جانور حرام ہے۔ یہ فائدہ ذکر اسم اللہ سے حاصل ہوا لہذا اگر پورا کلمہ طیبہ یا درود شریف پڑھ کر ذبح کیا گیا تو جانور حرام ہو گیا کہ ان دونوں چیزوں میں اللہ کے نام کے ساتھ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ہے۔

لطیفہ : بعض عشاق کہتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام رحمت ہے اور ذبح قہر کا نام ہے۔ لہذا قہر والے کام پر رحمت والا نام نہ لو بلکہ اس اللہ کا رحمت والا نام بھی نہ لو اسے رحمت و رحیم کہہ کر ذبح نہ کرو اسی لئے صرف بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کر ذبح کرتے ہیں۔ پوری بسم اللہ نہیں پڑھتے۔ پانچواں فائدہ : حلال جانوروں کو حرام سمجھنا کفر ہے۔ یہ فائدہ ان کتب ماہاتہ مومنین سے حاصل ہوا ایسا شخص گویا ساری آیات قرآنیہ کا منکر ہے۔ چھٹا فائدہ : بحیرہ سائبہ، وسیدہ وغیرہ جانور جو بتوں کے نام پر اہل عرب چھوڑ دیتے تھے یونہی ہندوؤں کے ساتھ (بجائے) حلال ہیں اگر بسم اللہ کہہ کر مسلمان ذبح کرے تو کھلا۔ یہ فائدہ وما لکم ان لا تا کلو الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعہ سے پیدائشی واقف تھے ہزار ہا احکام قرآنی ان کی آیات آنے سے پہلے ہی لوگوں کو بتا دیئے تھے بلکہ ان پر عمل کرا دیا تھا۔ دیکھو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نزول قرآن ظہور وحی سے پہلے بھی کبھی حرام جانور، مرداریوں ہی بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور نہ کھایا شراب وغیرہ محرمات کے قریب نہ گئے۔ گانا ناچ اور دوسرے برے کاموں سے ہمیشہ دور رہے انہیں قدرت نے خاص حسن کے سانچے میں ڈھلا تھا۔

خدا نے ان کو اپنے حسن کے سانچے میں ڈھلا ہے وہ آئے لیکن آئے سب حسینوں سے حسین ہو کر!!

یہ فائدہ قد فصل لکم کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی مسلمان کو حرام اور مردار جانور کھانے کی اجازت نہ دی۔ یہ آیات تو بہت عرصہ بعد آئیں۔ وضو، غسل کی آیتیں حکم نماز سے آٹھ برس بعد آئیں مگر حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں بھی مسلمانوں کو وضو غسل کر اگر نمازیں پڑھوائیں۔ آٹھواں فائدہ: خاص مجبوری کی حالت میں حرام جانور بقدر ضرورت حلال ہو جاتا ہے، حرام رہتلی نہیں لہذا اگر کوئی ایسی حالت میں یہ نہ کھائے اور مرجائے تو گنہگار حرام موت مرے گا خود کشی کا مرتکب ہو گا۔ یہ فائدہ الا ما اضطررتمہ میں الا فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں الا ارشاد ہوا ہے حرم کے بعد جس نے حرمت توڑ دی (تفسیرات احمدیہ) یہ مقام۔ خیال رہے کہ اس مجبوری کی تین صورتیں ہیں۔ دو صورتوں میں حرام چیز کا کھاپی لینا واجب ہو جاتا ہے کہ اگر بغیر کھائے پئے اپنی جان دیدی تو حرام موت مرا ایک یہ کہ بھوک یا پیاس سے جان نکل رہی ہے اور سواء حرام غذا میں یا نجس پانی یا شراب کے اور کچھ پاس نہیں۔ واجب ہے کہ یہ چیزیں کھائے پئے جان بچائے دوسرے یہ کہ کوئی ظالم ہم کو ان چیزوں کے کھانے پر مجبور کر رہا ہے نہ کھائیں تو قتل کئے دیتا ہے۔ اس صورت میں بھی کھانا پینا واجب ہے مگر بقدر ضرورت۔ تیسرے یہ کہ کوئی سخت بیمار ہے۔ طبیب مسلمان متقی حاذق کہتا ہے کہ تیری شفا شراب وغیرہ کے سوا کسی میں نہیں تو بیمار کو اب بقدر علاج حرام چیز کھاپی لینا جائز ہے واجب نہیں۔ اگر نہ کھائے مر جائے تو خود کشی کا مرتکب نہ ہو گا کیونکہ اس صورت میں اس دواء میں شفا ہونا یقینی نہیں طبیب کی تجویز غلط ہو سکتی ہے خود علاج کرنا ہی واجب نہیں کوئی دوا بالکل نہ کرے مرجائے تو گنہگار نہیں ہاں اگر پیغمبر فرمادیں کہ تیری شفا اس حرام میں ہے تو اب اس کا کھانا واجب ہو گا نہ کھائے گا تو خود کشی حرام موت مرے گا کہ اب اس میں شفا یقینی ہے جیسا کہ عربہ والے لوگوں کا واقعہ ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان بیماروں کو لونٹ کا دودھ اور پیشاب پینے کا حکم دیا۔ یہ فرق خیال میں رہے۔

نواں فائدہ: حلال جانوروں کو حرام جانا اور حرام کو حلال سمجھنا گمراہی اور طریقہ کفار ہے۔ یہ فائدہ لمضلون یا ہوا انہم الخ سے حاصل ہوا۔ وہ بخیرہ سابقہ حلال جانوروں کو تو حرام سمجھتے تھے مگر مردار کو حلال جانتے تھے۔ لطیفہ: مولوی رشید احمد صاحب نے فتویٰ رشیدیہ میں حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی سبیل کے شربت کو حرام لکھا مگر مندوؤں کی دیوالی، ہولی کی پوری کچوریوں کو حلال کہا افسوس۔ دسواں فائدہ: اسلامی قانون یہ ہے کہ حرام چیزوں کا ذکر تفصیل سے ہو اور حلال چیزوں کی تفصیل کی ضرورت نہیں کیونکہ جسے شریعت حرام نہ کرے وہ حلال ہوتی ہے اسی کو کہتے ہیں کہ اصل اشیاء میں اباحت ہے۔ یعنی جس کی حرمت کا ذکر نہ ہو وہ حلال ہے۔ یہ فائدہ فصل لکم ما حرم علیکم سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے حرام عورتوں کی تفصیل بیان کی اور حلال عورتوں کے متعلق فرمایا و احل لکم ما وداہ فالکم اور فرماتا ہے قل لا اجد لہما اوحی الی معرما "علی طاعم۔ ان سب سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس چیز کو شریعت حرام نہ کرے اس سے خاموشی ہو وہ حلال ہے۔ گیارہواں فائدہ: گمراہ سے گمراہ گریب تر ہے کہ اس کا نقصان دوسروں کو پہنچتا ہے سانپ کا زہر جان لیتا ہے گمراہ کن آدمی کا زہر ایمان لیتا ہے۔ یہ فائدہ لمضلون الخ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا افکلو الوریہ امر ہے "امروہوب کے لئے آتا ہے تو کیا حلال جانور کا کھانا مسلمان پر فرض ہے اور کھانا حرام ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں۔ ایک یہ کہ یہ امر وہوب کے لئے نہیں صرف مباح کرنے کے لئے ہے۔ قرآن مجید میں مباح کرنے کے لئے بھی امر آتے ہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے و اذا حللتم فاصطادوا جب تم احرام سے حلال ہو جاؤ تو شکار کرو۔ دیکھو شکار کرنا اس وقت فرض نہیں صرف مباح و جائز ہے۔ دوسرے یہ کہ کلو اسے مراد ہے اسے کھانا حلال جانور حرام مت سمجھو واقعی یہ فرض ہے۔ تیسرے یہ کہ مخالفت کفار کے لئے ذبیحہ کھانا

فرض ہے ان کی موافقت کے لئے چھوڑنا حرام ہے۔ ہندو دھرم کی رعایت کے لئے گائے چھوڑنا حرام ہے، دیکھو سیدنا عبد اللہ ابن اسلام نے یسویہ کی رعایت کے لئے اونٹ نہ کھانے کا ارادہ کیا تھا تو رب تعالیٰ نے فرمایا اَدْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَآلِہِ اسلام میں پورے پورے آ جاؤ، آدھا تیرا آدھا میرا نہ رہو۔ دوسرا اعتراض: تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ جو جانور اللہ کے نام پر ذبح ہو جائے وہ حلال ہے مگر فقہاء کا یہ قول اس آیت کے خلاف ہے (دہلی)۔ جواب: حضرت امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ اس جانور کو حلال فرماتے ہیں وہ بھی بڑے فقیہ ہیں جن فقہانے اسے حرام کہا ہے۔ انہوں نے تقریباً "المہم کی قید لگائی ہے یعنی جو شخص بادشاہ کی عبادت کی نیت سے اس پر بھیٹ چڑھانے کے لئے جانور ذبح کرے وہ کافر مرتد ہو گیا اور مرتد کا ذبیحہ حرام ہے۔ اگرچہ بسم اللہ سے ذبح کرے اگر بادشاہ مہمان بن کر کسی کے گھر آوے اور اس کی دعوت کے لئے جانور ذبح کرے تو حلال ہے۔ تیسرا اعتراض: غذا میں نباتات بھی ہیں جمادات بھی اور حیوانات بھی اس کی کیا وجہ ہے کہ نباتات جمادات کے کھانے میں کوئی قید نہیں صرف ضرر یا نقصان نہ دینے کی قید ہے مگر جانوروں کے کھانے کے لئے بہت سی قیدیں ہیں وجہ فرق کیا ہے؟ جواب: وجہ یہ ہے کہ جانور علاوہ کھانے کے اور جگہ بھی استعمال ہوتے ہیں ان کی قربانی دی جاتی ہے۔ انہیں بتوں پر چڑھایا جاتا ہے، ان کو بت خانوں میں بھیٹ کیا جاتا ہے، مسلمانوں کو ان کفار کی مشابہت سے بچانے کے لئے یہ پابندیاں لگائی گئیں۔ طلوع و غروب کے وقت نماز و سجدہ حرام کیا گیا کہ ان میں کفار سے مشابہت ہے۔ اسی طرح بتوں وغیرہ کے نام کے جانور حرام کئے گئے کہ ان میں کفار سے مشابہت ہے جمادات اور نباتات میں یہ وجود موجود نہیں۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا و قد فصل لکم ما حرم علیکم اللہ تعالیٰ حرام جانوروں کی تفصیل بیان فرما چکا حالانکہ اس آیت سے پہلے تفصیل بیان نہ ہوئی۔ سورہ مائدہ میں جو آیت گزری ہے وہ مدنی ہے جو اس آیت کے بعد نازل ہوئی۔ سورہ انعام کی یہ آیت اس کے پہلے ہے پھر فصل ماضی کیسے درست ہوا۔ جواب: اس اعتراض کے تین جواب ابھی تفسیر میں گزر گئے۔ قوی جواب یہ ہے کہ فصل سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تفصیل و اربیان فرمادیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تفصیل خدا تعالیٰ کی تفصیل ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے ہی سے مسلمانوں کو حرام جانوروں کی مکمل تفصیل بتادی تھی قرآن مجید نے بہت کچھ بعد تفصیل کی۔ تیرہ سال کی زندگی میں نہ وضو کی آیت آئی نہ حرام عورتوں کی تفصیل۔ حرام جانور کی یہ سب چیزیں مدینہ منورہ میں بعد ہجرت نازل ہوئیں مگر کہیں ثابت نہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو ہجرت سے پہلے حرام جانور کھانے یا حرام عورتوں سے نکاح کرنے یا بغیر وضو نماز پڑھنے کی اجازت دی ہو۔ پتہ چلا کہ سب کچھ رب کے ہاں سے سیکھ کر آئے ہیں دنیا کے معلم بن کر تشریف لائے ہیں۔ چوتھا اعتراض: قرآن مجید میں بہت جگہ اللہ تعالیٰ اپنے کو فرماتا ہے وہکما اس کی کیلو جہ ہے وہ تو سب کا رب ہے؟ جواب: اس کی بہت حکمتیں بار بار بیان ہو چکی ہیں۔ یہاں صوفیانہ رنگ میں اتنا سمجھ لو کہ ہم جب اپنا جمل دیکھنا چاہتے ہیں تو شیشہ سامنے رکھ کر اس میں دیکھتے ہیں کمال صناع اپنا کمال دیکھنا چاہتا ہے تو اپنی کوئی خاص صنعت سامنے رکھ کر اسے دیکھتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جمل و کمال کا آئینہ ہیں وہ خود بھی اپنے کو اپنے حبیب کے شیشہ میں دیکھتا ہے ہم کو بھی حکم ہے کہ اس شیشہ میں اسے دیکھیں اسی کا نام معرفت ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں بھی الا ما اضطررتم ارشاد ہوا اور کفر کی بات منہ سے نکالنے کے لئے بھی یہی الا ارشاد ہے۔ الا من اکوہ و قلبہ مطمئن بالا بمان مگر حکم شرعی یہ ہے کہ جو مسلمان مجبوری میں کفر کے قتل ہو جائے وہ شہید ہو گا اور جو مجبوری میں حرام نہ کھائے

اور مارا جائے یا مر جائے وہ گنہگار ہو اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ جواب: یہ مرد اور جانور مجبوری میں حرام ہوتا ہی نہیں۔ مجبور کے لئے بقدر ضرورت حلال ہوتا ہے مگر کفر بکنا مجبوری میں بھی حرام ہی رہتا ہے ہاں اس پر پکڑ نہیں ہوتی دیکھو یہاں حرم علیکم کے بعد ارشاد ہوا الا ما اضطردتم الا انہ حرمت توڑ دی اور وہاں غضب اور عذاب عظیم کے بعد الارشاد ہوا کہ فرمایا گیا لعنہم غضب من اللہ ولہم عذاب عظیم الا من اکوہ و قلبہ مطمئن بالا یمان جس سے معلوم ہوا کہ ایسے مجبور پر غضب اور عذاب نہیں۔ یہ فرق تفسیرات احمدیہ نے بیان فرمایا۔

نکتہ: شریعت میں کسی چیز کا حرام ہونا اور بے اور چیز کے استعمال کا حرام ہونا کچھ اور ان دونوں میں فرق ہے دیکھو غیر نکاحی عورت بھی حرام ہے اور اپنی بیوی سے بحالت حیض و نفاس صحبت کرنا یونہی روزے یا احرام میں صحبت کرنا بھی حرام یونہی سو رکنا بھی حرام ہے اور چوری کی بکری کا گوشت کھانا بھی حرام۔ ان دونوں حرمتوں میں بڑا فرق ہے غیر متکوحہ عورت خود ہی حرام ہے کہ اس سے بچہ حرام کا پیدا ہو گا مگر تپاکی میں خود عورت حرام نہیں وہ تو خود اپنی بیوی ہے ہاں اس سے صحبت کرنا حرام ہے کہ اگر اس حالت میں صحبت کر لی جائے تو اس کا بچہ حرامی نہ ہو گا یونہی سو رکنا بذات خود حرام ہے۔ چوری کی مذبوہ بکری کا گوشت بذات خود حلال ہے مگر بغیر مالک کی اجازت اس گوشت کا کھانا حرام جب یہ سمجھ لیا تو سمجھ لو کہ بحالت اضطرار یہ مذکورہ جانور حلال ہو جاتے ہیں اور کلمہ کفر بذات خود تو حرام رہتا ہے مگر اس کامنہ سے نکال دینا حلال ہو جاتا ہے اس فرق کی وجہ سے ان دونوں کے احکام میں فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اے مومنو! دنیا کی چیزیں کھاؤ پو مگر طبع کے لئے نہیں شرع کے لئے اور انہیں اللہ کے نام سے طیب و طاہر کر کے کھاؤ کیونکہ غفلت اور نسیان کے ساتھ روزی کھانا عصیان (گناہ) پیدا کرتا ہے اس سے جنان (دل) کی موت واقع ہو جاتی ہے اور یہ جنان جنتوں سے حرمان کا باعث ہے۔ دنیا کی نعمتیں تمہارے ہی لئے پیدا کی گئی ہیں مگر یہ نعمتیں اللہ کے ذکر کے بغیر زہر ہیں اللہ کا ذکر ان کا تریاق ہے تم اللہ کی نعمتیں اللہ کے ذکر کے ساتھ کھاتے کیوں نہیں حالانکہ جو چیزیں اللہ نے حرام کر دیں، حرم، ہوس، طمع، حسد وغیرہ وہ تو اللہ رسول نے تفصیل وار بیان فرمادی ہیں اور ان محرمات سے بچو باقی چیزیں شوق سے کھاؤ۔ بہت لوگ نفسانی، شیطانی اور ایمانی غذاؤں میں فرق نہیں کرتے یہ لوگ خود بھی گمراہ ہیں اور دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہر چیز میں ظاہر بھی رکھا ہے باطن بھی۔ غذاؤں کا بھی یہی حال ہے کہ ظاہر غذا جسم کی پرورش کرتی ہے اور غذا کا نور دل کی قوت کلبا عث ہے نورانی غذا سے جنائی بلکہ جسمانی قوت حاصل ہوتی ہے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب فرمایا۔

تری خاک میں ہے اگر شرر تو خیال فقر و غنا نہ کر کہ کمل قوت حیدری تو نہاں ہے ثن شعیر میں صوفیاء کے نزدیک دو سری چیزوں کی طرح غذا میں بھی تین طرح کی ہیں۔ شیطانی، نفسانی، روحانی، شیطانی روزی وہ ہے جو حرام راستوں سے آئے۔ رشوت، سود، چوری وغیرہ اور حرام راستوں پر جائے۔ لہب و لعب اور محرمات شرعیہ میں صرف ہو اس روزی سے دل میں سیاہی گناہوں کی طرف میلان، نیکیوں سے نفرت اس کا نتیجہ ہیں۔ نفسانی غذا میں وہ ہیں جو غفلت سے استعمال ہوں۔ روحانی نورانی غذا وہ ہے جو حلال ہو، اللہ کے ذکر سے تیار ہو، اللہ کے ذکر پر ہی استعمال ہو یہ غذا دل میں نور، عبادات میں لذت، نیکیوں کی طرف میلان گناہوں سے نفرت پیدا کرتی ہے اگر ان کھانوں کو کسی آستانہ سے نسبت ہو جائے تو اس کی نورانیت میں چار چاند لگ جاتے ہیں۔ ہندوؤں کے آستانوں کے مالک دیکھیں وہ قوت حاصل کرتے ہیں جو دنیا داروں

کے گوشت و طولہ میں نہیں ہوتی کہ ان میں روحانیت ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

تو قرآن اے پر ظاہر مبین دیو آدم را نہ بیند جز کہ طین
ظاہر قرآن چو مخض آدمی است کہ نقوشش ظاہر و جانش خفی است
(از روح البیان)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ دوسرے دنوں نے ترک دنیا سکھایا۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا کو دین بنایا ان دونوں نے راہ خدا پیدا طے کرایا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی راستہ ہوئی جہاز کے ذریعے طے کرایا اگر انسان تین کام کر لیا کرے تو اس کی دنیا سرپا دین بن جاتی ہے۔ ایک یہ کہ اپنی ہر چیز سے اللہ رسول کے نام کا حصہ نکالے، نظر، قدم، فکر، سانس، سمجھ بوجھ بلکہ زندگی کی ہر ادا سے رب کا حصہ نکالے، سونے جاگنے اور مرنے جینے تک کے کچھ کام ان سے اپنے لئے کرے۔ کچھ رب کے لئے دوسرے ہر کام کے اول آخر اللہ کا نام لے کہ کناروں پر رب کا نام ہونچ میں اپنے کام۔ یہ نام وہ کیسا ہے کہ وہ ہماری دنیا کو دین بنا دیتا ہے۔

مرد مومن را محمد ابتدا است مرد مومن را محمد انتہاء است
تیسرے یہ کہ دنیاوی کام بھی دین کے لئے کرے، سوئے تو فجر کی نماز پڑھنے کے لئے، کھائے تو عبادت کے لئے، یہ وہ چیزیں ہیں جن سے دنیا بھی دین بن جاتی ہے۔ اب پڑھو معا ذکر اسم اللہ علیہ۔

وَذُرُوا ظَاهِرًا لِأَنَّهُمْ يُكْسِبُونَ إِلَّا تَسْمِعُونَ

اور چھوڑ دو ظاہری گناہ اور خفیہ گناہ بے شک وہ لوگ جو کما تے ہیں گناہ متقرب اور چھوڑ دو کھلا اور چھپا گناہ وہ جو کما تے ہیں متقرب کماں کی سزا پائیں گے اسے نہ کھاؤ

بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ۝ وَلَا تَأْكُلُوا مِمَّا لَمْ يَذْكُرْ أَسْمَاءُ اللَّهِ عَلَيْهِ وَانَّهُ

بدلہ دیئے جائیں گے اس کا جو وہ کما تے تھے۔ اور نہ کھاؤ اس میں سے کہ نہ ذکر کیا گیا اللہ کا نام اوپر جس پر اللہ سا نہ نام یا گیا ہو اور نہ بے حکم

لَفِسْقٌ وَإِنَّ الشَّيْطَانَ لِيُودِخَنَّ إِلَى أُولِيَئِهِمْ لِيُجَادِلُوكُمْ وَإِنْ

اس کے اور بے شک وہ حکم سے نکلتا ہے اور شقیق شیطاں البتہ دوسرے ڈالتے ہیں طرف دوستوں کے اپنے تاکر چھوڑ
مرد ہے اور بے شک شیطاں اپنے دوستوں کے دروں میں ڈالتے ہیں کہ تم سے جھگڑیں

أَطَعْتُمْ هُمْ أَنْتُمْ لِمُشْرِكُونَ ۝

کریں وہ تم سے اور اگر اطاعت کرو گے تم انکی تو تم مشرک ہو گے

اور اگر تم ان سے مانو تو اس وقت تم مشرک ہو۔

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں مردار کھانے کی سخت ممانعت کی گئی تھی۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ تم صرف کھانے ہی پر پابندیاں نہ کرو بلکہ کھانے پینے کے علاوہ دوسرے گناہوں سے بھی بچو۔ خولہ کھلے گناہ ہوں یا چھپے۔ گویا ایک خاص گناہ کی ممانعت کے بعد عام گناہوں کی ممانعت فرمائی جا رہی ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں مسلمانوں کی غذا کی اصلاح فرمائی گئی اب ان کی دوسری اصلاحیں فرمائی جا رہی ہیں جو اصلاح غذا کا نتیجہ ہیں کیونکہ جو اپنی غذا کی اصلاح کر لیتا ہے وہ دوسری باتوں کی بھی اصلاح کر لیتا ہے گویا اصل کے بعد نتیجہ کا ذکر ہے۔ بری غذا سے برے اعمال، اچھی غذا سے اچھے اعمال نمودار ہوتے ہیں۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں حلق اور پیٹ کی اصلاح فرمائی گئی تھی کہ انہیں حرام غذاؤں سے بچاؤ اب قلب اور قلب و قالب دونوں کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے کہ قالب کو ظاہری گناہوں سے بچاؤ۔ قلب کو باطنی گناہوں سے۔ اعمال قلب و قالب کی غذا ہیں۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں حلال ذبیحہ کے کھانے کی اجازت صراحہ ”دی گئی تھی اب ان آیات میں مردار کے کھانے کی ممانعت صراحہ ”فرمائی جا رہی ہے کہ ارشاد ہے ولا تأکلوا الح میوات“ ایک ضد کے بعد دوسری ضد کا ذکر ہے۔ پانچواں تعلق : پچھلی آیات میں حلال طیب غذاؤں گوشت وغیرہ کی اجازت دی گئی تھی اب ان غذاؤں کے شکر یہ ادا کرنے کا حکم دیا جا رہا ہے کہ ان غذاؤں کے شکر یہ میں تم ظاہری باطنی گناہ چھوڑ دو یہ ان نعمتوں کا حق ہے۔

شان نزول : اسلام کی تشریف آوری سے پہلے عرب کے عوام علانیہ زنا کرتے بلکہ اس پر فخر کرتے تھے اپنے زنا کو قصیدوں وغیرہ کے ذریعے شائع کرتے تھے جیسا کہ بعد معلقہ وغیرہ قصائد سے معلوم ہوتا ہے مگر وہاں کے شرفاء علانیہ زنا کو تو برا سمجھتے تھے اس سے حیا کرتے تھے خفیہ زنا میں کوئی عیب نہ سمجھتے تھے۔ گویا وہ زنا کو برا نہ سمجھتے تھے اظہار زنا کو برا جانتے تھے ان دونوں کی فحاشی اور انہیں ان دونوں گناہوں سے ممانعت فرمانے کے لئے آیت و فدوا ظاہر الاثم الخ نازل ہوئی (تفسیر صلی) خازن ”مبیر روح المعانی وغیرہ“ اس گئے گزرے زمانے میں بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خاص صحابہ کے نسب شریف کو زنا سے محفوظ رکھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ولدت من نکاح لا من سفاح ہماری پیدائش نکاح سے ہے برائی سے نہیں۔ نبی پاک کی نسل میں آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت آمنہ و عبد اللہ تک کوئی مشرک و کافر نہیں ہوا اور نہ کوئی زانی ہوا یہ نسل پاک کفر و زنا سے محفوظ ہے یہ ہے رب کی کرم فرمائی۔ اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے آبؤ اجداد میں ذرا سی کوتاہی ہوتی تو بعد نبوت کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو طعنے دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے اس نسل کو ہر عیب سے محفوظ رکھا۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق جیسے پیاروں کو اول سے ہی ہر عیب سے بچایا۔ خازن نے بروایت کلبی نقل فرمایا کہ اللہ عرب دن میں مردنگے طواف کرتے تھے اور رات کو عورتیں اندھیرے میں بالکل نکلی طواف کرتی تھیں۔ ان دونوں کاموں سے روکنے کے لئے یہ آیت کریمہ و فدوا ظاہر الاثم الخ نازل ہوئی (خازن)۔

تفسیر : و فدوا ظاہر الاثم و باطنہ ہم نے بارہا تحقیق کر دی ہے کہ ذروا غیر متصرف فعل ہے جس کا نہ تو کوئی مصدر ہے نہ ماضی اور نہ اسم فاعل وغیرہ صرف مضارع یا امر آتا ہے۔ جیسے لیس عسی وغیرہ۔ خیال رہے کہ ان جیسی تمام آیات میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ہوتا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وہ آیات ہیں کہ آپ تبلیغ فرماؤ

لوگوں کی شفاعت کرو وغیرہ۔ جیسے اسکول دکانج کے قوانین طالب علموں کے لئے ہوتے ہیں۔ تعلیم دینے انتظامی معاملات کے قوانین مدرسوں معلموں کے لئے ہوتے ہیں۔ یونہی قرآن مجید میں اعمال کرنے کے قوانین امت کے لئے ہوتے ہیں اعمال کرانے کی آیات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم معلم ہیں بعلمہم الکتب والحکمۃ پھر تعلیم کے وقت معلم بھی اپنے سامنے کتاب رکھتا اور عبارت پڑھتا ہے اور طالب علم بھی مگر استلویہ کام پڑھانے، سکھانے کے لئے کرتا ہے، طالب علم سیکھنے کے لئے۔ یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے احکام شریعہ پر عمل کیا ہم کو سکھانے کے لئے۔ اس لئے آیات احکام آنے سے پہلے حضور انور احکام پر عامل تھے۔ لہذا اس آیت میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں پھر ظاہریہ ہے کہ اس میں خطاب سارے انسان بلکہ تمام انس و جن سے ہے خواہ مومن ہوں یا کافر کیونکہ بد عقیدگی، باطن گناہ ہے جس سے الگ ہو جانا کفار پر ضروری ہے الگ رہنا مومن پر بھی لازم یونہی ظاہری گناہ چھوڑنا فاسقوں پر ضروری ہے اور چھوڑے رہنا متقیوں پر بھی لازم۔ ظاہری اور باطنی گناہ کے متعلق بہت قول ہیں جن میں سے ہم چند قول نقل کرتے ہیں۔ (1) قالب کے گناہ ظاہری گناہ ہیں اور قلب، ارادہ، نیت کے گناہ باطنی گناہ ہیں۔ (2) بد عملیں گناہ ہیں، بد عقیدہ گناہ باطنی گناہ۔ (3) علانیہ گناہ ظاہری گناہ ہیں۔ خفیہ گناہ باطنی گناہ ہیں۔ (4) فحش چیزیں جسے لوگ گناہ سمجھتے ہوں ظاہری گناہ ہیں جیسے چوری زنا وغیرہ اور شرعی و اسلامی گناہ ہیں۔ جسے لوگ گناہ نہ سمجھیں مگر شریعت گناہ کے وہ باطنی گناہ ہیں جیسے کفر، سود، شراب وغیرہ۔ (5) گناہ ظاہری گناہ ہیں اور نیکیوں میں ریاکاری باطنی گناہ۔ (6) اعضاء ظاہری کے گناہ ظاہری گناہ ہیں اور خیال و دماغ کے گناہ باطنی گناہ جیسے حسد، تکبر، شیخی مسلمانوں کا برا چاہنا۔ (7) بے پرواہی سے گناہ کرنا ظاہری گناہ ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوئے گناہ کرنا باطنی گناہ ہے۔ یہ آخری معنی تفسیر خازن نے کئے۔ (8) گناہ پر خوش ہو کر گناہ کرنا ظاہری گناہ ہے۔ نیک کاروں کے روپ میں رہنا اور گناہ کرنا باطنی گناہ ہے کہ لوگ ہم کو متقی جانیں مگر ہم بدکار ہوں۔ (10) گناہ کو گناہ جان کر کر لینا ظاہری گناہ ہے مگر گناہ کر کے اسے جائز ثابت کرنے کی کوشش کرنا یہ باطنی گناہ ہے اس آخری گناہ میں علماء سوء، کور بے دین، پیر فقیر بہت گرفتار ہیں۔ (11) گناہ کو خدا تعالیٰ سے دوری کا سبب جان کر گناہ کرنا ظاہری گناہ ہے اور گناہ کو خدا رسی کٹوریہ سمجھ کر کرنا یہ باطنی گناہ ہے۔ اس آخری گناہ میں جلیل فقیر بہت گرفتار ہیں جو ترک شریعت اور بھنگ، چرس، مگلے، ناچنے کو خدا رسی کٹوریہ سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ علماء سے ہماری فتی نہیں۔ اللہ تعالیٰ ان تمام ظاہری باطنی گناہوں سے بچائے۔ (12) صوفیاء کرام کے نزدیک ظاہری باطنی گناہ کے کچھ اور ہی معنی ہیں جو ان شاء اللہ تفسیر صوفیانہ میں عرض ہوں گے۔ پھر خیال رہے کہ گناہ چھوڑنے کی تین صورتیں ہیں۔ گناہ سے الگ ہو جانا کہ بری عادات چھوڑ دینا یہ ہم جیسے گناہگاروں کا کام ہے گناہ سے الگ رہنا یعنی پہلے کبھی گناہ نہیں کئے تھے آئندہ بھی نہ کرنا۔ یہ نیک کاروں خاص اولیاء اللہ کی شان ہے۔ گناہ سے ہٹ جانا کہ کسی گناہ کرنے کی تیاری کر لی، اسباب گناہ جمع ہیں، رکاوٹ موجود نہیں مگر صرف خوف خدا کی بناء پر گناہ سے ہٹ جائے یہ تینوں معنی و زوا میں شامل ہیں۔ اس تیسری نوعیت کا بڑا درجہ ہے۔ رب فرماتا ہے و لمن خاف مقام ربہ جنتان مگر خیال رہے کہ یہ تیسرے معنی اللہ تعالیٰ کے خاص کرم سے نصیب ہوتے ہیں۔ کوئی اللہ کا بندہ ایسے نازک موقعہ پر کرم کرے تو بندہ گناہ سے بچتا ہے۔ دیکھو یوسف علیہ السلام کو جب زلیخانے مقفل گھر میں لے جا کر گناہ کی رغبت دی تو یعقوب علیہ السلام نے ایسے نازک موقعہ پر اپنے فرزند کو گناہ سے بچایا۔ ولقد همت به و هم بها لولا ان رای برهقان رہا ایسی نازک موقعہ کے لئے مرشد کامل کا

ہاتھ پکڑتے ہیں۔ ان الذین یکسبون الاثم سيجزون بما کانوا یقتولون۔ اس فرمان عالی میں ان دونوں قسم کے گناہوں کے انجام کڈ کر ہے۔ چونکہ بعض لوگ، بعض گناہوں کو نیکی سمجھتے تھے اس لئے اس مضمون کو ان سے شروع فرمایا گیا الذین سے مراد سارے مومن و کافر ہیں۔ کسب سے صرف ظاہری اعضاء سے گناہ کرنا مراد نہیں بلکہ دل، خیال، ارادہ، نیت کے گناہ بھی مراد ہیں۔ لہذا الاثم میں بد عملیں، بد عقیدہ گناہ وغیرہ سب شامل ہیں۔ ان سب کی سزائیں قیامت کے بعد ملیں گی مگر چونکہ ہر آنے والی یقینی چیز قریب ہوتی ہے اس لئے سيجزون میں داخل ہو اور ہو سکتا ہے کہ اس سے دنیاوی سزائیں مراد ہوں۔ چنانچہ کفار مکہ پر جنگ بدروغیرہ میں عذاب الہی آئے اس صورت میں سین فرمایا بالکل ظاہر ہے۔ جزاء ثواب کے لئے بولا جاتا ہے اور عذاب کے لئے بھی یعنی مطلقاً بدلہ۔ یہاں معنی عذاب ہے کیونکہ گناہ کا بدلہ عذاب ہی ہوتا ہے۔ ہما میں ملے مراد ہر برائی ہے بد عملی ہو یا بد عقیدہ کی یقتولون بنا ہے اقرار سے جس کا مادہ قرف ہے معنی کسب۔ اسی سے ہے مقارفت معنی جمل و محبت یعنی جو لوگ کسی قسم کے گناہ کریں گے بدنی یا دلی انہیں عنقریب سزا دی جائے گی وہ دھوکہ میں نہ رہیں۔ خیال رہے کہ یہاں گناہ کے لئے کسب فرمایا عملوانہ فرمایا کیونکہ گناہ میں چار شرطیں ہیں سمجھداری، بیداری، ہوشیاری، ارادہ۔ بچہ، سوتا ہوا، دیوانہ، بھول جانے خطو الے کے کسی جرم پر سزا نہیں ہوتی۔ دیکھو ایک صحابی نے شراب کے نشہ میں سورہ کافرون کے لائنہ پڑھے مگر انہیں کافرو مشرک نہ کہا پھر گناہ ہو چکنے کے بعد ہزار بہانہ معافی کے، توبہ، مگر یہ کوئی نیک عمل سب معافی کا ذریعہ ہیں۔ ان الحسنات یذهبن السیئات مگر نیکی کے لئے یہ آسانی ہے کہ کماے یا ہو جائے یا مل جائے ہر طرح قبول ہے کسی کے کھیت بلوغ سے جانور کھالیں اس کا ارادہ بھی نہ تھا مگر نیکی ہو گئی، کوئی ایصل ثواب کر دے منظور پھر نیکی ایسی بنتے کہ بجز کفر کے کسی چیز سے نہیں ملتی لن وجوہ سے یہاں کسبوا ارشاد ہوا۔ الذین سے مراد جن و انس سب ہیں کہ گناہ کی سزا مجرم جنت کو بھی ہوگی ولا تا کلوا مما لم یذکرا سم اللہ علیہ۔ یہ نیا جملہ ہے لہذا اس کا اوّل ابتداء یہ ہے کھانے کا ذکر فرمایا مگر مراد ہے استعمال کرنا چنانچہ مردار کی چربی فروخت کرنا سے کسی کام میں لانا صابن وغیرہ بنانا حرام ہے۔ ہاں مردار کی کھال وہل ناخن استعمال میں لائے جاسکتے ہیں۔ ملے مراد قاتل ذبح حلال جانور ہیں جیسے گائے، بکری، مرغی وغیرہ۔ اللہ کا نام پڑھ کر نہ کرنے کی چار صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ اس کے ذبح کے وقت عمداً "بسم اللہ" چھوڑ دی جائے ویسے ہی خاموشی سے ذبح کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ غیر اللہ کے نام پر ذبح کر دیا جائے، تیسرے یہ کہ اسے ذبح ہی نہ کیا جائے۔ جانور ویسے ہی مر جائے۔ چوتھے یہ کہ اسی طرح اللہ کے نام کے ساتھ دوسرے کا نام لے کر ذبح کر دیا جائے۔ خیال رہے کہ اگر ذبح کے وقت بسم اللہ پڑھنا بھول جائے تو جانور حلال ہے اس لئے یہاں لم یذکر فرمایا۔ ماذکونہ فرمایا۔ یہی احتلف کا مذہب ہے۔ علیہ سے مراد ہے علی ذبح یعنی اے مسلمانو اس جانور سے نہ کھاؤ جس کے ذبح پر اللہ کا نام عمداً نہ لیا گیا ہو کیونکہ وہ مردار ہے۔ خیال رہے کہ اس آیت کریمہ کے متعلق چند قول ہیں۔ ایک یہ کہ کوئی کھانا پانی شربت بسم اللہ کے بغیر حرام ہے کیونکہ حرام کھانے پینے کو شامل ہے۔ یہ قول عطا کا ہے۔ دوسرے یہ کہ جس جانور پر بسم اللہ نہ پڑھی جائے بھول کر یا عمداً وہ حرام ہے۔ یہ قول ابن سیرین اور امام مالک کا ہے۔ تیسرے یہ کہ جانور ہر حال حلال ہے خواہ بھول کر بسم اللہ رہ جائے یا عمداً یہ قول امام شافعی کا ہے۔ چوتھے یہ کہ بھول کر رہ جائے تو حلال ہے، جان کر چھوڑ دے تو حرام۔ یہ آخری قول ہمارے امام اعظم کا ہے (تفسیر خازن) یہی قوی ہے جیسا کہ لم یذکر اور واندہ لفسق سے معلوم ہوتا ہے۔ انہیں ضمیر لم یذکر کے مصدر کی طرف ہے۔ فسق کے معنی اس کے

اقسام اور اقسام کے احکام پہلے پارے کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں اس سے فسق کا درجہ انہماک مراد ہے جو تقویٰ کے خلاف ہے یعنی بغیر اللہ کا نام لئے ذبح کرنا فسق اور بد کاری و سخت گناہ ہے اور ظاہر ہے کہ بھوک چوک نہ گناہ ہے نہ فسق لہذا لوہاں عمار "بسم اللہ چھوڑنا ہی مراد ہے۔ (تفسیر روح المعانی و تفسیرات احمدیہ)۔ و ان الشیاطین لیوحون الی اولیاءہم لیجادلوکم۔ اس میں کفار کے عمل کی پر زور تردید ہے۔ شیاطین سے مراد یاتوا بلیس اور اس کی ذریعہ ہے یا وہ کفار جو عام کفار کو یہ سکھا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں بھیجتے تھے کہ تم لوگ اپنا مارا (ذبیحہ) تو کھا لیتے ہو مگر خدا کا مارا (مردار) نہیں کھاتے۔ یوحون دینا ہے وحی سے معنی اشارہ یا خفیہ بات یا وسوسہ چونکہ ان لوگوں نے خفیہ طور پر ہی ان کفار کو یہ اعتراض سکھایا تھا۔ اس لئے یوحون ارشاد ہوا۔ بقولون نہ فرمایا گیا۔ چونکہ انسانی شیطان بہت قسم کے بہت طریقوں کے ہیں اس لئے شیاطین جمع ارشاد ہوا۔ بعض مولوی، بعض پیر، بعض ہمارے دوست، بعض اولاد، بعض بیویاں شیطان ہیں جو ہم کو خدا کی راہ سے روکتے ہمارے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں اسی طرح یہ شیطان کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی صرف صحبت سے دلوں میں وسوسے ڈالتے ہیں۔ اس لئے یوحون مطلق ارشاد ہوا۔ غرضیکہ انسانی صورت میں سب یکساں ہیں مگر سیرت میں مختلف ہیں جیسے ظاہر زمین ساری یکساں ہے مگر اندرون زمین کہیں پانی ہے، کہیں تیل کا چشمہ، کہیں سونے چاندی وغیرہ کی کانیں اس لئے ظاہری شکل سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ اولیاء سے یہی عام کفار مراد ہیں جو مردار کھا جاتے ہیں اور مسلمانوں پر یہ اعتراض کرتے تھے۔ یہ جمع ہے ولی کی معنی دوست و محب۔ لیجادلوکم کہنا ہے جدال سے معنی ناحق جھگڑا یعنی شیاطین جن شیاطین انس جھوٹے وسوسے عام کفار کے دلوں میں ڈالتے ہیں خفیہ طور پر انہیں واہیات اعتراض سکھاتے ہیں تاکہ وہ لوگ بجائے توبہ کرنے کے تم سے جھگڑے کریں اور اپنی بد عملیوں کی اچھائی ثابت کریں۔ جھگڑا تین طرح کا ہوتا ہے عناد کا، فساد کا، نازک پہلے دو جھگڑے برے ہیں تیسرا جھگڑا کبھی اچھا ہوتا ہے۔ یہاں پہلے دو قسم کے جھگڑوں میں سے کوئی مراد ہے اور تجادلک فی زوجہا میں نازولا جھگڑا مراد ہے۔ و ان اطعموہم انکم لمشوکون اس میں خطاب مسلمانوں سے ہے کہ اگر تم نے کفار کی یہ بات مان لی اور ذبیحہ و مردار جانور میں فرق نہ کیا تو تم بھی انہیں کی طرح مشرک و کافر ہو گے کیونکہ اسلام کے ایک عقیدہ قطعیہ کا انکار کفر ہے۔ یونہی حلال قطعی کو حرام جانتا یا حرام قطعی کو حلال سمجھنا کفر ہے۔ کفار کی کوشش یہ ہے کہ وہ تمہارے دلوں میں اسلامی احکام کے متعلق شبہات ڈال کر تم کو اسلام سے برگشتہ کر دیں اگر تم نے ان کی باتیں مانیں تو تم بھی انہیں کی طرح ہو جاؤ گے۔

خلاصہ و تفسیر : اے لوگو! تم ظاہری گناہوں سے بھی بچو اور خفیہ گناہوں سے بھی۔ یہ دونوں قسم کے گناہ ہمیشہ کے لئے چھوڑ دو کیونکہ جو لوگ کسی قسم کا گناہ کھاتے ہیں وہ قریب ہی اپنے کئے کی سزا پائیں گے۔ تم ہماری بارگاہ میں سزا کے مستحق ہو کر نہ آؤ بلکہ ثواب کے مستحق ہو کر آؤ۔ خیال رہے کہ ہر عضو کے بہت گناہ ہیں جیسے ہر عضو کی بیماریاں بہت ایسے ہی ہر عضو کے گناہ بہت جن کی تفصیل بہت دراز ہے۔ بطور اجمال یہ سمجھ لو کہ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم منع فرمادیں یا ناخوش ہوں وہ گناہ ہے اور جسے اللہ رسول پسند فرمادیں وہ نیکی ہے حتیٰ کہ اگر کسی نماز سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہیں تو وہ نماز گناہ ہے اور اگر قضاء نماز سے راضی ہو جائیں تو وہ قضا بھی نیکی ہے۔ کوئی چھوٹا گناہ حقیر جان کر نہ کرے کہ کبھی معمولی چنگاری گھر جلا دیتی ہے اور کوئی چھوٹی نیکی حقیر جان کر چھوڑ نہ دے۔ کبھی ایک گھونٹ پانی جان بچا لیتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ گناہ کے لئے کب ضروری ہے نیکی کے لئے صرف عمل کافی۔ کب لوں عمل کا حق ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ خیال رکھو جس جانور پر اللہ کا نام

دیدہ دانستہ چھوڑ دیا گیا ہو وہ تم ہرگز نہ کھاؤ خواہ اس طرح نام چھوڑا گیا ہو کہ وہ بغیر ذبح مرحائے یا اس طرح کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کر دیا جائے خواہ اس طرح کہ خدا کے نام کے ساتھ اور کسی کا نام ملا کر ذبح کیا جائے خواہ اس طرح کہ دیدہ دانستہ خاموشی سے بغیر خدا کا نام لئے ذبح کر دیا جائے ہر حال حرام ہے اسے نہ کھاؤ۔ غیر اللہ کے نام پر ذبح کرنا فسق (گنہ بد کاری) ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جانور کے جو اجزاء کھائے جاتے ہیں مردار کے وہ اجزاء کسی طرح استعمال نہیں کئے جاسکتے حتیٰ کہ ان کی قیمت لینا بھی حرام اس قیمت کا استعمال کرنا بھی حرام۔ جیسے گوشت، چربی، کلیجی، گردے وغیرہ مگر جو اجزاء کھائے نہیں جاتے ان کا استعمال بھی جائز ہے، ان کی قیمت بھی حلال جیسے کھل، سینگ، کھر، ہڈی، بل وغیرہ۔ شیطانوں کا یہ کام ہے کہ وہ اپنے دوست کافروں کے دلوں میں شبہات وارد کرتے ہیں تاکہ وہ تم میں وہ شبہ ڈالیں اور تم سے جھگڑے کریں، تم ان کے کہنے میں نہ آؤ۔ اسلام پر قائم رہو اگر تم نے ان کی بات مانی اور ان احکام اسلامیہ کا انکار کر دیا تو تم بھی انہی کی طرح کافر و مشرک ہو جاؤ گے کہ اسلام کے ایک عقیدے یا عمل کا انکار بھی ویسی کفر ہے جیسے سارے احکام کا انکار۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کامیاب مسلمان وہ ہے جو دل کے جسم کے چھپے کھلے چھوٹے بڑے ہر طرح کے گنہ سے بچا رہے۔ عقیدے، نیت، ارادے، خیالات بھی ٹھیک رکھے اور بدنی مالی گناہوں سے بھی دور رہے۔

مسئلہ : اللہ تعالیٰ نے انسان کو ظاہری و باطنی بہت سے اعضاء بخشے ہیں اور ہر عضو کے صد ہا گناہ ہیں، صد ہا نیکیاں۔ اس آیت کریمہ نے دو لفظوں میں ان سب کا اجمال ذکر فرما دیا۔ اس اجمال کی تفصیل احادیث شریفہ، اقوال علماء و برکت صوفیاء میں دیکھو۔ ہم نے اشارۃً ”کچھ ذکر ابھی تفسیر میں کر دیا۔ خیال رہے کہ جیسے ہر قسم کے کھلے چھپے گناہوں سے بچنا ضروری ہے ایسے ہی ہر قسم کی کھلی چھپی نیکیاں کرنا بھی لازمی ہیں۔ نماز عید، نماز جمعہ، نماز ہفتگانہ کھلی نیکیاں ہیں انہیں علانیہ کرو کہ عید کے دن اپنے لباس پہن کر تکبیر کا شور مچاتے عید گاہ جاؤ۔ بقیہ نمازیں مسجد میں جماعت سے لو آکر اور نماز تہجد چھپی نیکی ہے اسے گھر کے گوشہ میں ”تندھیرے“ میں ”چپکے سے اکیلے لو آکر۔ یونہی ظاہری اعضاء کی نیکیاں بھی کرو یعنی عبادات اور دل کی دماغ کی نیکیاں بھی کرو یعنی اچھے عقائد اختیار کرو۔ دوسرا فائدہ: کسی شخص کو کسی حالت میں گناہ کرنے کی اجازت نہیں۔ گناہ ایک آگ ہے جو ہر چیز پر غرق ہو کر غریب سب کو جلا دیتی ہے۔ یہ فائدہ بھی وفروا ظاہر الانعام الخ سے حاصل ہوا۔ جو کہے کہ مجھے شراب حرام نہیں، نماز فرض نہیں، میں جو چاہوں کروں وہ کافر ہے۔ اسے چاہئے کہ زہر کھا کر، آگ میں کود کر، سمندر میں ڈوب کر دکھائے۔ جب یہ چیزیں اسے ہلاک کر سکتی ہیں تو گناہ بھی اسے بہلا کر سکتے ہیں۔ تیسرا فائدہ: یونہی کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں جو کہے کہ مجھے اعمال کی ضرورت نہیں وہ بھی کافر ہے۔ ایسے شخص کو چاہئے کہ وہ غذا، ہوا، دھوپ، زمین اور آسمانی سلیب سے فائدہ حاصل کرنا چھوڑ دے، انہیں چھوڑ کر زندہ رہ کر دکھا دے۔ جب جسمانی زندگی کے لئے یہ چیزیں ضروری ہیں تو روحانی زندگی کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل اور نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔ جو بو کر گندم کاٹنے کی ہوس محض دھوکہ ہے۔ یہ فائدہ بھی وفروا الخ سے حاصل ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گندم از گندم بروید جو ز جو از مکات عمل غافل مشو

چوتھا فائدہ: بعض گناہوں کی سزا دنیا میں بھی مل جاتی ہے آخرت کی سزا اس کے علاوہ ہے۔ یہ فائدہ سبب جزوئی کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ سین قرب کے لئے ہے اور اس سے دنیاوی سزا مراد ہے۔ پانچواں فائدہ: گناہ کی تفصیل تو بہت دراز ہے مگر گناہ کا اجمال یہ ہے کہ جس چیز سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ناراض ہوں، منع فرمادیں وہ گناہ ہے۔ رب فرماتا ہے ما اتاکم الرسول فخذوا وما نہاکم عندہ فانتہوا کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خوشی و ناخوشی یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت و ممانعت رب تعالیٰ کی خوشی و ناخوشی ہے۔ اسی کی اجازت و ممانعت ہے۔ فرماتا ہے و من بطع الرسول فقد اطاع اللہ۔ یہ فائدہ الاثم کو مجمل فرمانے سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: جیسے بعض انسان لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں وہ رب تعالیٰ کی صفت اضلال کے مظہر ہیں ایسے ہی بعض انسان ہدایت دیتے ہیں وہ رب کی صفت ہدایت کے مظہر ہیں۔ یہ فائدہ بوحون سے حاصل ہوا۔ جیسے بعض ریلیں لاہور میل کھلاتی ہیں، بعض پشاور میل، بعض کوئٹہ میل یعنی ان مقامات پر پہنچانے والی گاڑیاں یونہی بعض لوگ شیطان میل ہیں، بعض رحمن میل۔ یعنی شیطان یا رحمن تک پہنچانے والے۔ ساتواں فائدہ: جس جانور کے ذبح پر صرف خدا کا نام نہ لیا جائے وہ مردار و حرام ہے اس کی چند صورتیں ہیں۔ جانور بغیر ذبح مرحائے بغیر بسم اللہ پڑھے اس کا سر کاٹ دیا جائے۔ ذبح کے وقت خدا کے نام کے ساتھ اور کسی کا نام بھی لے دیا جائے۔ یہ فائدہ ولا تا کلا مما لم یذکر اسم اللہ الخ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: جس جانور پر بوقت ذبح بھول کر ذکر اللہ نہ کیا جائے وہ حلال ہے ہاں عمداً "بسم اللہ چھوڑ دے تو حرام ہے یہ فائدہ لم یذکر اور اندہ فسق سے حاصل ہوا۔ دیکھو تفسیر کہ لم یذکر کو نفی محمدیلم ہے جس میں محمد یعنی ارادۃ "ذکر نہ کرنا مراد ہے نیز بھول چوک فسق نہیں ہوا کرتی۔ اس میں ارادہ ضروری ہے۔ نواں فائدہ: بھول کر غیر خدا کے نام پر ذبح کر دینا یا بھول کر چند ناموں پر ذبح کر دینا جانور کو حرام کر دے گا کہ یہ بھول مسلمانوں سے بہت کم ہوتی ہے بلکہ نہیں ہو سکتی۔ دیکھو روزہ میں بھول سے کھاپی لینے سے روزہ نہیں ٹوٹا مگر نماز میں بھول سے کھانا پینا یا بات چیت کرنا نماز توڑ دیتا ہے کہ روزے میں بھول عام ہے اور نماز میں ایسی بھول نہیں ہوتی۔ یہ فرق یاد رہے یونہی احرام میں بھول کر صحبت کرنا احرام کو توڑ دے گا حج کو فاسد کر دے گا کہ ایسی بھول قریباً ناممکن ہے احرام کی حالت حج و احرام کو یاد دلاتی ہے۔ دسواں فائدہ: بغیر علم دین مسائل میں جھگڑنا یا محض جھگڑے کے لئے مناظرہ کرنا شیطان یا شیطانوں کو کلام ہے۔ یہ فائدہ لیجملوکم سے حاصل ہوا۔ لیکن تحقیق حق کے لئے مناظرہ کرنا عبولت ہے۔ رب فرماتا ہے و جاہلہم بالنی ہی احسن۔ گیارہواں فائدہ: جو شرک کرے وہ مشرک، جو مشرکوں سے دینی محبت رکھے وہ مشرک، جو مسلمانوں سے دینی نفرت کرے وہ بھی مشرک و کافر ہے۔ یہ فائدہ انکم لعشہ کونہ سے حاصل ہوا مگر ہم نے جو مذہبی اور دین کی قید عرض کی وہ خیال رہے۔ بارہواں فائدہ: مردار کی چربی اور گوشت کسی کام میں نہیں آسکتے یہ دونوں چیزیں نجس ہیں، ان کی تجارت مسلمان کے لئے حرام ہے، ان کی قیمت مسلمان استعمال نہیں کر سکتا گوشت، چربی کے سواء مردار کے بل، کھل، ناخن، ہڈی وغیرہ خشک کر کے کام میں لائے جاسکتے ہیں ان کی فروخت بھی درست ہے۔ مردار کا گردہ، کلیجی، تلی وغیرہ گوشت کے حکم میں ہے۔ یہ مسئلہ لا تا کلا سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے لا تستعملوا نہ فرمایا کھانے سے منع کیا جس سے معلوم ہوا کہ کھانے والی چیزیں مردار کی حرام و نجس ہیں۔ معاف فرما کر بتایا کہ اس کی کوئی چیز نہ کھائی جائے۔

پہلا اعتراض: تم نے کہا کہ کوئی گناہ کسی حال میں کسی مسلمان کو درست نہیں حالانکہ مجبوری میں مسلمان حرام گوشت کھا

کرجان بچا سکتا ہے۔ حلق حکیم کے مشورے پر حرام و استعمال کر سکتا ہے۔ دیکھو مجبور کو یہ دونوں گناہ کرنا درست ہو گئے۔

جواب: ان حالات میں یہ چیزیں مجبور کے لئے نہ حرام رہتی ہیں نہ ان کا استعمال کرنا گناہ ہوتا ہے گناہ وہ ہے جس کو شریعت منع کرے جب شریعت نے ہی ان کی اجازت دے دی پھر گناہ کیسے ہوئے۔ دوسرا اعتراض: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی سے فرمایا کہ عثمان تم جو چاہو کرو تم جنتی ہو چکے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں گناہ کی اجازت دے دی۔ جواب: اس کا جواب بارہا دیا چکا ہے کہ اس فرمان عالی میں گناہ کی اجازت نہیں بلکہ گناہ سے حفاظت ہے کہ اب عثمان کا میلان گناہ کی طرف ہو گا ہی نہیں۔ جب حق کی حفاظت جنتی سے کر دی گئی تو اسے ہوا کہ ہر سے پہنچے۔ چڑیا کے پر کاٹ دیئے تو مالک کے پاس سے کیسے اڑ کر بھاگے۔ تیسرا اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ بندہ جب اللہ کا مقبول بن جاتا ہے تو اسے کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا دیکھو ایسے بندے کے لئے گناہ کی اجازت دیدی گئی (بعض جاہل بے دین پیر)۔ جواب: اس حدیث کا بھی مطلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے گناہ سے بچاتا ہے۔ جب وہ بندہ گناہ تک اور گناہ اس تک پہنچتا ہی نہیں تو نقصان کیسے دے۔ چوتھا اعتراض: تم نے کہا کہ ان جیسی آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم داخل نہیں ہوتے تو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ظاہری باطنی گناہ چھوڑنے کا حکم نہیں کیا آپ کو ان کی اجازت ہے۔ جواب: آپ کو یہ حکم ہے کہ لوگوں سے کفر و شرک گناہ چھوڑو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں لوگوں سے گناہ چھوڑانے آئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت کبھی گناہ کی طرف مائل ہو سکتی ہی نہیں۔ اسی لئے اس آیت کے نزول سے پہلے بچپن شریف میں بھی کسی گناہ صغیرہ کے پاس بھی نہ گئے جس کی مثل ابھی ہم نے تفسیر میں اسکوئی قانون سے بہت اچھی طرح بیان کر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفت ہے۔ تطہروہم و تزكیہم بھا اور آپ کی صفت ہے و یزكیہم و یطہروہم الكتاب والحکمت پانچواں اعتراض: تم نے تفسیر میں کہا کہ یہ آیت اور تمام احکام کی آیات تمام مسلمانوں، ولیوں، غوثوں، قطبوں پر حاوی ہے۔ اگر مجذوب، مجنون، مبالغہ بچوں پر شریعت کے احکام جاری نہیں پھر تمہارا یہ کہنا کیسے درست ہوا۔ جواب: وہاں خود قانون نے ان کو چھوڑ دیا ہے کوئی شخص قانون کو نہیں چھوڑ سکتا، ہم کو قانون چھوڑ دے یہ اور چیز اور ہم قانون کو چھوڑ دیں یہ اور بات ہے۔ زکوٰۃ کے قانون نے غریب کو چھوڑ دیا بالکل ٹھیک ہے مگر جو امیر کے کہ میں تو خدا تک پہنچا ہوا ہوں مجھ پر زکوٰۃ فرض نہیں وہ کافر ہے یہ فرق ضرور خیال رہے۔ چھٹا اعتراض: یہاں شیاطین جمع کیوں ارشاد ہوا؟ جواب: اس لئے کہ اگر اس سے انسانی شیاطین مراد ہیں تو وہ بھی بہت ہیں بعض مولوی، بعض پیر، بعض دوست، بعض اولاد، بعض بیویاں جو اللہ کی راہ سے ہٹا دیں وہ سب شیاطین ہیں اور اگر اس سے شیاطین جن مراد ہیں تو وہ بھی بہت ہیں جن میں سے بعض قرین ہیں، ہر دم انسان کے ساتھ رہنے والے بعض خرب نماز میں دوسوے دلائے والے۔ بعض بلہان ہیں، وضو میں دوسوے ڈالنے والے۔ بعض بازاروں میں، بعض پاخانوں میں، بعض شراب خانوں وغیرہ میں رہنے والے اس وجہ سے شیاطین جمع ارشاد ہوا۔ ساتواں اعتراض: اگر ذبیحہ حلال ہونے کے لئے بسم اللہ پڑھنا شرط ہو تو اس میں عمد اور بھول کا فرق نہ ہوتا، شرط بھول کر رہ جائے یا جان کر شے درست نہیں ہوتی جیسے طہارت نماز کے لئے کہ بھول کر بے وضو پڑھے یا جان کر نماز نہ ہوگی۔ معلوم ہوا کہ بسم اللہ پڑھنا بوقت ذبح شرط نہیں لہذا خواہ عمد، بسم اللہ چھوڑ دے یا بھول کر ذبیحہ حلال ہے۔ (شوافع)۔ جواب: یہ قاعدہ ہی غلط ہے روزے میں کھانا پینا چھوڑنا رکن ہے مگر وہاں ارادہ اور بھول کا فرق موجود ہے کہ ارادہ ”کھانی پانی تو بڑھ گیا“ بھول ”کھانی پانی اتنا بڑھ رہا۔ فرق کی وجہ یہ ہے کہ جہاں

بھول چوک نادر ہو کوئی چیز یا دلائے والی موجود نہ ہو وہاں عمدہ اور بھول کا فرق نہیں۔ جہاں بھول چوک زیادہ ہو کوئی چیز یا دلائے والی موجود نہ ہو وہاں ارادہ اور بھول کا فرق ہو گا۔ ذبح پہلی قسم کی چیز ہے۔ (تفسیر روح المعانی)۔ آٹھواں اعتراض: یہاں اللہ کا نام نہ لینے سے مراد ہے غیر خدا کے نام پر ذبح کرنا اگر غیر خدا کے نام پر ذبح نہ ہو تو جانور حلال ہے خواہ اللہ کے نام پر ذبح ہو یا خاموشی سے ارادہ "یا بھول کر کیونکہ یہاں اس عمل کو فسق کہل دو سری آیت میں فرمایا قل لا اجد لہما اوحی الیہا کہ او فسقا" اہل لغو اللہ بھول فسق کے معنی ہیں غیر خدا کے نام پر ذبح اس کے سوا تمام جانوروں کو حلال فرمایا گیا۔ لہذا وہی یہاں مراد ہے۔ (شوافع)۔ امام شافعی قدس سرہ کی یہ بڑی زبردست دلیل ہے۔ جواب: غیر خدا کے نام پر ذبح کرنا بھی فسق ہے اور ارادہ "بغیر ذکر اللہ ذبح کرنا بھی فسق۔ ایک فسق کا وہاں ذکر ہے دوسرے فسق کا یہاں ذکر۔ وہاں حصر اضلی ہے حقیقی نہیں۔ کفار بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام کہتے تھے ان کی تردید میں وہاں ولی آیت اتزی اگر وہاں حصر حقیقی ہو تو لازم آئے گا کہ کتاب بلا سب حلال ہوں یہ جواب خوب سمجھ لو بہت نفیس ہے۔ (تفسیرات احمدیہ)۔ نواں اعتراض: معاذ اللہ مذکور میں معلوم ہے جس جانور کو اللہ کے ذکر کے بغیر ذبح کر دیا جائے وہ حرام ہے خواہ عمدہ "ہو" خواہ بھول کر" آیت میں بھول یا عمدہ کی قید نہیں۔ (احمد ابن سیرین خواجہ حسن بھری)۔ ان حضرات کا یہی مذہب ہے کہ بھول چوک اور عمدہ برابر ہیں جس کی ذبح پر اللہ کا نام نہ ہو وہ حرام ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ لم یذکر نفی عمدہ ہے جس میں عمدہ کی طرف اشارہ ہے اور اس عمل کو رب نے فسق فرمایا بھول چوک فسق نہیں ہوتی۔ دسواں اعتراض: ابو داؤد شریف کی حدیث میں ہے فہمۃ المسلم حلال ذکر اسم اللہ او لم یذکر یعنی مسلمان کا ذبیحہ حلال ہے وہ اللہ کا نام لے یا عمدہ "چھوڑ دے۔ معلوم ہوا کہ عمدہ "چھوڑا ہوا ذبیحہ بھی حلال ہے۔ (شوافع)۔ جواب: وہ حدیث خبر واحد ہے اس کی وجہ سے حکم قرآنی میں ترمیم نہیں کی جاسکتی۔ لہذا وہ حدیث قاتل عمل نہیں یہ آیت واجب العمل ہے۔ (تفسیر روح المعانی و احمدی) خیال رہے کہ اس مسئلہ میں امام اعظم کی تائید سات آیات سے ہوتی ہے۔ (1) تین آیات سورہ انعام میں اور (2) تین سورہ حج میں۔ ایک سورہ مائدہ میں سورہ انعام والی آیات یہ ہیں۔ (1) لکلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ (2) وما لکم ان لا تاكلوا مما ذکر اسم اللہ علیہ۔ (3) ولا تاكلوا مما لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ سورہ حج کی تین آیات یہ ہیں۔ (4) و یذکروا اسم اللہ فی اہام معلومات علی ما رزقہم من نعمۃ الانعام۔ (5) ولکل امت جعلنا منسکا" لیدکروا اسم اللہ۔ (6) والبدن جعلنا ہالکم من شعائر اللہ لکم لہا خیر لا ذکروا اسم اللہ علیہا صواف۔ سورہ مائدہ کی آیت یہ ہے۔ (7) لکلوا مما اسکن علیکم و اذکروا اسم اللہ علیہ۔ (تفسیر روح المعانی) بہر حال اس مسئلہ میں مذہب حنفی بہت ہی قوی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: درخت کا پھل جب ملتا ہے جب چار شریں جمع ہو جائیں۔ ایک یہ کہ درخت کے باطن یعنی اس کے چڑک وقت پر کھاد پانی ملے۔ دوسرے یہ کہ درخت کے ظاہر یعنی شاخوں پتوں وغیرہ کو ہوا اور دھوپ ملے۔ تیسرے یہ کہ درخت کی جڑ اندرونی بیماریوں چوہے گھن وغیرہ سے محفوظ رہے۔ چوتھے یہ کہ درخت کا ظاہر یعنی شاخیں پتے کیرے مکڑے پھلوں کی تباہ کاریوں سے محفوظ رہیں۔ یہی انسانی صحت کا اصل ہے کہ اس کے باطنی ظاہری اعضاء درست ہوں تو انسان تندرست رہتا ہے۔ صحت ایمان کا بھی یہی حال ہے اس آیت کریمہ نے بدنظاہر میں سب کچھ بتا دیا کہ ظاہری و باطنی گناہ چھوڑو ظاہری

باطنی نیکیاں کرو۔ صوفیاء کے نزدیک ظاہری گناہ طلب دنیا ہے اور باطنی گناہ طلب نعت جنت ہے۔ یہ دونوں چیزیں رب سے دور کرتی ہیں، مومن کامل وہی ہے جو صرف طالب موئی ہو۔ اس آیت میں ارشاد ہوا کہ اے بندو! تم صرف میرے ہو رہو کسی اور طرف دل کا رخ نہ کرو نہ دنیا کی طرف کہ یہ ظاہری گناہ ہے نہ جنت کی طرف کہ یہ باطنی گناہ ہے نیز ہر گناہ کا ایک ظاہر ہے ایک باطن۔ گناہ کا ظاہر یہ ہے کہ وہ شرع کے خلاف طبع کے موافق ہو اور اس کا باطن یہ ہے کہ خلقت حیوانی، نفسانی، شیطانی کے موافق ہو جب رحمانی کے خلاف ہو لہذا آیت کا مطلب یہ ہے کہ گناہ کا ظاہر یعنی طبعی اعمال چھوڑو اور گناہ کا باطن یعنی نفسانیت سے بھاگو ایسے گنہگار اپنے کئے کا بدلہ پائیں گے کہ ان کے دلوں پر زنگ چڑھ جائے گی اللہ سے حجاب میں ہو جائیں گے عن وہم وسمہد لمحجوبون گناہ سے بچنے کی آسان تدبیر یہ ہے کہ اگر کبھی نفس گناہ کراوے تو اس کے کفارہ میں وہ نیکی کرو جس سے نفس کو تکلیف ہو اور نفس سے کہو کہ اگر آئندہ تو نے مجھ سے گناہ کرایا تو اس سے دو گنی نیکیاں کر کے تجھے سزا دوں گا اگر نماز قضا کراوے تو نماز کی قضا بھی پڑھو اور بطور کفارہ دس نفل بھی اگر زکوٰۃ سے روکے تو زکوٰۃ بھی دو اور بطور کفارہ صدقہ نفلی بھی ادا کر کے یہی کہو۔ ان شاء اللہ آئندہ گناہ نہ کرائے گا۔ نفس گناہوں کا کارخانہ ہے اعضاء گناہوں کے استعمال کے مقامات جب کارخانے میں گناہ بننا ہی بند ہو جائیں تو اعضاء کو استعمال کے لئے کہاں سے ملیں گے۔ پھر و فدا ظاہر الاثم پر آسانی سے عمل ہو سکے گا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو کھاؤ اللہ کے حکم سے، اللہ کے ذکر پر، اللہ کی طلب کے لئے کھاؤ تاکہ کھانے کی قلت کھانے کی شہوت سے محفوظ رہو بلکہ کھانے میں نورانیت پیدا ہو کھانے کی قلت فسق کا ذریعہ ہے۔ صوفیاء کے نزدیک اسم اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ نام پتہ ہوتا ہے نام والے کا نام والا نام پر ہی پکارنے والے کی سنتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پتہ ہیں۔ رب تعالیٰ کلوہ کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم گنہگاروں کی سنتا ہے۔

نشان بے نشان ہو کر زبان بے زبان ہو کر وہ آئے اس جہاں میں حسن مطلق کی لدا ہو کر

آیت کا جذبہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی چیز استعمال نہ کرو جس پر اسم اللہ یعنی محمد رسول اللہ کا ذکر، ان کی یاد، ان کی طرف دھیان نہ ہو کہ وہ چیز پھر ذہن بن جائے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام تریاق ہے جیسے صلیب کے اجزاء میل ہیں، کپڑے کو میلا کرنے والے سوڈا کاسٹک ان اجزاء کی حقیقت بدل کر اسے میل کٹ بنا دیتا ہے۔ دنیا کی ہر چیز دل کو میلا غافل کرتی ہے جب اس کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو جائے اور سنت سمجھ کر استعمال کی جائے تو وہ عین دین اور عبادت بن جاتی ہے۔ دنیا کی ہر چیز صفر ہے یعنی نفع سے خالی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نسبت عدد ہے جب یہ صرف اس عدد سے مل جائے تو دس گنا ہو جاتا ہے۔ اب پڑھو ولا تا کلووا معا لم یذکر اسم اللہ علیہ۔ شیاطین اپنے دوستوں کو ذکر اللہ سے خالی کھانا کھانا چاہتے ہیں تاکہ وہ بھی ساتھ کھائیں۔ جانور کے ذبح پر بسم اللہ پڑھو تاکہ اس کی لذت سے اس پر جان کنی آسان ہو جائے، مومن کو مرتے وقت ذکر اللہ ملو تاکہ اس کی جان کنی آسان ہو (روح البیان مع زیادة)۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شیاطین بہت قسم کے ہیں ان کی علیحدہ ڈیوٹیاں ہیں ان سب پر ابلیس کنٹرول کرتا ہے وہ ہر وقت ہر شخص کو بھی دیکھتا ہے اور اپنے مقرر کردہ شیطان کی کارگزاری کو بھی۔ اگر ان میں سے کوئی کوتاہی کرتا ہے تو وہ ان کی باز پرس کرتا ہے ان شیاطین کو لوگوں کے دلوں پر تصرف کرنے کی طاقت دی گئی ہے پھر رب نے ہر چیز کا توڑ پیدا کیا ہے تاریکی کا توڑ روشنی، بھوک کا توڑ پیاس، کھڑپانی، مرض کا توڑ دوا۔ اس طرح گمراہی کا توڑ ہدایت ہے اور گمراہ کن کا توڑ ہلوی و سوسوں کا توڑ السامات۔ حضرات علماء کولیا، شیطان کا توڑ اور ہلوی من

اللہ ہیں۔ ان تمام کے سردار سب پر نگرانی کرنے والے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر توڑنے والا اس سے قوی ہونا چاہئے جس کو توڑنا ہو، پھر توڑنا ہو تو اسے ڈھیلے سے نہ توڑو کہ ڈھیلا تو خود ٹوٹ جائے گا بلکہ اسے لوہے کے ہتھوڑے سے توڑو۔ یونہی حضرات اولیاء انبیاء کی طاقت لوگوں کے دلوں پر تسلط شیاطین سے زیادہ چاہئے تاکہ وہ شیطانی اثر توڑ سکیں۔ خیال رہے کہ بعض انسان شیطان کے ایجنٹ ہیں جہاں شیطان نہ پہنچ سکے وہاں اس کے ایجنٹ پہنچ جاتے ہیں شیطان لا حول سے بھاگتا ہے۔ حضرت عمر سے بھاگتا ہے۔ آیت الکرسی سے دور رہتا ہے، رمضان میں قید ہو جاتا ہے مگر یہ شیاطین انس ایسے ڈھیٹ ہوتے ہیں کہ نہ لا حول سے جاگیں نہ رمضان میں قید ہوں جہاں ابلیس نہ پہنچے وہاں یہ پہنچ جاتے ہیں ان کی زبان پر شیطان بولتا ہے خواہ عالم کی شکل میں ہو یا پیر کی یا کسی دوست کی صورت میں۔ ان کی صحبت سخت خطرناک ہے ایسے ہی بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وکیل ہوتے ہیں ان کی زبان پر اللہ کے پیارے حبیب کلام فرماتے ہیں۔ ان الحق لیتق علی لسان عمر ان کے دلوں پر اللہ رسول کی طرف سے القاء الہام ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی صحبت اللہ کی رحمت ہے اس لئے ارشاد ہوا لیوحون الی اولیاء ہم لیجادلوکم کہ شیطان صحابہ تک نہیں پہنچتے ان کے انسانی ایجنٹ پہنچتے ہیں۔

أَوْ مَنْ كَانَ مِثْلًا فَاجِيئُهُ وَجَعَلْنَاهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ كَمَنْ

اور کیا وہ جو تھا مردہ پس زندہ کیا ہم نے اُسے اور بنائی ہم نے اس کے لئے روشنی کہ چلتا ہے ساتھ اس کے لوگوں میں اور کیا وہ کہ مردہ تھا تو ہم نے اسے زندہ کیا اور اس کے لئے ایک نور کر دیا جس سے لوگوں میں چلتا ہے وہ

مَثَلُهُ فِي الظُّلُمَاتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا كَذَلِكَ زُيِّنَ لِلْكَافِرِينَ مَا كَانُوا

مثل اس کے ہے جو تاریکیوں میں ہے نہیں ہے نکلنے والا اس سے اسی ہی طرح زینت مسیئے کے کافروں کے لئے اس جیسا ہو جاوے گا تاریکیوں میں ہے ان سے نکلنے والا نہیں یوں ہی کافروں کی آنکھ میں ان کے اعمال

يَعْمَلُونَ ﴿٧٧﴾

وہ کام جو وہ کرتے تھے

بھلے کر دیئے گئے۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں ظاہری باطنی گناہ چھوڑنے کا حکم دیا گیا۔ اب اس کے نتیجہ کا ذکر ہے کہ اس پر عمل کرنے والا نور پر ہوتا ہے اور اس پر عمل نہ کرنے والا اندھیروں میں رہتا ہے۔ گویا علاج کے بعد انجام کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: آیات میں فرمایا گیا تھا کہ گناہ کرنے والوں کو سزا دی جائے گی۔ اب اس اجمال کی قدرے تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ دنیا میں ہی ایسے لوگ اندھیروں میں پھنسے رہیں گے۔ آخرت کا عذاب اس کے سوا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار مسلمانوں سے جھگڑتے ہیں اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ مسلمان نورانی ہیں اور کفار ظلماتی، نور و ظلمت، اندھیرے اجمالے میں کبھی اتفاق ہو سکتی نہیں ان میں جھگڑائی رہے گی۔ چوتھا

تعلق: پچھلی آیت میں مذبحہ جانور اور مردار جانور کا فرق بیان ہوا کہ یہ دونوں یکساں نہیں۔ مذبحہ حلال مردار حرام۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہی فرق مردہ انسان یعنی کافر میں اور اس مسلمان میں ہے جس نے اپنے نفس کو اللہ کے نام پر قربان کر دیا۔

شان نزول: اس آیت کریمہ کے نزول کے متعلق چند روایتیں ہیں۔ (۱) ایک بار ابو جہل نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نجاست پھینکی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس سے بہت دکھ ہوا۔ جناب حمزہ ابھی ایمان نہیں لائے تھے۔ آپ شکار کھینے باہر گئے ہوئے تھے جب شکار سے واپس آئے تو آپ کی زوجہ پاک یا کسی اور نے آپ کو خبر دی کہ آج حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابو جہل نے اس طرح ستایا ہے آپ اسی حالت میں کہ شیر کمان آپ کے ہاتھ میں تھے۔ ابو جہل کے پاس پہنچے اور اس کے سر پر کمان زور سے ماری۔ قریب تھا کہ آپ اسے مارتے مارتے زخمی کر دیں وہ خوشامد کرتا ہوا بولا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے بتوں کو برا کہتے ہیں تم انہیں کچھ نہیں کہتے اللہ مجھے ڈانٹتے ہو۔ آپ فرمانے لگے کہ تم سے بڑھ کر یہ قوف کون ہے کہ خود ہی پتھر کی مورت بناتے ہو اسے پوجنے لگتے ہو۔ یہ فرما کر یا تو وہاں ہی یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت علیہ میں حاضر ہو کر ایمان لائے آپ کے ایمان لانے پر یہ آیت کریمہ نازل ہوئی جس میں جناب حمزہ اور ابو جہل کا فرق بیان فرمایا گیا۔ (خازن، معانی، روح البیان، صلوٰی کبیر، ابن کثیر وغیرہ)۔ (۲) یہ آیت کریمہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی کہ زمانہ کفر میں یہ آپس میں دوست تھے۔ حضرت عمر مومن ہو کر ابو جہل سے الگ ہو گئے۔ واصل الی الرسول ہو کر واصل باللہ ہو گئے۔ ابو جہل اسی حالت میں رہا (خازن، کبیر، معانی وغیرہ)۔ (۳) یہ آیت کریمہ حضرت عمار ابن یاسر اور ابو جہل کے متعلق نازل ہوئی۔ حضرت عمار مومن تھے ابو جہل ملاح اور سردار تھا اس آیت کریمہ میں ان دونوں کا فرق بیان فرمایا گیا۔ (کبیر، خازن، معانی وغیرہ)۔

تفسیر: او من کان میتا اس عبارت میں الف تو سوال کے لئے ہے، سوال بھی انکاری ہے اور واؤ ابتدا اسے ہے۔ من سے مراد یا حضرت حمزہ یا حضرت عمر یا حضرت عمار ابن یاسر ہیں رضی اللہ عنہم۔ جو چیز صرف بتائی ہوتی ہے اس کی خبر دے دی جاتی ہے مگر جو بات دل میں بٹھالینی ہوتی ہے وہ مخاطب سے پوچھی جاتی ہے تاکہ مخاطب خود سوچ کر جواب دے اور اس کے دل میں وہ باتیں ہو جائے جو تکہ حضرت عمر کے مخالفین پیدا ہونے والے تھے۔ اس لئے رب نے ان کی عظمت ذہن نشین کرانے کے لئے مسلمانوں سے یہ بات پوچھی کہ خود سوچ کر جواب دیں اور یاد رکھیں۔ کلمہ میں ان کے پہلے حال کا بیان ہے یعنی اسلام لانے سے پہلے یہ لوگ بے جان تھے۔ کان فرما کر یہ بتایا کہ ان کا ابتدائی حال نہ دیکھو، ان کی انتہا میں غور کرو۔ برادران یوسف علیہ السلام کو ان کا ابتدائی حال دیکھ کر جو انہیں برا کہے وہ بے دین ہے اس لئے کان ارشاد ہوا۔ میت ہماری قراءۃ میں ی کے سکون سے ہے اور ایک قراءۃ میں ی کے شد سے یہ موت کا صفت مشبہ ہے۔ اصل میں میت تھا اگر واؤ کو ی بنا کر ی میں لو غام کر دیا جائے تو میت بن جاتا ہے۔ اور اگر واؤ کو گر لویا جائے تو میت۔ حق یہ ہے کہ میت اور میت میں کچھ فرق نہیں دونوں کے معنی ہیں بے جان مردہ۔ بعض لوگوں نے کہا کہ نفع والی موت سے جو مرے وہ میت ی کے شد سے ہے۔ یعنی مردہ اور بیکار یا نقصان والی موت سے مرنے والا میت سے ی کے سکون یعنی مردار۔ مردہ اور مردار میں فرق ہے اس لئے مردار جانور کو میت کہا جاتا ہے۔ مومن مرے بعد میت ہے شد سے کافر میت ہے ی کے سکون سے۔ سونا کشتہ ہو کر زیادہ قیمتی ہو جاتا ہے۔ اور بیمار یوں کا علاج بن جاتا ہے سونا آگ میں کشتہ ہو کر ہزاروں کو شفا دے۔ مومن خوف الہی عشق مصطفوی کی آگ سے کشتہ ہو تو وہ بھی روحانی

شفائیں بخشا ہے اس کی قبر سے فیوض جاری ہوتے ہیں مگر یہ فرق لازمی نہیں۔ قرآن مجید میں بے جان، بے علم، بے عقل، بے ہدایت یعنی گمراہ بے ایمان اور خشک زمین کو میت فرمایا گیا ہے۔ یہاں معنی بے ایمان کافر ہے۔ فلاحیہ عبارت کلمہ متا پر معطوف ہے۔ جتنے معانی موت کے ابھی عرض ہوئے اس کے مقابل اتنے ہی معنی حیوة کے ہوں گے جان والا، علم والا، عقل والا، ہدایت والا، ایمان والا، تر زمین سبز والی۔ یہاں ایمان والا مراد ہے۔ جان جسم کی زندگی ہے۔ ایمان دل کی زندگی، جان سے جسم کے سارے اعضاء کار آمد ہوتے ہیں۔ ایمان سے عقل و دل وغیرہ کار آمد ہوتے ہیں۔ جان سے غذا میں، دوا میں فائدہ دیتی ہیں مردے کے لئے سب بیکار۔ ایمان سے نیک اعمال اچھے خیالات نفع دیتے ہیں۔ کافر کے لئے سارے نیک اعمال برباد و بیکار۔ ان وجوہ سے ایمان کو حیوة اور مومن کو حی فرمایا بالکل درست ہوا۔ غرضیکہ جان سے جسم کی زندگی ہے ایمان سے دل کی زندگی بلکہ یوں کہو کہ ایمان سے جان کی زندگی ہے، جان جسم کو زندہ کرتی ہے مگر ایمان جان کو زندہ کرتا ہے احسانہ فرما کر یہ بتایا کہ جو زندگی ہم عطا کریں۔ اس کے لئے فنا نہیں اس کو موت نہیں فنا کر سکتی وہ مر کر بھی زندہ رہتا ہے۔ جیسے سورج ڈوب کر بھی موجود اور فیض رسل ہوتا ہے۔ نیز اس میں یہ بتایا کہ برائیوں کو اپنی طرف نسبت کرو، خوبیوں کو رب کی طرف۔ فرمایا کان متا وہاں رب کا ذکر نہیں۔ پھر فرمایا فاحسانہ یہاں رب کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ ایمان کی حقیقت نبی کو ملتا ہے۔ توحید، قیامت، فرشتے، جنت، دوزخ کو مان لینا ایمان نہیں کہ بہت سے کفار بلکہ شیطان یہ سب چیزیں مانتا ہے مگر ہے کافر و کان من الکافرین اور ایمان پر اعمال کا مدار ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ بغیر جان جسم کی نہ قیمت ہے نہ عزت کہ مردہ گھوڑا فروخت نہیں ہوتا۔ زندگی میں انسان وزیر بادشاہ امیر صاحب تخت و تاج ہے، مرے بعد کچھ بھی نہیں یونہی۔ ایمان سے دل و جان وغیرہ سب کی اللہ کے ہاں عزت بھی ہے قیمت بھی کہ رب فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں کی جان و مال جنت کی عوض خرید لی۔ ولایت، قطبیت، غوثیت ایمان سے ملتے ہیں۔ ایمان نہ ہو تو یہ کچھ بھی نہیں و جعلنہ نوراً بحضی فی الناس یہ عبارت معطوف ہے فاحسانہ پر اس میں اللہ تعالیٰ کے دوسرے انعام کا ذکر ہے جو اس نے مسلمانوں پر فرمایا یہاں جعلنا معنی خلقنا نہیں کر دینے یا بنا دینے کے معنی میں ہے۔ نور سے مراد خارجی روشنی ہے ایمان بول کی اندرونی روشنی تھی یہ بیرونی روشنی۔ اس سے مراد یا تو قرآن کریم ہے یا اتباع نبی یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق کا رشتہ۔ اس کی بتوین تعظیمی ہے معنی عظیم نور بحضی ہوا تو نور کی صفت ہے یا لہ کامل ہمسبب یا سبب معنی مع۔ الناس سے مراد یا تو کفار ہیں یا سارے لوگ۔ یعنی ہم نے اسے ایک بیرونی روشنی بھی عطا فرمادی۔ جس کی وجہ سے وہ لوگوں میں اطمینان سے چلتا پھرتا ہے یا جس کے ساتھ ساتھ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہے کہ وہ بھی اس سے کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں لوگوں سے مراد یا تو کفار مکہ ہیں کہ فاروق اعظم کے ایمان پر ان کے کالوں مکہ کی گلیوں، پہاڑیوں نے کلہ سنا۔ یا حضرت عمر کی حیات کے زمانہ کے لوگ ہیں جنہیں حضرت عمر نے فتوحات کے ذریعہ غنی فرمایا یا اقیامت سارے لوگ کہ حضرت عمر کا ور سب کو ملتا رہے گا آج قرآن کی حفاظت عمر فاروق کے ذریعہ ہے کہ لوگ ترویج کے شوق میں قرآن حفظ کرتے ہیں اور ترویج قائم کرنے والے عمر فاروق ہیں یونہی جملہ دیوانی، فوجداری، ملک رانی کے قوانین آپ نے ہی بنائے۔ اللہ ان پر چلنے کی توفیق دے۔ کمن مثله فی الطلعات یہ عبارت من کل الخ کی خبر ہے اس عبارت کی ترکیب یہ ہے من اسم موصول ہے مثله معنی صفت و حالت ہے بتدل ہے نور فی الطلعات ہو پوشیدہ کی خبر طلعات سے مراد کفر، حسد، عداوت، بغض، عدولت کی تادیکیں ہیں یعنی وہ خوش نصیب، ہدایت یافتہ نورانی شخص کیا اس

بد نصیب کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ قسم قسم کی اندھیروں میں گمراہ ہوتا ہے کسی طرف سے اس تک روشنی نہیں پہنچتی پس بخارج منہا یہ عبارت اسی ہو کی دو سری خبر ہے جو فی الظلمات سے پہلے پوشیدہ ہے اس میں اس کی دو سری خرابی کا ذکر ہے یعنی اس کی دو سری مصیبت یہ ہے کہ اسے اندھیریاں ایسی لازم ہو چکی ہیں کہ وہ ان سے نکل نہیں سکتا یعنی وہ نہ تو اب روشنی میں ہے نہ آئندہ روشنی میں آنے کی امید ہے کیونکہ وہ ان اندھیروں کو روشنی اور کفریات کو ایمان، گمراہوں کو ہدایت سمجھ چکا ہے۔ اب انہیں چھوڑے تو کیسے کنا لک زین للکافرین ما کانوا بعملون۔ یہ جملہ نیا ہے جس میں اس کے ان تاریکیوں سے نہ نکل سکنے کی وجہ ارشاد ہوئی۔ حق یہ ہے کہ زین کا قائل یا شیطان ہے یا اس کا نفس امارہ، کافرن سے مراد وہ کفار ہیں جن کا کفر پر مرنا علم الہی میں آچکا ہے عمل سے مراد ان کفار کی تمام بد عقیدہ گئیاں اور بد عملیاں ہیں جنہیں وہ اچھا سمجھتے ہیں یعنی ان کفار کے ہدایت پر نہ آنے کی وجہ یہ ہے کہ شیطان اور ان کے نفس امارہ نے ان کے تمام کفریات اعمال کو ان کی آنکھوں میں ان کے خیالوں میں نہایت ہی آراستہ کر دیا ہے کہ اپنے کو ہی ہدایت پر سمجھتے ہیں۔ مومنین کو ہر گاہ اور بے عقل جانتے ہیں اب ان کی ہدایت کی کیا صورت ہے جب بیمار طبیب کو یہ قوف سمجھنے لگے اور اپنے کو عقلمند تو اس کے علاج کا لکڑیہ ہے اس سے مراد یاتوا ابو جہل ہے جسے حضرت حمزہ نے مارا تھا یا عام وہ کفار جن کے نصیب میں ہدایت نہیں۔

خلاصہ و تفسیر : غور تو کرو کہ وہ بندہ جو پہلے دل کا مردہ یعنی کافر تھا اسے ہم نے زندگی بخشی کہ ایمان کی توفیق دیدی ایمان دل کی جان کی زندگی ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے اسے بیرونی نور یعنی قرآن مجید یا اپنے محبوب کا عشق بھی عطا فرمایا اب وہ اس نور کو لئے ہوئے لوگوں میں چلتا ہے کہ جہاں سے گزر جائے اجیلا کر دے جیسے گیس والا آدمی گلی کو چوں کو منور کرتا ہوا چلتا ہے ایسا خوش نصیب بندہ کیا اس بد نصیب کی طرح ہو سکتا ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ ایک دو نہیں بہت سی اندھیروں میں گرفتار ہے حالت اس کی یہ ہے ان اندھیروں سے نکل بھی نہیں سکتا وہ اندھیریاں اسے لازم ہو گئی ہیں اس کے دل میں گمراہی گئی ہیں ان جیسے کافروں کی نظر میں ان کی اپنی بد عملیاں بد عقیدہ گئیاں ایسی اچھی بھلی بنادی گئی ہیں کہ وہ اپنے کو ہدایت پر مسلمانوں کو گمراہی پر جانتے ہیں جب ان کا حال یہ ہے تو ان کے ہدایت پر آنے کی کیا امید ہے۔ بقراط نے خوب کہا ہے۔

کما اس نے کوئی نہیں روگ ایسا! کہ جس کی دوا کی نہ خالق نے پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسان سمجھیں کہ جو طبیب اس کو ہڈیاں سمجھیں!
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں اسی طرح اپنے مرض کو برہنائیں

خیال رہے کہ حضرت عمرو حمزہ کو یہ زندگی یعنی ایمان اور نور ملا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں چیزیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بخشیں مگر رب تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے عطا کیں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا رب تعالیٰ کی عطا ہے بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا آستانہ رب کی عطا کا دروازہ ہے جسے جو کچھ رب دیتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں دیتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر واسطہ خدا کی جو نعمت ملے گی وہ نعمت نہیں عذاب ہوگی۔ بجلی کے پاور کا فیض بلب، یا بیٹر یا فریج کے ذریعہ لو اگر ان واسطوں کے بغیر برادر است تار سے لینا چاہو گے تو فیض نہ ملے گا بلکہ موت ملے گی اسی لئے رب تعالیٰ نے کفار کے مل و لولاد کو عذاب قرار دیا کہ فرمایا لا تعجبک اموالہم ولا اولادہم انما یروہ اللہ لہم و تزهق انفسہم و ہم کافرون اور مومن کے مل جان اولاد کو رحمت فرمایا کہ ارشاد فرمایا ان اللہ

اشتری من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنت اور فرمایا الحقنا بهم فدیتهم وما اتناهم من عملهم من شی اور ہم کو یہ دعا تعلیم فرمائی و جعلنا للمتقين اماما۔ مومن کی زندگی موت قبر و حشر و رحمت ہے کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسطہ شامل ہے، مومن کی زندگی کا نام حیوة طیبہ ہے موت کا نام وفات یا وصل۔ قبر و حشر جنت حشر محبوب کے دیدار کی جگہ، کافر کی زندگی معیشتہ "فنکا اس کی موت رب کی پکڑ اس کی قبر و زخ کی بھٹی اس کا حشر عذاب کی جگہ۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کافر مردہ ہے مومن زندہ کافر بے نور، بے پیرا ہے، مومن نور والا پیر والا۔ یہ فائدہ مہتا اور فاحصنامہ سے حاصل ہوا۔ قرآن مجید میں جہاں فرمایا گیا کہ تم مردوں کو نہیں سنا سکتے اس سے یہی دل کے مردے کافر مراد ہیں اور سنانے سے مراد ہے ہدایت دینا یعنی قبول کائنات ان آیات سے سماع مردہ کا انکار کرنا جہالت ہے۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ مومن کو دل کی زندگی یعنی ایمان کے سوا خارجی روشنی بھی عطا فرماتا ہے۔ قرآن کریم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی۔ یہ فائدہ و جعلنا لنوروا" لائح سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جیسے ہم عالم جسمانیات میں دو نوروں کے حاجت مند ہیں۔ ایک داخلی نور یعنی آنکھ کی روشنی۔ دوسرا خارجی نور یعنی چاند سورج یا چرل وغیرہ کی روشنی۔ اسی طرح ہم عالم روحانیات میں داخلی و خارجی دو نوروں کے حاجت مند ہیں یعنی قرآن اور صاحب قرآن (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ فائدہ بھی و جعلنا لنوروا" لائح سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: مومن صرف نورانی ہی نہیں ہوتا بلکہ نور بخش بھی ہوتا ہے کہ جہاں سے گزر جائے وہاں روشنی کر دے جیسے گیس والا آدمی گلی کو چھ منور کرتا ہوا جاتا ہے۔ یہ فائدہ بحشی ۱۱، لی الناس سے حاصل ہوا۔ پھر جس درجہ کا ایمان اسی درجہ کی اس کی روشنی اس کا فیضان جیسے گیس والے کے گیس سے نور تو دور دیوار خار گزار سب پالیتے ہیں مگر راستہ کی راہبری صرف انسان پاتا ہے۔ یونہی مومن کی اطاعت ساری مخلوق کرتی ہے مگر اس سے ہدایت ولایت صرف انسان پاتے ہیں۔ دریائے نیل نے حضرت عمر کی اطاعت کی تاقیامت بتا رہا ہے۔ گد سلانہ لڑکی کی بھینٹ بند ہو گئی، زمین نے اطاعت کی کہ چوسا ہوا تیل اگل دیا۔ پانچواں فائدہ: نور صرف ایک ہے اگرچہ اس کی صفیں بہت ہیں مگر تاریکی ہزار ہے۔ یہ فائدہ نور کو واہد اور ظلمات کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: بعض کفر قتل زوال ہیں بعض ناقتل زوال۔ حضرت حمزہ و عمر رضی اللہ عنہما کا پھلا کفر قتل زوال تھا۔ ابو جہل کا کفر ناقتل زوال۔ یہ فائدہ لیس بخارج منها سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: گنہگار مومن اپنے گنہ کو اچھا نہیں سمجھتا اپنے کو گنہگار ہی جانتا ہے اس لئے وہ مومن رہتا ہے مگر کافر اپنے گناہوں کو اچھا سمجھ کر ان پر ناز کرتا ہے اس لئے وہ کافر ہو جاتا ہے۔ اس لئے گنہگار مومن قتل بخشش ہے اور کافر ناقتل بخشش۔ یہ فائدہ زین للکافرین لائح سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض : اس آیت کریمہ میں دو چیزوں کا ذکر ہے۔ ایک حیوة دوسرے نور فاحصنامہ اور جعلنا لنور حیوة نور نور میں کیا فرق ہے؟ جواب: ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ ان دونوں میں کئی طرح فرق ہے ایمان حیوة ہے یعنی دل کی زندگی قرآن نور ہے یعنی خارج کا نور جیسے سورج کی روشنی آنکھ کی روشنی کے لئے ضروری ہے۔ اپنی ہدایت جس سے خود یہ شخص راہ پر آجائے حیوة ہے دوسروں کو ہدایت دینا نور ہے اس لئے نور کے ساتھ بحشی ۱۱، لی الناس ارشاد ہوا۔ ایمان حیوة ہے

عرفان نور ہے۔ ایمان حیوة ہے تقویٰ و پرہیزگاری نور ہے دل کی ہدایت حیوة ہے چہرے کی رونق جو مومن کو نصیب ہوتی ہے نور ہے۔

بندۂ مومن کی پیشانی کا نور! کب چھپا رہتا ہے پیش ذی شعور!

دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ میں حیوة کے لئے فرمایا گیا فا حصناہ اور نور کے لئے ارشاد ہوا و جعلنا لہ نوراً

دونوں عبارتیں یکساں کیوں نہ ارشاد ہوئیں کہ وہاں بھی و جعلنا لہ حیوة "ہو تایا یہاں بھی و نورناہ ہو تہ۔ جواب:

حیوة تو انسان مومن کی اپنی صفت ہے اس لئے اس کے لئے جعلنا مناسب نہ تھا مگر نور خاص عطیہ ربانی ہے جو مومن کے لئے

ایسا لازم ہے جیسے سورج کے لئے روشنی یا آگ کے لئے گرمی کہ جو مومن کے پاس سے گزر جائے، غفلہ تعالیٰ اس پر نور پڑ

جائے اس لئے یہاں جعلنا بھی مناسب ہے اور لہ بھی۔ لام ملکیت کا ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا فا حصناہ ہم نے

زندگی بخشی مگر دوسری جگہ ارشاد ہے لہما بحکم نبی تم کو زندگی بخشے ہیں۔ دونوں آیات میں تعارض ہے۔ جواب: اللہ

تعالیٰ ایمان دینے والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان بلکہ ساری نعمتیں تقسیم فرمانے والے۔ یہاں دینے والے کا ذکر ہے۔

وہاں دوسری آیت میں قاسم ایمان کا ذکر ہے لہذا دونوں آیتیں درست ہیں۔ چوتھا اعتراض: یہاں ہمیشی ہمیں فی الناس

کی قید کیوں لگائی مومن کے نور سے درود یوار جن وانس منور ہو جاتے ہیں۔ مدینہ شریف کا نام مدینہ منور ہے۔ معلوم ہوا حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں کے درود یوار کو منور فرمایا پھر فی الناس کی قید کیوں؟ جواب: اس لئے کہ انسانوں کی نورانیت

اعلیٰ بھی ہوتی ہے اور محسوس بھی۔ دوسری مخلوق کی نورانیت محسوس نہیں ہوتی انسان بزرگوں کے فیض سے مومن 'عارف'

ولی' فوٹ و قطب بن جاتا ہے۔ دوسری مخلوق کو یہ صفات حاصل نہیں ہوتیں لہذا فی الناس فرمانا بالکل درست ہوا۔ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانوں کو صحابی اور حضرت حمزہ و دیگر صحابہ نے انسانوں کو اپنی صحبت سے تاحی بنا دیا یہ صفات دوسری

مخلوق کو کمال نصیب۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ میں ظلمت کو جمع اور نور کو واحد فرمایا گیا یہاں بھی انوار ہی فرمایا جاتا

یا وہاں بھی من الظلمات ارشاد ہوتا۔ جواب: اس لئے کہ اندھیروں کی قسمیں بہت ہیں 'کفر' 'شرک' 'حسد' 'حرص' 'کینہ' وغیرہ

سب دل کی اندھیریاں ہیں مگر روشنی ایک ہی ہے اگرچہ اس کی صفتیں بہت ہیں جیسے حیوان (جاندار) اس کی نوعیتیں بہت ہیں

انسان 'شیر' 'گھوڑا' 'ہاتھی' حیوان ہی کی نوعیتیں ہیں اور انسان ایک حقیقت ہے اگرچہ عالم 'جلیل' 'کافر' 'مومن' 'امیر' 'فقیر' اسی انسان کی

بہت قسمیں ہیں۔ مومن قاسم سے لے کر ولی تک ایک ہی قسم ہے اگرچہ اس کی صفتیں مختلف ہیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ نور ایک

ہے کیونکہ اس کا مرکز یعنی ذات پاک مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ہیں مگر نور کے ظہور مختلف ہیں جیسے سورج کا نور ایک ہے مگر

چاند 'زہرہ' 'مشتی' وغیرہ میں اس نور کے ظہور مختلف ہیں رنگ برنگے تارے۔ بجلی کے پلور کی رو ایک ہے مگر شوب 'بلب' کے

رنگ مختلف۔ تمام دریاؤں کا پانی ایک ہے مگر راستے مختلف ہیں تو ان کے نام مختلف 'گنگا' 'جمنا' 'جلم' 'چناب' وغیرہ ان راستوں کے

نام ہیں۔ یونہی فاروقی 'صدیقی' عثمانی 'حیدری' سینوں کے رنگ مختلف ہیں۔ مگر نور مصطفیٰ سب میں ایک ہے 'تاریکیوں کے مرکز

مختلف ہیں لہذا عظمت جمع ارشاد ہوا خیال رہے کہ ہر عضو کی عظمت و تاریکی جداگانہ ہے دل کی 'ولع' کی 'آنکھ' کی 'زبان' کی حتیٰ

کہ ہاتھ پاؤں کی تاریکیاں جداگانہ ہیں۔ کافر کا ہر عضو اندھیرے میں ہے لہذا وہ ظلمات میں ہے۔ نیز کافر کے دل پر غفلت 'کفر'

عقل و حسد پیغمبر کی اندھیریاں ہیں مومن کے دل پر غفلت کی اندھیری تو آسکتی ہے مگر غفلہ تعالیٰ کفر و عقل کی اندھیری نہیں آتی۔

نیز کافر عالم ارواح سے ظلمت ساتھ لاتا ہے کہ وہاں نور کے چھینٹے سے محروم رہا۔ پھر دنیا میں آکر اس پر مختلف ظلمتوں کا هجوم ہو جاتا ہے لہذا وہ ظلمات یعنی تاریکیوں میں ہوتا ہے۔ چھٹا اعتراض: الناس میں اگر سارے لوگ اقیامت مراد ہیں تو یہ درست کیسے ہو اساری دنیا کے لوگوں کو عمر فاروق سے نور کیسے ملا۔ جواب: آج قرآن کا بقا حفظ قرآن کے ذریعہ ہے اور حفظ قرآن ترلوح کے ذریعہ اور ترلوح قائم فرمانے والے حضرت عمر ہیں۔ ساتواں اعتراض: ان کفار کے متعلق یہ کیوں فرمایا کہ لیس بخارج منها وہ ان اندھیروں سے نکلنے والے نہیں۔ جواب: جیسے قینچی کپڑا کاٹتی ہے بسولی اینٹ کو آری لکڑی چھینی لوہے کو ایسے ہی بیداری غفلت کی قینچی ہے تو بہ گناہوں کی، کلمہ طیبہ کفر کی قینچی، دعائیں حسد کی اطاعت عتلا کی قینچی ہے چونکہ ان کے پاس ان میں سے کوئی قینچی نہ تھی تو ان کی ظلمتیں کس چیز سے کسٹیں۔ اس لئے ارشاد ہوا۔ لیس بخارج منها۔

تفسیر صوفیانہ: ہوائے نفس انسان کی روحانی موت ہے اور محبت حق روحانی زندگی رب سے بے تعلقی روحانی موت ہے۔ معرفت الہی روحانی زندگی۔ حیوة دو قسم کی ہے حیوة معرفت، حیوة بشریت۔ بشری زندگی والا اپنے جسم کی قبر میں مدفون مردہ ہے جس کے لئے فتا ہے کل نفس فانتہ الموت۔ حیوة معرفت ولادائی زندہ ہے جس کے لئے فنا نہیں۔ رب فرماتا ہے۔ فلنحیہ حیوة طیبہ

نمیر ہر کہ را جانش تو باشی خوشا جانے کہ جانش تو باشی
ہرگز نمیر آنکہ دلش زندہ شد عشق ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

بشری حیوة والا مجازی اندھیروں میں گرفتار ہے۔ معرفت کی حیوة والا نورانی ہے بلکہ نورانی کر ہے اس معرفت کی زندگی والے کی تین نشائیاں ہیں۔ خلق سے علیحدگی، حق کی طرف دعوت، زبان کا ذکر میں تر رہنا۔ اس آیت کریمہ میں اسی زندگی و موت کی تفصیل ہے۔ غرضیکہ زندگی بہت قسم کی ہے اس کے مقابل موت کی بہت قسمیں ہیں جسم کی زندگی جان سے ہے جان کی زندگی ایمان سے ایمان کی زندگی حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں سے ہے اگر دل و دماغ زندہ نہ ہوں تو جسم کی زندگی بیکار ہے بلکہ وہل ہے۔ زندہ دل و سروں کو بھی زندگی بخش دیتا ہے۔ اس لئے فرمایا بعضی بہ فی الناس (از روح الہیان مع الزیادۃ)۔ اللہ تعالیٰ اس قل کو حل بنا دے۔ کبھی ان زندگیوں کی لذت چکلاوے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے رب نے آنکھ میں نور دیا ہے جس کے ذریعہ انسان راستہ کے خار و غار و غیرہ دیکھ کر بخوبی چل سکتا ہے اس نور کو بصارت کہتے ہیں۔ ایسے ہی رب نے مومن کے دل میں ایک نور بخشا ہے جس سے مومن رل و خدا کے خار و غار و غیرہ دیکھتا ہے اور بخیریت وہ سفر طے کرتا ہے اسے عرفان و بصیرت کہا جاتا ہے۔ یہ نور حضرت صدیق اکبر کو پیدا لکھی دیا گیا کہ آپ عارف باللہ پیدا ہوئے۔ اسلام سے پہلے بھی کبھی کوئی ایسا کام نہیں کیا جو شرعاً آئندہ حرام ہونے والا تھا۔ چنانچہ آپ کبھی شراب، زنا، جوا، بھوٹ، نیشیت، پھل خوری و غیرہ کے پاس نہ گئے اور حضرت عمر کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں پہنچا کر ایمان دے کر عطا ہوا۔ اس لئے ارشاد ہوا و جعلنا لہ نوراً اس نور سے اولاً اتباع رسول نصیب ہوتی ہے پھر اتباع کے ساتھ عشق رسول بلکہ فتانی الرسول کلورجہ عطا ہوتا ہے۔ جب لوہے کو کچھ بنانا ہو تو اسے آگ سے نرم کرتے ہیں پھر ہتھوڑے و فیروہ سے توڑ موڑ کر پرزہ و فیروہ بناتے ہیں۔ جب رب کسی بندے کو کچھ بنانا چاہتا ہے تو اس کے دل کو خوفِ حق اور عشقِ مصطفیٰ سے نرم کرتا ہے اتباع ریاضات عبادت کے

ہتھوڑوں سے اسے درست فرماتا ہے۔ فاحصانہ میں ہتھوڑے کا ذکر ہے اور جعلنا لہ نوراً "میں نرم کرنے والی آگ کا ذکر ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں نجس العین تلی چیز جیسے پیشاب اگر پاخانہ گوہر وغیرہ نمک یا راکھ بن کر اپنی حقیقت تبدیل کرے تو پاک ہو جاتا ہے کوئلہ صابن پانی سے سفید نہیں ہو سکتا۔ ہاں وہ اگر آگ میں رکھ دیا جائے تو سرخ ہو جاتا ہے یونہی ہم جیسے گنہگار ان پر انوار ابرار کے ساتھ مل کر رہ جائیں یا ان میں فتاہو جائیں تو ان شاء اللہ ہم بھی نور بن جائیں۔

تجھ میں میں ایسا سا جاؤں کہ میں ہی نہ رہوں مجھ میں تو ایسا سا جائے تو ہی تو ہو جائے

وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا فِي كُلِّ قَرْيَةٍ أَكْبَرًا مُّجْرِمِينَ ۖ لِيَمْكُرُوا فِيهَا وَمَا

اور یوں ہی بنایا ہم نے ہر بستی میں بڑوں کو وہاں کا مجرم تاکہ فریب کریں ان میں اور نہیں اور اسی طرح ہم نے ہر بستی میں اس کے مجرموں کے سرغنہ کئے کہ اس میں داؤد کھیں اور داؤد نہیں

يَمْكُرُونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُونَ ۚ وَإِذَا جَاءَتْهُمْ آيَةٌ قَالُوا

فریب کرتے وہ مگر ساتھ جانوں اپنی کے اور نہیں شعور رکھتے اور جب آت ہے ان کے پاس کوئی آیت کہتے مگر اپنی جانوں پر اور انہیں شعور نہیں اور جب ان کے پاس کوئی اللہ کی نشان آئے کہتے ہیں

لَنْ تَوْفَّيَنَا حَتَّىٰ نُؤْتِيَ مَثَلًا ۖ مَا أُوتِيَ رَسُلُ اللَّهِ قَدْ عَلِمَ حَيْثُ

تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ایمان لائیں گے ہم یہاں تک کہ دیئے جائیں ہم اس کی طرح جو دیئے گئے اللہ کے رسول ہم ہرگز ایمان نہیں لائیں گے جب تک ہمیں بھی ویسا ہی نہ ملے جیسا اللہ کے رسولوں کا

يَجْعَلُ رِسَالَتَهُ سَيُصِيبُ الَّذِينَ أَجْرَمُوا صَغَارٌ عِنْدَ اللَّهِ وَ

اللہ خوب جاتا ہے جہاں بنائے نبوت کو اپنی عنقریب پہنچے گی ان کو جنہوں نے جرم کئے ذات اللہ کے نزدیک اللہ خوب جاتا ہے جہاں اپنی رسالت رکھے عنقریب مجرموں کو اللہ کے یہاں ذات پہنچے گی

عَذَابٌ شَدِيدٌ يَّمَا كَانُوا يَمْكُرُونَ ۚ

اور سخت اس وجہ سے کہ فریب کرتے تھے وہ

اور سخت عذاب بدلہ ان کے مسکر کا

تعلق: ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ مکہ معظمہ میں بعض لوگ بے نور ہیں۔ بعض نور والے اور یہ دونوں برابر نہیں۔ اب ارشاد ہو رہا ہے کہ یہ دو قسم کے لوگ صرف مکہ معظمہ ہی میں نہیں اور صرف آج ہی نہیں بلکہ ہمیشہ سے ہر جگہ ہوتے رہے ہیں۔ اس لیے آپ اس پر غم نہ کریں گویا پہلے

صرف مکہ معظمہ کے لوگوں کا ذکر تھا اب عام جگہوں کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد تھا کہ کفار کو اپنا کفر اپنی بد عملیاں پسند ہیں۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ پسندیدگی خود ان کے لئے ہی وہل ہوگی گویا دلی بیماری کا ذکر پچھلی آیت میں تھا۔ اس کے انجام کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں اس بے نوری جماعت کے اندھیروں میں پھنسے ہوئے کفار کا ذکر تھا۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس گمراہی کے باوجود انہیں نبی بننے کا شوق ہے۔ حتیٰ فوتی مثل ما اوتی الخ گویا پچھلی آیت کریمہ میں ان کی بد عملیوں کا ذکر تھا اب ان کی بوالہوسی کا ذکر ہے یا نبی پر حسد کا تذکرہ۔

شان نزول: اس زمانہ میں مکہ معظمہ کے چار راستے تھے کہ چار طرف کے لوگ ان راستوں سے مکہ معظمہ آتے تھے۔ عمرہ یا حج کرنے کو یا بازار وغیرہ کرنے کو۔ سرداران قریش میں سے چار آدمی ان چاروں راستوں پر دن بھر بیٹھا کرتے تھے۔ فی راستہ ایک آدمی انہوں نے اپنی ڈیوٹی یہ لگائی تھی کہ ہر آنے والے سے کہتے تھے کہ تم مکہ جا رہے ہو۔ خیال رکھنا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس نہ جانا وہ جاؤ گے ہیں 'کاہن ہیں۔ اس کے متعلق پہلی آیت و کنا لک جعلنا الخ نازل ہوئی۔ (خازن) روح البیان 'تفسیر صلوٰی وغیرہ) اللہ کی شان کہ ان بد نصیبوں کی یہی حرکت اشاعت اسلام کا ذریعہ بنی کہ ہر باہر سے آنے والا ان لوگوں کی یہ بات سن کر ضرور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنے آتا تھا کہ وہ کون ہستی ہے جس سے روکنے کے لئے یہ سردار اتنی کوشش کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ کر ایمان لے آتے بلکہ اپنے گلوں میں جا کر اسلام کی تبلیغ کرتے۔ اس کا ذکر اس آیت میں ہے وما یحکرون الا بانفسہم۔ (2) والید ابن مغیرہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ اگر نبوت کوئی اچھی ہے تو مجھے نبی بننا چاہئے تھا کہ میں آپ سے عمر میں بھی زیادہ ہوں اور مال میں بھی۔ ابو جہل کہتا تھا کہ عبد مناف کی لولاد ہم سے شرافت و عزت میں بہت بڑھ گئی اب اس قبیلہ میں ایک صاحب کہنے لگے کہ ہم نبی ہیں میں تو ان پر ہرگز ایمان نہ لاؤں گا۔ جب تک کہ ان کی طرح مجھ پر بھی وحی آئے مجھے بھی نبوت ملے۔ ان دونوں کی تردید میں دوسری آیت و اذا جاء تھم الخ نازل ہوئی۔ (تفسیر کبیر 'صلوٰی' خازن روح البیان وغیرہ)۔

تفسیر: و کنا لک جعلنا فی کل قرۃ اکابر مجرمہا اس عبارت میں و کنا لک الخ سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے کما جعلنا فی مکہ اکابر مجرمہا۔ کنا لک الخ اس عبارت کی چار ترکیبیں ہیں اور چار ہی تفسیریں ان میں آسان ترکیب یہ ہے کہ جعلنا کا پہلا مفعول ہے مجرمہا اور دوسرا مفعول ہے اکابر اور فی کل قرۃ جعلنا کے متعلق ہے مطلب یہ ہے کہ جیسے مکہ معظمہ میں بڑے لوگ اکثر کافر رہے مساکین ایمان لے آئے ایسے ہی ہمیشہ سے ہوتا رہا ہے کہ بستیوں میں بڑے لوگ عموماً 'مجرم ہوتے ہیں غریب لوگ مخلص مومن۔ خیال رہے کہ یہاں تشبیہ نفس جرم و کفر میں ہے نہ کہ نوعیت جرم و کفر میں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار و مشرکین گذشتہ زمانوں کے کفار و مشرکین سے بدرجہا بدتر تھے۔ فرعون موسیٰ علیہ السلام سے ڈوبتے وقت پکار اٹھا کہ میں ایمان لاتا ہوں مگر فرعون محمد مصطفیٰ قتل ہو کر مرتے

مرتے کہہ گیا کہ میرا سر ذرا نیچے سے کاٹا کہ پتے لگے کہ یہ سر سردار کا ہے۔ لہذا احمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کافر فرعون یعنی ابو جہل فرعون موسیٰ سے سخت تر ہے۔ جعلنا کے معنی ہیں بنادینے ہم نے 'ہنا وہ طرح کا ہوتا ہے ٹکونی غیر اختیاری جس پر سزا جزا مرتب نہیں ہوتی جیسے اللہ نے ہم کو انسان بنادیا۔ ہم کو کلام اور غیرہ بنادیا۔ دوسرے معنی اختیاری میلان دے دینا اس پر سزا

جزا مرتب ہوتی ہے جیسے اللہ نے ہم کو مسلمان متقی بنادیا یعنی ہمارے دل میں اسلام و تقویٰ کی طرف میلان پیدا فرمادیا یہاں یہی آخری معنی مراد ہیں۔ کل قوم سے مراد یا تو ہر بستی ہے یا ہر وہ بستی جس میں حضرات انبیاء کرام تشریف لائے۔ قریہ شہر کو کہا جاتا ہے کبھی ہر بستی کو کہہ دیتے ہیں شہر ہو یا گاؤں۔ اکابر جمع ہے اکبر کی معنی بڑا یہاں دنیاوی بڑائی مراد ہے ملداری دھڑے کی سرداری وغیرہ۔ ورنہ کافر اللہ کے نزدیک کتے سور سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔ فرماتا ہے اولئک ہم شر الیومہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں جانوروں کی جگہ تھی مگر کافروں کی جگہ نہ تھی یہاں مجرمین سے مراد کافرن ہیں یا نبی کے دشمن یا ہر طرح کے جرم کرنے والے۔ لیمکروا فہا یہ عبارت جعلنا کے متعلق ہے اس میں لام انجام کا ہے محکو و لہا ہے مکر سے جب اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہو تو مکر کے معنی ہوتے ہیں خفیہ تدبیر اور جب اس کا فاعل انسان ہوں تو اس کے معنی ہوتے ہیں فریب دھوکہ یہاں معنی فریب و دھوکہ ہے بیش فعل کے معنی فاعل کے لحاظ سے ہوتے ہیں۔ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں عرض کیا انی کنت من الظالمین وہاں ظالم معنی کافرا گنہگار نہیں۔ انک میت و انہم مستون میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جو میت فرمایا وہاں میت کے اور ہی معنی ہیں۔ اور ہمارے لئے جو مستون ارشاد ہوا اس میں میت کے دوسرے معنی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور معنی سے بشر ہیں ہم دوسرے معنی سے بشر لفظ خدا ع اللہ تعالیٰ کے لئے بھی فرمایا گیا ہے اور کفار کے لئے بھی یخادعون اللہ وہو خادعہم مگر رب تعالیٰ کے خداع کے اور معنی ہیں کفار کے خداع کے کچھ اور ہی معنی ہیں۔ یہ بات خیال میں رہے۔ فہا میں ہا کا مرجع قریہ ہے یہاں مکر سے مراد ہے لوگوں کو اسلام سے روکنے کی کوشش اور تدبیر کرنا یعنی ہم نے جو بڑے چودہریوں 'نہرواریوں' سرداروں کو مجرم بنایا اس کا انجام یہ ہے کہ وہ اپنے مل 'اپنی سرداری' اپنی بڑائی سے اسلام کے خلاف کوششیں کریں۔ پھر اسلام کا چاند چمکے اور پتہ لگے کہ واقعی اسلام میں کچھ اپنی قوت و طاقت ہے۔ امیر سردار جتھہ بندہ کام کر سکتا ہے جو غریب نہیں کر سکتا۔ جب یہ مخالفین اپنے مل 'اپنی سرداری' اپنا جتھہ سب کچھ اسلام کے خلاف استعمال کریں 'پر ہوں ناکام' تب اسلام کے جو ہر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت کا پتہ دنیا کو لگے۔ وما یحکرون الا بانفسہم یہ جملہ نیا ہے جس میں ان کفار کے فریبوں کے انجام کا بیان ہے اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے لئے وعدہ ہے اور کفار کے لئے وعید بانفسہم سے پہلے نازل پوشیدہ ہے الا نے حصر کا فائدہ دیا یعنی ان کے تمام مکر و فریب انہیں کی جانوں پر قہر بن کر نازل ہوں گے کہ وہ دنیا میں ناکام رہیں گے آخرت میں دوزخ کے مستحق۔ غرضیکہ عار اور نارودنوں کے مستحق ہوں گے اس کی تفسیر وہ آیت ہے ولا یحق المکر السی الا باہلہ وما یشعرون یہ عبارت یحکرون کے فاعل سے حال ہے معنی مستقبل یعنی وہ اس وقت یہ نہیں سمجھتے کہ ان حرکتوں کا انجام ہمارے لئے خراب ہے اپنے جوش اور نشہ میں غمور ہیں۔ اندھا دھند مسلمانوں کے پیچھے پڑے ہیں یا جس وقت ان پر مکہ کا وبال پڑے گا تو انہیں اس کا شعور بھی نہ ہو گا اچانک پڑے گا دیکھ لو نمرود نے حضرت خلیل اللہ کو آگ میں ڈالا ماکہ آپ اور آپ کا سارا کام ختم ہو جائے مگر وہ خود ختم ہوا۔ جناب خلیل کا مشن اور زیادہ کامیاب ہوا۔ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مقابل ہزار ہا جادو گر بلائے ماکہ آپ کو رسوا اور ذلیل کرے مگر ہوا یہ کہ وہ خود ذلیل ہوا۔ سارے جادو گر ایمان لا کر شہید ہوئے 'چھ لاکھ تماشائی ایمان لائے۔ فرعون و ہلن وغیرہ جوتے ٹوپیاں میدان میں چھوڑ کر بھاگے۔ کفار مکہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو تنگ کر کے مکہ معظمہ چھوڑنے پر مجبور کر دیا 'قتل کرنا چاہا مگر رب نے اپنے حبیب کو مٹری سے بچا لے کبوتری کے انڈوں کے ذریعہ بچا لیا اور بعد ہجرت

اپنے محبوب کو وہ شاندار کامیابی دی کہ سبحان اللہ اسی طرح ابو جہل کے وہم و گمان میں بھی یہ نہ تھا کہ جنگ بدر میں میری اور میری قوم کو یہ درگت بنے گی وہ تو وہیں فتح کا جشن منانے کے لئے سلمان عیش و طرب بھی ساتھ لایا تھا۔ مگر جو انجام ہو لو وہ دنیا جاتی ہے کہ جنگ شروع ہونے سے پہلے خود ہی دو بچوں کے ہاتھوں بڑی ذلت و خواری سے مارا گیا۔ اس کے علاوہ اور چوٹی کے سردار مارے گئے بہت سے گرفتار ہوئے۔ یہ ہے ما یشرعون کا ظہور نیز مکہ معظمہ میں اسلام کے خلاف ان کی کوششیں اور بھی اشاعت اسلام کا ذریعہ بن گئیں و افا جاء تہم انتہام کفار مکہ کا حل بیان فرمانے کے بعد ان کے خواص کفار کا حل بیان ہو رہا ہے۔ آیت سے مراد یا تو قرآن مجید کی آیت ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات جو وقتاً فوقتاً کفار مکہ دیکھتے رہتے تھے۔ چونکہ آیات قرآنیہ کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا تھا اور کفار کو ہدایت دینے کے لئے ہوتا تھا۔ مسلمانوں کو ہدایت پر رکھنے کے لئے ہوتا تھا اس لئے آیت آنے کی نسبت کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جاتی ہے، کبھی مومنوں کی طرف، کبھی کفار کی طرف۔ یہاں تیسری قسم کی نسبت ہے۔ ہم کا مرجع وہ کفار ہیں جن کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ ولید ابن مغیرہ وغیرہ۔ اور ہو سکتا ہے کہ آیت سے مراد ذات و ملاصقات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں اگرچہ عالم کی ہر چیز اللہ تعالیٰ کی آیت یعنی نشانی ہے مگر ان آیات سے توحید ملتی ہے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی وہ نشانی ہیں جس سے ایمان ملتا ہے اب مطلب یہ ہوا کہ جب کفار مکہ کے پاس آیت ایمان یعنی ذات حبیب الرحمن آئی تو وہ یہ بولے۔ اگرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سارے عالم میں ہے مگر عرب میں خصوصی آمد ہے کہ وہاں آمد بھی ہے ولادت بھی سکونت بھی۔ لا الہ الا انہ فیہ فوہی مثل ما اوتی رسل اللہ عبارات افا جاء تہم کی جزا ہے قلاوا کلاقل ولید اور ابو جہل وغیرہ ہیں حضرت عبد اللہ ابن عباس نے اس کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ مثل ما اوتی سے مراد وحی ہے یعنی ہم پر وحی آوے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سچے رسول ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی آئے ایمان دینے کی ہم پر وحی آئے ایمان لینے کی باقی مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد نبوت ہے یعنی ہم کو بھی نبوت ملے تو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں جیسے بعض نبی و سرے نبیوں پر ایمان لائے جیسے لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام پر یا ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام پر (از روح المحلی وغیرہ) یہ دوسری تفسیر قوی ہے جیسا کہ آیت کے لگے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے ہماری اس تحقیق پر نومین کے معنی بھی درست ہو گئے آیت کریمہ واضح ہو گئی۔ خیال رہے کہ یہاں رسل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں آپ کو رب تعالیٰ نے رسل فرمایا ہے وہ تو صرف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) رسل جمع اس لئے فرمایا کہ آپ تمام رسولوں کی صفات کے جامع ہیں جو صفات دوسرے نبیوں کو ایک ایک کر کے ملیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری مع زیادتی کے ملیں، آپ تمام رسولوں کے کمالات کے جامع ہیں نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار سارے رسولوں کا انکار ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اقرار سارے رسولوں کا اقرار ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ سارے رسولوں کو دیکھنا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بات ماننا سارے رسولوں کی ماننا ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قبر انور کی زیارت تمام نبیوں کی قبور کی زیارت ہے حضور وہ سو کاہنہ ہیں جس میں ساری اکائیاں دہائیاں جمع ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) لہذا رسل فرمانا بالکل درست ہے اللہ اعلم حثث و ما لتداس فرمان علی میں ان کے مطالبہ کی بلوغ تردید ہے ظاہر یہ ہے کہ رسالت سے مراد نبوت ہے۔ مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ عطاء نبوت کے لائق کون ہے۔ یہ عظیم الشان عمدہ ہر کسی کو نہیں دیا جاتا۔ سچا

موتی گھرے، مٹکے، لوٹے میں نہیں رکھا جاتا۔ اس کے لئے ڈبہ علیحدہ ہوتا ہے۔ رب یہ بھی جانتا ہے کہ نبوت کے لائق کون حضرات ہیں وہ یہ بھی جانتا ہے کہ کلیم الہی کے لائق کون ہے۔ مصطفائی کے لائق کون۔ آسمان پر تارے بہت ہو سکتے ہیں مگر سورج ایک۔ جسم میں بل بہت ہو سکتے ہیں مگر دل ایک۔ درخت میں پتے پھل پھول ہو سکتے ہیں مگر جڑ ایک۔ یوں ہی آسمان نبوت پر نبی بہت ہوئے مگر مصطفیٰ ایک کیونکہ یہ اس آسمان کے چمکتے دکتے سورج ہیں پھر یہ بھی خیال رہے کہ عموماً "نبوت ان حضرت کو دی گئی جو پہلے امیر بادشاہ سردار نہ تھے ماکہ کوئی یہ نہ کہہ سکے کہ ان کا دین مال و دولت یا سلطنت کے زور سے پھیلا خود دین میں کوئی کشش نہیں۔ حضرت ابن عباس کے فرمان کے مطابق یہاں رسالت سے مراد وحی الہی ہے یعنی رب تعالیٰ ہر ایک پر وحی نازل نہیں فرماتا وحی کے لئے خاص بندے منتخب ہوتے ہیں اگرچہ دونوں جہان رب تعالیٰ کے ہیں مگر اس دنیا کا قانون اور ہے اس جہان کا قانون کچھ اور اس دنیا میں قانون یہ ہے کہ رب تعالیٰ نبی کے پاس بذریعہ وحی پیغام بھیجے اور نبی وہ پیغام لوگوں کو سنائیں آخرت میں قانون یہ ہو گا کہ لوگ رب تعالیٰ سے براہ راست کلام بھی کریں گے اور جنتی اس کا دیدار بھی لہذا اس دنیا میں اللہ کا دیدار یا حضرت جبریل سے ہمکلامی کا مطالبہ کرنا خلاف قانون ہے اس لئے کفار مکہ کے یہ مطالبے رد کر دیئے گئے ایک ہی پاکستان کے دو حصوں کے قوانین علیحدہ ہیں مختلف سرزمینوں کی غذائیں دوائیں لباس علیحدہ نیز گزشتہ نبیوں کے زمانہ میں بیک وقت چند نبی ہو سکتے تھے مگر زمانہ محمدی اور ان کے پردہ فرمانے کے بعد دو سرے نبی کی گنجائش نہیں کہ وہ نسیں تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین لہذا کفار کا مطالبہ نبوت بھی رو ہے اس مطالبے پر سزا ملے گی اس لئے ارشاد ہوا کہ مہصیب اللہن اجرموا صفار عندا للہ یہ جملہ نیا ہے جس میں کفار کی تردید کے بعد ان کی سزا دنیاوی کا ذکر ہے انہیں اللہن اجرموا فرماتا اس لئے ہے ماکہ معلوم ہو کہ ذلت و عذاب کا باعث ان کے یہ مطالبے ہیں ظاہر یہ ہے کہ یہاں صفار سے مراد دنیاوی ذلت و خواری ہے چونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اس لئے عند اللہ فرمایا گیا عند سے پہلے من پوشیدہ ہے یا یہ ذلت و خواری اللہ تعالیٰ کے ہاں محفوظ ہے جو انہیں وقت پر پہنچے گی اس صورت میں عند اللہ صفار کی صفت ہے (روح المعانی) و عذاب شدید بما کانوا یمکرون یہ عبارت معطوف ہے صفار پر اس میں ان کفار کی اخروی سزا کا ذکر ہے کہ دنیاوی ذلت و خواری کے بعد اخروی سخت عذاب دیا جائے گا وہ عذاب اس ذلت کے علاوہ ہے چونکہ حسد کا عذاب دو سرے گناہوں کے عذاب سے سخت ہوتا ہے اس لئے اسے شدید فرمایا گیا چونکہ ان کے مکرو فریب تو دنیا میں ہیں اور عذاب آخرت میں ہو گا عذاب کے وقت مکمل منی بن چکے ہوں گے اس لئے کانوا یمکرون ماضی استمراری ارشاد ہوا۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سردار ان قریش آپ کے مقابلہ میں آپ کی مخالفت میں سر توڑ کوشش کر رہے ہیں کہ جیسے ہو سکے اسلام کو جھٹلنے پھولنے نہ دیں اسی طرح ہمیشہ ہمیشہ ہر بستی میں وہاں کے مالدار سرداروں کو ہم نے بڑا مجرم و بدکار بنایا ہمیشہ غریب و مساکین کو دین کی خدمت کی توفیق دی سرداروں کو مجرم و قاتل اس لئے بنایا گیا ماکہ وہ اپنے زور اپنی جماعت کے ذریعہ ان بستیوں میں فساد پھیلائیں پھر ساری طاقتیں صرف کر دیں اور ناکام رہیں ان کی کسی طرح پیش نہ جائے اللہ کا دین خوب چمکے اور دین کی قوت کا پتہ لگے یہ لوگ خود اپنے کو فریب دے رہے ہیں مگر انہی اس کا پتہ نہیں یہ سمجھتے ہیں کہ ہم راستوں پر بیٹھ کر لوگوں کو آپ سے ہٹا کر اسلام کی اشاعت روک دیں گے مگر ان کی یہ حرکتیں اسلام کی اشاعت کا ذریعہ بن رہی ہیں کہ جو لوگ آپ سے ملو واقف ہیں مکہ معظمہ آتے ہیں وہ ان کلام کے ذریعہ آپ سے واقف ہو کر آپ سے ملتے ہیں اور

آپ کے گرویدہ ہو جاتے ہیں ان میں بعض لوگ وہ بھی ہیں جن کی سرکشی یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ جب ان کی ہدایت کے لئے کوئی قرآنی آیت انہیں سنائی جاتی ہے یا محبوب انور کے معجزات انہیں دکھائے جاتے ہیں تو غلوا کہتے ہیں کہ ہم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر یا آیات قرآنیہ پر یا معجزات پر اسی وقت ایمان لائیں گے جب ہم کو اسی طرح نبوت و رسالت دی جائے جیسی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہم نبی بن کر انہیں مانیں گے بغیر نبی بنے نہیں مانیں گے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ نبوت ایک خاص نعمت الہی ہے جس کے لئے خود رب تعالیٰ ہی اپنے کسی خاص بندے کو منتخب فرماتا ہے اس نبوت کے لئے سینے بھی منتخب ہوتے ہیں یہ حاسدین، کافرین، کینہ و ریت پرست کس حوصلے سے اس کی آرزو کرتے ہیں انہیں نبوت تو کیا حق تعالیٰ کی کوئی رحمت نہیں ملے گی عنقریب وقت آتا ہے جب انہیں دنیا ہی میں سخت زلت و خواری پہنچے گی اپنے ان گناہوں اور ان تمنائوں کی وجہ سے اور ان کے مکرو فریب کی وجہ سے جو اخروی عذاب پہنچے گا وہ اس کے علاوہ ہے انہوں نے اپنے کو دونوں جہان میں عذاب کا مستحق کر لیا۔ خیال رہے کہ وحی عام ہے نبوت خاص۔ غیر تبلیغی غیر تشریحی وحی غیر نبی پر بھی آجاتی ہے۔ حضرت جبریل نے جناب مریم سے شکل انسانی میں آکر کلام کیا انہیں رب تعالیٰ کا پیغام پہنچایا کفار مکہ یا تو نبوت کا مطالبہ کرتے تھے یا صرف وحی کا مکرو جی ایمان لانے کی کہ حضرت جبریل ہم پر یہ وحی لائیں کہ تم لوگ محمد مصطفیٰ پر ایمان لاؤ مگر ان کے دونوں مطالبے ٹھکرادیئے کہ وہ تو خود نبوت کے لائق تھے نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی دوسرا نبی ہو سکتا تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں خاتم کے زمانہ میں دوسرا نبی کیسے ہو سکتا ہے وحی ایمان اس لئے نہیں آسکتی کہ نبی پر ایمان بالغیب چاہئے اگر ان پر وحی آجاتی کہ یہ نبی ہیں ان پر ایمان لاؤ تو ایمان بالغیب نہ رہتا نیز نبی کی زبان پر اعتبار کرنا ایمان کی اصل ہے نہ کہ حضرت جبریل کی زبان پر اعتبار کرنا اگر حضرت جبریل کے کہنے سے ایمان اختیار کیا جائے تو وہ ایمان نہیں نبی کے ایمان اور امتی کے ایمان میں بڑا فرق ہے۔

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے: پہلا فائدہ: عموماً "سردار ملہ اردین کے قوم کے غدار رہے ہیں اور عموماً" غریاء و مساکین و یندار اور دین کے خدمت گزار رہے ہیں۔ یہ فائدہ کاہر معرکہ سے حاصل ہوا۔ اللہ اللہ لب بھی علماء، حافظین، صالحین بلکہ وقت پر غازی مجاہدین عموماً "غریبوں میں ہوتے ہیں حضرات انبیاء و اولیاء عموماً" مساکین میں ہوئے۔ آج غریاء کے دم سے دین قائم ہے اور مسجدیں آباد ہیں انہیں کے دم سے۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ہر کلام میں حکمتیں ہوتی ہیں سرداروں کا تدار ہو نایہ بھی حکمت سے خالی نہیں اس سے نبی کا زور دین کی قوت ایمان کی طاقت معلوم ہوتی ہے یہ فائدہ لمحکو والہا سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جیسے لوہا کا تھوکا خود تھوکنے والے کے منہ پر ہی پڑتا ہے ایسے ہی مقبول بندوں سے کئے ہوئے مکرو فریب خود کفار پر پڑتے ہیں انہیں اللہ محفوظ رکھتا ہے۔ یہ فائدہ الا بالفسہم سے حاصل ہوا۔ دیکھو کفار مکہ نے جو تدبیریں لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے کیں انہیں تدبیروں سے اسلام کی اور اشاعت ہوئی۔ چوتھا فائدہ: کافر و فاسق لوگ عموماً "بے وقوف بے سمجھ ہوتے ہیں وہ دین کو برباد کرنے میں خود برباد ہوتے ہیں مگر اپنی بربادی کا احساس نہیں کرتے پھر بھی اس کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ یہ فائدہ وما یضعون سے حاصل ہوا۔ اس کی مثل آج بھارت میں موجود ہے کہ ہندو اسلام دشمنی پاکستان کی مخالفت میں بیٹا اسلحہ جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں اور قوم قبر کے کنارہ لگ گئی ہے وہاں کی بدحالی وہاں کا انتشار فقر و فاقہ دنیا میں مشہور ہو چکے ہیں۔ پانچواں فائدہ: اپنے یا کسی کے لئے نبوت کی دعویٰ کرنا

حرام بلکہ کفر ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی اب کسی کا نبی بننا ایسا ہی ناممکن ہے جیسے دو سرا خدا ہونا ناممکن ہے۔ یہ فائدہ حتیٰ فوتی سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب تعالیٰ نے کفار کی اس تمنا کو ان کے کفریات میں شمار فرمایا۔ چھٹا فائدہ: نبوت کے لئے چننا رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے یہ اعمال یا مل یا قومیت سے نہیں ملتی یہ وہی نعمت ہے اس میں کسب کو دخل نہیں۔ یہ فائدہ اللہ اعلم حیث يجعل رسالتہ سے حاصل ہوا۔ دیکھو فرشتے لاکھوں سال کے عابد تھے مگر انہیں نبوت و خلافت نہیں دی گئی آدم علیہ السلام کو خلیفہ اور فرشتوں کا مسجور بنایا گیا جنہوں نے ابھی ایک سجدہ بھی نہیں کیا تھا۔ ساتواں فائدہ: حاسد کبھی پھلتا پھولتا نہیں وہ ہمیشہ جلتا بھنٹتا رہتا ہے پہلا حاسد شیطان ہے دیکھو اب تک پھنکار ہی کھا رہا ہے اور ہمیشہ کھاتا رہے گا۔ یہ فائدہ سیصیب اللہن اجر موات سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: نبی کے خلاف تدبیریں کرنے والا ہمیشہ ذلیل و خوار رہتا ہے خواہ کیسا ہی ملدار، علم والا جتھہ والا ہو۔ یہ فائدہ صفار عننا للہ اور عذاب شدید سے حاصل ہوا اس کا تجربہ آج تک ہو رہا ہے دیکھ لو بڑے بڑے شیخ القرآن شیخ الحدیث بننے والے وہابی ہر جگہ ذلیل ہی ہیں کیونکہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر ہاتھ ڈالنے کی کوشش کی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا چاند ہمیشہ چڑھتا رہا ہے۔

عقل ہوتی تو خدا سے نہ لڑائی لیتے یہ گھٹائیں اسے منظور برعنا تیرا

نواں فائدہ: اس کے برعکس دین کی خدمت کرنے والا دونوں جہان میں خدا کے فضل و کرم سے آبرو والا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کے ڈنگے بچانے والے قبروں میں سو رہے ہیں اور ان کے نام کے ڈنگے بچ رہے ہیں دیکھ لو خواجہ اجمیری اور داتا گنج بخش جویری کے آستانوں کے میلے۔

ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

یہ فائدہ ہمارا کانوا بحکرون سے حاصل ہوا فقیر احمد ماورکی دعا ہے کہ مولیٰ جس قدر سانس باقی ہیں دین کی خدمت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے آستانہ عالیہ پر ہی گزریں اعلیٰ حضرت ہمارے جد امجد قدس سرہ نے کیا خوب فرمایا۔

ٹھو کریں کھاتے پھوگے ان کے در پر پڑ رہو قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

نوٹ ضروری: یہاں تفسیر روح البیان اور تفسیر صلوٰی نے فرمایا کہ یہاں لفظ اللہ مکرر ہے ہیں اگر کوئی تلاوت کرنے والا رسل اللہ پر ٹھہر کر دعا مانگے پھر اللہ اعلم حیث يجعل الخ پڑھے تو ان شاء اللہ اس کی دعا قبول ہوگی۔ یہاں تفسیر صلوٰی نے بہت دراز دعا نقل فرمائی اور فرمایا کہ یہ دعا مانگے غالباً لفظ اللہ مکرر صرف اسی جگہ ارشاد ہوا ہے یعنی دوبار لفظ اللہ بغیر فاصلہ کے اور کہیں نہیں آیا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ ہم نے ہر بستی میں وہاں کے بھروسہ کو مجرم بنایا تاکہ وہ فریب کریں کیا خدا تعالیٰ نے ان مجرموں کو اسی لئے بڑائی دی کہ فریب کریں اس نے تو زندگی مل تندرستی اپنی عبادت کے لئے دی ہے نہ کہ فریب کاریوں کے لئے فرماتا ہے وما خلقت الجن والانس الا ليعبدون یہ آیت اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: ليعبدوا میں لام حکمت کا نہیں بلکہ انجام کا ہے اور ليعبدون میں لام حکمت کا ہے لہذا آیتوں میں تعارض نہیں یعنی رب تعالیٰ نے ہم کو زندگی مل وغیرہ عبادت کے لئے دیئے مگر کفار کے مل و زندگی کا انجام یہ فریب کاری ہوا۔ جیسے کہا جاتا ہے فلاں نے

چوری کی جیل جانے کے لئے فرعون کو دنیاوی وجاہت ملی ستانے کے لئے یہ انجام خود ان کا خود ساختہ ہے ایک ہے رب کی عطا کی حکمت اور ایک ہے اس کی عطا کو استعمال کا انجام ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض: ہمیشہ عام مومنین صالحین مساکین کیوں ہوتے ہیں اور کفار و فاسق ملاحداریوں ہیں اب بھی عموماً ”یہ دیکھا جا رہا ہے قرآن کریم نے بھی یہی فرمایا کاہن معرکہ مہا جواب: اس سے نبی کا زور دین حق کی قوت دکھانا مقصود ہوتی ہے۔ نمرودی فرعونی طاقتیں جب نبوت سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئیں تب قوت خلیلی طاقت کلیسی کا پتہ لگا فقر و مساکین کے ذریعہ اسلام کو پھیلا کر دکھلایا کہ دین میں خود اپنی قوت ہے جس سے وہ پھیل رہا ہے کسی کی قوت سے نہیں پھیلتا مکہ کے سرداروں نے پیٹھ دکھائی تو مدینہ منورہ کے مساکین کو توفیق دے دی انہوں نے عالم میں اسلام پھیلا دیا رب کی بے نیازی کے قربان نیز فطرۃ ”نفس امارہ عیش میں غافل ہو جاتا ہے تکلیف میں بیدار ہوتا ہے آرام میں خدا کو بھول جاتا ہے مصیبت میں یاد کرتا ہے۔ خلافت شیخین میں مسلمان بڑے بیدار رہے خلافت عثمانی میں عیش زیادہ ملا آپس میں ہی لڑنے لگے فرعون عیش و آرام میں خدا بنا ڈوبے وقت بندہ بنا چو نکہ بڑے لوگ عیش و آرام میں زیادہ ہوتے ہیں اس لئے نبی کی مخالفت یہی زیادہ کرتے ہیں موسیٰ کلیم اللہ ابراہیم خلیل اللہ کے مقابل فرعون و نمرود آئے جو بڑے آرام میں تھے نیز دنیا میں عیش و آرام پروردہ اور اندھیرا ہیں جس میں چیز صحیح نظر نہیں آتی۔ بندہ کہتا ہے کہ میں ملاحداریوں لہذا خدا کا پیارا ہوں۔ انبیاء کرام و مومنین اکثر مساکین ہیں لہذا رب ان سے راضی نہیں یہ اندھیرا اور پردہ موت کے وقت اور محشر میں بٹے گا تب اپنے اور نبی کے مقامات معلوم ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ یہاں ہی پردہ غفلت دور فرمائے۔ آمین۔ تیسرا اعتراض: یہاں یہ کیوں ارشاد ہوا کہ انہیں شعور نہیں کہ انہیں کو اپنی ناکامی کا شعور تو تھا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ ہماری رکاوٹوں سے ہی اسلام کی اشاعت ہوگی وہ مکہ آنے والے لوگوں کو اسلام سے روکنے کے لئے گرم دوپہر تپتے ریت میں جنگلوں میں بیٹھتے تھے یہ تو رب تعالیٰ کی شان تھی کہ ان کی یہ حرکت ہی ان لوگوں کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچا دیتی تھی انہیں اس کا شعور نہ تھا۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہمیشہ کفار پر ان کی کوششوں کا وہیل پڑتا ہے مومن کامیاب رہتے ہیں مگر حضرت زکریا اور یحییٰ علیہما السلام کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے امام حسین ظالموں کے ہاتھوں شہید ہوئے وہاں تو کفار و ظالم کامیاب رہے پھر یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ جواب: شہادت کامیابی کے خلاف نہیں حضرت زکریا و یحییٰ علیہ السلام نے اور امام حسین نے شہید ہو کر اپنا مقصد پورا کر دیا کفار اور یزید بظاہر جیت کر اپنا مقصد حاصل نہ کر سکے لہذا حضرت حسین شہید ہو کر جیتے یزید شہید کر کے بھی ہمارا میدان انہیں بزرگوں کے ہاتھ رہا آیت بالکل درست ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں رسل اللہ جمع کیوں ارشاد ہوا رسول اللہ واحد فرماتا چاہئے تھا کیونکہ کفار کہتے تھے کہ جو نبوت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا ہوئی وہی ہم کو ملنی چاہئے۔ جواب: اس کا جواب بھی ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں رسل جمع فرماتا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لئے ہے یہ جمع رب العالمین نے ارشاد فرمائی ہے یا یہ مطلب ہے کہ نبوت و رسالت مشترکہ صفت ہے جو آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام پیغمبروں کو عطا ہوئی جو نبوت مانگتا ہے وہ سارے نبیوں کی ہمسری چاہتا ہے۔ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خصوصی صفت اپنے لئے نہیں چاہتے تھے خاتم النبیین شفیع المذنبین وغیرہ ہونا بلکہ صفت عمومی نبوت میں ہمسری چاہتے تھے۔ چھٹا اعتراض: ان کا مطالبہ عجیب تھا کہ ہم کو نبی بنا دیا جائے تو ہم ایمان لائیں گے نبوت تو ایمان کے بعد کی چیز ہے نہ کہ اس کے

برعکس۔ جوابدہ یہاں ایمان سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق کرنا لوگوں میں ان کی نبوت کا اعلان کرنا ہے وہ کہتے یہ تھے کہ جیسے گزشتہ زمانہ میں بعض نبی دو سرے نبی کے وزیر مشیر تھے حضرت ہارون موسیٰ علیہ السلام کے، حضرت لوط ابراہیم علیہ السلام کے ایسے ہی ہم کو نبوت ملنی چاہئے ہم پھر نبی بن کر آپ پر ایسے ہی ایمان لائیں جیسے حضرت لوط علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام پر ایمان لائے، رب فرماتا ہے امن لہ لوط دو سری تفسیر پر تو مطلب ظاہر ہے کہ ہم پر یہ وحی آئے کہ رسول اللہ صلی اللہ وسلم سچے رسول ہیں تو ہم آپ پر ایمان لائیں۔

تفسیر صوفیانہ : انسان کا قالب و جسم گویا قریہ (بستی) ہے جس میں مختلف اعضاء بدن آباد ہیں اور اس بستی میں نفس، ہوائی، شیطان بھی آباد ہیں جو اس بستی کے اکابر مجرمین یعنی بڑے پاپی ہیں جو دن رات شرع کی مخالفت طبع کی موافقت کر کے اس بستی میں فساد پھیلاتے رہتے ہیں کہ اس کی استعداد خراب کرتے ہیں۔ مگر انہیں شعور نہیں کہ اس میں ان ہی کا نقصان ہے کہ اگر قالب انسانی دوزخ میں گیا تو یہ بھی وہاں ہی جائیں گے اس میں خود ان کا ہی نقصان ہے مگر انہیں اس کا شعور نہیں چونکہ ان کی جبلت میں سرکش داخل ہے اس لئے یہ بزبان حال کہتے ہیں کہ جب تک ہم کو وہی فیوض نہ دیئے جائیں جو رسل اللہ یعنی قلب، سر، روح کو دیئے گئے کہ وہ اسرار حق اور الہامات کا ٹھکانہ ہیں تب تک ہم نہ مانیں گے مگر رب تعالیٰ جانتا ہے کہ ان اسرار کے لائق یہی قلب و روح وغیرہ ہیں نہ کہ یہ لوگ نفسانی۔ لوگوں کو عنقریب اللہ سے دوری کی ذلت اور فراق یا روہاں سے نکالے جانے کا عذاب پہنچے گا جو ان کے اس جرم کی سزا ہے، صوفیا فرماتے ہیں کہ نبوت کی شان تو بہت ہی بلند و بالا ہے ولایت خاصہ بھی کسب پر موقوف نہیں کبھی مجاہدہ کرنے والے محروم رہتے ہیں اور غیر مجاہدہ واصل باللہ ہو جاتے ہیں، حضرت مریم پیدائشی ولیہ ہیں انہیں ولایت مجاہدہ سے حاصل نہیں ہوئی۔

حکایت: ایک بزرگ اپنے تیس سالہ مجاہد مرید کے ساتھ سفر کر رہے تھے کہ ایک جگہ شرایوں، ٹاپنے گانے والوں کی ایک جماعت پر گزرے شیخ نے اپنے اسی مجاہد مرید سے فرمایا کہ اس بوڑھے ڈھوکی والے کو میرے پاس بلا لاؤ لا یا یہ بوڑھا اس طرح حاضر ہوا کہ اس کے گلے میں ڈھول تھا، شیخ نے اس مرید سے فرمایا کہ اسے شراب کی شرعی سزا اسی کوڑے لگاؤ اس نے سزا دی پھر شیخ اس بوڑھے کو لے چلے۔ دریا کنارے پہنچے نماز پڑھائی اور اسے فیض دے کر فرمایا کہ تم آج سے یہاں کے ابدال ہو مرید رو کر بولا کہ میں تیس سال کا مجاہد کچھ نہ بتایہ شرابی کبلی آن کی آن میں سب کچھ ہو گیا فرمایا حکم الہی یہی تھا مجھے اس کے پاس اسی لئے بھیجا گیا تھا یہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ فرعون جلدو گر ایک آن میں مومن، صحابی، صابر، شہید سب کچھ بن گئے اب پڑھو اللہ اعلم حث جعل رسالتہ مولانا فرماتے ہیں۔

دلو حق را قابلیت شرط نیست لیک شرط قابلیت دلو اوست

(از روح البیان)

مگر انسان کو چاہئے کہ دوازے پر حاضر رہے ولی بننے کی تمنا نہ کرے ایمان پر خاتمہ کی دعائیں کرے ہماری یہی ولایت ہے کہ ہمارے گناہوں کی معافی ایمان پر خاتمہ میسر ہو جائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر سپاہی کار سرکار میں ڈیوٹی دے رہا ہو تو اس کا مقابلہ حکومت کا مقابلہ ہوتا ہے لیکن جب وہ ڈیوٹی پر نہ ہو اور اپنے گھریلو کام میں کسی سے لڑے تو پھر وہ ایک فریق ہوتا ہے

حکومت اس کی ذمہ دار نہیں ہوتی۔ مومنین جب اللہ کے لئے کفار کے قاتل ہوں گے اللہ ان کی مدد کرے گا۔ کان حقا علینا نصر المومنین مگر جب نفس و ملک کے لئے لڑیں تو اللہ ان کی مدد نہیں کرتا پھر وہ جانیں کافر جانیں جس کی مثل غزوہ احد کا واقعہ ہے لہذا اوما بمکرون الا بانفسہما کل درست ہے۔

فَمَنْ يُّرِدِ اللَّهُ أَنْ يَهْدِيَهُ يَشْرَحْ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ وَمَنْ يُّرِدْ أَنْ يَضِلَّهُ

پس وہ شخص کہ ارادہ کرے اللہ یہ کہ ہدایت دے اسے کھول دیتا ہے سینہ اس کا واسطے اسلام کے اور وہ شخص کہ ارادہ اور جسے اللہ راہ دکھانا چاہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اور جسے گمراہ کرنا چاہے

يَجْعَلْ صَدْرَهُ ضَيِّقًا حَرَجًا كَأَثَمَائِيصَعْدُ فِي السَّمَاءِ كَذَلِكَ

کرے اللہ یہ کہ گمراہ کرے اسے کر دیتا ہے سینہ اس کا تنگ روکا ہوا گویا چترہ رہے وہ آسمان میں اسی طرح کرتا ہے اللہ اس کا سینہ تنگ خوب کر دیتا ہے گویا کسی کی زیر دستی سے آسمان پر چترہ رہے

يَجْعَلُ اللَّهُ الرَّجْسَ عَلَى الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ ﴿١٧٥﴾

عذاب ان لوگوں پر جو نہیں ایمان لائے

اللہ یوں ہی عذاب دیتا ہے ایمان نہ لانے والوں پر

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں دو قسم کے انسانوں کا ذکر ہوا تھا۔ نورانی اور ظلمانی کہ فرمایا گیا تھا وجعلنا لہ نوراً اور فرمایا گیا تھا کمین مثلاً فی الظلمات اب ان دونوں گروہوں کی علامات کا ذکر ہے جن سے نورانی اور ظلمانی انسان پہچانے جاویں بلکہ ہر شخص اپنے متعلق معلوم کرے کہ میں کس گروہ کا ہوں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات سے اشارۃً معلوم ہوا تھا کہ ظلمانی لوگ دو قسم کے ہیں بعض وہ جن کی قلت عارضی ہے قابل زوال بعض وہ جن کی قلت اصلی ذاتی ہے ناقابل زوال کہ فرمایا گیا تھا لیس بخارج منها اب انہیں دو قسموں کی علامت کا بیان ہے کہ جن کے سینہ و دل میں ظلمت گہرا کر گئی ہے وہ تو ذاتی ظلمانی ہے ورنہ عارضی ظلمانی۔ تیسرا تعلق : ابھی پچھلی آیت کریمہ میں کفار مکہ کی ان بہانہ بازیوں کا ذکر ہوا جو وہ اسلام سے دور رہنے کے متعلق کرتے تھے کہ ہمارے پاس حضرت جبریل کیوں نہیں آتے ہم کو نبوت کیوں نہیں ملی وغیرہ اب ان بہانوں کی وجہ کا ذکر ہے کہ ان کے سینوں میں تنگی ہے انہیں اسلام قبول کرنا ایسا بھاری ہے جیسے آسمان پر چڑھنا غرضیکہ بیماری کا ذکر پہلے ہوا تھا بیماری کی وجہ کا ذکر اب ہے۔

تفسیر: لَعْنُ يَوْمِ الدِّانِ یہاں اس عبارت میں ف معنی واؤ ہے اور یہ نیا جملہ ہے اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ اسی پر ہے اور ہو سکتا ہے کہ ف تعلیل ہو اور یہ عبارت گزشتہ فرمان کی علت ہو من سے مراد مطلقاً انسان ہے مگر اس سے حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم علیحدہ ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو ہمارے ہادی ہیں عین نور ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ذریعہ لوگوں کے سینے کھلتے ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ظہیل سے آپ کے بعض خدام شرح صدر کی نعمت فطری طور پر اپنے ساتھ لائے۔ حضرات انبیاء اور خاص اولیاء پیدائشی شرح صدر والے ہوتے ہیں۔ ہود اور یھدی اور بشروح مضارع معنی حل ہے یہ تینوں چیزیں ظہور کے لحاظ سے ہیں ازلی ارادہ تو پہلے ہی ہو چکا ہے نیز لوگوں کی ہدایت و گمراہی کا فیصلہ یشاق کے دن ہو چکا اس کا ظہور اب یہاں ہو رہا ہے ہر چیز کے فیصلے پہلے ہو چکے ان فیصلوں کا ظہور دنیا میں ہے۔ ہدایت کے معنی ہیں راہ دکھانا۔ ہدایت تین طرح کی ہوتی ہے۔ ہدایت فطری جو انسان بلکہ جانور میں کے پیٹ سے لے کر آتا ہے جانور کا بچہ اپنی فطرت کے خلاف غذا پر منہ نہیں مارتا بکری کا بچہ گوشت نہیں کھاتا گھاس کھاتا ہے شیر کا بچہ گھاس نہیں کھاتا گوشت کھاتا ہے انسان کا ایک روزہ بچہ کچھ نہیں جانتا مگر رو کر اپنے دکھ درد سنانا ماں کو بلانا جانتا ہے۔ دوسری ہدایت عقلی جو انسان کو عقل کے ذریعے عطا ہوتی ہے جس سے وہ سائنسی ایجادات تک بنا لیتا ہے۔ تیسری ہدایت شرعی جس سے انسان فرش پر رہ کر عرش کی باتیں جان لیتا ہے مخلوق ہو کر خالق کو راضی کرنا جان لیتا ہے یہاں یہی آخری ہدایت مراد ہے اس ہدایت کی تین قسمیں ہیں دنیا میں خدا رسی کا ذریعہ جتنا قبر میں منکر نکیرین کے جوابات جتنا آخرت میں رب سے عاجزی کرنا اور پھر جنت کا راہ معلوم کرنا اسی کے لئے اسلام شرط ہے اس لئے اسلام کا ذکر متصل ہوا۔ بشروح صدوہ للا سلام یہ من ہود کی خبر معنی جزا ایشرح بنا ہے شرح سے جس کے لغوی معنی ہیں کھولنا اس لئے تفسیر یا تفصیل کو شرح کہا جاتا ہے۔ قرآن مجید میں شرح معنی وسعت و گنجائش دینا اسے قبول کرنے کے لائق بنادینا آتا ہے وہی یہاں مراد ہے لفظ شرح خیر کے لئے ہی خاص نہیں شر کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے ولکن من شرح بالكفر صدوا شرح اور فتح دونوں کے معنی ہیں کھولنا مگر کبھی ان میں چند طرح سے فرق کیا جاتا ہے۔ ظاہری چیزوں کا کھولنا جو محسوس ہو فتح ہے ولما لصوا متا ہم لور انا لصلالک فصحا مبنا اس کا مقل ہے شذی الف۔ مقل کے ملک پر قبضہ کرنے کو فتح کہتے ہیں مگر اندرونی چیزوں کا غیر محسوس کھولنا جو نظر نہ آئے شرح ہے اس کا مقل ہے ضیق۔ مگر کا واژہ کھولنا فتح ہے گہروالے کا دل کھولنا شرح جس سے اسے محبت و الفت پیدا ہو۔ اندر داخل کرنے کے لئے کھولنا فتح ہے مگر اندر سے نکالنے کے لئے کھولنا شرح۔ اس لئے دل سینہ کی گنجائش کے لئے شرح ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے ذریعہ دل کی اندرونی صلاحیتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ رب اشرح لی صدوی لور ارشاد ہوتا ہے الم نشرح لک صدوک صوفیاء کی اصطلاح میں محبت کے تیرے دل کا زخمی ہونا شرح ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

سینہ خواہم شرح شرح از فراق تا بگویم داستان اشتیاق!

حدیث شریف میں ہے کہ جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا گیا کہ شرح صدر یعنی سینہ کھولنا کیا ہے فرمایا یہ ایک غیبی نور ہے جو اللہ تعالیٰ بندے کے دل میں ڈالتا ہے جس سے اسے نیک اعمال کی توفیق ان کی طرف میلان نصیب ہوتا ہے عرض کیا گیا اس نور کی علامت کیا ہے فرمایا دنیا سے نفرت آخرت کی رغبت موت سے پہلے اس کی تیاری۔ عربی میں صدر کہتے ہیں سینہ کو جس کے اندر کبد یعنی جگر اور قلب یعنی دل ہے۔ سینہ کھولنے سے مراد دل کو توفیق ملنا ہے۔ اسلام کے لغوی معنی ہیں اطاعت اور فرمانبرداری میں گردن جھکانا۔ فلما اسلما وتلم للعبین۔ دین محمدی کا نام بھی اسلام ہے ان اللین عند اللہ الا سلام۔ لفظ اسلام کبھی معنی ایمان بھی آتا ہے کبھی اس کے علاوہ بھی لا تقولوا امنا ولکن قولوا اسلما یہاں اسلام سے یا تو اطاعت مراد ہے یا دین اسلام ایمان و اعمال کا مجموعہ یعنی اللہ تعالیٰ جسے ہدایت دینے کا ارادہ

فرماتا ہے تو اس کا سینہ اسلام کے لئے وسیع کر دیتا ہے اسے اطاعت کی دین اسلام قبول کرنے کی توفیق دیتا ہے ومن یردان
بعضہ اس عبارت میں تصویر کا وہ سرار خدکھایا گیا ہے من سے مراد وہی انسان ہے جس کا کفر پر مرنا علم الہی ارادہ خداوندی میں
آچکا ہے۔ ضلال ہدایت کا مقابل ہے معنی گمراہی ارادہ کرنے کی وہی تحقیق ہے جو ابھی ہو چکی۔ بجعل صلہ ضیقا
حوجا۔ سینہ کی تنگی سے مراد شرح صدر کے مقابلے کی حالت ہے دل میں قبول کرنے کی توفیق نہ ملنا اطاعت سے دل کا بھاگنا۔
ہچکچاہٹ پیدا ہونا یہ لفظ بنا ہے ضیق سے معنی تنگی ہماری قرات میں حرج رکے فتح سے ہے بعض قراءتوں میں حرج رکے
سکون سے ہے۔ حرج صفت مشبہ ہے اور حرج رکے سکون سے مصدر سخت تنگی کو حرج کہتے ہیں گویا ضیق عام ہے حرج خاص۔
حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہی آیت تلاوت کی آپ کے پاس بنی کنانہ کا ایک رساتی شخص تھا پوچھا تمہاری زبان میں حرج کے
کہتے ہیں وہ بولا وہ درخت جو نہایت گھنے باغ کے بیچ میں ہو جس تک پہنچنے کا کوئی راستہ نہ ہو۔ حضرت عمر نے فرمایا یوں ہی منافق کا
دل ہے جس تک کوئی چیز نہیں پہنچتی ایسا واقعہ حضرت عبداللہ ابن عباس کا بھی ہے کہ آپ نے قبیلہ بنی بکر کے ایک رساتی سے
حرج کے معنی پوچھے اس نے بھی یہی بتائے آپ نے وہی جواب دیا۔ حرج کا ماخذ حرجتہ ہے معنی گھناہٹ جس کے درخت
ایسے گنجان ہوں کہ اندر کوئی نہ پہنچ سکے (خازن، کبیر وغیرہ) کانما یصعد فی السماء۔ اس عبارت شریف میں کافر کی دل
تنگی کو نہایت ظاہر مثل سے سمجھایا گیا یصعد اصل میں۔ صعد تھا کاص میں اوجام ہو گیا۔ صعد خود چڑھتا ہے۔ تصعد کسی کی
زبردستی کی وجہ سے اسے چڑھنا پڑتا ہے یعنی کافر کو اسلام قبول کرنا ایسا بھاری ہوتا ہے جیسے کسی کو آسمان پر چڑھنا بھاری ہے کہ
اس سے جبراً کما جلوے کہ تو آسمان پر چڑھ جا اس کا دل نہ چاہے سوچ لو اس کا دل اس وقت کیا ہو گا۔ کنا لک بجعل اللہ
الرجس علی اللعین لا یومنون۔ کاف تشبیہ کا ہے جس میں فرمایا گیا کہ جیسے ہم نے ان کفار کے دل تنگ کر دیے۔ ایسے
ہی ہم نے ان پر رجس بھی ڈال دی۔ رجس کے بہت معنی ہیں منجاست، شیطان، نری شر جس میں خیر نہ ہو۔ لعنت، عتاب، دنیا
میں لعنت آخرت میں عذاب یہاں سارے معنی درست ہیں لایو منون سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے نصیب میں ایمان نہیں یعنی
ان کا کفر پر مرنا علم الہی ارادہ الہی میں آچکا ہے یعنی جو لوگ ایمان لانے والے نہیں اللہ تعالیٰ ان پر اسی طرح لعنت، عتاب، عذاب
بھی یوں ڈالتا ہے۔ جیسے اس کا دل توفیق سے خالی کیا یہ رب تعالیٰ کا سخت عذاب ہے (تفسیر خازن و روح المعانی) اس عبارت کے
چند مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ان بد نصیبوں کے جیسے دل تنگ ہو گئے ایسے ہی ان پر بیرونی پلید گئیں بھی پڑتی رہتی ہیں۔
شیطان کے دھوکے نفس امارہ کے قریب برے ساتھیوں کے اثرات یہ سب چیزیں نہیں گھیرے ہوتی ہیں دوسرے یہ کہ ایسے
غافل گمراہ کے لئے ہر چیز پلید ہوتی ہے حتیٰ کہ وہ نماز بھی پڑھتا ہے جو خیرات کرتا ہے وہ بھی اس کے دل میں قلت پیدا کرتی ہے کہ
وہ صرف دکھاوے کے لئے ہوتا ہے مومن جو کھاتا پیتا ہے وہ بھی دل میں نور پیدا کرتا ہے۔

ہر چہ گیرد علتی علت شود! کفر گیرد ملتی ملت شود

خلاصہ و تفسیر: یہ کفار جو آپ کو آپ کے معجزات کو دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے دن بدن ان کا کفر بڑھتا ہی جا رہا ہے ان کی
ان حرکتوں کی وجہ یہ ہے کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے جنت کے راستہ یا خدا رسی کے راستہ پر چلانا چاہتا ہے تو اس کا سینہ
اپنی اطاعت یا اسلام قبول کرنے کے لئے کھول دیتا ہے اُسے ان چیزوں کی توفیق ملتی ہے وہ بخوشی دل آسانی سے مسلمان مطیع
فرمانبردار بن جاتا ہے۔ اس کے برعکس جس کے متعلق فیصلہ ہو چکا کہ وہ گمراہ ہی رہے گا تو اللہ تعالیٰ اس کا سینہ تنگ بنا کر ہدایت

بناتا ہے۔ جس میں ہدایت و ایمان داخل ہونے کی گنجائش ہی نہیں ہوتی اسے اسلام قبول کرنا اللہ کی اطاعت کرنا ایسا بھاری معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی اسے جبراً آسمان پر چڑھنے پر مجبور کر رہا ہو جیسے اسے یہ چڑھنا نہایت ہی گراں معلوم ہوتا ہے ایسے ہی اسے بارگاہ نبوت میں حاضر ہونا۔ مومن بننا بھاری معلوم ہوتا ہے انہیں صرف دل تنگی کا ہی عذاب نہیں دیا گیا بلکہ جیسے ان کے دل تنگ ہیں ویسے ہی ایسے بے ایمانوں پر جن کے نصیب میں ایمان نہیں اللہ تعالیٰ دنیا میں لعنت آخرت میں عذاب بھی کرتا ہے لہذا اے محبوب آپ ان کے ایمان نہ لانے سے مغموم نہ ہوں۔

نوٹ : ہر شخص کو چاہئے کہ اپنے دل کے رجحان پر نظر رکھا کرے کہ میرا دل کس طرف متوجہ ہے اچھوں کی طرف دل کا میلان خود اس کے اچھے ہونے کا نشان ہے بروں کی طرف میلان اپنے برے ہونے کی پہچان ہے۔ بعض عشاق کہتے ہیں کہ آیت میں اسلام سے مراد ہے اپنے کو رب کے حوالہ اس کے سپرد کر دینا فلما اسلما وتلدہ للجبین۔ مقصد یہ ہے کہ جیسے اللہ ہدایت دیتا ہے تو اس کا سینہ اس کے لئے کھول دیتا ہے کہ وہ اپنے کو رب کے حوالہ کر دیتا ہے کہ اس کی زندگی و موت بلکہ زندگی کا ہر شعبہ اللہ کے لئے ہوتا ہے پھر بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے اور اللہ بندہ کا۔ دل کھلنے کے بہت درجے ہیں گھر کا دروازہ پاؤں آدھا پون پورا کھلتا ہے ایسے ہی دل کا دروازہ مختلف طرح کھلتا ہے کسی کا دل صرف ایمان کے لئے کھلتا ہے کسی کا اتفاق کے لئے کسی کا عرفان کے لئے کسی کا رحمت رحمان کے لئے جب شرح صدر کامل ہو جائے تو عرش و فرش ساری مخلوق بلکہ خود خالق اس میں جلوہ گر ہوتا ہے شرح صدر اللہ کی بڑی نعمت ہے حتیٰ کہ موسیٰ علیہ السلام نے اس کی دعا کی۔ وہ اشرح لی صدی۔ اس کے مقابلے دل کی تنگی کے بھی بہت درجے ہیں۔ اسلامی عقائد سے دل تنگی اچھے اعمال سے تنگی عرفان و یقین سے دل تنگی وغیرہ۔ شرح صدر کے اسباب تین ہیں۔ دنیاوی فکریں، تکالیف زیادہ، درود شریف، شرح صدر والوں کی صحبت۔ دل تنگی کے اسباب بھی تین ہیں۔ عیش و عشرت کی زیادتی، غفلت، بروں کی صحبت۔

قائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ بندہ کو دنیا میں ہدایت نصیب ہو کہ ہدایت روحانی، جتنی غذا ہے اور اس غذا کے لئے بقا ہے فنا نہیں جسم اور جسمانی غذا میں فانی ہیں روح اور روحانی غذا میں باقی یہ فائدہ لمن یرد الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: ہدایت ہر ایک کو نہیں ملتی جس پر خاص کرم ربانی ہو اسے ملتی ہے۔ جسمانی غذا میں ہر مومن و کافر کو ملتی ہیں جسمانی غذا میں رب تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کا مظہر ہیں اور ہدایت وغیرہ ربوبیت خاصہ کا مظہر ہے۔ یہ فائدہ لمن یرد اللہ کے من سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: دل کی وسعت اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے دل کی تنگی اللہ کا عذاب۔ یہ فائدہ بشرح صدر سے حاصل ہوا دل کی وسعت یہ ہے کہ انسان کو نیک اعمال کرنا آسان ہوں یہ خوشی سے کرے گناہ سے دل بھاگے۔ بعض اللہ کے بندے ایسے دیکھے گئے کہ انہیں گناہ، فضول خرچی حتیٰ کہ حکیم کی فیس، وکیل صاحب کو معاوضہ دینا، دوا کی قیمت پہاڑ کی طرح بھاری معلوم ہوتی ہے مگر رب کے نام پر بے دریغ خرچ کرتے ہیں اور خوشی سے خرچ کرتے ہیں یہ اللہ کے مقبول ہیں مگر یہ ان کا اپنا کمال نہیں اللہ تعالیٰ کا ان پر کرم ہے شیخ سعدی نے کیا خوب فرمایا۔

ایں سعادت بزور باز نیست تانہ بخشد خدائے بخشندہ

چوتھا فائدہ: شرح صدر یعنی سینہ کھلنا ہم کو بھی عطا ہوتا ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہوا۔ الم نشرح لک صدوک مگردونوں شرح میں فرق ہے۔ ہمارا سینہ کھلتا ہے۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے لینے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو مگردونوں شرح میں فرق ہے۔ ہمارا سینہ کھلتا ہے۔ حضور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی عطا ہوا۔ الم نشرح لک

و سلم کاسینہ کھانا دینے کے لئے۔ بھیک کے وقت دانا کا بھی ہاتھ پھیلتا ہے اور بھکاری کھاتھ بھی۔ دانا کی تحصیل بھی کھلتی ہے اور بھکاری کی جھولی بھی مگر دانا کا ہاتھ پھیلنے، تحصیل کھلنے اور بھکاری کا پھیلنے، جھولی کھلنے میں زمین و آسمان کا فرق ہے وہ عطا دہی کے لئے کھلتے ہیں یہ بھیک لینے کے لئے کھلتے ہیں۔ یہ فائدہ بشرح صلوہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ رب نے اپنے لئے بھی یہی فرمایا ہمارا سینہ اس لئے کھولا جاتا ہے تاکہ دل میں سے کفر عناد، حسد بغض نکل جاوے، ایمان و تقویٰ داخل ہو جاوے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کاسینہ فیض گنجینہ اس لئے کھولا گیا تاکہ اس سے ایمان، فیضان، عرفان دوسرے کو ملے۔ ان شاء اللہ بختم علی قلبک کا یہ ہی مطلب ہے کہ اگر ہم چاہتے تو آپ کے دل پر ہر کر دیتے جس سے سینہ مبارک نہ کھلتا اور لوگوں کو ایمان نہ ملتا۔ پانچواں فائدہ: کبھی ایمان و نیک اعمال کے مجموعہ کو اسلام کہا جاتا ہے۔ یہ فائدہ یہاں لایا سلام فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں اسلام کے یہی معنی ہیں۔ اسلام کے بہت سے معانی ابھی ہم نے تفسیر میں عرض کئے۔ چھٹا فائدہ: بندے کی ہدایت اور گمراہی سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے مگر ان کے بلو جو بندہ مجبور نہیں بلکہ مختار ہے کاسب بندہ ہے خالق خیر و شر رب تعالیٰ ہے۔ یہ فائدہ ومن یردان بضلہ سے حاصل ہوا یہاں جب اختیار کا ایسا اجتماع ہوا ہے کہ سبحان اللہ کسی صوفی صلوٰۃ نے کیا خوب فرمایا۔

بے کارم و باکارم چوں مدبہ حساب اندر خاموشم و گویا نم چوں خط بہ کتب اندر

مجبورم و مختارم آزلو و گرفتارم

ساتواں فائدہ: بندے کی گمراہی اللہ تعالیٰ کا بڑا عذاب ہے کہ تمام دنیاوی تکلیفیں عارضی ہیں یہ معصیت دائمی ہے۔ یہ فائدہ بھی ان بضلہ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: دل کی تنگی رب تعالیٰ کا قرعہ ہے اس کی علامت یہ ہے کہ بندہ کو گناہ و بد عملیں آسان معلوم ہوتی ہیں نیک کام سخت بھاری بعض لوگ دیکھے گئے کہ ممبری، سینما شادی بیاہ کی حرام رسموں نام و نمود کے لئے فضول خرچیوں، بلکہ شرعی عمرات میں بے دریغ روپیہ بہا کر تے ہیں مسجد رسد یا کسی نیک کام میں دو آنہ نہیں دے سکتے وہاں اپنی معذوری ظاہر کرتے ہیں یہ ہے دل کی تنگی اللہ بچائے۔ یہ فائدہ کانما یصدق فی السماء سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: دل کی تنگی دل کی سختی کفار کی علامت ہے مومن رحمہم دل بھی ہوتا ہے وسیع القلب بھی۔ یہ فائدہ علی الفہم لا یومنون سے حاصل ہوا۔ جس قدر ایمان قوی اسی قدر دل وسیع و وسعت قلب کی زندہ جاوید تفسیر حضرت یوسف علیہ السلام کا دشمن بھائیوں کو معاف فرما دیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جناب ابوسفیان، ہندو وحشی، عکرمہ ابن ابو جہل کو بخش دیا ہے یوں ہی جس قدر کفر سخت ہو اسی قدر دل تنگ اور سخت ہوتا ہے اس کی تفسیر فرعون اور ابو جہل کی زندہ گیلیں ہیں۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ جسے اللہ تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اسے اسلام کی توفیق دیتا ہے جس سے معلوم ہوا کہ ہدایت کے ذریعہ اسلام ملتا ہے حالانکہ اسلام سے ہدایت ملتی ہے یہاں برعکس کیوں بیان ہوا۔ جواب: ہدایت کی بہت قسمیں ہیں بعض ہدایت اسلام سے ملتی ہے اور بعض ہدایتوں سے اسلام نصیب ہوتا ہے۔ یہاں ہدایت سے وہ ہدایت مرلو ہے جو اسلام ملنے کا ذریعہ ہے۔ پھر اسلام قبول کرنے کے بعد نیک اعمال کی ہدایت یہ وہ ہدایت ہے جو اسلام کے بعد ملتی ہے۔ دوسرا اعتراض: تنگی اور وسعت دل کی صفت ہے یہاں اور دوسرے مقامات پر اس وسعت و تنگی کو سینہ کی صفت کیوں قرار دیا دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ الم نشرح لک صدوک۔ جواب: سینہ مکان ہے دل اس کا مسکن وسیع دل تنگ سینہ میں نہیں سما سکتا گویا گھر سے

میں نہیں آسکتا۔ دل کی وسعت کے لئے سینہ کی وسعت لازم ہے یہاں لازم فرما کر ملزوم مراد لیا بعض نے فرمایا کہ یہاں اور اسی جیسے دوسرے مقامات پر سینہ بول کر دل مراد لیا گیا ہے۔ مکان بول کر مسکن کا ارادہ فرمایا تنگ سینہ میں وسیع دل نہیں سما سکتا اور تنگ دل میں اللہ کی رحمتوں کی گنجائش نہیں ہوتی۔ تیسرا اعتراض: تمہاری تفسیر سے معلوم ہوا کہ حضرات انبیاء کرام کو فطری طور پر شرح صدر عطا ہوتا ہے کہ وہ پیدائشی شرح صدر والے ہوتے ہیں مگر موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی تھی کہ وہ اب شرح لی صدوی معلوم ہوا کہ ابھی تک انہیں یہ نعمت میسر نہیں ہوئی تھی رب تعالیٰ کے حکم سے فرشتوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سینہ جاک کر کے سیاہ دانہ نکال دیا رب نے فرمایا اہم نشروح لک صدوی معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فطری طور پر شرح صدر حاصل نہ تھا۔ جواب: شرح صدر بمعنی ہدایت ملنا یہ نبیوں خاص ولیوں کو پیدائشی عطا ہوتا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جو شرح صدر کی دعا کی تھی وہاں اس سے مراد ہر دل میں ہمت و جرات جس سے بے دھڑک فرعون کا مقابلہ فرما سکیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا شرح صدر کچھ اور ہی معنی میں ہے جو کسی نبی کو بھی عطا نہ ہوا۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بعض لوگوں کی گمراہی کا رب تعالیٰ نے ارادہ فرمایا اور اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرماتا ہے اس کا ہونا ضروری ہوتا ہے جس میں بندے کا اختیار نہیں ہوتا تو بندہ گمراہ ہونے میں مجبور ہوا مجبور کو سزا کیسی؟ جواب: آپ کا پہلا قاعدہ تو درست ہے کہ اللہ تعالیٰ جس چیز کا ارادہ فرمائے اس کا ہونا ضروری ہے مگر وہ سراسر قاعدہ غلط ہے کہ ایسے ضروری کام میں بندے کا اختیار نہیں ہوتا کیونکہ اگر رب تعالیٰ ارادہ ہی یہ کرے کہ فلاں بندہ اپنے ارادہ سے گمراہ یا کافر ہو تو بندہ کا ارادہ کرنا بھی واجب ہے اور بعد ارادہ اس کام کا ہونا بھی ضروری ہے یہاں یہی صورت مراد ہے لو پانی میں رکھ دیا جاوے جس سے وہ زنگ آلود ہو کر بے کار ہو جاوے تو لوہے کی بیکاری رب تعالیٰ کے ارادہ سے ہے مگر اسے پانی میں رکھنا اس میں جیسے لوہے کے لئے پانی۔ پانچواں اعتراض: یہاں سینہ کے دو عیب بیان فرمائے۔ ضیق اور حرج یہ دونوں تو ایک ہی ہیں دونوں کے معنی ہیں تنگ پھر یہ دونوں لفظ جمع کیوں فرمائے گئے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ضیق سے مراد ہے معمولی تنگی جو کسی وجہ سے دور ہو سکے یہ اس دل کی آخری حالت ہے یہ ترتیب مطابق واقعہ کے ہے۔ چھٹا اعتراض: یہاں آسمان پر چڑھنے سے کیا شیعہ دی گئی۔ جواب: اس لئے کہ کافر انتہائی پستی میں ہے اس کے لئے ہدایت مثل آسمان کے بلند ہے۔ اسے چڑھنے تک پہنچنے میں ایسے ہی تکلف بلکہ تکلیف ہوتی ہے جیسے کسی زمینی چیز کو آسمان پر چڑھنے میں تکلف ہوتا ہے۔ مومن اس آسمان پر اپنی طاقت سے نہیں جاتا بلکہ کسی دوسرے کی طاقت سے اُدھر جاتا ہے۔ مٹی کا ڈھیلا بذات خود نیچے گرتا ہے۔ دوسرے کی طاقت سے اوپر جاتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: علم دو طرح کا ہے علم معلولہ، علم مکاشفہ اللہ تعالیٰ سے قریب و دور کرنے والی چیزوں کا علم، علم معلولہ کہلاتا ہے علم مکاشفہ وہ غیبی نور ہے جو رب تعالیٰ کی طرف بندے کے دل پر وارد ہوتا ہے۔ جس سے عالم غیب اس کے لئے شہادت بن جاتا ہے۔ والنہی جاہد والہنا لنہدینہم مبلنا اس علم کا نام ہے شرح صدر اس علم سے دل منور ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے لئے ایقان عیان بن جاتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شرح صدر چند طرح کا ہوتا ہے۔ شرح فطری جو پیدائشی طور پر بندے کو عطا ہوتا ہے۔ یہ نعمت حضرات انبیاء و اولیاء اللہ کو عموماً عطا ہوتی ہے۔ حضرت مریم پیدائشی طور پر شرح صدر والی تھیں۔ کسی جو مجاہدہ عبادات، ریاضات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ والنہی جاہد والہنا لنہدینہم مبلنا اس علم کا نام ہے شرح صدر اس علم سے دل منور ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے لئے ایقان عیان بن جاتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ شرح صدر چند طرح کا ہوتا ہے۔ شرح فطری جو پیدائشی طور پر بندے کو عطا ہوتا ہے۔ یہ نعمت حضرات انبیاء و اولیاء اللہ کو عموماً عطا ہوتی ہے۔ حضرت مریم پیدائشی طور پر شرح صدر والی تھیں۔ کسی جو مجاہدہ عبادات، ریاضات کے ذریعہ حاصل کیا جاتا ہے۔ والنہی جاہد والہنا لنہدینہم مبلنا اس علم کا نام ہے شرح صدر اس علم سے دل منور ہوتا ہے حتیٰ کہ اس کے لئے ایقان عیان بن جاتا ہے۔

فیضان نظر سے ملتا ہے۔ حضرت عمر کاسینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کی برکت سے حضرت سعید ابن زید کی۔ اور اپنی بہن کی تلاوت پر قرآن سن کر کھل گیا۔ کبھی دنیاوی تکالیف اور مصیبتیں اس کا ذریعہ بن جاتی ہیں۔ دنیاوی عیش و طرب عموماً "دل تنگی" غفلت پیدا کرتے ہیں۔ یہاں کی تکالیف عموماً "بیزاری" کا باعث ہوتی ہیں۔ دل بھی دو قسم کے ہیں ایک وہ جن پر ایمان شاق ہے وہ کفار کے دل ہیں۔ دوسرے وہ جن پر ذوق وجد ان گراں ہیں یہ اہل نقصان کے دل ہیں بعض وہ جن پر کلمات عرفان بھاری ہیں اسی لئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ اسرار اغیار سے چھپاؤ۔ علم مکاشفہ کتب سے نہیں بلکہ نظر سے ملتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

دیں مجھ اندر کتب اے بے خبر علم و حکمت در کتب دیں از نظر!
صد کتاب و صد ورق در نار کن روئے دل را جانب ولدار کن

یہاں اسی علم کا ذکر ہے کہ جسے خدا تعالیٰ اپنے تک پہنچنے کی ہدایت دینا چاہتا ہے اسے شرح صدر عطا فرماتا ہے۔ جس سے وہ نہایت آسانی سے کامیاب ہو جاتا ہے اور جسے اس سے محروم رکھا وہ کبھی وہاں تک نہیں پہنچ سکتا ظاہری نور سے گھری اور گلی کی ہر چیز نظر آتی ہے دل کے نور سے وہاں کی ہر چیز معلوم ہوتی ہے ومن لم يجعل الله له نورا فماله من نور (از روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ شرح صدر یعنی دل کھولنا نبی اور مومنین دونوں کے لئے قرآن کریم میں استعمال ہوا ہے۔ مگر نبی کے لئے شرح صدر یہ ہے کہ ان کاسینہ فیض دینے کے لئے کشادہ ہو یوں ہی قرآن کریم میں لفظ ختم کفار کے لئے ارشاد ہوا۔ ختم الله علی قلوبہم اللہ نے ان کے دل پر مرکری اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا گیا کہ ان یشاء اللہ یختم علی قلبک اگر اللہ چاہے تو اے محبوب تمہارے دل پر مرکری مگر فرق یہ ہے کہ کفار کے دل پر کفر کی مرکری۔ جس سے ان کے دل کھل نہیں سکتے لہذا ان میں سے نہ کفر و عناد کھل سکتا ہے نہ اس میں ایمان و عرفان داخل ہو سکتا ہے کیونکہ اندر سے کلنا باہر سے اندر آنا دروازہ کھلنے پر موقوف ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر مرے مرلو ہے رحمت و کرم کی ایسی مہر جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے انوار لوگ نہ لے سکیں رب نے یہ ہر قلب پاک مصطفیٰ پر نہیں کی بلکہ اسے شرح بخشی الم نشرح لک صدق جس سے فیضان کے چشمے لبل رہے ہیں یہ ضرور خیال میں رہے۔

وَهَذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيمًا قَدْ فَضَّلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ

اور یہ ہے راستہ تمہارے رب کا سیدھا جہانک تفصیل وار بیان کر دیں ہم نے آیتیں واسطے
اور یہ تمہارے رب کی سیدھی راہ ہے ہم نے آیتیں مفصل بیان کر دیں نصیحت ماننے والوں کے لئے

يَذَكِّرُونَ ۝ لَهُمْ دَارُ السَّلَامِ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَهُوَ وَلِيُّهُمْ بِمَا كَانُوا

اس قوم کے جو نصیحت پکڑے ان کے لئے گھر ہے سلامتی کا پاس رب ان کے اور وہ والی ہے ان کا اس وجہ سے
ان کے لئے سلامتی کا گھر ہے اپنے رب کے پاس اور وہ ان کا مولیٰ ہے یہ ان کے کاموں

يَعْبُدُونَ

کرتے وہ مل کر

کاپھل ہے

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں اسلام کا ذکر ہوا کہ جسے رب تعالیٰ ہدایت دیتا ہے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے اب اسلام کی عظمت کا تذکرہ ہے کہ یہ رب تک پہنچانے والا راستہ ہے گویا اسلام کی ابتداء کا ذکر فرمانے کے بعد اس کی انتہاء کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں یہ بتایا گیا کہ اسلام کے ملتا ہے اب ارشاد ہے کہ اسلام کہاں پہنچاتا ہے گویا اسلام کا نعمت عظمیٰ ہونا پہلے ارشاد ہوا اور اس کا رب تک پہنچانے کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی دنیاوی نعمت کا ذکر ہوا یعنی شرح صدر اب اللہ تعالیٰ کی اخروی نعمت کا ذکر ہے یعنی جنت کی عطا گویا درخت کا ذکر پہلے ہو اس کے پھل کا ذکر اب ہے۔

تفسیر : وهذا صراط دیک مستقيما۔ یہ نیا جملہ ہے اس لئے اس میں واو ابتداء یہ ہے ہذا سے اشارہ یا قرآن مجید کی طرف ہے یا اسلام کی طرف یا شرح صدر کی طرف یا توفیق خیر کی طرف اور ہو سکتا ہے کہ ہذا سے اشارہ ہو خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی واحد خدا رسی کا ذریعہ ہیں۔ لہذا اس آیت کی پانچ تفسیریں ہوئیں۔ صراط 'سبیل' 'طریق' 'شرح' 'منہج' ان سب کے معنی ہیں راستہ مگر ان میں کچھ فرق ہے۔ یہ فرق ہم نے سورہ فاتحہ کی تفسیر اھلنا الصراط المستقیم میں عرض کر دیا۔ صراط کی رب کی طرف نسبت یا تو اس لئے ہے کہ رب العالمین کا بنایا بتایا ہوا راستہ ہے یا اس لئے کہ یہ رب تک پہنچانے والا راستہ ہے جسے اختیار کر کے انسان اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے جیسے کہا جاتا ہے یہ گور نمشی راستہ ہے یعنی حکومت کا بنایا ہوا یہ مدینہ منورہ کا راستہ ہے یعنی مدینہ طیبہ تک پہنچانے والا راستہ۔ سرکاری راستہ پر سرکاری انتظامات ہوتے ہیں۔ پل چوکیں، حفاظتی انتظامات وغیرہ خود ساختہ راستہ یعنی پگ ڈنڈیاں وغیرہ پر کسی قسم کا انتظام نہیں ہوتا۔ دین اور نیک اعمال کو راستہ یا صراط اس لئے کہا جاتا ہے کہ ان کے اختیار کرنے سے انسان منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے رب فرما کر یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ظہور اس سے ہے کہ اس نے بندوں کے لئے ایسا راستہ بنایا۔ دیک فرما کر یہ بتایا گیا کہ جو رب تعالیٰ کو رب محمد ہونے کی شان سے مانے وہ اس راستہ کو پاسکے گا آپ کا امن چھوڑ کر کبھی یہ راستہ نہیں پاسکتا یہ راستہ آپ کے ذریعہ ملے گا نیز یہ بتایا کہ قرآن مجید وغیرہ مومنین کے لئے سیدھا راستہ ہے نہ کہ آپ کے لئے آپ تو منزل مقصود ہیں۔ قرآن مجید مومنین کا ہادی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہادی نہیں۔ فرماتا ہے ہدی للمتقین یہ نہیں فرماتا ہدی لک۔ مستقيما صراط کا مل موکدہ ہے مستقیم کی شرح ہم سورہ فاتحہ اھلنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں کہ صراط مستقیم وہ ہے جو سیدھا اور سب راتوں سے چھوٹا ہو جو بہت جلد بے کھٹک منزل مقصود تک پہنچا دے یعنی یہ اسلام یا یہ قرآن۔ اے محبوب آپ کے رب کا قائم کردہ یا آپ کے رب تک پہنچانے والا سیدھا راستہ ہے جو اس سے بٹے گا وہ رب تک کبھی نہ پہنچ سکے۔ خیال رہے کہ سیدھا راستہ ہمیشہ ایک ہی ہوتا ہے چند نہیں ہو سکتے یہ راستہ درمیانی ہوتا ہے کنارہ والا نہیں ہو سکتا۔ سب سے چھوٹا ہوتا ہے اس کے برابر یا اس سے چھوٹا کسی اور راستہ نہیں ہو سکتا۔ صراط مستقیم میں یہ تین

خصوصیات لازمی ہیں دیکھو سورہ فاتحہ کی تفسیر۔ خیال رہے کہ قرآن مجید یا اسلام وغیرہ مومنین کے لئے سیدھا راستہ ہیں نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے۔ مومنین تو راستہ میں ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم راستہ پر ہیں نشان راہین کر مومنین مسافر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم منزل مقصود ہیں۔ رب فرماتا ہے انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم اور فرماتا ہے ان رہی علی صراط مستقیم معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی سیدھے راستہ پر ملتا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی بلکہ جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ملتے ہیں وہاں ہی خدا تعالیٰ ملتا ہے یا کہو کہ مومنین سیدھے راستہ میں ہیں سفر کرنے کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستہ پر ہیں رہبری کرنے کے لئے۔ مومنین راہ گیر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رہبر ہیں۔ رب تعالیٰ اس راستہ کی منزل مقصود ہے۔ راہ گیر اور رہبر کا فرق خیال میں رہے۔ قد فصلنا الایات لقوم ہذکرون یہ جملہ ہے۔ فصلنا بنا ہے تفصیل سے جس کلامہ فصل " ہے معنی علیحدگی اجمل کے مقابل کو تفصیل اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس میں ہر چیز علیحدہ علیحدہ بیان ہوتی ہے۔ آیات سے مراد قرآن مجید کی آیتیں ہیں چونکہ بعض آیات میں وعدہ ہے بعض میں وعید اسی طرح ثواب عذاب حلال حرام احکام ممانعت محمد نعت کفار کی برائیاں مختلف آیتوں میں مذکور ہیں۔ اس لئے یہاں آیات جمع ارشاد ہو یعنی ہر قسم کی قرآنی آیتیں علیحدہ علیحدہ جدا جدا لفظوں لوگوں کے نفع کے لئے بیان فرمادی ہیں۔ جن میں نصیحت حاصل کرنے کا لہو اور جذبہ ہے گزشتہ آسمانی کتب میں اجملاً احکام بیان ہوئے تھے حتیٰ کہ توریت کو توریت اسی لئے کہتے ہیں کہ اس میں احکام بطور توریہ و اشارہ مذکور تھے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں احکام کی آیتیں یوں ہی عقائد کی آیات تفصیل وار ہیں ہاں بعض آیات صفات اور مطلقات جنہیں تشابہات کہتے ہیں ان میں تفصیل نہیں ہے وہاں اجمل ہی ضروری ہے تاکہ ان کا پتہ سواء محبوب کسی کو نہ لگے لہم دارالسلام عند ربہم اس عبارت میں اس خوش نصیب قوم کا جو ثواب بیان ہوا۔ لہم کا مرجع وہی قوم ہذکرون ہے چونکہ قوی معنی جمع ہے۔ اس لئے ضمیر ہم جمع ارشاد ہوئی۔ لہم مقدم فرماتے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا دارالسلام سے مراد جنت ہے سلام یا تو اللہ تعالیٰ کا نام ہے تو یہ اضافت عزت و شرافت کی ہے جیسے کہبت اللہ اور بیت اللہ اور ناقص اللہ میں یا دارالسلام کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا بنایا ہوا گھر تو مقصد یہ ہے کہ جب دنیا میں انسان ایسے شاندار محل کو ٹھیاں بنگلے تیار کر لیتا ہے کہ دیکھنے والے دنگ رہ جاتے ہیں تو غور کر لو کہ رب تعالیٰ کا بنایا ہوا گھر کیسا ہو گا نیز انسان ایسے کھانے و پھل تیار کر لیتا ہے کہ سبحان اللہ تو سمجھ لو کہ تمہارے رب نے جو جنتی کھانے میوے خود تیار کئے ہیں وہ کیسے ہوں گے یا اسلام معنی سلامتی ہے اس صورت میں اضافت طرف کی ظروف کی طرف ہے چونکہ وہاں موت سے بچاؤ ہوا ہے بغض و عداوت سے گناہوں سے ناپسندیدہ چیزوں سے ہمیشہ کے لئے امن و سلامتی ہے اس لئے اسے دارالسلام یعنی سلامتی و امن کا گھر کہتے ہیں یا سلام سے مراد سلام ہی ہے چونکہ وہاں فرشتے جنتیوں کو اور خود جنتی ایک دوسرے کو سلام کیا کریں گے اس لئے اسے دارالسلام یعنی السلام علیکم کہنے سننے کا گھر کہتے ہیں چونکہ جنت نہ تو دنیا میں ہے نہ برزخ میں نہ قیامت میں بلکہ قیامت کے بعد یعنی حساب و کتاب سے فارغ ہو کر نصیب ہوگی اس لئے عند ربہم ارشاد ہوا دنیا فریق کی جگہ ہے آخرت و صل کی جگہ اس لئے عند فرمانا بالکل موزوں ہے و هو لہم یہ عبارت لہم دارالسلام پر معطوف ہے اس میں متقیوں کی دو سری عظمت کا ذکر ہے ہو کا مرجع رب ہے۔ ولی ولایت کا صفت شبہ ہے اس کے بہت معنی ہیں۔ مالک متولی کار ساز حق دار مددگار دوست و محبت والا یہاں سواء مالک کے باقی تمام معنی درست ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ سارے کافرو مومن منافقوں کا مالک ہے مگر

متولی کار سازندہ و کار و غیرہ صرف پرہیزگاروں کا ہے دنیا میں بھی برزخ میں بھی اور آخرت میں بھی یہ جملہ دوام اور ہیبت کی لئے ہے۔ یعنی رب تعالیٰ ہمیشہ متقیوں کا متولی کار سازندہ و کار اور دوست دار ہے ان سے محبت کرتا ہے ان کے بگڑے کام پھرتا ہے ان کے ہوئے کام نکالتا ہے ہمارا کا نوا بعملون اس کا تعلق دونوں سے ہے کہ ان کا جنتی ہونا اور اللہ کا پیارا ہونا ان کے نیک اعمال کی وجہ ان کی برکت سے ہے نہ کہ صرف قومیت و غیرہ کی وجہ سے اگر یہ نعمتیں چاہئیں تو نیک اعمال کرو۔ خیال رہے کہ انسانوں میں عموماً "محبت تین طرح کی ہوتی ہے۔ نسبی محبت جیسے اولاد میں باپ سے محبت، نسبتی محبت جیسے اپنے بچے کے دوستوں سے اس کی چیزوں سے محبت، خدمت کی محبت جیسے اپنے مطیع و فرمانبردار نوکر سے محبت، رب تعالیٰ کی ولایت و محبت بھی تین طرح کی ہے محبت فطرت جیسے نبیوں خصوصاً "سید الانبیاء" سے محبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم مرکز محبت ہیں۔ محبت جیسے صحابہ کرام اور اولیاء اللہ سے رب کو محبت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے محبت خدمت جیسے نیک کار مسلمانوں سے رب کو محبت ہے ان کے اعمال کی وجہ سے۔ یہاں ہمارا کا نوا بعملون فرما کر اشارۃً بتایا کہ عاقلین صالحین سے رب کو محبت اس کا کرم، تیسری قسم کا ہے یعنی محبت خدمت رب تعالیٰ نصیب فرمادے ایسے لوگوں کا اللہ والی وارث ہے۔ وارث والا کتنا رانہیں جاتا پالتوں جانور کھشاکار نہیں کیا جاتا کہ وہ والی وارث والا ہے۔ اللہ جس کو والی ہو جلوے اسے شیطان شکار نہیں کر سکتا۔

خلاصہ و تفسیر : اے لوگو یہ دین اسلام یا قرآن یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری رب تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے اس راستہ پر پڑ لو اس کے محبوب کلامن مضبوطی سے پکڑ لو اور سیدھے آنکھیں بند کئے رب تک پہنچ جاؤ دیکھو غافل نہ ہونا ہم نے قرآن مجید کی مختلف آیتیں تفصیل وار جدا جدا بیان کر دی ہیں ان لوگوں کے نفع کے لئے جن میں نصیحت حاصل کرنے کا وہ جذبہ ہے ان سے وہی فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے سورج سے صرف آنکھ والے فائدہ حاصل کرتے ہیں ایسے لوگوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا گھر ہے یا ہر طرح کا امن و امان گھریا وہ گھر جہاں ہر وقت اسلام کی آوازیں آتی ہیں مگر یہ گھر طے گا جب جبکہ یہ بخیریت دنیا کی زندگی برزخی حیات، قیامت کا زمانہ گزار کر رب تک پہنچ جاویں گے نیز اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں ان کو والی کار سازان سے محبت فرمائے والا ہے یہ دونوں نعمتیں ان نیک اعمال کی وجہ سے ہیں جو وہ کرتے تھے رب کے ہاں نام، جام، قومیت و غیرہ نہیں دیکھے جاتے وہاں تو کام کی پوچھ گچھ ہے۔ اللہ ان کو ولی ہے قرآن ان کا حامی ہے اس کے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھی ہیں۔ خیال رہے کہ ایک دارالسلام یعنی جنت تو بہت طویل المیعاد لوہار ہے جو مرنے برزخی زندگی گزارنے قیامت کا دن پورا کرنے میں صراط پر سے بخیریت گزر جانے کے بعد طے گا مگر وہ سر دارالسلام یعنی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ یہ نقد نعمت ہے۔ جنت صرف انسانوں کے لئے ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کلامن ساری مخلوق کے لئے دارالسلام ہے۔ از آدم تا عیسیٰ علیہ السلام سارے نبیوں ان کی قوموں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے طفیل ان میں ملی فتھی ادم من رہا کلمات اور و کا نوا من قبل مستطعون علی الذین کفروا بلکہ جانور و جنت، کنکر پتھروں لکڑیوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اقدس سے سلامتی پائی۔

ہاں ہمیں کرتی ہیں چیزیاں فریاد
ہاں ہمیں چاہتی ہے ہر نی دوا!
اسی درپر شتران ہاشلو
شکوہ رنج و عنا کرتے ہیں

ایک شاعر کہتا ہے۔

marfat.com

بات آدم کی بن آئی تو انہیں کے دم سے پائی یونس نے رہائی تو انہیں کے دم سے

فائدے : ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: خداری کا صرف ایک راستہ ہے یعنی قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی اس کے سوا کوئی ذریعہ خدا تک پہنچنے کا نہیں۔

پسندار سعدی کہ راہ صفا تو اس یافت جزو پنے مصطفیٰ
یہ فائدہ ہذا صراطِ الٰہی سے حاصل ہوا کوئی شخص گا کر بیچ کر بھنگ چرس کے ذریعہ رب تک نہیں پہنچ سکتا۔ کتاب و سنت کو مضبوطی سے پکڑو۔ دوسرا فائدہ: دنیا میں بہت سے دین ہیں بعض من گھڑت جیسے شرک، دہریت اور بت پرستی۔ بعض اللہ کے بنائے ہوئے جیسے یہودیت، عیسائیت، داوڈیت مگر اب کوئی دین خداری کا ذریعہ نہیں من گھڑت دین تو کبھی بھی خدا کا راہ نہ تھے رہے خدائی دین وہ اپنے اپنے وقت میں راہ خدا تھے اب وہ سب راستے بند کر دیئے گئے۔ یہ فائدہ ہذا صراطِ الٰہی سے حاصل ہوا جبکہ ہذا سے اشارہ اسلام کی طرف ہو رات میں چاند تارے نور کا ذریعہ ہیں مگر سورج نکلتے ہی وہ نور نہیں دیتے کبھی دن میں چاند نظر آتا ہے اس کی جسمائیت سفید رنگ تو محسوس ہوتا ہے مگر نور نہیں دیتا، عیسیٰ علیہ السلام قریب قیامت آئیں گے اپنے وقت کے نبی ہوں گے نظر آئیں گے مگر ہم کو اپنے دین کی تبلیغ نہ کریں گے بلکہ دین محمدی کی خدمت کریں گے۔ تیسرا فائدہ: شریعت خداری کا سیدھا اور آسان راستہ ہے ہر قسم کے ایچ بیج سے خلل ہے اس لئے اسے شریعت کہتے ہیں یعنی جرنیلی سڑک۔ یہ فائدہ مستقما سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: اللہ تعالیٰ تک وہی پہنچ سکتا ہے جو اللہ کو رب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مان کر اس پر چلے اسے اللہ کر کے ماننا رب العالمین یا ربنا کے ذریعہ ماننا خداری کے لئے کافی نہیں۔ یہ فائدہ ربک فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں صراط اللہ یا صراط ربکم یا صراط رب العالمین نہ فرمایا گیا بلکہ ربک ارشاد ہوا۔ اے محبوب آپ کے رب کا راستہ ہم اس کی تحقیق پارہ الم' و اذ قال ربک کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ پانچواں فائدہ: قرآن مجید اگرچہ سارے عالم کی ہدایت کے لئے آیا مگر اس سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جن میں ہدایت کلام موجود ہو۔ یہ فائدہ لقوم یذکرون سے حاصل ہوا۔ سورج سے صرف آنکھ والے نور لیتے ہیں لقوم کلام نفع کا ہے۔ چھٹا فائدہ: جنتی لوگ اپنی اپنی جنت کے مالک ہوں گے۔ محض مہمان نہ ہوں گے۔ یہ فائدہ لہم کے لام سے حاصل ہوا کہ اس میں لام ملکیت کا ہے۔ ساتواں فائدہ: جنتیوں کی یہ ملکیت آج بھی ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ یہ فائدہ لہم دارالسلام جملہ اسمیہ سے حاصل ہوا کہ یہ جملہ دوام کے لئے ہے۔ آٹھواں فائدہ: جنت میں ہر قسم کی سلامتی ہوگی۔ مرض، موت، عدوئیں وغیرہ کوئی تکلیف دہ چیز وہاں نہ ہوگی۔ یہ فائدہ دارالسلام کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: جنت میں شرعی احکام الٰہی جنت پر جاری نہ ہونگے کہ وہ جگہ تکلیف شرعی کی نہیں مگر ایک دوسرے کو السلام علیکم کہنا اس کا جواب دینا وہاں بھی ہو گا کہ یہ بھی ذریعہ ہے خوشی اور سرور کا۔ یہ فائدہ دارالسلام کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری : جنت میں چند شرعی چیزیں ہونگی۔ (1) حیا۔ (2) سلام۔ (3) عورتوں کا پردہ۔ (4) ذکر اللہ۔ (5) تلاوت قرآن مجید۔ (6) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عشق۔ کہ یہ چیزیں اللہ تعالیٰ کی خاص نعمتیں ہیں اور روحانی غذائیں۔ دسواں فائدہ جنت حاصل کرنے کا ذریعہ نیک اعمال ہیں یہ فائدہ ہما مکناوا بعملون کی ب سے حاصل ہوا۔ یہ ب سیبہ ہے مگر یہ

قانونِ جنت کسی کے لئے ہے۔ جنت عطائی، جنت وہی کے لئے یہ قاعدہ نہیں جیسے مسلمانوں کے چھوٹے بچے دیوانے لوگ جنت میں جائیں گے مگر کسی کی طفیل اور رب کے محض کرم سے۔ گیارہواں فائدہ: اعمال کی جگہ دنیا ہے برزخ یا آخرت اعمال کے نتیجے کی جگہ ہے نہ کہ اعمال کرنے کی۔ یہ فائدہ کانوا بعملون کے ماضی استمراری فرمانے سے حاصل ہوا۔ بارہواں فائدہ: جنت حاصل کرنے کے لئے صرف درستی عقائد پر کفایت نہ کرو بلکہ نیک اعمال بھی کرو پھل وہ کھاتا ہے جو درخت کی جڑ اور شاخوں دونوں سب کی حفاظت کرتا ہے ایمان جڑ ہے اعمال شاخیں جنت ملنا اس کا پھل۔ یہ فائدہ بھی کانوا بعملون سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: راستہ کے ذریعہ کسی مکان یا مکانی چیز تک پہنچا جاتا ہے رب تعالیٰ مکان اور مکانات سے پاک ہے پھر اس تک پہنچنے کے لئے راہ کیسی اور صراطِ رب کیونکر درست ہوا۔ جواب: اس کا تفصیلی جواب ہم سورہ فاتحہ اھلنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں دے چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ جسمانی راستہ جسمانی مقصد تک پہنچاتا ہے اور نورانی و ایمانی راستہ نورانی مقصد تک پہنچاتا ہے یہاں اچھے عقیدوں نیک اعمالوں کو راستہ فرمایا گیا کہ ان کو اختیار کر کے انسان رب کی رضا حاصل کرتا ہے یہ مقصد بھی نورانی ہے اس کا یہ راستہ بھی نورانی۔ یہاں راستہ سے یہ اینٹ نکلوا لا راستہ مراد نہیں۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن اسلامِ خدا رسی کے سیدھے راستے ہیں تو کیا اس تک پہنچنے کے ٹیڑھے راستے بھی ہیں جب کوئی اور راستہ ہی نہیں تو اسے مستقیم کیوں فرمایا گیا۔ جواب: اس آیت کریمہ کا مقصد یہ ہے کہ یہ راستہ بہکنے کے خوف سے محفوظ ہے بے خطر ہے اس کے ذریعہ بے تکلف رب تک پہنچا جاسکتا ہے یہ صفت کاشفہ ہے کسی دوسرے راستے کے مقابل نہیں۔ اگر کہا جویں کہ ہمارا معبود خالقِ علیم وخبیر ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ کوئی اور بھی سچا معبود ہے جو خالقِ علیم وخبیر نہیں یہ صفت احترازی نہیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ آیاتِ قرآنیہ مفصل ہیں۔ مجمل نہیں پھر حدیث شریف کو ماننے کی کیا ضرورت ہے قرآن مجید میں سب کچھ ہے اور ہے بھی مفصل۔ جواب: واقعی آیاتِ قرآنیہ مفصل ہیں مگر ان کی شرح کی پھر بھی ہم کو ضرورت ہے تفصیل اور ہے شرح کچھ اور الحمد للہ الصلوٰۃ ایک مفصل آیت ہے مگر صلوٰۃ کے معنی اس کی تعدد اور رکعات کی شرح حدیث شریف کرتی ہے یا یوں کہو کہ آیاتِ قرآنیہ کی تفصیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے فرمان و عمل سے ہے وہ تفصیل بھی گویا رب تعالیٰ ہی کی تفصیل ہے یہ جواب قوی ہے۔ چوتھا اعتراض: اگر ہمارے قرآن مجید ہو اور آیت کے معنی یہ ہوں کہ یہ قرآن رب کا سیدھا راستہ ہے تو خدا رسی کے لئے قرآن کافی ہے پھر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی کیا ضرورت ہے؟ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ کراچی کی ریلوے لائن کراچی کا سیدھا راستہ ہے پھر کراچی کے مسافروں کو انجن اور ریل کی کیا ضرورت ہے۔ لائن راستہ ہے انجن مسافروں کو اس راستہ پر چلانے والا ہے قرآن راستہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس پر چلانے والے خدا تک پہنچانے والے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ قرآن مجید حکم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کے مقرر کردہ حاکم لعلمک من الناس۔ حکم پر عمل حاکم کے فیصلے کے بغیر جرم ہے قاتل کی سزا قتل، چور کی سزا ہاتھ کلنا، زانی کی سزا زانیہ ہے مگر حاکم کے فیصلے سے یہ عمل ہوں گے اگر کوئی قاتل کو خود ہی قتل کر دے چور کا ہاتھ خود ہی کل دے بغیر حاکم کے فیصلے کے تو وہ مجرم ہے جو محض قرآن مجید پر عمل بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے کرے وہ مجرم ہے۔ عرفات میں جو حاجی مسجدِ منورہ میں جماعت

سے نماز پڑھے اس کے لئے ظہر کا وقت ہی عصر کا وقت ہے دونوں نمازیں ملا کر پڑھے مگر جو اپنے خیمہ میں اکیلا یا جماعت سے پڑھے تو عصر اپنے وقت میں پڑھے گا۔ یہ ہے حاکم مطلق حضور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ دیکھو۔ قرآن مجید کی آیات منسوخہ پر عمل کرنا حرام ہے ان پر عمل کرنا سیدھا راستہ نہیں جیسے بیوہ کی عدت ایک سال یا زانیہ مومنہ کا نکاح مشرک کے ساتھ۔ پانچواں اعتراض: خدا رسی کے لئے راستہ کی ضرورت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ راستہ تو دروالی چیز کو حاصل کرنے کے لئے طے کیا جاتا ہے۔ رب تعالیٰ تو ہماری شہ رگ سے بھی قریب ہے۔ جواب: ہونا اور چیز ہے پانا کچھ اور بے شک رب تعالیٰ ہم سے قریب ہے مگر اس کا پانا بہت مشکل ہے پانے کے لئے راستہ طے کرنا ضروری ہے روح جسم میں ہے مگر ہم اسے پانیں سکتے نیز رب تعالیٰ تو ہم سے قریب ہے مگر ہم اس سے دور ہیں ہم کو اس سے قرب حاصل کرنے کے لئے راستہ طے کرنا ضروری ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

یار نزدیک ترازمن بہ من است ویں عجب میں کہ من از وے دورم
چھٹا اعتراض: قرآن کریم تو سارے جہان کی ہدایت کے لئے آیا ہے پھر یہاں لقوم ہذکون کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں لام نفع کا ہے چونکہ اس سے نفع صرف یہ لوگ اٹھاتے ہیں لہذا یہ ارشاد ہوا جیسے بارش سے نفع صرف اعلیٰ زمین ہی اٹھاتی ہے تو کہا جاسکتا ہے کہ بارش عمدہ زمین کے لئے برسی ہے شورہ زمین اس سے محروم ہے۔ ساتواں فائدہ: لہم داد السلام سے معلوم ہوا کہ جنت لیل جنت کی ملکیت ہوگی۔ مگر قرآن مجید میں دو سری جگہ ارشاد ہے نزل من غلقد رحمہ اللہ کی طرف سے وہاں مسمانی ہوگی۔ مسمان گھر کا مالک نہیں ہوتا آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: وہاں خاطر تواضع کے لحاظ سے نزل ارشاد ہوا کہ تمہاری خاطر مسمانوں کی سی ہوگی۔ تمہیشہ رب تعالیٰ کے مسمان ہوؤ گے۔ اعزاز اور خاطر تواضع کے لحاظ سے مسمان ہو گئے ویسے اپنے املاک کے مالک۔ آٹھواں اعتراض: لہم داد السلام میں لہم کے حصر سے معلوم ہوا کہ جنت صرف ان ہی لوگوں کو ملے گی ان کے سوا اور کسی کو نہیں۔ کیا مسلمانوں کے شیر خوار فوت شدہ بچے یوں ہی دیوانگی کی حالت میں مرجانے والے مسلمان جنت میں نہیں جائیں گے۔ جواب: اس سوال کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے کفار کے مقابلہ میں یعنی صرف مومنین ہی جنتی ہیں کفار جنتی نہیں۔ دوسرے یہ کہ یہاں کسی جنت کا ذکر ہے ان بچوں اور دیوانوں کو جنت مل جائیگا ہم جیسے گنہگاروں کو جنت کی عطا کسی پیارے کی طفیل سے ہے یوں ہی جو لوگ جنت پر کرنے کے لئے پیدا کئے جائیں گے انہیں جنت ملنا خاص رب تعالیٰ کا عطیہ ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ جنت کی عطائیں طرح کی ہے۔ کسی عطائی وہی مگر دونوں صرف کسی ہے اس لئے یہاں ہما کا نوا معلون فرمایا گیا۔ نواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا۔ وهو ولہم جس سے معلوم ہوا کہ ہر مسلمان جنتی کا ولی وارث اللہ تعالیٰ ہی ہے۔ پھر تم نبیوں ولیوں کو اپنا ولی وارث کیوں مانتے ہو۔ جواب: اس اعتراض کے چند جوابات بارہیلین ہو چکے۔ قوی جواب یہ ہے کہ ولی حقیقی رب تعالیٰ ہے جبکہ کسی کو ولی ہو تو اس کے مقبول بندے بھی ولی مجازی ہو جاتے ہیں۔ دو سری جگہ فرماتا ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا الخ۔

تفسیر صوفیانہ: خدا رسی کے دو راستے ہیں ایک سیدھا اور کھلا ہوا جسے شریعت کہتے ہیں دو سرانگ اور چھدار جسے طریقت کہا جاتا ہے شریعت وہ وسیع سیدھا راستہ ہے جس پر ہر فرض آسانی سے چل سکتا ہے مگر اس راستہ سے دیر میں پہنچنا ہوتا ہے طریقت

وہ گلی درگلی راستہ ہے جسے صرف واقف آدمی ہی طے کر سکتا ہے مگر یہ راستہ بہت جلد منزل پر پہنچاتا ہے یہ دونوں راستے قرآن و حدیث سے ثابت ہیں دیکھو موسیٰ علیہ السلام نے خضر علیہ السلام سے کہا علی ان تعلمنی معاملة وشدنا آپ اپنا علم مجھے بھی سکھادیں یہ علم شریعت نہ تھا کہ وہ تو توریت میں عطا ہو چکا تھا بلکہ علم طریقت یعنی اسرار کا عمل تھا۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے آپ میری جان کے سوا باقی تمام چیزوں سے پیارے ہیں فرمایا تم مومن جب ہوؤ گے جب میں تم کو جان سے بھی زیادہ پیارا ہو جاؤں فوراً عرض کیا اب مجھے آپ جان سے بھی زیادہ عزیز ہیں۔ حضرت عمرؓ کی کیا ایک آن میں پلٹ دی کون سے علم سے صرف نگاہ ہے۔ (بخاری) بہر حال اس راہ کو طے کرنے کے تین راستے ہیں۔ اعمال، احوال، نظر اہل کمال۔ جسمانی اعمال ست رفتار سواری ہے۔ دل کا درد اخلاص تیز رفتار سواری ہے دل کے درد کی ایک بات نکلے تو وہ عمر بھر کے گنہ معاف کر دیتی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم پاک کے حالات شریعت ہیں اور قلب پاک کے حالات طریقت، راہ شریعت طے کرنے کے لئے عقائد و اعمال کی سواری ضروری ہے راہ طریقت طے کرنے کے لئے عقیدت کی سواری و رکار پھر جیسے دنیاوی راستے طے کرنے کے لئے ست و تیز مختلف سواریاں ہیں یوں ہی راہ طریقت طے کرنے کے لئے مختلف سواریاں ہیں سب سے تیز سواری مرد کمال کی نگاہ ہے جس سے میتوں برسوں کا راستہ منٹوں سکینڈوں میں طے ہو جاتا ہے فرعون جلودگر ایک نگاہ کلیسی سے وہاں پہنچے جہاں عبادات کے قدموں سے برسوں میں نہ پہنچتے اسی لئے صوفیا کرام فرماتے ہیں۔

یک زمانہ - صحبتی با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مگر ہاں اس راستے میں کمال رہبر کی اود اللہ تعالیٰ کی مدد کی خاص ضرورت ہے اس لئے ارشاد ہوا۔ **وہو ولیہم اے رہبر وہاں راہ طریقت گھبراٹا نہیں اس راہ میں اللہ تعالیٰ تمہارا والی وارث ہے مددگار ہے اس کے کرم سے بیڑا پار لگے گا۔** غرضیکہ اس راہ کی سواری رہبر تو رو رو شنی اپنی ہمت و ارادہ سب ہی کارب کی طرف سے انتظام ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ جنت اس راستہ کی ایک منزل ہے نہ کہ اصل مقصود اصل مقصود تویار کا وصال ہے۔ اس لئے فرمایا **فاد السلام عند ربہم** جیسے ہم مکہ معظمہ کے مسافر سے کہیں کہ جدہ مکہ کے پاس ہے یعنی توجہ ضرور جا کیونکہ وہ تیرے مقصود مکہ معظمہ کے پاس ہے وہاں سے تو مکہ معظمہ پہنچے گا۔ **اعمل سے اللہ تعالیٰ کی ولایت و قرب حاصل ہو تا ہے مگر حل سے کمال سے اس کو وصال میسر ہوتا ہے اس لئے ارشاد ہوتا ہے ولیہم بما کانوا یعلمون ذراہمت کرو اعمال سے آگے بڑھ کر حل اور حل سے ترقی کر کے کمال کماؤ۔** مولانا فرماتے ہیں۔

قل را بگذار مرد حل شو! زیر پائے کمال پائل شو!

صوفیاء کے نزدیک حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیات اللہ ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر وصف ہر اوارب کی نشانی ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جسم شریف شریعت کا مرکز ہے قلب پاک طریقت کا سرچشمہ روح پاک حقیقت کا سراپا معرفت کا سرچشمہ یہ تمام آیات علیحدہ علیحدہ ہیں۔ **قد فصلنا الایات** مگر ہیں اس کے لئے جس میں نصیحت لینے کا مادہ ہو لقوم یذکرون علماء کے نزدیک دار السلام یعنی سلامتی کی جگہ جنت ہے مگر صوفیاء کے نزدیک دار السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا واسن آپ کی بارگاہ بے کس پناہ ہے۔ دھوپ سے پناہ درخت کا سایہ بارش سے پناہ چھت کا سایہ بیماری سے پناہ حکیم کی دکن معلوم کے لئے قلم سے پناہ حاکم کا دروازہ ہے اسی طرح گنہگار کی پناہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ ہے **ولو انہم اذ ظلموا**

انفس جاوی۔

خوف نہ کر ذرا رضا تو تو ہے عبد مصطفیٰ تیرے لئے لمان ہے تیرے لئے ایمان ہے!
اب پرھولہم دارا سلام عند وہم ہرنی اپنی امت کے لئے پناہ تھے کفار پر عذاب آئے نبی کی امت پر نہ آئے مومنین نوح اور بنی اسرائیل ڈوبے نہیں۔ قوم لوط کے مومنین پر پتھر نہیں برسے کیونکہ وہ اپنی پناہ کے پاس تھے حضور کو نین صلی اللہ علیہ وسلم میں ساری خلق کے دائمی پناہ ہیں۔

وَيَوْمَ يَخْشَرُهُمْ جَمِيعًا يَمْعَشِرُ الْجِنِّ قَدْ اسْتَكْثَرْتُمْ مِنَ الْإِنْسِ وَقَالَ

اور وہ دن کہ جمع کرے گا ان کو سب کو اے جماعت جن کی بہت سے لئے تم نے انسانوں میں سے اور کہیں گے

اور جس دن ان سب کو اٹھائے گا اور فرمائے گا اے جن سے گروہ تم نے بہت آدمی گھیر لئے اور انکے دوست

أُولِيَّاهُمْ مِنَ الْإِنْسِ رَبَّنَا اسْتَمِعْ بَعْضُنَا بِبَعْضٍ وَبَلَّغْنَا أَجَلَنَا

دوست ان کے انسانوں میں سے اے پالنے والے ہمارے نفع اٹھایا بعض نے ہمارے بعض سے اور پہنچے بہت

آدمی عرض کریں گے اے ہمارے رب ہم میں ایک نے دوسرے سے فائدہ اٹھایا اور اپنی اس عیادت کو پہنچ گئے

الَّذِي أَجَلْت لَنَا قَالَ النَّارُ مَثْوَاكُمْ خَالِدِينَ فِيهَا إِلَّا مَا شَاءَ اللَّهُ

کو اپنی وہ جو مقرر کی تو نے واسطے ہمارے فرمایا آگ ٹھکانہ ہے تمہارا سدا ہو گے اس میں سوا اس کے جو چاہے

جو تو نے ہمارے لئے مقرر فرمایا تھی فرمائے گا آگ تمہارا ٹھکانہ ہے ہمیشہ اس میں رہو مگر جسے خدا چاہے

إِنَّ رَبَّكَ حَكِيمٌ عَلِيمٌ ۝۱۷۸ وَكَذَلِكَ نُؤَيُّ بَعْضَ الظَّالِمِينَ بَعْضًا بِمَا كَانُوا

بے شک رب آپ کا حکمت والا علم والا ہے اور اسی طرح دوست بناتے ہیں ہم بعض ظالموں کو بعض کا اس

اے محبوب بیشک تمہارا رب حکمت والا علم والا ہے اور یوں ہی ہم ظالموں میں ایک کو دوسرے پر مسلط کرتے ہیں

يَكْسِبُونَ ۝۱۷۹

وجہ سے کہ کھاتے تھے وہ

بد ان کے کئے کا

تعلق : ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں راہ راست پر چلنے والے مومنوں کا ذکر ہوا تھا اب ٹیڑھی راہ چلنے والے کفار کا ذکر ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اور مسلمانوں کو اس سے ہدایت دی جاتی ہے کہ وہ سیدھا راہ اختیار کریں اے راستے سے بچیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ مومنوں کے

لئے آخرت میں امن و امان و سلامتی ہے لہذا والسلام اب ارشاد ہے کہ کفار کے لئے وہاں نہ امن ہے نہ سلامتی حتیٰ کہ ان کے نہ دوست ہوں گے نہ مددگار۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ سیدھی راہ چلنے والوں کا اللہ تعالیٰ ولی وارث ہے جس کے نتیجے میں اللہ کے سارے بندے اس کے والی وارث ہوں گے اب ارشاد ہے کہ کفار وہاں بالکل لاوارث ہے نورے ہو گئے یہ لاوارثی بھی ان پر اللہ کا عذاب ہو گا۔

تفسیر: **وہوم بعشر ہم جمعا** "یہ نیا جملہ ہے ہوم سے پہلے یا تو اذکر یا اذکروا پوشیدہ ہے اور ہوم اس کا مفعول ہے اور یا اس سے پہلے نقول پوشیدہ ہے اور ہوم اس کا ظرف اور یا بعشر العن الخ اس کا مفعول ہے اگر اذکر پوشیدہ ہے تو اس میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یعنی آپ لوگوں کو یاد دلائیں لوگوں سے اس کا تذکرہ فرماتے رہیں اور اگر اذکرو پوشیدہ ہے خطاب عام لوگوں سے ہے یعنی یاد کرو یا ہمیشہ یاد رکھو یا قولی یاد رکھو کہ زبان سے قیامت کا ذکر کیا کرو یا عملی طور پر یاد رکھو کہ اس دن کے حساب و کتاب کی تیاری کرتے رہو۔ صرف زبان سے قیامت کو یاد کرنا عملی تیاری نہ کرنا زیادہ مفید نہیں۔ قرآن مجید نے گزشتہ نبیوں و لیوں مومنوں کافروں کے حالات کا ذکر کرنے یاد رکھنے کے تذکرہ کا حکم دیا ہے واذکر فی الکتب اسمعیل وغیرہ اور آئندہ واقعات کے یاد کرنے یاد رکھنے کا حکم دیا ہے یہ آیت وہ ہے جس میں آئندہ واقعات کے یاد رکھنے کا حکم ہے۔ ہوم سے مراد دن نہیں بلکہ وقت ہے کیونکہ قیامت میں نہ سورج ہو گا نہ دن رات ہماری قرأت میں بعشر ہے ہی سے دو سروں قراتوں میں بعشر ہے نون سے بعشر بنا ہے حشر سے معنی جمع ہونا یا جمع کرنا اس دن سے مراد قیامت کا دن۔ ہم کا مرجع سارے کفار ہیں جنات ہوں یا انسان جیسا کہ اگلے مضمون سے معلوم ہو رہا ہے جمعا "فرما کر یہ بتایا کہ کفار جن و انس کا حشر ایک ساتھ ہو گا کہ یہ سب ایک جگہ اکٹھے کئے جائیں گے جیسے مومنین کا حشر ایک ساتھ ہو گا ان شاء اللہ ہم جیسے گنہگاروں کو رب تعالیٰ اپنے نیک کاروں کے ساتھ حشر نصیب فرمائے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں العراء مع من احب انسان اس کے ساتھ ہو گا جس سے اسے دنیا میں محبت ہو گی یعنی وہ دن یاد رکھو جس دن رب تعالیٰ سارے جن و انس کفار کو یک جا جمع کرے گا خیال رہے کہ قبروں سے اٹھ کر سارے انسان مومن ہوں یا کافر ایک ساتھ میدان محشر کی طرف چلیں گے پھر وہاں پہنچ کر دروازہ عرصہ تک حکم کے منتظر رہیں گے پھر تلاش شفع کے لئے سب ہی سرگرداں پھریں گے اس اجتماع میں مومن و کافر متقی فاسق سب ہی ہو گئے پھر حکم ہو گا واما زوالہوم ایہا المعجمون اس حکم سے مومن و کافر کی چھٹاٹ ہو جلے گی کہ مومن عرش کی داہنی طرف کفار بائیں طرف اب جدائی ہے مومن و کافر کی اجتماع ہے سارے کفار کا اور سارے مومنین۔ یہاں اس تیسرے اجتماع کا ذکر ہے اولین و آخرین کفار اس طرح جمع ہیں اور اولین آخرین مومنین دوسری طرف اس اجتماع کا ذریعہ کفر یا ایمان ہو گا۔ دنیا میں اجتماع خاندانی، ملکی، قومی، زبانی تعلقات کی بناء پر ہوتے ہیں مگر قیامت میں صرف ایمان یا کفر کی بناء پر اجتماع ہوں گے۔ دنیا میں محبتیں، نسب، سرالی، خونی، قومی، ملکی، خاندانی رشتوں سے ہوتی ہیں مگر قیامت میں محبت، صرف رشتہ ایمان سے ہو گی دنیا میں بھی ایمانی محبت میں اخلاص ہے دوسری محبتوں میں خود غرضی دوسری محبتیں ایک وقت ایک جگہ کے لوگوں میں ہوتی ہیں مگر ایمانی محبت زمین و زمان کی قید سے آزاد ہے گزشتہ اور آئندہ سارے مسلمان ہمارے بھائی ہمارے پیارے ہیں یا بعشر العن قد استکثرت من الانس۔ اگر ہوم سے پہلے اذکر پوشیدہ تھا تو یہ عبارت نقول یا قلنا فعل کا مفعول ہے اور اگر وہاں قلنا پوشیدہ تھا تو یہ اسی کا مفعول ہے

معشر بنا ہے عشر سے معنی دس عربی میں دس کا عدد کامل ہے کہ اس پر اکائیاں ختم ہو جاتی ہیں اور آئندہ اس سے اکائیاں مل کر عدد مرکب بنتے ہیں۔ جیسے احد عشر، اثنا عشر وغیرہ۔ اصطلاح میں ایک شخص کے سارے قرابت داروں کو عشیرہ کہتے ہیں۔ جس سے وہ کثرت و زیادتی حاصل کرے یعنی کنبہ اسی سے ہے معشرہ جماعت جن کا معاملہ ایک ہو یعنی کسی خیال پر متفق گروہ اسی سے ہے عشرۃ اور معاشرہ یعنی آپس کے تعلقات لہذا معشر کے معنی ہوئے عشر کی جگہ یعنی کثرت کا محل بڑی جماعت (روح البیان) لفظ جن کے لفظی معنی ہیں چھینا اسی سے ہے جنت، جنون، جنین، جنہ ان سب میں چھپنے کے معنی ملحوظ ہیں جن وہ آتش مخلوق ہے جو ہماری نظروں سے غائب رہتی ہے اور مختلف شکلوں میں تبدیل ہو سکتی ہے۔ ان میں بعض مومن ہیں بہت کافر، مومن جنت میں متقی علماء اولیاء سب ہی ہیں۔ ہاں نبوت جنت میں نہیں کہ نبوت انسانوں سے خاص ہے یوں ہی ولایت کا درجہ قطب الاقطاب جنوں کو نصیب نہیں یوں ہی کسی جن کی صحابیت پر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ وہ ہم سے چھپے رہتے ہیں ان کے حالات کی ہم کو خبر نہیں اس لئے احادیث ان سے مروی نہیں ہوتیں۔ یہاں کافر جنت مراد ہیں انہیں سے خطاب ہے۔ چونکہ کافر جنت انسانوں کو بہکاتے ہیں اور وہ بھی بہت قسم کے بعض تو انسان کے ساتھ رہتے ہیں جنہیں قرین کہا جاتا ہے بعض مسجدوں میں بعض بازاروں میں رہتے ہیں بعض نماز میں دسو سے ڈالتے ہیں بعض وضو میں بعض تختانوں میں رہتے ہیں بعض شراب خانوں میں ان سب سے یہ خطاب ہے اس لئے یا معشر فرمایا گیا اے جنت کے گروہ۔ استکثرتہ بنا ہے استکثار سے معنی بہت لینا بہت پر قبضہ کر لینا اس سے پہلے جماعت پوشیدہ ہے یعنی اے کافر جن شیطانوں نے بہت سے انسانوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا کہ انہیں بہکا کر کافر بنادیا انہیں نبیوں، ولیوں سے برگشتہ کر دیا۔ خیال رہے کہ یہاں استکثار میں کثرت سے مراد اضافی کثرت ہے کیونکہ عموماً دنیا میں مسلمانوں سے کفار زیادہ ہوتے ہیں اور گمراہی کا مرکز جنت یعنی ابلیس اور اس کی ذریت ہے۔ خصوصاً قوم یا جوج و ماجوج تو وہ انسان ہیں جن میں کوئی ہدایت پر نہیں سارے ہی کفار ہیں یہ بھی یاد رکھو کہ بعض انسان جنت کو ٹکونی قابو میں رکھتے ہیں۔ جیسے حضرت سلیمان اور بہت سے اولیاء اللہ کہ جنت ان کے قبضہ میں ہوتے ہیں ان کی خدمات کرتے ہیں۔ بعض انسان جنت کو تشریحی طور پر قابو میں رکھتے ہیں جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جنت کو مسلمان کیا ان پر شرعی احکام جاری فرمائے اور بعض انسان جنت کے قابو میں آجاتے ہیں ٹکونی طور پر کہ جن انہیں بہکا کر دیتے ہیں انہیں بہکاتے ہیں گمراہ کرتے ہیں یہاں اس کا ذکر ہے مگر کوئی جن انسانوں کو تشریحی طور پر قابو میں نہیں رکھتا کوئی جن کسی انسان کا کلمہ مرشد نہیں۔ جنت سے شریعت و طریقت کے سلسلے جاری نہیں۔ یہ فیوض انسانوں سے ہی جاری ہیں۔ وقال اولیاء ہم من الانس یا تو یہ رب تعالیٰ کے فرمان علی کا جواب ہے شب لطفیہ ہے کہ رب تعالیٰ نے جنت سے خطاب فرمایا کہ وہ جواب نہ دے سکے جواب دیا انسانوں نے کیونکہ انسان جرات میں جنت سے زیادہ ہے یا یہ علیحدہ واقعہ کا ذکر ہے تب مقصد یہ ہے کہ گمراہ گر شیطانوں پر رب تعالیٰ کا عتاب بھی ہو گا اور ان کے متبعین گمراہ انسانوں کی شکایت بھی۔ یا یہ کلام رب تعالیٰ کے کسی اور خطاب کا جواب ہے جس میں انسانوں سے خطاب تھا مگر سہل احتمال قوی ہے اولیاء جمع ہے ولی کی یہاں ولی معنی دوست ہے من الانس میں من تبغیہ ہے یعنی انسانوں میں سے وہ جو ان جنت شیاطین کے دوست تھے وہ یہ عرض کریں گے۔ خیال رہے کہ انہیں شیاطین کا دوست فرمانا زمانہ گزشتہ کے اعتبار سے ہے ورنہ اس دن تو وہ سب ایک دوسرے کے دشمن ہو جائیں گے الا خلاء یومئذ بعضهم لبعض علواً الا المتقون۔ تفسیر روح المعانی نے فرمایا کہ من الانس میں من بیانہ

ہے۔ تمام رشتے ہم جنس سے ہی قائم ہو سکتے ہیں مگر رشتہ محبت جنسیت کا پابند نہیں انسان کو جانوروں جنات مکانات ملک سے محبت ہو جاتی ہے گنہگار کو حضور احمد مختار بلکہ رب قادر و قہار سے محبت ہو جاتی ہے لہذا اولیاء فرمانا بالکل درست ہوا رہنا استمتع بعضنا بعض یہ عبارت قال کا مقولہ ہے استمتع بنا ہے استمتاع سے جس کا مادہ متع ہے معنی نفع اسی لئے مسلمان کو متاع کہتے ہیں کہ یہ نفع حاصل کرنے کا ذریعہ ہے استمتاع کے معنی ہیں نفع اٹھانا فائدہ کمانا قرآن مجید کی اصطلاح میں عارضی اور فانی فائدہ کو متاع کہا جاتا ہے اور دائمی باقی فائدہ کو رباح یا فلاح یا فوز کہتے ہیں تو مطلب یہ ہوا کہ ہم نے زندگی بنا دنیائی مال مسلمان کمانے میں صرف کی جو محض عارضی و فانی ثابت ہوا ہم نے اعمال کی فلاح اور فوز نہ کمائے۔ زندگی کانی کے تیر کے ترکش باز کے سلیہ کے شکار ہیں خرچ کر دیئے اصل باز جو توشہ آخرت تھی وہ نہ کمائے بعضنا بعض کہہ کر یہ بتایا کہ ہم کو وہ دو کانیں ہی نہ ملیں۔ جن پر فلاح، فوز کے سودے ملتے ہیں ہم انہیں دو کانوں پر رہے جہاں متاع غرور کے جھوٹے سودے تھے۔ خیال رہے کہ اس بعضنا بعض میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ دونوں بعض سے مراد کفار انسان ہی ہوں تو مطلب یہ ہے کہ مولیٰ اگرچہ ہم مختلف قسم کے کفار تھے مگر ایک دوسرے کے دوست تھے ایک دوسرے سے نفع حاصل کرتے تھے۔ خصوصاً اسلام کے مقابلہ میں ہم سب متحد تھے کہ اسے مٹانے مسلمانوں کو ستانے کے لئے ہم آپس میں ایک دوسرے کا تعاون کرتے تھے یا پہلے بعض سے تو کافر انسان مراد ہیں اور دوسرے بعض سے گمراہ گرجنات مراد۔ تب مطلب یہ ہے کہ ہم انسانوں نے شیاطین سے نفع اٹھایا کہ شیطان نے ہم کو کفر طغیان، شہوات، گمناہوں پر ہر طرح مدد دی ہمارے لئے گمراہی کے اسباب جمع کئے۔ ہماری دشمنوں سے حفاظت کی۔ چنانچہ کفار عرب اسلام سے پہلے جب سفر میں کسی جنگل میں اترتے تو کہتے تھے کہ ہم اس جنگل کے سردار جن کی پناہ لیتے ہیں ان کا جان و مال محفوظ رہتا تھا اور جنت نے کفار انسان سے یہ نفع اٹھایا کہ انہیں بغیر تنخواہ کے نوکر مل گئے جو ہر طرح ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تھے اور جس سے ان کی سرداری قائم تھی جنات فخر کرتے تھے کہ میرے تابع اتنے انسان ہیں غر مکہ کفار انسانوں کی کار بر آری جنت کی سرداری انسانوں سے قائم تھی لہذا یہ کلام بالکل درست ہے وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا اس میں کفار کے دوسرے عذر کا ذکر ہے مقصد یہ ہے کہ ہم تاسوت انہیں متاع دنیا کی دو باتوں پر رہے دنیا کے تغیرات سے بھی ہم نے آنکھیں نہ کھولیں حتیٰ کہ اسی غفلت میں ہم کو موت آگئی۔ اس عبارت میں ان کے آپس کی مدد کی گویا حد بیان کی گئی ہے اجل سے مراد یا موت ہے یا قیامت اجل کے معنی ہیں ميعاد مقرر۔ چونکہ موت کا بھی وقت مقرر ہے اور قیامت کا بھی موت ہر ایک کی شخصی قیامت ہے اور قیامت عمومی قیامت۔ لہذا دونوں احتمال درست ہیں یعنی ہماری ایک دوسرے کی مدد صرف موت تک رہی بعد موت ہم ایک دوسرے کے لئے بیکار بلکہ مضر ہو گئے مگر اس کا وہیل دائمی اٹھانا پڑے گا۔ ہم سے غلطی ہو گئی۔ خلاصہ یہ ہے کہ ہم دنیا میں دھڑے بند یوں کے جھگڑوں میں پھنسے رہے جن سے رشتہ جوڑنا تھا ان سے نہ جوڑا بڑے گھائے کا سودا کیا حقیقت یہاں آکر کھلی۔ قال النار مثولکم یہ رب تعالیٰ کا جواب ہے النار سے مراد یا تو دوزخ ہے یا دوزخ کا گرم طبقہ جہاں آگ کا عذاب ہو گا۔ مشوی بنا ہے ثوی سے معنی ٹھیرنا۔ قیام کرنا مشوی اسم ظرف ثوی سے مشوی۔ اوی سے ماوی ہے۔ یہاں مراد ہے دائمی قیام کی جگہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ مشوی مصدر مبیہ ہے اور مشوی سے پہلے دار یا ذات پوشیدہ ہے (معانی) خالد بن فہما یہ عبارت مشو کم میں کم سے حال ہے اور اگر مشوی مصدر تھا تو وہ ہی اس کا عامل ہے اور اگر اسم ظرف تھا تو بیوون یا بیوون پوشیدہ اس میں عامل ہے خلود کے معنی

دراز قیام بھی ہے اور ہمیشہ کا قیام بھی یہاں ہمیشہ کا قیام مراد ہے۔ کیونکہ دوسری جگہ خالین فیہا اہلہا ارشاد ہوا۔
 الا ماشاء اللہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ اس عبارت میں ما معنی من اور یہ مثنو کم کے کم سے مستثنیٰ
 ہے اس سے وہ لوگ مراد ہیں جو مرتے وقت ایمان لا کر مرے (معانی) اور ہو سکتا ہے کہ اس سے مراد سائر لوگ ہوں جن کے دل
 میں ایمان تھا مگر زبان پر کفر ظاہری شرعاً کافر تھے عند اللہ مومن کہ آخر میں یہ بھی دوزخ سے نکل دیئے جاویں گے جیسا کہ
 حدیث شریف میں ہے کہ رب تعالیٰ آخر میں دوزخیوں کو اپنا پ بھر کر نکالے گا انہیں جنت میں داخل کرے گا (مشکوٰۃ باب
 شفاعت) ممکن ہے کہ ان سے وہ کفار مراد ہوں جن کو نبی سے محبت تھی اور جنہوں نے نبی کی خدمت کی کہ وہ لوگ آگ سے
 دور رکھے جائیں گے۔ جہاں آگ کی گرمی پہنچے گی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ابو طالب آگ کے جھیرے میں ہیں آگ سے
 دور۔ ان صورتوں میں آیت کے معنی واضح ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ما مصدریہ و تہیہ ہو اور معنی یہ ہوں کہ مگر اللہ کے چاہنے
 کے اوقات میں کفار آگ میں نہ رہیں گے بلکہ وہاں سے منتقل کر کے ٹھنڈے طبقے زمیر میں بھیجے جائیں گے کیونکہ وہ آگ میں
 گہرا کر ٹھنڈک مانگیں گے تو زمیر میں پہنچائے جایا کریں گے پھر وہاں کی ٹھنڈک سے ان کے جسم کے جوڑا لگ ہو جائیں گے تو
 پھر آگ میں آنے کی آرزو کریں گے یا اس سے وہ وقت مراد ہے جب دوزخ کا دروازہ کھلے گا یہ نکلنے کے لئے اس طرف بھاگیں
 گے جب دروازے سے نکلنے والے ہی ہو گئے تو اچانک دروازہ بند ہو جاوے گا یہ دیکھ کر جنتی لوگ ان پر ہنسیں گے جسے اس آیت
 میں بیان فرمایا گیا ہے فالیوم النین امنوا من الکفار بضحکون یا آیت کا مطلب یہ ہے کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ رہیں
 گے مگر یہ کہ اللہ چاہے تو انہیں نکل دے وہ تو چاہے گا نہیں۔ لہذا یہ نکلیں گے بھی نہیں اس عبارت کی اور بہت تو جہیں کی گئی
 ہیں (خازن، معانی وغیرہ) بہر حال یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں کہ خالین فیہا اہلہا۔ ان یک حکم علیہ۔
 یعنی آپ کے رب نے جو بعض کافر پیدا کئے بعض مومن اور کافروں میں بعض ہلکے عذاب والے بعض سخت عذاب والے اور
 کفار کو دائمی دوزخ میں رکھا ان سب میں اللہ تعالیٰ کے علم و حکمت کا فرما ہے اس کے لئے کسی فعل پر اعتراض نہ کرو۔ و
 کذا لک نولی بعض الظامن بعضاً " کذا لک میں کاف تشبیہ کا ہے اور ذالک سے گزشتہ مضمون کی طرف
 اشارہ ہے۔ اس فرمان علی کے تین مطلب ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ کہ ہم قیامت میں بعض کافروں کو بعض سے قریب رکھیں گے
 کہ دوزخ میں سارے اگلے پچھلے کافر جمع ہوں گے مگر عدوت کے ساتھ۔ دوسرے یہ کہ ہم دنیا میں بعض ظالموں کو بعض
 مجرموں پر والی و حاکم بنا دیتے ہیں کہ بدکاروں پر حاکم ظالم مقرر ہوتے ہیں۔ تیسرے یہ کہ ہم دنیا میں عارضی طور پر بعض کافروں کو
 بعض کا ولی و قریب و دوست بنا دیتے ہیں۔ اس صورت میں نولی بنا ہے ولی سے۔ کافر انسانوں کا کافر جنوں سے محبت و الفت کرنا
 ان جنات کا ان کی مدد کرنا نولی بنا ہے تویت سے معنی دوست بنا دینا مددگار مقرر کر دینا ظالمین سے مراد کافرین و مشرکین سب ہی
 ہیں۔ یعنی جیسے کافر جن و انس ایک دوسرے پر مسلط ہیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں یونہی بعض کافر انسان دوسرے کافروں
 کے مددگار ان کے دوست بنا دیئے گئے۔ ہما کا نوا یکسبون یہ عبارت متعلق ہے نولی سے۔ ملے مراد ہیں اعمل یعنی
 اگرچہ کفار مختلف دین رکھتے ہوں مگر کفر و بد عملی میں سب یکساں ہیں اس لئے ایک دوسرے کے دوست بنائے گئے اس عبارت
 کے ایک معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ مجرموں پر ظالم حکام مقرر کئے جاتے ہیں ان کی بد عملیوں کی وجہ سے کما تکونون
 تو مرون جیسے تم ہو گے ویسے تم پر امیر مقرر ہوں گے اس صورت میں نولی بنا ہے ولایت سے معنی حکومت و تسلط نہ کہ ولی

سے (روح المانی) یہ معنی بھی کئے گئے ہیں کہ ظالموں کو دوزخ میں بعض کو بعض سے قریب کر دیں گے اس طرح کہ وہ عذاب میں شریک ہوں گے تب یہ بنا ہے ولی معنی قرب سے بہر حال نولی کے تین معنی ہیں ہر معنی پر ولی یا ولایت سے مشتق ہے۔

خلاصہ و تفسیر : اس آیت کریمہ میں چند مضمون ہیں۔ (1) جنات سے سوال کہ تم نے ہمارے بہت سے انسانوں کو اپنے قبضہ میں کیوں کر لیا، تم گمراہ کن کیوں بنے۔ (2) گمراہ انسانوں کی دو معذرتیں پھر رب تعالیٰ کا جواب کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان کفار کو جو آپ کی مخالفت میں سب متفق ہو کر زور لگا رہے ہیں وہ قیامت کا دن بھی یا دو لا دو جب ہم تمام جن و انس کافروں کو یکجا کھڑا کریں گے پھر جن کافروں سے بطور عتاب سوال فرمائیں گے کہ اے جنو تم نے بہت انسانوں کو اپنے پھندے میں لے لیا تھا کہ انہیں راہ حق سے روکا کافروں نے دین بنایا وہ جنات تو جواب نہ دے سکیں گے البتہ ان کے دوست یعنی کافر انسان عرض کریں گے کہ مولیٰ ہم دھوکہ کھا گئے ہم میں سے بعض نے بعض سے خوب نفع کمایا کہ جنات نے ہم کو ہر گھڑی سرکشی میں ہماری ہر طرح مدد کی برائیوں کو ہماری نگاہ میں اچھائی کرو کھلایا اور ہماری اطاعت کی وجہ سے ہر کانے والے جنات ہمارے بھی اپنی قوم کے بھی سردار بنے۔ مزید اری ہم نے ان سے اور سرداری انہوں نے ہم سے حاصل کی مگر افسوس کہ یہ سرداری مزید اری ایک عارضی چیز نکلی جو تو نے ہماری موت کی مدت مقرر فرمائی تھی وہ آگئی اور سب کچھ خاک میں مل گیا تب رب تعالیٰ جناب میں فرمائے گا۔ اچھا اب اپنے کئے کی سزا بھگتو تم سب جن و انس کفار کا ٹھکانہ آگ ہے جہاں تم ہمیشہ رہو گے۔ ہاں اللہ تعالیٰ ہی تم کو کبھی آگ سے نکل کر ٹھنڈے طبقہ میں پہنچائے جہاں کا عذاب آگ سے بھی زیادہ سخت ہے وہ گھڑیاں تمہارے آگ سے دور رہنے کی ہوں گی اے محبوب آپ کا رب حکمت والا بھی ہے علم والا بھی جیسے ہم نے جن و انس کافروں کو یکجا کر دیا اسی طرح ہم بعض کفار انس کو بعض دوسرے کافروں کا عارضی دوست بنا دیتے ہیں ان کی بد عملیوں کی وجہ سے یا ظالم لوگوں پر ظالم حکام مقرر کر دیتے ہیں ان کی بد عملی کی وجہ سے یا بعض کفار دوسرے بعض سے دوزخ میں قریب رہیں گے کہ اگرچہ دنیا میں ان کی قوم زبان ملک علیحدہ تھے مگر کفر میں سب یکساں تھے۔

قائدے : ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : بعض چیزوں کا یاد رکھنا یا ذکر کرنا عبادت ہے، اللہ کی ذات و صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف حمیدہ اللہ کے احسانات اس کی نعمتیں اپنے گناہ و سروں کی نیکیاں جو انہوں نے ہمارے ساتھ کی ہوں اپنی موت، قیامت، رب کی بارگاہ میں پیشی یاد رکھنا عبادت ہے۔ یہ فائدہ ہر عاقل سے پہلے نذر و مقدر ہونے سے حاصل ہوا، یوں ہی بعض چیزوں کا بھول جانا عبادت ہے اپنی نیکیاں کسی نے ہم پر زیادتی کی ہو اور پھر معافی مانگ لی ہو۔ یوسف علیہ السلام نے اپنے والد سے ملاقات کے وقت اپنے جیل میں رہنے کا تو ذکر فرمایا مگر کنوئیں میں رہنے کا ذکر نہ کیا تاکہ بھائی شرمندہ نہ ہوں۔ دوسرا فائدہ : قیامت میں پہلے سب اکٹھے ہوں گے اس لئے اسے حشر کہتے ہیں پھر جہانٹ ہوگی اس لئے اسے یوم الفصل بھی کہتے ہیں یہ فائدہ ہر عاقل سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری : قیامت کے قریباً دس نام ہیں جو قرآن مجید میں آئے ہیں۔ قیامت، حشر، یوم الحساب، یوم البعث، یوم الشور، یوم الفصل، قارع، یوم الفتح، یوم الاستواء، یوم الفزع الاکبر، ساعۃ کیونکہ وہ مومنوں کو گھڑی بھر کی محسوس ہوگی۔ تیسرا فائدہ : کل قیامت میں ہر شخص اس کے ساتھ ہوگا جس سے اسے دنیا میں محبت ہوگی جس کی اطاعت محبت سے کرے۔ یہ فائدہ

بھی بحشرہم جمیعاً" سے حاصل ہوا۔ ان شاء اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مطہین حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ ہوں گے۔ چوتھا فائدہ: جنات انسانوں کو بکام بھی سکتے ہیں تکلیف بھی پہنچا سکتے ہیں انہیں بیمار بھی ڈال سکتے ہیں یہ فائدہ استکثرتم من الانس سے حاصل ہوا۔ قرآن کریم فرماتا ہے۔ يتخبطه الشيطان من المس۔ انسان کو شیطان چھو کر دیوانہ کر دیتا ہے۔ جب زہریلے جانور زہریلی دوائیں انسانوں کو بیمار بلکہ ہلاک کر سکتے ہیں تو اگر شیطان اور اس کی ذریعت میں یہ طاقت ہو تو کیا بعید ہے مگر بعض مقبول بندے وہ ہیں کہ جنات ان کے بس میں کر دیئے جاتے ہیں وہ ان کے بس میں ہوتے ہیں۔ قرآن کریم حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے يعملون له ما يشاء من محاسن۔ خیال رہے کہ جب مردود جنات کو بیمار کر دینے کی طاقت بخشی گئی ہے تو یقیناً مقبول انسانوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا دینے کی قوت بخشی ہے کہ جنات بیماری ہیں یہ حضرات علاج۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں وایویء الاکھ والا برص میں اندھے کو زخمی کو شفا دیتا ہوں۔ حضرت ایوب علیہ السلام کے پاؤں سے نکلا ہوا پانی شفا تھا۔ مدینہ منورہ کی خاک شفا ہے۔ پانچواں فائدہ: محبت و عشق و اطاعت بغیر دیکھے بھی ہو سکتی ہے یہ فائدہ اولیاء ہم من الانس سے حاصل ہوا۔ دیکھو ان آدمیوں نے برکات والے جنات کو دیکھا نہیں مگر ان کے لویاء یعنی دوست قرار دیئے گئے آج بہت مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت ہے محبت دیکھنے پر موقوف نہیں مولانا جامی فرماتے ہیں۔

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد بسا ایں دولت از گفتار خیزد

چھٹا فائدہ: موت اور قیامت ان کا وقت مقرر ہے انہیں کوئی آگے پیچھے نہیں کر سکتا یہ فائدہ اجلت لنا سے حاصل ہوا مگر موت اللہ کے مقبول بندوں کی دعا سے ٹل جاتی ہے نیک اعمال سے عمر بڑھ جاتی ہے حضرت آدم علیہ السلام کی دعا سے حضرت داؤد علیہ السلام کی عمر ساٹھ سال سے بڑھ کر سو سال ہو گئی (حدیث شریف)۔ ساتواں فائدہ: دوزخی کفار ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے مگر ہر دم آگ میں نہیں رہیں گے کبھی وہاں سے ٹھنڈے طبقہ کی طرف نکالے جایا کریں گے یہ فائدہ اللہ اللہ اللہ سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے ثم ان موجهم لالی الجحیم اگر کفار ایک ہی طبقہ میں رہتے تو وہاں لوٹ کر آنے کے کیا معنی ہوتے۔ آٹھواں فائدہ: ظالم حکام کا مسلط ہونا اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے اور لوگوں کی بد عملیوں کا نتیجہ یہ فائدہ نولی بعض الظالمین سے حاصل ہوا۔ انسان کے اعمال کا اثر دنیا کی ہر چیز پر پڑتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے۔ ظهر الفساد فی البر والبعو بما کسبت الہی الناس نیک اعمال سے رزق میں برکتیں وقت پر بارشیں دنیا میں امن چین میسر ہوتا ہے بد عملیوں سے اس کا الٹ ہوتا ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کفار قیامت میں اکٹھے ہوں گے مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے کہ ایک دوسرے سے الگ ہوں گے حتیٰ کہ ان کے جھوٹے معبود بھی ان سے غائب ہو جائیں گے۔ رب فرماتا ہے لقد جثمتونا لواء کا خلقکم اول موات اور فرماتا ہے انی شوکاء کم اللہ کتم تزعمون آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: قیامت گھڑی دو گھڑی کا دن نہیں پچاس ہزار سال کا دن ہے اس دن کے حالات مختلف ہیں کفار کے الگ ہونے کا اور وقت ہے اکٹھے ہونے کا اور وقت لہذا دونوں آیات بالکل صحیح ہیں۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ کچھ عرصہ بعد نکال دیئے جائیں گے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ لا ما شاء اللہ مگر دوسری آیات

سے معلوم ہو رہا ہے کہ ہمیشہ رہیں گے۔ فرماتا ہے خالدين فيها ابدًا آیات میں تعارض ہے۔ جواب: تفسیر کبیر وغیرہ نے اس اعتراض کے چند جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ الا ماشاء اللہ کا تعلق بلغنا اجلنا سے ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم سب اپنے وقت مقررہ تک پہنچ کر مرے مگر بعض کفار جنہوں نے بہت سرکشی کی انہیں ان کی میعاد مقررہ سے پہلے ہی ہلاک کر دیا گیا کہ کفر و بد عملیوں سے عمر گھٹ جاتی ہے (تفسیر کبیر) دوسرے یہ کہ اس کا تعلق النور مشو کم سے ہے اور مطلب یہ ہے کہ کفار کا ٹھکانہ دائمی آگ ہے مگر حب اللہ چاہے گا انہیں آگ سے زہریر (ٹھنڈے طبقہ) کی طرف نکالے گا تیسرے یہ کہ ماشاء اللہ سے مراد وہ لوگ ہیں جو عمر بھر کافر رہے مگر مرتے وقت مومن ہو کر مرے مباح معنی من ہے چوتھے یہ کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو اللہ کے نزدیک مومن تھے مگر شرعاً کافر جیسے سائر کفار۔ انسان چار قسم کے ہیں۔ مخلصین، سائرین، مجاہرین، منافقین، مجاہرین اور منافقین تو دائمی دوزخی ہیں مگر سائرین دائمی دوزخی نہیں، فقیر کے نزدیک یہ جواب قوی ہے۔ تیسرا اعتراض: تمہاری ایک تفسیر سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے بعض کفار کو بعض کا دوست بنا دیا ہے نولی بعض الظالمین بعضاً مکرر وہی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار نہ تو دنیا میں ایک دوسرے کے دوست ہیں نہ آخرت میں چنانچہ فرماتا ہے والقينا بينهم العداوة والبغضاء اور آخرت کے متعلق ارشاد ہے کہ الا خلاء يومئذ بعضهم لبعض عدوا الا المتقين یہ آیت کریمہ ان آیات کے خلاف ہے۔ جواب: یہاں دوستی سے مراد اسلام کے مقابلہ میں ظاہری دوستی ہے نہ کہ حقیقی دلی محبت اور واقعی اسلام کے مقابل سارے کفار ایک ہو جاتے ہیں دیکھ لو آج یہود، ہنود، عیسائی سارے کفار اسلام کے مقابل ایک ہیں عیسائی لوگ مسلمانوں کے مقابلہ میں یہود کی مدد کر رہے ہیں، فلسطین کو وطن یہودی بنا رہے ہیں، تمہاری پیش کردہ آیات میں ولی اور حقیقی محبت کی نفی ہے، اسلام ہی وہ دین ہے جو انسانوں کو یکجا کرتا انہیں ایک دوسرے کا محب بناتا ہے، زبان ملک، قوم کے سارے فرق مٹاتا ہے۔ لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض: تمہاری دوسری تفسیر سے معلوم ہوا کہ ظالموں پر ظالم والی حاکم ہوتے ہیں، بد اعمالی کا نتیجہ ظالم بلا شلہ جابر حکام ہیں اگر یہ بات ہے تو امام حسین پر یزید کیوں مسلط ہوا انہوں نے کون سے گناہ کئے تھے۔ جواب: یہ غلط ہے امام حسین پر یزید مسلط نہیں ہوا بلکہ اللہ تعالیٰ نے یزید پر امام حسین کو مسلط فرمادیا کہ آپ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے اڑا دیئے جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون پر اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نمرود پر مسلط فرمادیئے گئے، شہید ہو جانا شکست نہیں بلکہ اپنا مدعی حاصل نہ کر سکتا یہ ہے شکست، حضرت حسین نے جس مقصد کے لئے سر دیا وہ چاہا، یزید نے جس مقصد کے لئے آپ کو شہید کرایا وہ ناپاک۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے عالم اجسام میں مختلف چیزوں کو جوڑنے کی بہت چیزیں ہیں اینٹ کو اینٹ سے جوڑتے ہیں گارے یا سینٹ سے۔ کتھ کو کتھ سے جوڑتے ہیں گوند یا لٹی سے، کپڑے کو سمیتے ہیں دھاگہ سے یونہی دل کو دل سے جوڑنے والی چیز محبت و عشق ہے یہ وہ چیز ہے جو پچھلوں کو اگلوں کے ساتھ نبھوں کو لونچوں کے ساتھ جوڑ دیتی ہے، دنیا میں کفار کفار سے محبت رکھتے ہیں ان کے دل ایک دوسرے کی طرف مائل ہیں نور نور سے اور نار نار سے الفت رکھتے ہیں لہذا اقیامت میں سب اکٹھے کر دیئے جائیں گے اسی طرح مومنوں کا میلان مومنوں کی طرف ہے تو وہ بھی جمع کر دیئے جائیں گے مگر مومنوں کی محبت قوی ہے لہذا ان کا اجتماع دائمی ہو گا امنوا اشد حبا للماور کفار کی محبت کمزور ہے کہ اس کی بنیاد نفس پر ہے اس لئے ان کا اجتماع عارضی ہو گا جو جلدی ختم ہو جائے گا اس آیت کے اگلے حصہ میں اس کا منی اجتماع کا ذکر ہے۔ یوم نعشر ہم جمعاً اور

آخری حصہ میں اس اجتماع کے ٹوٹ جانے دوستوں کے دشمن بن جانے ایک دوسرے کی شکایت کرنے کا ذکر ہے دینا استمتع بعضنا بعض اور یہ بھی بتایا گیا ہے کہ جو اس دوستی کی مصلحتیں وہ گزر گئی دوستی بھی گئی وبلغنا اجلنا الذی اجلت لنا پھر ان کفار کا اجتماع دوزخ میں ہو گا مگر عداوت و کینہ کے ساتھ۔ رب تعالیٰ ہی حقیقی و عارضی دوستیوں کی حقیقت جانتا ہے غرضیکہ دل کی محبت کچھ اور ہے دل کی محبت کچھ اور۔ دل کی محبت دلیل کی محتاج نہیں ہوتی رب تعالیٰ ہم سب کو اپنے پیاروں کی دلی محبت نصیب فرمائے شرابی شرابیوں سے محبت کرتے ہیں مگر جب تک نشہ رہے نشہ اترا محبت ختم دنیا دار دنیا والوں سے محبت کرتے ہیں مگر جب تک کہ دنیا کا نشہ رہے جب یہ نشہ اترے گاتب حقیقت کھل جائے گی صوفیاء فرماتے ہیں کہ محبت دو قسم کی ہوتی ہے محبت فطری اور محبت کسی محبت کسی چند طرح حاصل ہوتی ہے کثرت ذکر۔ محبوب کی چیزوں میں غور و فکر کرتے رہنا اس کی اطاعت کرنا صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفار دوزخ کی آگ میں اس لئے رکھے جائیں گے کہ وہ دنیا میں خوف خدا عشق رسول عبادات وغیرہ کی آگ سے محروم تھے جسے اللہ دنیا میں اپنے حبیب کی عشق و محبت کی آگ نصیب کرے وہ دوزخ کی آگ سے محفوظ رہے گا جیسے پانی کے مختلف ٹھکانے ہیں کنواں تلاب دریا وغیرہ مگر آگ کسی ٹھکانے سے نہیں ملتی بلکہ ہر چیز میں فطری آگ موجود ہے تیلی لگانے والے کی ضرورت ہے یوں ہی اطاعت کلابانی مختلف مقامات سے ملتا ہے مگر عشق رسول کی آگ ہر دل میں ودیعت رکھی ہے کسی تیلی لگانے والے کی ضرورت ہے۔ خیال رکھو کہ عشق و محبت کی آگ کے بغیر طاعات بیکار ہیں جیسے چاول گوشت تھی مصالحہ وغیرہ بغیر آگ کے پلاؤ نہیں جتنا نہ کھانے کے قتل ہوتا ہے یونہی نماز روزہ حج زکوٰۃ وغیرہ بغیر محبت کی آگ کے قتل قبول نہیں ہوتے جیسے منافقین کی عبادات۔

اے عشق ترے صدقہ جلنے سے چھٹے سے جو آگ بجھوے گی وہ آگ لگائی ہے

لِمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْإِنْسِ أَلَمْ يَأْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمُ

اے جماعت جن اور انسان کسی کیا نہیں آئے تمہارے پاس پیغمبر تم سے جو بیان کرتے ہوں

اے جنوں اور آدمیوں کے گروہ کیا تمہارے پاس تم میں سے رسول نہ آئے تھے تم میری آیتیں پڑھتے

الَّتِي وَيُنذِرُوكُم لِقَاءَ يَوْمِكُمْ هَٰذَا قَالُوا شَهِدْنَا عَلَىٰ أَنْفُسِنَا

اور تمہارے میری آیتیں اور ڈراتے ہوں تم کو کہ تمہارے اس دن کے بولیں گے وہ گواہی دی ہم نے اور پہ

اور ہمیں یہ دن دیکھنے سے ڈراتے کہیں گے ہم نے اپنی جانوں پر گواہی دی اور انہیں دنیا کی زندگی

وَعَثَرَتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوا عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَنَّهُمْ كَانُوا كَافِرِينَ

جانوں اپنی کے اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے اور گواہی دی انہوں نے اور پہ جانوں اپنی کے بیشک

نے فریب دیا اور خود اپنی جانوں پر گواہی دیں گے کہ وہ کافر تھے

ذَلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرَى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غَفُلُونَ ﴿٣١﴾

تھے وہ کافر۔ یہ اس بنا پر ہے کہ نہیں ہے رب تمہارا ہلاک کرنے والا بستیوں کو حالانکہ ان بستیوں والے غافل ہوں
یہ اس لئے کہ تیرا رب بستیوں کو ظلم سے تباہ نہیں کرتا کہ ان کے لوگ بے خبر ہوں

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کے اس عتابانہ سوال کا ذکر تھا جو وہ قیامت میں کفار سے فرمائے گا 'اب رب تعالیٰ کے دوسرے عتابانہ سوال کا ذکر ہے جس میں پہلے سے زیادہ عتاب ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں یہ سوال تھا کہ تم لوگوں نے کفار سے رشتہ کیوں جوڑا اب اس سوال کا ذکر ہے کہ تم لوگوں نے ہمارے نبیوں سے رشتہ غلامی کیوں نہیں جوڑا گویا پہلے تو غلط رشتے جوڑنے پر عتاب تھا اب صحیح اور مفید رشتہ توڑنے پر عتاب ہے جیسے جسمانی زندگی کے لئے بعض مخلوق سے ملنا بعض سے الگ رہنا ضروری ہے۔ گائے بھینس بکریوں کو پاس رکھنا ان سے دودھ ملتا ہے سانپ بچھو، بھڑ وغیرہ سے بچو کہ وہاں زہر ہے غذائیں دوائیں استعمال کرو، زہر سکھیا سے بچو یوں ہی روحانی زندگی کے لئے مومنوں و نبیوں سے رشتہ غلامی جوڑنا ضروری ہے کفار و کفر سے توڑنا ضروری ہے۔ قیامت میں اس جوڑ توڑ کا حساب پہلے ہو گا اعمال کا حساب بعد میں۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ کفار کے رشتے ان کی دنیاوی محبتیں ٹپائی دار آخر کار دشمنی بن جانے والی ہیں اب ارشاد ہو رہا ہے کہ حضرات انبیاء کرام سے رشتہ غلامی ان سے محبتیں پائیدار اور آخرت میں کام آنے والی ہیں۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں رب تعالیٰ کے تحقیق حل فرمانے کا ذکر تھا کہ ہم کفار سے پوچھ گچھ کریں گے اب اسی تحقیق کی حکمت کا ذکر ہے کہ کیوں تحقیق کریں گے اس لئے کہ ہم کسی کو بلا وجہ یا اس کی غفلت میں عذاب نہیں دیتے۔ پانچواں تعلق : پچھلی آیات کریمہ میں اس عتاب کا ذکر تھا جو صرف جنت پر ہو گا کہ فرمایا گیا ہا معشر الجن لا استکثرتم اب اس عتاب کا خطاب کا ذکر ہے جو جنت و انسان دونوں سے ہو گا یعنی ہلکے عتاب کے بعد سخت تر عتاب کا ذکر ہے۔

تفسیر : معشر الجن والانس یہ عبارت نئی ہے اس سے پہلے یقول یا نقول پوشیدہ ہے اس میں وہ خطاب و عتاب مذکور ہے جو قیامت میں رب تعالیٰ کی طرف سے ہو گا بلا واسطہ یا فرشتوں کے واسطہ سے عربی میں یا پکارنے کے لئے آتا ہے پکارنا بھی تو غافل کو بیدار کرنے کے لئے ہوتا ہے، کبھی اظہار کرم کے لئے کبھی اظہار غضب کے لئے یہاں آخری مقصد یعنی اظہار غضب کے لئے ہے اسی لئے انہیں جن و انس کہہ کر پکارا مومنین یا عبادی کہہ کر نہیں پکارا لفظ معشر کی تحقیق ابھی پچھلی آیت میں کی جا چکی ہے جن و انس سے مراد کفار جن و انس ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے قیامت میں لولا "گروہوں کا حساب ہو گا" پھر اشخاص کا یہاں جماعتی حساب کا ذکر ہے اور جماعتیں بھی کفار جن و انس کی ہیں قیامت میں مومنوں سے خطاب پیارے الفاظ سے ہو گا جیسے قرآن مجید میں مسلمانوں کو ندا یا تو الذی امنو سے ہے یا عبادی سے چونکہ گمراہی و سرکشی میں جنت انسانوں سے برتر چڑھ کر ہیں نیز جنت انسانوں کو گمراہ کرتے ہیں انسان جنت کو گمراہ نہیں کرتے نیز ابلیس جو گمراہی اور سرکشی کا مرکز ہے وہ جن ہی ہیں نیز جنت پرانے پانی ہیں کہ انسانوں کی پیدائش سے پہلے انہوں نے ہی دنیا میں کفر و الحاد و سرکشی کی ان و ہوں سے یہاں جن کا ذکر پہلے ہوا انسانوں کا ذکر بعد میں چونکہ کافر انسان سرکشی میں کافر جنوں کا گویا ہم جنس ہے اس لئے ان انسانوں کو جنت کے

ساتھ ملا کر ذکر فرمایا گیا۔ اَلَمْ یَا تَکُم رَسُلَ مِنْکُمْ۔ اس عبارت میں انکاری سوال ہے کہ کیا تمہارے پاس رسول نہ آئے یعنی یقیناً آئے چونکہ انبیائے کرام کے شرعی احکام صرف جن وانس پر ہی جاری ہوتے ہیں، فرشتوں یا دو سری مخلوق پر جاری نہیں ہوتے نیز حضرات انبیاء کرام کا انکار صرف یہ دو جماعتیں ہی کرتی ہیں ان کے سوا کسی میں منکرین رسول نہیں پائے گئے ان وجوہ سے ان دونوں ہی سے یہ عتاب و خطاب فرمایا گیا۔ رسل جمع ہے رسول کی جس کے لغوی معنی ہیں بھیجے ہوئے پیغام رسل اور بھیجے ہوئے فرمان رسل فیضان رسل خواہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہوں یا اس کے رسولوں کی طرف سے یعنی خواہ اللہ کے رسول ہوں یا اس کے رسولوں کے رسول ہوں، خلاصہ یہ ہے کہ رسول چند معنی میں استعمال ہوا وہ فرشتے جو اللہ کی وحی نبی پر لائیں، وہ فرشتے جو موت دینے کے لئے آئیں، نبی جو لوگوں کو شرعی احکام کی تبلیغ کریں نبی کے وہ قاصد جو نبی کی طرف سے لوگوں کی طرف تبلیغ کے لئے بھیجے جائیں، قرآن مجید میں لفظ رسول ان چاروں معنی میں استعمال ہوا ہے بلکہ اس فرشتے کو بھی رسول کہا گیا ہے جو کسی سے کلام کرنے رب کی طرف سے آئے جیسے حضرت مریم کے پاس حضرت جبریل کلام لائے قال انما انا رسول ربک لا ھب لک غلاما زکاء مگر شریعت میں رسول وہ انسان ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے احکام کی تبلیغ کے لئے دنیا میں بھیجا ان پر وحی نازل کی، ظاہر یہ ہے کہ یہاں رسل سے مراد لغوی معنی ہیں جس میں اللہ کے رسول اور رسولوں کے رسول سب شامل ہیں لہذا منکم فرمانا بالکل درست ہے کہ اللہ کے رسول صرف انسانوں میں آئے مگر رسول کے رسول جو اپنی قوم تک نبی کے پیغام پہنچائیں انہیں ڈرائیں جنت میں بھی پہنچے۔ چنانچہ سورہ جن میں ان جنت کے متعلق جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سن کر اپنی قوم کے پاس گئے فرمایا گیا لَمَّا قَضٰی وَاٰی لَوٰا اِلٰی لَوْمٰہِم مِّنْہٗن بَلٰکَ اَدٰمَ عَلٰیہ السَّلَامُ کی پیدائش سے صد ہا سال پہلے جنت پیدا ہو چکے تھے ان کی ہدایت کے لئے کچھ فرشتے یا جنت ضرور مقرر تھے وہ ہادی اگرچہ شرعی رسول نہ تھے۔ مگر لغوی رسول ضرور تھے لیکن یہاں وہ مراد نہیں کیونکہ وہ رسول ہادی جنت کو آیات الہیہ نہیں سنایا کرتے تھے اور اگر رسل سے مراد شرعی رسول یعنی رسول اللہ ہے تو منکم میں مجموعہ جن وانس سے خطاب ہے یعنی جن وانس کی جماعت میں رسول اللہ تشریف لائے ان جماعتوں میں سے ایک جماعت میں رسول اللہ کا تشریف لانا مجموعہ کی طرف نسبت کرنے کے لئے کافی ہے۔ جیسے رب تعالیٰ فرماتا ہے یَخْرُجُ مِنْہُمَا اللّٰوِلُو وَالْمَرْجَانُ مَلٰٓئِکَہٗ مَوَدَّعٰوٰتِیْ صَرَفَ کَلٰہِی سَمْعَہٗ رَے نکلے ہیں بیٹھے سے نہیں نکلتے مگر فرمایا گیا وہ رسولوں کی طرف رسول ہیں نہ کہ مخلوق کی طرف اسی لئے ان کی امت کوئی نہیں وہ صاحب کتاب یا صاحب وحی نہیں ان شاء اللہ اس کی تحقیق خلاصہ تفسیر کے آخر میں بھی کی جائے گی۔ خیال رہے کہ یہ سوال ان لوگوں سے ہو گا جن تک نبی یا ان کی تعلیم پہنچی ہو وہ لوگ جو ان سے بالکل بے خبر رہے جیسے فطرت والے لوگ ان سے یہ سوال نہ ہو گا ان کی نجات کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہے جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے وہ آباء و اجداد جنہیں نبوت کا فیض نہ پہنچا بقصون علیکم ایما تی یہ عبارت رسل کی صفت ہے بقصون ذلک ہے قصہ سے یہاں قصہ معنی تلاوت کرنا بیان کرنا ہے علیکم میں خطاب دونوں جماعتوں یعنی کفار جن وانس سے ہے آیات سے مراد کتب اللہ کی آیتیں ہیں خواہ وہ توریت و انجیل و زبور ہوں یا قرآن مجید یا دوسرے نبیوں کے صحیفے۔ خیال رہے کہ گذشتہ انبیاء کرام انسان و جنت کی خاص جماعتوں کی طرف بھیجے جاتے تھے مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تاقیامت سارے جنت و انسانوں کی طرف بھیجے گئے، چنانچہ توریت شریف کے احکام ان جنت پر جاری تھے جو موسیٰ علیہ السلام کے حلقے میں تھے۔ قرآن مجید کے احکام

سارے جنت پر جاری ہیں۔ چنانچہ سورہ احقاف شریف میں جنت کا یہ قول نقل فرمایا گیا قومنا اننا سمعنا کتابا انزل من بعد موسیٰ مصدقا لما بین یدہ۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ جن پہلے توریت کے قبیح تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے اور اپنی قوم کے لئے مبلغ بن کر گئے وینذرونکم لقاء ہومکم ہذا یہ عبارت معطوف ہے بقصون پر اور رسل کی دوسری صفت ہے۔ چونکہ حضرات انبیاء کرام لوگوں کو ڈراتے ہیں پہلے، بشارت دیتے ہیں بعد میں یعنی ایمان لاچکنے پر۔ نیز ان حضرات کا ڈر انعام ہے ہر مومن و کافر کو ڈراتے ہیں مگر بشارت خاص ہے صرف مسلمانوں کے لئے نیز کفار جن دوزخ میں تو جائیں گے مگر مومنین نیک کار جنت جنت میں نہیں جائیں گے جنت اور وہاں کی نعمتیں صرف انسانوں کے لئے ہیں اس لئے یہاں صرف ڈرانے کا ذکر ہوا ہومکم سے مراد قیامت کا دن ہے اور لقاء یعنی ملنے سے مراد وہاں حساب و کتاب کے لئے بارگاہ الہی میں پیش ہونا ہے چونکہ اس وقت وہ دن اور اس دن کے تمام حالات ان کے سامنے ہوں گے اس لئے ہذا فرمایا گیا یعنی کیا تمہارے پاس وہ رسول نہ پہنچے جو تمہیں اس قیامت میں اٹھنے حساب دینے اور سزا جزا سے ڈراتے قالوا اشهدنا علی انفسنا یہ ان لوگوں کا وہ جواب ہے جو وہ بارگاہ الہی میں عرض کریں گے شہادت کے معنی ہیں گواہی اگر اس کے بعد لام ہو تو موافق گواہی مراد ہوتی ہے اگر علی ہو تو مخالف گواہی۔ یہاں مخالف گواہی مراد ہے اور یہاں اپنے خلاف گواہی دینے سے مراد ہے جرم کا اقرار کر لینا اس ایک عبارت میں انہوں نے تین باتوں کا اقرار کیا ہمارے پاس تیرے رسول آئے ہم تک انہوں نے تیرے احکام پہنچائے قیامت سے ڈرایا ہم نے ان کی بات نہ مانی ہم کافر رہے لہذا ہم قصور وار مستحق سزا ہیں۔ خیال رہے کہ یہ اقرار قیامت میں اور وقت ہو گا جو انہیں مجبوراً کرنا پڑے گا اور اپنے کفر کا انکار دوسرے وقت کر چکے ہوں گے وھرتہم الحیوة النعما یہ کلام رب تعالیٰ کا ہے جس میں ان کے کفر و گنہ کی وجہ بیان کی گئی ہے غرت مانا ہے غور سے معنی دھوکہ دینا۔ حیوة دنیا سے مراد حیوة الدنیا ہے یعنی جو زندگی دنیا کے لئے ہو وہاں کی مصروفیتوں، غفلتوں میں گزرے اللہ کے مقبول بندوں کی زندگی اور ہے گنہگاروں، غفلتوں کی زندگی اور کافروں کی زندگی کچھ اور۔ یہاں تیسری زندگی مراد ہے۔ جیسے ریل یا جہاز کا مسافر ریل یا جہاز میں بیٹھا ہے ریل یا جہاز کے لئے نہیں بیٹھا بلکہ وہ کراچی یا جہادہ کے لئے بیٹھا ہے ایسے ہی مومن دنیا میں رہتے ہیں دنیا کے لئے نہیں رہتا بلکہ دنیا میں آخرت کے لئے رہتا ہے اور عارف دنیا میں رہتا ہے مگر اللہ کے لئے اس کے رسول کے لئے رہتا ہے ان صلاتی ونسکی ومعای ومعاتی للہ رب العالمین و شہد واعلیٰ انفسہم انہم کانوا کافرین یہ کلام بھی رب تعالیٰ کا اپنا ہے۔ اور معطوف ہے وھرتہم پر اگرچہ یہ گواہی کفر بھی پہلی گواہی میں آگئی تھی مگر چونکہ ان کا کفر ہی ان کے عذاب کا سبب ہے اس لئے اس گواہی کے بعد یہ گواہی علیحدگی صراحۃً کی گئی اور اس قرار کے بعد یہ اقرار صاف صاف کر لیا گیا اللہ لہ بے فائدہ تکرار نہیں ان کا یہ اقرار انتہائی مجبوری میں نہایت حسرت کے ساتھ ہو گا۔ آج ملزم کو پھانسی دیتے وقت کہلاتے ہیں کہ میں اپنے جرم کی وجہ سے پھانسی پارہا ہوں فلک ان لم یکن ربک مہلک القری بظلم یہ عبارت نیا جملہ ہے فلک میں اشارہ یا تو حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے کی طرف ہے تو ہلاکت سے مراد ہے دنیا میں کفار قوموں پر عذاب الہی اور ان کا ہلاک ہونا اس سوال و جواب مذکورہ کی طرف اشارہ ہے تو ہلاکت سے مراد ہے قیامت کے بعد والا دوزخ کا دائمی عذاب قرئی جمع ہے قریتہ کی معنی بستی اس میں گلوں شہر سب داخل ہیں ظلم سے مراد بے قصور کو سزا دے دینا اس سے پہلے لام پوشیدہ اور ان یا تو مصدر یہ ہے یا اصل میں اللہ تعالیٰ ضمیر گراوی اور ان شدوائے کو ان

خفیہ کر دیا و اہلہا غافلون یہ عبارت الفری سے حل ہے اہل سے مراد وہاں کے کافر باشندے ہیں یعنی آپ کے رب کا یہ قانون نہیں کہ دنیا میں یا آخرت میں کفار کو غافل رکھ کر عذاب دے دنیا میں عذاب دیئے تو پہلے ان میں حضرات انبیاء کرام بھیجے ان کے ذریعے عذاب کی خبریں دیں آخرت میں عذاب دے گا تو پہلے ان سے حساب لے کر اپنے کفر کا اقرار کر اگر دوزخ میں بھیجے گا۔

خلاصہ و تفسیر : قیامت کے دن دو سرا صور پھونکنے پر فرشتے جنت انسان تمام جانور انھیں گے مگر باقاعدہ حساب صرف جن وانس کا ہی ہو گا۔ فرشتے یا تو انسانوں کے نیکو بد اعمال کی گواہی دیں گے یا قیامت اور خست و دوزخ کا انتظام کریں گے جانور یا تو اپنے پالنے والے ظالم مالکوں کی شکایت کریں گے یا آپس کے ظلم کا بدلہ دیں گے پھر مٹی کر دیئے جائیں گے مگر جنت اور انسانوں کا باقاعدہ حساب و کتاب ہو گا چنانچہ بطور عتاب رب تعالیٰ کفار جن وانس سے خطاب فرمائے گا کہ اے جن وانس کے گروہ بتاؤ کیا تمہاری جماعت میں سے تمہارے پاس ہمارے رسول نہ پہنچے جو تم کو تورت و انجیل زبور یا قرآن مجید کی آیتیں سناتے سمجھاتے اور تم کو اس دن یعنی قیامت کے حساب و عذاب سے ڈراتے۔ خیال رہے کہ جیسے نیکیاں دو قسم کی ہیں شخصی نیکی اور جماعتی نیکی نماز تہجد صدقہ و خیرات وغیرہ شخصی نیکی ہے نماز عید نماز جمعہ حج جہاد وغیرہ جماعتی نیکی کی یہ جماعت کے ساتھ کی جاتی ہیں اسی طرح بعض گناہ شخصی ہوتے ہیں جیسے جھوٹ بولنا کم تولنا وغیرہ اور بعض گناہ جماعتی جیسے جو لایا ناچ رنگ کی مجلسیں وغیرہ۔ شخصی اعمال کے حساب میں اشخاص سے حساب ہو گا اور قوی اعمال کے حساب میں جماعتوں اور قوموں سے خطاب ہو گا اس آیت میں قوی گناہوں کا ذکر ہے اس لئے خطاب جماعت سے ہوا کہ فرمایا گیا معشوا الجن کافر جن وانس پہلے تو اپنے کفر وغیرہ کا انکار کریں گے مگر چونکہ اس سوال کے وقت ان کے خلاف فرشتوں بلکہ لن کے اعضاء کی گواہیاں ہو چکی ہوں گی جس سے انہیں انکار کرنے کی جرات نہ ہوگی اس لئے وہ مجبوراً معرض کریں گے کہ خداوند اہم انکار کا انجام دیکھ چکے اب اپنی جانوں پر اقرار کرتے ہیں کہ تیرے رسول ہمارے پاس پہنچے انہوں نے تیرے احکام ہم کو پہنچائے ہم نے لن کی نہ ملنی کفر کیا غافل رہے۔ خیال رہے کہ لن کے اس کفر کی وجہ یہ ہے کہ انہیں لن کی دنیاوی زندگی نے دھوکہ دے دیا آج انہوں نے اپنے خلاف خود گواہی دے دی کہ ہم کافر تھے اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ رسولوں کا بھیجنا تبلیغ احکام کرنا اس لئے ہے کہ ہم کسی بستی پر اس طرح عذاب نہیں بھیجتے کہ وہاں کے باشندے غافل ہوں انہیں جگانے والا کوئی نہ بھیجا گیا ہو یا یہ تحقیقات اور اقرار اس لئے کرایا گیا کہ ہمارا یہ قانون نہیں کہ کسی مجرم کو وجہ عذاب بتائے بغیر اقرار کرائے بغیر انہیں غفلت میں رکھ کر عذاب دیں۔

رسول صرف انسان ہیں

اس پر ساری امت مصطفوی کا اتفاق ہے کہ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم رسول الثقلین ہیں آپ کے زمانہ حیات میں اور آپ کے بعد کوئی جن یا انسان نبی نہیں بلکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر جانے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک کوئی نبی نہیں آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی تمام خلق کے رسول ہیں مگر اس میں اختلاف ہے کہ آدم علیہ السلام سے عیسیٰ علیہ السلام تک جو انبیاء کرام تشریف لائے وہ سب انسان ہی تھے یا جنت بھی نبی تھے۔ ضحاک کہتے ہیں کہ

انسانوں کی طرح جنات میں رسول ہوئے۔ ان کی دلیل صرف یہ آیت ہے اس کے علاوہ نہ کوئی اور آیت ہے نہ کوئی حدیث ان کے سوا تمام صحابہ مفسرین محدثین کا یہی قول ہے کہ نبی رسول صرف انسانوں ہی میں ہوئے بلکہ وہ حضرات رسول کی تعریف ہی یہ کرتے ہیں کہ نبی وہ انسان ہے جسے اللہ نے تبلیغ احکام کے لئے بھیجا ہو یہ اختلاف شرعی رسول کے متعلق ہے لغوی رسول تو بعض فرشتے بھی ہیں اور جنات بھی۔ دیکھو قرآن کریم میں بعض فرشتوں کو رسول فرمایا جاعل الملا نکہ رسلا۔ فرشتوں کا کوئی فرشتہ کوئی جن کوئی انسان امتی نہیں لہذا وہاں رسول اور معنی میں ہے ان حضرات کے دلائل حسب ذیل ہیں۔

(1) وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الہم جس سے معلوم ہوا کہ نبی رسول صرف مرد آئے۔ قرآن کریم میں جب رجل یا رجل مطلق آتا ہے تو اس سے انسان مرد مراد ہوتے رجالا من الجن میں چونکہ رجال کے ساتھ من الجن ارشاد ہوا اس لئے وہاں جن مرد مراد ہیں۔ (2) وجعلنا فی فوہما النبوة والکتاب ہم نے حضرت نوح و ابراہیم کی لولاد میں نبوت و کتاب خاص فرمادی (3) وجعلنا فی فوہما النبوة والکتاب ہم نے نبوت اور کتاب لولاد ابراہیم سے خاص فرمادی جنات نہ لولاد نوحی ہیں نہ لولاد ابراہیمی (4) نا اوحنا الیک کما اوحنا الی نوح والنبین من بعدہ حتی کہ فرمایا رسلا مبشرون و منذرون یعنی ہم نے آپ پر وہی وحی بھیجی جیسی نوح اور ان کے بعد والے نبیوں کی طرف بھیجی تھی یہ سب بشارتیں دینے والے ڈرانے والے رسول ہیں یہاں جنات رسولوں کا ذکر نہیں (5) وما ارسلنا قبلك من المرسلین الا انہم لما کلون الطعام و یمشون فی الاسواق ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر وہ کھانا کھاتے تھے بازاروں میں چلتے پھرتے تھے اور ظاہر ہے کہ جنات بازاروں میں ہمارے ساتھ چلتے پھرتے نہیں (6) وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الہم من اہل القری۔ ہم نے آپ سے پہلے رسول نہیں بھیجے مگر بستی والے مرد جن کی طرف ہم وحی فرماتے تھے جنات نہ تو معروف مرد ہیں اور نہ بستیوں والے ہیں (7) ان اللہ اصطفیٰ ادم و نوحا و ال ابراہیم و ال عمران علی العالمین۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ یہاں اصطفا سے مراد نبوت کے لئے چناؤ ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم نے حضرت نوح اور ابراہیم و عمران کی لولاد کو نبوت کے لئے چن لیا ظاہر ہے کہ جنات نہ آل ابراہیم ہیں نہ آل عمران بلکہ نہ لولاد آدم (8) انی جاہل فی الاوض خلیفہ اور ظاہر ہے کہ نبوت خلافت الیہ ہے وہ صرف حضرت آدم اور ان کی لولاد کو عطا ہوئی۔ ضحاک ابن مزاحم بھی جنات کو خلیفہ اللہ نہیں مانتے (9) قرآن مجید میں کسی نبی جن کا ذکر صراحۃ "اشارۃ" تفصیلاً "اجملاً" نہیں آیا نہ کسی جن نبی کا نام مذکور ہوا اگر واقعی ان میں بھی کوئی نبی رسول ہوتا تو کسی ایک دو کا نام یا حل تو آتا رب فرماتا ہے کل نقص علیک من انباء الرسل (10) معراج کی شب سارے رسول نبی بیت المقدس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھنے حاضر ہوئے ان میں کوئی جن نبی نہ تھا ورنہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کا کچھ ذکر تو فرماتے۔ (11) حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں الرسل من بنی ادم و من الجن فنو (تفسیر ابن کثیر) یعنی رسول صرف انسانوں میں آئے جنات میں نذیر آئے یعنی رسولوں کی طرف سے اپنی قوم کو ڈرانے والے خیال رہے کہ جنات میں ولایت، تقرب، علم، ریاضت، مجاہدات سب نعمتیں ہیں نبوت صرف انسانوں کو ملی نہ فرشتوں کو نہ جنات کو (12) ولو جعلناہ ملکا لجعلناہ رجلا اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی بناتے تو اسے بھی مرد ہی بناتے یعنی وہ انسان مرد بن کر لوگوں کے سامنے آتا معلوم ہوا کہ نبوت صرف رجل کے لئے خاص ہے۔

نوٹ ضروری : انسانوں میں بھی بعض ایسے ہیں جن کو نبی نہیں بنایا جاسکے جیسے عورت، زنانہ، کھسرے، دیوانے، گونگے، سرے، بد مذہب، نیچی قوموں کے لوگ۔ ہمیشہ نبی مرد اونچی شان والے اعلیٰ صفات والے ہر عیب سے پاک ہی بنائے گئے، دوسری قومیں ان کے ماتحت کی گئیں جیسا کہ بخاری شریف کی ہر قل والی حدیث سے معلوم ہوتا ہے۔ یحییٰ علیہ السلام قوی مرد تھے مگر نکاح نہ کیا، حضرت زکریا علیہ السلام نے چند روز لوگوں سے کلام دنیاوی نہ کیا، کراہی کرتے رہے لہذا انہیں گنگ کا مرض نہ تھا یہ بھی خیال رہے کہ جنات صحابی ہیں اور بڑی لمبی عمریں پاتے ان میں آج تک صحابہ موجود ہیں مگر ان صحابی جنات کو دیکھنے والے انسان تاحی نہیں ہو سکتے کیونکہ ان کی صحابیت ہمارے لئے یقینی نہیں اس لئے ان کے حالات ہماری نگاہوں سے پوشیدہ ہیں نہ معلوم وہ کچھ رہے ہیں یا غلط۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس سرہ نے ایک صحابی جن کی زیارت کی ان کی قدم بوسی کی مگر وہ تاحی نہ بنے، یوں ہی حضرت خضر علیہ السلام صحابی ہیں مگر آج ان کو دیکھنے والے مسلمان تاحی نہیں کیونکہ جس شخص کو ہم حضرت خضر سمجھیں شاید غلطی کر رہے ہوں۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: حضرات انبیاء کرام جنات اور انسان دونوں کی تبلیغ کے لئے تشریف لائے یہ دونوں گروہ ان کے امتی ہوئے یہ فائدہ الہما تکم میں کم خطاب سے حاصل ہوا فرشتوں پر انبیاء کرام کا احترام لازم ہے حتیٰ کہ انہوں نے حضرت آدم کو سجدہ کیا مگر ان پر حضرات انبیاء کرام کے شرعی احکام جاری نہیں۔ دوسرا فائدہ: پچھلے انبیاء کرام اپنے اپنے حلقہ تبلیغ کے جنات کے بھی نبی ہوتے تھے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سارے انسانوں کے دائمی نبی ہیں یوں ہی سارے جنات کے دائمی نبی یہ فائدہ رسل سکیم میں رسل کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام کی کتابیں ان کے صحیفے ان کے امتی جنات کے لئے لازم العمل تھے ان میں بھی کتابوں کے عالم موجود تھے یہ فائدہ بقصون سے حاصل ہوا ہمارے بعض دینی مدرسوں میں کبھی جنات علم حاصل کرتے عالم دین بنتے ہیں حضرت مولانا عبدالحکیم سیالکوٹی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک جن شاگرد کا واقعہ تو مشہور ہے جس نے آپ کو بدو شہ تک پہنچایا۔ چوتھا فائدہ: قیامت میں کافر جنات کو دوزخ کی سزا تو دی جائے گی مگر مومن جنات کو جنت کا ثواب نہیں دیا جائے گا، جنت صرف مومن انسانوں کے لئے ہے یہ فائدہ ویندوونکم سے حاصل ہوا کہ رسل ساتھ میں بشارت کا ذکر نہیں فرمایا لہذا مومن جنات کو ان کے حساب کے بعد فقا کر دیا جائے گا۔ اس کی تحقیق ان شاء اللہ سورہ احقاف اور سورہ جن کی تفسیر میں کی جائے گی۔ پانچواں فائدہ: قیامت میں کفار پہلے تو اپنے کفر اور گناہوں کا انکار کریں گے واللہ وینا ما کنا مشرکین مگر آخر کار مجبور ہو کر اقرار کر لیں گے یہ فائدہ شہدنا علی انفسنا سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: قیامت میں گنہگار مومنین اپنے جرموں کا اقرار فوراً کر لیں گے کوئی عذر و بہانہ نہ کریں گے یہ فائدہ انہم کانوا کافرین سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ بغیرہ عملی کے کسی کو عذاب نہیں دیتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں بغیر گناہ سزا کو رب تعالیٰ نے ظلم فرمایا یہ فائدہ بظلم فرمانے سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ یہ تو ہو گا کہ رب تعالیٰ بغیرہ عمل بندھے کو جنت دیدے یہ بھی ہو گا کہ بد عمل مومن کو بخش دے یہ بھی ہو گا کہ بغیرہ بتائے بغیرہ جتائے بغیرہ حساب لئے جنت دیدے کہ یہ فضل و کرم بندہ نوازی ہے، جب دریائے کرم جوش میں آتا ہے تو گند امندا نہیں دیکھا جاتا مگر یہ نہ ہو گا کہ نیک کار مومن کو یا بے عمل انسان کو یا بغیرہ جتائے دوزخ میں ڈال دے کہ یہ عدل خداوندی کے خلاف ہے۔

نوٹ ضروری : ظلم کے دو معنی ہیں ایک تو دوسرے کی ملکیت میں اس کی بغیر اجازت تصرف کرنا اس معنی سے اگر رب تعالیٰ متقی پرہیزگار کو دوزخ بھیج دے تو ظلم نہیں کہ سارے بندے اس کی اپنی ملکیت ہیں دوسرے یہ کہ کسی بے قصور کو سزا دینا یہ کہہ کر کہ تو مجرم ہے یہ تیرے جرم کی سزا ہے یہاں ظلم سے یہی مراد ہے اور اسی کی رب تعالیٰ سے نفی کی گئی ہے اور حضرت عبداللہ ابن عمر کا فرمان کہ اگر اللہ تعالیٰ ساری مخلوق کو دوزخ دیدے تو ظالم نہیں وہاں ظلم سے اس کے پہلے معنی مراد ہیں۔ آٹھواں فائدہ: رب تعالیٰ بغیر نبی کی تبلیغ پہنچے کسی کو اس کی بد عملیوں کی سزا نہیں دیتا نہ دنیا میں نہ آخرت میں یہ دونوں فائدے واعلموا غفلون سے حاصل ہوئے لہذا زمانہ فترت کے لوگ جیسے حضرت آمنہ و عبداللہ اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دواے جنتی کہ وہ حضرات موحّد تھے مگر انہوں نے کسی نبی کی تعلیم نہیں پائی اس کی تفصیلی بحث ہم پہلے پارہ میں ولا تسئل عن اصحاب الجحیم کی تفسیر میں کر چکے ہیں۔

پہلا اعتراض : اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسانوں کی طرح جنات میں بھی نبی تشریف لائے کیونکہ یہاں جن وانس دونوں سے خطاب فرما کر ارشاد ہوا واصل منکم اگر جنات نبی نہ ہوتے تو منکم فرمانا کیسے درست ہوتا (ضحاک) خیال رہے کہ لام ضحاک کے پاس اس آیت کے سوا کوئی دلیل نہیں نہ قرآنی آیت نہ کوئی حدیث۔ جواب: یہ دلیل مکمل جب ہوتی جبکہ من کلی کما فرمایا جاتا یعنی تم سب یا تم دونوں جماعتوں میں وہاں فرمایا نہیں گیا یہاں صرف منکم ہے اس منکم میں جن وانس دونوں داخل ہیں اب اگر ان دونوں گروہوں میں سے ایک گروہ میں نبی ہوں تب بھی منکم فرمانا درست ہے کہ ان دونوں کے مجموعہ میں نبی تو واقعی آئے ہیں مجموعہ کے احکام کا ہر فرد یا ہر گروہ پر جاری ہونا ضروری نہیں نبی ان دونوں گروہوں کے لئے آئے مگر آئے صرف انسانوں میں جیسے کہا جائے کہ ہم انسانوں میں حضور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے حالانکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں اور قبیلہ بنی ہاشم میں جلوہ گر ہوئے مگر چونکہ حضور سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سارے انسانوں کے لئے ہے لہذا یہ قول درست ہے جس کی دلیل ہم اس آیت سے دے چکے ہیں بخروج منہما اللو لو والمرجان یہ جواب اس صورت میں ہے کہ رسل سے مراد اللہ کے رسول تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں قرآن مجید میں رسول لغوی معنی میں بہت جگہ ارشاد ہوا ہے فرماتا ہے قال انما انا رسول ربک لاہب لک غلاما زکاء۔ اور فرماتا ہے اذا ولسنا الہم اثنین دیکھو جبریل علیہ السلام جناب مریم کے پاس شرعی رسول بن کرنے گئے تھے مگر فرمایا انا رسول ربک اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری جناب مسیح علیہ السلام کے قاصد بکر گئے تھے اور فرمایا اذا ولسنا دو سرا اعتراض: رسول بشارت بھی دیتے ہیں اور ڈراتے بھی ہیں یہاں صرف ڈرانے کا ذکر کیوں ہوا وینذرو نکم جواب: اس لئے کہ یہ کلام کفار جن وانس سے ہوگا اس کے لئے رسول صرف نذیر ہوتے ہیں اس کے اور کئی جواب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے۔ تیسرا اعتراض: حیوة دنیا تو سب ہی کو دی گئی ہے مومنوں کو بھی کافروں کو بھی یہ تو دھوکے کی چیز نہیں پھر غرتہم الحیوة الدنیا کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: حیوة دنیا کافر کی اور ہے مومن کی اور گنہگاروں کی اور ہے پرہیزگاروں کی اور کافر کی دنیا دھوکے کا باعث ہے مومن کی دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ نبی کی حیوة دنیا وہ کشتی ہے جو لاکھوں کو پار لگا دیتی ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ غفلوں پر عذاب نہیں بھیجتا مگر دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ عذاب غفلوں پر ہی آتا ہے آیات میں تعارض ہے۔ جواب: رب کی طرف سے غافل رکھنا اور چیز سے خود بندے کا غافل رہنا اور چیز ہے اگر رب کی

طرف سے نبی رسول نہ تشریف لاتے، بندوں کو آخرت کے عذاب سے خبردار نہ کرتے یہ رب تعالیٰ کی طرف سے غافل رکھنا ہو تا اور ان تمام اطلاعوں کے بلوجود ہوش نہ کرنا یہ ہے بندے کی اپنی غفلت۔ یہاں پہلی غفلت کی نفی ہے ان آیات میں بندے کی اپنی غفلت کا تذکرہ ہے، لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ رب تعالیٰ بیدار دل عطا فرمائے۔ پانچواں اعتراض: دنیا میں نبی سب کے پاس نہیں پہنچتے بہت کم لوگ انہیں یا ان کا زمانہ پاتے ہیں پھر یہ سوال سارے کافروں سے کیسے درست ہوا۔ مثلاً "آج کے کفار جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے صدیوں بعد پیدا ہوئے وہ اس کے جواب میں کہہ سکتے ہیں کہ خدا لیا ہمارے پاس تیرے نبی نہیں آئے ہم نے ان کا زمانہ نہیں پایا۔ جواب: کسی کے پاس نبی کے تشریف لانے کا یہ مطلب ہوتا ہے۔ ان کی تعلیمات پہنچنا ان کی امت کے علماء، اولیاء، صلحاء کا پہنچنا۔ الحمد للہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم علماء، اولیاء، صالحین اور علماء کی تصنیف کے ذریعہ سب تک پہنچ گئی کوئی اس سے محروم نہیں رہا، نبی کا پیدا ہونا اور ہے کہیں رہنا کچھ اور ہے آنا کچھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیدا ہوئے مکہ معظمہ میں رہے مدینہ منورہ میں طر آئے عالم کے ذرہ ذرہ میں جیسے سورج رہتا ہے چوتھے آسمان پر مگر حکمت ہے سارے جہاں پہا اہا الناس قد جاء کم بوہان من ربکم اس لئے یہاں عالم یا تکم فرمایا گیا۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کو جسمانی استعداد کے ساتھ روحانی استعداد بھی عطا فرمائی ہے اس پر عقل کا فیض بھی ہوتا ہے الہام کا فیض بھی جو کوئی خالص عقل کے پیچھے چلے وہ حویٰ کے گڑھے میں گرے گا اور جو الہام ربانی کے ماتحت عقل سے کام لے وہ ہدیٰ کی بلندی پر پہنچے گا۔ حضرات انبیاء و اولیاء اس استعداد کو کام میں لانے کے لئے بھیجے جاتے ہیں کہ بندوں کی قوت عملی کو برسر کار لگائیں جن لوگوں نے ان کی اطاعت سے منہ موڑا انہوں نے اپنی یہ استعداد خراب کر لی ان کی زندگی اور زندگی کا ہر شعبہ برباد ہو کہ ہے کیونکہ ان کی زندگی الحیۃ الدنیا بن جاتی ہے یعنی ذلیل زندگی دنیا معنی حقیر و ذلیل یہ ہی لوگ بارگاہ الہی میں شرمندہ ہو کر عرض کریں گے انہم کانوا کافرین جن لوگوں نے اپنی زندگی کو نبی کی تعلیم کے سانچہ میں ڈھلا ان کی زندگی یہاں رب تعالیٰ کے خطاب مہری ہیں یعنی محبت والے۔ کل قیامت میں کفار سے خطاب قری ہوں گے یعنی غضب والے، مہتر ہے کہ مہر والے خطابات قبول کرو تاکہ قہر والے خطابات سے امن ملے دنیا میں سب کو خبردار کر دیا گیا ہے ابہ جو چاہے بیدار ہو جو چاہے غافل رہے، حجتہ اللہ پوری ہو چکی۔ خواجہ حسن بھری فرماتے ہیں کہ انسان پانچ قسم کے ہیں۔ علماء (دارشین رسول) زہدین، عمل سے ہلوی، غازی، اللہ کی تلواریں، تاجر، اللہ کے امین، بادشاہ سلاطین خلق کے نمکدان جب یہ لوگ ہی راستہ سے ہٹ جائیں تو عوام کہاں جائیں۔

خداوند اتیرے یہ سلوہ دل بندے کدھر جائیں کہ دوستی بھی عیاری ہے سلطانی بھی عیاری فرماتے ہیں کہ لوگوں کو ہلاک کرنے والے چند آدمی ہیں، خوشامدی علماء، لالچی زہدین، ریاکار غازی، خیانت والے تاجر، ظالم بادشاہ اگر یہ پانچ جماعتیں درست ہو جائیں تو مخلوق خودی ٹھیک ہو جائے (از روح البیان)

وَلِكُلِّ دَرَجَتٍ مِّمَّا عَمِلُوا وَفَارُبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ﴿٣٣﴾ وَرُبُّكَ

اور واسطے ہر ایک کے درجے میں اس سے جو غفلت کئے انہوں نے اور نہیں ہے رب آپ کا بخبر اس سے جو عمل کریں اور پائے

اور ہر ایک کے لئے ان کے کاموں سے درجے ہیں اور تیرا رب ان کے اعمال سے بے خبر نہیں ادا۔ مجرب تدار

الْغَنَى ذُو الرِّحْمَةِ إِنَّ يَشَاءُ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَا

والا تمہارے نیاز ہے رحمت والا ہے اُمّرجسے وہ تو ہے جائے تم کو اور نائب بنائے پیچھے تمہارے اس کو کہ چاہے

رب بے پرواہ ہے رحمت والا اسے کو وہ چاہے تو تمہیں لے جائے اور جسے چاہے تمہاری جگہ

يَشَاءُ كَمَا أَنْشَأَكُمْ مِنْ ذُرِّيَّةٍ قَوْمٍ آخِرِينَ ﴿٣٤﴾

جس طرح پیدا کیا تم کو اولاد سے دوسری قوم کے۔

لئے جیسے تمہیں اوروں کی اولاد سے پیدا کیا۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں کافر و بدکار جن وانس کا ذکر ہوا اب ان کے کفر و بدکاریوں کی سزا کا ذکر ہے کہ جیسا کفر جیسے اعمال ویسے ہی ان کی سزا و جزا۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات کریمہ میں حضرات انبیاء کرام کی تشریف آوری ان کی تبلیغوں کا ذکر تھا۔ اب ارشاد ہے کہ لوگوں نے ان کے ساتھ مختلف برتنوں کے جیسے برتنوں کے ویسی سزا و جزا پائیں گے گویا جرموں کا ذکر پہلے تھا سزا کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات کریمہ میں حضرات انبیاء کرام کے بھیجنے کا ذکر تھا اب رب تعالیٰ کی بے نیازی بے پرواہی کا اس کی رحمت کا تذکرہ ہے کہ ان حضرات کا بھیجا اس لئے نہ تھا کہ رب تعالیٰ کو لوگوں کے ایمان و اعمال کی ضرورت ہے بلکہ وہ تو بندوں اور ان کی بندگیوں سے بے نیاز ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ رحمت والا ہے چاہتا ہے کہ بندے اس کی رحمت سے حصہ لیں اس حصہ ملنے کا ذریعہ حضرات انبیاء کرام ہیں۔

تفسیر : وَلِكُلِّ دَرَجَاتٍ مِمَّا عَمِلُوا اس عبارت کی بہت تفسیریں ہیں۔ (1) کل سے مراد سارے کفار جن وانس ہیں اور درجات معنی درجات ہے اور ماعملوا سے مراد ان کا کفر اور بد عملیاں ہیں کیونکہ اس سے پہلے صرف کفار جن وانس کا ذکر ہوا ہے انہم کانوا کافرین یعنی ان دونوں گروہ کافر جن وانس کو عذاب یکساں نہیں بلکہ ان کے عذاب کے درجے مختلف ہیں کیونکہ ان کے کفر و گناہ مختلف اس صورت میں درجات معنی درجات ہے بلندی کے مرتبوں کو اور ان تک پہنچنے کے ذریعوں کو درجات کہتے ہیں پستی کے مرتبوں کو اور ان تک پہنچنے کے ذریعوں کو درجات کہتے ہیں۔ جنت میں درجات ہیں ووزخ میں درجات بلکہ جب میٹھی کے ذریعہ اوپر چڑھو تو اس کے ڈنڈے درجات ہیں اور جب نیچے اترو تو وہی ڈنڈے درجات۔ (2) کل سے مراد سارے مومنین جن وانس ہیں اور درجات سے مراد دنیاوی درجے اور مرتبے ہیں یعنی ان مومنین جن وانس میں سے ہر ایک کے دنیاوی درجے مختلف ہیں کوئی صرف مومن ہے کوئی مومن بھی ہے ولی بھی پھر ولایت کے درجے مختلف ہیں کوئی اعلیٰ

درجہ کاوی ہے کوئی اس کے بعد (3) کل سے مراد سارے مومن جن وانس ہیں اور درجات سے مراد خست کے درجات اور روزخ کے درجات یعنی طبقات دونوں ہیں یعنی ہر مومن و کافر جن وانس کے لئے جنت و دوزخ کے درجے مختلف ہیں جیسے اعمال ویسے درجات۔ یہ ان حضرات کا قول ہے جو مومن جنات کے لئے جنت مانتے ہیں جیسے حضرت امام محمد ابو یوسف۔ تفسیر مدارک نے یہی تفسیر کی۔ (4) کل سے مراد سارے مومن جن وانس ہیں اور درجات سے مراد خست کے درجے ہیں (5) کل سے مراد سارے مومن انسان ہیں اور درجات سے مراد خست کے درجے ہیں یعنی مومن انسانوں کو جنت تو ملے گی مگر ان کے اعمال کے درجے مختلف ہوں گے کوئی عقل والا تھوڑی سی نیکی کر کے بڑا درجہ حاصل کرے گا کوئی کم عقل اعمال کرے گا زیادہ مگر درجہ پائے گا معمولی۔ قیامت میں اعمال کا بدلہ بقدر عقل ملے گا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے نیز کوئی نیک اعمال کرتا ہے دوزخ سے بچنے کے لئے کوئی کرتا ہے جنت حاصل کرنے کے لئے کوئی نیکی کرتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نقل اتارنے کے لئے کوئی کرتا ہے صرف رضاء الہی کے لئے۔ عمل یکساں ہیں نگران کی جزاؤں میں فرق ہے۔ فقیر کے نزدیک پہلی تفسیر قوی ہے کہ اس سے پہلے کفار جن وانس اور ان کے کفر و شرک کا ذکر ہوا ہے۔ خیال رہے کہ درجہ اور درکہ دونوں زینہ کی سیڑھیوں یا سیڑھی کے ڈنڈوں کو کہا جاتا ہے جس پر چڑھ کر انسان اوپر جاتا ہے انہیں سے اتر کر نیچے آتا ہے مگر اصطلاح میں عموماً "درجات جزا اور اس کے مرتبوں کو کہتے ہیں درکات سزا اور اس کے طبقات کو کہتے ہیں مگر کبھی درجات دونوں کے لئے بولا جاتا ہے اور کبھی درجات معنی درکات آتا ہے۔ وما یک بغافل عما یعملون۔ یہ فرمان علی اس وہم کو دفع فرمانے کے لئے ہے کہ رب تعالیٰ ہر شخص کے ہر عمل پر کیسے مطلع ہو سکتا ہے یہ تو بے شمار ہیں اس کا جواب ایک لفظ یک سے دیدیا یعنی ہم ہیں رب اگر اپنے بندوں سے بے خبر ہوں تو انہیں پالیں کیسے جب ہم ہر بندے کی ہر ضرورت سے خبردار ہیں تو ان کے ہر عمل سے بھی مطلع ہیں وما یک بغافل جملہ اسیمہ فرما کر بتایا کہ رب تعالیٰ نہ پہلے غافل تھا نہ اب ہے نہ آئندہ ہو گا وہ ہمیشہ سے ہمیشہ تک علیم و خیر ہے خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے لہذا وہ علیم و خیر ہے قدر ہے کہ بغیر علم و قدرت ربوبیت ناممکن ہے اور اس نے اپنے حبیب کو رحمتہ للعالمین بنایا لہذا انہیں بھی کل شی پر خیر بنایا کیونکہ بغیر علم و قدرت رحمت ناممکن ہے اگر ہم کو محتاج کی حاجت کی خبر نہ ہو یا اسے کچھ دینے پر قدرت نہ ہو تو ہم اس پر رحم نہیں کر سکتے نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے قاسم بنایا شفیع بنایا۔ تقسیم اور شفاعت بغیر علم ناممکن ہے پھر خیال رہے کہ دنیا میں اس کا بد کاروں کو مہلت دینا ان کے عذاب میں جلدی نہ کرنا اس لئے نہیں کہ وہ بندوں کے اعمال سے بخیر ہے بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ یک الغنی فوالرحمتہ کہ رب تعالیٰ بے نیاز بھی ہے اور اس کا مجرم کہیں بھاگ کر جانیں سکتا پکڑنے میں جلدی وہ کرے جسے مجرم کے بھاگ جانے کا بوسے نکل جانے کا خطرہ ہو نیز وہ رحمت عامہ والا بھی ہے مجرم کو مہلت دیتا ہے کہ اب بھی توبہ کر لے خیال رہے کہ رب تعالیٰ بندوں سے بھی بے نیاز ہے اور ان کی عبادت سے بھی بے پروا وہ کسی طرح کسی کا حاجتمند نہیں اس کے سوا باقی سب ہر وقت ہر طرح کے حاجتمند ہیں اس میں اشارۃً فرمایا گیا ہے کہ دنیا میں رسولوں کو بھیجنا لوگوں کو دعوت ایمان دینا اس لئے نہیں کہ رب تعالیٰ کو بندوں کے ایمان کی حاجت ہے بلکہ اس لئے ہے کہ وہ رحمت والا ہے وہ یک فرما کر اس جانب اشارہ فرمایا کہ جب آپ کا رب غنی ہے تو آپ کسی اور کے محتاج کیسے ہو سکتے ہیں آپ تو اس کی ربوبیت کے مظہر اتم ہیں اس لئے یہاں ہو نہیں فرمایا بلکہ ربک ارشاد ہوا (از روح المعانی) جیسے جسمانیات میں رب تعالیٰ مختلف جہروں کو مختلف روزوں سے پالتا ہے بکری کو گھاس سے شیر کو

گوشت سے ہم کو بچپن میں ماں کے دودھ سے پالتا ہے جو انی میں غذاؤں سے اسی طرح روحانیت میں مومنوں کو ایمان سے پالتا ہے لولیا کو عرفان سے حضرات انبیاء کو ایقان سے جناب مصطفیٰ کو اپنے خاص کلام سے پھر اجسام کو عارضی طور پر پالتا ہے ارواح کو دائمی طور پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ابد الابد تک کے لئے غرضیکہ وہ کو حکم اور رب العالمین میں بہت طرح فرق ہے ان بشا ینہکم ویتخلف من بعدکم ما یشاء اس فرمان عالی میں اللہ تعالیٰ کی شان غنا کی جھلک دکھائی گئی ہے اس میں خطاب یا تو کفار و مشرکین سے ہے تو لے جانے کے معنی ہیں عذاب سے ہلاک فرمادینا اور ہستخلف سے مراد ہے دو سری قوموں کو یہاں بساؤں جیسے نوح علیہ السلام کی قوم سے معاملہ کیا گیا اور ملیشا سے مراد وہ دو سرے انسان ہیں جو ان کی جگہ بسیں انہیں مافرا کر اشارۃ فرمایا کہ دو سری قومیں اور تم گھاس تنکوں کی طرح ہمارے قبضہ قدرت میں ہو کیونکہ ملے جانے بے عقل چیزوں پر بولا جاتا ہے (روح المعانی) اور ہو سکتا ہے کہ اس میں خطاب سارے انسانوں سے ہو تب ان کے لئے جانے سے مراد ہے اس قرن کا ختم فرمادینا یعنی اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو تم پر ہلاکت کا عذاب بھیج کر دو سرے لوگوں کو تمہاری جگہ آباد کر دے چنانچہ بعد میں ابولہب ابو جہل امیہ ابن خلف وغیرہ کو ہلاک کر کے ان کے مکانوں زمینوں میں مسلمانوں کو بسادیا اور قریب ہی وقت میں سارے مکہ بلکہ سارے حجاز کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا شہر برحق بنادیا یا اگر رب چاہے تو تم کو موت دے کر تمہاری اولاد کو یہاں کا مالک فرمادے یہ واقعہ ہوتا ہی رہتا ہے لہذا اس بنیاد پر مت پھولو آخرت کو نہ بھولو کما انشاء کم من خولتہ قوم اخرین اس تشبیہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ جیسے پچھلی قوموں کو ہلاک فرما کر تمہیں ان کی جگہ آباد کر دیا، اصحاب فیل کی ہلاکت مکہ والوں میں بہت مشہور تھی یا جیسے تمہارے باپ داؤے سب کچھ بنا کر چھوڑ کر چلے گئے تم برت رہے ہو اسی طرح تمہاری چیزیں دو سری قوم پر تے گی یعنی تمہاری اولاد تمہاری قائم مقام ہوگی۔

چنانکہ دست بدست لداست ملک بما بدست وگر پھنل خواہد رفت

تفسیر کبیر نے پہلے معنی کو ترجیح دی تفسیر خازن وغیرہ نے دو سرے معنی کو خیال رہے کہ یہاں من تبغیضہ نہیں بلکہ یہ من ایما ہے جیسا کہ آجائے کہ اعطیتک من دینارک ثوبا میں نے تیرے دینار کا کپڑا دیا تو کپڑا دینار کا جز نہیں بلکہ اس کی جگہ آیا ہے ایسے ہی یہ مکہ والے قوم آخرین کی اولاد نہیں بلکہ ان کی جگہ میں آباد ہونے والے ہیں لہذا مطلب واضح ہے (تفسیر خازن) دو سری قوموں کی ذریت سے مراد وہی ہلاک ہونے والے لوگ ہیں ان کی اولاد نہیں کیونکہ ہلاک شدہ قوم کی نہ اولاد رہتی ہے نہ ان کی نسل چلتی ہے مقصد یہ ہے کہ گذشتہ قومیں جن کی اولاد ہلاک ہوئی ہم نے ان ہلاک شدہ لوگوں کی جگہ تم کو پیدا فرمایا، تمہیں ان کی ملک اور زمین کا مالک بنایا۔

خلاصہء تفسیر : ہماری تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اس آیت کے پہلے جز کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر جو قوی ہے اس کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ جن کافر جنات و انس کا ذکر تم نے ابھی سنا ان کفار کے دوزخ میں درجے علیحدہ علیحدہ ہیں کیونکہ ان کے اعمال بد مختلف ہیں جیسے ان کے کثرت ویسے ہی ان کا دوزخ میں درجہ بعض ہلویہ میں ہیں بعض سعیر میں بعض حمرہ میں بعض سقر میں۔ عمل تو بہت لوگ کرتے ہیں مگر ان کے اعمال کے درجے مختلف ہیں کوئی تھوڑا کام کر کے بڑا درجہ پالیتا ہے کوئی بڑا کام کر کے چھوٹا درجہ پاتا ہے۔ خیال رہے کہ بڑا درجہ حاصل کرنے کے لئے تین باتوں کا خیال رکھو۔ (1) فرائض واجبات پہلے کرو نوافل بعد میں بعض لوگ فرائض سے بے پروا ہوتے ہیں نوافل پر زور دیتے ہیں۔ (2) نیک اعمال میں سنت

رسول کا خیال رکھو، عمل تھوڑا کرو مگر ہمیشہ کرو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی محبوب ہے۔ (3) صرف نیک کام پر قناعت نہ کرو بلکہ اس کے ساتھ برے کاموں سے بچنے کی کوشش بھی کرو یہ دونوں چیزیں تقویٰ کی گاڑی کے دو پہیے ہیں یا تقویٰ کے دو بازو یا دو پر، تم یہ وہم نہ کرنا کہ رب تعالیٰ اتنی بڑی مخلوق کو ان کے ہر عمل کی سزا کیسے دے گا کیونکہ رب تعالیٰ ہر مخلوق کے ہر عمل سے خبردار ہے کسی سے غافل نہیں ایسے علیم و خیر پر یہ کچھ مشکل نہیں کہ مجرموں کو ان کے جرموں کے مطابق سزا دے دنیا میں اس کی ڈھیل سے دھوکا نہ کھاؤ، اس ڈھیل کی وجہ یہ نہیں کہ رب تعالیٰ کو ان کی حرکتوں کی خبر نہیں بلکہ وجہ یہ ہے وہ بے نیاز بادشاہ ہے کوئی اس کی پکڑ سے کہل بچ کر جائے گا ساتھ ہی رحمت و کرم والا ہے بندوں کو موقعہ دیتا ہے ان میں ہلوی بھیجتا ہے کہ میرے دروازہ پر آؤ، اے نخرے کرنے والے کافرو وہ چاہے تو تم کو اس زمین سے نکل دے اور تمہاری جگہ جسے چاہے تمہارا جانشین کر دے تمہاری زمین اس مخلوق سے آباد کر دے تم اپنے حالات میں غور کرو کہ گذشتہ قوموں کی کافراؤ لاد کو ہلاک فرما کر تم کو ان کی جگہ آباد کیا اور بسایا کہل گئی قوم نوح قوم لوط وغیرہ ان سے عبرت پکڑو ہر وقت اپنے آپ کو اللہ کے قبضہ میں جانو، خلاصہ یہ ہے کہ اس آیت میں رب نے اپنی چار صفات کا ذکر فرمایا۔ **وہک الغنی ذو الرحمة۔** ان بشارت رب کی حمدیں ہو کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتیں چار قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو ہم جیسے گنہگار اپنے خیال سے کریں دوسرے وہ جو انبیاء کرام و اولیاء کریں تیسرے وہ جو حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کریں چوتھے وہ جو خود خالق کبریا کرے، یہاں حمد کی یہ چوتھی قسم ہے، لہذا بہت اعلیٰ حمد ہے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: سارے کفار جن وانس دوزخی ہیں اور ان کے دوزخ میں درجات مختلف ہیں جیسا کفر و یاس اس کا مقام یہ فائدہ لکل درجات کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: قیامت میں لوگوں کو اعمال کی جزائیں مختلف ملیں گی ایک شخص معمولی نیکی سے بڑا درجہ حاصل کرے گا دوسرا شخص بڑی نیکی سے معمولی درجہ پائے گا، حضرات صحابہ کرام چار میر جو کی خیرات سے وہ درجہ پائیں گے جو دوسرے لوگ پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے نہیں پاسکتے۔ حرمین طہین کی ایک نیکی دوسری جگہوں کی ہزار ہا نیکیوں سے بڑھ کر ہے رمضان شریف کے مہینہ کا ایک عمل دوسرے مہینوں کے ستر عملوں سے بڑھ کر ہے جہاں مسجدیں بہت ہوں مگر کونوں کوئی نہ ہو وہاں ایک کونوں نکل دینے کا ثواب بہت سی مسجدیں بنانے سے زیادہ ہے کہ مسجدیں وہاں بیکار ہیں یہ فائدہ لکل درجات کی آخری تفسیر سے حاصل ہوا۔

مسئلہ : اعمال کے درجات اور چیزیں ہیں ثوابات کچھ اور ثوابت بڑھتے ہیں محنت زیادہ ہونے سے گرمی کے روزے کا ثواب سردی کے روزے سے زیادہ ہے مگر درجات یعنی قرب الہی زیادہ ہوتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع زیادہ ہونے سے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیارے ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا اللہ کو پیاری پھر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اداؤں کا نقل ہے وہ بھی اللہ کو پیارا و تر کے بعد نقل کھڑے ہو کر پڑھو تو ثواب زیادہ مگر بیٹھ کر پڑھو تو درجہ زیادہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بیٹھ کر ہی پڑھتے تھے۔ خلفاء ثلاثہ کی شہادتوں کا ثواب زیادہ ہو سکتا ہے کہ وہ تلوار سے ہوئیں مگر ابو بکر صدیق کی شہادت کا درجہ اور قرب الہی زیادہ کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع زیادہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات خیبر والے زہر سے ہوئی حضرت صدیق کی وفات غار ثور والے سانپ کے زہر سے ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر وفات کی شب چراغ میں تیل نہیں۔ جناب صدیق کی وفات کے وقت کفن کے لئے کپڑا پامیے نہیں۔ یہ ہے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کی نقل یہ خدا کو پیاری ہے۔ تیسرا فائدہ: دوزخ اور وہاں کے طبقے ہر کافر جن وانس کے لئے ہیں جنات کافر دوزخی ہیں یہ فائدہ لکل درجات کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے لا ملن جہنم من النجس والناس اجمعین مگر جنت اور وہاں کے درجات صرف مومن انسانوں کے لئے ہیں نہ فرشتوں کے لئے نہ مومن جنات کے لئے۔ چوتھا فائدہ: جنت اور وہاں کی نعمتیں مومن جن وانس سب کے لئے ہیں یہ فائدہ لکل درجات کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دیکھو تفسیر قول حضرت امام محمد ابو یوسف کا ہے امام اعظم اور سارے محققین علماء یہ ہی فرماتے ہیں کہ جنت صرف مومن انسانوں کے لئے ہے۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ بے نیاز ہو کر رحیم و کریم ہے یہی کمال ہے محتاجی کی رحمت و کرم عیب ہے یہ فائدہ الغنی فوالرحمت سے حاصل ہوا دیکھو مجبوری کی معافی کی آیات منسوخ ہیں رحم و کرم کی معافی کا اب بھی حکم ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار مکہ پر قابو پا کر انہیں بے بس کر کے معاف کیا مجبوری معافی معافی نہیں بلکہ دینا ہے۔ رب فرماتا ہے فاعفوا واصفحوا حتی یاتئى الله بامرہ دباؤ کی معافی منسوخ فرمادی۔ چھٹا فائدہ: چونکہ اللہ تعالیٰ رب العالمین ہے اس لئے وہ عالم کے ذرہ ذرہ سے خبردار ہے کہ بغیر خبر ربوبیت ناممکن ہے یوں ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃ للعالمین ہیں لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم کے ہر ذرہ و قطرہ سے خبردار ہیں کہ بغیر علم رحمت نہیں ہو سکتی۔ رحمت کے لئے علم قدرت قرب سب ہی ضروری ہیں۔ یہ فائدہ وما یک بغافل سے بھی حاصل ہوا اور یک الغنی فوالرحمت سے بھی خیال رہے کہ غنا ربوبیت کا دار ہے اور احتیاج بندگی کا دار۔ ساتواں فائدہ: قیامت تک دنیا میں باطنی عذاب یعنی بعض قوموں کی تباہی بعض کا عروج ہوتا رہے گا آج کسی قوم کو ترقی ہے کل کسی کو۔ ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے ظاہری عذاب بند ہو گئے۔ جیسے غیبی پتھر سنا صورتیں مسخ ہونے۔ یہ فائدہ ان یثابونہم سے حاصل ہوا اور ظاہری عذاب عمومی بند ہو گئے قریب قیامت بعض کی صورتیں مسخ ہوں گی بعض قومیں سو رہندو غیرہ بنیں گی جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا مومن انسانوں کی طرح مومن جنات بھی جنت میں جائیں گے اور وہاں کے درجات پائیں گے کیونکہ اس سے پہلے جن وانس دونوں کا ذکر ہوا پھر فرمایا گیا ولکل درجات (نوٹ) یہ دلیل ان حضرات کی ہے جو جنت کو بھی جنتی مانتے ہیں جیسے حضرت امام محمد ابو یوسف وغیرہا مگر ہمارے امام اعظم اور محققین علماء کا مذہب یہی ہے کہ جنت جزا صرف مومن انسانوں کے لئے ہے جواب: یہ دلیل نہایت ہی کمزور ہے۔ لولا اس لئے کہ لکل سے مومن جن وانس مراد لیٹا خلاف موقع ہے کہ ابھی اس سے پہلے کافر جن وانس کا ذکر گزرا ہے وہی یہاں مراد ہیں۔ دوسرے یہ کہ درجات سے جنت کے درجے مراد لیٹا ضعیف ہے۔ قوی یہ ہے کہ اس سے دوزخ کے درجے مراد ہوں۔ تیسرے یہ کہ درجات سے دنیا کے درجات مراد ہو سکتے ہیں۔ یعنی مومن جن وانس کے دنیاوی درجے مختلف ہیں۔ کوئی عام مومن ہے کوئی ولی ہے کوئی صحابی ہے۔ چوتھے یہ کہ اگلے فرمان علی سے معلوم ہو رہا ہے کہ یہ کلام غضب کا ہے کہ ارشاد ہے وما یک بغافل عما یعملون ان جن وانس کے اعمال سے آپ کا رب غافل و بے خبر نہیں یہ فرمان بظاہر غضب کے لئے ہوتا ہے۔ پانچویں یہ کہ قرآن مجید کی کوئی صریح آیت جنت کے جنتی ہونے کی نہیں مگر ان کے جنتی نہ ہونے کی صریح آیت موجود ہے رب فرماتا ہے یا قومنا اجمعوا داعی اللہ وامنوا بہ یغفر لکم من ذنوبکم و یجرکم من عذاب الیم۔ دیکھو اس آیت کریمہ میں جنت کے ایمان و اعمال کا نتیجہ معافی گناہ اور عذاب سے نجات قرار دیا گیا کہ جنت کی نعمتیں۔ اتنی وجہ کے ہوتے ہوئے

انہیں جنتی ماننا کچھ ضعیف ہی ہے۔ دوسرا اعتراض: سورہ رحمن شریف میں جنتیوں کی نعمتوں کا ذکر فرما کر ارشاد ہے۔ لبای الاء رکما تکنہا ن اے جن وانس تم رب تعالیٰ کی کون کون سی نعمتوں کو جھٹلاؤ گے اگر جنت کو جنت ملنے ہی نہیں تو ان سے یہ خطاب کیوں ہے؟ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اس سورہ رحمن شریف میں دریا وہاں کشتیوں کی روانی کا ذکر فرما کر بھی یہی ارشاد ہے۔ دیکھو فرمایا ہے۔ ولہ الجوار المنشات فی البحر کالاعلام لبای الاء رکما تکنہا ن حالانکہ کشتیوں جہازوں سے صرف انسان ہی کو فائدے ہیں جنت کو ان کی کوئی ضرورت نہیں جواب تحقیقی یہ ہے کہ جن وانس کے مجموعہ پر وہاں احسان جتلیا گیا ہے اور ایک فریق کی نعمت کی نسبت مجموعہ کی طرف ہو سکتی ہے جس کی دلیل ابھی پچھلی آیت کی تفسیر میں گزر گئی باخرج منہما اللولو والمرجان۔ حالانکہ موتی مونگہ صرف کھاری سمندر سے نکلتے ہیں نہ کہ بیٹھے سے۔ تیسرا اعتراض: قرآن کریم ہشتی حوروں کے متعلق ارشاد فرماتا ہے لم یطمئنہن انس قبلہم ولا جان اس سے پہلے انہیں نہ انسان نے بیاہا نہ جنت نے جس سے معلوم ہوا کہ آئندہ مومن جنت کو حوریں ملیں گی۔ جواب: یہ اعتراض بھی نہایت کمزور ہے پہلے جنت میں جن ابلیس رہ چکا ہے اور حضرت آدم علیہ السلام بھی وہاں قیام فرما چکے ہیں اس وقت وہاں کی نعمتیں ان دونوں نے استعمال کی تھیں۔ شبہ تھا کہ شاید وہاں کے میوہ جات کی طرح حوریں بھی ان کی خدمت میں رہی ہوں انہوں نے ان سے بھی فائدہ اٹھلایا ہو اس کی نفی فرمانے کے لئے یہ ارشاد ہوا کہ حوریں بعد میں بطور جزا جنتیوں کو ملیں گی ابھی کسی نے انہیں ہاتھ نہیں لگایا اس سے یہ کیسے ثابت ہو سکتا ہے کہ آئندہ یہ دونوں انہیں ہاتھ لگائیں گے دعویٰ اور ہے دلیل کچھ اور۔ چوتھا اعتراض: جب مومن جنت ہماری طرح ایمان و اعمال اختیار کرتے ہیں تو انہیں جنت نہ دینا بے انصافی ہے چاہئے کہ انہیں بھی جنت عطا ہو۔ جواب: اس اعتراض کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ فرشتے ہم سے زیادہ نیکیاں کرتے ہیں اور کبھی گناہ نہیں کرتے مگر انہیں نہ جنت ملے نہ وہاں کی نعمتیں کیا اسے بھی ظلم قرار دو گے معوذ باللہ۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ ہر مخلوق کی جیسے غزلو نیلوی مختلف ہے ویسے ہم اعلیٰ نعمتیں کھاتے ہیں مگر جنت ہڈیاں کو ملے کھاتے ہیں گو برہن کے جانوروں کی غذا ہے ہم کام کم کرتے ہیں مگر اعلیٰ درجہ کی غذا کھاتے ہیں جانور ہم سے زیادہ کام اور محنت کرتے ہیں مگر کھاتے ہیں گھاس بھوسہ یہ تو رب کی تقسیم ہے جسے جو چاہا عطا فرمایا اس پر کسی کو اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ دیکھو گزشتہ سورہ نصاریٰ اور مسلمانوں کی جزاؤں میں فرق ہے ہم مسلمانوں کو تھوڑے عمل پر بڑی جزاء ہمارے دوسرے چرے چمکیں گے دوسری مومن قوموں کی یہ جزائیں نہیں اس کی تقسیم پر کوئی اعتراض نہیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اگر اللہ چاہے تو موجود کفار کو ہلاک کر دے اور دوسری قومیں آبلو فرما دے مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا کہ اے محبوب ہم تمہارے ہوتے ان پر عذاب نہ بھیجیں گے تو کیا رب تعالیٰ کے وعدوں کا خلاف ہو سکتا ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ یہاں ظاہری عذاب سے ہلاک کرنا مراد نہیں بلکہ لے جانے کی وہ صورتیں مراد ہیں جو ابھی تفسیر میں عرض کی گئیں۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ گزشتہ ہلاک شدہ قوموں کی ذریتیں باقی رکھی گئیں اور اہل عرب ان ہی کی اولاد سے ہیں مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ تو ہلاک شدہ قوموں کی نسل چلی نہ ان کی نسل سے موجودہ عرب ہیں پھر یہ کیونکر درست ہوا۔ کما انشاء کم من ذریتہ قوم اخوینہ جواب: اس اعتراض کا جواب تفسیر خازن نے یہ دیا ہے کہ یہاں من عنیت کا نہیں بلکہ عوض کا ہے اور ہلاک شدہ قوموں کی ذریت

نہ علی بلکہ یہ ہلاک شدہ لوگ دوسری قوم کی ذریت تھے وہی یہاں مراد ہے لہذا آیت واضح ہے۔ ساتواں اعتراض: اللہ تعالیٰ نے اپنی صفت ربوبیت کا چار طرح ذکر قرآن مجید میں کیا ہے وہ کسے محبوب آپ کا رب و حکم اے مسلمانو تمہارا رب رب الناس سب لوگوں کا رب رب للعالمین تمام جہانوں کا رب معلوم ہوا کہ ہم اور نبی بلکہ ساری مخلوق عبدیت میں برابر ہیں ہم سب کا رب اللہ ہی ہے پھر تم نبیوں و لوگوں سے کیوں ڈرتے ہو اور ان سے کیوں آس لگاتے ہو کیا اللہ تمہارا رب نہیں ہے۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی و دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ اگر بکری کہے کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اور شیر بھی پھر مجھ میں اور شیر میں فرق کیا ہے تو اس سے یہی کہا جائے گا کہ تو شیر کے سامنے جا کر دیکھ لے فرق معلوم ہو جائے گا یہ فرق فرعون، نمرود، ابو جہل سے پوچھ کہ تم نے نبی کا مقابلہ کر کے کیا پایا تمہاری اور ان کی بندگی میں کیا فرق ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ ہم رب کے محض بندے ہیں یہ حضرات رب کے بندے ہیں اور بندوں کے مولیٰ ہیں ان کی طرف بندوں کی نسبت ہو جائے تو بیزار ہو جائے۔ حضرت سفینہ کے سامنے جب شیر آیا تو آپ نے اس سے یہ نہ کہا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں ورنہ شیر کتا کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں بکرا بھی اللہ کا بندہ میں اللہ کے بندوں ہی کو کھایا کرتا ہوں بلکہ یہ کہا کہ انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اے ابوالسائب (شیر) میں رسول اللہ کا غلام ہوں راستہ بھول گیا ہوں ان سے پوچھ کہ اے سفینہ تمہاری عبدیت اور محمد مصطفیٰ کی عبدیت میں کیا فرق ہے۔ آٹھواں اعتراض: اللہ تعالیٰ رحمت والا بھی ہے اور قہر جبر و کبریاں والا بھی تو اس نے ذوالرحمہ کیوں فرمایا ذوالقہر کیوں نہ فرمایا۔ جواب: چند وجہ سے۔ ایک یہ کہ اس کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے اس لئے قرآن مجید کی ابتداء بسم اللہ اور سورہ فاتحہ سے ہوئی دونوں میں الرحمن الرحیم ہے دوسرے یہ کہ اس کا قہر و غضب بلا سبب نہیں آتے ہماری حرکتیں قہر و غضب کا باعث ہوتی ہیں مگر اس کی رحمتیں بلا وجہ بھی آتی ہیں۔ تیسرے یہ کہ اس کا غضب کبھی آتا ہے مگر رحمت ہمیشہ اور ہر طرح چوتھے یہ کہ اس نے اپنے محبوب کو رحمت بنا کر بھیجا غضب بنا کر نہ بھیجا ان پر دست قدرت کو ناز ہے پانچویں یہ کہ غضب کا ظہور ایک دو طرح ہی ہوتا ہے مگر رحمت کا ظہور صد ہا طرح کبھی دولت، رحمت، عزت، ولاد وغیرہ کے ذریعہ جو بظاہر بھی رحمت ہیں اور کبھی اس کے برعکس بھی بیماری، مصیبت و تکلیف وغیرہ کے ذریعہ کو وہ بھی درحقیقت رحمت ہی ہیں حکیم آپریشن کرے یا کڑوی دوا دے وہ بھی مہربانی ہے سوتے کو آگ پر تپانا، تھوڑے مارنا قرب محبوب کے لئے ہے ہر حال ذوالرحمتہ کا ارشاد دریا ئے ناپید اکنا رہے۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا میں اعمال تو بہت سے لوگ کر لیتے ہیں مگر ان اعمال سے پورا فائدہ کوئی کوئی اٹھاتا ہے بعض اہل علم اپنی عبادت کو بھی عبادت بنا لیتے ہیں کہ ان کا کھانا پینا سونا جاگنا حتیٰ کہ مرتاجینا بھی عبادت ہوتا ہے اور ان کے ثواب کا سلسلہ تاقیامت جاری رہتا ہے ان کی دکان کبھی بند نہیں ہوتی ان کی دکان کے سودے کبھی ختم نہیں ہوتے اور بعض بے وقوف وہ ہیں جو اپنی حماقت سے عبادت کو بھی عبادت بنا لیتے ہیں کہ ان کے روزے نماز بھی انہیں فائدہ نہیں پہنچاتے یا بہت کم پہنچاتے ہیں وہ جاگتے میں سونے والوں سے بدتر ہوتے ہیں اور جیتے جی مردوں سے کم تر ان کی دکان یا تو کھلتی نہیں یا بہت کم کھلتی ہے ان کے ہاں ہمیشہ سودوں کی کمی رہتی ہے اللہ تعالیٰ ان دونوں قسم کے لوگوں اور ان کے اعمال کی قدر و قیمت سے خبردار ہے کسی سے غافل نہیں ہر ایک کو اس کے حق کے مطابق جزا دے گا یوں ہی بعض وہ لوگ ہیں جن کے بڑے گناہ بھی چھوٹے بن جاتے ہیں یا معاف ہو جاتے ہیں یا نیکیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں بعض وہ ہیں جن کے چھوٹے گناہ بڑے بن جاتے ہیں یا کفر میں تبدیل ہو جاتے ہیں

ان کو سزا بقدر حق ملے گی، صوفیاء فرماتے ہیں کہ گناہ بلکہ کفر تین طرح کے لئے نفس کے لئے شیطان کے لئے اللہ و رسول کے لئے۔ پہلے دونوں قسم کے گناہوں اور کفر کی سزا سخت ہے۔ تیسرے قسم کے گناہ و کفر کی سزا ہلکی ہے یا ہے ہی نہیں دیکھو قابیل نے قتل ہابیل کا گناہ کیا نفس و شیطان کے لئے وہ اب تک پھٹکارا ہوا ہے ہر قتل میں اس کا حصہ ہے۔ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام پر ظلم کئے مگر کیوں یعقوب علیہ السلام کے منظور نظر بننے کے لئے کہ یوسف علیہ السلام یہاں نہ ہوں گے تو والد ہم سے ہی محبت کریں گے یہ تھانی کے لئے گناہ اس کا انجام یہ ہوا کہ ان سب کو توبہ کی توفیق مل گئی اور وہ سارے اولیاء صحابی بلکہ بعض علماء کے نزدیک نبی بنا دیئے گئے زلخانے گناہ کئے تو یوسف علیہ السلام کے لئے آخر کار توبہ کی توفیق مل گئی ابولہب نے بھی کفر کیا اور ابوطالب نے بھی مگر ابولہب کا کفر نبی سے عداوت کے لئے قتل و بدترین جہنمی ہوا۔ ابوطالب کا کفر تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شر کفار سے بچانے کے لئے تاکہ کفار میری رعایت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ ستائیں دیکھ لو۔ ابوطالب بہت ہلکی سزا میں ہیں بلکہ ہو سکتا ہے کہ دوزخ سے نکال دیئے جائیں اللہ تعالیٰ کے اس رحمت والے لپ میں ہوں جو وہ دوزخیوں کا بھر کر حنت میں ڈالے گا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ذوالرحمہ میں رحمت سے مراد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین رب نے اپنے کو ذوالرحمہ فرمایا یعنی محمد مصطفیٰ والا رب۔ چونکہ ساری نعمتیں فانی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت باقی نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری نعمتوں کو رحمت بنانے والے ہیں کہ ان کی اطاعت کے بغیر سب نعمتیں عذاب ہیں نیز ساری نعمتیں ہماری پردہ در ہیں کہ ہمارے خلاف کو ای دے سکتی ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پردہ پوش اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت اعلیٰ ہیں اور اللہ تعالیٰ رحمت والا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ غنی بھی ہے رحیم و کریم بھی بے نیاز بھی دنیا اس کی ملکیت ہے تم کو یہاں عاریت کچھ روز کے لئے اس نے بسایا ہے یہ جگہ تمہاری ملک نہیں اگر وہ چاہے تو یہاں سے تم کو ہٹا کر دوسروں کو آبلو کر دے۔ عاریت اور عارضی چیز پر کسی کا دعویٰ نہیں تم سے پہلے یہاں اور لوگ آبلو تھے وہ گئے تم آئے۔ اس طرح تمہاری جگہ دوسرے آسکتے ہیں لہذا فرصت کو غنیمت

جانو۔ ہم دیکھیں جگ جلت ہے جگ دیکھے ہم جائیں ہم خود بیٹھے رہو پر اوروں پر بچھتائیں!
صوفیاء فرماتے ہیں کہ کامیابی دو چیزیں اختیار کرنے میں ہے اور تین چیزیں چھوڑنے میں۔ علم، عمل اختیار کرو دنیا، کسل، دُمل چھوڑو، دارالقرار یعنی بھاگنے کی جگہ کو دارالقرار یعنی رہنے کی جگہ نہ سمجھو۔

حکایت : ایک بزرگ کے گھر میں کوئی شخص گیا گھر خالی پایا پوچھا سلمان کچھ نہیں صاحب خانہ نے کہا کہ میرے پاس دو گھر ہیں ایک خوف کا گھر۔ دوسرا امن کا گھر۔ ہم جو کھاتے ہیں خطرناک گھر (دنیا) میں نہیں رکھتے دارالامن یعنی آخرت میں بھیج دیتے ہیں وہ بولا کہ کچھ تو گھر میں رکھو صاحب خانہ نے کہا کہ یہ گھر عارضی ہے نامعلوم مالک کب واپس لے لے گا خالی کرائے عاقبتہ النار لا یبارک والا خدا و لہم نہا یعنی آخرت کا گھر ان نیکوں کے لئے ہے جن کی راتیں بھی دن ہیں۔

إِنْ مَا تُوْعَدُونَ لَا تِلْ وَمَا أَنْتُمْ بِمُعْجِزِينَ ﴿٣٥﴾ قُلْ يَقَوْمِ اعْمَلُوا

تحقیق وہ چیز کہ وعدہ کئے جاتے ہو تو البتہ آنے والی ہے اور نہیں ہو تم عاجز کرنے والے۔ فرماؤ اے قوم میری عمل کرو بیشک جن کا تمہیں وعدہ دیا جاتا ہے ضرور آنے والی ہے اور تم تمہکا نہیں سکتے تم فرماؤ اے میری قوم

عَلَىٰ مَكَانَتِكُمْ إِنِّي عَامِلٌ ۖ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَنْ تَكُونُ لَهُ

او پر تمہکانے کے اپنے بیشک میں کام کرنے والا ہوں پس منقریب جان لو گئے تم اس کو کہ ہو گا واسطے اس تم اپنی جگہ پر کام کرنے جاؤ میں اپنا کام کرتا ہوں تو اب جاننا چاہتے ہو کس کا رہتا ہے

عَاقِبَةُ الدَّارِ إِنَّهُ لَا يُفْلِحُ الظَّالِمُونَ ﴿٣٦﴾

کے آخری گھر بیشک نہیں کامیاب ہوتے ظالم لوگ۔

آخرت کا گھر بیشک ظالم فلاح نہیں پاتے۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا ذکر ہوا۔ اب ان کے یقینی ہونے کا تذکرہ ہے کہ کفار پر عذاب ضرور آئیں گے وہ ہم سے بچ کر کہاں جائیں گے اس کا مقصد ہے کفار کو ڈرا کر ایمان کی طرف مائل فرمانا۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں گنہگاروں کے عذابوں نیک کاروں کے ثوابوں کا ذکر ہوا اب عجیب انداز سے ارشاد ہے کہ ثوابوں کے وعدے ضرور بالضرور پورے ہوں گے مگر عذابوں کی وعیدیں قابل معافی ہیں کوئی مجرم خود نہیں بچ سکتا ہم چاہیں تو معاف فرما دیں چنانچہ وعدوں کے لئے فرمایا ان ما توعدون لا ت اور وعیدوں کے بارے میں ارشاد ہے وما انتم بمعجزین (نوٹ) یہ دونوں باتیں تفسیر کبیر نے ارشاد فرمائیں۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے عذابوں کا ذکر تھا اب ان کے وقت کا ذکر ہے کہ عذابوں کی جگہ دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے من تکون له عاقبت الدار چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں ایک خاص طریقہ سے کفار کو کفر سے روکا گیا تھا یعنی ڈرا دھمکا کر اب دوسری طرح انہیں کفر سے روکا جا رہا ہے یعنی اظہار بیزاری فرما کر قل یا قوم اعملوا غرضیکہ مقصود ایک ہے نو میتیں الگ الگ ہیں کیونکہ لوگوں کی فطرتیں جدا گانہ ہیں بعض ڈر کر مانتے ہیں بعض اور طریقہ سے۔

تفسیر : ان ما توعدون لا ت اس جملہ کی تین تفسیریں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ مائے مراد ہے موت یا قیامت۔ روہاں کا حساب و کتب اور بعد میں سزا و جزاء۔ اس صورت میں یہ خطاب سارے انسانوں سے ہے کافر ہوں یا مومن کیونکہ یہ چیزیں یہ وارداتیں سب کے لئے ہیں سب پر آنے والی ہیں تو وعدہ سے مراد وعید کا مقابل وعدہ بلکہ وعدہ وعید دونوں کو شامل ہے۔ دوسرے یہ کہ مائے مراد صرف برزخی و اخروی عذاب ہیں اور خطاب ان کفار سے ہے جن کا کفر پر مرنا علم الہی میں آچکا تو توعدون بنا ہے وعدہ معنی وعید سے تیسرے یہ کہ مائے مراد برزخی و اخروی ثوابات ہیں اور خطاب ہے مسلمانوں سے اور توعدون وعدہ سے وعید کا مقابل یعنی اچھی جزاء کا امیدوار بنانا۔ تفسیر کبیر نے یہی تیسری تفسیر اختیار کی اور معنی یہ کئے کہ اے مسلمانو ہم نے تم سے تمہارے ایمان نیک اعمال پر جمہور سے کئے تم کو وعدہ ہے کہ تم کو ضرور پھنسیں گے ناممکن ہے کہ نہ پہنچیں یا

کم پہنچیں کیونکہ وعدہ خلافی عیب ہے جس سے ہم پاک و منزہ ہیں۔ رہے تمہارے گناہوں پر تم سے وعیدیں وہ آئیں یا نہ آئیں ہمارے کرم سے معاف ہی ہو جائیں لات فرما کر ایک لطیف اشارہ اس جانب فرمایا کہ بظاہر تم ان کی طرف جارہے ہو مگر حقیقت میں وہ تم تک آرہی ہیں وہ تم کو تلاش کر کے تم تک پہنچ رہی ہیں ہم موت کی طرف نہیں دوڑ رہے ہیں موت ہم تک بھاگی آرہی ہے دنیا جارہی ہے آخرت آرہی ہے۔ بظاہر جنت کی طرف اعمال کے ذریعہ ہم جارہے ہیں مگر حقیقت جنت ہماری طرف آرہی ہے۔ وہ طالب ہے مومن مطلوب یا مجازاً یہ فرمایا جیسے ریل کی سواریاں کتنی ہیں کہ لاہور آرہا ہے حالانکہ لاہور تو اپنی جگہ قائم ہے اور ہر ہم جارہے ہیں یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ما تو عدون میں خطاب مسلمانوں سے ہو اور ما انتم بمعجزین میں خطاب کفار سے۔ خیال رہے کہ تو عدون میں بڑی گنجائش ہے اس میں وہ وعدے بھی شامل ہیں جو رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمائے اور وہ وعدے بھی جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ یا اہل بیت یا ساری امت سے فرمائے خواہ شخصی وعدے ہوں جیسے ابو بکر جنتی ہیں حسین و حسن جو انجن جنت کے سردار ہیں یا نوعی وعدے کہ جو مومن سماعت و تہجد نہ کلاہند ہو گا اس کی زندگی بھی طیب ہوگی، موت بھی طیب۔ اسی لئے تو عدون فرمایا و عذابنا نہیں فرمایا یہ بھی خیال رہے کہ موت آنی سب کو ہے مگر کسی کے لئے دعوت ملے بن کر کسی کے لئے طلبی کا سمن بن کر کسی کے لئے وارنٹ گرفتاری بن کر موت ایک ہے مگر اس کی نوعیتیں جدا گانہ۔ لہذا موت یا قیامت سے بچنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اس کی تیاری کرو ما انتم بمعجزین اس جملہ میں خطاب صرف کفار سے ہے اگر پچھلے جملہ میں خطاب کفار سے تھا تو یہ جملہ اس کی وجہ و علت ہے یا اس کی شرح اور اگر وہاں خطاب صرف مسلمانوں سے تھا تو اس فرمان کے ایک حصہ میں خطاب مومنوں سے ہے اور اسی حصہ میں خطاب کفار سے مگر سبحان اللہ طریقہ بیان مختلف ہے تاکہ معلوم ہو کہ رب کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے یعنی یہ نہیں فرمایا کہ اے کافرو تم کو ہر گناہ کی سزا ضرور ملے گی جیسے ثواب کے متعلق فرمایا تھا لات بلکہ یوں فرمایا کہ تم ہماری پکڑ سے نہیں بچ سکتے اگر ہم ہی تمہارا عذاب ہلکا کر دیں یا بعض گناہوں کی سزا نہ دیں تو ہم قادر ہیں۔ (از تفسیر کبیر) خیال رہے کہ کفار کی بخشش عمن کلاہند میں داخلہ ناممکن ہے ان اللہ لا یفلحون بشرک بہ مگر ان کے بعض گناہوں کی معافی عذاب کا ہلکا ہونا ممکن بلکہ واقع ہے ابو طالب اور ابولہب کا حل یکساں نہیں یوں ہی فرعون اور نوح و شیرون و حاتم طائی کی سزائیکساں نہیں بمعجزین ہٹا ہے اعجاز سے جس کلاہند معجز ہے۔ اعجاز کسی کو عاجز کر دینا حاکم کی پکڑ سے بچ نکلتا اے تمہارا قل یا قوم اعملوا علی مکانتکم یہاں قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن کفار سے ہے۔ قرآن مجید میں قل کے موقع مختلف ہیں کبھی اس کے معنی ہوتے ہیں کہ اے محبوب ہم سے کہو قل اعوذ ب اللہ کبھی یہ کہ مومنوں سے کہو جیسے قل یا عباد اللہ اسرلوا کبھی یہ کہ کافروں سے کہو جیسے یہاں ہے کبھی یہ سارے انسانوں سے کہو قل یا ایہا الناس رب سے عرض میں اظہار نیاز مندی ہوتا ہے مومنوں سے خطاب میں اظہار کرم نوازی۔ کفار سے خطاب میں یا اظہار غضب یا اظہار بیزاری۔ یہاں اس میں آخری مقصد کے لئے قل ارسلو ہول تبلیغ کے تین طریقے ہیں۔ اچھے اعمال کی جزاء کا بیان، برے اعمال کی سزائیں بیان، بدکاروں سے بیزاری کا اظہار اور معلوم میں نہ اظہار کو ہے۔ قوم سے مراد ہم مذہب قوم نہیں بلکہ ہم وطن یا ہم نسب قوم مرلو ہے۔ قوم کی بہت قسمیں ہیں ہم پیشہ ہم زبان ہم وطن ہم نسب ہم مذہب ہم غیر مذہب قوم کہلاتے ہیں مذہب کے لحاظ سے مومن کافر کا ہم قوم نہیں کفار کو قوم کہہ کر پکارنا انہیں اپنی طرف سائل فرمانے کے لئے ہے کہ اگرچہ تم مجھ سے دشمنی کرو مگر میں

تو تم کو نبی یا ملکی زبانی قوم ہی کہہ کر پکاروں گا اعلو میں عمل سے مراد شرک کفر و گناہ وغیرہ ہیں اور یہ حکم نہ تو اجازت دینے کے لئے ہے نہ واجب کرنے کے لئے بلکہ اظہار بیزاری فرما کر روکنے کے لئے ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے من شاء للکفر جیسے مہربان باپ ثلاثی بیٹے سے بطور غضب کہے کہ خوب بد معاشرے کے جاہل قراءت میں مکاتہ واحد ہے، بعض قراءتوں میں مکاتہ کلم جمع ہے مکاتہ مصدر ہے اور مصدر اگرچہ ہمیشہ واحد ہی آتا ہے مگر بعض حالات میں جمع بھی آجاتا ہے (کبیر) اس کا فعل کن ممکن ہے تمکین اور مکاتہ دونوں مصدر ہیں معنی قوت و قدرت یا معنی حالت ہے یا ظرف ہے کن یکنون کا اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے اسی توجیہ سے ترجمہ فرمایا ہے یعنی اپنی قدرت و قوت بھر کفر و گناہ کئے جاؤ کی نہ کرو یا اپنی حالت پر کفر کئے جاؤ یا اپنی جگہ کفر کئے جاؤ (کبیر) اعلیٰ علی میں ان کے عمل کے مقابل کا ذکر ہے یعنی میں اپنی قدرت بھرا اپنی حالت پر یا اپنی جگہ ایمان و نیک اعمال کئے جاؤں گا اگر عمل سے مراد تبلیغ نبوت ہے تو اعلیٰ اپنے معنی پر ہے اور اگر اس سے مراد ایمان و تقویٰ ہے تو یہ فرمان اپنے سارے غلاموں کی طرف سے ہے یعنی میں اور میرے یہ غلام اپنی حالتوں پر عمل کئے جائیں گے تم اپنی روش نہیں بدلتے ہم اپنی روش کیوں بدلیں فسوف تعلمون یہ فرمان علی گذشتہ فرمان کو واضح فرما رہا ہے کہ وہ غضب کے اظہار کے لئے ہے نہ کہ گناہوں کی اجازت کے لئے سوف فرما کر یہ بتایا کہ تمہارا جان لینا عنقریب ہی ہے مرتے ہی جان جاؤ گے جاننے سے مراد مشاہدہ کا جانتا ہے یعنی تم آنکھوں دیکھ لو گے جو ابھی بیان ہے وہ عنقریب عیاں ہو جائے گا من تکون له عاقبتہ الداویہ عبارت تھلمون کا مفعول ہے من سے مراد سارے انسان ہیں کافر ہوں یا مومن اور من استفہامیہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ من موصولہ ہو اور اس سے مراد مومنین ہوں عاقبتہ مصدر ہے جیسے عاقبت۔ لہ میں لام نفع کا ہے وار سے مراد دنیا ہے یعنی تم جان لو گے کہ دنیا کا انجام کس کے لئے مفید ہو گا یا ناکھیتی ہے جس سے بولیا اس کے لئے انجام اچھا ہو اجو غافل رہا اس کے لئے انجام برہو (لا معلیٰ) بعض مفسرین نے فرمایا کہ دلو سے مراد آخرت ہے اور عاقبت سے مراد ہے اچھا انجام (جلالین) بہر حال مقصد ایک ہے ہی۔ خیال رہے کہ کافروں کے لئے دنیا و آخرت دونوں وہل ہیں لہذا ان کے لئے عاقبتہ الداویہ درست ہے اور مومنوں کے لئے دنیا و آخرت دونوں ہی رحمت ہیں وہ دنیا میں کما ہے آخرت میں نفع اٹھاتا ہے لام نفع کے لئے آتا ہے اور علی نقصان و ضرر کے لئے انہ لا یفلح الظالمون یہ فرمان علی گذشتہ اجل کی تفصیل ہے وہل تو فرمایا تھا تم جان لو گے کہ اچھا انجام کس کا ہو گا اب صراحت "فرمادیا کہ مومنوں کا ہو گا کیونکہ تم کافر ہو اپنے پر ظالم ہو ظالم تو کبھی کامیاب ہوتے نہیں تو تم کامیاب کیونکر ہو سکتے ہو، بول کر آم کیسے کھا سکتے ہو تخم خار سے خار پیدا ہوتے ہیں تخم بار سے بار یعنی پھل۔ خیال رہے کہ ظلم کے بہت معنی ہیں کسی کا حق مارنا کسی کی چیز بغیر اس کی اجازت استعمال کرنا کسی کو بلا قصور سزا دینا مگر قرآن مجید میں اکثر ظالم معنی کافر آتا ہے یعنی یذا ظالم ان الشوک لظلم عظیم روح المعانی نے فرمایا کہ اس میں اشارۃ "ارشاد ہے کہ معمولی ظلم کرنے والا یعنی چھوٹا ظالم بھی پورا کامیاب نہیں ہوتا تم تو بڑے ظالم یعنی کافر و مشرک ہو تم کیسے کامیاب ہو سکتے ہو اس لئے بجائے کافروں کے ظالمون ارشد ہو ایہ نکتہ بہت اچھا ہے۔

خلاصہ تفسیر : ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ پہلی آیت کی تین تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں۔ اے مسلمانو جن دنیاوی رحمتوں کا فتوحات ممالک کا تمہاری سر بلندی وغیرہ اور اخروی ثوابات کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے خولہ قرآن مجید میں یا محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک سے یا حضرت رانور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب یا کشف یا اللہام سے

وہ تمام کے تمام عنقریب آنے والے ہیں وہ تمام وعدے پورے ہو کر رہیں گے ان کا پورا نہ ہونا ایسا ناممکن ہے جیسے رب تعالیٰ کا شریک ہونا ان وعدوں میں زیادتی تو ہو سکتی ہے کمی نہیں ہو سکتی پھر ان وعدوں کی طرف تم نہیں جا رہے ہو تم تو محبوب کے قدموں سے وابستہ رہو وہ تمام وعدے خود تمہارے پاس ہی پہنچ جائیں گے اس دروازہ پر تم کو سب کچھ مل جائے گا۔

سگ درگا احمد شو کہ یابی صد وقار انجا زرا انجا دولت انجا عزت انجا افتخار انجا
اور اے کافر تم سے جو وعیدیں کی گئی ہیں تم ان سے بچ نہیں سکتے ضرور اپنے کئے کی سزا کو پہنچو گے اگر ہم ہی کچھ تخفیف کر دیں تو ہماری مرضی اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان کفار سے بطور اظہار بیزاری فرما دو کہ تم باز نہیں آتے تو اچھا اپنی اسی حالت پر اپنے کام کئے جاؤ اپنی حرکتوں میں مشغول رہو۔ ہم اپنے طور پر اپنے عمل کئے جائیں گے۔ آگے چل کر تم خود ہی دیکھ کر جان لو گے کہ انجام کس کے حق میں ہوتا ہے اور کس کے خلاف ہمارے یا تمہارے۔ تم لوگ اول درجہ کے ظالم ہو کہ تم نے اپنی جان اپنی اولاد اپنے ماتحتوں پر ہر طرح کے ظلم کئے اور ظالم کبھی کامیاب نہیں ہوتے۔ کامیابی عدل و انصاف اور اللہ رسول کی اطاعت میں ہی ہے خیال رہے کہ یہ بیزاری ایسی ہے جیسے سمندر میں جہاز جا رہا ہو مسافر کپتان کو تنگ کریں کپتان تنگ آکر کہہ دے کہ تم مجھے پریشان کرتے ہو تو لو تم جہاز کو سنبھالو تم جانو تمہارا کام جانے میں الگ ہوتا ہوں۔ ظاہر ہے کہ ایسی بیکی میں صرف کپتان کا سہارا ہوتا ہے اگر وہ بیزار ہو کر جہاز کو چھوڑ دے تو ہلاکت ہی ہلاکت ہے ہماری زندگی ایک جہاز ہے دنیا سمندر ہے ہم مسافر ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم واحد کیون ہمار ہیں اگر یہاں یا قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی چھوڑ دیں تو ہمارے ہم کہاں جائیں پھر سہارا کون ہے خیال رکھو کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم جیسے گنہگاروں سے بیزار نہیں ہوتے وہ سرکشوں غداروں سے بیزار ہوتے ہیں مل بچے کے پیشاب پاخانہ سے اسے نکال نہیں دیتی یہاں بیزاری کفار اور سرکشوں سے کی جا رہی ہے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: خدا تعالیٰ کے وعدے پورے نہ ہونا یعنی خلف وعدہ زانا ناممکن ہے اس نے جس سے جو وعدے فرمائے یقیناً پورے ہوں گے یہ فائدہ لامت سے حاصل ہوا اس کی بحث پہلے پارہ ان اللہ علی کل شئی قدير میں اچھی طرح کی جا چکی ہے۔ یہ وعدے خواہ مخفی ہوں جیسے حضرت صدیق اکبر حضرت حسین کریمین وغیرہم سے ہوئے یا نوعی طور پر جیسے تاقیامت متقی مومنوں سے کئے گئے۔ دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ کے وعدے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے تمام کے تمام یقینی طور پر پورے ہوں گے ان میں سے کسی کے پورے نہ ہونے کا امکان نہیں بلکہ اللہ کے بعض محبوب اولیاء اللہ کے بندے جو وعدے کرتے ہیں رب وہ بھی پورے فرماتا ہے یہ فائدہ ما تو وعدوں کے عموم سے حاصل ہوا حدیث شریف میں ہے کہ اللہ کے مقبول بندے اگر اللہ پر قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم پوری فرماتا ہے قرآن و حدیث میں ایسے بہت وعدے مذکور ہیں کہ نبی یا ولی نے کئے اور رب تعالیٰ نے پورے فرمائے تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار اور نیک اعمال کی طرف تم جاؤ اس کے ثواب تمہارے پاس آئیں گے دنیا و آخرت کی بھلائیاں تمہارے قدم چومیں گی یہ فائدہ لامت سے حاصل ہوا کہ آنے کی نسبت ان وعدوں کی طرف فرمائی گئی۔ چوتھا فائدہ: رب تعالیٰ کی وعیدوں میں بالکل معافی بھی ہو سکتی ہے اور کمی بھی کہ یہ کرم خسروانہ ہے نہ کہ وعدہ خلافی ہے۔ یہ فائدہ وما اقم

بمعجزین سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔ پانچواں فائدہ: انسان کو چاہئے کہ سزا کے دیر لگنے سے دھوکہ نہ کھائے بلکہ اس سے بچنے کے لئے رب تعالیٰ کی اطاعت کرے وہاں زور نہ دکھائے زاری کرے یہ فائدہ بھی معجزین سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: امرِ بیشہ و جب کے لئے نہیں آتا دیگر مقاصد کے لئے بلکہ کبھی روکنے کے لئے بھی ارشاد ہوتا ہے دیکھو یہاں کفار سے فرمایا گیا اعملوا علی مکانکم اپنی اسی حالت پر کفر و گنہ گئے جاؤ یہ حکم بیزاری ظاہر فرما کر روکنے کے لئے ہے نہ کہ کفر کرانے کے لئے۔ ساتواں فائدہ: اپنے نیک اعمال کا اظہار ان کا اعلان کرنا جائز ہے کہ یہ بھی تبلیغ کی ایک قسم ہے تاکہ لوگ ہمارے اعمال دیکھ کر سن کر خود بھی اچھے اعمال کریں یہ فائدہ انی عامل سے حاصل ہوا اپنی بڑائی کے لئے ان کا اظہار برا ہے کہ یہ ریا ہے۔ آٹھواں فائدہ: ظالم کو سزا جلد نہیں ملتی لولا ڈھیل ملتی ہے پھر اسے پکڑا جاتا ہے یہ فائدہ تکون لہ عاقبتہ الدار سے اشارہ حاصل ہوا۔ باطل کا شور زیادہ ہوتا ہے حقیقت کچھ نہیں حق کا زور زیادہ ہے مگر سکون کے ساتھ۔ نواں فائدہ: ہر کافر و شرک ظالم ہے بلکہ اول نمبر ظالم۔ رب فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم یہ فائدہ لا یفلح الظالمون سے حاصل ہوا۔ کافر کا کھانا پینا جینا مرنا سب ظلم ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں یہ کیوں فرمایا گیا کہ جس کا تم سے وعدہ ہے وہ آنے والا ہے کیوں نہ فرمایا تم اسے پانے والے ہو۔ جواب: اس کا نفیس نکتہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ مومن اللہ و رسول کا طالب ہے اور اس کے ثوابات رب کے رحم و کرم مومن کے طالب ہیں مومن ان کا مطلوب ہے مومن آخرت کے پیچھے بھاگتا ہے دنیا اس کے پیچھے دوڑتی ہے جس کا مشاہدہ آج بھی ہو رہا ہے شکاری جانور خود روزی کے پیچھے دوڑتے ہیں پالتو جانوروں کے پاس روزی خود پہنچتی ہے وہ مالک کے پیچھے ڈرتے ہیں لات فرماتا بہت سی لطف دے رہا ہے۔ دوسرا اعتراض: یہاں کفار سے فرمایا گیا اعملوا علی مکانکم تو کیا کفار کو کفر و بدکاریاں کرنے کی اجازت دے دی گئی۔ جواب: یہ حکم اجازت یا وجوب کے لئے نہیں بلکہ روکنے کے لئے ہے بیزاری و نفرت کا حکم ممانعت کا اعلیٰ درجہ ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا لیسوا تعلمون حالانکہ دنیا میں کفار کو دنیا کا انجام بتایا گیا ہے اس کے علم میں آچکا ہے پھر یہ کیوں فرمایا۔ جواب: جاننے کی بہت صورتیں ہیں سن کر جانتا دیکھ کر جانتا آنا کر جانتا یہاں دیکھ کر جانتا مراد ہے وہ آئندہ ہی ہو گا۔ جب کہ جانتا کام نہ آئے گا لہذا آیت ظاہر ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ ظالمین کامیاب نہیں ہوتے۔ ہر کافر ظالم نہیں۔ بعض کافر بڑے عدل و انصاف والے اور بعض مسلمان ظالم ہوتے ہیں جیسا کہ دیکھا جا رہا ہے تو چاہئے کہ وہ مسلمان کامیاب نہ ہوں اور علول شرک کامیاب ہوں۔ جواب: ظلم کی حقیقت ہے کسی کا حق مارنا مسلمان ظالم واقعی کسی بندے کا حق مار لیتا ہے لیکن کافر تو اللہ تعالیٰ کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن مجید کا بلکہ خود اپنے نفس کا حق مارتا ہے لہذا وہی بڑا ظالم ہے اسی لئے رب تعالیٰ فرماتا ہے ان الشرک لظلم عظیم یہاں ظالموں سے مراد بڑے ظالم یعنی شرک و کافر ہیں کسی کو ستانے والے مسلمان ظالم ہیں مگر چھوٹے ظالم۔ اسی لئے قیامت میں بدلہ دلو اگر بخش دیئے جائیں گے مگر کافر کی بخشش نہیں یہاں کامیاب نہ ہونے سے مراد بخشش نہ ہونا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: بعض بندے مولیٰ کے طالبین ہیں بعض حارین بعض رب سے بھاگنے والے مگر ہیں دونوں مطلوبین طالبین مولیٰ اس کی رحمت کے اس کے کرم کے مطلوبین ہیں انہیں جنت وہاں کی نعمتیں ڈھونڈ رہی ہیں اور حارین مولیٰ اس

کے غضب و قہر و زخ و غیرہ کے مطلوبین ہیں انہیں قہر و زخ کی آگ ڈھونڈ رہی ہے موت دونوں کو آئے گی مگر مومن کی موت دلہن بن کر کافر کی موت پولیس بن کر۔

جب تیری یاد میں دنیا سے گیا ہے کوئی جان لینے کو دلہن بن کے قضا آئی ہے

اس آیت میں اس فرق کا ذکر ہے کہ مومنوں کے متعلق فرمایا تو عدون لات اور کفار کے لئے فرمایا وما انتم بمعجزین مومن موت کا استقبال کرتا ہے کافر موت سے چھٹانچنے کی کوشش کرتا ہے یہاں دونوں کے متعلق فرمایا گیا کہ تم اپنا کام کئے جاؤ مولیٰ سے بھاگے جاؤ ہم اپنا کام کئے جائیں گے اس طرف بڑھے جائیں گے، عمل دونوں کر رہے ہیں ان کے انجام کا ظہور بعد میں ہو گا۔

خیال اپنا اپنا مقام اپنا اپنا کئے جاؤ سے خوارو کام اپنا اپنا!

جس قدر ان دونوں جماعتوں کی عمریں گزر رہی ہیں اسی قدر ان کے طالبین یعنی جنت یا دوزخ ان سے قریب آرہے ہیں یہ قرب موت کے وقت ہی معلوم ہو جائے گا کہ فرشتے مومن کے لئے جنت کے بارگاہ تے لے کر آتے ہیں اور کافر کے لئے دوزخ کی زنجیریں وہاں کاٹ لے کر اور قبروں میں تو یہ دونوں اپنے مقامات دیکھ بھی لیتے ہیں۔

وَجَعَلُوا لِلَّهِ مِمَّا ذَرَأَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْأَنْعَامِ نَصِيبًا فَقَالُوا هَذَا لِلَّهِ

اور بنیاد انہوں نے واسطے اللہ کے اس کیفیت میں سے جو پیدا فرمایا اور جانوروں میں ایک حصہ ہیں۔ بولے یہ واسطے اللہ کے ہے اور اللہ نے جو کچھ بنویش پیدا کئے ان میں انہیں ایک حصہ دیا۔ ٹھہرایا تو بولے یہ اللہ کا ہے

بِزَعْمِهِمْ وَهَذَا لِشُرَكَائِنَا فَمَا كَانَ لِشُرَكَائِهِمْ فَلَا يَصِلُ إِلَى اللَّهِ

اپنے گمان میں اور یہ واسطے شریکوں کے ہے ہمارے بس وہ جو ہر واسطے شریکوں کے ان کے ہیں نہیں پہنچتا وہ طرف ان کے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا تو وہ جو ان کے شریکوں کا ہے وہ تو خدا کو نہیں پہنچتا

وَمَا كَانَ لِلَّهِ فَهُوَ يَصِلُ إِلَى شُرَكَائِهِمْ سَاءَ مَا يَحْكُمُونَ

اللہ کے بس وہ پہنچ جاتا ہے طرف شریکوں کے ان کے برابر وہ جو قصد کرتے ہیں وہ کفار اور جو خدا کا ہے وہ ان کے شریکوں کو پہنچتا ہے کیا ہی برا حکم لگاتے ہیں۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں کفار عرب کے متعلق ارشاد ہوا تھا کہ وہ اچھے اور کرنے والے عقیدے اور اعمال اختیار نہیں کرتے اب ارشاد ہے کہ وہ لوگ میرے عقیدے اور میرے اعمال غلط و رنم و رواج کے بڑے پابند ہیں گویا کفار عرب کی ایک برائی کے بعد دوسری برائی کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی

آیات کریمہ میں کفار عرب کی بد عقیدگی کا ذکر تھا۔ اب ان کی بد عقلی بلکہ کا ذکر ہے کہ وہ ایسے کام کرتے ہیں جسے کوئی عقل درست نہیں سمجھ سکتا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں بزاری ظاہر فرماتے ہوئے ارشاد ہوا تھا کہ اے کافرو تم اپنی حالت پر کام کئے جاؤ۔ جس سے شاید کوئی دھوکہ کھاتا کہ انہیں ان کی بد عملیوں کی اجازت دیدی گئی۔ اب ان کے اعمال دکھا کر بتایا جا رہا ہے کہ کیا رب تعالیٰ ایسی حرکتوں کی اجازت دے سکتا ہے ہرگز نہیں گویا اس آیت سے اعملو علی مکانتکم کو واضح فرمایا گیا ہے کہ وہ حکم اجازت دینے کے لئے نہیں بلکہ روکنے کے لئے ہے۔

نزول: صدیوں سے کفار عرب کا دستور یہ تھا کہ ان کے کھیتوں باغوں میں جو پیداوار ہوتی یا ان کے لونٹ بکریاں جو بچے دیتیں۔ اس کے تین حصے کرتے تھے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام کا جو غریبوں، مسکینوں، یممانوں اور دوسرے اچھے کاموں میں خرچ کرتے ایک حصہ بتوں کے نام کا جو ت خانوں وہاں کے پجاریوں بتوں کے چڑھاؤں پر خرچ کرتے باقی اپنے کام میں لاتے تھے پھر اگر اللہ کے حصہ والا کوئی جانور مرجاتا تو اس کی پرواہ نہ کرتے لیکن اگر بتوں کے حصہ والا جانور مرجاتا تو اللہ کے نام والے جانوروں میں سے نکال کر بتوں والے میں شامل کر دیتے اسے پورا کر دیتے یونہی اگر اللہ کے نام والے حصہ میں کچھ بتوں کے حصہ میں مرجاتا تو اسے رہنے دیتے لیکن اگر بتوں کے حصہ میں سے کچھ دانے یا پھل اللہ تعالیٰ کے حصہ میں پر جاتے تو اسے نکال لیتے کہتے کہ اللہ تعالیٰ تو غنی ہے اسے کمی کی پرواہ نہیں یونہی اللہ تعالیٰ کے حصے میں سے اعلیٰ مال نکال کر بتوں کے حصے میں داخل کر دیتے مگر بتوں والے حصے میں کچھ نہ نکالتے ان کا یہ دستور زمانہ و راز سے چلا آ رہا تھا اس آیت کریمہ نے اسی دستور کا ذکر فرمایا ہے یہ آیت اس کے متعلق نازل ہوئی یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت خدا داد تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے چند سالوں میں صدیوں کے برے رواج مٹوئے بگڑی قوم پر نیکوئی کا مشکل ہے۔

تفسیر: وجعلوا للہ ما ذرا من العرث والانعام نصیباً اس عبارت میں جعلوا ہے تو ماضی مگر اس سے ہمیشگی مراد ہے جعل کے معنی کرو یا مقرر کرنا ہیں یعنی یہ کفار ہمیشہ سے یہ کرتے چلے آئے ہیں جعلوا جمع فرما کر بتایا کہ یہ حماقت ایک دو کافر نہیں کرتے بلکہ سارے کفار کا یہ عمل ہے ان میں کوئی بھی ایسا عقل و سمجھ والا نہیں جو اس کلام کی برائی معلوم کرے۔ معا میں من حیثیت کے لئے ہے۔ ما سے مراد دانے پھل جانور سب ہی ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ذرا بنا ہے ذرہ سے معنی ظاہر ہونا اصطلاح میں بغیر مثل پیدا فرمانے کو ذرا کہتے ہیں یعنی ایسا جو کچھ نادر سے مراد یہاں کھیتی و باغات سبھی ہیں کہ فن کا عمل فن سب کے متعلق یہ ہی تھا۔ انعام جمع نعم کی معنی چوپایہ نہ کہ نعمت کی۔ نعمت کی جمع نعماء آتی ہے۔ نصیب بنا ہے نصیب سے معنی قائم کرنا یہاں اس مراد ہے قائم کیا ہوا حصہ۔ خیال رہے کہ یہاں اللہ میں لام نہ تو ملکیت کا ہے کیونکہ کفار بھی جانتے تھے کہ ہر چیز کمال اللہ ہے نہ نفع کا ہے کیونکہ ان کا عقیدہ بھی یہ تھا کہ اس حصہ سے اللہ تعالیٰ فائدہ نہیں اٹھاتا بلکہ یہ لام نامزد کرنے کے لئے یعنی یہ کفار اپنی پیداوار اور جانوروں کی نسل میں سے ایک حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر نامزد کر دیتے ہیں کہ یہ ہماری ملک سے نکل گیا۔ یہ اللہ کی راہ میں خرچ ہو گا جیسے آج اللہ کے نام پر خیرات یا وقف میں نیت کی جاتی ہے فقالوا هذا للہ بزعمہم یہ عبارت جعلوا للہ کی شرح اس کی تفسیر ہے۔ قول سے مراد بدل میں نیت کر لینا ہے یا زبہن سے بولنا بھی دوسرے معنی زیادہ ظاہر ہیں زعم غلط گمان کو کہتے ہیں چونکہ وہ لوگ سب حصہ نکالنے پر ثواب کی امید رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ

ہمارے اس عمل سے رب تعالیٰ راضی ہے حالانکہ کافر کینہ خیرات قبول ہے نہ اور کوئی نیکی ثواب کا باعث۔ پہلے ایمان لاؤ پھر صدقہ و خیرات کرو اس لئے ہر عہد ارشاد ہوا آج اگر مسلمان اپنی پیدوار سے اللہ نام کا حصہ نکالے ضرور ثواب پائے گا۔ انشاء اللہ کیونکہ اس کی عقائد درست ہیں اس لئے کہ رب کا منشاء یہ ہے کہ نیکی کی جلوے مگر نبی کی تعلیم کی روشنی میں نبی سے منہ موڑ کر کوئی نیکی کرو۔ نجات نہیں ہو سکتی چونکہ وہ لوگ یہ نیکی اپنے گمان و عقل سے کرتے تھے نہ کہ نبی کی تعلیم سے اس لئے اس میں قبولیت کے پھل نہیں لگتے **وہذا لشر کاء نا** یہ کلام ان کے دوسرے حصہ کے متعلق ہے ہذا میں اشارہ اس کی طرف ہے یہاں بھی لام نامزد کر دینے کے لئے ہے۔ شرکاء جمع ہے شریک کی خواہ حصہ میں شریک یا نعوز باللہ رب تعالیٰ کی الوہیت میں شریک اس سے مراد ان کے بت اور جھوٹے معبود ہیں جیسے لات و غوی وغیرہ یعنی یہ حصہ ہمارے بتوں کے نام کا ہے جو مندروں کی تعمیر و مرمت وہاں کے پجاریوں مستوں اور وہاں کی رسوم پر خرچ ہو گا۔ آج بھی مشرکین ہندوستان خانوں پر بت روپیہ خرچ کرتے ہیں یہ وہی پرانی رسم ہے خیال رہے کہ ان کا یہ عمل واقعہ میں بھی شرک نہ تھا اور ان کے عقیدے میں بھی اس لئے یہاں بزعم نہیں فرمایا مگر پہلا عمل یعنی خدا کے نام پر کچھ حصہ آمدنی علیحدہ کرنا ان کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی اور ثواب کا باعث تھا مگر واقعہ میں محض بیکار اس لئے وہاں ارشاد ہوا بزعم یہ فرق خیال میں رہے **لما کان لشرکاء ہم لئلا یصل الی اللہ** یہ فرمان عطا ہی ان کے گزشتہ عمل کی تفصیل ہے لہذا تفصیل ہے ماسے مراد ان کا بتوں کے نام پر نکالا ہو حصہ ہے الی اللہ سے مراد ہے الی حصۃ اللہ اور نہ پہنچنے مراد یہ ہے کہ حصہ میں سے اللہ کے حصہ میں کچھ شامل نہ ہو نا اور اس کے مصرف میں خرچ نہ ہونا یعنی جو حصہ یہ کفار بتوں کے لئے مقرر کرتے ہیں اس میں سے کچھ بھی کسی وجہ سے اللہ والے حصہ میں شامل نہیں ہوتا وہ بہر حال پورا ہی ہوتا ہے حتیٰ کہ اگر بتوں والے حصے میں کچھ اللہ والے حصہ میں گر جلوے تو اسے فوراً نکال لیتے ہیں اور اگر اللہ کے حصہ کا جانور مرحلوے تو بتوں کے حصہ میں سے اسے نہیں پورا کرتے تاکہ بتوں کا حصہ کم نہ ہو جلوے۔ **وما کان للہ لہو یصل الی شرکاء ہم** یہ عبارت پچھلی عبارت پر معطوف ہے لہذا لو او عاطفہ ہے اس کی باقی ترکیب وہی ہے جو ابھی پہلے جملہ میں عرض کی گئی یعنی اگر کسی وجہ سے ان کے بتوں کے نام والا حصہ کم ہو جلوے مثلاً اس میں سے کچھ غلہ اللہ والے حصے میں گر جلوے یا بتوں والے حصہ کا کوئی جانور مرحلوے تو فوراً اللہ والے حصہ میں سے نکال کر اسے پورا کر دیتے ہیں اور اسے مندروں پجاریوں میں خرچ کرتے ہیں **ساء ما یحکمون** یہ ان کی حماقت کا بیان ہے ساء برائی بیان کرنے کا فعل ہے ماموصوفہ یا موصولہ ہے اس مراد بیان کا آخری عمل ہے یا گزشتہ بتوں عمل۔ **ما یحکمون** فاعل ہے ساء کا اور اس کا مخصوص بالذم ہذا پوشیدہ ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ ساء وہ نحوی فعل ذم نہیں کیونکہ اس کا فاعل لام والا معرفہ ہوتا ہے یا اس کی طرف مضاف یا ضمیر پوشیدہ ماموصولہ اس کا فاعل نہیں ہوتا لہذا یہاں مخصوص بالذم پوشیدہ ماننے کی ضرورت نہیں (روح المانی) یعنی ان کے فیصلے یا ان کا یہ آخری فیصلہ بہت برا ہے حتیٰ کہ اسے کوئی عاقل بھی درست نہیں کہے گا۔

خلاصہ تفسیر: ان مشرکین کی حماقت تو دیکھو کہ یہ اپنے کھیت و بیلغ کی پیدوار میں سے اسی طرح اپنے جانوروں کے بچوں میں سے دو طرح کے حصے نکالتے ہیں ایک حصہ تو اللہ تعالیٰ کے نام کا ہوتا ہے جسے وہ اپنے گمان فاسد میں۔ قرب الہی اور اس کے ثواب کا ذریعہ سمجھتے ہیں حالانکہ یہ غلط ہے ایمان بغیر عمل کا ثواب نہیں ہے تو یہ لوگ مسلمان نوازی غریب پوری مساکین کی حاجت

روائی مقروضوں کے قرض ادا کرنے میں خرچ کرتے ہیں یہ سارے کام واقعی بہت اچھے ہیں مگر چونکہ وہ لوگ یہ کام اچھے طریقہ سے نہیں کرتے اس لئے وہ قبول نہیں ہوتے ان کے لئے مفید نہیں اور دوسرا حصہ اپنے بتوں کے نام کا نکالتے ہیں جسے وہ بت خانوں کی تعمیر یا مرمت وہاں کے مستوں کی خدمت بتوں پر چڑھاؤں وغیرہ میں خرچ کرتے ہیں یہ ہی ان کی اول درجہ کی حماقت ہے کہ یہ کام واقعہ میں برے ہیں۔ دوزخ کا ذریعہ ہیں مگر یہ لوگ انہیں اچھا اور ذریعہ نجات سمجھے ہوئے ہیں اس پر دوسری حماقت یہ کرتے ہیں کہ اگر کسی وجہ سے بتوں کا حصہ کم ہو جاوے کہ اس کا کوئی جانور مر جاوے یا دانہ وغیرہ چوری ہو جاوے یا الہ کے حصہ سے مل جاوے تو اللہ والے حصے میں سے نکال کا اس حصہ کی کمی پوری کر دیتے ہیں لیکن اگر اللہ والے حصے میں کسی مذکورہ دھوکوں سے کمی ہو جاوے تو بتوں والے حصہ میں سے نہ تو کچھ نکالتے ہیں نہ یہ کمی پوری کرتے ہیں۔ سوچو تو ان کا یہ عمل کیسا ہی برا ہے عقل کے بھی خلاف ہے نقل کے بھی خلاف۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اسلام کی تعلیم چھوڑ کر نبی سے الگ رہ کر کسی جمہوریت کسی اجتماع کسی اتفاق کا اعتبار نہیں یہ فائدہ جعلوا کی جمع فرمانے سے حاصل ہوا سارے کفار عرب اس مذکورہ عمل پر متفق تھے ان اعمال میں سے بعض کام اچھے بھی تھے مگر ان میں قبولیت کے پھل نہ گئے اس لئے کہ یہ سب کچھ ان کی اپنی عقل سے تھے نبی کی تعلیم سے نہ تھے اگرچہ سارے کفار اس پر متفق تھے اس سے آج کل کے جمہوریت نواز عبرت پکڑیں۔ دوسرا فائدہ: کفار کے صدقہ خیرات باعث ثواب یا باعث نجات نہیں اگرچہ اللہ کے نام پر ہوں اور وہ اچھی جگہ ہی خرچ کئے جلیں یہ فائدہ بزم غم سے حاصل ہوا سارے اعمال پر ایمان مقدم ہے یہ ہی حال ان کے سارے نیک اعمال کا ہے۔

نوٹ ضروری: ہاں کفار کی نیکیوں کی وجہ سے ان کا عذاب ہلکا کر دیا جاوے گا جیسا کہ حاتم طائیؓ نو شیرواں وغیرہم کے متعلق آتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ابو طالب کو دوزخ میں نہیں رکھا گیا بلکہ اس کے جھیرے میں میری خدمت کی وجہ سے بخاری شریف کتاب الرضاع کے شروع میں ہے کہ ابولہب نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ٹوپیہ لوٹھی کو آڑ لیا تو اسے دوزخ میں کلمہ کی انگلی سے پانی ملتا ہے (بخاری) مگر دوزخ سے نجات یا جنت کا ثواب انہیں نہیں ملتا۔ تیسرا فائدہ: کفار کے اوقف اور اس کی شرائط شرعاً معتبر نہیں۔ اگرچہ وہ کسی مسجد یا خانقاہ پر ہی وقف کر دیں یہ فائدہ بھی بزم غم سے حاصل ہوا وقفہ کرنا عبادت ہے اور عبادت کے لئے ایمان شرط ہے۔

مسئلہ: اگر کوئی کافر مسجد یا خانقاہ بنانا چاہے تو وہ یہ رقم مسلمان کی ملک کر دے پھر مسلمان اس رقم سے مسجد یا خانقاہ بنا دے درست ہو گا کہ اب واقف کافر نہیں مسلمان ہے بلکہ اگر کافر مسجد بنا کر بھی اسے کسی مسلمان کی ملک کر دے مسلمان وقف کر دے تو درست ہے۔ مسئلہ کافر کا یہی تحفہ نذرانہ مسلمان لے سکتا ہے جبکہ اس کا اثر مسلمان کے ایمان پر نہ پڑے کیونکہ یہ عبادت نہیں بلکہ معاملہ ہے معاملات جائز ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے قبول فرمائے ہیں۔ بلقیس کے ہدیے کا جواب انشاء اللہ اعتراض و جوابات میں دیا جاوے گا۔ مسئلہ: اگر امیر کافر فقیر مسلمان کو صدقہ دے اس کا قرض ادا کرے یا قرضہ معاف کرے تو مسلمان اسے قبول کر سکتا ہے کہ وہ ہدیہ بن کر اس کے پاس پہنچے گا۔ مسلمان فقراء کو کفار سے بھیک مانگنا حرام ہے کہ اس میں مسلمانوں کی توہین۔ مسئلہ: کفار کے اپنے اوقف مندروں مگر جاؤں پر جو ہوں انہیں حاکم

اسلام جاری رکھے گا۔ باطل نہ کرے گا۔ کیونکہ ہم کو حکم ہے کہ کفار کی رسوم بند نہ کریں ان کے بت خانہ نہ توڑیں ان کی بت پرستی، شرابخوری، سور کھانا وغیرہ بند نہ کریں انہیں مذہبی آزادی حد میں رہ کر دی جاوے گی دیکھو اس آیت کریمہ میں رب تعالیٰ نے ان کی حماقت کا تذکرہ فرمایا مگر اس کے بعد کبھی ان چیزوں کے بند کر دینے کفار کو ان سے روک دینے کا حکم نہیں دیا بلکہ فرمایا لا اکواہ فی الدین دین میں جبر نہیں۔ مسئلہ: کفار کے بتوں پر چڑھلوے نقدی وغیرہ مسلمان کے لئے حلال ہیں یوں ہی ان کے اوقاف سے مسلمان فائدہ اٹھا سکتے ہیں دیکھو اس آیت کریمہ میں ان کے اللہ کے نام پر حصہ نکالے ہوئے یا بتوں کے نام پر حصہ نکالے ہوئے کو حرام نہیں فرمایا گیا بلکہ صرف ان کے حماقت ہی کا ذکر فرمایا کہ فرمایا مآء ما یحکمون ان کے یہ عمل برے ہیں وہ چیزیں بری نہیں لہذا کفار کے ہسپتالوں میں مسلمان علاج کرا سکتے ہیں اگرچہ وہ ہسپتال بتوں کے نام پر ہی ہوں ان کے اسکولوں میں مسلمان تعلیم حاصل کر سکتے ہیں ان کے پیادے پانی پی سکتے ہیں اگرچہ وہ پیادے (سبیل) بتوں کے نام پر ہو حتیٰ کہ ان کے معبود گنگا کا پانی پینا درست ہے ان کا معبود گائے کھانا حلال ہے یہ تمام مسائل اس آیت سے حاصل ہوتے ہیں یوں ہی ان کے سانڈ بجا ربیل بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور حلال ہیں حرام نہیں اگر مسلمان انہیں اللہ کے نام پر ذبح کرے تو کھایا جاسکتا ہے اگر وہ غنیمت میں مسلمانوں کے ہاتھ لگیں یا کسی جگہ سے ہندو یہ چیزیں چھوڑ کر چلے جاویں تو مسلمان انہیں کھا سکتے ہیں۔ مسئلہ: اگر کافر مسلمانوں کی مسجد کی مرمت وغیرہ کر دیں تو درست ہے اس تعمیر یا مرمت کو مثلاً نہ جاوے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار ک بنائے ہوئے کعبہ کلابی طواف کیا اسے باقی رکھا حالانکہ بتوں کا کہ ان لوگوں نے تعمیر خلیل میں خلل ڈال دیا کہ کعبہ چھوٹا کر دیا طیم نکل دی دروازہ اونچا کر دیا۔ دو دروازوں کا ایک ہی رکھا مگر اسے تبدیل نہ کیا۔ حضور داتا گنج بخش جیوری کے روضہ مطہرہ کے دروازوں پر بعض کفار نے خرچ کیا ہے وہ باقی رکھے گئے۔ مسئلہ: اگر کافر مسلمان ہو جائے تو زمانہ کفر کے اس کے نیک اعمال صدقات و خیرات سب قبول ہو جائیں گے۔ اور اس زمانہ کے گناہ سارے معاف ہو جائیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے یہ مسئلہ بھی بزعیم سے اشارۃً حاصل ہوتا ہے۔ مسئلہ: اگر کافر کوئی چیز بتوں کے نام پر رکھے پھر مسلمان ہو کر وہی چیز اللہ کے نام پر کر دے تو جائز ہے کسی ہندو نے اپنی گائے بتوں کے نام پر پالی پھر مسلمان ہو گیا اور اس گائے کی قربانی یا عقیقہ یا صدقہ کر دیا تو حلال ہے یہ فائدہ اشارۃً "فلا یصل الی اللہ سے حاصل ہوا۔ مسئلہ: اگر کسی علاقہ کی سارے کافر مسلمان ہو جاویں اور اپنے مندر گر جے کو مسجد بنالیں تو درست ہے۔ چنانچہ ایک قوم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آکر مسلمان ہوئی پھر بولی کہ حضور (صلی اللہ علیہ وسلم) ہم کو اپنے وضو کا بقیہ پانی عطا فرمادیں ہم اپنے عبادت خانہ کو مسجد بنائیں گے اس کے فرش پر یہ پانی چھڑکیں گے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے عطا فرمایا اور فرمایا کہ اس کو راستہ میں پیتے بھی رہنا اس میں اور پانی ملائے رہنا یہ فائدہ بھی اسی آیت سے حاصل ہوا اہل سلطان اسلام کفار کے عبادت خانے نہ ڈھائے نہ انہیں مسجدوں میں تبدیل کرے۔

پس اعتراض: آج کل مسلمان اپنی آمدنی یا پیداوار یا جانوروں میں کچھ حصہ گیارھویں شریف یا کسی بزرگ کے لئے نکالتے ہیں یہ عمل حرام ہے اور وہ چیز بھی حرام ہے یہ وہی طریقہ ہے جو کفار عرب کرتے تھے جس کی یہاں پر زور ترویج کی گئی ہے وہ لوگ کچھ حصہ اللہ کے لئے نکالتے تھے کچھ بتوں کے لئے یہ مسلمان کچھ اللہ کے لئے نکالتے ہیں کچھ غوث پاک یا خواجہ اجیری کے لئے دونوں عمل یکساں ہیں۔ جواب: مسلمانوں کے سارے صدقات خواہ اللہ کے نام کے ہوں خواہ گیارھویں کے سب اللہ

تعالیٰ کے لئے ہوتے ہیں خیرات اللہ کے لئے ہے اسی خیرات کا ثواب ان بزرگوں کی روح کو ہے اس کا ثبوت احادیث صحیحہ اور قرآن مجید سے ہے۔ حضرت سعد نے اپنی ماں کے نام پر کنواں کھدوایا اس کا نام رکھا بیرام سعد قرآن کریم فرماتا ہے وینخذ ما ینفق لربا عند اللہ و صلوات الرسول دیکھو صدقات میں دو نیتیں ہوئیں اللہ تعالیٰ سے قرب اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دعائیں لینا آج اگر کوئی شخص اپنے مال کا کچھ حصہ دینی مدرسہ کے لئے نکالے اپنے اوستاؤ کے نام کا نکالے تو درست ہے مسلمانوں کے اس عمل کو کفار بت پرستوں کی ان حرکتوں سے کوئی تعلق نہیں دیکھو یہاں للہ اور لشو کا نسا الگ الگ ارشاد ہوئے۔ دوسرا اعتراض: تم نے کہا کفار کے ہدیے تحفے مسلمان قبول کر سکتا ہے مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ملکہ یمن بلقیس کا ہدیہ قبول نہ فرمایا رو کر دیا جس سے معلوم ہوا کہ کفار کے ہدیے مسلمان قبول نہیں کر سکتے۔ جواب: وہاں حضرت سلیمان کا قبول نہ فرمانا چند وجہ سے تھا۔ ایک یہ کہ وہ ہدیہ نہ تھا بلکہ رشوت تھی کہ آپ یہ ہدیہ قبول فرمائیں اور ہمارے ملک پر حملہ نہ کریں رشوت تو مسلمان سے بھی لینا حرام ہے چہ جائیکہ کفار سے دوسرے یہ کہ وہ ہدیہ نہ تھا بلکہ آپ کی نبوت کی پہچان تھی جو اس نے سوچی تھی کہ اگر آپ نے یہ ہدیہ قبول کر لیا تو وہ نبی نہیں بلکہ بادشاہ ہیں ہم نے ان سے دو دو ہاتھ کر لیں گے اور اگر قبول نہ کیا تو سچے نبی ہیں ہم ان سے جنگ نہیں کریں گے۔ اس لئے آپ نے وہ ہدیہ قبول نہ فرمایا دیکھو قرآن مجید سورہ نمل شریف کا یہ ہی مقام حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کفار بادشاہوں کے ہدیے قبول فرمائے بلکہ رب تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی پرورش فرعون کے ہاں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش ابو طالب کے ہاں کرائی اس قاعدے سے بہت مسائل مستنبط ہو سکتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سلمان فارسی کا ہدیہ قبول فرمایا تب وہ مسلمان ہوئے۔ تیسرا جواب: رب تعالیٰ نے ان آیات میں اس کی شکایت کیوں کی کہ وہ بتوں کا حصہ رب کے حصہ سے نہیں ملنے دیتے اور رب تعالیٰ کا حصہ بتوں کے حصہ میں داخل کر دیتے ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کا نقصان کیا تھا؟ جواب: یہ شکایت نہیں بلکہ ان کی حمایت کی حکایت ہے کہ ان بے وقوفوں کا یہ عمل تو شرک ہے اور اسی عمل کے بعد یہ تفریق بڑی حماقت ہے اس لئے ارشاد ہوا ساء ما حکمون چوتھا اعتراض: آخر اس کی وجہ کیا ہے کہ کافر کی اعلیٰ سے اعلیٰ نیکی قبول نہیں مومن کی ادنیٰ نیکی بھی قبول ہے یہ تو رب نے مسلمانوں کی بے جا طرفداری کی ہے کافر ایک لاکھ روپیہ اچھی جگہ خرچ کرے تب بھی مردود ہے مسلمان ایک آنہ خرچ کرے تب بھی مقبول ہے (آریہ)۔ جواب: قانون قدرت یہ کہ ختم مٹی میں بودا سے کھاد پانی دو تب وہ پھلتا پھولتا ہے اگر کوئی شخص ختم بجائے کھلو کے اسے صندل کا براہ دے ہرگز پھل نہ لگے گا بلکہ اگے گا ہی نہیں عمل ختم ہے شریعت اس کی زمین نبوت کا فیضان پانی ہے اخلاص اس کا کھلو کفار اپنے عمل کا ختم اپنی رائے سمجھ کی زمین میں بوتے ہیں۔ اس لئے اس میں قبولیت کا ختم نہیں لگتا۔ مومن کی کاشت درست ہوتی ہے اس لئے قبول ہوتا ہے۔ پانچواں اعتراض: جو چیز غیر خدا کے نام پر نامزد ہو جاوے اس کا استعمال کرنا حرام ہے جیسا کہ ہذا لشو کا نسا سے معلوم ہوا۔ لہذا گیارہویں کے نام کا کھانا کپڑا وغیرہ سب حرام ہیں ان کا استعمال حرام۔ جواب: یہ قاعدہ غلط ہے ورنہ لازم آئے گا کہ گناہ گرام ہسپتال میں علاج کرنا حرام ہو۔ سیتا پور اور رام پور میں رہنا حرام ہو رام تیل استعمال کرنا حرام ہو یوں ہی سیتا پھل۔ کاشی پھل کھانا حرام ہو کہ ان سب کی نسبت بتوں کی طرف ہے صرف اس جانور کا کھانا حرام ہے جو غیر خدا کے نام پر رزق کیا گیا ہو۔ اس کا بھی صرف کھانا حرام ہو گا دیگر استعمال درست ورنہ پھر تو دیوبند میں رہنا دیوبند میں پڑھنا بھی حرام ہو گا کہ اس کی نسبت دیوبت کی طرف ہے۔ اس لئے

یہاں ارشاد ہوا مآء ما بحکمون ان کے یہ فیصلے غلط ہیں فیصلوں کو غلط فرمایا ان چیزوں کو حرام نہیں کیا۔

تفسیر صوفیانہ: انسان تین قسم کے ہیں ایک وہ جو اپنا مال، کمال، احوال، وقت، سانسیں غرضیکہ سارے اشغال نفس اور دنیا کے لئے صرف کرتے ہیں یہ اول درجہ کے بے عقل ہیں کہ انہوں نے سونے کی ڈلیاں ٹھیکریوں کے عوض فروخت کیں اور بعض لوگ وہ ہیں جو ان میں تقسیم کرتے ہیں کہ اتنی سانسیں اتنے کام اللہ کے لئے باقی دنیا کے لئے ان کا یہ عمل طریقت میں شرک خفی ہے نفس اور دنیا کو انہوں نے گویا شرکاء ٹھیرالیا تیسری وہ جماعت جو اپنے قال اور حال بلکہ اعمال سے کستی ہے۔

دل ترا جان تری عاشق شیدا تیرا! سب تو تیرا ہے، ہے پھر کس لئے میرا تیرا

وہ کہتے ہیں ان صلوٰتی و نسکی و معاری و مستانہ العلمین میں خود اپنے لئے نہیں ہوں پس اور میری ہر چیز اللہ رب العالمین کے لئے ہے ہمارے مشرب میں وہ ہی کامل موجد خالص بندے ہیں جب بندہ اس مقام پر پہنچتا ہے کہ اس کا اپنا کچھ نہیں رہتا۔ سب اللہ کا ہو جاتا ہے تو رب فرماتا ہے کہ تیرا سب کچھ تو میرا ہو چکا اور میرا سب کچھ تیرا ہو گیا پھر اللہ تعالیٰ عالم کی ہر چیز پر اس کی حکومت قائم فرماتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ دیوانہ بود در ذکر حق! زیر پائش عرش و کرسی نہ فلک

اس کی تفسیر حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی زندگی پاک ہے اس آیت کریمہ میں اسی دو سرے گروہ کا ذکر ہے کہ جو اپنے اعمال کی کھیتوں کی پیداوار میں کچھ اللہ کے لئے کچھ نفس۔ شیطان دنیا کے لئے مقرر کرتے ہیں پھر یہ لوگ اکثر نماز کے اوقات تو دنیا میں خرچ کر دیتے ہیں مگر دنیا کے اوقات دین کے لئے صرف نہیں کرتے جیسا کہ آج کل عموماً دیکھا جا رہا ہے کبھی اپنا سب کچھ رب کے حوالہ کر کے دیکھیں تو کیا لطف آتا ہے دیکھو رب اپنا سب کچھ تمہیں عطا فرماتا ہے یا نہیں ڈاکٹر اقبال کہتے ہیں۔

مرد مومن مالک خشک و تراست مرد مومن ثاب پیغمبر است

مرد مومن را محمد ابتداست مرد مومن را محمد انتہاست

حضور غوث اقصیٰ کے اس ارشاد میں غور کرو۔

وما منها شہود او دہور تمر و تنفضی الا اتالی!

بلاد اللہ ملکی تحت حکمی ووقتی قبل قلبی قد صفالی!

اللہ تعالیٰ کے سارے شہر میرا ملک ہیں میرے قبضہ میں ہیں کوئی مہینہ یا زمانہ بغیر مجھ سے اجازت لئے نہیں گزرے۔ جب جناب غوث نے اپنا سب کچھ رب کے حوالہ کر دیا رب نے اپنا سب کچھ انہیں عطا فرمادیا ہم نے ہو اسلمان کے تابع فرمان کر دی۔ ہم نے لوہا و آؤد علیہ السلام کے لئے نرم کر دیا۔ قرآن کریم کا ارشاد ہے۔

وَكَذَلِكَ زَيْنَ لِكَثِيرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِينَ قَتَلَ أَوْلَادَهُمْ شُرَكَاءُهُمْ لِيُزْ

اور ایسے ہی آرا سنہ کر دیا واسطے بہت مشرکوں کے مار ڈالنا اولاد کا اپنی شریکوں نے ان کے

اور یہی ہی بہت مشرکوں کی نگاہ میں ان کے شریکوں نے اولاد کا قتل بجا کر دکھایا کہ انہیں

وَهُمْ وَلِيْلِسُوا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ وَلَوْ شَاءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

تاکہ تباہ کر دیں ان کو اور تاکہ مخلوط کر دیں اور پھر ان کے دین کو ان کے۔ اور اگر چاہتا اللہ تو نہیں کرتے وہ یہ کام
بلا کر کر دیں اور ان کا دین ان پر مشتبہ کر دیں اور اللہ چاہتا تو ایسا نہ کرتے تو تم انہیں چھوڑ دو وہ ہیں

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾

پس چھوڑ دو ان کو اور اس کو جو گھڑتے ہیں وہ
اور ان کے افتراء

تعلق: اس آیت کریمہ کر پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کی بد عملیوں کا ذکر
تھا کہ وہ اپنے صدقہ و خیرات میں اس طرح کتر بیونت کرتے ہیں اب ان کے معاملات کی خرابی کی ذکر ہے کہ وہ اپنی اولاد پر اس
طرح ظلم کرتے ہیں گویا عبادات کی خرابیوں کے بعد ان کے معاملات کی خرابیوں کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں
ارشاد تھا کہ مشرکین اپنے شرکاء کے ایسے خیر خواہ ہیں کہ اللہ کے نام پر نکالے ہوئے مال میں سے شرکاء کے حصہ میں ملا دیتے ہیں
اب ارشاد ہے کہ وہ شرکاء ان کے ایسے بد خواہ ہیں کہ انہیں برے راستہ پر لگا دیتے ہیں ان کی اولاد کو ان کے ہاتھوں قتل کر دیتے
ہیں۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد تھا کہ کفار اپنے مال کے دو حصے کرتے ہیں۔ اللہ کے لئے اور بتوں کے لئے اب
ارشاد ہے کہ یہ لوگ اپنی اولاد کے بھی حصے کرتے ہیں بعض کو اپنے پاس رکھنے کے لئے بعض کو زندہ دفن کر دینے کے لئے ان
کے غلط تقسیم مال اولاد سب جگہ جاری ہے اور دونوں صورتیں خلاف عقل ہیں۔

نزول: زمانہ جاہلیت میں نعمان ابن منذر نے عرب کے ایک قبیلہ پر ڈاکہ ڈالا اور ان کی عورتوں کو قید کر کے لے گیا ان قید شدہ
عورتوں میں ایک عورت قیس ابن عاصم کی بیٹی تھی کچھ دنوں بعد ان ڈکیتی کرنے والوں اور اس قبیلہ میں اس پر صلح ہوئی کہ ان
قیدیوں میں سے جو آزاد ہونا چاہے وہ آزاد ہو کر اپنے قبیلہ میں چلا جائے اور جو ان ڈاکوؤں کے ساتھ رہنا چاہے وہ وہاں ہی رہے
ان تمام عورتوں نے آزادی چاہی مگر قیس ابن عاصم کو بیٹی نے کہا کہ میں تو نعمان کے ساتھ ہی رہوں گی۔ جس پر قیس نے قسم کھا
لی کہ آئندہ میرے جو لڑکی ہوگی اسے زندہ ہی دفن کر دیا کروں گا کہ لڑکی نے میری ناک کٹوا دی یہ تو اس حرکت کی ابتدا ہو اس
کے بعد وہاں یہ رسم پڑ گئی کہ سردار ان عرب اپنی لڑکیوں کو زندہ دفن کرنے لگے کوئی تو اپنی غریبی کی وجہ سے کوئی اپنی برائی کی بنا پر
کہ ہمارا کوئی داماد نہ بنے یہ رواج ایسا پڑا کہ بعض عرب کبھی کسی حاجت میں اپنی اولاد کی ذبح نذر مان لیتے اور حاجت پوری ہو
جانے پر ذبح کر دیتے (روح المانی) حتیٰ کہ عبد المطلب نے نذر مانی تھی کہ خدا یا اگر مجھے دس یا بارہ بیٹے دے تو میں آخری بیٹے کو
اللہ کے نام پر ذبح کر دوں گا۔ چنانچہ حضرت عبد اللہ کی پیدائش پر یہ تعداد پوری ہوئی آپ نے کسی دینی سردار سے پوچھا کہ کیا میں
عبد اللہ کو اللہ کے نام پر ذبح کر دوں اس نے کہا کہ عبد اللہ اور دس اونٹوں کے ناموں پر قرعہ ڈالو اگر اونٹوں کا نام نکل آوے تو
انہیں ذبح کر دو اگر عبد اللہ کا نام نکلے تو دس اونٹ اور برہا کر پھر قرعہ ڈالو اس طرح دس دس اونٹ برہاتے رہو جب تک کہ
اونٹوں پر قرعہ نہ نکل آوے عبد المطلب نے یوں ہی کیا ہر دفعہ میں جناب عبد اللہ کا نام قرعہ میں نکلتا تھا۔ حتیٰ کہ سو اونٹ جب

پورے ہو گئے تو اونٹوں کا نام نکلا پھر کئی بار قرعہ ڈالا ہر بار میں اونٹوں کا نام نکلتا جناب عبدالمطلب نے سوانث ذریعہ کئے جناب عبد اللہ کی جان بھی اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں یعنی ایک اسماعیل علیہ السلام دوسرے جناب عبد اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والد ماجد اس آیت کریمہ میں اہل عرب کی اس حرکت کا ذکر ہے اور اسی عمل کی پر زور تردید ہے (خازن، معانی وغیرہ) یہ واقعہ تفسیر روح البیان نے کسی قدر فرق کے ساتھ بہت تفصیل سے یہاں ہی بیان فرمایا۔

تفسیر: و کذلک ذین یہ نیا جملہ فانک سے اس مذکورہ بالا عمل کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسے یہ لوگ اپنا بل بوتوں کے نام پر لگا کر برباد کرتے ہیں کہ اس میں مل کی بربادی اور گناہ بلکہ کفر و دنوں کا بیل ان پر پڑتا ہے اور یہ سب کچھ ابلیس یا ان کے سرداروں کے برکانے سے ہے یوں ہی ان کا یہ حال بھی ہے کہ اپنی اولاد کو بھی اپنے ہاتھوں ہلاک کرتے ہیں ذین بنا ہے تزیین سے جس کا ملوہ زینت ہے معنی آرائش خوبصورتی زین آراستہ کر دیا اچھا کر کے دکھلایا آرائش دو طرح کی ہوتی ہے چچی اور جھوٹی آرائش دھوکہ اور فریب ہے۔ خراب لکڑی پر پالش پیتل پر سونے کے پانی کی پالش دھوکے کا باعث ہے۔ نفس 'شیطان' برے ساتھی جھوٹی آرائش کر کے برے کاموں کو اچھا کر کے دکھاتے ہیں وہی یہاں مرلوہ ہے چچی آرائش وہ ہے جو اللہ رسول کی طرف سے ہو لکنہ من المشرکین چونکہ لڑکیوں کا قتل سارے مشرک نہیں کرتے تھے بلکہ بعض سردار و دفع عار کے لئے اور بعض غریب لوگ اپنی غریبی کی وجہ سے بعض لوگ جھوٹی نذرین کر اس لئے یہاں لکنہ ارشاد ہوا نیز یہ عمل عرب کے اہل کتاب کا نہ تھا بلکہ مشرکین عرب کا تھا ان کی دیکھا دیکھی بعض موحدین نے بھی کرنا شروع کر دیا تھا اس لئے لکنہ بھی ارشاد ہوا اور من المشرکین بھی قتل اولادہم شرکاء ہم قتل اولاد ذین کا مفعول ہے اور شرکاء ہم اس کا فاعل قتل سے مراد ماثر و الٹا ہے خواہ زندہ فن کر کے یا زندہ کو کنوئیں میں دھکیل کر یا چھری سے ذبح کر کے چونکہ بعض عرب اپنے لڑکوں کو بھی قتل کر دیتے تھے اپنی غریبی کو بنا پر بلکہ بعض لوگ اپنی لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے کہ جو ان ہونے پر ان پر اچھی خاصی رقم لے کر ان کا نکاح کریں گے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے کہ ہم کو ان کے نکاح کریں گے لڑکوں کو مار ڈالتے تھے کہ ہم کو ان کے نکاح سے آمدنی نہ ہوگی اس لئے یہاں اولادہم فرمایا گیا ہنا تھم نہ فرمایا۔ شرکاء سے مراد ان کے کاہن سردار ان قبیلہ یا بت خانوں کے مہلورین ہنست وغیرہ ہیں چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی طرح بلکہ اس سے بھی برتر کر ان کی اطاعت و فرمانبرداری کرتے تھے اس لئے انہیں شرکاء فرمایا گیا (روح المعانی) بعض نے فرمایا کہ شرکاء سے مراد جنات ہیں جو ان کے کاہنوں کے کان میں ایسے واپیات اہل پھونکتے تھے وہ کاہن لوگوں کو یہ سب کچھ سکھاتے تھے۔ خیال رہے کہ یہاں مفعول قتل کو مقدم فاعل یعنی شرکاء پر تاکہ حصر کے معنی حاصل ہوں یعنی یہ قتل ان کے شرکاء ہی نے سکھایا یہ حرکت کرانے والے وہی ہیں۔ ان کے نفس بھی اس کام کی رغبت انہیں نہیں دیتے کیونکہ نفس انسانی بھی اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے اسے اپنے ہاتھوں ہلاک نہیں کرتی۔ شیر چیتے وغیرہ خونخوار جانور بھی اپنے بچوں کو نہیں مارتے بلکہ ان کی حفاظت کرتے ہیں ان لوگوں کا یہ عمل نفس حیوانی کے تقاضے کے بھی خلاف ہے لہذا وہم یہ عبادت زین کے متعلق ہے اس کی وجہ بیان فرما رہی ہے مرد و بنا ہے ارداء سے جس کا ملوہ وہ معنی غار میں گرانا یا بلندی سے دھکیلنا یا ہلاک کر دینا ہے اسی سے ہے ورنہ وہ جانور جو چھت سے یا غار میں گر کر ہلاک ہو جاوے اسی سے ہے۔ متروکہ بلندی سے گر کر ہلاک شدہ جانور رہ فرماتا ہے وہاں بغیر عند مالہ افا تردی اور فرماتا ہے۔ ان کتہ

لتردین مردو کافاعل وہی شیاطین شرکاء ہی ہیں اور ہم کا مرجع یہ حرکتیں کرنے والے کفار ہلاکت میں دو احتمال ہیں اس سے مراد یا تو اخروی ہلاکت ہے یعنی سخت اور ناقابل معافی گناہ کیونکہ بے زبان بچوں پر ظلم بلکہ بے زبان جانوروں پر ظلم بدترین جرم ہے جس کی معافی مشکل بلکہ قریباً ناممکن ہی یا اس سے دنیاوی ہلاکت مراد ہے کیونکہ اپنے بچوں کاقت اپنی نسل کو ختم کر دینا ہے اس لئے کہ نسل تو اولاد سے چلتی ہے جب اولاد ہی زنج کر دی گئی تو نسل کیسے چلے اس سے قوم کو ہلاکت و بربادی ہے یا چونکہ یہ لوگ اپنے اس عمل سے اخلاقی بلندی سے گر کر امتدادِ جہ کی بریریت و ہشت کے غار میں گر گئے تھے اور یہ عمل ان کی ہلاکت و تباہی کا باعث تھا لہٰذا فرمایا لیرد واہم وللبسوا علیہم دہنہم یہ عبارت معطوف ہے لیرد واہم پر اگر ان دونوں کافاعل شیطان ہے تو لام علت اور وجہ کا ہے کیونکہ شیطان انہیں دہنوں سے ان سے یہ کام کراتا ہے اور اگر ان کافاعل بت خاتوں کے پجاری و منت ہیں تو لام عاقبت و انجام بیان کرنے کے لئے ہے لبسو بنا ہے لبس سے معنی خلطوط کرنا اسی سی ہے النبا علیہم کا مرجع وہی کفار قریش ہیں دہنہم میں دین سے مراد وہ دین ابراہیمی ہے جس پر ہونے کا دعویٰ کرتے تھے اور جسے انہوں نے بگاڑ دیا تھا۔ شرک و کفر اسیں شامل کر دیا تھا۔ شاید ہو یہ کہتے ہوں کہ فرزند کا زنج کرنا سنت ابراہیمی ہے کہ انہوں نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو زنج فرمایا تو ہم بھی کریں مگر وہ بے وقوف یہ نہ سمجھے کہ وہاں زنج فرماتا بطور امتحان تھا وہ راہِ خدا میں تھے پھر بھی زنج واقعہ بھی نہیں ہوا اور ان کا زنج کرنا شیطانی کام تھا وہ شیطانی اور رحمانی کام میں فرق نہیں کرتے تھے یہ ہے دین ابراہیمی میں مشابہہ واقعہ کرنا یا دین سے مراد وہ دین ہے جس پر انہیں ہونا چاہئے مگر انہوں نے اسے چھوڑ دیا یعنی قتل اولاد شرکاء نے انہیں اس لئے اچھا کر کے دکھایا تاکہ ان کا اصل دین مشتبہ ہو جاوے وہ ان حرکتوں کو دین ابراہیمی سمجھنے لگیں ولو شاء اللہ ما فعلوہ اس فرامِ عالی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین بھی ہے اور ایک بڑے شبہ کا جواب بھی یہاں شاء معنی ارادہ ہے نہ کہ معنی محبت و پسندیدگی یعنی اے محبوب آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کی تبلیغ میں کچھ کمی ہے۔ اس وجہ سے یہ لوگ رولہ راست پر نہیں آتے اور کوئی شخص یہ خیال نہ کرے کہ اللہ تعالیٰ تو ان کفار کی ہدایت چاہتا ہے اور شرکاء انہیں گمراہ کرنا چاہتے ہیں اور یہ لوگ ہوئے تو اللہ تعالیٰ کی طاقت سے شریکوں کی طاقت زیادہ ہوئی کہ خدا کا چاہنا ہو اشریکوں کا چاہا ہو گیا ان دونوں کے متعلق ایک عبارت فرمادی کہ یہ سب کچھ ہمارے ارادہ سے ہو رہا ہے اگر ہم یہ ارادہ نہ کرتے تو یہ لوگ کچھ نہ کرتے یہ سب کچھ طے شدہ پروگرام کے تحت ہو رہا ہے خلاصہ یہ ہے کہ یہ سب کچھ اتفاقاً نہیں ہو رہا بلکہ ہمارے بنائے ہوئے پروگرام کے تحت ہو رہا ہے اور یہ پروگرام محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھانے کو ہو رہا ہے کہ تاقیامت دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طاقت و قدرت کا نظارہ کرے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسوں کو سیدھا کیا بلکہ ان ہی میں سے صدیق و فاروق بنائے اور یہ کہ جسے جو ملتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں ملتا ہے رب نے ان کو سیدھا کیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے توسل سے فذہم و ما یفترون یہ عبارت ایک پوشیدہ جملہ کی جزاء ہے کہ جب واقعہ یہ تو آپ انہیں اور ان کے جھوٹے عقیدوں برے غلوں پر رنج و غم کرنا چھوڑ دو ان کا خیال دل سے نکال دو اس کے معنی سے یہ فرمانِ عالی محکم ہے منسوخ نہیں۔ یا اے محبوب انہیں ان کے حال پر چھوڑ دو جو کرتے ہیں انہیں کرنے دو اس صورت میں یہ حکم منسوخ ہے کہ اسلام کی قوت کے بعد مشرکین کو قتل اولاد سے جبراً روک دیا گیا۔ اب کوئی مشرک اپنے بچے کو اسلامی حکومت میں قتل نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو اس کی سخت سزائے گا۔ دیکھ لو زندہ دل کا بیٹا جتنی معافی خاوند کی لاش کے ساتھ بیوی کا زندہ جلنا قانون میں

منوع ہے یا یہ مطلب ہے کہ اے مسلمان تو کفار اور کفار کے اعمال کو چھوڑ دے تو ان جیسی حرکتیں نہ کرنا کفار سے میل جول نہ رکھنا اس صورت میں یہ خطاب مسلمان سے ہے تب یہ فرمان محکم ہے منسوخ نہیں۔

خلاصہ و تفسیر: جیسے کفار عرب کے سرداروں نے انہیں ان کا مل برہلو کرنا سکھایا کہ ان کی گاڑی کمانی کامل ان سے بتوں کے نام پر خرچ کرایا اسی طرح ان سرداروں نے ان کے دلوں میں یہ بات جمادی کہ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں ہلاک کر دینا بڑی عزت و فخر کی بات ہے چنانچہ بہت سے مشرکین عرب اپنے بچوں کو لڑکیوں کو بہت سے لوگ اور لڑکوں کو بعض لوگ اپنے ہاتھوں مختلف طریقوں سے ہلاک کرنے لگے ان سرداروں نے یہ سب کچھ اس لئے کیا تاکہ انہیں انسانیت کی بلندی سے اخلاقی پستی کے غار میں ڈال دیں ان سے وہ کام کرائیں جو جانور خونخوار و درندے بھی نہیں کرتے یعنی اپنے ہاتھوں اپنے بچوں کو ہلاک کرنا اور اس لئے کیا کہ ان پر کے اپنے دین یعنی دین ابراہیمی کو مشتبہ کر دیں کہ وہ سمجھیں کہ اپنے بچوں کو اپنے ہاتھوں ہلاک کرنا ملت ابراہیمی کا مسئلہ ہے اسے محبوب آپ یہ نہ خیال فرمایوں کہ یہ کام ارادۃ الہی کے خلاف ہو رہا ہے نہیں اگر رب کا ارادہ نہ ہو تا تو وہ حرکت کبھی نہ کرتے لہذا آپ ان کی ان حرکتوں پر غم نہ کریں اس کی پروا نہ کریں انہیں اور ان کے اعمال کو چھوڑیں بے پروا ہو جائیں۔

حکایت: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہو کر ایمان لایا وہاں ہی رہنے سننے لگا مگر ہمیشہ غمگین رہتا تھا ایک حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے اس غمگینی کی وجہ پوچھی وہ بولا کہ اپنی سنگدلی اور اپنی بے گناہ بچی کی یاد سے غمگین رہتا ہوں فرمایا کیا واقعہ ہے وہ بولا کہ ہمارے خاندان میں لڑکیوں کو زندہ دفن کر دینے کا رواج تھا میں نے اپنی کئی لڑکیاں زندہ گاڑی تھیں ایک لڑکی کے متعلق میری بیوی نے سفارش کی کہ اسے زندہ رہنے دے میں مان گیا وہ جوان ہو گئی پیغام نکاح آنے لگے مجھ پر جھوٹی عزت و غیرت کا بھوت سوار ہوا کہ اب کوئی میرا دلہہ بنے گا۔ ایک دن میں نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں اس لڑکی کو اپنے قرابت داروں سے ملاقات کے لئے فلاں جگہ لے جانا چاہتا ہوں وہ خوش ہوئی اسے کپڑے زیور پہنا کر میرے حوالہ کیا اور کہا کہ یہ میری لانت ہے اس میں خیانت نہ کرنا میں اسے جنگل میں ایک گہرے کنوئیں کے کنارہ پر لے گیا۔ لڑکی سمجھ گئی مجھ سے لپٹ کر رونے لگی کہ لاجان میرا قصور کیا ہے ارے میں اپنی ماں کی لانت ہوں وہ بہت آہ و زاری کرتی رہی مگر میں نے اسے کنوئیں میں دھکیل دیا وہ کنوئیں میں گر کر بھی مجھے پکارتی رہی کہ لاجان مجھے نکالو میں نے اوپر سے پتھر مارے حتیٰ کہ اس کی آواز بند ہو گئی جب مجھے اس کی موت کا یقین ہو گیا تب میں وہاں سے لوٹا یہ واقعہ سن کر سارے مجمع بلکہ خور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بہت ہی روئے۔ یہ قاعرب کا پرانا حال (روح البیان) اس آیت کریمہ میں عرب کے اسی رواج کو ذکر ہے اس سے پتہ لگا کہ کافر کا دل سخت ہوتا ہے مومن کا دل نرم۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور مدینہ منورہ کی زمین بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام اقدس دل میں نری پیدا کرنے کے لئے اکسیر ہے کلمہ طیبہ اگر دل میں اتر جاوے تو دل میں نری کفار کے مقتل جرات اور قناعت پیدا کرتا ہے دیکھو یہ شخص کافر رہے ہوئے اس واقعہ پر غمگین نہ ہوا کلمہ پڑھ کر غم سے دو چار ہوا۔ کلمہ نے دل میں نری پیدا کی فرعون جادو گر کلمہ پڑھنے کے بعد فرعون سے بولے فالص ما انت قاض جو تجھ سے ہو سکے کر لے۔ یہ تھی جرات ایک کافر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہو ارات کو سات بکریوں کا دودھ پی گیا مگر جب صبح کو مسلمان ہو تو وہ بکری کا دودھ نہ پی

سکایہ ہوئی دل میں قناعت۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انسانیت پر اتنا بڑا احسان ہے جو کوئی بیان نہیں کر سکتا۔

انسانیت کو فخر ہوا تیری ذات سے بے نور تھا خرد کا ستارا تیرے بغیر کوئی انسان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا شکر یہ لوا نہیں کر سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان نما و رندوں بلکہ درندوں سے بدتر لوگوں کو ترقی کے باہم پر پہنچایا۔

گرتے ہوؤں کو کس نے ابھارا ترے بغیر بگڑے ہوؤں کو کس نے سنبھلا ترے بغیر دوسرا فائدہ: نور نبوت کے بغیر عقل انسانی اندھی ہے بلکہ سخت نقصان دہ ہے عاقل انسان وہ حرکتیں کر لیتا ہو جو خونخوار درندے جانور بھی نہ کریں یہ تو آپ عرب کا محل سن چکے ہندوستان میں ہندو عورت اپنے مردہ خلوں کی لاش کے ساتھ زندہ جلا دی جاتی تھی۔ مسلمانوں نے یہ رواج بند کیا اب اس ترقی کے دور میں بعض مشرکین اپنے کو جلا بھسم کر لیتے ہیں۔ بھوک ہڑتل سے جان دے دینے کو شش کرتے ہیں یہ وہی پرانی بربریت ہے یہ نہ سمجھو کہ نفس کشی کے یہ رواج ختم ہو گئے جن قوموں میں نور نبوت نہیں پہنچا وہاں اب بھی اس کے اثرات موجود ہیں۔ تیسرا فائدہ: لڑکیوں سے دل تنگ ہونا لڑکوں سے بست محبت کرنا ان کے مقلد لڑکیوں کو ذلیل سمجھنا کفار کا طریقہ ہے اسلام اس سے روکتا ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے چار لڑکیاں اور تین یا چار بیٹے ہوئے بیٹے سارے ہی بچپن میں وفات پا گئے لڑکیوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پال جوان کیا اور فرمایا جو تین لڑکیوں کو خوش دلی سے پال کر جوان کر دے وہ جنت میں میرے ساتھ ہو گا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ چوتھا فائدہ: عاقل انسان اپنی اندھی عقل سے اچھی باتوں کو برا اور بری باتوں کو اچھا سمجھنے لگتا ہے یہ تمام فائدے ذہنی نکتہ رخ سے حاصل ہوئے۔ غضب تو دیکھو کہ بعض مشرکین عرب اولاد کے ذبح کو بہترین عبادت اور قرب الہی کا ذریعہ سمجھتے تھے اس کی نذر مانتے تھے۔ پانچواں فائدہ: اہل عرب کا اصل دین ملت ابراہیمی تھا جسے ان کے سرداروں نے بگاڑ دیا تھا۔ اس دین ابراہیمی کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے زندہ فرمایا یہ فائدہ لہب سرا علیہم دینہم لرحم سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: دنیا میں ہر نیک و بد کام اللہ تعالیٰ کے ارلہ سے اس کی مشیت سے ہو رہا ہے۔ ہاں برائیوں سے ناراض ہے نیکوں سے خوش یہ فائدہ ولو شاء اللہ ما فعلوا لرحم سے حاصل ہوا اس کی مفصل بحث تیسرے پارہ ولو شاء اللہ ما اقتلوا کی تفسیر میں گزر چکی ہے مع اعتراضات وجہ ابادت کے۔ ساتواں فائدہ: مسلمانوں کو چاہئے کہ کفار سے بیزاران کے اعمال سے دور رہیں یہ فائدہ نذرہم وما یفترون کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا اگر مسلمان کفار کے دوست بنے رہے تو ان کا انجام بھی کفار کا سا ہو سکتا ہے چکی ہستی ہے دانہ کو مگر اس کا ساتھی گھن بھی پس جاتا ہے۔

مسئلہ: اسلامی سلطنت میں کفار کو مذہبی آزادی دی جاوے گی وہ شوق سے بت پرستی کریں سور کھائیں، شراب پیں مگر انہیں مالی جانی بد معاملگی کی اجازت نہ ہوگی لہذا کسی کافر کو اپنی بچہ فزح کرنے لڑکی زندہ گاڑھنے چوری کرنے کی اجازت نہ ہوگی اگرچہ یہ چیزیں ان کے دین کا رکن ہوں۔ اسی طرح کسی کو خود کشی کرنے اپنے کو زندہ جلا کر بھسم کرنے کی اجازت نہیں دی جاوے گی یہ مسئلہ نذرہم وما یفترون کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا اگر اس صورت میں بت پرستی نہ ہو تو یہ دیکھو مشرکین عرب مردہ

عورتیں یکسر ننگے طواف کرتے تھے مگر فتح مکہ کے بعد اس سے روک دیئے گئے۔

پہلا اعتراض: یہاں لکھنا من المشركين کیوں ارشاد ہوا سارے کفار اپنے بچے ہلاک کرتے تھے۔ جسے اسلام نے روک۔ جواب: یہ غلط ہے اگر سارے کفار اپنے بچے ہلاک کرتے ہوتے تو ان کی نسل ہی ختم ہو جاتی بلکہ سردار ان قوم تو اپنیڑکیاں زندہ دفن کرتے تھے۔ بعض غریب کفار اپنے لڑکے مار دیتے تھے لڑکیاں زندہ رکھتے تھے کہ ان کے نکاح پر لڑکے سے بھاری رقم وصول کریں گے اور بعض کفار اس فعل سے یکسر بیزار تھے نیز سارے کفار عرب یہ قتل نہ کرتے تھے صرف بعض مشرکین لہذا لکھنا فرمان بھی درست ہے اور من المشركين کہنا بھی درست دو سرا اعتراض: مشرکین کی یہ بد عملی ان کے معبودوں نے انہیں نہیں سکھائی تھی انہوں نے اپنے معبودوں کو دیکھا بھی نہ تھلا تے و عزی۔ منلت نہ معلوم کب گزرے ہیں۔ پھر یہ فرمانا کیونکہ درست ہوا کہ ان کے شرکاء نے یہ عمل مزین کر دیئے جواب: اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں شرکاء سے مراد ان کے معبود نہیں بلکہ ان کے سردار ہیں۔ جن کو وہ رب تعالیٰ کی اطاعت میں شریک کرتے تھے کہ ان کے حکم خدا تعالیٰ کے احکام کی طرح مانتے تھے۔ تیسرا اعتراض: اگر لولاد کا قتل اتنا ہی برا ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے اسماعیل علیہ السلام کو ذبح کیوں کیا وہ تو رب نے ان کی جان بچائی ورنہ وہ تو بے قصور بیٹے کو قتل کر ہی چکے تھے (آریہ)۔ جواب: نفسانی خواہش یا شیطانی اغواء سے قتل لولاد جرم ہے اگر اس سے رب راضی ہوتا ہو تو فرض ہے جس عمل سے وہ راضی ہو وہی عمل اچھا وہاں حضرت خلیل نے بحکم رب جلیل فرزند کو ذبح کیا اس کا نام قتل نہیں۔ قربانی ہے نفس کے لئے لڑنا بھڑنا مارنا مرنافسا ہے۔ رب کے لئے یہ سارے کام جملہ ہیں۔ مقصود تو اسے راضی کرنا ہے جب کفار کا زور ان کو بلو جنگ میں بہت ہو جلوسے اور مجاہد کا مارا جانا یقینی ہو جائے پھر بھی اس کا آگے بڑھنا۔ سینے پر گولی کھانا خود کشی نہیں بلکہ شہوت ہے کہ رضا الہی کے لئے ہے۔ چوتھا اعتراض: اگر قتل لولاد کفار کا عمل تھا تو جناب عبدالمطلب نے اپنے فرزند عبد اللہ کو قتل کرنے کا کیوں ارادہ کیا وہ تو مومن موحّد تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے اس عمل کی کیوں تعریف فرمائی اور اپنے متعلق کیوں فرمایا انا ابن الذبیحین میں دو ذبیحوں کا بیٹا ہوں۔ جواب: عار سے بچنے یا فقری کے خوف سے بچوں کو قتل کرنا برا تھا عبدالمطلب نے اس لئے یہ کوشش نہ کی تھی بلکہ وہ اپنی بے علمی اور دین ابراہیمی سے بے خبری کی وجہ سے یہ سمجھے کہ رب تعالیٰ ہمارے اس عمل سے راضی ہو گا۔ نیت بری نہ تھی عمل میں غلطی تھی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب عبدالمطلب کے اس عمل کی تعریف نہ کی بلکہ رب تعالیٰ کے بچا لینے کی تعریف فرمائی۔ پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ مومن کے دل میں نرمی ہوتی ہے کلمہ طیبہ دل میں نرمی جرات قناعت پیدا کرتا ہے مگر یزید شمر عمرو ابن سعد کے دل تو ایسے سخت تھے کہ انہیں اہل بیت کے چھوٹے پیارے بچوں پر رحم نہ آیا حالانکہ وہ کلمہ پڑھتے تھے کلمہ نے ان کے دل نرم کیوں نہ کئے۔ جواب: وہاں کلمہ ان کے دلوں میں نہ اتر تھا۔ صرف زبان پر رہا تھا جب دانہ زمین میں دفن نہ ہو تو اس میں پھل نہیں لگتا اگرچہ کوئل نکل آوے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار عرب کا اپنے بچے ذبح کرنا رب تعالیٰ کے ارادے سے تھا اس ارادے میں کیا حکمت تھی کہ فرمایا ولو شاء اللہ ما فعلوا جواب: رب کے ہر فعل میں ہزار ہا حکمتیں ہوتی ہیں یہ حکمت بھی ہو سکتی ہے کہ اس سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھائی جاوے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی بگڑی قوم کی اتنی تھوڑی مدت میں اس بے مثل طبع سے حکمت و انبیا کی شان دکھانے کے لئے مخلوق کو مصیبت میں ڈالا جا

سکتا ہے حضرت یوسف کی شان دکھانے کے لئے سات سال کی عام قحط سالی بھی گئی۔

تفسیر صوفیانہ: دماغ کی آنکھ کا اندھا ہونا بھی مصیبت ہے جس سے انسان ٹھوکریں کھاتا۔ دو سروں کا میسر محتاج ہو جاتا ہے مگر دل کی آنکھ کا اندھا ہونا رب تعالیٰ کا بڑا سخت عذاب ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر رے ساتھی کی بات ماننے لگتا ہے کبھی نہیں سوچتا کہ یہ کام میرا اچھا ہے یا برا دیکھو محض اپنی ناک کی خاطر اپنی اولاد کو اپنے ہاتھ سے ہلاک کرنا ایسا برا کام ہے جسے بے عقل جانور بھی نہیں کرتے بلکہ جو ہے کو اور طاقت سے پکڑتی ہے اور اپنے بچہ کو منہ میں اور ہی طرح دباتی ہے منہ ایک ہے دانت ایک ہیں مگر گرفت کے طریقوں میں فرق ہے وہ بھی جانتی ہے کہ بچہ کو اپنے دانتوں سے ہلاک کرنا برا ہے مگر عاقل انسان جو عقل کا اندھا ہو جائے اسے یہ بھی نہیں معلوم ہوتا ہے عقلی اور چیز ہے بد عقلی کچھ اور چیز جانور بے عقل ہیں مگر انسان جب بگڑتا ہے تو بد عقل ہو جاتا ہے جانوروں سے بدتر پھر جو لوگ انسان کو اس عمل پر رغبت دیں ان کا اندھا ہونا تو بہت ہی تعجب کا باعث ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو اپنی قدرتوں کا نمونہ بنایا ہے وہ اس پر بھی قادر ہے کہ اپنے محبوب انسان کو فرشتوں سے اعلیٰ کر دے اس پر بھی قادر ہے کہ مردود انسان کو جانوروں سے بھی بدتر بنادے ہمیشہ اس کی پناہ مانگنی چاہئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان پر سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم چھوڑ دیں اپنی نگاہ کرم اس سے ہٹالیں اس لئے ارشاد فرماتا ہے ولا تعد عننا ک عنہم اے محبوب ان گنہگاروں سے آپ نگاہ کرم نہ ہٹائیں۔

لطیفہ: یہاں ارشاد ہے فندھم انہیں چھوڑ دو و و سری جگہ ارشاد ہے فندونی و المکنین اے محبوب مجھے اور ان کفار کو چھوڑ دو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی حرکتیں رب کے عذاب کا سبب ہیں مگر کسی رحمت والے محبوب کے مجھے اور کفار کو چھوڑ دو معلوم ہوتا ہے کہ کفار کی حرکتیں رب کے عذاب کا سبب ہیں مگر کسی رحمت والے محبوب کی رحمت آڑے آجاتی ہے جو عذاب نہیں آنے دیتی وما کان اللہ ليعذبہم وانت لہم۔

وَقَالُوا هَذِهِ أَنْعَامٌ وَحَرْتُ حُجْرًا لَا يَطْعَمُهَا إِلَّا مَنْ نَشَاءُ بِزَعْمِهِمْ

پور کہا انہوں نے یہ جانور اور کھیتی منوع ہے نہیں کھا سکتے اسے مگر وہ جسے چاہیں ہم اپنے گمان سے

ہم بولے یہ مویشی اور کھیتی روکی ہوئی ہے اسے وہ ہی کھائے جسے ہم چاہیں اپنے

وَأَنْعَامٌ حُرِّمَتْ ظُهُورُهَا وَأَنْعَامٌ لَا يَذْكُرُونَ أَسْمَاءَ اللَّهِ عَلَيْهَا

اور وہ جانور ہیں کہ حرام کی ہوئی ہیں بیٹھیں ان کی اور کچھ جانور کہ نہیں ذکر کرتے نام اللہ کا اور پرانے

تھوڑے خیال میں اور کچھ مویشی ہیں جن پر چڑھنا حرام ٹھہرایا اور کچھ مویشی کے ذریعہ

افْتَرَاءٌ عَلَيْهِمْ سَيُجْزَوْنَ بِمَا كَانُوا يَفْتَرُونَ ﴿٥٠﴾

بتان کھڑتے ہوئے اور پر اس کے قریب ہی بددیکھا انہیں اس کا جو گھڑتے تھے وہ

پر اللہ کا نام نہیں لیتے یہ سب اللہ پر جھوٹا باندھنا مقرب وہ انہیں بددیکھا ان افتراء کا

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کا یہ برا عمل ذکر کیا گیا جو وہ اپنی پیدوار کے متعلق کرتے تھے یعنی اس کا بعض حصہ اللہ تعالیٰ کے نام پر بعض بتوں کے نام پر، اب ان کی اس بد عملی کا ذکر ہے جو وہ اپنی اصل زمین بلکہ جانوروں کے متعلق بھی کرتے تھے یعنی بعض زمینوں کو بتوں کے نام پر اور بعض جانوروں کو اپنے جھوٹے معبودوں کے نام پر وقف کر دیتے تھے گویا وقتی بد عملی کے بعد ان کی دائمی بد عملی کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں ان کفار کے اس ظلم کا ذکر تھا جو وہ نومولود بچوں پر کرتے تھے یعنی انہیں زندہ دفن کر دیتا اب ان کے اس ظلم کا ذکر ہے جو وہ اپنی بیویوں اور دوسری عورتوں پر کرتے تھے یعنی انہیں بہت سی چیزوں سے محروم کر دیتا۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ مشرکوں کے دین کو ان کے شیاطین نے خلط ملط کر دیا اب اس خلط ملط کی کچھ اور تفصیل بیان ہو رہی ہے گویا یہ آیت کریمہ پچھلی آیت کی تفصیل ہے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں کفار عرب کی وقتی بد عملیوں کا ذکر تھا جو وقت خاص میں ہوتی تھیں پھر ختم ہو جاتی تھیں اب ان کی وقتی بد عملیوں کا ذکر ہے جو دائمی رہتی تھیں یعنی اوقف میں غلطیوں و قفوں میں شرک و قبیح غلطی و قبیح غلطی سے سخت تر ہے وقف بڑی پرانی عبادت ہے جسے کفار نے بگاڑ دیا تھا۔

نزول : کفار عرب اپنے کھیتوں کے دو حصے کرتے تھے کچھ حصہ اپنی ضروریات کے لئے کچھ حصہ بتوں کے نام پر وقف۔ اس وقف حصہ کی پیدوار صرف بت خانوں کے جانوروں پر خرچ کرتے تھے اور اپنے جانوروں کے چار حصے کرتے تھے بعض جانور اپنے کاروبار کے لئے رکھتے تھے بعض بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے جیسے بحیرہ سائبہ، حام و غیرہ بعض جانور وہ تھے جن پر نہ سواری کرتے تھے نہ بوجھ لاتے تھے اور بعض وہ تھے جنہیں زندگی بھر تو اپنے کام میں لاتے مگر انہیں ذبح نہیں کرتے تھے یوں ہی مر جانے دیتے تھے۔ اس آیت کریمہ میں اس موقوفہ زمین اور ان تین قسم کے جانوروں کا ذکر فرما کر ان کی حماقت ظاہر فرمائی گئی ہے (تفسیر احمدی)۔

تفسیر : وقالوا هذه انعام و حرث حجۃ عربی میں لفظ قول ایک ہے مگر یہ چار معنی میں استعمال ہوتا ہے فرماتا جیسے قل اللہ عرض کرنا جیسے قل نوح رب لا تذکر کما، کما اس بکنا جیسے قلنا الیہود اللہ مغلوط جیسی بات ویسے ہی قول کے معنی یا جیسا بات والا ویسے ہی قول کے معنی یہاں قالوا آخری چوتھے معنی میں ہے کیونکہ ان کی بات کفریہ ہے اور کہنے والے کفار۔ خیال رہے کہ عام لوگوں کی زبان پر کبھی شیطان بولتا ہے کبھی نفس مارا کبھی رحمان مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر اللہ تعالیٰ ہی بولتا ہے ان ہوا لا وحی یوحی۔ یہاں قالوا سے مراد یا تو ان کا قول ہے یعنی عقیدہ یا ان کا زبانی قول یا ان کا وہ اعلان مراد ہے جو وہ وقف کرتے وقت کیا کرتے تھے صرف زبانی یا تحریری ہذہ سے اشارہ اسی طرف ہے جو یہ اعلان کرتے وقت ان کے سامنے ہوتا تھا کہ لوگوں کو دیکھ لو میں نے یہ کھیت و جانور وقف کئے۔ انعام جمع نعم کی ہے معنی چوپایہ جانور وہ لوگ عموماً لونٹ وقف کرتے تھے جیسے ہندوستان کے مشرکین بل بتوں کے نام پر چھوڑتے ہیں اس انعام سے مراد وہ تینوں قسم کے چوپایہ ہیں جنہیں وہ مختلف طرح بتوں کی طرف نسبت کرتے تھے حرث سے مراد کھیت کا وہ حصہ ہے جسے وہ بتوں کے لئے وقف کرتے تھے۔ ہماری قرأت میں حجر ہے ح کے کسر اور جیم کے سکون سے مصدر ہے معنی اسم مفعول جیسے ذبح معنی مذبح اس میں واحد جمع مذکر مونث نسب برابر ہیں اس لئے یہاں انعام جمع اور حرث واحد دونوں کے لئے حجر استعمال ہوا، حسن اور قلوہ کی قرأت میں حجر

ہے اور جیم کے پیش سے یہ جمع ہے جیسے حکم اور سقف اور رہن حضرت ابن عباس اور عبد اللہ ابن زبیر کی قرات میں حرج ہے ح کے کسرہ سے اور جیم سے پہلے۔ معنی تنگ اس کی اور قراتیں بھی ہیں۔ (معانی) لا یطعمھا الا من نشاء بزعمہم یہ عبارت حجر کی گویا تفصیل ہے طعم معنی کھانا آتا ہے اور کبھی معنی چکھنا بھی یہاں معنی چکھنا بھی ہو سکتا ہے ہا کا مرجع انعام اور حرث دونوں ہی ہیں نشاء سے مراد یا تو صرف مرد ہیں کہ عورتیں ان میں سے کچھ نہ کھائیں صرف مرد کھائیں یا اس سے مراد تہ خانوں کے پجاری وغیرہم ہیں زعم سے مراد ان مشرکین کے فاسد عقیدے ہیں یعنی کفار عرب یہ کہتے ہیں یا عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور اور ان کے نام پر وقف کی ہوئی آمدنی پیداوار وغیرہ پر پابندی ہے اسے ہر شخص نہیں کھا سکتا بلکہ جنہیں ہم چاہیں وہ کھائے جسے ہم نہ چاہیں وہ نہ کھائے۔ ہم تو چاہتے ہیں کہ یہ چیزیں ہمارے مرد ہی کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا صرف پجاری ہی کھائیں دوسرے نہ کھائیں یہ ان کے محض باطل گمان ہیں کہ وہ اپنی ان حرکتوں کو رضاء الہی کا ذریعہ سمجھتے ہیں ان کے پاس اس کی کوئی دلیل نہیں و انعام حرمت ظہور ہا اس عبارت میں دوسرے قسم کے جانوروں کا ذکر ہے یہ ہذا پوشیدہ کی خبر ہے یعنی اور یہ جانور وہ ہیں جنہیں ہم نے بتوں پر وقف کر دیا اب ان پر کوئی شخص نہ سوار ہونہ اپنا بوجھ لاوے ان کی قسمیں استعمال میں نہیں آسکتیں ان کا استعمال حرام ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس عبارت میں گزشتہ جانوروں کی دوسری حالت کا ذکر ہو یعنی یہ جانور ایسے ہیں کہ انہیں مرنے کے بعد ہر شخص نہ کھائے خاص آدمی ہی کھائیں اور ان کی زندگی میں ان کا یہ حکم ہے کہ ان کی پیٹھ کوئی استعمال نہ کرے و انعام لا یدکرون اسم اللہ علیہ عبارت علیحدہ ہے جس میں ان کفار کے تیسرے قسم کے جانوروں کا ذکر ہے۔ اللہ کا ذکر نہ کرنے کے کئی معنی کئے گئے ہیں ایک یہ کہ ان جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں خدا کے نام پر نہیں اس صورت میں ان سے وہ جانور مراد ہیں جو وہ بتوں پر بھینٹ چڑھاتے تھے جیسے آج بعض ہندو کلی دیوی وغیرہ کے نام پر جانور ذبح کرتے ہیں دوسرے یہ کہ ان جانوروں پر وہ کفار حج عمرہ وغیرہ نہیں کرتے ان پر بیٹھ کر تلبیہ نہیں کہتے تیسرے یہ کہ ان جانوروں کی کسی حالت میں اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ ہر وقت ان پر بتوں کا نام لیتے ہیں ان کا وہ وہ نکلیں تو بتوں کا نام لے کر جب انہیں کسی جگہ لے جائیں تو بتوں کا نام لے کر انہیں پکاریں تو بتوں کے نام سے (روح المعانی) یہ عبارت بعضہا پوشیدہ کی خبر ہے اور ممکن ہے کہ پہلے انعام پر معطوف ہو یعنی ان کے بعض جانور وہ بھی ہیں جن پر اللہ کا نام نہیں لیتے بلکہ انہیں بتوں پر قربان کرتے ہیں بتوں کے نام پر ہی ذبح کرتے یا ان پر کبھی تلبیہ نہیں پڑھتے کیونکہ ان پر نہ حج کریں نہ عمرہ یا ان کے ہر حال پر بتوں کا نام ہی لیتے ہیں کبھی خدا کا نام نہیں لیتے افتراء علیہ یہ عبارت یا تو قالاوا کی علت ہے یا افتراء پوشیدہ فعل کا مفعول مطلق یا حرمت اور لا یدکرون وغیرہ فاعل کا مفعول لہ ہے افتراء کے معنی ہیں کسی پر جھوٹ باندھنا یعنی جھوٹی بات کو اس کی طرف نسبت کر دینا علیہ کا مرجع رب تعالیٰ ہے یعنی وہ کفار یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ گھڑتے ہوئے کہتے ہیں ان کا خیال یہ ہے کہ ان سب باتوں کا رب نے حکم دیا ہے وہ ان کاموں سے راضی ہوتا ہے سجنہم بما کانوا یفترون اس عبارت میں ان کی ان مذکورہ حرکتوں کے انجام کا ذکر ہے جزاء سے مراد ہے مطلقاً "سزایا دنیاوی سزا مراد ہے" عنقریب ان کا مغلوب ہو جانا مسلمانوں کا ان پر غالب ہو جانا ان کا دین ہمیشہ کے لئے مٹ جانا مکہ کریمہ یا جزیرہ عرب کا ان کے وجود سے پاک ہو جانا چونکہ یہ سب کچھ چند سال کے اندر ہی ہونے والا تھا اس لئے اس پر قرب کا سین لایا گیا یا اس سے اخروی سزا مراد ہے برزخ میں یا قیامت میں اور اس کے بعد چونکہ قیامت وغیرہ عند اللہ بہت قریب ہیں اس لئے سین داخل فرمانا درست ہے یعنی عرصہ

سے جو یہ لوگ اللہ تعالیٰ پر ہستان باندھ رہے ہیں، حق تعالیٰ انہیں ان سب کی سزا عنقریب دے گا۔

خلاصہ و تفسیر : قرآن کریم گزشتہ قوموں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے موجودہ کفار کی بد کرداریاں ان کی بری باتیں نقل فرماتا ہے۔ مگر امت مصطفویہ کے متعلق اس کی روش یہ ہے کہ ان کی نیکیوں کی جزا کا ذکر فرماتا ہے گناہوں کی دنیاوی سزا کا ذکر ہے مگر ان پر غضب و قہر کا اظہار نہیں فرماتا یہاں موجودہ کفار کی واقعی بد عملی کا ذکر فرما کر اس پر اظہار غضب کیا گیا ہے چنانچہ اس آیت کریمہ میں کفار عرب کی چند بد عملیوں بد عقیدگیوں کا ذکر ہے۔ (1) اپنے بعض کھیتوں باغوں کو بتوں کے نام پر وقف کرنا۔ (2) ان کے متعلق یہ کہنا کہ اس کی پیداوار آمدنی صرف مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں۔ (3) یا ان کی آمدنی ان بتوں کے خدام پجاری کھائیں اور نہ کھائیں۔ (4) کچھ جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دینا کہ ان سے کوئی کام نہ لیا جائے اور جس کے کھیت میں وہ پڑ جائیں انہیں وہاں سے نہ ہٹایا جائے۔ (5) بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرنا ان کی بھینٹ چڑھانا۔ (6) مردار جانور کھا جانا چنانچہ ارشاد ہے کہ یہ مشرکین عرب کہتے ہیں کہ ہمارے فلاں فلاں جانور اور فلاں فلاں کھیت بلغ بتوں پر وقف ہیں۔ اب انہیں ہر شخص نہیں کھا سکتا جسے ہم چاہیں گے وہ کھائے گا یعنی یا تو صرف مرد یا صرف ان بتوں کے پجاری۔ یہ ان کے صرف فاسد خیالات ہیں جو انہوں نے اپنے سرداروں سے حاصل کئے ہیں اور بعض جانوروں کے متعلق کہتے ہیں کہ ان پر سواری بوجھ لادنا حرام ہے کیونکہ یہ مہاراج کے نام پر وقف ہو چکے۔ بعض جانوروں کو بتوں کے نام پر ذبح کرتے ہیں رب تعالیٰ کے نام پر ذبح نہیں کرتے اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ ہم کو خدا تعالیٰ نے ہی یہ احکام دیئے ہیں ہم انہیں کاموں کے ذریعہ رب تک پہنچیں گے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ انہیں اس جہنم باندھنے کی سخت سزا دے گا یا تو دنیا میں یا آخرت میں یا دونوں جگہ عنقریب یہ مسلمانوں سے مغلوب ہوں گے سارے حجاز بلکہ سارے عرب میں مسلمانوں کا راج ہو گا ان کا اور ان کے دین کا نام بھی نہ رہے گا رب تعالیٰ نے یہ وعدہ پورا فرمادیا۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ کفار کے اوقفہ جو بتوں کے نام پر ہوں خواہ زمین یا جانور یہ سب باطل ہیں یہ فائدہ و قالوا اور سب جنہم سے حاصل ہوا انہیں ان اعمال کے کوئی ثواب نہ ملے گا مگر خیال رہے کہ چونکہ اسلامی سلطنت میں ذی کفار کو دینی آزادی دی جاتی ہے اس لئے ہم انہیں مٹائیں گے نہیں ان کے مندر گرجے ان پر وقف زمینیں قائم رکھی جائیں گی اور ان کے متعلق ہمارے فیصلے ان کے مذہب کے مطابق ہوں گے۔ دوسرا فائدہ جو جانور بتوں کے نام پر چھوڑ دیا گیا وہ شرعاً حرام نہیں ہو گیا اگر مسلمان کے ہاتھ سے اللہ کے نام پر ذبح ہو گیا تو حلال ہے ہاں جو جانور بتوں کے نام پر ذبح ہو گیا وہ حرام ہے۔ اس کی مفصل بحث ہم دوسرے پارہ و ما اهل به لغیر اللہ میں کر چکے ہیں۔ تیسرا فائدہ جو چیز حلال ہے وہ سب کے لئے حلال ہے جو حرام ہے وہ سب کے لئے حرام بعض کے لئے حلال ہونا بعض کے لئے حرام ہونا غلط ہے یہ فائدہ لا یطعمھا الا من نشاء سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے بطور عتاب ان کی اس حرکت کا ذکر فرمایا۔ بعض جاہل مسلمان حضرت فاطمہ زہرا کی فاتحہ کا کھانا صرف عورتوں کو گیارہویں شریف کا کھانا صرف سیدوں کو کھاتے ہیں بی بی پاک دامن کے نام کی نیاز و خلوند والی عورت کو نہیں کھاتے یعنی جس کے آگے پیچھے دو نکاح ہوئے اسے نہیں کھاتے کو غلوں کا کھانا گھر سے باہر نکالنا برا سمجھتے ہیں یہ سب جہالت کی باتیں ہیں جو ان کفار سے مسلمانوں نے سیکھ لیں الحمد للہ اب یہ جہالتیں ختم

ہوتی جارہی ہیں ہر بزرگ کی فاتحہ کا کھانا ہر مسلمان کھا سکتا ہے۔ چوتھا فائدہ: بعض جاہل حضرات امام حسین کے نام پر گھوڑا وقف کرتے ہیں جس پر نہ سواری کرتے ہیں نہ اس سے کوئی کام لیتے ہیں، محرم وغیرہ میں گھوڑا نکالنے کی رسم میں وہ گھوڑا استعمال کیا جاتا ہے کہ اس کے ارد گرد منہ پیٹتے سینہ کوٹتے نکلتے ہیں اور بس محرم کے جلوس میں یہ گھوڑا سجا کر نکالا جاتا ہے تیر کا اس کے دم کے بل کا تعویذ باندھتے ہیں یہ سب کام حرام ہیں انہیں کفار عرب کی نقل ہیں۔ بعض جاہل اپنے مردوں کی قبروں پر اس گھوڑے سے پیشاب کراتے ہیں کہ یہ پیشاب اس کی مغفرت کا ذریعہ ہے نعوذ باللہ۔ یہ حرکت تو کفار عرب سے بھی برہ گئی برے کام یا بری چیز کو بزرگوں کی طرف نسبت کر دینے سے اس کا حکم بدل نہ جائے گا جاندار کی تصویر حرام ہے خواہ کسی بزرگ کی طرف اسے نسبت کر دیا جائے۔ پانچواں فائدہ: بتوں کے نام پر وقف کھیت باغ یا زمین کی پیداوار شرعاً حرام نہیں ہو جاتی وہ حلال ہی ہے اس غلط نسبت سے چیز کی حلت پر اثر نہ پڑے گا یہ فائدہ ہر عہد میں فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے کفار کے اس عمل اور اس خیال کو ان کا باطل خیال قرار دیا لہذا بتوں پر چڑھائی ہوئی مٹھائی ان کی بھیئت کا دودھ حلال ہے حرام نہیں۔ صرف ان کے نام پر ذبح کیا ہوا جانور حرام ہے۔ چھٹا فائدہ: اللہ کے نام کے سوا کسی اور کے نام پر جانور ذبح کرنا حرام ہے اور جانور مردار اگر اسے حلال سمجھ کر کوئی مسلمان کرے تو وہ کافر ہے یہ فائدہ افتراء علیہ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: جانور کی زندگی میں اسے کسی کے نام پر پالنا یا اسے کسی کی طرف نسبت کرنا بالکل درست ہے یہ فائدہ لا یدکرون اسم اللہ علیہا کی تفسیر سے حاصل ہوا، دن رات کہا جاتا ہے فلاں کی گائے فلاں کی بکری ولیمہ کا بکرا عقیقہ کی بکری وغیرہ لہذا گیارہویں کی مرغی بارہویں کی بکری کھانا ممنوع نہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت میں کفار کے جو عیب بیان کئے گئے وہ مسلمان میں بھی موجود ہیں مسلمان قربانی کے جانور ہدی کے لوٹ وغیرہ کی بہت تعظیم کرتے ہیں حتیٰ کہ ہدی کے جانور کو قرآن نے شعار اللہ کہا والبدن جعلنا ہا لکم من شعائر اللہ چنانچہ مسلمان ہدی کے جانور پر سواری کرنا قربانی کے جانور کا دودھ لون نکالنا ممنوع جانتے ہیں پھر کفار پر ایسے اعتراض کیوں کرتے ہیں (آریہ) جواب: پنڈت جی فرق یہ ہے کہ مسلمان ان جانوروں کی تعظیم اس لئے کرتے ہیں کہ ان کی نسبت صرف اللہ تعالیٰ کی طرف ہے، کسی بندے کی طرف نہیں ان کی تعظیم رب تعالیٰ کی تعظیم ہے کفار یہ کام بندوں کی نسبت سے کرتے ہیں لہذا مومن مومن ہے کافر کافر۔ مسلمان کعبہ کی طرف سجدہ کرتے ہیں مومن ہیں کفار پتھر کی طرف سجدہ کرتے ہیں وہ کافر ہیں کہ کعبہ معظمہ کو اللہ کی طرف نسبت ہے اس پتھر کو کسی بندے کی طرف نسبت۔ کعبہ کی طرف سجدہ رب کو سجدہ ہے اس پتھر کی طرف سجدہ اس بندے کو سجدہ ہے جس کے نام کا وہ پتھر ہے یہی فرق گنگا کے پانی اور زمزم کے پانی میں ہے۔ دوسرا اعتراض: تم نے کہا کہ مذکورہ جانور کفار کے کہنے سے حرام نہیں ہو گئے۔ حالانکہ قرآن کریم فرماتا ہے حرمت ظہور ہا ان کی چٹھوں کا استعمال حرام کر دیا گیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ واقعی ان پر سواری حرام ہے۔ جواب: یہاں حرمت سے مراد شرعی حرمت نہیں بلکہ ان کی خود ساختہ مروجہ حرمت ہے چونکہ یہ عقیدے ان کفار کے بتوں نے ایجاد کئے تھے اس لئے اسے حرمت فرمایا گیا۔ یعنی جن جانوروں کی چشمیں ان کے بزرگوں کی طرف سے حرام کر دی گئی ہیں اور انہوں نے ان کی حرمت کا اعتقاد کر لیا ہے۔

تفسیر صوفیانہ : اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں تقسیم غفلوں کا عمل ہے سب کچھ دنیا کے لئے وقف کر دینا جاہلوں کا کام ہے اور سب کچھ اللہ کے لئے کر دینا عاقلوں کا فعل ہے۔ غافل کتاب ہے کہ اتنا وقت اللہ کے لئے ہے اتنا میرے لئے اتنی سانسیں دین کے لئے ہیں اتنی میرے نفس کے لئے یہ تقسیم ہی تو غفلت ہے جاہل سمجھتا ہے کہ ساری زندگی نفس کے لئے ہے مگر عاقل کتاب ہے کہ زندگی اور زندگی کی ساری چیزیں اللہ واحد قہار کے لئے ہیں دنیا کھیتی ہے اعمال اس کی پیداوار اسے نفس ہمارے بت کے لئے وقف نہ کر دہمارے اعضاء ظاہری گویا مفید جانور ہیں ان میں غیر خدا کو شریک نہ بناؤ ان سے ناجائز کام نہ لو تم نفس پر سوار ہو اس کی پیٹھ کو اپنے لئے حرام نہ سمجھو ہمیشہ اس پر سوار رہو اللہ کا ذکر اس کی لگام ہے۔ اس سے اس جانور کو اپنے قابو میں رکھو ورنہ تم ان مانتوں میں خائن ہو گے۔ کفار عرب تو ختم ہو چکے مگر کفار غضب تاقیامت موجود ہیں غفلت کفر ہے یعنی کفر ان نعمت ہے جس میں بست لوگ مبتلا ہیں جس زمین کا مالک اس میں اچھی کاشت کرے اور کاشت کے بعد اس کی نگرانی کرتا رہے تو اس سے ہر قسم کے دانے ہر طرح کے پھل حاصل ہوتے ہیں مگر لاوارثی زمین کے اندر سانپ بچھو وغیرہ زہریلے جانور رہتے ہیں اس کے لوہر خاردار مضر درخت دل ایک اعلیٰ درجہ کی زمین ہے اگر اس میں کوئی اللہ کا مقبول بندہ معرفت الہی کے تخم بودے تو اس میں ایمان عرفان، تقویٰ، عشق رسول خوف خدا، دنیا سے نفرت وغیرہ کے پھل حاصل ہوتے ہیں لیکن اگر یہ لاوارثی رہے تو اس دل میں غفلت کفر، شرک کے سانپ بچھو رہتے ہیں اور اسی دل سے غصہ، حسد، بغض، کینہ وغیرہ کے زہریلے درخت اگتے ہیں کہیں کہیں میں بنولے ہوتے ہیں تو نہ اس کا سوت بنے نہ کپڑا بنو لے نکلنے کے بعد اس کا نام روئی ہوتا ہے اس سے سب کچھ بنتا ہے دل میں سے مذکورہ عیوب کے بنولے نکالو ماکہ اس سے تقویٰ کا لباس، اصل ہو جو دونوں جہاں میں کام آئے رب تعالیٰ اس قل کو حل بنائے۔

وَقَالُوا مَا فِي بُطُونِ هَذِهِ الْأَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُنَا وَمَحْرَمٌ عَلٰی اَزْوَاجِنَا

اور کہا انہوں نے وہ بچہ جو پیٹوں میں ہے ان جانوروں کے وہ مخصوص ہے واسطے مردوں کے ہمارے اور حرام کیا

اور بولے جو ان مویشیوں کے پیٹ میں ہے وہ نرا ہمارے مردوں کا ہے اور ہماری عورتوں پر حرام ہے اور

وَإِنْ لِّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيهِ شُرَكَاءُ سَيَجْزِيهِمْ وَصْفُهُمْ إِنَّهُنَّ حَكِيمٌ عَلِيمٌ

ہو اچھے اور پر ہماری عورتوں کے اور اگر ہو وہ بچہ مردار تو وہ بیچ اسکے شریک ہیں غریب بددے کا انہیں انکے اس بیان

ہو انکے تو وہ سب اس میں شریک ہیں قریب ہے اللہ انہیں انکی باتوں کا بدلہ دے گا بے شک وہ حکمت والا علم والا ہے

قَدْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَحَرَّمُوا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ

کا تحقیق وہ حکمت والا علم والا ہے۔ بے شک نقصان میں پڑے وہ لوگ جو مار ڈالنے میں اولاد کو اپنی بے رتونی سے خیر

بے شک بنا دے جو اپنی اولاد کو قتل کرتے ہیں احمقانہ جہالت سے اور حرام ٹھراتے ہیں وہ جو

افْتَرَاءً عَلَى اللَّهِ قَدْ ضَلُّوا وَمَا كَانُوا مُهْتَدِينَ ﴿٣٠﴾

علم کے اور حرام سمجھنے میں وہ جو روزی دی انہیں اللہ نے جھوٹ کھڑے ہوئے اور اللہ کے بیشک گمراہ ہوئے وہ اور نہیں تھے وہ بڑے
انہیں اللہ نے روزی دی اللہ پر جھوٹ باندھنے کو بلے بیشک وہ بیکے اور راہ نہ پائی۔

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کرمہ میں کفار کے جانوروں بحیرہ سائبہ کی سواری وغیرہ کے متعلق عقائد کا ذکر تھا اب ان کے وہ وہی عقیدے بیان ہو رہے ہیں جو ان جانوروں کے بچوں کے متعلق تھے کہ کفار ان بتوں کے نامزد جانوروں کے پیٹ کے بچوں سے کیا معاملہ کرتے تھے غرضیکہ ان کی چند وہمیات و کفریات کے بعد ایک کفریہ عقیدے کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں معاملات کا ذکر ہے کفار عرب کے بتوں کے نامزد جانوروں کے عقائد کا ذکر تھا اب انہیں کفار کے اپنی اولاد کے متعلق کہ وہ ان جانوروں کا اتنا احترام کرتے ہیں اور اپنی اولاد پر ایسے ظلم کرتے ہیں گویا وہ جانوروں کے احترام کے ذکر کے بعد اپنی اولاد کی تذلیل کا تذکرہ ہے قتلوا اولادہم تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ کفار حرام جانوروں کو حلال جان کر کھا جاتے ہیں اب ارشاد ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی حلال روزیوں کو حرام جانتے ہیں۔

نزول : حضرت عکرمہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں قبیلہ ربیعہ اور مضر کا دستور یہ تھا کہ اگر کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی تو وہ انہی بیوی سے کہتا کہ اگر اسے زندہ دفن نہ کر دے تو تو مجھ پر حرام ہے یہ عورت نفاس سے فارغ ہو کر اپنی سہیلی عورتوں کو لے کر جنگل جاتی وہ تمام عورتیں باری باری سے اسے اپنی گودوں میں لیتیں جب یہ دستور پورا ہو جاتا اور قبر پہلے ہی تیار ہوتی تھی تب ماں اپنے ہاتھ سے اسی بچی کو قبر میں رکھتی پھر سب مل کر اس پر مٹی ڈال دیتیں تاکہ کوئی ان کا لہذا نہ بن سکے۔ قلوہ فرماتے ہیں کہ زمانہ جاہلیت میں بعض غریب لوگ اپنے لڑکوں کو پیدا ہوتے ہی مار ڈالتے تھے فاقہ کے خوف سے اپنی لڑکیاں زندہ رکھتے جو ان ہونے پر فروخت کر دینے کے لئے۔ یہ آیت کریمہ انہیں کے متعلق نازل ہوئی جس میں ان کی اسی حرکت کا ذکر کیا گیا قُلْ خَسِرَ الَّذِينَ قَتَلُوا اولادہم (تفسیر خازن و تفسیر دارک)

تفسیر : وقالوا ما لب بطون هذه الانعام مل بھی قتلوا کی وہی تفسیر ہے جو پچھلی آیت میں عرض کی گئی کہ۔ قول سے مراد یا زنی قول ہے یا ولی قول یعنی عقیدہ اور قول سے مراد صرف ایک بار کا قول نہیں بلکہ ہمیشہ کا قول پھر خاص جماعت کا قول مراد نہیں بلکہ پوری قوم کا قول مراد ہے نیز قتلوا فرما کر یہ بتایا کہ یہ قول صرف ان کا اپنا ہے اس کی نسبت وحی الہی یا قول نبی کی طرف نہیں جیسے ہر طبی نسخہ ہر پیشہ اگر اس کے امام کی طرف منسوب نہ ہو تو اس کا اعتبار نہیں ہوتا ایسے ہی حضرات انبیاء شریعت کے امام ہیں جو قول ان کی طرف بالواسطہ یا بلاواسطہ منسوب نہ ہو اس کا اعتبار نہیں وہ محض غلط ہے ملے مراد یا تو صرف پیٹ کا بچہ ہے یا بچہ اور دودھ وغیرہ سب کچھ۔ پہلا احتمال زیادہ قوی ہے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے وان یکن مستہ بطون جمع ہے بطن کی معنی پیٹ اس سے مراد رحم ہے کہ بچہ رحم میں ہوتا ہے یا رحم اور شیردان دونوں کہ دودھ شیردان میں ہوتا ہے ان جانوروں سے مراد ہے وہ بحیرہ سائبہ وسیلہ حام وغیرہ جانور جو بتوں کے نام پر چھوڑے جاتے تھے جن کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا خالصتہ لذلک ونا و محرم علی ازواجنا خالصتہ اور محرم دونوں ماکی خبریں لفظ مافقاً مذکر ہے اور معنی مونث اس لئے حالت کو مونث لایا گیا اور محرم کو مذکر مگر روح المعانی نے فرمایا کہ حالت میں ت مونث کی نہیں بلکہ یا مبالغہ کی ہے یا

اسیہ کی کہ خالص صیغہ صفت کا ہے مگر خالفتہ "اسم یا مصدر یہ ہے کہل جاتا ہے واو تہ الشعر بہت ہی شعر گویت مبالغہ کی ہے عافیۃ میں ت مصدر یہ ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

کت امنی و کنت خالصتی ولس کل امری موتن

دیکھو یہاں خالصتی میں ت مبالغہ کی ہے ذکور سے مراد سارے مرد ہیں بچے جو ان بوڑھے۔ ازواج سے مراد ساری عورتیں ہیں بچیاں جو ان بوڑھیاں۔ یعنی کفار مکہ یہ بھی کہتے کہ ان وقف شدہ جانوروں کے پیٹ کے بچے جو پیدا ہوں وہ صرف ہمارے مردوں کے لئے تو حلال ہیں اور ہماری عورتوں پر حرام ہیں اور سواہ ہماری قوم کے اور کسی قوم کا آدمی ان کا گوشت نہیں کھا سکتا یہ ان بچوں کے متعلق کہتے تھے جو زندہ پیدا ہوں پھر زبحہ کئے جائیں۔ ازواج سے مراد مطلقاً عورتیں ہیں خواہ کنواریاں ہوں یا شادی شدہ یا بیوگان کیونکہ یہ ذکور کے مقابل ارشاد ہوا ہے چونکہ کفار اپنے یہ احکام اپنی بیویوں پر جاری کرتے تھے اس لئے بجائے نساء کے ازواجنا کہتے تھے اس لئے مشرکین عرب عورتوں کو نہایت ہی ذلیل و حقیر سمجھتے تھے اسی لئے اچھی غذا مردوں کے لئے خاص کرتے تھے۔ ہلکی غذا میں عورتوں کو شریک کرتے تھے ان کلیہ فیصلہ اس تفریق کی ایک کڑی تھا اس لئے یہ کہتے تھے وان یکن مستہ فہم لہم شرکاء یہ تصویر کا دو سر ارج ہے یکن کا اسم وہی پیٹ کا بچہ ہے مستہ سے مراد ان جانوروں کے پیٹ کا مردہ بچہ ہے جو باہر گر جائے یا نکالا جائے لہذا کی ضمیر ماسکی طرف ہے ہم سے مراد سارے کفار ہیں مرد ہوں یا عورتیں یعنی اگر وہ بچہ مردار پیدا ہوا یا اس طرح کہ مرا بچہ گر جائے یا اس طرح کہ وہ جانور مر جائے اس کے پیٹ سے یہ بچہ نکلے یا اس طرح کہ زندہ جانور کے پیٹ سے ضرورۃً "مردہ بچہ نکالا جائے غرضیکہ ہو مردہ تو وہ عورتوں مردوں سب کے لئے حلال ہے سب کھائیں" مشرکین کے خیال میں بھی حلال جانور مردار سے بہتر ہوتا تھا اس لئے بہتر کو اپنے مردوں کے لئے خاص کرتے تھے حرام میں عورتوں کو شریک کرتے تھے سب جنہم و صلیہم اس فرمان علی میں ان کی بکواس کی سزا کا ذکر ہے یہاں جزا معنی سزا ہے وصف سے مراد اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا ہے کہ اس نے ہم کو یہ حکم دیا ہے عربی میں بڑے جھوٹ بڑے جلو کو وصف کہہ دیتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

سری بول المعرة بعد وھن لعبات برامۃ یصل الملا

وصلیہم ترکیب میں یا تو جزا پوشیدہ کا مصنف الیہ ہے یا اصل میں تھا و صلیہم (معانی) انہ حکم علیہم اس فرمان علی میں دو باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ رب تعالیٰ مجرم کو سزا جلد نہیں دیتا کیونکہ وہ حکمت والا ہے اس تاخیر سزا میں بہت سی حکمتیں ہیں دوسرے یہ کہ ہر ایک کو بقدر جرم سزا دے گا زیادہ نہیں کیونکہ علیم ہے ہر مجرم کو جانتا ہے اس کے جرم کو بھی اللہ خسرو اللین قتلوا اولاً ہم اس فرمان علی میں کفار کے دو سرے جرم کا ذکر ہے چونکہ کفار اس فعل کو جرم نہیں سمجھتے تھے اس پر غور کرتے تھے اور اسے رضاء الہی اور اپنی دنیاوی بڑائی کا ذریعہ سمجھتے تھے اور جس مضمون کا کوئی انکاری موجود ہوا یا آئندہ پیدا ہونے والا ہو اسے دنیا لقیافت سے شروع کیا جاتا ہے اس لئے یہاں قدر شدہ تجارت تین قسم کی ہوتی ہے نفع کی برابری اور نقصان کی پھر نقصان والی تجارت تین طرح کی ہوتی ہے بمقابلہ پہلے کے نفع کم آئے، نفع نہ آئے کچھ اصل رقم سے بھی کم ہو جائے اصل رقم بھی ہاتھ سے جائے بلکہ دیوالیہ ہو جانے کی وجہ سے گھر بار جائیداد بھی قرق ہو جائے۔ خسارہ اس آخری تجارت کو کہتے ہیں چونکہ بعض گناہ وہ ہوتے ہیں جن میں اخروی نقصان تو ہوتا ہے مگر دنیاوی نفع بھی ہوتا ہے یا دنیاوی لذت ہوتی ہیں لہذا انہ

کبر و منافع للناس جیسے سو یا شراب وغیرہ مگر قتل اولاد وہ گناہ ہے جس میں دنیا بھی برباد اور دین بھی کہ اس سے اپنی نسل ختم ہوتی ہے رب ناراض ہوتا ہے اس لئے اسے خسارہ فرمایا اس خسارہ سے دنیا و دین دونوں جہاں کی خرابی مراد ہے کہ اولاد اللہ کی نعمت ہے۔ قوت بازو ہے اپنی قوم کی زیادتی کا باعث ہے۔ اسے ہلاک کرنا اپنے کو اپنی قوم کو نقصان دنیا میں پہنچاتا ہے اور آخرت میں اس کے عذاب کا مستحق ہوتا۔ چونکہ بعض کفار صرف لڑکیوں کو قتل کرتے تھے بعض صرف اپنے لڑکوں کو بعض دونوں کو اس لئے اولاد مطلق فرمایا جو سب کو شامل ہے بچہ ماں کے پیٹ سے چار چیزیں لاتا ہے جسم، جان، ایمان اور سلیم فطرت جس میں ہر قسم کا اثر قبول کرنے کی صلاحیت ہوتی ہے جو بچے کا جسم کاٹے یا اسے جان سے مارے وہ مجرم ہے ایسے ہی جو اسے کافر و بے دین بنائے یا اس کی فطرت بگاڑے وہ بھی مجرم ہے صرف جسم پالنا تو جانور بھی کر دیتے ہیں انسان اشرف المخلوق ہے اسے چاہئے کہ اپنے بچے کا جسم بھی پالے ایمان و فطرت کی بھی پرورش کرے غرضیکہ قتلوا اولادہم میں بڑی وسعت ہے سفہا بغیر علم اس فرمانِ علی میں ان کے قتل کی دو وجہ بیان کی گئیں ایک سفاہت یعنی بے عقلی بے شعوری بے حسی ایک بے علمی یعنی رب تعالیٰ کی ذات و صفات اس کے قہر و غضب سے بے خبری۔ اسلام سے پہلے عرب بے وقوف بھی تھے جاہل بھی اس لئے اس زمانہ کو دور جاہلیت کہا جاتا ہے اس میں اشارۃً "یہ بتایا کہ جانوروں میں نہ علم ہے نہ عقل مگر وہ اپنے بچوں کو ہلاک نہیں کرتے انسان جو علم و عقل دونوں رکھتا ہے وہ یہ حرکت کرتا ہے و حرموا ما رزقہم اللہ عبارت معطوف ہے قتلوا پر تحریم کے معنی ہیں حرام جاننا، حرام کر لینا، حرام کر دینا، یہاں پہلے معنی مراد ہیں کیونکہ بتوں کے نام کی نامزد چیز حرام نہیں ہو جاتی ہاں انہیں وہ حرام سمجھتے تھے اپنی حماقت سے اس لئے آگے ارشاد ہے افتراء علی اللہ کہ وہ اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں اگر وہ چیزیں واقعی حرام ہو جاتیں تو اس کو افتراء نہ کہا جاتا ہے بلکہ مراد یا تو بحیرہ سائبہ وغیرہ جانور ہیں جنہیں یہ لوگ سب کے لئے حرام جانتے تھے یا ان جانوروں کے بچے جنہیں وہ عورتوں کے لئے حرام سمجھتے تھے رزق فرما کر اشارۃً بتایا کہ اللہ کی روزی سب کے لئے عام ہے اسے بلا وجہ حرام سمجھ لیتا یا اس میں پابندی لگا دیتا کہ فلاں پر حرام فلاں پر حلال یہ محض حماقت اور رب تعالیٰ پر بہتان ہے افتراء علی اللہ عبارت حرموا کی علت ہے افتراء کے معنی بار بار عرض کئے جا چکے یعنی یہ چیزیں ہم نے حرام نہیں فرمائیں خود انہوں نے حرام کر کے ہماری طرف غلط نسبت کر دیں کہ خدا نے انہیں حرام کیا قلہم ضلوا وما کانوا مهتدین اس فرمانِ علی میں ان کی مذکورہ بدعتیہ گویوں کا انجام ارشاد ہوا یا ان کی وجہ۔ یہاں ضلال سے مراد ہے گزشتہ زمانہ میں ان کا گمراہ ہونا اور ما کانوا مهتدین سے مراد ہے ان کا آئندہ بھی ہدایت پر نہ آنا یا ضلال سے مراد ہے ان کی عملی گمراہی اور ما کانوا لایحسوا مراد ہے ان کے عقیدے کی گمراہی فاضلوا سے مراد ہے ان کی موجودہ گمراہی اور ما کانوا لایحسوا سے مراد ہے ان کی پیدائشی و جبلی گمراہی لہذا یہ دونوں مکرر نہیں ہر کلمہ کا الگ فائدہ ہے۔

خلاصہ و تفسیر: اس آیت کریمہ میں کفار عرب کے چند عیوب بیان ہوئے ہیں جو صدیوں سے ان میں چلے آ رہے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ کفار عرب اپنے بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے اور کہتے کہ جو بچہ ان کے پیٹوں میں ہے وہ زندہ پیدا ہو جائے تو صرف مرد کھا سکتے ہیں۔ عورتوں پر حرام ہے لیکن اگر بچہ پیدا ہو یا مردہ بچہ اس کے پیٹ سے نکالا جائے وہ مردوں عورتوں سب کے لئے حلال ہے۔ ان کی اس غلط بیانی غلط عقیدوں کی سزا عنقریب رب تعالیٰ انہیں دے گا کہ یہ رب پر بہتان باندھتے ہیں اللہ تعالیٰ حکمت والا ہے کہ انہیں جہم سزا نہیں دیتا، علم والا ہے کہ ہر شخص کے ہر جرم کو جانتا

ہے کہ ما وظہم اللہ سے مراد بحیرہ سائبہ جانوروں کو حرام جانتا ہے اس کو افتراء علی اللہ کہا گیا نہ اس جنین کے حرام جاننے کو اس لئے زندہ مردہ میں فرق کرنے کو اس کی بحث یہاں ہی تفسیرات احمدیہ میں مطالعہ فرماؤ۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا ضلوا وما کانوا مهتدين ان دونوں میں کیا فرق ہے ضلال یعنی گمراہی اور ہدایت نہ ہونا ایک ہی چیز ہے اسے دو عنوانوں سے کیوں بیان کیا؟ جواب: ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ ان دونوں میں کئی طرح فرق ہے کہ ضلال یعنی گمراہی سے مراد ہو گا ان کا گزشتہ زمانہ میں گمراہ ہونا اور ہدایت نہ پانے سے مراد ہے آئندہ گمراہ رہنا یا ضلال سے مراد ہے انکی عملی گمراہی اور ہدایت نہ پانے سے مراد ان کے عقیدے کی گمراہی وغیرہ۔ پانچواں اعتراض: کفار عرب اپنے بچوں کو قتل یعنی ذبح نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں گڑھے میں زندہ دبا دیتے تھے پھر قتلوا فرماتا کیونکر درست ہوا، قتل تو کہتے ہیں ذبح کرنے کو۔ جواب: یہاں قتل سے مراد ذبح نہیں بلکہ بچہ کی جان لینے کے اسباب قائم کر دینا مراد ہے بچہ کو گلا گھونٹ کر زہر دے کر زندہ دفن کر کے ہلاک کر دینا سب ہی اس میں داخل ہے لہذا آیت واضح ہے۔ چھٹا اعتراض: اگر بچہ کی موت کے اسباب جمع کر دینا قتل ہے اور قتل حرام ہے تو یہ کام حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی کئے کہ ایک بار اپنے بیوی بچہ کو بے آب ودانہ جنگل میں چھوڑ دیا دو سری بار ان کے گلے پر چھری چلا دی ان پر بھی یہی عتاب چاہئے تھا مگر ان کے ان کاموں کی قرآن نے تعریف فرمائی انہ من عبادنا المومنین جواب: اچھے سے اچھا کام اگر اپنے نفس یا ناموری کے لئے ہو تو برا ہے اور بظاہر برے سے برا کام اللہ کی رضا کے لئے ہو تو اچھا ہے کفار عرب یہ کام اپنے نفس یا فخر کے لئے کرتے تھے لہذا ان کے متعلق قد خسر ارشلو ہوا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ کام محض رضا الہی کے لئے اسی کے حکم سے کئے لہذا اچھے ہوئے کام یکساں ہیں مگر ان کی بنا علیحدہ ہیں بلکہ ان کے انجام بھی جدا گانہ ہیں کہ نہ تو حضرت اسماعیل کی جان گئی نہ انہیں ہلاک فرمایا گیا بلکہ ان کی برکت آج تک دیکھی جا رہی ہیں مکہ معظمہ کی آبادی خانہ کعبہ کی تعمیر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی وہاں ولادت باسعادت اس کی برکت ہیں کہ وہ بے آب ودانہ جنگل تھا مشرہنا دنیا کا مرجع بنا حضور کی ولادت گاہ بنی۔ (صلی اللہ علیہ وسلم)

تفسیر صوفیانہ: بعض جاہلوں نے دین دنیا میں تفریق کر دی ہے کہ دنیا کی نعمتیں دنیا داروں کے لئے ہیں آخرت کی چیزیں نماز روزہ وغیرہ مولویوں صوفیوں کے لئے۔ علماء صوفیاء کو روزی کمانے مل جمع کرنے سے کیا کام اور ہم کو نماز روزہ سے کیا تعلق یہ تفریق وہی کفار مکہ والی تفریق ہے اسلام میں دین و دنیا آپس میں متفق ہیں حضرات خلفاء راشدین و بعد از بلکہ و بعد از ان کے بلا شہ تھے پھر دنیاوی سلطان بھی تھے وہ حضرات مسجد کے نمازی، جملہ کے غازی کعبہ کے حاجی تحت حکومت کے سلطان اور قاضی تھے یہ فرق ہندوؤں نے کیا کہ برہمن عبادت کے لئے ہیں چھتری جنگ کے لئے اور پیش دنیاوی کاروبار کے لئے اور شدران تینوں قوموں کی غلامانہ خدمت کرنے کے لئے جو لوگ اپنی اولاد کو صرف دنیا کمانا سکھاتے ہیں دین سے الگ رکھتے ہیں یہ لوگ اپنی اولاد کو اپنے ہاتھوں دینی موت مار دیتے ہیں یہ بچے جو ان ہو کر یہ نہ جانیں گے کہ ہم کس درخت کی شلخ ہیں اور کس شلخ کا پھل۔

بھول جائیں گے کہ ہم کن ڈالیوں کے تھے شر اٹھ کر آئے کہاں سے اور کجے آکر کہاں ان لوگوں نے اپنے کو اور اپنی اولاد کو اس روحانی رزق رحمانی غذا سے محروم کر لیا اسے اپنے پر حرام کر لیا جو رب نے ان کے لئے اتارا تھا تاکہ اس سے ان کے دل و جان کی پرورش ہو وہ کبھی اللہ تعالیٰ یوں ہی مل جاتا ہے انہوں نے اللہ تعالیٰ پر بہتان باندھا

گمراہ رہے اور گمراہ رہیں گے اپنے بچوں کی روحانی پرورش کرو انہیں متقی مسلمان بناؤ تاکہ ان کی اولاد اور اولاد مومن بنے اپنی لڑکیوں کو صرف لباس زیور اور سلمان کا جیزنہ دو بلکہ انہیں اخلاق محمدی کا جیزنہ بھی دو کہ کل کو وہ اچھی ماں بنے ماں فاطمہ ہو تو بیٹا حسین ہوتا ہے۔

بے ادب ماں با ادب اولاد جن سکتی نہیں معدن زر معدن فولاد بن سکتی نہیں
غرضیکہ قتل اولاد کے عالمانہ معنی اور ہیں صوفیانہ کچھ اور۔

وَهُوَ الَّذِي أَنشَأَ جَنَّاتٍ مَّعْرُوشَاتٍ وَغَيْرَ مَعْرُوشَاتٍ وَالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ

اور وہ اللہ ہے جس نے پیدا کئے باغات بچھے ہوئے اور نہ بچھے ہوئے (اٹھڑے ہوئے) اور کھجوروں اور کھیت کے مختلف ہیں

اور وہ ہی ہے جس نے پیدا کئے باغ کچھ زمین پر چھٹے ہوئے اور کچھ بے چھٹے ہوئے اور کھجور اور کھیتی

مُخْتَلِفًا أَكْلُهُمُ وَالزَّيْتُونَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَغَيْرَ مُتَشَابِهٍ كُلًّا

ان کے پھل اور زیتون اور انار یکساں ہیں اور نہیں یکساں کھاؤ تم اس کے پھل

جس میں رنگ رنگ کے کھانے اور زیتون اور انار کسی بات میں ملے اور کسی بات میں الگ کھاؤ

مِنْ ثَمَرِهِ إِذَا أَثْمَرَ وَآتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ وَلَا تُسْرِفُوا إِنَّهُ لَا يُحِبُّ

میں سے جب کہ پھل دے اور ادا کرو حق اس کا اس کے کاٹنے کے دن اور نہ فضول خرچی کرو یقیناً رب

اس کا پھل جب پھل لائے اور اس کا حق دو جس دن کٹے اور بے جا نہ حسد جو بے شک بے جا

الْمُسْرِفِينَ ﴿١٣١﴾

نہیں پسند کرتا فضول حسد جوں کو۔

خرچنے والے سے پسند نہیں۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کی اس غلط تقسیم کا ذکر تھا جو وہ اپنی پیداوار میں کرتے تھے کہ کچھ اللہ کے نام پر کچھ بتوں کے نام پر۔ اب پیداوار کے مبداء کا ذکر ہے کہ سارے باغات کھیتوں کو پیدا فرمانے والے ہم ہیں ہمارے سوا کسی نے ایک پتہ پھول پھل پیدا نہیں کیا پھر یہ شرکاء پیداوار میں ہمارے شریک کیسے ہو گئے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار کو اپنے کھیتوں میں سے مختلف ناجائز حصے نکالنے سے منع فرمایا گیا تھا۔ اب جائز و واجب حقوق فقراء و مساکین کے حصے پیداوار کی زکوٰۃ نکالنے کا حکم دیا جا رہا ہے گویا ممنوعہ تقسیم سے ممانعت کے بعد واجب یا مستحب تقسیم کا حکم ہے۔ تیسرا تعلق: بہت دور سے شرک اور مشرکین کی تردید کی جا رہی تھی اب توحید اور

اس کے دلائل ارشاد فرمائے جا رہے ہیں کہ رب تعالیٰ کی مصنوعات باغات کھیت وغیرہ کی پیداوار میں غور کرو اس کی وحدانیت کا اقرار کرو۔

تفسیر : وهو الذی انشاء جنت معروشت وغیر معروشت یہ نیا جملہ ہے اس لئے اس کا واو ابتدا سے ہے ہو سے ذات رب العالمین مراد ہے 'الذی' سے اس کی صفت خلق و قدرت و ربوبیت مراد۔ یعنی وہ اللہ ایسی قدرت والا ایسا خالق ایسی بندوں کی پرورش فرمانے والا ہے۔ خیال رہے کہ یہاں هو الذی کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ قدرت والا۔ وہ ربوبیت والا وہ شان والا ہے مگر یہ فرمان وہاں بھی ہے هو الذی اوصل رسولہاں اس کے معنی ہیں اللہ وہ شانوں والا ہے کیونکہ دنیا کی چیزیں رب تعالیٰ کی ایک ایک شان کے مظہر ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی ساری شانوں ساری صفات کے مظہر بلکہ اس کی ذات کے مظہر ہیں جیسا آیت کا مضمون ویسے ہی هو الذی کے معنی۔ انشا بنا ہے۔ انشاء سے جس کا لہو ہے نشو معنی پیدائشی فناء پیدا فرمانا جنات جمع جنت کی معنی گناباغ جس کے نیچے کی زمین نظر نہ آئے مگر تفسیر صلوٰی نے فرمایا کہ یہاں اس سے مراد مطلقاً سبزے ہیں خواہ باغ ہوں یا کھیت یا کوئی اور گویا جز فرما کر کلی یا جزئی فرما کر کلی مراد ہے۔ باقی مفسرین نے اس کے معنی باغات ہی کئے۔ معروشات بنا ہے عرش سے معنی چھت اسی سے ہے عریش معنی تنکوں کا چھپر رب فرماتا ہے ومن الشجر و ما عرشون چھت والے تخت کو بھی عرش کہتے ہیں۔ قرآن مجید میں ہے لہا عرش عظیم بلقیس کے پاس پڑا تخت ہے یعنی چھت یا چھتری والا تخت یہاں معروشات سے مراد درخت ہیں جنہیں باریک پتلیوں کی ٹھٹی پر چڑھایا جائے۔ جیسے انگور کی تیل جو ٹھٹیوں پر پھیلائی جاتی ہے یعنی بغیر سارے زمین پر کھڑی نہ ہو سکے۔ غیر معروشات سے مراد یا تو زمین پر پھیل ہوئی تیل بوٹیاں ہیں جیسے تربوز خربوزے کی تیل یا اس سے مراد تنے والے درخت ہیں جو اپنے تنے پر کھڑے ہوتے ہیں جیسے کھجور انار یا آم وغیرہ۔ حضرت ابن عباس نے فرمایا کہ ان دونوں سے مراد انگور کے درخت ہیں کہ بعض تو ٹھٹی پر پھیلائے جاتے ہیں اور بعض یوں ہی زمین پر پھیلے رہتے ہیں لہذا اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں۔ (معانی احمدی وغیرہ) خیال رہے کہ باغات کھیت وغیرہ میں منورہ میں ہیں مکہ معظمہ میں نہ کھیت ناباغ والنخل والزدع مختلفا اکلہ یہ عبارت جنات پر معطوف ہے اور انشاء کا مفعول بہ نخل کہتے ہیں کھجور کے درخت کو یہاں اس سے مراد جنس نخل ہے۔ جس میں ایک درخت اور کھجور کے باغات سب ہی داخل ہیں چونکہ کھجور میں بعض ایسی خصوصیات ہیں جو دوسرے درختوں میں نہیں اس لئے اس کا ذکر خصوصیت سے علیحدہ کیا گیا۔ حضرت آدم علیہ السلام کی باقی بچی ہوئی یعنی کھرچن سے یہ بتایا گیا۔ تمام سبزیوں سے زیادہ تسبیح یہی درخت کرتا ہے اس کی خدمت زیادہ نہیں کرتی پڑتی بغیر کھلو پانی کے سرسبز رہتا ہے بہت عرصہ تک رہتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس کے لگائے ہوئے بعض درخت اب تک موجود ہیں فقیر نے زیارت کی ہے مزاروں میں اس کے پتے نہیں جھڑتے اس کے پھل بہت وقت نکل جاتے ہیں اس کے پھل یعنی کھجوریں غذا کا کام بھی دیتی ہیں اور فروٹ کا بھی۔ لہل عرب مہینوں اس پر گزارہ کر لیتے ہیں اس کے ہر چیز پتے 'تا' جڑ سب ہی بہت کام آتے ہیں درختوں میں کھجور جانوروں میں لونٹ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے خاص مظہر ہیں اس لئے اونٹ کے متعلق ارشاد ہوا۔ الی الاہل کف خلقت کھجور کی کھٹل جانوروں کو کھلائیں تو بہت ٹھن ہوتا ہے خود کھجور قوت بلہ کے لئے مفید ہے بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے مراد ہر قسم کے باغ ہیں یعنی نخل معنی شجر ہے اور پھل والے باغات جن ہر قسم کے پھل نکالتے ہیں۔ جنات کے بعد نخل کا ذکر گویا عالم کے بعد خاص کا

ذکر ہے زرع ہر کھیت کو کہتے ہیں جن سے مختلف قسم کے دانے حاصل ہوتے ہیں۔ خیال رہے کہ بھوک دفع کرنے کے لئے دانے کھائے جاتے ہیں لذت حاصل کرنے کے لئے پھل فروٹ اسی لئے جنت میں باغات ہوں گے کھیت نہ ہوں گے مختلفاً دونوں کا حل ہے نخل کا بھی اور زرع کا بھی۔ اختلاف سے مراد کیفیت رنگت خوشبو مزے وغیرہ میں مختلف ہونا ہے۔ اکل جمع ہے اکلتمہ کی معنی پھل کا مرجع یا صرف زرع ہے کہ وہ ہی قریب ہے یا نخل اور زرع دونوں بطریق بدلت یعنی کھیتوں باغوں کے دانے و پھل لذت رنگت شکل خوشبو وغیرہ میں مختلف ہیں کوئی مینھا ہے کوئی کھانا کوئی بکسا کوئی کھٹ مٹھا کوئی کھرا ہے کوئی ردی والزیتون والرمان متشابہا وغیرہ متشابہ یہ عبارت معطوف ہے نخل والزرع پر اور انشاء کا مفعول ہے۔ زیتون درخت کو بھی کہتے ہیں اور اس کے پھل کو بھی زیتون کے تیل کو زیت کہا جاتا ہے یہاں درخت مراد ہے یوں ہی رمان انار کے درخت کو بھی کہتے ہیں اس کے پھل کو بھی یہاں درخت انار مراد ہے۔ بعض درختوں میں درخت کا نام اور ہوتا ہے پھل کا کچھ اور جیسے پیری کو سروہ کہتے ہیں مگر بیر کو نبق۔ متشابہا اپنے معطوف سے مل کو ان دونوں کا حل ہے زیتون اور انار کے درخت بالکل ہم شکل ہوتے ہیں۔ قد پتے بالکل یکساں مگر پھلوں میں زمین آسمان کا فرق اسی کا یہاں ذکر ہے کہ اللہ کی قدرت دیکھو کہ یہ دونوں درخت یکساں ہیں مگر ان کے پھل رنگ شکل خوشبو اور مزے میں بہت ہی مختلف کہ ان میں کوئی نسبت ہی نہیں۔ کَلُوا مِنْ ثَمَرِهِ اِذَا اَثَرَ یہ جملہ نیا ہے اس میں کَلُوا صیغہ امر ہے یہاں مباح فرمانے کے لئے استعمال ہوا یعنی اے مالکویا مالک سے اجازت یافتہ لوگو تم کھا سکتے ہو۔ لہذا اس میں خطاب مالکوں سے ہے یا ان کے اجازت یافتہ لوگوں سے کَلُوا فرما کر اشارہ یہ بتایا کہ تم یہ پھل نمودار ہوتے ہی کھا تو سکتے ہو مگر انہیں فروخت نہیں کر سکتے جب تک کہ قتل نفع نہ ہو جائیں اور تم ان کی زکوٰۃ لو نہ کرو صرف کھانے کی اجازت ہے من ثمرہ میں ضمیر ان تمام مذکورہ چیزوں کی طرف ہے۔ انگور، کھجور، کھیتیں، زیتون، انار وغیرہ اس لئے ثمر فرمایا گیا جو ہر پھل اور دانہ پر بولا جاتا ہے غرضیکہ ایک کَلُوا سے تین مسئلے بتائے گئے۔ ایک یہ کہ کھیت و بلغ میں دانہ اور پھل لگتے ہیں تم کھا سکتے ہو اور ہر طرح کھا سکتے ہو کچی گندم، کچے جو کے ستونا کر انہیں بھون کر چبا کر کچے آم کا چار ڈال کر چٹنی کر کے وغیرہ۔ زکوٰۃ دینے کا انتظار ضروری نہیں۔ دوسرے یہ کہ زکوٰۃ دینے سے پہلے صرف کھا اور کھلا سکتے ہو انہیں فروخت نہیں کر سکتے۔ تیسرے یہ کہ ہر پھل ہر دانہ تمہارے لئے حلال ہے اس میں جانوروں کی سی قید نہیں کہ قلال جانور حلال فلاں حرام پھر حلال جانور میں قیدیں کہ اسے ذبح کرو پھر کھاؤ دانہ اور پھلوں میں یہ قیدیں نہیں ہاں ان میں صرف دو قیدیں نشہ نہ دے اور نقصان نہ دے اور مضر چیزیں ممنوع ہیں وَاَتُوا حَقَّهُ يَوْمَ حَصَادِهِ عبارت معطوف ہے کَلُوا مِنْ ثَمَرِهِ پر اس عبارت کی بہت تفسیریں ہیں۔ جن میں سے قوی اور ظاہر تر تفسیر یہ ہے کہ اَتُوا امر میں خطاب ان باغات و کھیت کے مالکوں سے ہے اور یہ امر وجوب کے لئے ہے یعنی ضرور لو اگر حق سے مراد پیداوار کی زکوٰۃ ہے دسواں حصہ یا بیسواں حصہ حقہ میں کا مرجع ثمر ہے یوم سے مراد وقت ہے دن ہو یا رات حصول کے معنی ہیں کاٹنا یا توڑنا کھیت کاٹا جاتا ہے بلغ کے پھل توڑے جاتے ہیں۔ حصہ میں ضمیر یا تو ثمر کی طرف ہے یا گزشتہ تمام چیزوں کی طرف باغات و کھیت۔ یہ تفسیر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، خواجہ حسن بھریؒ، سعید ابن مسیبؒ، قتادہؒ، طلوسؒ وغیرہم فقہاء کی ہے (روح المعانی) یعنی ان دونوں پھلوں کے توڑنے کے دن جو پیداوار حاصل ہو اس کی زکوٰۃ دسواں یا بیسواں حصہ لو اگر یوم حصول فرما کر چند باتیں بتادی گئیں ایک یہ کہ تم نے پکنے کٹنے سے پہلے جو کچھ پھل کھائے وہ معاف ہیں جو پھل چومنے کے دل نکلے ان کی زکوٰۃ ہے دوسرے یہ کہ دوسری

زکوٰۃ کی طرح اس زکوٰۃ میں سل گزرنا ضروری نہیں بلکہ کاٹنے ہی زکوٰۃ واجب ہوگی۔ تیسری یہ کہ کاٹنے ہی جو پیداوار حاصل ہو اس کی پوری کی زکوٰۃ ہے مزدوروں کی مزدوری اور دیگر اخراجات اس میں وضع نہیں کئے جائیں گے۔ اس تفسیر کی بنا پر یہ آیت محکم ہے، منسوخ نہیں اور یہ حضرت امام اعظم قدس سرہ کی قوی دلیل ہے کہ ہر پیداوار کی زکوٰۃ واجب ہے کم ہو یا زیادہ اس کا پھل سل بھر تک رہے یا نہ رہے۔ اس کے علاوہ اس کی اور جو تفسیریں کی گئیں ہیں ان کی بنا پر یہ آیت منسوخ ہے جیسا کہ ہم ان شاء اللہ اعتراض و جواب میں عرض کریں گے ولا تسرفوا اس عبارت کی بھی بہت تفسیریں ہیں۔ جن میں سے ہم صرف دو تفسیریں عرض کرتے ہیں ایک یہ کہ زکوٰۃ دو مال برہانہ کرو کہ ساری پیداوار لٹاؤ بل بچوں کے لئے کچھ نہ رکھو جیسا کہ شان نزول میں عرض کیا گیا۔ دوسرے یہ کہ تم بکنے سے پہلے ان کے پھل کھاؤ سکتے ہو مگر زکوٰۃ سے بچنے کے لئے بیجا فضول خرچ نہیں کر سکتے صرف بقدر ضرورت کچھ لینے کی اجازت ہے اصراف ص سے جائز بقدر ضرورت خرچ ہے اور اسراف ص سے حد سے زیادہ خرچ اگرچہ جائز کاموں میں ہو۔ تبذیر حرام کاموں میں خرچ اسی لئے تبذیر والوں کے متعلق ارشاد ہے کہ مبذرین شیاطین کے بھائی ہیں اسراف والوں کے لئے ارشاد ہے انه لا يحب المرفقین یہ عبارت لا تسرفوا کی علت ہے۔ یعنی فضول خرچی اس لئے نہ کرو کہ اللہ تعالیٰ فضول خرچیوں کو پسند نہیں فرماتا بلکہ انہیں ناپسند کرتا ہے۔ پسند نہ کرنے اور پسند کرنے میں بڑا فرق ہے بعض فضول خرچیوں کو اللہ پسند نہیں کرتا اور بعض کو پسند کرتا ہے ان سے ناراض ہے سرف کے لغوی معنی ہیں حد سے بڑھنا اس لئے گناہوں کو بھی اسراف کہا گیا ہے واسوا لننا فی امرنا اس کلمہ کی پانچ تفسیریں اور بھی ہیں۔

خلاصہ تفسیر : دنیا میں فرمانبردار تین قسم کے ہیں لالچ سے اطاعت کرنے والے۔ ڈر سے کرنے والے۔ اس لئے قرآنی آیات مختلف ہیں بعض میں دنیاوی نعمتوں کا ذکر ہے، بعض میں اخروی نعمتوں کا تذکرہ ہے بعض میں اللہ کے عذابوں کا ذکر ہے۔ لالچ والوں کے لئے وہ آیات ڈر والوں کے لئے یہ آخری آیات اور بعض میں اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تذکرہ ہے یہ محبت والوں کے لئے ہیں۔ یہ اور اگلی آیتیں پہلی قسم کی ہیں جن میں لالچ والوں کے لئے نصیحت ہے اس آیت کریمہ کے آخری حصہ کی بہت تفسیریں ہیں ان میں سے ہم ایک تفسیر عرض کرتے ہیں جو نہایت قوی ہے جس کی بنا پر یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں۔ اے لوگو اللہ تعالیٰ ایسی قدرت والا ہے جس نے ایسے باغ بھی پیدا کئے جو ٹھٹیوں بانسوں چھتوں پر پھلتے ہیں جیسے انگور اور ایسے سبزے بھی پیدا کئے جو زمین پر ہی پھلتے ہیں ان کے لئے کسی بانس یا چھت وغیرہ کی ضرورت نہیں پڑتی جیسے کدو، خربوزہ، ترہوز، گدڑی وغیرہ کی بیلین، لور کھجوروں کے درخت پیدا کئے جو اپنے تپا پر کھڑے رہتے ہیں ایک بار بویے جلوں تو ساہا سلا پھل دیتے ہیں، کھیتیں پیدا فرمائیں کہ جو اگرچہ زمین پر کھڑی تو رہتی ہیں مگر ہر سال بوئی کٹی جاتی ہیں غرضیکہ دو قسم کے باغ بنائے ہیں اور دو قسم کے کھیت یہ چار قسم کی پیداوار پیدا فرمائیں۔ ان باغوں کھیتوں کے پھل دانہ رنگت، جسامت، نفع مزے میں مختلف ہیں۔ زیتون اتار پیدا فرمائے جن کے درخت دپتے یکساں ہیں مگر پھل بالکل مختلف تم کو اجازت ہے کہ اس کا پھل پیدا ہوتے ہی کھا سکتے ہو کچا ہو یا پکا اور تم کو تاکید حکم ہے کہ ان پھلوں کے ٹوٹنے اور دانوں کے گاہنے کے دن ان کی زکوٰۃ لو اگر وہ سل بھر رکھنے کا انتظار نہ کرو نہ لور کسی قسم کا خرچہ اس سے وضع کرو پھر صرف زکوٰۃ ہی لو اگر وہ سارا خیرات کر کے اپنے کو لو پھل اپنے بل بچوں کو بھوکا نہ مارو کہ اسراف اور زیادتی ہے اللہ تعالیٰ کو زیادتی کرنے والے لوگ پسند نہیں، ہر کلام میں میانہ روی اختیار کرو۔ خیال رہے کہ باغات اور کھیتوں میں چند طرح سے سب کی سب کا ظہور ہے۔ (۱) سارے باغ و کھیت صرف زمین میں لگتے ہیں

آگ، پانی، ہوا میں نہیں لگتے کیونکہ زمین میں عجز و انکسار ہے ایسے ہی معرفت الہی کے باغ صرف انسانی دل میں لگتے ہیں جنات یا فرشتوں یا دو سری مخلوق کے دلوں میں نہیں لگتے۔ (2) زمین میں باغ و کھیت کسی کی کاشت سے لگتے ہیں، گھاس کاٹنے خود رو ہیں ایسے ہی انسان کے دل میں معرفت کے باغ کسی کی نظر سے لگتے ہیں گناہ و غفلت وغیرہ خود بخود۔ (3) کوئی زمین باغ و کھیت لگنے کے لئے پانی دھوپ سے بے نیاز نہیں یوں ہی کوئی شخص ایمان و عرفان و تقویٰ کے لئے نگاہ ولی سے بے نیاز نہیں۔ (4) اکثر اونچے درختوں پر چھوٹے پھل لگتے ہیں اور کمزور معمولی نیل میں وزنی اور بڑے پھل لگتے ہیں، دیکھ لو آم اور کدو، تربوز وغیرہ کا حال۔ یونہی مسکینوں غریبوں پر رحمت الہی زیادہ ہوتی ہے بڑوں اور امیروں پر کم۔ (5) کمزور نیل بوٹوں کے بھاری بوڑنی پھل خود یہ نہیں اٹھاتے بلکہ ان کا بوجھ زمین اٹھاتی ہے ان کا تعلق نیل بوٹوں کے ساتھ ایک معمولی سے دھاکہ سے ہوتا ہے یوں ہی جب رب کسی مسکین کو بڑا اور جہ دیتا ہے تو اس کا بوجھ اس شخص پر نہیں ڈالتا۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائے حاصل ہوئے: پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی صفتوں میں غور کرنا عبادت ہے درخت کا ہر پتہ کھیت کا ہر تنکا معرفت الہی کا دفتر ہے۔

برگ درختان سبز در نظر ہوشیار ہر درختے دفترے است معرفت کردگار
دوسرا فائدہ: درختوں کے کچے پکے پھل کھیت کے کچے پکے دانے ہر وقت کھانا جائز ہے مزے دار ہوں یا نہ ہوں یا بد مزہ ہوں ان میں سے کوئی حرام نہیں یہ فائدہ کلو من ثمرہ کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: چیزوں میں اصلی حالت مباح ہونا ہے یعنی جس چیز سے شریعت منع نہ کرے وہ حلال ہے حرام کے لئے ممانعت ضروری ہے، حلال کے لئے امر ضروری نہیں۔ یہ فائدہ بھی کلو من ثمرہ سے حاصل ہوا (تفسیر کبیر)۔ چوتھا فائدہ: کبھی امر صرف مباح کرنے کے لئے بھی آتا ہے ہر امر واجب کے لئے نہیں دیکھو یہاں کی پیداوار میں سے ہم زکوٰۃ نکالنے سے پہلے بھی کچھ کھا سکتے ہیں۔ کچے گد ریا پختہ پھل۔ یہ فائدہ بھی کلو من ثمرہ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: ہر پیداوار پر زکوٰۃ یعنی دسواں یا بیسواں حصہ دینا واجب ہے، پیداوار تھوڑی ہو یا زیادہ اس کا پھل سل بھر تک رہے یا نہ رہے لہذا سبزیوں پر بھی زکوٰۃ ہے یہی امام اعظم کا قول ہے یہ فائدہ دوا لہد سے حاصل ہوا۔

مسئلہ : لکڑی، گھاس، بانس کی پیداوار میں زکوٰۃ نہیں۔ (تفسیر احمدی) مسئلہ: اپنے گھر میں جو چیز بودی جلوے اس کی پیداوار میں زکوٰۃ نہیں (تفسیر احمدی) مسئلہ: اگر رہنے کے گھر کو باغ بنادیا تو اس کی پیداوار میں زکوٰۃ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گھروں کی پیداوار میں زکوٰۃ کی معافی دی نہ کہ باغ کی پیداوار میں۔ (تفسیر احمدی) ساتواں فائدہ: پیداوار کی زکوٰۃ کھیت کاٹنے، پھل توڑنے پر واجب ہو جاتی ہے اپنے پاس ایک سال تک رہنا ضروری نہیں یہ فائدہ یوم حصاد سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: ساری پیداوار کی زکوٰۃ واجب ہے۔ خرچہ وضع نہیں کیا جائے گا۔ یہ فائدہ بھی یوم حصاد سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: پوری پیداوار پر زکوٰۃ واجب ہے بغیر زکوٰۃ دیئے اس میں سے کچھ لینا کسی کو حرام ہے۔ پہلے زکوٰۃ نکال دو پھر تقسیم کر دیا کسی کو دیا اپنے گھر رکھو۔ یہ فائدہ بھی یوم حصاد سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: اپنے بچوں بیوی کو بھوکا رکھنا اور ساری پیداوار خیرات کر دینا جائز نہیں کہ یہ اسراف ہے اور اسراف ممنوع ہے یہ فائدہ ولا تسرفوا کی مذکورہ

تفسیر سے اور اس کے شان نزول سے حاصل ہوا۔

نوٹ ضروری : سونے چاندی تجارتی مال کی زکوٰۃ میں اور پیداوار کی زکوٰۃ میں چند طرح فرق ہے۔ (1) ان زکوٰتوں میں نصاب شرط ہے۔ نصاب سے کم پر زکوٰۃ نہیں مگر پیداوار کی زکوٰۃ میں نصاب نہیں ہر تھوڑے بہت پر زکوٰۃ ہے۔ (2) زکوٰتوں میں سال گزرنا شرط ہے پیداوار کی زکوٰۃ میں یہ شرط نہیں پھل ٹوٹنے ہی کھیتی کٹنے ہی یہ زکوٰۃ فرض ہے۔ (3) وہ زکوٰتیں صرف عاقل بالغ پر فرض ہیں مگر پیداوار کی زکوٰۃ نابالغ بچے دیوانہ پاگل پر بھی فرض ہے۔ (4) ان زکوٰتوں میں قرض کاٹ دیا جاتا ہے پیداوار کی زکوٰۃ میں قرض نہیں کاٹا جاتا مقروض پر بھی رہتا فرض ہے۔ (5) ان کی زکوٰتوں میں حاجت امیہ کو علیحدہ کر دیا جاتا ہے جو حاجت امیہ سے بچے اس پر زکوٰۃ فرض ہے۔ (6) وہ زکوٰتیں سال میں صرف ایک بار واجب ہوتی ہیں مگر پیداوار کی زکوٰت میں یہ رعایت بھی نہیں اگر سال میں چار فصلیں لی جاویں تو ہر فصل کی زکوٰۃ دینا پڑے گی یہ تمام فرق ایک لفظ یوم حصہ سے معلوم ہوئے۔ (7) ان زکوٰتوں کی مقدار چالیسواں حصہ ہے مگر پیداوار کی زکوٰۃ دسواں حصہ یا بیسواں یعنی ان زکوٰتوں سے چو گنیادو گنا وجہ ظاہر ہے کہ وہ زکوٰتیں محض عبلوت ہیں مگر پیداوار کی زکوٰت عبلوت بھی ہے اور ایک طرف کا ٹیکس بھی۔ ٹیکس میں وہ رعایتیں نہیں ہوتیں جو محض عبلوت میں ہوتی ہیں۔

پہلا اعتراض : جنات یعنی باغات میں کھجور زیتون انار کے باغات بھی داخل تھے پھر ان کا ذکر علیحدہ کیوں کیا گیا۔ جواب : اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ جنات سے یا تو صرف انگوروں کے باغ مراد ہیں۔ جو دو قسم کے ہوتے ہیں بعض چمٹے ہوئے یعنی ٹھیسوں کے چمٹوں پر پھیلائے ہوئے اور بعض انگور زمین پر ہی پھیلے ہوتے ہیں ان دونوں کے لئے معروضات اور غیر معروضات ارشاد ہو اس صورت میں کھجور انار وغیرہ کا ذکر علیحدہ کرنا بالکل مناسب ہے یا جنات سے مراد سارے سبزے ہیں تب ان کا ذکر علیحدہ کرنا ان کا اہتمام اور عظمت شان دکھانے کے لئے ہے کہ ان میں فوائد اور قدرت کے کرشمے بہت ہیں حتیٰ کہ زیتون کو شجرہ مبارکہ فرمایا گیا ہے۔ دوسرا اعتراض : باغ اور کھیت تو کھانے ہی کے لئے ہوتے ہیں۔ پھر کلوا من ثمرہ الخ فرمانے سے کیا فائدہ؟ جواب : اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ پھلوں اور دانوں کی فروخت جائز نہیں۔ جب تک کہ وہ نفع کے قابل نہ ہو جائیں شاید کوئی سمجھتا کہ اس سے پہلے ان کا کھانا بھی جائز نہیں۔ اس وہم کو دور کرنے کے لئے فرمایا کہ کھانے میں یہ قید نہیں ہر وقت کھا سکتے ہو حتیٰ کہ چنے کا ساگ آم کی بہت سی چھوٹی کچی کیری بھی کھالی جاتی ہے دوسرے یہ کہ شاید کوئی سمجھتا کہ ان کی زکوٰۃ دینے سے پہلے انہیں کھانا جائز نہیں ارشاد ہوا کہ کھانے پر یہ پابندی نہیں ہے زکوٰۃ واجب ہوگی کٹنے کے دن اس سے پہلے تم کچھ کھا سکتے ہو۔ تیسرا اعتراض : اتوا حلقہ میں حق سے مراد زکوٰۃ نہیں کیونکہ یہ آیت مکی ہے پوری سورہ انعام ہی کی ہے اور زکوٰۃ بعد ہجرت سنہ 2 ہجری میں فرض ہوئی بلکہ اس سے مراد وہ صدقہ ہے جو بلوغ والے کھیت والے عموماً پھل توڑتے کھیت کاٹتے وقت فقیروں غریبوں کو بانٹتے رہتے ہیں پہلے یہ صدقہ فرض تھا پھر زکوٰۃ فرض ہونے سے منسوخ ہو گیا۔

نوٹ : یہ اعتراض حضرت امام شافعی اور صاحبین کا ہے جن کے نزدیک ہر پیداوار میں زکوٰۃ نہیں بلکہ اس میں ہے جس کا پھل ایک سال تک ٹھہر سکے انار زیتون وغیرہ صرف موسمی پھل ہیں۔ جواب : اگرچہ سورہ انعام کی ہے مگر یہ آیت مدنیہ

ہے اس کی چند دلیلیں ہیں ایک یہ کہ جو صدقہ تم نے مراد لیا ہے وہ اسلام میں کبھی فرض نہ تھا یعنی اتفاقاً آجانے والے فقر کو کچھ دے دینا پھر اس کے لئے صیغہ امر فرمانا اور اسے حقہ کمنا درست کیسے ہو اور سرے یہ کہ اہل مکہ کی زمین کاشت کے قابل نہ تھی ان پر پیداوار کی زکوٰۃ واجب کرنے کے کیا معنی۔ تیسرے یہ کہ ابھی ہم شان نزول میں عرض کر چکے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ثابت ابن قیس ابن شماس کے متعلق نازل ہوئی۔ جنہوں نے اپنی ساری پیداوار ایک دن میں خیرات کر دی اور ظاہر ہے کہ حضرت ثابت ابن قیس مدینہ منورہ کے انصاری ہیں لہذا یہ آیت مدنی ہے۔ چوتھے یہ کہ حضرت عبداللہ ابن عباس، انس ابن مالک، طاؤس، خواجہ حسن بھری، محمد ابن حنیفہ، سعید ابن زید، جابر ابن زید وغیرہم جلیل القدر صحابہ کا یہی قول ہے کہ یہاں اس سے زکوٰۃ مراد ہے حتیٰ کہ تفسیر جلالین والے شافعی ہیں مگر انہوں نے بھی حق کی تفسیر زکوٰۃ سے کی بلکہ روح المعانی نے فرمایا کہ امام رازی فرماتے ہیں کہ زکوٰۃ مکہ معظمہ میں فرض ہو چکی تھی مگر اس پر عمل مدینہ منورہ میں ہوا جیسے نماز جمعہ مکہ معظمہ میں فرض ہوئی مگر پڑھی گئی بعد ہجرت کیونکہ اس سے پہلے شرائط جمعہ موجود نہ تھے۔ چوتھا اعتراض: اگر یہاں پیداوار کی زکوٰۃ مراد ہے تو یوم حصاد، کیوں فرمایا زکوٰۃ حصاد یعنی کاٹنے کے دن واجب نہیں ہوتی بلکہ بھوسہ علیحدہ کرنے کے بعد دانہ نکال لینے پر واجب ہوتی ہے۔ جواب: حصاد کھیت کاٹنے پھل توڑنے کو بھی کہتے ہیں۔ لہذا عصمت فندوہ فی منبلہ اور گاہنے یعنی دانے نکالنے کو بھی بلکہ جو کھیتی قابل کاٹنے کے ہو اسے بھی حصد کہتے ہیں۔ فجعلنا ہم حصیلا خامدین یہاں یوم حصادہ فرمانے سے یہ بتایا گیا کہ کھیت کاٹنے باغ کے پھل توڑنے کے دن زکوٰۃ دو اس میں سے خرچہ وغیرہ وضع نہ کرو کیونکہ خرچہ خود شریعت نے وضع کر دیا ہے کہ خرچہ والے کھیت کی زکوٰۃ بیسواں حصہ رکھی ہے اور ہو سکتا ہے کہ یوم حصادہ کا تعلق حقہ سے ہو نہ کہ اتو سے۔ پانچواں اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ پانچ وسق سے کم میں زکوٰۃ نہیں پھر تم نے کیسے کہا کہ ہر کمہویش پیداوار پر زکوٰۃ فرض ہے (صاحین)۔

نوٹ ضروری: ایک صاع ساڑھے چار سیر کا ہوتا ہے اور ایک وسق ساٹھ صاع کا اس حساب سے پانچ وسق تینیس 33 سیر ہوئے۔ صاحبین کے ہاں اس سے کم میں زکوٰۃ نہیں انہیں کی یہ دلیل ہے لیس لہما دون خمسہ اوسق صدقہ۔ جواب: اس حدیث میں زکوٰۃ سے مراد دانہ پھلوں کی تجارتی زکوٰۃ ہے نہ کہ پیداوار کی زکوٰۃ یعنی جو غلے کا تاجر اس سے کم غلہ رکھے اس پر زکوٰۃ تجارت نہیں کیونکہ اس زمانہ میں ایک وسق اناج چالیس درہم کا ہوتا تھا تو پانچ وسق دو سو درہم کے ہوئے دو سو درہم تجارتی بل کا نصاب ہے۔ امام صاحب کی دلیل وہ حدیث ہے لہما سقت السماء العشور و لہما سقی بالسانتہ نصف العشور (طحاوی) لفظ عام ہے۔ چھٹا اعتراض: جب ہر پیداوار میں زکوٰۃ ہے تو بانس، گھاس، اور لکڑی پر کیوں واجب نہیں نیز گھر میں جو چیزائے اس میں زکوٰۃ کیوں واجب نہیں کیا حضرت عمر نے حکم قرآن کے خلاف قانون بنایا اور کیا قرآن کے مقلد حضرت عمر کا قول واجب العمل ہو گا۔ جواب: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قانون اس حکم قرآنی کی تفسیر یا تشریح ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں ان چیزوں کی طرف اشارہ موجود ہے۔ چنانچہ انہر۔ نمرہ۔ حصاد۔ ان سب میں اسی طرف اشارہ ہے۔ لکڑی، گھاس، بانس پھل والے درخت نہیں اس لئے ان پر زکوٰۃ نہیں۔ پھل والے درختوں کھیتوں کی زکوٰۃ ہے نیز اس آیت کے شروع میں فرمایا گیا انشا جنات الخ اور ظاہر ہے کہ گھر کے محن وغیرہ میں اگر کچھ سبزہ اگایا جاوے تو وہ جنت یعنی باغ نہیں ہوتا ان اشارات سے معلوم ہوا کہ باغ و کھیت کی پیداوار میں زکوٰۃ ہے گھر کے محن کیاریوں کی

پیداوار میں زکوٰۃ نہیں۔ ساتواں اعتراض: شریعت میں تجارتی زکوٰۃ میں اتنی رعایتیں کیوں دی ہیں پیداوار کی زکوٰۃ میں یہ رعایتیں کیوں نہیں دیں۔ خیال تو کرو کہ تجارتی زکوٰۃ نصاب پر چالیسواں حصہ وہ بھی ایک سال کے بعد اس میں بھی قرض وضع کیا جاتا ہے۔ بچہ پر فرض نہیں مگر پیداوار کی زکوٰۃ میں یہ کوئی رعایت نہیں باغبانوں اور کسانوں نے کیا قصور کیا۔ جواب:

پیداوار کی زکوٰۃ عبادت بھی ہے اور ایک لحاظ سے ٹیکس بھی جس پر ملکی نظام قائم ہے اور ٹیکس میں مذکورہ رعایتیں نہیں دی جاتیں عشر میں یہ رعایت ہے کہ اگر پیداوار نہ ہو تو واجب نہیں مگر خراج میں یہ بھی رعایت نہیں وہ بہر حال واجب ہے۔ اگر پیداوار نہ ہو موجودہ حکومتوں نے بھی آمدنی ٹیکس اور پیداوار کے ٹیکس میں یہ فرق کیا ہوا ہے آمدنی ٹیکس یا انکم ٹیکس سال میں ایک دفعہ واجب ہوتا ہے مگر پیداوار کا لگان ہر فصل پر آمدنی ٹیکس میں بچوں کی فیس وغیرہ وضع کر دی جاتی ہے مگر پیداوار کی ٹیکس میں کوئی رعایت نہیں۔ زمین پر حکومتوں اور ملک کا دارودار ہوتا ہے تجارتی زکوٰۃ محض اور خالص عبادت ہے لہذا وہاں رعایات دی گئیں۔ آٹھواں اعتراض: اس آیت میں کل مال خیرات کرنے کو اسراف کیوں فرمایا اسراف تو بربی یا بیکار چیزوں میں ہوتا

ہے عربی مقولہ ہے لا سرف لی الخمر وان کان مثل احد۔ نیک کام میں خرچ کرنا اسراف نہیں اگرچہ پہاڑ بھی خیرات کرے۔ حضرت ابو بکر صدیق نے اپنا سارا مال خیرات کر دیا کیا وہ اسراف تھا اور وہ خدا کو پیارے نہ تھے؟ جواب: سارا مال خیرات کر کے بچوں کے حقوق ضائع کر دینا انہیں بھیک منگانا شرعاً ممنوع ہے ہمارے مال میں بہت حقوق ہیں سارے لوگوں۔ ایک نقلی خیرات کر کے فرض چھوڑ دینا یقیناً "اسراف یعنی فضول خرچی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق اور ان کے صابر شاکر سید المتوکلین بچوں پر اپنے کو اور اپنے بچوں کو قیاس نہ کرو۔ نہ ان پر۔ ممبروں ضابطہ کل کسی میں ہو گا نہ اس کے لئے یہ جائز ہو گا۔

موسیا آداب دانا دیگر اند سوختہ جان ورواں دیگر اندر!

خیال رہے کہ لا تسرفوا کی اور کئی تفسیریں ہیں اسے مال کو خیرات ضرور کرو اسراف یعنی سب اپنے پر خرچ نہ کر لو اسے حاکمو زیادتی نہ کرو حق سے زیادہ زکوٰۃ نہ لو۔

تفسیر صوفیانہ : اللہ تعالیٰ وہ رحمت و کرم والا ہے جس نے طریقت کے بلوغ پیدا کئے اور شریعت کے کھیت طریقت کے بعض بلوغ وہ ہیں جو اولیاء اللہ کی ذاتوں پر قائم ہیں معروضات ہیں بعض وہ ہیں جو تمہارے دل کی زمین پر پھیلے ہیں یہ غیر معروضات ہیں چنانچہ ارکن نماز تلاوت قرآن اپنی طاقت اپنے بل بوتے پر لو اگر تم اس کے ملک ہو مگر ان میں سوز و گداز و رد و دل وغیرہ یہ وہ نعمتیں ہیں جو خاص عطیہ پروردگار ہیں۔ ارکن نماز گویا غیر معروضہ و رخت ہیں اور یہ سوز و گداز گویا معروضہ بلوغ ہیں جو کسی کی نظر کی ٹیک پر قائم ہیں یوں ہی اس نے ذکر کے نخل، فکر کے زیتون، شغل کے انار پیدا فرمائے۔ اس رب نے شرعی فرائض واجبات سنن کے کھیت بنائے جو تمہاری روحانی غذا ہیں جن سے تمہاری دینی زندگی قائم ہے یہ چیزیں بعض حیثیت سے یکساں ہیں بعض حیثیت سے مختلف نماز تہجد، شکل صورت لواء فرائض ارکن شرائط میں دو سری نمازوں کی طرح ہے مگر لذت رحمت، سوز و گداز میں غیر متشابہ ہے کہ نماز، ہنگامہ میں اطاعت غالب ہے۔ تہجد میں عشق کا ظہور ہے نماز، ہنگامہ مسلمانوں کے لئے آئی ہیں اللہوا الصلوٰۃ نماز تہجد محبوب کے لئے نافلہ لک ہی حال زکوٰۃ، صدقہ فطر، قربانی کا ہے کہ شکل میں سب یکساں مگر لذتوں میں مختلف اسے مومنوں ان باغوں کے سارے پھل ان کھیتوں کے سارے دانے تم خود ہی نہ کھا جانا بلکہ اس میں سے اپنی اولاد، عزیزوں دوستوں کو بھی حصہ دینا۔ انہیں بھی اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرو اور اہلکم نارا۔ جب تمہاری

کھیتی کٹنے لگے اور تم مرنے لگو تو اس کا حق ادا کر کے مرو کہ اپنے نائب چھوڑ کر جاؤ جو تمہارے بعد تمہاری یہ دینی رسوم قائم رکھیں۔ خود کھاؤ اہل کو کھلاؤ نا اہلوں سے بچاؤ کہ یہ اسراف ہے اللہ تعالیٰ اسراف والوں کو پسند نہیں کرتا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ عبادات ریاضات مشاہدات وغیرہ روحانی غذا ہیں ان میں صورتیں لذتیں بھی ہیں خوشبوئیں بھی رجتیں بھی جو دل والوں کو دنیا میں محسوس ہو جاتی ہیں اور قیامت میں تو ہر شخص کو محسوس ہو گئی یہ عبادات یہاں شکل میں یکساں محسوس ہوتی ہے مگر دل کتا ہے کہ ان کی لذتیں تاثیریں خوشبوئیں مختلف ہیں۔ حتیٰ کہ قرآنی سورتیں بظاہر یکساں ہیں مگر ان کی لذت رحمت میں فرق ہے قل هو اللہ میں جو لذت ہے وہ تبت ہما میں نہیں جو لذت آیات نعت میں ہے وہ اور ہے جو آیات احکام میں ہے وہ اور ہے یہی حال نماز تہجد اور نماز اشراق کا ہے یہی حال کعبہ معظمہ اور مدینہ منورہ کی حاضری کا ہے اب پڑھو مشاہدات وغیرہ مشاہد۔

دوسری تفسیر صوفیانہ : وہ اللہ وہ قدرت والا ہے جس نے اپنے بندوں کے دلوں میں عشق و محبت کے چھتے ہوئے باغ پیدا کئے اور سخاوت، وفا، عفت، حلم و شجاعت کے غیر چھتے ہوئے باغ پیدا فرمائے اس دل میں ایمان کے نخل اعمال کی کھیتیں اخلاص کے زیتون، الہام کے نار پیدا فرمائے اے لوگو! ان باغوں کھیتوں کے پھل یعنی مکاشفات، مشاہدات کھاؤ خوب استعمال کرو ساتھ ہی خیال رکھو کہ اس کے کٹنے یعنی وعظ و ہدایت کے وقت اس کا حق ادا کرو کہ لوگوں کو فیض پہنچاؤ اسراف نہ کرو کہ نا اہلوں کو بخشو یا اہل کو محروم رکھو۔ (معانی) پھر خیال رکھو کہ کھیت و باغ کو پانی دیا جاتا ہے تم بھی اپنے ایمان و اعمال کے باغ و کھیت کو آنکھوں کا پانی دیتے رہو یہ آنکھیں گویا اس باغ کے کنویں ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

باش چوں دو لب دائم چشم تر تلوں صحن تو روید خضر
جیسے دنیاوی کھانوں کی لذتیں برمعانے کے لئے ان میں بعض مصالحے ملائے جاتے ہیں گوشت میں گھی کا بگھار لگاتے ہیں۔ شربت میں دودھ کیوڑا شامل کرتے ہیں ہر کھانے کا مصالحہ الگ ہے ایسے ہی عبادات، ریاضات میں اخلاص و نسبت الی الرسول کا مصالحہ شامل کرو تاکہ اس کی لذتیں زیادہ ہو جائیں کھانا صرف ایک بار لذت دیتا ہے مگر مقبول عبادات ہمیشہ لذت دیتی ہیں۔

وَمِنَ الْأَنْعَامِ حَمُولَةٌ وَفَرَشَاتُ كُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ وَلَا تَتَّبِعُوا خُطُو

اور جانوروں میں سے لادنے والے اور زمین پر بچھے کھاؤ اس میں سے جو روزی دی تم کو اللہ نے اور نہ پیروی کرو اور مٹی میں سے کچھ بوجھ اٹھانے والے اور زمین پر بچھے کھاؤ اس میں سے جو اللہ نے تمہیں روزی دی اور

تِ الشَّيْطَانِ إِنَّكُمْ عَدُوٌّ مُّبِينٌ ۝ ثَمِينَةٌ أَرْوَاهُ مِنَ الضَّانِ اثْنَيْنِ

قرموں کی شیطان کے تحقیق وہ واسطے تمہارے دشمن ہے کھلا۔ آٹھ جوڑے بھیڑیلے سے دو کر اور بکری

اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو وہ بے شک تمہارا صریح دشمن ہے آٹھ نور مارہ ایک جوڑا بھیڑیا

وَمِنَ الْمُعْزِاثِينَ قُلْ اَلَّذَا كَرِهْتَ حَرَّمَ اِمَّا الْاُنثِيَيْنِ اِمَّا شَتَمْتَ

میں سے دو کہ فرماؤ کیا دو نہ حسد کئے یا دو مادائیں یا وہ شامل کہ ہیں

اور ایک جو بکری کا تم فرماؤ کیا اس نے دونوں نہ حسد کئے یا مادائیں یا

عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنثِيَيْنِ نَبَوْنِي بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

اور اس کے رحم دو جاراؤں کے خبر دو مجھے ساتھ علم سے اگر ہو تم سچے

وہ جسے دونوں مادہ بیٹ میں نے ہیں کسی علم سے بتاؤ اگر تم سچے ہو۔

تعلق : ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں دانے اور پھل پیدا فرمانے کا ذکر تھا اب گوشت، دودھ وغیرہ پیدا فرمانے کا ذکر ہے یعنی روٹی کے ذکر کے بعد سالن کا ذکر ہے چونکہ روٹی مقصود ہوتی ہے سالن تابع۔ نیز روٹی پہلے ہوتی ہے سالن بعد میں اس لئے ان چیزوں کا ذکر باغ و کھیت کے بعد فرمایا گیا نیز کھیتوں باغوں میں انسان کبھی کبھی جاتا ہے مگر جانور تو اکثر کے گھروں میں رہتے ہیں ان کے دیکھنے کا موقع زیادہ ملتا ہے اس لئے باغوں کھیتوں کے بعد جانوروں کے ذریعہ اپنی معرفت کرائی۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں نباتات کا ذکر تھا جو اللہ کی بڑی نعمت ہے اس کے بعد اب حیوانات کا ذکر ہے جو اس کے بعد بڑی نعمت ہے ہم نباتات حیوانات دونوں ہی سے فائدے حاصل کرتے ہیں۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے اپنی معرفت کہیں تو آسمانی چیزوں کے ذریعہ کرائی، نہیں باغوں، کھیتوں کے ذریعہ کرائی، کہیں جانوروں کے ذریعہ، کہیں خود ہماری اپنی ذاتوں کے ذریعہ ولی انفسکم اللہ تبصرون کہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ۔ ہوالذی ارسل رسولہ یہ آیت ان آیات میں سے ہے جن میں جانوروں کے ذریعہ رب کی معرفت کرائی گئی ان میں سے ہر چیز معرفت الہی کی کتاب ہے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں کفار عرب کی ان دھاندلیوں کا ذکر تھا جو وہ حیوانات میں کرتے تھے کہ فلاں جانور عورتوں پر حرام ہے فلاں سب پر حرام اب ان کے اس باطل عقیدے کی پر زور تردید فرمائی جا رہی ہے جسے معمولی عقل والا بھی ماننے پر مجبور ہو جائے۔

شان نزول : جب اسلام نے کفار عرب کی مذکورہ بالا بے قاعدگیوں کی پر زور تردید فرمائی جو وہ جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق کرتے تھے کہ فلاں جانور فلاں پر حرام فلاں جانور فلاں پر حلال تو کفار کی ایک جماعت جس کا سردار مالک ابن عوف حبشی تھا، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں حاضر ہوا، مالک ابن عوف نے کہا کہ آپ ان جانوروں کی حلت و حرمت مٹا رہے ہیں جو صدیوں سے ہمارے باپ دادا سے مانتے چلے آئے ہیں بزرگوں کی رسیں مٹا نا بڑی بات ہے آپ تو باپ دادوں کے نام ان کے کام روشن کریں انہیں مٹاتے کیوں ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بے عقلی والے قانون مٹا دینا چاہئیں جانوروں کی حلت و حرمت شریعت اور نبوت کے ذریعہ ہونی چاہئے تم نے محض اپنی عقل سے کر ڈالی اور اس بے قاعدگی سے کی جسے عقل سلیم قبول نہیں کرتی بھلا بتاؤ تو کہ ایک ہی جانور مردوں کو حلال ہو عورتوں کو حرام، مرجائے تو سب کو حلال یہ کس قاعدے سے ہے اس میں وجہ حرمت کیا ہے نہ ہونا یا مادہ ہونا یا ماں کے پیچ میں رہنا جو وجہ بھی ہو۔ جہاں یہ وجہ موجود ہو وہاں یہ حکم بھی

ہونا چاہئے وہ حیران ہو گیا فرمایا جواب کیوں نہیں دیتا وہ بولا کہ لا جواب بات کا جواب کیا دوں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تائید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ (خازن) ان لوگوں کے کلام کا خلاصہ یہ تھا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے باپ داداؤں کا نام روشن کریں مثالیں نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب کا خلاصہ یہ ہوا کہ نیک کام روشن کئے جاتے ہیں اچھی رسمیں باقی رکھی جاتی ہیں برے نام اور بری رسمیں مٹانے ہی چاہئیں، دوسرا خلاصہ یہ تھا کہ سارا عرب اس حرام و حلال کا قائل ہے، صرف آپ تنہا انہیں برا کہتے ہیں، لاکھوں کی رائے کے مقابل ایک رائے نہیں ملنی جاسکتی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب عالی کا خلاصہ یہ ہوا کہ لاکھ اندھے ایک راستہ کو سیدھا کہیں اور ایک آنکھ والا اسے ٹیڑھا کہے تو ایک آنکھارے کی بات قابل قبول ہوگی، عقل اندھی آنکھ ہے وحی الہی نور ہے۔

تفسیر : ومن الانعام حملتہ ولرشاء یہ عبارت معطوف ہے جنات پر اور اشاء کا مفعول یہ ہے واو عاطفہ ہے انعام جمع ہے نعم کی معنی مویشی جانور حملتہ منا ہے حمل سے معنی لادنا یہ جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں فرش معنی بچھانا اسی سے ہے فراش معنی بستر والا روض فراشیا یہ دونوں جنات پر معطوف ہو کر اناشا کا مفعول ہیں اس لئے منصوب ہوئے حملتہ اور فرش کی بہت تفسیریں ہیں۔ (1) حملتہ بوجہ لادنے اور سواری کرنے کے لائق جانور جیسے اونٹ، بیل اور فرش وہ جانور جو اس کام میں نہ آویں جیسے بھیڑ بکری وغیرہ۔ (2) بڑے اونٹ قلیل سواری کے تو حملتہ میں ان کے بچے جو ابھی یہ کام نہ دے سکیں وہ فرش ہیں۔ (3) قلیل سواری جانور تو حملہ ہیں اور جن جانوروں کے بالوں سے فرش بستر وغیرہ بنائے جاتے ہیں وہ فرش ہیں۔ (4) امام راغب نے اس کے لئے معنی کئے وہ کہتے ہیں چھوٹا جانور جیسے انسان کبھی خود اٹھائے وہ حملہ ہیں جیسے بکری، بھیڑ مرغی وغیرہ اور بڑے جانور جن کی پشت کی مثل بستر کے استعمال کیا جائے ان پر سواری کی جائے وہ فرش ہیں بہر حال ان دو لفظوں کے کئی معنی ہیں خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے بعض جانور ہمارے لئے مفید پیدا فرمائے ہیں جیسے بھینس، گائے، بکری وغیرہ بعض جانور خطرناک جیسے شیر، بھیڑیا، سانپ وغیرہ بعض جانور نہ خطرناک نہ ہمارے لئے بظاہر مفید جیسے مکھی، مچھر وغیرہ ان سب میں ہزار ہا حکمتیں ہیں مفید جانور اللہ تعالیٰ کی رزاقی غفاری کے مظہر ہیں، خطرناک جانور اس کی تمہاری جباری کے مظہر مکھی مچھر وغیرہ سے ہم کو بیماری بے بسی دکھائی گئی کہ ایک مچھر ہم کو پریشان کر دیتا ہے ہم مکھی مچھر کے آگے مجبور محض ہوتے ہیں۔ یہاں مفید جانوروں کا ذکر ہے کلو مما رزقکم اللہ ذیہ جملہ نیا ہے جس میں کلو امرباح یعنی جائز کرنے کے لئے ہے جیسے حرام چیزیں کھانا یا انہیں حلال جانا حرام ہے ایسے ہی حلال چیزیں حرام جانا بلا وجہ ان سے بچنا جرم ہے اور ہو سکتا ہے کہ کلو کا مقصد یہ ہو کہ ان چیزوں کا کھانا حلال جانو اس صورت میں یہ امر وجوب کے لئے ہے کیونکہ حلال چیزوں کا حلال جانا فرض ہے حضرت عبد اللہ ابن سلام نے اونٹ سے پرہیز کرنے کا ارادہ کیا تو رب نے فرمایا ادخلوا فی السلم کا فتہ۔ مما میں ملے مراد وہی مذکورہ جانور ہیں چونکہ مذکورہ جانور بھی سارے حلال نہیں دیکھو گدھا خچر گھوڑا سواری اور بوجہ لادنے کے کام آتے ہیں مگر ہیں حرام اس لئے یہاں من۔ حنفیت والا ارشاد ہوا نیز حلال جانور کے بھی سارے اعضاء حلال نہیں، سلت اعضاء حرام ہیں ان وجوہ سے بھی من فرمانا مناسب ہے اس حنفیت کی تفصیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی سے ہوئی رب نے صرف سور کو حرام کیا وہ بھی اس کا گوشت باقی تمام محرمات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی نے بیان فرمائے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی مما رزقکم کی تفسیر ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) رزقکم فرما کر بتایا گیا کہ یہ جانور تمہارے لئے حلال تو ہیں مگر اپنے ملکیت والے کھانا جو خدا تم کو

دے چوری وغیرہ کا نہ کھانا ولا تتبعوا خطوات الشیطان اس فرمان عالی میں کفار کی ان رسموں کی اہم تردید ہے جو ان میں جانوروں کے متعلق رائج تھیں۔ جن کا ذکر پہلے ہو چکا یعنی تمہارے رواج کی پابندیاں شیطانی اثر ہیں اس کے نشان قدم پر نہ چلو ہمارے احکام مانو انہ لکم عدو مبین اس فرمان عالی میں لا تتبعوا کی وجہ بیان فرمائی گئی یعنی وہ شیطان تمہارا دائی اور کھلا ہوا دشمن ہے اس نے تمہارے والد آدم علیہ السلام کو جنت سے نکالا وہ کہہ چکا ہے کہ لا تحتکن فہمتہ اس کی اولاد کو گمراہ کروں گا۔ ثمانیتہ ازواج یہ عبارت حمولہ و فرشا کا بدل ہے جس نے اسے فتح دیا اسی نے اسے فتح دیا۔ ازواج جمع ہے زوج کی زوج جوڑے جانور کو بھی کہتے ہیں اور جوڑے والے جانور کو لہذا زرمادہ کا مجموعہ زوج ہے اور صرف زرمادہ بھی زوج یہاں دوسرے معنی میں ہے یعنی جوڑے والے جانور تب ہی تو آٹھ بنیں گے اگر پورا جوڑا مراد ہو تو چار بنتے ہیں 'آٹھ جوڑوں سے مراد اونٹ اونٹنی 'گائے' بیل 'بکری' بکرا' بھیڑ بھیڑا' بھیئیں بھیئیں 'گائے' میں داخل ہیں 'ہرن' ہرنی وغیرہ پالتو جانور ہیں ہی نہیں یہاں ذکر ہے پالتو جانوروں کا جنہیں کفار عرب بتوں کے نام پر چھوڑ کر حرام کر لیتے تھے بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ عبارت کلوا یا استعملوا پوشیدہ کا معقول یہ ہے یعنی اللہ نے تمہارے کھانے کے لئے آٹھ جوڑے جانور پیدا کئے یا ان آٹھ جوڑہ جانوروں کو کھاؤ۔ من الضان اثنین اصل عبارت یوں تھی اثنین من الضان لہذا اثنین ثمانیتہ ازواج کا بدل بعض ہے یا یہ ساری عبارت آخر تک ثمانیتہ ازواج کا بدل کل ہے من الضان اثنین کا حل ہے ضان کے معنی ہیں بھیڑ جس کی اون کام آتی ہے اسی سے مراد ہے بھیڑ زرمادہ۔ زواج نے فرمایا کہ ضان جمع ہے ضائن اور ضانیتہ کی اسی کی جمع نہیں بھی آتی ہے جیسے تاجر کی جمع تجر یعنی اللہ تعالیٰ نے بھیڑ کے دو جوڑے پیدا فرمائے زرمادہ (بکیر و معانی)۔ خیال رہے کہ عربی میں بھیڑ کے ز کو کبش کہتے ہیں اور مادہ کو نجدہ 'ضان دونوں کو بولتے ہیں ومن المعز اثنین یہ عبارت معطوف ہے من الضان اثنین پر معز جمع ہے ما عزی کی جیسے خلام کی جمع خدم 'تاجر کی تجر' صاحب کی محب' راکب کی رکب۔ زبکرے کو تیس کہتے ہیں اور مادہ بکری کو عنز یعنی اللہ تعالیٰ نے بکری کے دو زوج زرمادہ پیدا کئے قل الذکرین حوم ام الاثنین اس فرمان عالی میں کفار عرب کے حرام و حلال کرنے کے متعلق ایک عجیب سوال ہے قل میں خطاب ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے یا ہر مسلمان سے اور روئے سخن ہے تمام کفار عرب کی طرف جو اپنی رائے سے جانوروں کو حرام یا حلال کرتے تھے اور اس حرمت و حلت کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے تھے اس سوال میں تین شکیں کی گئی ہیں دو تو یہاں مذکور ہیں اور ایک آگے آ رہی ہے یعنی بتاؤ تو کہ اللہ تعالیٰ نے بھیڑ بکری کے صرف زرمادہ کئے ہیں یا صرف مادہ یعنی حرام ہونے کی علت نہ ہوتا ہے یا مادہ ہونا ظاہر ہے ان میں سے کچھ بھی نہیں ورنہ چاہئے تھا کہ ہر زرمادہ ہر مادہ تم بعض زروں کو حرام کہتے ہو بعض کو حلال یہ ہی حل مادہ بھیڑ بکری کا ہے معلوم ہوا کہ تمہارے پاس حرمت کا قاعدہ کوئی نہیں 'صرف خیالات باطلہ ہیں۔ اما اشتملت علیہ ارحام الاثنین اس فرمان عالی میں مسئلہ مسئلہ کی تیسری شق کا بیان ہے ام حرف استفہام ہے اور ما موصولہ فہن سے مراد بھیڑ بکری کے مادہ ہیں یعنی کیا وہ بھیڑ بکری حرام ہے جو مادہ کے پیٹ میں ہے اور اس حرمت کی وجہ مادہ کے پیٹ میں رہنا ہے اگر یہ ہے تو سارے زرمادہ بھیڑ بکریاں حرام ہونی چاہئیں کہ یہ سب ہی مادہ کے پیٹ میں رہی ہیں وہاں سے ہی جنی گئی ہیں پھر تمہارا فرق کرنا کیسا کہ فلاں بھیڑ بکری حلال فلاں حرام ہے نبیونہی بعلم ان کنتم صادقین یہ فرمان عالی ساری عبارت کا چوڑا ہے اس کا مقصد یہ ہے کہ تم ہمارے سوال کے جواب میں صرف اپنے باپ داداؤں کا عمل بیان نہ کرو بلکہ عقل اور قاعدے قانون سے ہمارے سوال کا جواب دو بے قانونی

بات قتل قبول نہیں ہوتی اگر تم ان عقائد میں سچے ہو تو علم سے جواب دو نہ کہ وہاندلی کی باتوں سے۔

خلاصہء تفسیر : اللہ تعالیٰ نے جیسے تمہارے کھانے کے لئے باغات و کھیت نباتات پیدا فرمائے یوں ہی تمہارے کھانے کے لئے جانور پیدا کئے جن میں سے بعض وہ ہیں جو تمہاری سواری بوجھ لادنے کے کام بھی آتے ہیں جیسے اونٹ اونٹنی بیل وغیرہ اور بعض اس کام کے نہیں جیسے بکری مرغی وغیرہ یہ سب جانور تمہارے لئے حلال ہیں اللہ نے تمہاری روزی کے لئے بنائے ہیں لہذا انہیں حلال جانو کھاؤ شیطانی خیالات ابلیسی وہمیات کے پیچھے نہ چلو کہ بلا وجہ ان میں قیدیں لگا کر بعض کو حلال جانور بعض کو حرام وہ تو تمہارا کھلا دشمن ہے۔ تمہیں جیلوں بہانوں سے حلال روزی سے محروم رکھنا چاہتا ہے۔ خیال رکھو اللہ تعالیٰ نے تمہارے کھانے کے لئے آٹھ جوڑے پیدا فرمائے بھیڑ میں سے دو نر اور مادہ بکری میں سے دو نر مادہ بتاؤ اگر ان میں سے بعض حرام ہیں تو ان کی حرمت کی وجہ کیا۔ آیا نر ہونا حرام ہونے کی وجہ ہے یا مادہ ہونا یا مادہ کے پیٹ سے پیدا ہونا یہ تینوں باتیں غلط ہیں و نہ ہر نر حرام ہو تا یا ہر مادہ حرام ہوتی یا نر و مادہ دونوں ہی سارے کے سارے حرام ہوتے تم ان میں سے کوئی بات نہیں مانتے بعض نروں کو حرام کہتے ہو۔ بعض کو حلال اگر تم سچے ہو تو تمہارے سوال کا جواب علم سے دو اس حرمت کے لئے قاعدہ و قانون بیان کرو صرف باپ و اوڑوں کی تقلید سے بات نہ کرو اور یقیناً تم سے کوئی قاعدہ بیان نہ ہو سکے گا لہذا جان لو کہ تم اس عقیدے میں غلطی پر ہو تمہارے کسی چیز کو حرام کر دینے یا بتوں کے نام پر چھوڑ دینے سے وہ حرام نہیں ہو جاتی یہ سب چیزیں حلال ہیں انہیں کھاؤ۔

نوٹ ضروری : آٹھ جوڑوں میں سے چار جوڑوں کا ذکر تو یہاں ہو گیا، بھیڑ، بھیڑا، بکری بکر اور چار کا ذکر اگلی آیت میں آ رہا ہے اونٹ گائے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : جس چیز کو اللہ رسول نے حرام نے کیا ہو وہ حلال ہے کسی چیز کو بلا دلیل حرام کہنا شیطان کی اتباع ہے۔ یہ فائدہ کلو اما سے اور لا تتبعوا خطوات الشیطان سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ : بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانور یا بت خانوں پر وقف کھیت و باغ کی پیداوار حلال ہے۔ یہ فائدہ بھی اس کلو اور لا تتبعوا سے حاصل ہوا جب خود گنا کا پانی گائے کا گوشت ہی حرام نہیں جو کہ مشرکین ہند کے بت اور جھوٹے معبود ہیں تو ان کی نسبت حرمت کیسے پیدا کر سکتی ہے۔ تیسرا فائدہ : نباتات، حیوانات بلکہ بعض جمادات غذا "یادوا" کھانا جائز ہیں۔ یہ فائدہ ان چند آیات سے حاصل ہوا کلو من ثمرة اور کلو مما رزقکم اللہ اور لا تتبعوا سے۔

مسئلہ : ہم دوسرے پارے کی تفسیر میں حلال و حرام جانوروں کی تفصیل عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ جمادات نباتات میں جو چیز نقصان یا نشہ دے وہ حرام ہے باقی سب حلال حتیٰ کہ اگر طیب حاذق، سکھیا، زہر، شگرف، بھنگ، افیون، چرس کسی طریقے سے دے معجون میں اس طرح کھلا دیں کہ اس سے نہ نقصان ہو نہ نشہ تو جائز ہے، جانوروں کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ دریائی جانور سب حرام سوا مچھلی کے خشکی کے بے خون والے جانور سب حرام سوا مڈی یعنی مکڑی کے خون والے پرندوں میں شکاری پنجہ والے حرام باقی حلال چرندے شکاری کیل والے حرام باقی حلال کبوترے، کھوڑے سب حرام۔ (از عالمگیری وغیرہ) چوتھا فائدہ : جو شخص کسی چیز کی حلت کا مدعی ہو اس سے دلیل نہیں مانگی جائے گی دلیل اس سے مانگی جائے جو کسی چیز کو حرام ہے یہ فائدہ نبونی بعلم سے حاصل ہوا دیکھو رب نے ان کفار سے دلیل حرمت مانگی جو مذکورہ جانوروں کو حرام کہتے تھے آج

کل وہابی ہم سے نیاز فاتحہ کی چیزوں کی حلت کی دلیل مانگتے ہیں خود ان چیزوں کو حرام کہتے ہیں مگر کوئی دلیل نہیں پیش کرتے یہ طریقہ قرآنی قاعدے کے خلاف ہے کسی چیز کی حرمت کی دلیل موجود نہ ہونا اس کی حلت کی دلیل ہے۔ رب فرماتا ہے قل لا اجد فیما اوحي الی معوما " علی طاعم پانچواں فائدہ: کسی چیز کی حرمت ثابت کرنے کے لئے یقینی قطعی دلیل چاہئے صرف اپنے قیاس 'ظن کافی نہیں۔ یہ فائدہ بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل ہوا علم یقینی چیز پر بولا جاتا ہے۔ شک 'ظن کو علم نہیں کہتے۔ چھٹا فائدہ: اللہ کے قانون اور بندے کے بنائے ہوئے قانون میں فرق یہ ہے کہ اللہ کے قانون ٹوٹتے نہیں ہمارے بناوٹی قانون ٹوٹ جاتے ہیں۔ یہ فائدہ ثامنہ ازواج سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان کفار سے مذکورہ جانوروں کی حرمت کی علت دریافت فرمائی نہ ہونا علت ہے یا مادہ ہونا یا مادہ کے پیٹ سے پیدا ہونا اور یہ تینوں علتیں غلط ہیں کیونکہ تم دو سری جگہ نہ مادہ ہر طرح کے جانور کھا لیتے ہو اگر ان تینوں میں سے کوئی چیز علت ہوتی تو ہر جگہ یہ حکم جاری ہوتا یہی حال آج وہابی بتلائی قاعدوں کا ہے بطور نمونہ ملاحظہ کرو (۱) گیارہویں بار ہویں کا کھانا حرام ہے کہ اس پر غیر اللہ کا نام پڑ گیا (عکس ملاحظہ ہو) ہولی دیوالی کی پوریاں کچوریاں حلال ہیں یوں ہی فلاں فحش کی بکری میری گائے زید کے باغ کے پھل حلال ہیں۔ (۲) غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام بلکہ شرک ہے (عکس) مصیبتوں میں حکام سے بیماریوں میں حاکموں سے مدد لینا حلال ہے یا پولیس المدد دیکر نا حلال ہے اما ک نستعن کے خلاف نہیں۔ غیر اللہ کو پکارنا شرک ہے لا تدعوا من دون اللہ (عکس)۔

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم یکس کا کوئی حامی کار!

یہ بالکل جائز ہے 'عرس گیارہویں' میلاد شریف حرام ہے کہ بدعت ہے زمانہ نبوت میں نہ تھا (عکس) مگر قادری چشتی بننا مدرسے بنانا ہوائی جہاز سے حج کو جانا لاؤڈ سپیکر میں نماز پڑھنا حلال ہے اگرچہ اس زمانہ میں یہ چیزیں نہ تھیں یہ ہیں انسانوں کے بناوٹی قانون جو چلتے ہی نہیں ٹوٹ جاتے ہیں۔ ان کی علت حرمت ہر جگہ کام نہیں کرتی ان کے نزدیک اللہ کے بندوں سے نسبت چیز کو حرام کر دیتی ہے ہمارے ہاں چیز کو تبرک بتلائی ہے۔ آب زمزم خاک شفا مقام ابراہیم 'صفا' مروہ پہاڑ ان نسبتوں سے حرام نہیں ہوئے بلکہ تبرک بن گئے نیز اچھوں سے نسبت کی وجہ سے معمولی چیز اعلیٰ بن جاتی ہے اس کے عیب چھپ جاتے ہیں ان سے نسبت ٹوٹ جائے تو ساری خوبیاں برائیوں میں تبدیل ہو جاتی ہیں دیکھ لو اصحاب کف کا کتا 'عظمت والا ہو گیا مسجد نبوی شریف کی زمین جو پہلے کھودی تھی کیسی شاندار بن گئی 'حضرت بلال کی شان رخصت سے پوچھو 'ابو جہل و ابولہب و غیرہ بڑے نامور تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کٹ کر کیسے ذلیل و خوار ہو گئے۔

پہلا اعتراض: یہاں کلاوا مما رزقکم اللہ کیوں ارشاد ہوا من فرمانے کی کیا وجہ ہے یہ سارے ہی جانور حلال ہیں خولہ بوجھ لادنے والے ہوں یا فرشا ہوں۔ جواب: اس کی دو علتیں ہیں ہم تفسیر میں عرض کر چکے ایک یہ کہ بوجھ لادنے والے جانور گھوڑا گدھا 'فخر بھی ہیں مگر حرام ہیں اور فرشی جانور کتا بلاغ وغیرہ بھی ہیں مگر حرام ہیں اگر یہاں من ارشاد نہ ہوتا تو یہ سارے ہی حلال ہو جاتے دوسرے یہ کہ حلال جانوروں کے بھی سارے اعضاء حلال نہیں بعض اعضاء حرام ہیں 'خون' 'خصیہ' 'فرج' ذکر وغیرہ حرام ہیں لہذا من فرمانا بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: یہاں کلاوا منها فرما دینا ہی کافی تھا اتنی بڑی عبارت کیوں ارشاد ہوئی کلاوا مما رزقکم اللہ جواب: اس عبارت میں بتایا گیا کہ یہ جانور حلال تو ہیں مگر اس شرط سے کہ حلال ذریعوں سے تم کو حاصل ہوں کہ تم کو رب عطا فرماوے 'چوری' 'ڈکیتی' 'مشت' 'سود وغیرہ حرام ذریعوں سے حاصل کئے ہوئے جانور حرام

ہی ہیں۔ تیسرا اعتراض: یہاں آٹھ جوڑے فرمائے گئے مگر ذکر ہوا چار جوڑوں کا ایک جوڑا بھڑکا دو سرا بکری کا اس آیت میں اور تیسرا اونٹ کا چوتھا گائے کا اگلی آیت میں اس اختلاف کی وجہ کیا ہے۔ جواب: یہاں ازواج سے مراد زماہ کا مجموعہ نہیں ہے وہ مجموعے واقعی چار ہیں بلکہ ہر جوڑے والا جانور مراد ہے لہذا بھڑکا دو بکری کے دو اونٹ کے دو گائے کے دو یعنی زماہ کل آٹھ ہوئے۔ زوج کے یہ معنی قرآن کریم میں بہت جگہ مراد ہیں 'من کل زوجین اثنين'۔ خاوند کو زوج کہتے ہیں بیوی و زوجہ دونوں کو زوجین۔

تفسیر صوفیانہ: انسانی قوتیں بعض تو وہ ہیں جو امانت الہیہ کا اور شرعی تکالیف کا بوجھ اٹھا سکتی ہیں وہ گویا حملہ جانور ہیں بعض وہ ہیں جن سے بشریت قائم ہے اور وہ قلب کی اصلاح کرتی ہیں وہ گویا فرش ہیں۔ اے اللہ کے بندو اللہ کا ہر قسم کا روحانی رزق کھلاؤ دل کا رزق تحقیق ہے روح کا رزق عشق و محبت ہے سر کا رزق معرفت اور شہود ہے تم ان سب رزقوں سے فائدہ اٹھاؤ۔ شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تو تم کو شہوات حجاب، غفلتوں غیر اللہ کی طرف میلان ان سب کی طرف بلاتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے حلال جانور اپنی زندگی میں بھی فائدہ پہنچاتے ہیں کہ لوگ ان کے بال ان کے دودھ حتیٰ کہ ان کے گوشت وغیرہ سے نفع حاصل کرتے ہیں اور مرے بعد بھی نفع دیتے ہیں کہ ان کے گوشت کھال بال وغیرہ سب ہی مفید ہیں 'حرام جانور کتابلا' سور وغیرہ زندگی میں مفید کہ ان کا دودھ بال وغیرہ کام آئے نہ مرے بعد فائدہ مند کہ ان کے گوشت ہڈی وغیرہ بیکار۔ یونہی مومن زندگی میں بھی کار آمد ہے اور مرے بعد بھی بعض مومنوں کی قبروں سے فیض جاری ہیں ان کی قبروں کی برکت سے عذاب ٹلتے ہیں کافر زندگی میں بھی اور مرے بعد بھی بیکار۔ اے اللہ کے بندو ان مومنوں سے محروم نہ رہو اللہ تعالیٰ نے ان سے فیض لینا حرام نہیں فرمایا یہ ہمیشہ فیض دیتے رہیں گے تم لینے والے بنو تاؤ ان سے فائدہ اٹھانے سے کس نے منع کیا کوئی دلیل ہو تو لاؤ صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ ایسا کریم ہے کہ بندوں کو اپنی نعمتیں کھانے کا حکم دیتا ہے نہ کھانے پر ناراض ہوتا ہے فرماتا ہے۔ کُلُوا مِمَّا رَزَقَكُمُوهٗ اِیْسًا رَّحِیْمًا ہم کو مانگنے کا حکم دیتا ہے نہ مانگنے پر ناراض ہوتا ہے فرماتا ہے اَدْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ حَلَالٌ رَّوْزِیْ حَلَالٌ غَدَاؤُ تَقْوٰی کے خلاف سمجھ کر ان سے بچنا شیطانی دھوکہ ہے اس سے بچو حرام سے بچنا تقویٰ ہے نہ کہ حلال سے بچنا صوفیاء کرام کے نزدیک اچھوں سے نسبت منسوب کو اچھا کر دیتی ہے۔ آب زمزم صفا مروہ پہاڑ اچھوں کی نسبت سے اچھے ہو گئے بلکہ مکہ معظمہ مدینہ منورہ مقام ابراہیم کو بزرگوں کی نسبت سے چار چاند لگ گئے۔ کبھی اچھوں کی نسبت سے مروے زندہ ہو جاتے ہیں زندوں میں انقلاب ہو جاتا ہے موسیٰ علیہ السلام کی بھنی ہوئی مچھلی حضرت خضر کی ہو اسے زندہ ہو گئی فَاتَّخَذَ سَبِيلَهُ فِی الْبَحْرِ مِیْرًا حضرت جبریل کی گھوڑی کی ٹپ کی خاک سے سونے کا پھڑا صحیح پھڑا بن گیا یہ سب نسبتوں کی ہماریں ہر۔

وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ قُلْ اَلَّذٰیْنَ حَرَّمَ اَمْرًا لِّنٰی

اللہ اونٹ سے دو کو اور گائے سے دو کو فرمایا ہے کیا دو نہ حرام کئے اس نے یا دو مادے اور ایک جوڑا اونٹ کا اور ایک جوڑا گائے کا تم نہ ملے کیا اس نے دونوں نہ حرام کئے یا دونوں

أَمَّا أَشْتَمَاتٌ عَلَيْهِ أَرْحَامُ الْأُنثَيْنِ أَمْ كُنْتُمْ شُهَدَاءَ إِذْ وَضَعَكُمُ

یا وہ کہ شامل ہے اور پر اس کے رحم دو مادوں کے کیا تھے تم موجود جب کہ وصیت تم کو
مادہ یا وہ جسے دونوں مادہ پیٹ میں لئے ہیں کیا تم موجود تھے جب اللہ نے تمہیں

اللَّهُ بِهَذَا أَفَنُ أَظْلَمُ مِمَّنْ افْتَرَى عَلَى اللَّهِ كَذِبًا لِيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ

اللہ نے اس کی پس کون ہے بڑا ظالم اس سے جو کھڑے اور اللہ کے جھوٹ تاکہ بھگائے لوگوں کو
یہ حکم دیا تو اس سے بڑھ کر ظالم کون جو اللہ پر جھوٹ مانہ جسے کہ لوگوں کو اپنی جہالت

إِنَّ اللَّهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظَّالِمِينَ

بغیر علم کے تحقیق اللہ نہیں ہدایت دیتا ہے قوم ظلم کرنے والی کو۔

سے گمراہ کرے بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : رب تعالیٰ نے کفار عرب سے آٹھ
جانوروں کی حرمت کے متعلق عثمانہ سوال فرمایا ہے جن میں سے چار جانوروں کا ذکر تو پچھلی آیت کریمہ میں ہو گیا اور بقیہ چار
جانوروں کا ذکر اس آیت کریمہ میں ہے یہ آٹھ جانور ہی وہ ہیں جنہیں کفار عرب جنوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے پھر ان کی حرمت یا
ان کے حلال ہونے کی پابندیوں کے بے وقوفی سے معتقد ہو جاتے تھے اسی پر عثمانہ سوال ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت
کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ اپنے اس عقیدے پر عملی جواب دو اب ارشاد ہے کہ عملی جواب بھی ایسا ہو جو رب تعالیٰ سے حاصل
کیا ہو اہو محض تمہارے عقلی وہی ڈھکوسلوں کا نہ ہو گویا جواب کا مطالبہ پہلے ہو اور اس جواب کی نوعیت کا ذکر اب ہے۔ تیسرا
تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار مکہ نے بغیر ثبوت بعض جانوروں کو حرام مان لیا ہے بعض کی حلت میں پابندیاں
لگادی ہیں اب اس جرم کی سزا کا ذکر ہے کہ سب سے بڑا ظالم وہ ہے جو اللہ کی نعمتوں کو بلا دلیل شرعی حرام کرے۔

تفسیر : ومن الابل اثنتین یہ عبارت معطوف ہے ومن المعز اثنتین پر اس کی وہی ترکیب ہے جو اس عبارت کی تھی کہ
اثنتین مفعول بہ ہے انشا کا اور من الابل حال ہے اثنتین کا اثنتین سے مراد وہی نر و مادہ لونٹ ہیں نر لونٹ کو جمل کہتے ہیں مادہ
لونٹ کو ناقہ اہل دونوں کو کہا جاتا ہے۔ تحقیق یہ ہے کہ اہل واحد ہے اس کی جمع اہلی ہے، تصغیر ایلہ، لہام راغب نے فرمایا کہ اہل
جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں ومن البقر اثنتین یہ عبارت معطوف ہے ومن الابل اثنتین پر اور وہی اس کی بھی ترکیب جو
اس عبارت کی تھی لفظ بقر کی لغوی تحقیق بارہ الم ان تذبھوا بقرہ کی تفسیر میں ہو چکی یہاں اتنا سمجھ لو کہ بقر اسم جنس ہے جو نر
مادہ دونوں پر بولا جاتا ہے اس کے نر کو ثور کہتے ہیں اور مادہ کو بقرہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے لونٹ کے دو جوڑے پیدا فرمائے نر اور مادہ یوں
ہی گائے کے دو جوڑے پیدا فرمائے نر اور مادہ چار جوڑے یہ ہوئے چار جوڑے پہلے یہ آٹھ جوڑے ہوئے۔ قل الذکرین
حرم ام الاثنتین اس عبارت کی ترکیب اور تفسیر وہی ہے جو ابھی کچھ پہلے پچھلی آیت کی تفسیر میں عرض کی گئی کہ دونوں ہمزہ
میں سے پہلا ہمزہ سوال اور پوچھنے کا ہے الاثنتین حرم کا مفعول ہے اس کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے ذکرین سے مراد لونٹ اور بیل ہے

انہیں سے مراد اونٹنی اور گائے اما اشتعلت علیہ اوحام الانہیں اس عبارت کی تحقیق ابھی ہو چکی کہ لفظ اما یہاں حرف شرط نہیں بلکہ ام عاطفہ اور موصولہ کا مجموعہ ہے۔ ملتے مراد اونٹ اور گائے کے بچے ہیں اوحام جمع ہے رحم کی بچہ دانی کو رحم کہا جاتا ہے کہ ماں اور اولاد کے درمیان محبت و رحمت و مروت کا یہی ذریعہ ہے نسبی رشتہ داروں کو فوی الارحام کہتے ہیں غرضیکہ مادہ کا رحم اللہ تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے۔ انہیں سے مراد اونٹنی اور گائے دونوں مادہ ہیں چونکہ یہاں ان دونوں مادہ کی جنس مراد ہے نہ کہ شخص اس لئے انہیں کی طرف اوحام جمع کی اضافت درست ہوئی ورنہ دو مادہ کے پیٹ میں دو رحم ہوں گے نہ کہ بہت سے رحم یعنی اے کافر و کیا اللہ نے اونٹنی اور گائے کے ہر بچہ کو حرام فرمادیا اور کیا اس حرمت کی علت ماں کے رحم میں رہتا ہے اگر ایسا ہے تو تم بعض کو حلال کیوں سمجھتے ہو پھر تو سارے اونٹ اونٹنی گائے بیل حرام ہونے چاہئیں کہ یہ سب ہی ماں کے پیٹ میں رہ کر آئے ہیں ام کنتم شهداء اذ وصکم اللہ بهذا کچھلی عبارت میں ان سے حرمت کا دعویٰ معین فرمانے کا مطالبہ کیا گیا اب اس دعوے کی دلیل کا مطالبہ ہے ام معنی ہل ہے اور کنتم سے پہلے سوال کا ہمزہ پوشیدہ ہے کنتم میں خطاب انہیں کفار مکہ سے ہے جن کی تردید کے لئے یہ آیات آئیں شهداء جمع ہے شہید کی معنی حاضر و موجود یہاں بارگاہ الہی میں حاضری مراد ہے اس وقت جبکہ اس نے یہ حکم دیا اسی لئے اس کے ساتھ افا ظرفہ ارشاد ہوا وصیت سے مراد تاکید حکم ہے نہ کہ مرتے وقت کی وصیت چونکہ اہل عرب وصیت پر بہت زیادہ عمل کرتے تھے اس لئے ہر تاکید حکم کو وصیت کہا جاتا ہے جیسے بوصکم اللہ فی اولادکم۔ ہذا سے اشارہ اسی حرمت کی طرف ہے سبحان اللہ پہلے ان سے علمی دلیل کا مطالبہ ہوا تملنبثونی بعلم اب عین کو انہی کا مطالبہ ہے۔ علم کے دو ہی ذریعہ ہیں دلیل یا مشاہدہ دونوں کی نفی ہو گئی یعنی تمہارے پاس ان حرمتوں کی کوئی شرعی دلیل کتاب اللہ کی آیت یا نبی کا فرمان تو ہے نہیں اب یہی ہو سکتا ہے کہ تم رب تعالیٰ کے پاس اس وقت خود ہی موجود ہوتے جب ان سے تم کو یہ حکم دیا اور اپنی موجودگی میں تم نے یہ حکم سنا ہو یہ بھی غلط ہے فمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذبا: اس عبارت میں ان کفار پر انتہائی غیظ و غضب کا اظہار ہے فمن اظلم میں تو من سوال کے لئے اور من افتری میں من موصولہ ہے معنی وہ جو اس سے مراد کفار کا وہ مورث اعلیٰ ہے جس نے بحیرہ سائبہ وغیرہ کا مسئلہ ایجلا کیا اور ان میں یہ حرکتیں مروج کیں یعنی عمرو بن لُحی ابن قنہ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ میں نے اسے معراج کی شب دوزخ میں دیکھا کہ اس کی آنتیں باہر نکل پڑی تھیں۔ یا من سے مراد ان کے وہ سراوار ہیں جنہوں نے یہ رسم قبول کی اور اپنے خاندانوں میں مروج کی یہ سارے ہی کفار جو اس رواج پر کاربند ہوئے یا اس کو درست سمجھنے لگے۔ مناسب یہ ہے کہ یہ سب ہی مراد لئے جائیں کیونکہ انہیں خبر تھی کہ یہ رسم عمرو بن لُحی نے نکالی پھر یہ کہتے تھے کہ اللہ کا حکم ہے لہذا ان سب پر افتری کے معنی درست ہیں یعنی جان بوجھ کر کسی پر تہمت لگانا اور رب تعالیٰ پر تہمت لگانا کہ جو حکم اس نے نہ دیا ہو اسے رب کی طرف نسبت کرنا واقعی بڑا ہی ظلم ہے یعنی سخت کفر ہے ظلم کے معنی اور ظلم عملی اعتقادی کافریں بارہا بیان ہو چکا ہے۔ لمضل الناس بغیر علم یہ عبارت افتری کے متعلق ہے۔ اس سے مراد ان کے متبعین کفار ہیں بغیر علم فرما کر یہ بتایا کہ اللہ پر ٹڈانی میں تہمت لگانا بھی بڑا ظلم ہے چہ جائیکہ جان بوجھ کر تہمت و بہتان لگانا یہ مطلب ہے کہ ٹڈانی بے علمی سے بھی لوگوں کو گمراہ کرنا بڑا ہی ظلم ہے چہ جائیکہ دانستہ طور پر لوگوں کو گمراہ کرنا پتہ ہو کہ یہ کام یہ عقیدہ گمراہی ہیں پھر اسے لوگوں میں پھیلا نا غرضیکہ بغیر کا تعلق یا تو افتری سے ہے یا لیضل سے اور بغیر علم فرمانا بہت ہی موزوں ہے۔ ان اللہ لا یھدی القوم الظالمین اس جملہ کی تفسیریں بارہا بیان ہو چکیں۔

یہاں اتنا سمجھ لو کہ اگر ظالم سے مراد صرف افتروی کرنے والے ہیں تو ہدایت سے اچھے عقیدوں کی طرف ہدایت مراد ہے یا آخرت میں راستہ جنت کی ہدایت۔ ظالمین فرما کر یہ بتایا کہ جب ظالم کو ہدایت نصیب نہیں ہوتی تو جو ظالم یعنی بہت بڑا ظالم ہو اسے ہدایت کیونکر نصیب ہوگی اس لئے پہلے فرمایا لعننا ظلم اور یہاں ارشاد ہوا ظالمین۔ خیال رہے کہ دل کلبہایت کے قاتل نہ رہنا اللہ تعالیٰ کا سخت عذاب ہے۔

خلاصہ و تفسیر : اے کافرو آٹھ جوڑوں میں سے چار جوڑوں کے متعلق تم سے پوچھا جا چکا بقیہ چار جوڑے جانوروں کے متعلق بتاؤ کہ تم جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے اونٹ یا اونٹنی یا گائے بیل کو کبھی سب پر کبھی صرف مردوں پر حرام جانتے ہو ان کی حرمت کی وجہ کیا ہے نہ ہونا یا مادہ ہونا یا ماں کے پیٹ میں رہنا، اگر نہ ہونا حرمت کی علت ہو تو چاہئے کہ سارے اونٹ بیل تم سب پر حرام ہوں اور اگر مادہ ہونا حرمت کی علت ہے تو چاہئے کہ ساری اونٹیاں اور گائیں ہمیشہ تم سب پر حرام ہوں اور اگر ماں کے رحم میں رہنا حرمت کی علت ہو تو چاہئے کہ سارے نرمادے تم سب پر حرام ہوں۔ مگر تمہارا عقیدہ یہ نہیں تم بعض نہ بعض مادہ کو بعض لوگوں پر بعض وقت حرام مانتے ہو بعض وقت حلال۔ معلوم ہوا کہ تم نے یہ حرمت بغیر کسی وجہ کے مانی ہے تمہارے پاس اس کی شرعی دلیل یعنی وحی یا قول نبی تو ہے نہیں کیا جب اللہ تعالیٰ نے تم پر یہ جانور حرام کئے تم وہاں موجود تھے رب کا یہ فرمان سن رہے تھے ارے ظالمو کیوں اللہ پر جھوٹ گھڑتے ہو کہ جو اس نے کہا نہیں اس کی طرف نسبت کرتے ہو اس سے بڑا ظالم کون ہو سکتا ہے جو خدا تعالیٰ پر جھوٹ گھڑے خود بعض چیزوں کو حرام کر کے رب کی طرف نسبت کر دے تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے یہ حرکت اگر بے علمی سے کی جائے تو بھی بڑا جرم ہے چہ جائیکہ دیدہ دانستہ کی جائے ایسے بد عقیدہ ظالموں کو نیک اعمال کی راہ اللہ تعالیٰ کبھی نہیں دکھاتا۔ انہیں جب سو جھتی ہے لوند می سو جھتی ہے۔ خیال رہے کہ ان آیات میں صرف چار جانوروں کا ذکر ہے، بھیڑ بکری اونٹ گائے یا تو اس لئے کہ کفار عرب ان ہی چار جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے انہیں میں مذکورہ پابندیاں لگاتے تھے مرغی، بٹخ وغیرہ میں ان کا یہ عمل نہ تھا۔ بھینس وہاں نہ ہوتی تھی نہ ہوتی ہے لوزیا اس لئے کہ ان چار جانوروں کو حضرات انبیاء کرام سے خاص نسبت ہے۔ چنانچہ ونہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ندیہ بنا، بکریاں سارے نبیوں نے چرائی ہیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بکری کا گوشت اور دودھ بہت مرغوب تھا اونٹ تو خاص سواری ہے عرب کی۔ خصوصاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی گائے کے ذریعہ موسیٰ علیہ السلام نے مقتول کو زندہ فرمایا۔ قرآن مجید کی پہلی سورت کلام سورہ بقرہ ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے پتھر سے اونٹنی نکالی تھی ان وجوہ سے ان چار جانوروں کا ذکر خصوصیت سے یہاں ہوا۔

مسئلہ : قرآن مجید میں آٹھ جانوروں کا ذکر عزت سے ہے چار تو یہ جانور بکری، بھیڑ، اونٹ، گائے اور صلح علیہ السلام کی اونٹنی حضرت سلیمان کی چوٹی اور حضرت سلیمان کا بدہ، اس بدہ کے ذریعہ ملکہ بلقیس بلکہ سارے ملک یمن کو ایمان ملا یہی بدہ حضرت سلیمان کے بلقیس کے ساتھ نکاح کا ذریعہ بنا اسے پانی کلباؤ شاہ بنایا گیا کہ یہ زمین پر رہ کر بہت لگایا ہے کہ یہاں پانی کتنے فٹ پر نکلے گا، اسی بدہ نے نمود کی آگ پر اپنی چونچ سے پانی کے قطرے ڈالے تاکہ بجھ جائے اور جناب خلیل کو نقصان نہ پہنچے بہر حال نبی کے تعلق سے جانوروں کو شرف حاصل ہو جاتا ہے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جانوروں کی حلت و حرمت میں زیرامادہ ہونے کو دخل نہیں جو جانور حلال ہے اس کا زہی حلال ہے اور مادہ جو حرام ہے اس کی ہر فرد حرام ہے۔ یہ فائدہ الذکوہین حرم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حلال جانور کی ہر چیز حلال ہے اس کے پیٹ میں سے نکلا ہوا زندہ بچہ جب کہ ذبح کر لیا جائے یوں ہی اس کلو دھ چربی وغیرہ کہ یہ سب چیزیں گوشت کے تابع ہیں۔ یہ فائدہ اشارۃً "اما اشملت علیہ" سے حاصل ہوا۔

لطیفہ : ایک بار غالباً "افریقہ" سے میرے پاس سوال آیا کہ کنواری گائے جو ابھی نہ پختہ ہو۔ دودھ دینے لگے وہ دودھ حلال ہے یا حرام، مجھے اس کا جزئیہ نہ ملا میں نے حضرت سیدی مرشدی مولانا صدر الافاضل محمد نعیم الدین صاحب قبلہ قدس سرہ کو عریضہ لکھا جواب آیا کہ حلال ہے اور ام معبد کے واقعہ سے حضرت نے استدلال فرمایا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی کنواری سوکھی بکری سے معجزانہ طور پر دودھ دو باور پابھی پلایا یہ واقعہ ہجرت کی راہ میں پیش آیا یہی حال مرغی کے انڈے کا ہے کہ اس کے پیٹ کا انڈا کچا ہو یا پکا اور کبھی خارج ہو حلال ہے۔ حرام جانور کا انڈا حرام ہے اس جیسے سب مسائل کا ماخذ یہی آیت بن سکتی ہے۔ تیسرا فائدہ: کسی چیز کی حرام ہونے کی دو ہی دلیلیں ہو سکتی ہیں ایک یہ کہ کسی سے براہ راست رب فرما دے کہ یہ حرام ہے دوسرے یہ کہ پیغمبر کے ذریعہ حرمت معلوم ہو پہلی بات تو ناممکن ہے اگر دوسری بات بھی موجود نہ ہو تو چیز حلال ہے۔ یہ فائدہ ام کنتم شہداء سے حاصل ہوا اللہ حرمت کے لئے کسی ولی کا خواب یا الہام یا پیر کا حکم یا کسی مولوی کا اپنی رائے سے فتویٰ کافی نہیں اس سے موجود وہابی علماء عبرت حاصل کریں جو کھینچ تان کر حلال چیزوں کو حرام کہہ دیتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے کفار و مشرکین کے جانور بالکل حلال ہیں طیب ہیں مسلمان انہیں اللہ کے نام پر ذبح کریں کھائیں (تفسیرات احمدی) ہاں چوری و کیتھی سے یہ جانور حاصل نہ کئے جائیں جائز طریقے سے حاصل ہو مسلمان غازی ان پر قابو پالیں کھالیں کہ یہ بل غنیمت ہے، حلال ہے۔ پانچواں فائدہ: جو بلاد دلیل حلال چیزوں کو حرام کہے وہ بڑا ہی ظالم اور جھوٹا مغتری ہے اور گمراہ کن ہے۔ یہ فائدہ اظلم، افتری اور لیضل الناس سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ایسے شخص کو ظالم مغتری مغل قرار دیا۔ چھٹا فائدہ: بغیر علم کے فتویٰ دینا حرام ہے لوگوں کی گمراہی کا باعث ہے شرعی فتوے کے لئے پورے علم کی ضرورت ہے۔ یہ فائدہ بغیر علم سے حاصل ہوا۔ حدیث شریف میں قیامت کی بڑی علامت یہ بیان فرمائی گئی کہ علماء اٹھ جائیں گے لوگ جاہلوں کو سردار مفتی بنالیں گے فافتو بغیر علم فضلو واضلوا وہ بغیر علم فتوے دیں گے خود بھی گمراہ ہوں گے لوگوں کو بھی گمراہ کریں گے یہ مرض آج بہت پھیلا ہوا ہے خصوصاً "فضلا دیوبند میں کہ یہ اکثر جاہل مگر فتویٰ حرمت دینے میں بہت جری ہوتے ہیں۔ ساتواں فائدہ: صرف فرض کا انکار کرنا ہی کفر نہیں بلکہ ہر یقینی قطعی مسئلہ کا انکار کرنا بھی کفر ہے۔ حتیٰ کہ قطعی حلال چیز کی حلت کا انکار بھی کفر ہے دیکھو مذکورہ آٹھ جانور کھانا صرف حلال ہے فرض نہیں مگر اس حلت کے انکار کو قرآن کریم نے کفر و گمراہی قرار دیا۔ فمَن اَظْلَمُ رَبِّ فَرَمَاتَا۔ اَحِلَّ لَكُمْ لَيْسَ الصَّامِ الْوَقْتُ اور فرماتا ہے واذا حللتُم فاصطادوا روزوں کی رات میں بیوی سے صحبت، احرام سے فارغ ہونے پر شکار کرنا فرض نہیں صرف جائز ہے مگر ان کے جواز کا انکار کفر ہے۔ اٹھواں فائدہ: جن جانوروں کو نبی سے نسبت ہو جائے وہ عظیم بن جاتا ہے۔ دیکھو رب تعالیٰ نے خصوصیت سے ان چار جانوروں کا ذکر فرمایا کیونکہ انہیں انبیاء کرام سے نسبت ہے خیال رہے کہ حضرت سلیمان کا بدبہ صلاح علیہ السلام کی اونٹنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سواری تھی اور اس کا کتا، حضرت سلیمان کی بیوٹی کی عزت ہے،

ان سب کا ذکر قرآن مجید میں حرمت سے ہے۔ نواں فائدہ: بعض جاہل مسلمان بعض فاتحہ کی چیزوں پر پابندیاں لگاتے ہیں کہ فلاں کی فاتحہ کا کھانا دو خاوند والی عورت نہ کھائے امام باقر کی فاتحہ کے کوندوں کی پوریاں گھر سے باہر نہ نکالی جائیں فلاں بزرگ کی فاتحہ کا کھانا عورتیں نہ کھائیں اصحاب کف کا تو شہ کا کھانا ایک دن سے زیادہ رکھ کر نہ کھایا جائے یہ تمام پابندیاں محض جہالت ہے اس میں انہی کفار مکہ کی گویا نقل ہے جن کی تردید میں یہ آیات آئی ہیں بلکہ یہ سب مطلق حلال ہیں اپنی طرف سے قیود نہ لگاؤ۔

پہلا اعتراض: ان آیات کریمہ میں صرف چار جانوروں کے آٹھ جوڑوں زرواۃ کا ہی ذکر کیوں ہو البقیہ جانوروں ہرن وغیرہ کا ذکر کیوں نہ فرمایا گیا۔ جواب: یا اس لئے کہ عرب شریف میں یہ چار جانور ہوتے تھے ہرن نیل گائے وغیرہ نہیں پائے جاتے تھے یا اس لئے کہ کفار عرب ان ہی چار جانوروں کو بتوں کے نام پر چھوڑتے اور انہی کو حرام جانتے تھے یا ان کی حلت میں پابندیاں لگاتے تھے۔ جیسے رب تعالیٰ نے سواریوں کے ذکر کے موقع پر اونٹ، گھوڑے، خچر، گدھے کا ذکر فرمایا، بقی کے متعلق فرمایا وخلق ما لا تعلمون ہم ایسی سواریاں پیدا فرمائیں گے جو تم جانتے بھی نہیں۔ دوسرا اعتراض: حلال جانور کھانا فرض نہیں صرف جائز ہے کسی جائز کام کو نہ کرنے پر قرآن کریم نے گمراہی اور افتروی ظالم ہونے کا فتویٰ کیوں دیا فرض کا تارک بھی گمراہ نہیں ہوتا صرف فاسق ہوتا ہے چہ جائیکہ جائز کا تارک۔ جواب: یہاں حلال جانور نہ کھانے کا ذکر نہیں بلکہ انہیں حرام جاننے کا ذکر ہے کہ یہ گمراہی بلکہ کفر ہے نہ کھانا کفر نہیں کھانا حرام سمجھنا کفر ہے۔ دیکھو حضرت عبداللہ بن سلام جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے چاہا کہ ہم اونٹ کا گوشت نہ کھائیں کیونکہ یہودیوں کے ہاں اونٹ حرام تھا رب نے فرمایا ادخلوا فی السلم کا لفظ غرضیکہ نہ کھانا اور چیز ہے اور حرام سمجھنا کچھ اور۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہو المصل الناس بغیر علم جس سے معلوم ہوا کہ بغیر علم کے گمراہ کرنا برا ہے تو کیا علم کے ساتھ گمراہ کرنا درست ہے بغیر علم کیوں فرمایا گیا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر چکا کہ بغیر علم کے بھی گمراہ کرنا برا ہے تو علم کے بلوجود گمراہ کرنا بہت ہی سخت گناہ ہے یا یہ مطلب ہے کہ جو شخص علم دین نہ رکھے اور لوگوں کو بے علم غلط مسائل یا غلط عقائد بتائے سکھائے وہ بڑا ہی ظالم ہے بہت لوگوں کو اپنے ساتھ دوزخ میں لے جائے گا اجواہم علی الفتا اجواہم علی النار فتویٰ پر جری و لیر دوزخ کی آگ پر جری اور ولیر ہے اللہ تعالیٰ اس سے بچائے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت میں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ہدایت نہیں دیتا۔ دو سری جگہ ہے کہ یونس علیہ السلام نے مچھلی کے پیٹ میں عرض کیا انی کنت من الظالمین۔ حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا تھا انما ظلمنا انفسنا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے۔ ربانی ظلمت نفسی حالانکہ یہ حضرات توبہ ایت کا مرکز تھے ہدایت پر تھے بلکہ ہدایت دینے والے تھے پھر اس آیت کریمہ کا مطلب کیا ہے۔ جواب: یہاں ظلم سے مراد کفر بلکہ کفر گری ہے اور ان آیات میں ظلم سے مراد بھول خطا غلطی ہے۔ لہذا یہ آیت واضح ہے ایک ہی لفظ مختلف آیات میں مختلف معانی میں استعمال ہوتا ہے۔ پانچواں اعتراض: اگر یہاں ظلم سے مراد کفر بھی ہو جب بھی بہت سے کافر مشرک بلکہ کافر مسلمان ہو کر ہادی بلکہ صحابی بن چکے ہیں پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے تو سارے لوگ کافر ہی تھے انہیں میں سے مومن ولی، مجاہد، غازی، صحابی، شہید بنے پھر یہ آیت کیونکر درست ہوئی۔ جواب: ظالم کو کافر در حقیقت وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے علم میں کافر ہو جس کا کفر مرنے کا راۃ الہی ہو چکا ہو۔ ایسوں کو واقعی ہدایت نہیں ملتی جن کے مقدر میں ایمان ہے اور ابھی وہ کافر ہیں وہ کچھ چیزیں سمجھتے ہیں کہ ان سے عنقریب بدل جائیں گے یہ جواب فقیر

کے نزدیک قوی ہے بعض نے فرمایا کہ کافر کو اعمال صالحہ کی ہدایت نہیں ملتی مگر جب وہ مومن ہو جائے تو ظالم و کافر نہیں رہے گا، اعمال کی ہدایت پائے گا، بعض نے فرمایا کہ جو کافر ہو کر مرے اسے قبر میں منکر نکیر کے جوابات کی حشر میں درست حساب کی راہ جنت کی ہدایت نہ ملے گی۔ چھٹا اعتراض: بعض مسلمان بعض بزرگوں کے جنگل کا جانور شکار نہیں کرتے بعض کے تلابوں کی مچھلیاں نہیں پکڑتے بعض مزارات کے پاس کی لکڑیاں نہیں استعمال کرتے یہ بھی وہی کفار عرب کا طریقہ ہے ہر جگہ کی ہر چیز کھانی استعمال کرنی چاہئے جواب: وہ چیزیں دراصل مضریں تجربہ سے ثابت ہو اے کہ ان کے استعمال سے سخت نقصان پہنچا یہ بچتا اس لئے ہے جیسے بلغھی مزاج والے کابلوی چیزوں سے پرہیز اس کی اصل وہ واقعہ ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی معجزہ والی لونٹنی کے متعلق فرمایا تھا ولا تمسوها بسوء فإخذكم عذاب الیم اونٹنی حرام نہیں مگر وہ ممنوع ہو گئی کیونکہ اس کا ذبح مضرت تھا ساتواں اعتراض: اگر کفار مکہ بتوں کے نام پر چھوئے ہوئے جانوروں میں پابندیاں لگاتے تھے تو ان پر عتاب ہو تو مسلمان حرم شریف کے شکار وہاں کی گھاس وغیرہ میں پابندیاں لگاتے ہیں کہ حرم کا شکار حرام وہاں کی گھاس کا شکار حرام ہے، مسلمان بھی اسی عتاب کے مستحق ہونے چاہئیں۔ جواب: کفار مکہ اپنی رائے سے یہ پابندیاں لگاتے تھے اسلام کی یہ پابندیاں خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے لگاتے ہیں اللہ رسول مالک احکام شرعیہ ہیں لہذا کفار پر عتاب ہو امو منین ایسی پابندی سے رحمت کے مستحق ہیں قاتل مجرم کو حاکم کے حکم سے قتل کرنا بالکل حق ہے اور کسی کا اپنے آپ اسے قتل کر دینا جرم ہے بیمار کا اپنے آپ دو اخانہ سے دوا لے کر استعمال کرنا ہلاکت کا باعث ہے حکیم کی تجویز سے استعمال کرنا شفا کا باعث اللہ رسول حاکم ہیں حکیم ہیں ان کی تجویز بالکل درست ہماری تجویز غلط ہے۔

تفسیر صوفیانہ : ظاہر والے دلیل سے مانتے ہیں باطن والے دل سے۔ دلیل دو قسم کی ہوتی ہے غلط اور صحیح غلط دلیل غلط راہ کی طرح غلط مقصد غلط مدعا تک پہنچاتی ہے صحیح دلیل صحیح راستہ کی طرح صحیح مدعا تک پہنچاتی ہے جس دلیل کی انتہا وحی الہی پر ہو وہ صحیح ہے جو وہاں تک نہ پہنچے وہ غلط ہے اس آیت کریمہ میں کافر کی غلط دلیل پر جرح فرمائی گئی ہے کہ جانوروں کا حرام یا حلال کرنا ہمارا کام ہے ہمارے حکم سے حرام ہوتے ہیں تم تک ہمارے حکم پہنچنے کے دو ذریعہ ہو سکتے تھے ایک دل کہ تم نے خود ہمارا فرمان بردار راستہ سنا ہو تمہارے دل نے اس پر یقین کیا ہو تمہاری رسائی ہماری بارگاہ تک ہوئی ہو یہ تو ہے ناممکن اب تمہارے لئے ذریعہ علم صرف دلیل ہی ہے صحیح دعویٰ کے لئے صحیح دلیل چاہئے جس کی انتہا نبوت ہے بتلو کس کتاب آسمانی نے یا کس نبی نے ان جانوروں کو حرام کہا اور کس قانون کے ماتحت حرام کہا حرمت کی علت نہ ہونا ہے یا ملوہ ہونا یا ملوہ کے پیٹ سے پیدا ہونا یہ تینوں قاعدے باطل تو یقیناً تمہاری دلیل غلط ہے جس کے پاس نہ دل ہو نہ دلیل وہ ظالم ہے خود بھی گمراہ ہے دوسری کو بھی گمراہ کرے گا تو رانی بندہ لوگوں کو نور لائی کر دیتا ہے، ظلمانی بندہ ظلمانی ہی بناتا ہے مولانا فرماتے ہیں۔

عکس نور حق عکس نوری بود عکس دور از حق ہمہ دوری بود

حلال کو حرام کرنا اچھا نہیں حرام سے بچنا اچھا ہے کفار عرب حلال جانوروں کو تو حرام سمجھتے تھے مگر مردار حرام جانور کھا جاتے تھے آج بعض مدعیان ولایت حلال و طیب غذاؤں کو تقویٰ کے خلاف سمجھتے ہیں، کور جھوٹ غیبت بے روز بے نماز رہنے سے گریز نہیں کرتے یہ فقیری نہیں بلکہ شیطان کے جل میں اسیری ہے۔

قُلْ لَا آجِدُ فِي مَا أُوْحِيَ إِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلَى طَاعِمٍ يَطْعَمُهُ إِلَّا أَنْ يَكُونَ

فمرد و نہیں پاتا ہوں میں اس میں جو وحی کی گئی میری طرف حرام کیا ہو کسی کھانے والے پر کہ کھائے اس کو
تم فرماؤ میں نہیں پاتا اس میں جو میری طرف وحی ہوئی کسی کھانے والے پر کھانا حرام مگر یہ کہ مردار

مَيْتَةً أَوْ دَمًا مَسْفُوحًا أَوْ لَحْمَ خِنْزِيرٍ فَإِنَّهُ رِجْسٌ أَوْ فِسْقًا أُهْلًا لِغَيْرِ اللَّهِ

مگر یہ کہ ہو مردار یا خون بہا ہوا یا گوشت سور کا پس تحقیق وہ گندی ہے یا ہو بد عملی کہ ذبح
ہو یا رکوں کا بہا خون یا بد جانوروں کا گوشت کہ نجاست ہے یا بے حکمی کا جانور جس کے ذبح

بِهِ فَمِنْ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَلَا عَادٍ فَإِنَّ رَبَّكَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۵﴾

یہ کہ ہو غیر اللہ کیلئے اسکو پس وہ جو کہ مجبور کر دیا جاوے نہ چاہنے والا اور نہ صدمے بڑھنے والا پس تحقیق رب آپ کا بخشنے والا مہربان ہے
میں غیر خدا کا نام بکار گیا تو جو نا چل رہا نہ یوں کہ آپ خواہش کرے اور نہ یوں کہ ضرورت سے بڑھے تو بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں جانوروں کا حلال و حرام کرنے کے متعلق کفار عرب کی بے قاعدگیوں کا ذکر تھا اب انہیں جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق قانون اور قاعدے کا ذکر ہے گویا بے اصول حرام و حلال کے بعد اصول کے ماتحت حلت و حرمت کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں کفار عرب سے جانوروں کی حلت و حرمت کے متعلق دلیل مانگی گئی تھی جو وہ پیش نہ کر سکے اب اسی کے متعلق اسلامی ایمانی دلیل پیش فرمائی جا رہی ہے گویا بے علمی کے بعد علم پیش فرمایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ بلا شرعی دلیل کے چیزوں کو حرام کہنا گمراہی اور گمراہ گری ہے اب ارشاد ہے کہ علم کے ساتھ حرام کہنا ہدایت اور ہدایت گری ہے گویا گمراہی کے بعد ہدایت کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: دین و دنیا کی بقائے نفی و اثبات پر ہے پچھلی آیات میں نفی تھی کہ فلاں فلاں جانور حرام نہیں تم انہیں حرام سمجھتے ہو جھوٹے ہو اب اثبات ہے کہ فلاں فلاں جانور حرام ہیں۔ خیال رہے کہ نفی اثبات بہت ضروری ہے نیند نفی ہے کہ انسان کی ہر طاقت کی نفی کر دیتی ہے بیداری اثبات ہے۔ بھوک پیاس بیماری کی نفی کرنا سیری سربانی صحت کا اثبات کرنا ضروری ہے۔

شان نزول : مالک ابن عوف حبشی اور اس کے ساتھ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس مسئلہ پر مناظرہ کرنے آئے تھے جس کا ذکر پچھلی آیت میں ہوا جب وہ اس مناظرہ میں لاجواب اور خاموش ہو گئے کسی قاعدے سے ان جانوروں کی حرمت ثابت نہ کر سکے تو انہوں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا اچھا ہمارے پاس تو اس کا کوئی قاعدہ نہیں آپ ہی ایک کلیہ قانون بیان فرمائیں جس کا تعلق وحی الہی سے ہو تب اس کے جواب میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن)۔

تفسیر : قل لا اجد فیما اوحی الی میں خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے جب ابرنیمیں کا قطرہ سیپ میں پڑے اسے موتی بنا دیتی ہے اگر وہ قطرہ سیپ کے علاوہ اور جگہ پڑے تو موتی نہیں بنتا یوں ہی عقائد کی آیات میں قل

اس لئے آتا ہے تاکہ وہ عقائد ایمان بن جائیں جیسے قل هو اللہ احد اور احکام کی آیات میں قل اس لئے ارشاد ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے احکام نکلیں اور شریعت و اسلام بن جائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان وہ سیپ ہے جو عقائد کے قطروں کو ایمان کا موتی بنا دیتی ہے اور احکام کی آیات کو شریعت بنا دیتی ہے، دیکھو ابلیس سارے قل هو اللہ کے مضمون کو مانتا ہے مگر مومن نہیں کہ زبان مصطفویٰ نے اسے موتی نہیں بنایا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان نے قرآن کو قرآن بنا دیا قرآن کے معنی ہیں پڑھی ہوئی کتاب کس کی پڑھی ہوئی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روئے سخن انہیں کفار کی طرف ہے جنہوں نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے حرمت کی دلیل مانگی تھی یا سارے کفار عرب کی طرف جو بتوں کے نام پر چھوڑے ہوئے جانوروں کو حرام مطلق یا حرام مقید کہتے تھے لہذا یہ قل جواب کا ہے یا عتاب کا کیونکہ اس کے مخاطبین معتوبین یا مقابلہ کرنے والے کفار ہیں اگر روئے سخن مومنین سے ہو تو قل بندہ نوازی کرم پروری کا ہوتا ہے جیسے قل یا عباد اللہ اسرفوا اگر قل میں رب تعالیٰ سے عرض معروض ہو تو قل نیاز مندی عجز و انکساری کا ہوتا ہے جیسے قل اعوذ برب الفلق یا قل اللہ مالک الملک وغیرہ اور اگر اس کا تعلق ساری مخلوق سے ہو تو قل صرف تبلیغ کا ہوتا ہے جیسے قل هو اللہ احد۔ لا اجد فرما کر یہ بتایا گیا کہ جس چیز کی حرمت کی دلیل نہ ملے وہ حلال ہے یہ اسلامی قانون ہے اور مذکورہ بالا چیزوں کی حرمت کی دلیل تو ہے نہیں اگر ہوتی تو مجھے معلوم ہوتی میرے علم میں ہوتی اوحی سے مراد یا تو وحی جلی یعنی قرآن مجید ہے تو یہ حصر حقیقی ہے واقعی قرآن مجید میں مذکورہ چیزوں کے سوا اور کوئی چیز حرام نہیں کی گئی باقی حرام جانوروں کو حدیث پاک نے حرام فرمایا جیسے کتا، بلا، گدھا وغیرہ اور یا اس سے مراد مطلقاً ”وحی ہے جلی ہو یا خفی یعنی قرآن مجید ہو یا حدیث اس صورت میں یہ حصر اضافی ہے یعنی جن جانوروں کو تم حرام کر لیتے ہو وہ تمہارے حرام کر لینے سے حرام نہیں ہوتے حرام تو یہ چیزیں ہیں معرما علی طاعم بطعمہ عبارت لا اجد کا مفعول یہ ہے اس میں بجائے حرام کے محرام ”فرما کر یہ بتایا کہ رب العالمین نے ہر چیز حلال پیدا کی ہے ان میں سے بعض میں حرمت کسی دلیل خاص یا وجہ خاص سے آئے گی یعنی دلیل یا وجہ سے حرام کی ہوئی چیز یا یہ مطلب ہے کہ تمہارے حرام سمجھ لینے سے کوئی چیز حرام نہیں ہوگی بلکہ حرمت اللہ تعالیٰ سے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان علی سے آئے گی یعنی اللہ رسول کی حرام فرمائی ہوئی چیز۔ طاعم بنا ہے طعم سے زائد ہے معنی کھانا چکھنا یہاں طاعم فرمایا مومن نہ فرمایا جس سے اشارۃً ”بتایا گیا کہ گندی ناپاک غذاؤں سے پرہیز کرنا انسانیت کا تقاضا ہے اگر انسان ہر چیز کھالیا کرے تو اس میں لور جانور میں کیا فرق ہو نیز فرمایا کہ اے کافرو تم نے جو حرمت میں مردود عورت کا فرق کیا ہے کہ فلاں جانور مردوں کے لئے حلال ہے، عورتوں پر حرام یہ محض غلط ہے کوئی کھانے والا ہو مرد یا عورت یہ چیزیں سب پر حرام ہیں بطعمہ فرما کہ یہ بتایا کہ مذکورہ چیزوں میں کھانا تو سب کا حرام ہے مگر بعض چیزیں ایسی ہیں جن کا کھانا حرام ہے اور طرح استعمال حلال جیسے مردار کہ اس کی کھال بل ناخن سینک کمر وغیرہ دوسرے استعمال میں آسکتی ہیں غرضیکہ اللہ تعالیٰ کے کلام کا ایک ایک لفظ اپنے میں صد ہا حکمتیں رکھتا ہے الا ان یكون مستہیہ عبارت محراماً سے مستثنیٰ ہے نفی اور استثناء سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا کیونکہ کا اسم ہو ضمیر ہے مستہیہ جانور ہے جو قتل ذبح ہو لور پھر بغیر شرعی ذبح کے مر جائے لہذا اس میں مرا ہوا گلا گھونٹا ہوا اوپر سے گرا ہوا غلیل وغیرہ سے غرضیکہ موقوفہ متروکہ، نظیر اور درندہ کا پھاڑہ ہوا یعنی ما اکل السبع وغیرہ جو سورہ مائدہ میں مذکور ہوئے سب ایک لفظ میں داخل ہیں لہذا یہ آیت کریمہ نہ تو اس آیت کے خلاف ہے نہ منسوخ بلکہ محکم ہے اود ما مسفوحا

یہ عبارت معطوف ہے مستند پر خبر ہے کیونکہ کی۔ مسنوح معنی مسبوب ہے یعنی بہتا ہوا۔ یہ قید اس لئے ارشاد ہوئی کہ قدرتی جما ہوا خون جیسے کچلی یا تلی حلال ہے جو خون ہو تو بہتا ہو اگر ٹھنڈا ہو کر جم جائے وہ حرام ہے کہ دم مسنوح میں داخل ہے۔ اولہم خنزیر یہ عبارت معطوف ہے دما مسنوح پر اور خبر ہے کیونکہ کی چونکہ مردار جانور گائے بکری وغیرہ بذات خود حلال ہے ذبح نہ ہونے ویسے ہی مرجانے کی وجہ سے حرام ہو اس لئے وہاں مجتہد فرمایا اور سور بذات خود حرام ہے خواہ ذبح کیا جائے یا بغیر ذبح مر جائے اس لئے یہاں لحم خنزیر ارشاد ہوا چونکہ جانور میں اصل گوشت ہے چربی کچلی گردے وغیرہ اس کے تابع ہیں جب گوشت حرام ہو اتو ساری چیزیں حرام ہوئیں اس لئے لحم یعنی گوشت کا ذکر ہوا نیز رب تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز نہ ہو سکے صرف قرآن سے اپنے تمام مسائل حل نہ کر سکے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا محتاج بھی رہے اس لئے لحم فرمایا کہ سور کا گوشت تو ہم حرام فرماتے ہیں اس کے باقی اعضا ہمارے محبوب حرام کریں گے۔ فائدہ جس اس عبارت میں ف معلیہ ہے اور وہ کا مرجع یا سور کا گوشت ہے یا خود سور جس کے معنی ہیں نجس ناپاک گندہ خبیث اس میں سور کے حرام ہونے کی وجہ ارشاد ہوئی یعنی چونکہ سور یا سور کا گوشت نجس العین ہے کہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا اور ہر نجس چیز حرام ہوتی ہے لہذا یہ حرام ہے۔ خیال رہے کہ قصہ کی ضمیر اگر سور کی طرف ہو تو اس سے سور کے سارے اجزاء کا حرام ہونا ثابت ہو گا کیونکہ جب وہ مجسم نجس ہے کہ اس کا کوئی جز پاک نہیں تو مجسمہ حرام بھی ہو گا اور اگر لحم خنزیر کی طرف ہو تو اس آیت سے صرف سور کے گوشت کی حرکت ثابت ہوگی دو سرے اعضاء کی حرمت لزوماً یا حدیث شریف سے ثابت ہوگی۔ بعض مفسرین نے کہا کہ فائدہ کی ضمیر مستند دم مسنوح اور لحم خنزیر اور خنزیر سب کی طرف ہے مگر یہ غلط ہے کیونکہ مردار جانور حرام تو ہے مگر مجسم جس میں اس کی کھل پک کہڑیاں ناخن سوکھ کر پاک ہو جاتے ہیں سینگو وغیرہ پاک ہیں لہذا یہ ضمیر صرف خنزیر یا لحم خنزیر کی طرف ہے۔ اولسقا اهل لغير الله ہ یہ عبارت معطوف ہے لحم خنزیر پر اور ہکون کی خبر ہے فسقا موصوف ہے اور اهل اس کی صفت اهل کی تحقیق ہم سورہ بقرہ اور سورہ مائدہ کی تفسیر میں کر چکے ہیں کہ یہ لفظ بنا ہے لہلال سے معنی ہلال یعنی پہلی شب کا چاند دکھانا اس پر شور مچانا کہ دیکھ ہلال یہ ہے پھر مطلقاً پکارنے شور مچانے کے لئے استعمال ہونے لگا حتیٰ کہ نومو لو دپچہ کے رونے کو استعمال کہنے لگے مگر شریعت میں لہلال کے معنی ہیں ذبح کے وقت پکارنا کسی کا نام لینا ہی یہاں مرلو ہے جیسے صلوٰۃ کے لغوی معنی ہیں مطلقاً دعا مگر شریعت میں نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں اقاموا الصلوٰۃ میں صلوٰۃ کے یہی معنی مرلو ہیں غیر اللہ سے مراد ہر ماسوی اللہ ہے خواہ کوئی ہو بت ہوں یا کوئی اور سندہ یعنی یا وہ جانور حکم بدولی والا ہو کہ غیر خدا کے نام پر ذبح کیا گیا ہو خواہ نبی ولی کے نام پر ذبح کیا گیا ہو یا کسی اور کے نام پر بہر حال حرام ہے خیال رہے کہ جانوروں میں حرمت تین طرح کی ہے حرمت عینہ جیسے سور کی حرمت اور حرمت لغیرہ جیسے مردار کی حرمت مع غیرہ جیسے چوری یا غضب والا مذبح جانور کی حرمت کہ ایسا جانور بذات خود حلال ہے مگر مالک کی اجازت کے بغیر اس کا کھانا جائز نہیں حرمت لغیرہ کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ جانور ذبح ہی نہ ہو وہ ہے مردار دو سرے وہ جو ذبح ہو مگر غیر خدا کے نام پر وہ ہے ما اهل بہ لغير الله اس آیت میں حرام عینہ یعنی سور کا ذبح میں ہے اور حرام لغیرہ کی ایک قسم کا ذکر پہلے ہے دو سری کا بعد میں اور ضمن میں بتے خون کا نہایت نفیس ترتیب ہے۔ پھر ذبح تین قسم کا ہے ذبح اختیاری اس میں حلقوم اور رگیں کٹنا ضروری ہیں ذبح اضطراری یعنی قبضہ سے باہر جانور کا ذبح اس میں کسی جگہ دھار دار چیز سے زخم کر دینا کافی ہے تیسرا ذبح شکاری اس میں شکاری کتے کے دانت مثل چھری کے ہیں۔

فمن اضطر غیر باغ ولا عاد یہ نیا جملہ ہے من سے مراد مسلمان ہے جس پر یہ مذکورہ چیزیں کھانا حرام ہیں، اضطر بنا ہے اضطرار سے معنی مجبوری یہاں وہ مجبوری مراد ہے جو انسان کو ان حرام چیزوں کے کھانے پر مجبور کر دے جیسے جنگل میں سخت بھوکا ہونا کہ جان نکل رہی ہے اور کچھ کھانے کو نہیں سوا اس حرام چیز کے یا کسی نے اسے قتل کی دھمکی دے کر اس کے کھانے پر مجبور کر دیا۔ غیر باغ اضطر کی ضمیر سے حال ہے۔ باغ بغاوت سے نہیں بلکہ غنی سے بنا معنی چاہنا تلاش کرنا یہاں لذت کے لئے اس کھانے کا چاہنا مراد ہے۔ یہی امام اعظم کا مذہب ہے علو بنا ہے عدو سے معنی حد سے بڑھنا یہاں اس سے مراد ہے جان بچانے کی حد سے زیادہ کھا لینا اگر دو بوٹی سے جان بچ جاتی ہے تو تیسری کھا لینا یعنی جو مسلمان ان حرام جانوروں کے کھانے پر مجبور کر دیا جائے بشرطیکہ نہ تو لذت کے لئے کھائے نہ ضرورت سے زیادہ کھائے تو فان اللہ غفور رحیم یہ عبارت من اضطر کی جزا نہیں اس کی جزا پوشیدہ ہے۔ لا یواخذہ یہ جملہ اس کی علت ہے لہذا اس میں ف تعلیل ہے یعنی ایسے مجبور کو ان چیزوں کے کھا لینے پر اللہ تعالیٰ پکڑے گا نہیں کیونکہ وہ بخشنے والا بھی ہے مہربان بھی غفور رحیم ایسے مجبور کو معاف فرماتا ہے یا مقصد یہ ہے کہ اگر ایسے مجبور آدمی سے اندازے میں غلطی ہو گئی کہ دو بوٹیوں سے اس کی جان بچ سکتی تھی وہ تین کھا لیا تو اللہ تعالیٰ اس کی یہ غلطی معاف فرمادے گا کیونکہ وہ غفور بھی ہے رحیم بھی وہ بندوں پر سختی نہیں فرماتا۔

خلاصہ و تفسیر : جیسے تکوینی احکام میں انسان خود مختار نہیں حکم ربانی کا پابند ہے جب چاہے وہ بیمار کر دے جب چاہے عزت ذات امیری غریبی دیدے جب چاہے موت دیدے یوں ہی انسان تشرعی احکام میں خود مختار نہیں تکوینی احکام رب تعالیٰ کے قبضہ میں ہے تو چاہئے کہ تشرعی احکام میں جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قبضہ میں رہے سر کے بالوں سے لے کر پاؤں کے ناخن تک اپنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام جاری کرے ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھانے پینے چلنے پھرنے بولنے سننے بلکہ سونے جاگنے حتیٰ کہ حجامت کرنے تک کے احکام جاری فرمائے اس آیت میں غذا خصوصاً جانوروں کے حلال و حرام ہونے کے متعلق احکام بیان ہو رہے ہیں چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان بے اصولے کافروں سے فرماؤ کہ تمہارے حرام ٹھہرائے ہوئے جانوروں بکھیرو سائبہ و میلہ حام و غیرہ جانوروں میں سے میں کسی جانور کو اپنی وحی میں حرام نہیں پاتا لہذا ان میں سے کوئی جانور حرام نہیں کسی چیز کی حرمت نہ ملنا اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے۔ خیال رہے کہ ہمارا یہ کہہ دینا کہ فلاں مسئلہ نہیں پاتا مجھے نہ ملا ہماری بے عملی کی دلیل ہے کہ ممکن ہے وہ مسئلہ کسی کتاب میں ہو مگر مجھے نہ ملا ہو لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ مجھے یہ مسئلہ نہیں معلوم اس مسئلہ کے نہ ہونے کی دلیل ہے کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بتعلیم الہی اولین و آخرین سے بڑے عالم ہیں جیسے رب نے فرمایا قل اتنبئون اللہ بما لا یعلم فی السموات ولا فی الارض جیسے رب نے فرمایا فلا تسئلن ما لیس لک بہ علم جو چیز خدا نہ جانے یا نبی نہ جانے وہ ہے ہی نہیں ان کی عدم اطلاع عدم ثبوت کی دلیل ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان جانوروں کی حرمت نہیں ملی تو یقیناً وہ حرام نہیں۔ ہاں میری وحی کے مطابق حرام ہونے کے لئے قلعہ یہ ہے کہ جانور یا تو مردار ہو اس کا کھانا سارے مسلمانوں پر حرام ہے مرد ہو یا عورت یا جانور کا بہتا ہوا خون یا سور کا گوشت کیونکہ سور یا اس کا گوشت نجس العین ہے گند ابے خبیث ہے یا رب تعالیٰ کے حکم کی خلاف ورزی کیا ہو جانور ہو کہ رب نے اپنے نام پر فتح کرنے کا حکم دیا وہ خدا کے سوا کسی اور کے نام پر فتح کر دیا گیا ہو یہ چیزیں حرام ہیں اور سب پر حرام ہیں۔ مگر

خیال رہے کہ جو مجبوری میں گرفتار ہو جائے کہ اسے جان بچانے کے لئے ان میں سے کوئی چیز کھانا پڑ جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی پکڑ نہ فرمائے گا بشرطیکہ نہ لذات کے لئے کھائے نہ ضرورت سے زیادہ کیونکہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے وہ ایسے مجبوروں کی پکڑ نہیں فرماتا انہیں معاف کر دیتا ہے۔ اسے کافرو جانوروں کی حرمت کا قانون تو یہ ہے کہ تم نے بتوں کے نامزد جانوروں کو کونے قاعدہ سے حرام کیا۔ اور وہ بھی نہایت ہیودہ طریقہ سے کہ مردوں کو حلال عورتوں پر حرام۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: ہر چیز بذات خود اصل میں حلال ہے بعض چیزیں شرعی ممانعت کی وجہ سے حرام ہیں یہ اسلام کا قانون کلی ہے کہ حلت اصل ہے حرمت ممانعت کے عارضہ سے۔ یہ فائدہ لا جدا سے حاصل ہوا کہ یہاں حرمت کی دلیل نہ ملنے کو حلت کی دلیل قرار دیا گیا اسی لئے قرآن کریم نے حرام چیزوں کو محرم فرمایا ہے مگر کسی بھی حلال چیز کو محلل نہیں فرمایا بلکہ انہیں حلال کہا۔ حلالا طیباً تاکہ معلوم ہو کہ چیزیں حلال تو خود بخود ہوتی ہیں مگر حرام کی جاتی ہیں خود حرام نہیں ہوتیں۔

مسئلہ : چیزیں تین قسم کی ہیں بعض وہ جن کی حلت حدیث یا قرآن مجید میں مذکور ہیں وہ حلال قطعی ہیں بعض وہ جن کی حرمت قرآن یا حدیث میں مذکور ہے وہ حرام ہے جیسے سورہ کتا، بلا وغیرہ بعض وہ جن سے خاموشی ہے یعنی قرآن و حدیث میں ان کا ذکر ہی نہیں وہ معاف ہیں یعنی حلال ہیں جیسے عام جانور پھل فروٹ غذائیں دوائیں۔ (تفسیر ابن کثیر و حدیث شریف) یہی حال عورتوں کی حلت و حرمت کا ہے کہ جن عورتوں کی حرمت قرآن یا حدیث میں وارد ہو گئی وہ حرام ہیں باقی حلال رہنے چند عورتوں کی حرمت کا ذکر فرما کر ارشاد فرمایا و احل لکم ما وداۃ فالحکم آج کل لوگ بلا و دلیل چیزوں کو حرام کہہ دیتے ہیں اور ہم سے حلت کی دلیل مانگتے ہیں خود حرمت کی دلیل پیش نہیں کر سکتے یہ سخت غلطی ہے اس کی بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیکھو۔ دو سرفائدہ: چیزوں کے حرام ہونے کے لئے نص یعنی وحی الہی و رکابہ وحی جلی ہو یا وحی خفی یعنی حدیث شریف محض کسی کے قیاس رائے سے حرمت ثابت نہیں ہو سکتی۔ یہ فائدہ لی ما اوحی سے اور معوما فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں حلالا نہ فرمایا محرم فرمایا اور محرم کے ساتھ وحی کا ذکر فرمایا۔ تیسرا فائدہ: حرام جانوروں کا کھانا حرام ہے ان کی کھل بل سینک وغیرہ دوسرے استعمال میں آسکتے ہیں دیکھو ہاتھی دانت کی بہت چیزیں بنتی ہیں اور کام میں لائی جاتی ہیں۔ یہ فائدہ علی طاعم بطعم سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: جو جانور حرام ہے وہ ہر مسلمان کے لئے حرام ہے مرد و عورت و عجم و یاجل مرد و عورت کا فرق کرنا جہالت ہے۔ یہ فائدہ طاعم بطعم کے اطلاق سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: بہت کھانا خون حرام ہے اس کا کھانا بھی حرام ہے فروخت کرنا بھی اور طرح استعمال کرنا بھی۔ کھانے کی حرمت اس آیت سے ثابت ہے اور اس کی قیمت کی حرمت دوسری طرح استعمال کرنے کی حرمت دوسرے دلائل سے۔ چھٹا فائدہ: سورہ نجس العین ہے اس کی کوئی چیز کسی طرح استعمال کرنا جائز نہیں حتیٰ کہ اس کی کھل کے جوئے پہننا حرام ہے اس کے بالوں کا برش استعمال کرنا حرام ہے۔ فائدہ فائدہ و جس کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ ضمیر خزیر کی طرف ہے۔ ساتواں فائدہ: ہر نجس چیز حرام ہے مگر ہر حرام چیز نجس نہیں بعض چیزیں حرام ہیں مگر پاک ہیں دیکھو مٹی کھانا حرام ہے مگر وہ پاک اگر کتا بلا تکبیر سے قلع کر لیا جائے تو اس کا گوشت پاک ہو جائے گا مگر رہے گا حرام۔ یہ فائدہ فائدہ و جس کی فحلیہ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: سورہ کو اگر

تکبیر سے ذبح کر لیا جائے یا اس کی کھال پکائی جائے جب بھی وہ پاک نہ ہوگی وہ اور اس کی ہر چیز بہر حال نجس اور حرام ہی ہوگی۔ یہ فائدہ بھی فائدہ رحس سے حاصل ہوا، ہاں انقلاب حقیقی کا حکم اور ہے جیسے سور نمک کی کلن میں گر کر نمک بن جائے وہ نمک پاک ہوگا، جیسے پاخانہ کی راکھ پاک ہو جاتی ہے۔ نواں فائدہ: جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا اسے حرام نہ کرے گا بلکہ ذبح کے وقت غیر خدا کا نام پکارنا حرام کرے گا، ذبح کے وقت کی پکار کا اعتبار ہے، دیکھو یہاں دعویٰ نہ فرمایا بلکہ اہل ارشاد ہوا کہ دعویٰ میں ہر پکار نامراد ہوتا اہل میں خاص پکار نامراد ہے یعنی ذبح کے وقت کلام دسواں فائدہ: بتوں کے نام پر جانور ذبح کرنا فسق اعتقادی یعنی کفر ہے یہ فائدہ اوفسقا سے حاصل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: حرام گوشت بحالت مجبوری حلال نہیں ہو جاتا حرام ہی رہتا ہے مگر جان بچانے کے لئے اس کا کھانا جائز بلکہ واجب ہو جاتا ہے کہ اگر نہ کھائے اور مرجائے تو گنہگار مرے گا گویا اس نے خود کشی کر لی۔ دیکھو یہاں من اضطر کے ساتھ حلال کا لفظ ارشاد نہ ہوا بلکہ مغفرت الہی رحمت الہی کا ذکر ہوا۔ بہت فرق ہے چیز کے حلال ہونے میں اور اس کے استعمال کے حلال ہونے میں۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ اس مجبوری میں وہ جانور ہی حلال ہوگا مگر بقدر ضرورت۔

فقہی معمرہ: وہ کون حرام چیز ہے جس کا کھانا واجب ہے حل وہ یہی حرام جانور ہیں جن کا بقدر ضرورت انتظار کی حالت میں کھانا واجب ہے مگر یہ حل ان علماء کے فرمان پر ہے جو ایسی مجبوری میں ان جانوروں کو حرام ہی جانتے ہیں مگر ان کا کھانا واجب کہتے ہیں۔ ان کی دلیل یہی آیت ہے کہ رب تعالیٰ نے ایسے مجبور کے لئے انہیں حلال نہ کہا بلکہ اپنی مغفرت و رحمت کا ذکر فرمایا۔ بارہواں فائدہ: ایسا مجبور جسے زندگی بچانے کے لئے صرف چند لقمے کھانے کی اجازت ہے اگر اندازہ میں غلطی کر جائے اور ایک آدمہ لقمہ زیادہ کھائے تو اس کو پکڑ نہ ہوگی۔ یہ فائدہ فان ربک غفور رحیم سے حاصل ہوا۔ تیرہواں فائدہ: نبی کا کسی چیز کی حرمت نہ جانا اس چیز کے حرام نہ ہونے کی دلیل ہے۔ یہ فائدہ لا اجدہ لا اجدہ سے حاصل ہوا کہ یہاں لیس الحرام نہیں فرمایا بلکہ لا اجدہ فرمایا۔ چودھواں فائدہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر صرف قرآن مجید ہی کی وحی نہیں ہوئی بلکہ حدیث پاک بھی وحی ہے۔ یہ فائدہ لہما اوحی الی سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ حضرات انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی تین قسم کی ہوئیں ظہور نبوت سے پہلے خواہ بچپن شریف میں ہوں یا ہوش سنبھالنے کے بعد، ظہور نبوت کے بعد کتب آسمانی کی شکل میں جسے وحی جلی کہتے ہیں، ظہور نبوت کے بعد بطور الہام جسے وحی نفی کہتے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں فرمایا انی عبد اللہ موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے گھر پہنچ کر ماں کے سواء کسی دائی کا دودھ قبول نہ فرمایا۔ وحرمانا علیہ الموضع من قبل یہ ہے بچپن کی وحی ابراہیم علیہ السلام نے بچپن میں فرمایا لا احب الا فلین رب نے فرمایا وتلک حجتنا اتیناھا ابراہیم علی قومہ ان تمام آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ بچپن شریف کے اعمال اقوال سب وحی الہی ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ لہما اوحی الی سے اشارہ حاصل ہوا مگر یہاں وحی جلی یا وحی نفی مراد ہے۔

پہلا اعتراض: یہاں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی قل لا اجدہ صرف یہ کیوں نہیں فرمایا کہ یہ جانور حرام نہیں وہ عبارت مختصر ہوتی اور مطلب حاصل ہو جاتا۔ جواب: اس عبارت میں یہ بھی بتانا مقصود ہے کہ حرمت صرف وحی سے آتی ہے کسی کے وہم و رسم و رواج محض ذاتی اجتہاد سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی اور میں صاحب وحی ہوں میری وحی میں تو یہ چیزیں حرام نہیں تم نے حرام کیسے کر لیں یعنی بحیرہ سائبہ جانور اس مختصر عبارت میں حرام نہ ہونے کی یہ دلیل معلوم نہ ہوتی۔ دوسرا

اعتراض: اس فرمان عالی میں محرم "کیوں ارشاد ہوا احرام فرمان بھی کافی تھا۔ جواب: یہ بتانے کے لئے کہ کوئی چیز بذات خود حرام نہیں ہر چیز بذات حلال ہے جو چیز بھی حرام ہوگی وحی الہی سے حرام ہوگی یعنی اصل اشیاء میں اباحت ہے یہ فقہ کا قاعدہ کلیہ ہے۔ تیسرا اعتراض: محرم "کے بعد علی طاعم اور ساتھ میں بطعمہ کیوں ارشاد ہوا جو چیز حرام ہوتی ہے تو اس کا کھانا ہی حرام ہوتا ہے اور کھانے والے پر ہی حرام ہوتی ہے۔ جواب: اس ارشاد عالی سے دو مسئلہ بتائے گئے ایک یہ کہ جو چیز کھانا حرام ہوگی وہ مرد و عورت سب پر حرام ہوگی اس میں عورت و مرد کا فرق غلط ہے ہاں پہننے برتنے میں فرق ہو سکتا ہے کہ سونا ریشم پہننا مرد کو حرام ہے عورت کو حلال تم نے بعض جانوروں کو عورتوں کے لئے حرام مانا مردوں کے لئے حلال۔ یہ غلط ہے دوسرے یہ کہ ان مذکورہ چیزوں میں بعض چیزیں وہ ہیں جن کا کھانا حرام ہے دوسرے کام میں لانا جائز جیسے مردار کہ اس کی کھل بیل کو برتا جاسکتا ہے لہذا یہ عبارت بہت مفید ہے۔ چوتھا اعتراض: انسان نباتات بھی کھاتا ہے جمادات بھی اور حیوانات بھی مگر شریعت نے جتنی پابندی حیوانات کے کھانے پر لگائی ہے اتنی نباتات اور جمادات کے کھانے پر نہیں لگائی ان دونوں میں صرف نقصان دہ اور نشہ آور چیزوں کو حرام کیا باقی سب حلال مگر جانوروں کی صلت و حرمت میں بہت تفصیل فرمائی اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب: اس کی بہت وجہ ہو سکتی ہیں بظاہر دو وجہیں ہیں ایک یہ کہ حیوان میں بعض اجزاء نجس ہیں جیسے خون پیشاب پاخانہ اور بعض اجزاء پاک مگر حرام جیسے فرج ذکر فوٹے وغیرہ اور بعض اجزاء حلال جیسے گوشت کلیجی وغیرہ نباتات جمادات میں یہ فرق نہیں کہ سب پاک ہی ہیں دوسرے یہ کہ از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم حیوانات تین طرح سے ذبح ہوتے رہے۔ بعض ذبح عیلات ہے جیسے قربانی فدیہ کفارہ کا ذبیحہ اور بعض ذبح کفر و شرک جیسے بتوں کے نام پر ذبح بعض ذبح محض جائز جیسے گوشت کے لئے ذبح نباتات جمادات میں یہ فرق نہیں ان وجہوں سے جانوروں میں بہت پابندیاں لگائیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ میں حرام جانور صرف چار ارشاد ہوئے وہ بھی حصر کے ساتھ مگر سورہ مائدہ بقرہ میں ان کے علاوہ بہت سے جانور حرام فرمائے گئے۔ مترجمہ: نطیعہ ما اکل السبع اور ما فبح علی النصب تو اس آیت کا چاروں حصر کیسے درست ہوا آیات میں تعارض ہے۔ جواب: ان دونوں آیتوں میں تعارض نہیں بلکہ اجمل و تفصیل کا فرق ہے یہ آیت مجمل ہے وہ آیات مفصل ہیں کیونکہ اوپر سے کر کر دہ کے منہ میں جاکر سینک گھونپ جانے کی وجہ سے جو جانور مرے گا وہ سب میت ہی ہو گا یعنی مردار وہاں میت کی کچھ تفصیل کر دی گئی ہے یوں ہی ما فبح علی النصب یعنی کسی تھان پر ذبح کیا ہوا جانور اہل ما لغیر اللہ کی ایک قسم ہے لہذا یہ آیت ان آیات کے خلاف نہیں یہ حصر بالکل درست ہے۔ خیال رہے کہ بہت سے مفسرین نے اس آیت کے حصر کو سورہ مائدہ والی آیت سے منسوخ مانا ہے کیونکہ یہ آیت یکہ ہے اور سورہ مائدہ مذکر حق یہ ہے کہ یہ آیت محکم ہے منسوخ نہیں سورہ مائدہ کی آیت نے اس آیت کی تفصیل کر دی ہے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ صرف تین جانور حرام ہیں مردار سور اور بتوں کے نام پر ذبح کیا ہوا اور حلال جانور کی صرف ایک چیز حرام ہے خون۔ باقی سارے جانور گدھا کتابلا یوں ہی ذبیحہ کا گوبر پیشاب مثانہ ذکر فرج خضہ سب حلال ہیں حالانکہ یہ سب حرام ہیں اگر کو کہ وہ چیزیں حدیث سے حرام ہوئیں تو وہ احادیث خبر واحد ہیں انہوں نے قرآن کے اس حصر کو منسوخ کیسے کر دیا یہاں لا اور الا سے پورا انحصار ثابت ہے کہ ان کے سوا اور کوئی جانور حرام نہیں۔

نوٹ ضروری : اس اعتراض کو حضرات صحابہ سے آج تک مفسرین نے بہت مشکل سمجھا حتیٰ کہ حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ گدھا حلال ہے اور یہی آیت پیش کی کہ ان تین جانوروں کے سوا کوئی جانور حرام نہیں بعد میں آپ نے اس سے رجوع فرمایا، مفسرین نے اس کے جواب میں بہت کوششیں فرمائیں ہیں۔ جواب : اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اے کافرو جن جانوروں کو تم حرام کہتے ہو، بکیرہ، سائبہ میں اپنی وحی میں ان میں سے کسی کو حرام نہیں پاتا سوا ان مذکورہ جانوروں کے۔ دوسرے یہ کہ یہاں وحی سے مراد قرآن مجید کی وحی ہے یعنی وحی جلی واقعی قرآن میں صرف یہی جانور حرام ہیں وحی خفی یعنی حدیث کے حرام فرمودہ جانوروں کا یہاں ذکر نہیں یہ حصر قرآنی محرمات کے لحاظ سے ہے۔ تیسرے یہ کہ یہ آیت حصر کا قائدہ دیتی ہی نہیں کیونکہ الا ان يكون مستثنیٰ منقطع ہے متصل نہیں کیونکہ آیت کے معنی یہ ہیں کہ کفار جن جانوروں کو حرام سمجھتے ہیں میں ان کو حرام نہیں پاتا لیکن ان چار کو حرام پاتا ہوں اور مستثنیٰ منقطع حصر کا قائدہ نہیں دیا کرتا ہاں مستثنیٰ متصل حصر کا مفید ہے (روح المعانی) مگر یہ جواب ضعیف ہے کیونکہ دوسری آیت میں ہے انما حرم علیکم الميتہ والدماء وہاں فعل ہے جو صرف حصر کے لئے آتا ہے اس میں متصل اور منقطع کا احتمال نہیں چوتھے یہ کہ وہ احادیث جن میں گدھے کتے بے وغیرہ کی حرمت کا ذکر ہے وہ اگرچہ لفظاً ”خبر واحد ہوں مگر معنی متواتر ہیں جیسے نماز کی رکعات کی تعداد اور زکوٰۃ کی مقدار کی احادیث یا قرآن مجید کی مقدار کی احادیث کہ وہ سب معنی متواتر ہیں لہذا ان احادیث سے یہ حصر منسوخ ہو سکتا ہے۔ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ اسلام میں صرف سورۃ حرام ہے اور کتابا سناپ، بچھو وغیرہ حلال نفوذ باللہ من ذالک نیز سورۃ کے گوشت کے علاوہ اس کے دوسرے اعضاء حدیث شریف سے ہی حرام ہیں اس کے کلیجی گردے وغیرہ حرام قطعی ہیں جن کی حرمت حدیث شریف سے ہی ثابت ہے۔ چھٹا اعتراض : لحم خنزیر کے بعد فقہاء جس کیوں ارشاد ہوا اس میں قائدہ کیا ہے؟ جواب : اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اگر وہ سے مراد سورہ ہے تو اس کا مطلب یہ ہے سورہ سارا کا سارا نجس ہے اور ہر نجس چیز حرام ہوتی ہے لہذا اس کے سارے اعضاء حرام ہیں اور اگر اس سے مراد سورہ کا گوشت ہے تو مطلب یہ ہو گا کہ دوسرے جانور اگرچہ حرام ہیں مگر نجس العین نہیں سورہ کا گوشت نجس العین ہے لہذا وہ کسی طرح پاک نہیں ہو سکتا اس کے باقی اعضاء ہمارے محبوب نے حرام کر دیں۔ ساتواں اعتراض : اهل لغير الله سے مراد ہر وہ جانور ہے جس پر غیر خدا کا نام پکارا جائے اس کی زندگی میں یا ذبح کے وقت لہذا جو بکری یا گائے غوث پاک یا خواجہ اجمیری کے نام پر نامزد کر دی جائے وہ حرام ہے۔ جواب : اس اعتراض کے بہت سے جواب الزامی اور تحقیقی سورۃ بقرہ اور سورۃ مائدہ میں اس لفظ کی تفسیر میں دیئے جا چکے ہیں نووی اور ودعی اور اہل کافرق ضرور خیال میں رہے۔ تلاش سے معلوم ہوا کہ دعا اور ندا ہر جگہ بولا جاتا ہے انگریزوں کا چار جگہ بولا جاتا ہے ولادت میں بچہ کا رونا چاند دکھاتے وقت چیخنا کہ وہ بے چاند، حج و عمرہ کے احرام میں تلبیہ کہنا، ذبح کے وقت نام پکارنا، جانور کی زندگی میں اس پر کسی کا نام پکارنا بلال نہیں وہ نہ ایادعا ہے۔ آٹھواں اعتراض : جب مجبوری کی حالت میں جان بچانے کے لئے یہ جانور قدر ضرورت حلال ہی ہو جاتا ہے تو بعد میں ان وہک غنور وحمہ کیوں ارشاد ہوا مغفرت اور رحمت تو گناہ پر ہوتی ہے نہ کہ جائز کام پر۔ جواب : جن علمائے فرمایا کہ مجبوری کی حالت میں یہ جانور حرام ہی رہتے ہیں، صرف ان کے کھالینے پر پکڑ نہیں ہوتی ان کے قول پر تو غفور رحیم فرمانا بالکل ظاہر ہے کہ جانوروں کے کھالے پر ہم پکڑ نہ کریں گے۔ اگرچہ یہ حرام ہیں مگر جو علماء فرماتے ہیں کہ ایسی حالت میں بقدر ضرورت یہ حلال ہو جاتا ہے ان کے قول پر ان

فرمان عالی کا منشا یہ ہے کہ صرف بقدر ضرورت ہی حلال تھے لیکن اگر تم نے ضرورت سے زیادہ ایک آدھ لقمہ کھالیا۔ تمہارے اندازہ میں غلطی ہوئی تو ہم تم پر ناراض نہ ہوں گے تمہاری یہ غلطی معاف فرمادیں گے یعنی اس فرمان کا تعلق غیر باغ اور دلاعالو سے ہے۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا مردار بھی ہے اور سزا ہوا بدبودار بھی یہ ہے ممتہ اور نفسانی تسوتیں لذتیں کو یا خون ہیں جن پر دین کا خون بسایا گیا ہے ہر شیطانی کام لحم خنزیر ہے۔ رب فرماتا ہے کہ شراب جو ابت اور فال کے تیر جس من عمل الشیطان فاجتنبوا جو چیز دین سے ہٹارے وہ رجس ہے اور جو چیز رب سے غافل کر دے وہ فسقا اور ما اهل بہ لغیر اللہ ہے یہ تمام چیزیں حرام ہیں کیونکہ حرمہ معنی قرب الہی سے محرومی کا باعث ہیں ہاں دنیاوی ضروریات دفع کرنے کے لئے گویا اضطراراً ان کے استعمال پر پکڑ نہیں کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے رحیم بھی انسان کو چاہئے کہ دنیا میں بے رغبت ہو کر آخرت میں راغب ہو کر مولیٰ کا طالب ہو کر زندگی گزارے۔ حلم تواضع مومن کا زیور ہے عیش پسندی دنیا میں پھنساؤ کا فروں کا مشغلہ ہے۔ صوفیاء کے نزدیک ہر غافل کافر ہے ان کے ہاں بیداری ایمان ہے غفلت کفر (روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ توحید عقائد اعمال افعال احوال کے مضامین کو اکثر قل سے شروع فرمایا جاتا ہے جس میں خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہوتا ہے روئے سخن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تاکہ ان سب میں نبوت کے فیض کی آمیزش ہو جائے عقیدہ توحید نبوت کی آمیزش سے ایمان بن جاتی ہے اور اعمال احوال افعال وغیرہ میں نبوت کی آمیزش۔ سے قبولیت کی لذت پیدا ہو جاتی ہے نبوت تمام نیک عقائد و اعمال کے لئے ایسی ہے جیسے مٹھائیوں کے لئے شکر کا قوام یا کھانوں کے لئے نمک کہ اس کے بغیر تمام چیزیں روکھی پھکی ہیں۔

ذکر سب پھکے جب تک نہ مذکور ہو نمکیں حسن والا ہمارا نبی

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے کھانوں شربتوں میں مختلف لذتیں ہوتی ہیں ایسے ہی الفاظ میں بھی لذت ہے پھر الفاظ کی لذت کے ساتھ خوش آوازی ساز نغمہ کی لذتیں شامل ہو جائیں تو لطف برہم جاتا ہے یوں ہی اللہ کے کلام میں لذت ہے جب یہ زبان نبوی سے ادا ہو تو لذت اور زیادہ ہو جاتی ہے اس لئے ایسے موقع پر قل ارشاد ہوتا ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ انبیاء کرام خصوصاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر تین طرح کی وحی آتی ہے اور ان کی تبلیغ بھی تین قسم کی ہوتی ہے، عملی تبلیغ، قولی تبلیغ اور اشارات سے تبلیغ، عملی تبلیغ ان کے بچپن شریف سے ہی شروع ہو جاتی ہے، قولی تبلیغ بعد ظہور نبوت شروع ہوتی ہے اشارات کی تبلیغ خواص کو کی جاتی ہے۔ لہذا اوحی الہی میں بڑی گنجائش ہے۔

وَعَلَى الَّذِينَ هَادُوا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِي ظُفْرٍ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا

اور اہل ہدایت پر ان پر گون کے جو بیہودی ہوئے حرام کر دیئے ہیں ہر ناخن والے اور گائے سے اور بکری سے حرام کر دیں ہیں اور بیہودیوں پر ہم نے حرام کیا ہر ناخن والا جانور اور گائے اور بکری کی بجز ان پر حرام کی سبک

عَلَيْكُمْ شَحْوُ مِمَّا آتَاكُمْ حِمْلَتُ ظُهُورُهُمَا أَوِ الْحَوَايَا أَوْ مَا اخْتَلَطَ

اوپر ان کے چمبیاں اور دونوں کی سوار اس کے جو اٹھائیں پیٹھیں ان کی یا یہ آنت یا وہ جو مل ہوئی ہو

جو انکی پیٹھ میں لگی ہو یا آنت یا بڈھی سے ملی ہو ہم نے یہ ان کی

إِعْظِمِ ذَلِكَ جَزَيْنَهُمْ بِغَيْرِهِمْ وَإِنَّا لَصَادِقُونَ ﴿١٣٧﴾ فَإِنْ كَذَّبُوكَ فَقُلْ

بڑی سے یہ بدلہ دیا ہم نے ان کو بوجہ سرکشی ان کے اور بے شک ہم البتہ سچے ہیں پس اگر جھٹلائیں وہ آپ سرکشی کا بدلہ دیا اور بے شک ہم ضرور سچے ہیں پھر اگر نہیں جھٹلائیں تو تم فرماؤ کہ تمہارا رب وسیع

رَبُّكُمْ ذُو رَحْمَةٍ وَاسِعَةٍ وَلَا يَرُدُّ بَأْسَهُ عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣٨﴾

کو تو فرما دو رب تمہارا بڑی رحمت والا ہے اور نہیں لوٹایا جاتا بد ہماری قوم جرم کرنے والی ہے رحمت والا ہے اور اس کا مذاب مجرموں پر سے نہیں مٹا جاتا۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں ان جانوروں کا ذکر ہوا جن کی حرمت قانونی ہے اب ان چیزوں کی حرمت کا ذکر ہے جن کی حرمت سزا و عذاب کے طور پر واقع ہوئی۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات کریمہ میں تین جانوروں کی حرمت اور ایک خون کی حرمت کا ذکر ہوا اب ارشاد ہے کہ یہود پر ان چار چیزوں کے سوا اور چیزیں اور جانور بھی حرام کر دیئے گئے تھے جو اب حرام نہ رہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں دائمی حرام چیزوں کا ذکر تھا جو سارے مسلمانوں پر ہمیشہ کے لئے حرام ہیں اب عارضی اور مخصوص حرام چیزوں کا ذکر ہے جو عارضی طور پر ایک خاص مدت کے لئے حرام رہیں پھر ان کی حرمت اٹھادی گئی۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں خبیث چیزوں کو حرام فرمانے کا ذکر تھا جن کا حرام فرمانا اللہ کی رحمت ہے اب بعض طیب طاہر چیزوں کے حرام فرمانے کا ذکر ہے جن کا حرام فرمانا اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا یہود پر گویا رحمت والی حرمت کے بعد عذاب والی حرمت کا ذکر ہے۔

نزول : یہودی لوگ اونٹ وغیرہ بعض حلال جانور نہیں کھاتے تھے انہیں حرام کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ جانور از آدم علیہ السلام تا موسیٰ علیہ السلام تمام نبیوں کے دین میں حرام رہے اسلام نے مسلمانوں نے ان جانوروں کو حلال مان کر بڑا گناہ کیا ان کی تردید میں یہ دونوں آیتیں نازل ہوئیں جن میں فرمایا گیا کہ یہ جانور اور یہ چیزیں سارے دینوں میں حلال تھیں صرف یہود پر حرام کی گئی تھیں وہ بھی ان کی سرکشی کی سزا کے لئے۔ (از روح المعانی)

تفسیر : وعلى الذين هادوا حرمنا اس عبارت میں فعل یعنی حرمنا تو بعد میں مذکور ہے اور اس کا متعلق على الذين الخ پہلے ذکر ہوا تھا۔ جس سے فائدہ حصر کا ہوا اور مطلب یہ ہوا کہ یہ چیزیں صرف یہود پر ہی حرام کی گئی تھیں ان کے سوا کسی دین کسی ملت کسی شریعت میں حرام نہ کی گئی تھیں یہ یہود کے اس دعوے کی تردید ہے کہ یہ چیزیں پچھلے تمام دینوں میں حرام تھیں ایسود نہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت فرمائی الذين هادوا تاکہ معلوم ہو کہ موجودہ اسرائیلی دین موسوی پر قائم نہیں رہے پچھلے لوگ ہی وہ تھے جنہوں نے سچی توبہ کر کے رب کی طرف ہو دی یعنی رجوع کیا تھا یہ تو انہیں بدنام کرنے والے لوگ ہیں حرمنا فرما کر یہ بتایا کہ ان چیزوں کی حرمت کسی کے قیاس وغیرہ سے نہ تھی بلکہ رب تعالیٰ کے حکم سے آئی تھی یا اس طرح کہ توریت شریف میں صراحت مذکورہ تھی یا اس طرح کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ہم نے یہ خصوصی حکم دیا تھا اکل ذی ظفر یہ حرمنا کا مفعول ہے کل سے مراد ہر چیز مذکورہ جانور ہے ظفر ہماری قراءۃ میں ظ اور ف کے پیش سے ہے معنی ناخن اس کی جمع ہے

انظار بعض قراتوں میں ظفر اور ف کے کسرہ سے ہے بعض میں ظفر ظ کے کسرہ ف کے سکون سے ہے پہلے کی جمع اظافر ہے دوسرے کی جمع اظافر ہے۔ (تفسیر صادی) یہاں ناخن سے مراد انگلی ہے یعنی ناخن کی جگہ ظاہر ہے کہ اس سے مراد کھروالے جانور اور پنجد والے جانور جن کے پنجے پھٹے ہوئے نہ ہوں جیسے اونٹ بطخ شتر مرغ وغیرہ بعض شارحین نے فرمایا کہ اس سے مراد پھٹے کھر پھٹی انگلیوں پھٹے پنجے والے اور بغیر پھٹے سب ہی مراد ہیں جیسے کتا گدھا اور اونٹ وغیرہ مگر یہ قوی نہیں کیونکہ کتا گدھا تو دوسری شریعتوں میں بھی حرام تھے اور اسلام میں بھی حرام ہیں یہاں تو وہ جانور مراد ہونے چاہئیں جو صرف یہود پر بطور عذاب حرام کئے گئے ہوں سیدنا عبد اللہ ابن عباس ابن جبیر قنادہ مجاہد سدی وغیرہم کا وہی فرمان ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا (روح المعانی و کبیر و خازن وغیرہ) ومن البقر والغنم حرمنا علیہم شحومہما پہلے تو ان حلال جانوروں کا ذکر تھا جن کے گوشت و چربی سارے اعضاء یہود پر حرام کر دیئے گئے تھے اب گائے بیل بھینس بکری بھیر و دنبہ کا ذکر ہے جن کے گوشت تو ان پر حرام نہیں کئے گئے مگر چربی حرام کر دی گئی تھیں اس لئے من تبیینہ اولاً فرمایا گیا اور بعد میں شحومہما ارشاد ہوا شحوم کے معنی ہیں چربی لحم گوشت ہے چربی بہت قسم کی ہوتی ہے موٹی چربی، پتلی چربی، جھلی کی طرح گردے کی چربی آنتوں کی چربی پیٹ کی چربی پیٹھ کی چربی وغیرہ اس لئے شحوم جمع ارشاد ہوا اور بعد میں استثناء فرماتا درست ہوا اسلام میں ہر حلال جانور کی ہر چربی حلال ہے یہود سے پہلے بھی حلال تھی یعنی ہم نے یہود پر گائے بھینس بکری بھیر و غیرہ کے لحم (گوشت) تو حلال رکھے مگر ان کی چربی حرام کر دیں الا ما حملت طہورہما امام اعظم کے نزدیک یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ پیٹھ کی چربی شحم میں داخل نہیں لہذا جو کوئی چربی نہ کھانے کی قسم کھالے وہ پیٹھ کی چربی کھالینے سے حادث نہ ہو گا باقی اماموں کے ہاں یہ استثناء متصل ہے کہ یہ چربی بھی شحم میں داخل ہے اوالحوایا یہ عبارت معطوف ہے ما حملت پر اور دوسرا استثناء ہے حوا یا جمع ہے حاویہ یا حویہ کی جیسے راویہ کی جمع ہے روا یا (تفسیر کبیر) یہ مشتق ہے حوی بحوی سے مصدر ہے حوی معنی شامل ہونا (روح المعانی) حویہ معنی آنت حوا یا آنتیں یعنی ہم نے ان پر گائے بکری کی آنتیں حرام کر دی تھیں۔ یہ قول ہے امام اعظم کا بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہ معطوف ہے ظہورہما پر اور مطلب یہ ہے کہ جو چربی آنتیں اٹھائے ہوئے ہوتی ہیں وہ بھی حرام کر دی تھیں (روح المعانی) اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ امام اعظم کے قول پر ہے۔ رضی اللہ عنہما وما اختلط بعظم یہ عبارت معطوف ہے ما حملت پر اس سے مراد یا چوڑکی چربی ہے یا ہڈی کی مینگ۔ پس لا قول قوی ہے کیونکہ مینگ کو چربی نہیں کہا جاتا خلاصہ یہ ہے کہ یہود پر گائے بکری کی صرف تین چربی حلال تھیں باقی تمام چربی حرام تھیں فالک جزینا ہم بنفسہم اس فرمان عالی میں مذکورہ حرمت کی وجہ بیان فرمائی گئی ہے۔ ذالک سے اشارہ ہے مذکورہ حرمتوں کی طرف جزا معنی سزا و عذاب ہے یعنی معنی بغاوت سرکشی اور ظلم ہے اس سے یہود کا حضرات انبیاء کرام کو قتل کرنا شوتمیں سود کھانا لوگوں کے مال ناجائز طور پر لینا مراد ہے دنیا میں یہود سے بڑھ کر حرام خور کوئی قوم نہیں رب تعالیٰ فرماتا ہے کالون للسحت یہ بڑے حرام خور ہیں یعنی یہ حمتیں ان کی بغاوتوں ظلموں کی وجہ سے تھیں وانا لصا دقون سبحان اللہ کیا بڑا پیارا فرمان ہے یعنی یہود تو کہتے ہیں کہ یہ مذکورہ چیزیں صرف یہود پر بطور سزا حرام کر دی گئی تھیں ہم سچے ہیں یہود جھوٹے کیونکہ حرام فرمانے والے تو ہم ہیں۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ کسی قوم پر کیا چیز کس لئے حرام ہوئی تھی۔ لہذا جمع فرما کر اشارۃ فرمایا کہ ہم اور ہمارے محبوب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں ہم بھی سچے کہ ہم حرام فرمانے والے مالک ہیں وہ بھی سچے کہ وہ ہمارے غیب دان نبی ہیں اس لئے آگے حضور صلی اللہ

علیہ وسلم کو جھٹلانے کا ذکر ہو رہا ہے کہ فرمایا فان کذبوک ظاہر یہ ہے کہ ان شک و تردد کے لئے نہیں کہ رب تعالیٰ اس سے پاک ہے وہ علیم خبیر ہے یہ لفظ کبھی اظہار غضب کے لئے بھی ہوتا ہے جیسے باپ اپنے نالائق بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری اطاعت کر اس اگر مگر کے اور بہت مقصد ہوتے ہیں چونکہ یہود کا جھٹلانا یقینی تھا اس لئے کذبوا ماضی ارشاد ہوا اور نہ یہ جھٹلانا آئندہ ہونے والا تھا، تکذیب کے معنی ہیں جھوٹا کرنا، جھوٹا سمجھنا، جھوٹا کہنا یہاں آخری معنی میں ہے کیونکہ سارے کفار و مشرکین کے دل مانتے تھے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں ان کی ہر بات سچی ہوتی ہے مگر زبان سے آپ کو جھوٹا کہتے تھے بعرفونہ کما بعرفون انباء ہم ظاہر یہ ہے کہ کذبوا کا قائل یہود ہیں اور جھٹلانے سے یہی واقعہ جھٹلانا مراد ہے یعنی اگر یہود آپ کو اس بارے میں سچا نہ کہیں اور کہے جائیں کہ یہ چیزیں تو ہمیشہ سے ہی حرام تھیں ہم نے کبھی ایسے جرم نہیں کئے تھے نہ ہم پر اس قسم کا کوئی عذاب آیا تھا، بعض تفسیرین کا خیال ہے کہ اس کا قائل مشرکین عرب ہیں اور معنی یہ ہیں کہ اگر مشرکین آپ کو سچا نہ کہیں مگر یہ قول کچھ ضعیف سا ہے کیونکہ ابھی قریب میں یہود کھڑے ہو انیز مشرکین کھڑے تو آگے الگ آ رہا ہے لہذا اقویٰ یہ ہے کہ یہاں یہود کا جھٹلانا مراد ہے لقل وکم ذو رحمتہ واسعتہ ظاہر یہی ہے کہ اس فرمان عالی میں روئے خن انہیں یہود سے ہے رب کی نسبت ان کی طرف فرماتایا انہیں اسلام کی طرف مائل کرنے کے لئے ہے یا انہیں سرزنش کرنے کے لئے کہ رب تو تمہاری ہر طرح پرورش فرماتا ہے اور تم ہمیشہ اس کی نافرمانی ہی کرتے ہو کچھ تو شرم کرو یہاں رحمت واسعہ میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد ہے انہیں روزی دیئے جانا ان کے گناہوں کی وجہ سے روزی بند نہ فرماتا۔

ولیکن خد لوند بلا و پست بہ عیصل در رزق بر کس نہ بست

دوسرے انہیں تندرست و صحت مند رکھنا، تیسرے اس جھٹلانے کے باوجود ان پر جلد عذاب نہ بھیجتا مہلت دیتے رہتا، چوتھے یہ کہ رحمت واسعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے۔ رب فرماتا ہے وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین لہذا اس فرمان عالی کی چار تفسیریں ہیں، تیسرے تفسیر اس موقع پر بہت چسپاں ہے، چوتھی تفسیر کے ماتحت اس کا معنی یہ ہے کہ تم اس قدر جو گناہ و سرکشی کرتے ہو پھر تم پر عذاب دنیاوی نہیں آتا اس کی وجہ یہ ہے کہ آج اس رحمتہ للعالمین کا دور دورہ ہے ان کا دامن کرم تمہیں عذاب سے بچائے ہوئے ہے وما کان اللہ لعنہم وانت لہم۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی رحمت واسعہ نہیں جو رحمت کہ عالمین کو گھیرے ہوئے ہو وہ صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے اس لئے رحمت عالمین صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے جس سے فرشتے، جنات انسان وغیرہ سب ہی فائدہ اٹھاتے ہیں اللہ کی ربوبیت تین قسم کی ہے قہروالی ربوبیت، مہروالی ربوبیت، محبت و کرم والی ربوبیت، رب کافروں کا رب ہے قہر کی ربوبیت سے، مومنوں کا رب ہے مہروالی ربوبیت سے، تمیوں والیوں کا رب ہے محبت والی ربوبیت سے، پھانسی والے مجرم کو اچھا کھانا دیتے ہیں وہ اچھا کھانا قہر کا ہے مہر کا نہیں جس ربوبیت سے اطاعت کی توفیق ملے وہ مہروالی ہے جس سے گناہ بڑھیں وہ قہروالی ہے ولا یرد باسہ عن القوم المجرمین اس فرمان عالی کا مقصد یہ ہے کہ رب تعالیٰ کی اس ڈھیل سے دھوکہ نہ کھاؤ اس کی منلت سے ناجائز فائدہ نہ اٹھاؤ وہاں اصل ہے اہل نہیں یعنی دیر ہے اندھیر نہیں لا ہوا بنا ہے رو سے معنی لوٹا رہا اس سے مراد یا دنیاوی عذاب ہے یا برزخی یا اخروی پہلے معنی زیادہ مناسب ہیں، مجرمین سے مراد کافرین ہیں یعنی جب رب کا عذاب آجائے تو کسی حیلہ کسی تدبیر سے بھلا نہیں جاسکتا پہلے سے ہی اس سے بچنے کی تدبیر کرنی چاہئے تدبیر صرف ایک ہے اس کی

اطاعت۔

خلاصہ تفسیر : جیسے عالم جسمانیات میں بعض جانور برتنے کے لئے بنے بعض بچنے کے لئے گائے بھینس برتنے بلکہ کھانے کے لئے ہیں مگر سانپ بچھو وغیرہ بچنے کے لئے ہر جانور سے بچنے والا ہے و قوف ہے اور ہر جانور سے الفت رکھنے والا خطرہ میں ہے یوں ہی عالم روحانیات میں بعض جانور کھانے کے لئے ہیں جیسے اونٹ گائے وغیرہ بعض بچنے کے لئے جیسے سورگدھا کتا وغیرہ کھانے کے جانور کھانا بچنے کے جانور سے بچنا اللہ کی رحمت ہے حرام جانوروں میں کچھ تفصیل ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ دائمی حرام جانور تو وہ تھے جن کا ذکر ابھی ہوا لیکن کبھی بطور عذاب بعض لوگوں پر بعض حلال جانور بھی وقتی طور پر حرام کر دیئے گئے چنانچہ وہ لوگ جو پہلے یہودی تھے اور جواب صرف نام کے یہودی (توبہ کرنے والے یا یہود کی اولاد) رہ گئے ہیں ہم نے ان پر ہٹے کھر والے اور پھٹے پنچہ والے جانور حرام فرمادیئے تھے جیسے اونٹ، بطن، شتر مرغ وغیرہ جانور اور گائے بکری بھینس بھینر وغیرہ جو ان پر حلال تھیں ان میں بھی سخت پابندی لگادی گئی تھی ان پر ان جانوروں کی ہر قسم کی چربی حرام کر دی تھی سوائے تین قسم کی چربیوں کے ایک پیٹھ کی چربی دوسرے آنتیں یا آنتوں کی چربی تیسرے ہڈیوں کی مینگ یا ہڈیوں پر لگی ہوئی چربی کہ یہ تین چھیاں ان کے لئے حلال تھیں باقی تمام چھیاں حرام ان حرمتوں کی وجہ یہ نہیں تھی کہ یہ جانور اور یہ چھیاں خبیث چیزیں ہیں نہیں یہ سب طیب و طاہر ہیں اس تحریم کی وجہ ان کی بغاوت سرکشی تھی یعنی انبیاء کرام کو قتل کرنا لوگوں کے بل ناجائز طور پر کھانا دینا رشوتیں لے کر احکام الہیہ بدل دینا وغیرہ اے محبوب اگرچہ یہ لوگ اس کا انکار کریں گے اور کہے جائیں گے کہ یہ چیزیں ہمیشہ سے ہر نبی کے دین میں حرام تھیں مگر یہ جھوٹے ہیں ہم سچے ہیں کہ حرام فرمانے والے تو ہم ہی ہیں ہم ہی صانع جانتے ہیں کہ یہ چیزیں کس پر حرام ہوئیں اور کب حرام ہوئیں اگر یہودی بھی آپ کو سچا نہ جانیں اور کہے جائیں کہ چیزوں کی حرمت ہمیشہ سے ہے تو آپ ان سے فرمادو کہ تم ہو تو ہلاک کر دینے کے قابل مگر اللہ تعالیٰ بڑی وسیع رحمت والا ہے اس لئے تم جیسے مجرموں کو جلد عذاب نہیں دیتا تم کو مہلت دیتا ہے مگر خیال رکھنا کہ اس کے ہاں دیر ہے اندھیر نہیں اس مہلت سے دھوکہ نہ کھاؤ جب اس کا عذاب کسی قوم پر آجائے تو کسی تدبیر سے تلا نہیں جاسکتا پھر وہ کفار کو غرق ہی کر دیتا ہے۔

قائدے : ان آیتوں سے چند قائدے حاصل ہوئے پہلا قائدہ : مذہبی یہودی وہ تھے جو دین موسوی منسوخ ہونے سے پہلے یہودی تھے منسوخ ہو جانے کے بعد وہ صرف قوی یہودی رہ گئے مذہبی یہودی نہ رہے۔ یہ قائدہ اشارۃً ہا دوا ماضی فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا قائدہ : یہ لوگ جب مذہبی تھے تب بھی بڑے سرکش باغی تھے تو اب جبکہ یہ مذہبی یہودی بھی نہ رہے سوچ لو کیسے ہوں گے۔ یہ قائدہ بھی اس ہا دوا سے حاصل ہوا۔ تیسرا قائدہ : طہیات اور حلال چیزوں سے محرومی بھی اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے جیسے خبیث چیزوں کا حرام ہونا اللہ کی رحمت ہے۔ یہ قائدہ حو منا سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ اپنی نعمتوں سے محروم نہ کرے۔ چوتھا قائدہ : اسلام میں جانوروں کے حرام ہونے کا قاعدہ یہ ہے کہ کیل والا یا پنچہ والا شکاری جانور حرام ہے نیز جس کا کھر پھٹا نہ ہو وہ حرام ہے جیسے گھوڑا گدھا چھو وغیرہ پھٹے کھر والا جانور حلال ہے جیسے گائے بھینس بکری اونٹ وغیرہ مگر یہودی اس قاعدے سے رحمت نہ تھی یونہی اسلام میں پنچہ سے کھانے والا شکاری پرندہ حرام ہے جیسے چیل، کوا، باز، شکرہ وغیرہ مگر یہودی کے ہاں حرمت کا قاعدہ تھا اسلام کی یہ حرمتیں اللہ کی رحمت ہیں ان پر حرمتیں عذاب تھیں۔ چوتھا قائدہ : اسلام میں جس

کا گوشت حلال ہے اس کے ہر قسم کی چربی بھی حلال ہے یہ ناممکن ہے کہ گوشت حلال ہو اور چربی حرام ہو یہ تو دین یہودیت میں یہود پر اللہ کا عذاب تھا کہ گائے بکرے کا گوشت ان کے لئے حلال تھا مگر چربیاں حرام۔ یہ فائدہ شعومہما سے حاصل ہوا۔

پانچواں فائدہ: دنیا میں عذاب الہی کی ایک نوعیت یہ بھی ہے کہ بندے کو طیب و طاہر چیزوں سے محروم کر دیا جائے۔ یہ فائدہ فالک جنینا ہم الخ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: دین اسلام تمام افراطوں تفریطوں سے پاک ہے اس دین میں نہ کوئی خبیث چیز حلال ہے نہ کوئی طیب چیز حرام جو چیز حلال ہونی چاہئے تھی وہ حلال ہے اور جو چیزیں حرام ہونی چاہئے تھیں وہ حرام ہیں یہ فائدہ بھی ذالک جنینا ہم سے حاصل ہوا رب تعالیٰ فرماتا ہے و یحرم علیہم الغنائم اور فرماتا ہے ولا حل لکم بعض الذی حرم علیکم ساتواں فائدہ: گزشتہ دنوں کے احکام جو قرآن مجید یا حدیث شریف میں منقول ہوں وہ ہمارے لئے قائل عمل جب ہوں گے جبکہ وہ احکام سزا یا عذاب کے طور کے نہ ہوں اگر ایسے ہوں گے تو ہمارے واسطے ہرگز لائق عمل نہ ہوں گے یہ فائدہ بھی ذالک جنینا ہم سے حاصل ہوا دیکھو جن چیزوں کی حرمت کا اس آیت کریمہ میں ذکر ہے وہ ہم پر حرام نہیں کیونکہ وہ حرمت الہی ہے جن جرموں پر پہلے عذاب الہی آئے ان پر عذاب نہیں آتے جرم وہی ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر ہیں مگر دنیاوی سزائیں بند ہو گئیں کیوں اس لئے کہ اب رحمت والے نبی کا دور ہے یہ فائدہ دیکھو فو رحمته واستغنت سے حاصل ہوا۔ دیکھ لو ایلہ والوں نے ہفتہ کے دن مچلی کا شکار حیلہ سے کیا تو وہ بند رہا دیئے گئے کونوا الردۃ خاصین قوم شعیب کم تولے کی وجہ سے ہلاک کر دی گئی قوم لوط پر بدکاری کی وجہ سے پتھر سے اب وہی قومیں یا مسلمان یہ حرکتیں کریں بلکہ کرتی ہیں مگر عذاب نہیں آتا کیوں صرف اس لئے کہ اب رحمت والے نبی کا دور دورہ ہے جلال جمل میں تبدیل ہو چکا ہے۔ نواں فائدہ: مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ رحمت علمہ دنیاوی عذاب کے لئے ہے اخروی عذاب کفار پر ضرور آئیں گے یوں ہی دنیاوی عذاب خصوصی بھی آسکتے ہیں۔ یہ فائدہ ولا یردنا سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کا نازل شدہ عذاب انسان کے کسی حیلہ اور تدبیر سے دفع نہیں ہو سکتا عذاب کی روک صرف ایک چیز سے ہے یعنی اللہ رسول کی اطاعت۔ یہ فائدہ بھی ولا یردنا سے حاصل ہوا ہمیشہ اللہ رسول کی اطاعت چاہئے۔ گیارہواں فائدہ: اللہ تعالیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک صیغہ بولنا جائز ہے اور ان دونوں کی طرف ایک ضمیر لونا دونوں کو ایک ضمیر ایک صیغہ میں جمع کرونا بالکل جائز ہے۔ یہ فائدہ وانا لصادقون سے حاصل ہوا کہ اللہ رسول کو اپنا جمع میں اور لصلو قون جمع کے صیغہ میں جمع فرمایا گیا رب فرماتا ہے ان اللہ وملتکھ بصلون علی النبی دیکھو بصلون ایک صیغہ میں اللہ تعالیٰ اور فرشتے جمع کئے گئے فرماتا ہے اغناہم اللہ ورسولہ من فضلہ فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر انصار سے فرمایا اللہ ورسولہ یغفوا انکم تم لوگوں کو اللہ رسول معذور رکھتے ہیں یا معذور جانتے ہیں لہذا یہ کہنا جائز ہے کہ اللہ رسول بھلا کریں اللہ رسول جنت دیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

پہلا اعتراض: یہاں الذین ہادوا کیوں ارشاد ہوا اللہ کیوں نہ فرمایا وہ تو مختصر تھا۔ جواب: یہودیت ایک اچھی صفت ہے اور موجود یہودی اپنی وہ صفت کھو چکے تھے اس لئے ہادوا لاضی فرمایا جس میں بتایا گیا کہ یہ یہودیت سے پہلے موصوف تھے اب یہ صفت چھوڑ چکے اس میں اشارہ بتایا گیا ہے کہ جب یہ لوگ صفت یہودیت سے موصوف تھے تب بھی وہ بغاوت کی وجہ سے اس عذاب کے مستحق ہو گئے تو موجود یہودی جو یہودیت چھوڑ چکے اگر محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کریں گے تو

کیونکہ عذاب کے مستحق نہ ہوں گے۔ دوسرا اعتراض: ذی ظفر یعنی پنجہ والے جانور تو ہم پر بھی حرام ہیں جیسے کوا، چیل وغیرہ پھر یہ فرمانا کیونکر درست ہو او علی اللہن ہاذا حرمنا جواب: اسلام میں صرف پنجہ والا جانور حرام نہیں بلکہ وہ شکاری پرندہ حرام ہے جو پنجہ سے دبا کر چیز کھائے ورنہ بطخ، شتر مرغ وغیرہ جانور پنجہ والے ہیں مگر اسلام میں حلال ہیں لہذا اس حرمت میں اور اس حرمت میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ تیسرا اعتراض: اسلامی قانون ہے کہ قرآن مجید یا حدیث شریف میں گزشتہ شریعتوں کے احکام جو منقول ہوں وہ ہم پر بھی لازم العمل ہیں دیکھو رب نے فرمایا کہ ہم نے زبور میں لکھا تھا کہ نفس جان کے عوض جان آنکھ کے عوض آنکھ یعنی قصاص واجب ہے یہ حکم ہم پر بھی لازم العمل ہے اس قاعدے سے چاہئے کہ ہم پر بھی یہ جانور اور یہ چیزیں حرام ہوں کہ یہود کے یہ احکام قرآن میں منقول ہو گئے حالانکہ یہ چیزیں ہم پر حلال ہیں۔ جواب: یہ قاعدہ بالکل درست ہے جبکہ وہ قانون بطور سزا ان کے لئے نہ ہوئے ہوں یہ قانون یہود پر بطور سزاتھے جیسا کہ پیغمبر سے معلوم ہوا۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے جسمانی بیمار طب یونانی کی رو سے بعض مزے دار غذاؤں سے یکسر محروم ہو جاتا ہے اور بعض غذاؤں پر پابندی لگ جاتی ہے طبیب یونانی اس سے کہتا ہے کہ ماش کی دال بالکل نہ کھانا بکری کا شور یا پتلا جس میں گھی کم ہو نمک مرچ بہت ہی پھینکی ہو وہ کھانا یونانی کبھی روحانی بیمار طب ایلمانی کی رو سے بہت سی روحانی غذاؤں سے یکسر محروم ہو جاتا ہے اور بعض روحانی غذاؤں کا پوست اس کے پاس رہ جاتا ہے مغز سے محروم ہو جاتا ہے یہ آیت کریمہ تاقیامت مسلمانوں کے لئے بھی قتل عبرت ہے دیکھو سرکش یہود حلال و طیب اونٹ سے یکسر محروم کر دیئے گئے اور حلال و طیب گائے بکری کی حلال چیزوں سے محروم کر دیئے گئے اے مومن بے لوب باغی نہ بن ورنہ خطرہ ہے کہ تو بعض عبادات سے محروم ہو جائے اور بعض عبادات کی لذت سے محروم ہو جائے یہ محرومی اللہ تعالیٰ کا برا عذاب ہے۔

حکایت: مرقاة شرح مشکوٰۃ نے باب ذکر الانبیاء و بدء الخلق کی پہلی حدیث کی شرح میں لکھا ہے کہ حضرت ابو العباس مری مدینہ منورہ سے جناب امزہ رضی اللہ عنہ کی قبر انور کی زیارت کے لئے گئے ان کے ساتھ کوئی ایسا ہی روحانی بیمار اللہ کی رحمتوں سے محروم چل دیا ان کے پہنچنے پر روضہء اطہر کا دروازہ خود بخود کھل گیا انہوں نے اندر جا کر دیکھا کہ رجل الغیب جمع ہیں ابو العباس سمجھ گئے کہ یہ وقت قبولت دعا کا ہے آپ نے یہ دعا مانگی اللھم انی اسئلك العفو والعافاة فی الدنیا والاخرة یعنی رب سے معافی امن دنیا و آخرت کی بھلائی مانگی اپنے ساتھی بد نصیب سے کہا کہ یہ وقت ہمیشہ ہاتھ نہیں آتے کچھ مانگ لے وہ بولا الھی مجھے روپیہ دے پیسہ دے یہاں مشکوٰۃ شریف میں حدیث ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی تیم سے فرمایا بشارت قبول کرو نہ معلوم حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں کیلویتے وہ بولے بشارتیں تو آپ دیتے ہی رہتے ہیں ہم کو مل دیجئے اس حدیث کی شرح میں یہ واقعہ مرقات نے لکھا ہے اللہ کی رحمتوں سے محرومی کہ ایسی ساعتیں پانے پر بھی محروم ہی رہتے ہیں ایسے بد نصیب کبھی نماز میں کھڑے ہوں تو لذت سے محروم رمضان شریف بلکہ حج بیت اللہ کی برکتوں سے محروم بلکہ شیخ کمال کی عنایتوں سے محروم رہتے ہیں یہ محرومی عذاب الہی ہے۔

حسی دستار قسمت را چہ سود از مرشد کمال کہ خضر از آب حیواں تشنه می آرد سکندرا

اللہ کھانا دے تو کھانے کی اجازت بھی دے نعمتیں عطا فرما دے تو اس سے فائدہ اٹھانے کی توفیق بھی دے۔ قرآن حدیث فقہ

علم دین روحانی غذا میں ہیں مگر بعض بد نصیب ان سے واقف ہوتے ہوئے بھی ان کو برکتوں سے محروم رہتے ہیں جیسے یہ مذکورہ یہودی ان لونٹوں گایوں بکریوں کے مالک تھے مگر ان سے محروم کر دیئے گئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ جب بندہ فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچتا ہے تو اسے چند نعمتیں میسر ہو جاتی ہیں (1) اللہ تعالیٰ اسے اپنے ساتھ کلام و کام میں جمع فرما لیتا ہے جیسے یہاں ارشاد ہوا۔
 انا لصادقون کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے انا اور صادقون میں اپنے ساتھ جمع کر لیا انا نحن نزلنا الذکر
 وانا له لعافطون۔ نزلنا میں اپنے ساتھ حضرت جبریل کو جمع کر لیا اور حافظون میں تاقیامت علماء حفاظ قادیوں اولیاء کو جمع فرما
 لیا جو قرآن مجید کے الفاظ معانی احکام کے محافظ ہیں (2) بندہ کے کام کو رب اپنا کام قرار دیتا ہے ولكن اللہ رمی (3) بندے
 سے رب کے کام ظاہر ہونے لگتے ہیں انا انک بہ قبل ان یرتد الیک طرک کیا جیسے لبسم ضاحکا من قولها
 کوئلہ آگ میں قہا ہو کر آگ کے سے کام کرتا ہے بندہ رب میں قہا ہو کر رب کے سے کام کرتا ہے۔ سورج شیشہ میں تجلی ڈال
 دے تو شیشہ سورج کے سے کام کرتا ہے اگر رب مومن کے دل پر تجلی ڈالے تو بندہ رب کے سے کام کرتا ہے۔

سَيَقُولُ الَّذِينَ أَشْرَكُوا لَوْ شَاءَ اللَّهُ مَا أَشْرَكْنَا وَلَا آبَاؤُنَا وَلَا حَرَمْنَا

عقرب بکریں گے وہ لوگ جنہوں کے شرک کیا کہ اگر چاہتا اللہ تو نہ شرک کرتے ہم اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ حرام کوئے
 اب کہیں گے شرک اللہ چاہتا تو نہ ہم شرک کرتے اور نہ ہمارے باپ دادا اور نہ ہم کچھ حرام بھرتے ایسا ہی ان کے

مِنْ شَيْءٍ كَذَلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتَّىٰ ذَاقُوا بِسِنَا قُلْ هَلْ عِنْدَ

کوئی چیز ایسی طرح بھٹلا یا ان لوگوں نے جو ان کے پہلے تھے حتیٰ کہ چکھ لیا انہوں نے عذاب ہمارا فرمائیے
 انہوں نے بھٹلایا تھا۔ یہاں تک کہ ہمارا عذاب چکھا تم فرماؤ کیا تمہارے پاس

كَمْ مِنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوهُ لَنَّا إِن تَتَّبِعُونَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ أَنْتُمْ إِلَّا تَخْرُصُونَ

کیا تمہارے پاس کوئی علم ہے پس پیش کرو تم اسے سامنے ہمارے نہیں پیچھے جیتے تم مگر اپنے گمان کے اور نہیں ہو
 کوئی علم ہے کہ اسے ہمارے لئے نکالو تم تو سوے گمان کے پیچھے ہو اور تم یوں ہی تخمینے

ن ۞ قُلْ فَلِلَّهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ فَلَوْ شَاءَ لَهْدَاكُمْ أَجْمَعِينَ ۞

تم مگر اندازہ لگاتے فرما دو پس اللہ ہی کی ہے دلیل کامل پس اگر چاہتا وہ تو ابدت ہدایت دیتا تم کو سب کو
 کرتے ہو تم فرماؤ اللہ ہی کی حجت پوری ہے تو وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت فرماتا۔

تعلق : ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں مشرکین عرب کی ان بے
 قاعدگیوں کا ذکر ہوا جو وہ جانوروں کے حلال و حرام کے متعلق کرتے تھے اب ان کی ان غلط معذرتوں کا ذکر ہے جو وہ ان عقیدوں
 کے متعلق پیش کرتے تھے گویا ان کے جرموں کے ذکر کے بعد ان کی بے بازیوں کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں

شرعی قانون ارشاد ہوا تھا کہ شریعت میں صرف یہ چار چیزیں حرام ہیں تین جانور اور رہتا خون اب کفار کے اس اعتراض کا جواب ہے جو وہ اس قاعدہ شرعیہ پر کرتے ہیں گویا قانون شرعی کے بیان کے بعد اس کی صفائی بیان ہو رہی ہے اور معترضین کی جرح کا جواب دیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں مشرکین عرب کے مروجہ قانون پر اعتراض کئے گئے تھے کہ بتاؤ ان جانوروں کی حرمت کی علت کیا ہے نہ ہونا یا مادہ ہونا یا مادہ کے پیٹ میں رہنا اب اسلامی قانون پر جو اعتراض وہ مشرکین کرتے تھے ان کا جواب دیا جا رہا ہے گویا ان کفار کی رسم و رواج پر جرح فرمانے کے بعد ان کی جرح کا جواب دیا جا رہا ہے جو وہ اسلامی قانون پر کرتے تھے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں مشرکین کے شرک ان کے رسم و رواج کو قوی دلیلوں سے باطل کیا گیا اب ان کے آخری عذر و بہانہ کی تردید کی جا رہی ہے گویا اپنا دعویٰ ثابت فرمانے کے ایک رکن کا ذکر پہلے ہوا یعنی دلائل قائم فرمانا اس کے دوسرے رکن کا ذکر اب ہے یعنی ان کے شبہات کا جواب دینا۔

تفسیر: میقول النین اشروکوا اس ارشاد عالی میں بھی خبر ہے کہ مشرکین عرب جو کچھ عذر بہانہ آئندہ کرنے والے تھے رب نے اس سے اور اس کے جواب سے پہلے ہی اپنے محبوب کو خبردار فرما دیا اس لئے یہاں میقول فرمایا گیا سین کے ساتھ المشرکون نہ فرمایا بلکہ اس کی بجائے النین اشروکوا دراز عبارت ارشاد ہوئی تاکہ معلوم ہو کہ ایسے بہانے ہر وہ کافرو مشرک کرتا ہے جو کسی قسم کا کفر و شرک بھی کر لے علوی مشرکوں ہی سے یہ بات خاص نہیں۔ اگر یہاں المشرکین فرمایا جاتا تو یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا لو شاء اللہ ما اشروکنا ولا اہاءنا یہ ان مشرکین کا مقولہ ہے یعنی میقول کا مفعول شائع ہوتا ہے مشیت سے معنی ارادہ کرنا چاہنا کبھی معنی پسند کرنا بھی آجاتا ہے شاء کا مفعول بہ پوشیدہ ہے علم اشواکنا یا عدم نحن معنا یہ عبارت لو کی شرط ہے اور ما اشروکنا سے من شئی تک کی عبارت اس کی جزا ہے یہاں شاء اگر ارادہ کے معنی میں ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ ہمارے شرک و کفر نہ کرنے کا ہمارے ایمان لانے کا ارادہ فرمالیتا تو ہم کبھی شرک نہ کرتے مومن ہوتے اس نے ہمارے شرک کرنے کا ارادہ کیا ہے تو ہم شرک کر رہے ہیں یہ بات بالکل درست ہے دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ اللہ کے ارادہ سے ہو رہا ہے مگر انہوں نے اس کا نتیجہ غلط نکالا وہ یہ کہ پھر ہمارا کیا قصور ہے ہم شرک و کفر میں مجبور و معذور ہیں اور اگر معنی پسند کرنا ہے تو مطلب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ کو ہمارا شرک و کفر پسند ہوتا ایمان پسند ہوتا تو ہم کبھی شرک و کفر نہ کرتے معلوم ہوا کہ اسے ہمارا یہ شرک پسند ہے تب ہی تو ہم کر رہے ہیں ہم کو اس پر ثواب ملے گا ان کا یہ قاعدہ بالکل غلط و باطل ہے دنیا میں ہر کام ہر چیز اللہ کے ارادے سے ہے تو ہے مگر اس کی رضا سے نہیں ارادہ اور رضا میں بڑا فرق ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہاں مشیت سے مراد امر یعنی حکم ہو تب اس کا مطلب یہ ہو گا کہ اگر اللہ تعالیٰ ہم کو شرک کرنے کا حکم نہ دیتا تو ہم شرک نہ کرتے ہم تو شرک و کفر کے حکم اس کے امر سے کر رہے ہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے وجئنا علیہا اہاءنا واللہ امونا بها اس صورت میں اس کی بکو اس اصل سے ہی غلط ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کے امری کی معرفت سے بندوں تک پہنچتے ہیں کسی نبی نے شرک کی تعلیم نہ دی اس کی تردید وہ آیت ہے قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء ہر مل اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں مشیت معنی ارادہ، معنی محبت و پسندیدگی، معنی امر و حکم پہلی صورت میں یہ بات درست ہے مگر اس کا نتیجہ نکالنا غلط ہے آخری دو صورتوں میں یہ بات اصل سے ہی غلط ہے۔ یہ تفسیر خیال میں رہے۔ یہاں معزلہ نے بڑا غوطہ کھلایا ہے ولا حرمنا من شئی یہ عبارت معطوف ہے ما اشروکنا پر پہلی حالت میں اپنی بد عقیدگیوں کی معذرت تھی اس میں بد عملیوں کی۔

یعنی ہمارا شرک و کفر اور ہمارا ان جانوروں کو حرام جاننا اللہ تعالیٰ کے ارادہ یا اس کی پسندیدگی یا اس کے حکم سے ہے ہم کو اس پر سزا نہ ملے گی بلکہ ثواب ملے گا وہ یہ سب کچھ چاہ رہا ہے تو ہم یہ کر رہے ہیں شی سے مراد وہی بحیرہ سائبہ و سیدہ وغیرہ جانور ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے من شی میں من تخیر یہ ہے۔ کنا نک کذب اللغو من قبلہم اس فرمان عالی میں ایک ایسی چیز کی تردید ہے جو انہوں نے صراحت نہ کی تھی بلکہ ان کے قول سے لازم آگئی تھی ان کفار کے قول کا منشاء یہ ہے کہ یا رسول اللہ آپ جو فرماتے ہیں کہ تمہارے فلاں فلاں عقیدے غلط ہیں شرک ہیں چھوڑ دو اسلام قبول کرو ان مذکورہ جانوروں کو حلال جانو یہ سب کچھ غلط ہے جھوٹ ہے ہم جو کر رہے ہیں رب کے حکم سے کر رہے ہیں ہمارے کام درست ہیں جو کچھ ہو رہا ہے صحیح ہو رہا ہے اللہ کی مرضی کے خلاف دینا میں کچھ ہو سکتا ہی نہیں ان کے اس خیال کی تردید میں یہ فرمان عالی آیا کہ اے محبوب نبیوں کو جھٹلانا کفار کا آج کا طریقہ نہیں یہ ان کی پرانی رسم ہے لہذا کذب کا مفعول بہ پوشیدہ ہے۔ یعنی لا مسلمہم اور من قبلہم سے مراد یا تو ان کفار کے باپ دادا ہیں یا گذشتہ انبیاء کرام کی قومیں جیسے قوم فرعون وغیرہ و سر احتمال قوی ہے کیونکہ عرب میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کوئی نبی تشریف نہیں لائے۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک یہ خطہ نبی سے خالی رہا نیز ان لوگوں پر اس سے پہلے عذاب الہی کبھی آیا نہیں لو وہ یہاں عذاب کا ذکر ہے کہ فرمایا گیا حتی فاقوا ہا سنا یہ جملہ کذب کی انتہاء ہے فاقوا بنا ہے فوق سے معنی چکنا چیراں مراد ہے برداشت کرنا کہا جاتا ہے میں تجھے مزہ چکھاؤں گا پاس معنی عذاب ہے اور اس سے وہ عذاب مراد ہیں جو گزشتہ کافر قوموں پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے آئے یعنی وہ کفار اپنے نبیوں کو اس وقت تک جھٹلاتے ہی رہے جب تک کہ ان پر عذاب الہی آگیا یہ لوگ بھی یہی چاہتے ہیں قل ھل عندکم من علم فتخرجوہ لنا اس فرمان عالی میں ان کفار کے قول کی بمثل تردید ہے پہلے ان پر عتاب تھا اب ان سے اپنے دعوے پر عملی دلیل کا مطالبہ ہے یعنی تم جو دعویٰ کرتے ہو کہ ہمارا شرک و کفر اور مذکورہ بدعتیں گیل اللہ کی رضا اللہ کے حکم سے ہیں اس کی عملی دلیل پیش کرو یہاں علم سے مراد علمی قطعی دلیل ہے جس کا ماخذ تعلیم نبی ہو۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں علم مطلقاً جاننے کو نہیں کہتے جس میں یقین شک و ہم تعلید سب داخل ہوتی ہیں بلکہ صرف یقین کو علم کہا جاتا ہے نیز قرآنی اصطلاح میں ہر یقین کو بھی علم نہیں کہتے بلکہ اس یقین کو کہتے ہیں جس کا مدار وحی الہی پر ہو اسی کا یہاں مطالبہ ہے ایسے بے دعوں سے علمی دلیل کا مطالبہ فرماتا انہیں شرمندہ کرنے کے لئے ہے ورنہ ان کے پاس علم کہاں سے آیا ان تتبعون الا الظن اس کلام میں ایک بھی خبر کی طرف اشارہ ہے اور یہ عبارت ایک پوشیدہ عبارت کی دلیل ہے کہ تم علمی دلیل ہرگز پیش نہ کر سکو گے کیوں کہ تم تو ظن و گمان کے پیچھے چلتے ہو اتباع کے معنی ہیں بغیر سوچے سمجھے کسی کے پیچھے اس کے نقش قدم پر چلنا جیسے انجن کے پیچھے ریل کے ڈبے دوڑتے ہیں ان مانگہ ہے۔ قرآن مجید میں ظن چند معنی میں آیا ہے۔ یقین جیسے یظنون انہم ملاوا رہم کسی کے متعلق نیک گمان جیسے لولا افسحتموہ ظن المومنون والمرمات ہا نفسہم گمانی جیسے ان بعض الظن انہم محض اندازہ اور اٹکل پچو قیاس آرائی جیسے ان الظن لا یغنی من الحق شئنا یہاں ظن آخری معنی میں ہے کیونکہ علم کے مقابلہ میں ارشاد ہوا ظن سے مراد یا تو ان کا اپنا گمان ہے یا ان کے جٹل باپ داداؤں کا گمان اور گمان بھی وہ جو وحی الہی اور شرعی حکم کے مقابل ہو ان انتم الا تخرصون یہ فرمان عالی ظن مذکورہ کا بیان ہے یہاں بھی ان مانگہ ہے اور تخرصون بنا ہے خرم سے معنی اندازہ و تخمینہ کہا جاتا ہے خرم النخل اس نے درخت کے پھولوں کا اندازہ لگایا

جھوٹ کو بھی خرم کما جاتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے قتل الخواصون جھوٹے غارت ہوں یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی تم صرف جھوٹ ہی بولتے ہو یا صرف اپنے تخمینہ اندازے سے ہی کہتے ہو کہ ہمارے یہ کام اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہیں قل للہ الحجۃ البالغۃ اس فرمان علی میں تصویر کا وہ سراخ دکھایا گیا ہے جس میں فہمایا گیا کہ تمہارے پاس تو اپنے اس دعوے کی کوئی دلیل نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی یا اللہ تعالیٰ کے پاس یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے دلیل نہایت قوی ہے۔ حجۃ بنا ہے حج سے معنی قصد و ارادہ دلیل کو حجۃ اس لئے کہتے ہیں کہ اس سے دعویٰ ثابت کرنے کا ارادہ کیا جاتا ہے اسی سے ہے حج الیت غلبہ کو حجۃ کہتے ہیں ہا لغد یا تو معنی بلوغ ہے یا اپنی انتہائی قوت کو پہنچی ہوئی یا عالم کے گوشہ گوشہ تک پہنچنے والی اس سے مراد یوں کتاب اللہ ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی کہ وہ سرکار بذات خود حجۃ اللہ ہیں انہیں رب نے برہان فرمایا ہے قد جاء کم برہان من ربکم اس معنی سے بالغ نہایت موزوں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی ذات صفات اس کے احکام اس کے فرمان بلکہ سارے کارخانہ اسلام و ایمان کی نہایت ہی بلوغ و دلیل ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) بالغہ یا تو بنا ہے بلاغت سے یا بلوغ سے اگر بلاغت سے بنا ہو تو بلوغ معنی پختہ و مضبوط۔ سارے نبی اپنے وقت میں حجۃ اللہ تھے مگر حجۃ اللہ البالغہ نہ تھے ان کی نبوتیں قتلِ نسخ یا یہ بنا ہے بلوغ سے معنی پہنچنے والی تب بالغہ کے دو معنی ہو سکتے ہیں سارے عالم میں پہنچنے والی دلیل۔ دیکھو آج بات پہنچانے محفوظ رکھنے کے لئے سائنس نے بہت آلات ایجاد کر لئے ہیں ٹیپ ریکارڈر، فونو گراف، اخبار، پریس، ٹار، ریڈیو، خطوط وغیرہ مگر پھر بھی لوگوں کے کلام محفوظ نہیں رہتے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ایسے وقت اور ایسی جگہ جلوہ نما ہوئے جہاں ان میں سے کوئی سبب موجود نہ تھا حتیٰ کہ کلمہ بھی نہ تھا پھر اس کے بلوغ آپ کے کلام و کام حتیٰ کہ آپ کی لوا میں عالم کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گئیں۔ یہ ہے حجۃ بالغہ سورج ایک جگہ رہ کر بذریعہ شعاعوں کے عالم کے گوشہ گوشہ میں پہنچ جاتا ہے بعد غروب چاند تاروں کے ذریعہ ہر جگہ پہنچتا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیات شریف میں ہر جگہ پہنچے بعد وفات بذریعہ قرآن، علماء، اولیاء ہر جگہ پہنچے۔ آپ حجۃ بالغہ ہیں دو سرے معنی میں انسان کے دل، دماغ، جان، ایمان میں اتر جانے والی دلیل انسان کے ہر گوشہ گوشہ میں پہنچ جانے والی برہان۔ خیال رہے کہ جیسے شہی محل کے دو دروازے ہوتے ہیں ایک اندر جانے کا اور سرابا ہر نکلنے والیوں ہی انسان کے جسم میں دو قسم کے دروازے ہیں چنانچہ جسمانیات میں دیکھ لو کہ منہ غذا پانی کے اندر جانے والا دروازہ ہے مگر غذا کے نکلنے کا دروازہ اور ہے پانی نکلنے کا دروازہ اور حتیٰ کہ بدن کے مسامات پسینہ نکلنے کا دروازہ ہیں یوں ہی زبان بات نکلنے کا دروازہ ہے کان کلام داخل ہونے کا دروازہ مگر جو بات صرف زبان سے نکلتی ہے وہ صرف کان تک پہنچتی ہے جو دماغ سے چلتی ہے وہ دماغ تک ہی پہنچتی ہے اور جو دل سے نکلتی ہے وہ سننے والوں کے دل تک پہنچتی ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری باتیں دل سے نکلتی ہیں وہ مخلوق کے دل میں اترتی ہیں مگر اترنے کا ایک وقت ہوتا ہے حضرت عمر و ابن عباس کے دل میں قرآن اتر اجڑا کے دربار میں فلو شاء لہذا کم اجمعین اس فرمان علی میں پہلے دعوے سے اعتراض کا رفع فرماتا ہے یعنی اگر اس حجۃ اللہ کے ذریعہ سب کو ہدایت نہ ملے تو اس کی وجہ یہ نہیں کہ یہ حجت کمزور ہے بلکہ وجہ یہ ہے کہ رب تعالیٰ نے سب کی ہدایت کا ارادہ نہ فرمایا یہاں مشیت معنی ارادہ ہے اگر اللہ چاہتا تو اس حجت کے ذریعہ تم سب کو ہدایت دے دیتا مگر اس نے یہ چاہا نہیں بعض کو ہدایت دینا چاہا بعض کا گمراہ رہنا اگر اللہ چاہتا تو سورج سے چمکاوڑی آنکھ بھی منور کر دیتا مگر اس نے یہ چاہا نہیں لکھ چاہتا تو بارش سے شور زمین کو بھی سرسبز فرماتا مگر اس نے یہ چاہا

نہیں اس میں صدا ملتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر : پہلی آیت کریمہ کے تین جز ہیں پہلے جز میں کفار عرب کا دعویٰ مع دلیل ہے دو سرے دو جزوں میں ان کی تردید کفار کا دعویٰ یہ بیان ہوا کہ ہمارا شرک و کفر اور جانور کو حرام جانتا بالکل درست اور حق ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ اللہ کے چاہنے سے یہ کلام مکہ معظمہ اور بیت اللہ میں ہو رہے ہیں لاکھوں اہل عقل انہیں اچھا سمجھتے ہیں ہم لوگ جو اولاد ابراہیمی ہیں مقدس ہیں انہیں اچھا سمجھتے ہیں غرضیکہ ان کاموں کا بیت اللہ میں ہونا ہمارا انہیں اچھا جانتا صدیوں سے اس کارِ انج ہونا اس کی دلیل ہے کہ اللہ کو جو کام پسند ہیں اب ان کی تردید فرماتے ہوئے فرمایا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم مشرکین عرب اپنی بد عقیدگیوں بد عملیوں کے جواز کی کوئی دلیل پیش نہیں کر سکتے نہ آپ کے دلائل قاہرہ کا جواب دے سکتے ہیں ہم آپ کو غیبی خبر دیتے ہیں کہ آئندہ یہ لوگ اپنی ان حرکتوں کی معذرت کرنے کے لئے عذر گناہ بد تراز گناہ کے طور پر یہ کہیں گے وہ دنیا میں جو کچھ ہوتا ہے وہ رب تعالیٰ کے حکم اس کی رضا اس کے ارادے سے ہوتا ہے یہ ناممکن ہے کہ دنیا میں کوئی کام رب کی رضا اس کے حکم و ارادے کے بغیر ہو جائے جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہے تب ہی تو اس کے ملک میں ہو رہا ہے اس کے معظم شرکہ اس کے معظم گھر کعبہ میں ہو رہا ہے اور کر رہے ہیں ہم ابراہیمی مقدس لوگ آج سے نہیں بلکہ صدیوں سے کر رہے ہیں لہذا ہمارے شرکیہ عقیدے و اعمال ہمارا ان جانوروں کو حرام جانتا اس کی ملت میں پابندی لگانا اللہ تعالیٰ کے حکم اس کی رضا سے ہے اگر وہ ان کاموں سے ناراض ہوتا تو نہ ہم یہ کام کرتے نہ ہمارے باپ دلوے۔ آپ غلط کہتے ہیں کہ یہ کام برے ہیں مرضی الہی کے خلاف ہیں اے محبوب ان کی اس گفتگو پر ان کی احمقانہ باتوں پر طول نہ ہونا پچھلی امتوں نے بھی اپنے رسولوں نبیوں کو جھٹلایا تھا کفار کی یہ بڑی پرانی رسم ہے اور وہ لوگ ایسے ڈھیٹ تھے کہ جب تک ان پر عذاب الہی نہ آگیا تب تک وہ جھٹلاتے ہی رہے اس وقت قائل ہوئے جب قائل ہونا کام نہ آیا یعنی عذاب دیکھ کر اگر نبیوں کی اولاد کے ہر کام اچھے ہوتے تو کنعان نبی زلہ تھانی اسرائیل لولا یعقوب تھے ان پر عذاب الہی کیوں آئے ان کے کام سے ہم راضی کیوں نہ ہوئے آپ ان کی یہ باتیں سن کر فرما دیا کہ تم اپنے اس دعوے پر یقینی قطعی علمی دلیل قائم کرو کہ جو کچھ دنیا میں ہوتا ہے رب ان سے راضی ہوتا ہے بتاؤ کونسی آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہے کس نبی نے یہ فرمایا ہے تم لوگ محض اپنے گمان انکل پچو تخمینوں سے ایسی باتیں کرتے ہو آپ ان سے یہ بھی فرما دیا کہ مضبوط اور بلخ دلیل تو وہ ہے جو اللہ نے قائم فرمادی اسی سے تمام جائز و ناجائز باتیں معلوم ہو سکتی ہیں اس سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ کس کام سے رب راضی ہے کس سے ناراض وہ حجتہ اللہ البالغہ کون ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل حق و باطل کی کسوٹی ہے مگر اس حجتہ اللہ سے سب ہدایت نہیں لیتے جسے رب تعالیٰ ہدایت دینا چاہتا ہے اسے ملتی ہے سورج بارش سے سب فیض یاب نہیں ہوتے بعض بد نصیب محروم بھی رہتے ہیں۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو فیہی علوم بخشے آئندہ ہونے والے واقعات سے مطلع فرمایا۔ یہ فائدہ مہقول کے سین سے حاصل ہوا دیکھو کفار نے ابھی یہ باتیں کی نہ تھیں کہ رب تعالیٰ نے اپنے حبیب کو اطلاع بھی دے دی ان کے جوابات بھی بتا دیئے۔ دوسرا فائدہ : کفار اللہ کے

ارادے، مشیت، حکم، رضا میں فرق نہیں کرتے تھے یہ فرق نہ کرنا ان کے کفر کا بڑا سبب تھا حالانکہ ان سب میں بڑا فرق ہے۔ یہ فائدہ لو شاء اللہ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ مشیت سے مراد رضا یا حکم ہو۔ تیسرا فائدہ: دنیا کی ہر چیز ہر کام اللہ کے ارادے اور مشیت سے تو ہے مگر اس کے حکم اس کی رضا سے نہیں۔ یہ فائدہ بھی لو شاء اللہ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: خدا جب کسی بندے کا دین لیتا ہے تو اس کی عقل بھی چھین لیتا ہے دیکھو ان بے وقوف کافروں نے اپنا کفر تو رب تعالیٰ کی رضا سے مانگا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا دین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام رب کی رضا سے نہ مانے اگر یہ فائدہ درست ہو کہ دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اللہ کی رضا سے ہو رہا ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت وہ کیوں کرتے تھے کم از کم یہی سمجھتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو کچھ کر رہے ہیں کئے رہے وہ رب کی رضا سے کتے کرتے ہیں۔ پانچواں فائدہ: گناہ کا عذر گناہ سے بدتر ہے یعنی اپنے گناہ کو درست ثابت کرنے کی کوشش کرنا کفر بلکہ سخت کفر ہے درحقیقت یہ پیغمبر کا جھٹلانا ہے۔ یہ فائدہ کفر کا کذب سے حاصل ہوا کہ کفار کی اس حرکت کو رب نے نبی کی تکذیب قرار دیا اور فرمایا کہ گزشتہ کفار پر عذاب آنے کی وجہ یہی تھی۔ چھٹا فائدہ: عذاب آجانے پر توبہ کرنا بیکار ہے توبہ عذاب سے پہلے کرنا چاہئے۔ یہ فائدہ حتیٰ قالوا میں حتی فرمانے سے حاصل ہوا کہ وہ لوگ عذاب آنے تک پیغمبروں کو جھٹلاتے رہے عذاب آنے پر اس حرکت سے باز آئے مگر باز آنا انہیں مفید نہ ہوا۔ ساتواں فائدہ: جھوٹے کاذبوں کا جھوٹ ثابت کرنے کے لئے اس سے دلیل مانگنا بالکل جائز ہے مگر وہ دلیل نہ دے سکے اور شرمندہ ہو جائے لہذا جھوٹے نبی سے معجزہ طلب کرنا نجومی سے بھی خبر پوچھنا تاکہ وہ رسوا ہو اور لوگ اس کے پھندے سے بچیں بالکل جائز بلکہ ثواب ہے ہاں اس کی تصدیق کرنے یا اس کی حقانیت کے شبہ سے یہ طلب کرنا کفر ہے۔ یہ فائدہ قل عندکم من علم سے حاصل ہوا جس چیز کو فقہا کفر کہتے ہیں وہ دو سری چیز ہے یعنی اسے سچا سمجھ کر اس سے معجزہ یا دلیل مانگنا۔ آٹھواں فائدہ: مناظرہ میں فریقین کا علم میں برابر ہونا ضروری نہیں بڑا عالم جھوٹے سے دلیل طلب کر سکتا ہے دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اعلم الاولین والاخرین ہیں مگر فرمایا گیا کہ آپ ان جاہلوں سے عملی دلیل مانگیں دو سری جگہ ارشاد ہے۔ قل ہاتوا برہانکم ان کتم صافین۔ نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی مرضی اور ناراضی صرف پیغمبر کے ذریعہ معلوم ہو سکتی ہے بڑے سے بڑا عالم اپنی عقل سے معلوم نہیں کر سکتا۔ یہ فائدہ فلولہ العجۃ البالغۃ سے حاصل ہوا نبی رب تعالیٰ کی حجت جا لفتہ اور برہان ہیں ان فرمان و عمل رضاء الہی کی دلیل ہے۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کے ذمہ کریم پر یہ ضروری نہیں کہ جو بندے کے لئے مفید ہو وہ ہی چاہئے بلکہ مفید چیزیں بھی اس کے ارادے سے ہیں اور مضرت چیزیں برائیاں بھی اس کے ارادے سے یہی مذہب ہے اہل سنت کا۔ مومن کا ایمان اور اعمال نیک بھی اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ہیں اور کافر کا کفر اسکی بد عملیاں بھی اس کے ارادے سے یہ فائدہ فلولو شاء لہذا کم اجمعین سے حاصل ہوا جس میں فرمایا گیا کہ اللہ نے سب کی ہدایت یعنی توفیق ایمان کا ارادہ نہیں کیا بعض کے ایمان کا اور بعض کے کفر کا ارادہ فرمایا۔ گیارہواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی طرف سے اللہ کی حجت و دلیل ہیں دو سری جگہ دعویٰ ایک ہوتا ہے اس کے دلائل بہت گواہ قسم وغیرہ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ رب کے دعوے بہت مکر و ٹیل و گواہ ایک۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی توحید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت، قیامت، جنت و دوزخ فرشتے وغیرہ سب کی دلیل سب کے گواہ صرف ایک حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ ہا ایہا النبی انا ارسلناک شاہداً فائدہ العجۃ البالغۃ سے حاصل ہوا جبکہ حجت سے مراد

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں پھر خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم از سر تپا اللہ کی حجت ہیں آپ کا ہر بل ہر حل ہر اللہ کی حجت ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ مشرکوں کا شرک و کفر اللہ کے ارادے سے نہیں بلکہ اس نے تو ان کے ایمان کا ہی ارادہ فرمایا مشرکین نے اپنے ارادے سے شرک و کفر کیا۔ دیکھو مشرکین نے یہی تو کہا تھا کہ اللہ نے ہمارے شرک نہ کرنے کا ارادہ نہیں کیا رب نے ان کے اس قول کو انبیاء کرام کی تکذیب قرار دیا کہ فرمایا کذالک کذب اللہ من قبلہم (معتزلہ) جواب : یہاں ان کے اس قول میں یا تو مشیت (چاہنا) سے مراد ہے پسند کرنا حکم دینا یا یہ مطلب ہے کہ چونکہ اللہ نے ہمارے کفر کا ارادہ کیا لہذا وہ کفر سے راضی ہے یہ دونوں عقیدے کفریہ ہیں اسی کی یہاں تردید ہے اہل سنت ارادہ اور پسندیدگی اور حکم ان تینوں میں بڑا فرق کرتے ہیں۔ دیکھو نزاع اسماعیل کا حکم الہی تھا مگر ارادہ الہی نہ تھا اسی لئے اس نزاع سے حضرت خلیل کا درجہ تو بلند ہو گیا مگر نزاع واقع نہ ہوا یہ فرق ہے ارادہ اور حکم میں اور ان کے نتیجوں میں یوں ہی ابو جہل وغیرہ کو ایمان لانے کا حکم تو تھا مگر ان کے ایمان کا ارادہ الہی نہ تھا نتیجہ یہ ہوا وہ کفار سخت مجرم تو ہو گئے مگر ایمان نہ لائے اور محبوب کو ان کی تبلیغ پر ثواب عطا ہو گیا اور نہ معتزلہ کے عقیدے پر یہ جملہ اس جملے کے خلاف ہو گا۔ لہذا کم اجمعین۔ دوسرا اعتراض : کفار کے اس قول کو حضرات انبیاء کرام کا جھٹلانا کیوں قرار دیا گیا کہ فرمایا کذالک کذب اللہ۔ جواب : اس لئے کہ حضرات انبیاء کرام تو فرماتے ہیں کہ رب ان کے کفر سے ناراض ہے وہ کہتے تھے کہ راضی ہے تب ہی تو ہم کفر کر رہے ہیں یہ ہے ان حضرات کے گمراہی کے خلاف قول۔ تیسرا اعتراض : فقہاء فرماتے ہیں کافر سے کفر کے جواز کی دلیل مانگنا یونہی جھوٹے نبی سے مجرہ مانگنا کفر ہے مگر یہاں رب تعالیٰ نے ان کفار سے ان کے کفریہ عقیدے کی دلیل طلب فرمائی کہ فرمایا اهل عندکم من علم لتخرجوه لنا فتنبا کا وہ فتویٰ اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب : اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ کافر کے یا جھوٹے نبی کے سچے ہونے کے احتمال سے دلیل مانگنا کہ تو دلیل دے اگر قوی ہوئی تو ہم تیرا کفر قبول کر لیں گے یہ کفر ہے مگر اسے دلیل و رسوا کرنے کے لئے ایسے مطالبے کرنا بڑی اعلیٰ درجہ کی تبلیغ ہے۔ چوتھا اعتراض : کفار نے کہا تھا کہ اللہ تعالیٰ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے ان کا یہ قول بے دینی قرار دیا مگر یہی قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوا یا گیا ہے قل لو شاء اللہ ما تلوتمہ علیکم فرماؤ اگر اللہ چاہتا تو میں تم پر قرآن تلاوت نہ کرتا اگر یہ بات بری ہے تو اپنے نبی سے کیوں کہلوائی گئی۔ جواب : اس اعتراض کے بہت جواب ہو سکتے ہیں آسان جواب یہ ہے کہ نبی کا ہر قول و فعل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے ان پر نفس امارہ یا شیطان کا غلبہ نہیں ہوتا وہ جو کرتے یا کہتے ہیں اللہ تعالیٰ کی مشیت سے کہتے کرتے ہیں مگر وہ سروں کے کام نفسانی بھی ہوتے ہیں شیطانی بھی اور اگر اللہ رحم کرے تو بعض کام رحمانی بھی۔ لہذا حضرات انبیاء خصوصاً ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم جو کچھ کرتے کہتے ہیں اللہ کی طرف سے کہتے کرتے ہیں اگر وہ نہ چاہتا تو ہم نہ کہتے نہ کرتے ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ نیز یہاں شرک کو اللہ کی طرف نسبت کیا گیا ہے اور اس آیت میں تلاوت قرآن کو۔ ان میں بڑا فرق ہے۔ پانچواں اعتراض : اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ظن یعنی قیاس و گمان بری چیز ہے اس پر عمل کفار کا طریقہ ہے مگر مقلد لوگ قیاس ظن پر عمل کرتے ہیں (دہلوی) قرآن قطعی یقینی چیز ہے حدیث ظنی ہے حدیث پر عمل کرنا طریقہ کفار ہے (چکڑالوی)۔ جواب : اس کے چند جواب ہم نے اپنی کتاب جاء الحق میں دیئے ہیں ایک یہ کہ یہاں عقائد کا ذکر سے عقیدے کے لئے قطعی دلیل وحی الہی لازم

ہے کہ اس پر کفر و اسلام کا مدار ہے مسائل قسبہ عملی چیزیں ہیں ان پر عمل ظنی دلیل سے بھی ہو سکتا ہے دوسرے یہ کہ یہاں ظن سے مراد دلیل ظنی نہیں بلکہ وحی الہی اور قول رسول کے خلاف اپنے اٹکل پچواندازے و تخمینے ہیں وہ واقعی کفر ہیں اسے فقہاء کے قیاس سے کوئی تعلق نہیں، رب تعالیٰ فرماتا ہے لولا اذ سمعتموه ظن المؤمنون والمومنات بانفسهم یہاں ظن یعنی نیک گمان کا حکم دیا گیا۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے سب کو ہدایت نہ دی، مگر دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نے سارے عالم کو ہدایت دی۔ جواب: وہاں ان آیات میں ہدایت سے مراد ہے راہ دکھانا وہ ہدایت سب کی دی گئی یہاں ہدایت سے مراد ہے ایمان کی توفیق دینا وہ ہر ایک کو عطا نہیں ہوتی جس پر کرم ہوا ہے ہی ملتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ: کلام ایک ہوتا ہے مگر بولنے والے منہ مختلف ایک کلام اچھے منہ سے نکلے تو ایمان بن جاتا ہے، وہی کلام برے منہ سے نکلے تو کفر ہوتا ہے اس آیت کریمہ میں بالکل ایک ہی کلام دو جگہ ارشاد ہوا ایک تو لو شاء لہذا کم اجمعین اللہ چاہتا تو ہم شرک نہ کرتے اور اللہ چاہتا تو سب کو ہدایت دے دیتا مگر کفار نے کماؤہ کافر رہے بلکہ ان کا کفر اور بڑھ گیا رب نے اپنے محبوب سے یہ ہی کلام کہلوایا وہ عین ایمان ہوا کلام کا وزن زبان سے ہوتا ہے، صوفیاء فرماتے ہیں یہی حل ہے ظن کا کافر کا ظن کفر ہے، مومن کا ظن ایمان ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا کی ہر چیز اللہ کی دلیل اللہ کی معرفت کا ذریعہ ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجت بالغہ ہیں جو دل میں اتر جاتے ہیں ایمان جان دماغ میں پہنچ جاتے ہیں اور ساری دلیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ مدعی تک پہنچاتی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی حجت ہیں کسی کے حق میں کسی کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومن کے ایمان کی اس کے اعمال کی اس کی نیت کی حجت ہیں۔ کافر کے کفر منافقین کے نفاق پر حجت ہیں دیکھو منافقین نے کہا نشہد انک لمرسول اللہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں بات کتنی سچی ہے مگر رب نے فرمایا ان المنافقین لکاذبون منافق جھوٹے ہیں یہی کلمہ نیک نیتی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ لیا گیا جائے تو انسان مومن بن جائے یہی بات صدیق اکبر نے کسی وہ کس درجہ پر پہنچے اولیاء اللہ علامہ ابن نے یہی بات کہی وہ بڑے رتبہ پا گئے جس کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجت ہیں اس کی ہر بات ترقی درجات کا باعث ہے جس پر اور جس کے خلاف حضور صلی اللہ علیہ وسلم حجت ہیں اس کی ہر بات درکات یعنی جنہی طبقوں کا ذریعہ ہے۔

قُلْ هَلْ شَهِدَآءُكُمْ الَّذِينَ يَشْهَدُونَ أَنَّ اللَّهَ حَرَّمَ هَذَا إِنْ شَهِدُوا

یہ کہنے کے لئے گواہ اپنے وہ جو کہ گواہی دیں کہ تحقیق اللہ نے حرام فرمایا انہیں پس اگر گواہی دے تم فرماؤ وہ اپنے وہ گواہ جو گواہی دیں کہ اللہ نے اسے حرام کیا پھر اگر وہ گواہی دے

وَأَفَلَا تَشْهَدُ مَعَهُمْ وَلَا تَتَّبِعْ أَهْوَاءَ الَّذِينَ كَذَبُوا بآيَاتِنَا وَالَّذِينَ لَا يُؤْ

دین دے پس نہ گواہی دینا آپ ساتھ ان کے اور نہ اتباع کرو تم خواہشات کی ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا۔ پیچھے تو اسے سننے والے ان کے ساتھ گواہی دینا اور انکی خواہش کے پیچھے نہ چلنا جو ہماری

مِنُونِ بِالْآخِرَةِ وَهُمْ يَرْجُمُوعِدُونَ ﴿١٥﴾

آیتوں کو ہماری اور انکی جو نہیں ایمان دے آخرت پر اور وہ ساقہ رب اپنے کے برابر کی کرتے ہیں۔

آئیں جھڑتے ہیں اور جو آخرت پر ایمان نہیں لاتے اور اپنے رب کا برابر والا ٹھہراتے ہیں۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیت میں کفار عرب سے مذکورہ بالا جانوروں کے حرام ہونے پر عملی دلیل مانگی گئی جس سے ان کی حرمت ثابت ہو اس میں وہ ناکام رہے تو اب ارشاد ہوا کہ اچھا تم کوئی گواہ ہی لاؤ جو اس حرمت کی درست گواہی دے تم کو وہ بھی نہ ملے گا تمہارے گواہ بھی انکل پچو گواہی دیں گے گویا ثبوت مدعی کے دو ذریعوں میں سے ایک کا ذکر پہلے ہوا یعنی دلائل دو سرے کا ذکر اب ہے یعنی گواہ۔ دو سرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ یہ لوگ صرف تخمینہ اندازہ سے ہی اس حرمت کے قائل ہیں اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان کے پاس اس حرمت کا کوئی سچا گواہ بھی نہیں گویا پہلے ان کے علم کی نفی کی گئی اب ان کے دعویٰ پر گواہ کی نفی ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا کہ جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں وہ نہایت صحیح اور پختہ بات ہے جس پر مضبوط دلائل قائم ہیں فللہ العجبۃ البالغۃ اب ارشاد ہے کہ کفار کے دعوؤں کی علمی دلیل تو کیا ہوتی ان کے پاس تو کوئی ٹھکانے کا گواہ بھی نہیں ہے گویا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دعوے کی پختگی بیان فرمانے کے بعد کفار کے دعویٰ کی کمزوری ارشاد ہو رہی ہے۔

تفسیر : قل ہلم شہداء کم قل میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اور روئے سخن انہیں کفار کی طرف ہے جو مذکورہ بالا جانوروں بحیرہ، سائبہ وغیرہ کو یا تو مطلقاً حرام کہتے تھے یا ان کی حلت میں پابندی لگاتے تھے کہ مردوں کو حلال عورتوں کو حرام ہلم اور ہا تھا دونوں کے معنی ہیں لاؤ پیش کرو حاضر کرو یہ اسم فعل ہے معنی امر قوی یہ ہے کہ علم ایک ہی لفظ ہے جو واحد مشبہ جمع نہ کر مومن سب کے لئے بولا جاتا ہے دیکھو یہاں تمام کفار سے خطاب ہے مگر ہلموا نہیں فرمایا اور یہ دونوں اسماء افضل کی طرح مبنی ہیں بعض نحویوں نے فرمایا کہ علم میں ضمیریں لگائی جائیں گی یعنی حلم، حلما، حلمو، حلمات، حلماتا، حلمن۔ غلیل نحوی کہتے ہیں کہ علم ایک لفظ نہیں بلکہ یہ بنا ہے حالولہ سے حا کے معنی ہیں خبردار اور ائمہ کے معنی ہیں جمع کرو یا قریب کرو۔ عرب کہتے لمعتہ اسے قرب حاصل ہے۔ بعض نحوی کہتے ہیں کہ یہ اصل میں حل اور ام تھا حل معنی کیا اور ام معنی قصد و ارادہ مگر پہلی بات قوی ہے (تفسیر کبیر، معانی، رضی) شہداء جمع ہے شہید کی معنی گواہ یا حاضر یا پسندیدہ سردار محبوب کو بھی شہید کہہ دیتے ہیں کہ وہ محبین کے دلوں میں حاضر رہتے ہیں یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں اس کی تحقیق ہم پارہ الہم، وادعوا شہداء کم من دون اللہ میں کر چکے ہیں۔ یہاں اس سے مراد کفار کے وہ سردار یا جرگی پنڈت وغیرہ ہیں جن کے کہنے پر یہ لوگ ان جانوروں کو حرام سمجھتے تھے اور ہو سکتا ہے کہ ان سے مراد یہودیوں، عیسائیوں کے وہ پوپ پادری ہوں جو اسلام دشمنی میں مشرکین مکہ کی پیٹھ ٹھونکتے ان کی حمایت کرتے ان کے غلط عقیدوں غلط کاموں کی تائید کرتے تھے انہیں مسلمانوں کے خلاف دلائل سکھا کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کے پاس بھیجتے تھے اور کہتے تھے ہنولاء اہدی من الذین امنوا تب آیت بالکل ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ ہجرت سے پہلے پوپ پادری مسلمانوں سے مدبر کی جنگ میں لگے رہے بعد ہجرت شمشیر کی جنگ میں مصروف ہو گئے یعنی آپ ان خطرات سے فرما دیں کہ تم تو نرم جاہل ہو اپنے سرداروں، علم

تو بنا ہے عدل سے معنی برابری تو اس کا مفعول پوشیدہ ہے۔ یعنی یہ کفار اپنے بتوں اپنے سرداروں کو اللہ تعالیٰ کے برابر کر دیتے ہیں اس طرح کہ ان کی عبادت کرتے ہیں حرام و حلال کا انہیں مستقل مالک مانتے ہیں رب تعالیٰ کی طرح اور نظام عالم میں انہیں دخل مانتے ہیں یا انہیں رب تعالیٰ کے بیٹے بیٹیاں مانتے ہیں یا اللہ تعالیٰ کو ان بتوں کے برابر کر دیتے ہیں کہ رب تعالیٰ کو ان کا حاکم مانتے ہیں کہ ان بتوں کے بغیر اس کا کام چل سکتا ہی نہیں یا یہ بنا ہے عدول سے معنی علیحدہ ہونا دور ہونا تو ہوسم کی ب معنی من ہے یعنی یہ کفار اپنے رب کی عبادت سے اس پر ایمان لانے سے عدول کرتے ہیں اس سے ہٹے ہوئے ہیں کہ اسے چھوڑ کر دوسروں کی عبادت اطاعت سے اس پر ایمان لائے یہ کہ ان میں تین عیب ہیں اللہ کی آیتوں کو جھٹلانا، آخرت پر ایمان نہ رکھنا، رب کے بندوں کو رب کے برابر سمجھنا اے مسلمان تو ایسوں کی اتباع نہ کر۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم یہ کفار ان جانوروں کی حرمت پر علمی دلیل تو قائم نہیں کر سکے اور نہ کر سکیں گے تو آپ ان سے فرمادو کہ اچھا جب ہمارا یہ مطالبہ تم پورا نہ کر سکے تو کوئی اپنا گواہ ہی لاؤ۔ جو قابل قبول گواہی تمہارے حق میں دے کہ فلاں نبی کی فلاں آسمانی کتاب میں یہ لکھا ہے یا فلاں نبی نے یہ فرمایا تھا کہ یہ جانور حرام ہیں اللہ تعالیٰ نے انہیں فلاں پیغمبر کی معرفت حرام فرمایا ہے وہ یہ بھی نہ کر سکیں گے لیکن اے مسلمان شاید ان کے سردار تیرے سامنے آکر الٹی سیدھی گواہی دے دیں کہ انہیں تو ہمارے باپ دادا سے حرام سمجھتے آئے ہیں ہمارا صدیوں سے یہ عقیدہ چلا آ رہا ہے سارا عرب ان باتوں کا قائل ہے کیا وہ لوگ بے وقوف ہیں تم ہی چند لوگ اب نئے عقلمند پیدا ہوئے تو اے مومن نہ تو تو ان کی ہاں میں ہاں ملانا نہ ان کی حملیت میں کوئی لفظ بولنا نہ کسی عضو کو حرکت دینا اور نہ دل سے ان کی نفسانی باتوں کی پیروی کرنا کہ ان کے متعلق تجھے شبہ ہو کہ شاید یہ لوگ سچے ہیں یہ کفار وہ ہیں جنہوں نے ہماری آیات قرآنیہ کو یا محبوب کے فرمانوں کو یا ان کے معجزات یا ان کی ذات کریمہ کو جھٹلایا یہ لوگ آخرت پر ایمان نہیں لائے مرنے کے بعد انھنے حساب دینے سے اجزا پانے کے انکاری ہیں اور بڑی بات یہ ہے کہ یہ میرے بندوں یعنی اپنے معبودوں یا اپنے سرداروں کو میرے برابر سمجھتے ہیں کہ قرآن کریم کے احکام ہوتے ہوئے ان کی نفسانی خواہشوں کی پیروی کرتے ہیں تم میرے نبی کے متبع ہو تم ان کے پاس کیوں جاؤ۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چاند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : جس چیز کی حرمت اللہ رسول کے فرمان سے نہ کھائی جاسکے وہ حلال ہے یہ اسلام کا قانون کلی ہے۔ یہ فائدہ ہلم شہداء کہہ سے حاصل ہوا کیونکہ شہدائے مراد کتاب الہی کی آیات پیغمبروں کے فرمان ہیں نہ کہ خود ان کی اپنی بکواس اور فانی شہدوا سے مراد ہے ان کا اپنے گمان و قیاس سے حرام کہہ دینا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا وہاں دیکھو۔ دوسرا فائدہ : جھوٹے کا جھوٹ ظاہر کرنے سے شرمندہ کرنے کے لئے اس سے گواہی مانگنا دلائل کا مطالبہ کرنا بالکل جائز ہے۔ یہ فائدہ بھی ہلم شہداء کہہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ : جھوٹے کی تصدیق کرنا اس کی وکالت کرنا اس کی جھوٹی گواہی دینا اس کے جھوٹ پر بے شک کتنا خوشی کا اظہار کرنا تصدیق کے لئے سربلانا سب ہی حرام ہے۔ یہ فائدہ فلا تشہد معہم سے حاصل ہوا بلکہ اگر ہو سکے تو اسے جھٹلا دے یا وہاں سے ہٹ جائے رب فرماتا ہے فلا تقعد بعد الذکری مع القوم الظالمین۔ گنہگار کو گناہ پر مدد دینا بھی گناہ ہے۔ چوتھا فائدہ : کفار کو اپنا پیشوا سردار بنانا ان کے احکام کو حق جان کر ماننا بلا ضرورت ان کی فرمانبرداری کرنا حرام ہے یونہی ان کی خلاف شرع باتوں پر عمل کرنا حرام ہے الا بالضرورة یوں ہی ان کے قوانین کو اسلامی قوانین کے مقابلہ میں دیکھنا کفر ہے یہ فائدہ ولا تتبع

اھواء النین کنوا سے حاصل ہوا مثلاً "اسلامی قانون ہے چور کے ہاتھ کاٹنا کفار کا قانون ہے اسے جیل میں رکھنا جو کہے کہ ہاتھ کاٹنا برا ہے فطرت کے خلاف ہے ظلم ہے قید کرنا ہی اچھا ہے وہ کافر مطلق ہے کہ قرآن مجید کے حکم کا انکاری ہے پانچواں فائدہ: کفار کی خواہشات نفسانی ہوتی ہیں ان کی پیروی حرام ہے نبی کی خواہش رب کی طرف سے ہوتی ہے یعنی رحمتی اس کی اطاعت ضروری ہے دیکھو یہاں ارشاد ہوا اھواء النین کنوا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا گیا وما ينطق عن الهوى ان هو الا وحى يوحى۔ چھٹا فائدہ: مشرکین کا شرک یہ ہے کہ وہ رب کے بعض بندوں کو اللہ کے برابر سمجھتے ہیں یا اس طرح کہ انہیں اتنا اونچا کرتے ہیں کہ خدا سے ملا دیتے ہیں یا اس طرح کہ خدا تعالیٰ کی شان کو گھٹا کر بندوں کے برابر کر دیتے ہیں۔ یہ فائدہ ہر ہم معلوم سے حاصل ہوا اس برابری کے بغیر شرک ہو سکتا ہی نہیں۔ دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے کہ کفار اپنے بتوں سے قیامت میں کہیں گے اذ نسوہکم رب العالمین یہ بات خیال میں رہے کہ آج وہابی مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہتے ہیں یہ غلط ہے۔ یا رسول اللہ کما تو اسے مشرک کہہ دیا یا نبی یا ولی کو۔ عطائے الہی علم غیب مانگو شرک کہہ دیا یہ شرک ہے کہ گاجر مولیٰ اس کی تحقیق ہمارے رسالہ اسلام کی چار اصولی اصطلاحیں ہیں مطالعہ فرماؤ۔ ساتواں فائدہ: جو کوئی قیامت کو تو مانے مگر وہاں کے حساب و کتاب سزا جزا کو نہ مانے وہ درحقیقت قیامت کا انکاری ہے قیامت کو اس طرح مانو جس طرح پیغمبر نے فرمایا۔ یہ فائدہ لا یومنون بالآخرة سے حاصل ہوا کیونکہ بہت سے کفار مکہ قیامت کے قائل تھے مگر انہیں اس کا انکاری قرار دیا گیا۔ آٹھواں فائدہ: آج جو لوگ بتوں کے نام پر چھوٹے ہوئے جانوروں کو حرام کہتے ہیں اگرچہ وہ اللہ کے نام پر ہی ذبح ہو جائیں اور اس کے لئے آیت کریمہ وما اهل به لغیر اللہ پڑھتے ہیں وہ درحقیقت ان کفار کی حمایت کرتے ان کی گواہی دیتے ہیں اور قرآن مجید کی غلط تفسیر کر کے ان کے اس عقیدے کی تائید کرتے ہیں وہ اس آیت سے عبرت پکڑیں فان شهدوا فلا تشهدہم۔

پہلا اعتراض: کفار سے ان جانوروں کی حرمت پر گواہ کیوں مانگے گئے وہ تو اپنے سرداروں کو پیش کر کے کہلو سکتے تھے کہ ہاں واقعی یہ جانور حرام ہیں چوروں کے یا اگر وہ کٹ دیکھو یہاں شہداء کم فرمایا گیا یعنی کفار کے سردار و غیر ہم۔ جواب: اس کا جواب تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں گواہوں سے وہ گواہ مراد ہیں جو کلام الہی یا تعلیم پیغمبر سے ان کی حرمت ثابت کریں صرف اپنے منہ سے ان کی تصدیق نہ کر دیں یہ کام تو وہ کفار بھی کر چکے تھے شہداء کم فرما کر یہ بتایا کہ تم وہ گواہ لاؤ جن پر تم کو اعتماد بھروسہ ہو وہ صحیح گواہی دیں کتاب و قول پیغمبر کی روشنی میں۔ دوسرا اعتراض: یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ کیوں فرمایا گیا کہ آپ ان سردار ان کفار کے ساتھ گواہی نہ دیں کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایسی گواہی دے سکتے تھے یہ تو ناممکن تھا۔ جواب: تحقیق تو یہی ہے کہ لا تشہد میں خطاب مسلمان سے ہے اور لا تشہد سے مراد ہے زبانی یا کسی حرکت سے ان کی تائید کرنا جیسے یا جی ہاں کہہ دینا یا ان کی باتوں پر خوشی سے ہنس دینا یا تائید کے لئے سر ہلاتا وغیرہ اور اگر خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی ہو تب بھی سنا مقصود ہے مسلمانوں کو۔ تیسرا اعتراض: شہادت اور اتباع میں کیا فرق ہے اور لا تشہد کے بعد لا تتبع کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: شہادت سے مراد ہے قول یا عمل سے یا کسی عضو کی حرکت سے کفار کی تائید کرنا اتباع سے مراد ہے دل سے ان کی باتیں حق جاننا۔ ان کے برحق ہونے کا شبہ کرنا لہذا دونوں چیزیں علیحدہ ہیں۔ چوتھا اعتراض: مسلمان تو کبھی کفار کی گواہی دے ہی نہیں سکتے نہ ان کی خواہشات کی اتباع کر سکتے ہیں پھر ان سے کیوں فرمایا فلا تشہد اور لا تتبع اھواء ہم اس سے

فائدہ کیا ہے۔ جواب: اللہ تعالیٰ علام الغیوب ہے وہ جانتا تھا کہ آخری زمانہ میں بعض توحیدیہ عالم نما قرآن کے ذریعہ کفار کے اس عقیدے کی تائید کریں گے کہ بتوں کے نام پر زندہ چھوٹے ہوئے جانور بحیرہ سائبہ یا سائڈ (بجارج) وغیرہ حرام ہیں اور اس کی تائید قرآن مجید کی آیت وما اهل به لغیر اللہ سے کیا کریں گے ان کا منہ بند کرنے کے لئے فرمایا کہ اے مسلمانو تم بھول کر بھی ان کفار کی گولہی کی تائید ان کی خواہش نفسانی کی اتباع نہ کرنا ان جانوروں کو حرام نہ کہتا اهل به لغیر اللہ کی غلط تفسیر نہ کرنا وہ جانور مراد ہیں جو غیر خدا کے نام پر ذبح کئے جائیں زندگی میں کسی کے نام پر پکارے جائیں اس کا اعتبار نہیں پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ کفار اپنے بتوں کو رب کے برابر کر دیتے ہیں مگر دوسری جگہ قرآن ہی فرماتا ہے کہ اگر تم کفار سے پوچھو کہ آسمان و زمین کا خالق و مالک کون ہے بارش کون برساتا ہے روزی کون دیتا ہے تو وہ کہیں گے۔ لیقولن اللہ جب وہ رب تعالیٰ کو خالق مالک رازق مانتے ہیں سارے بندوں کو مخلوق، مملوک، مرزوق، پھر برابری کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: ہم نے اس اعتراض کا نہایت تفصیلی جواب اپنی کتاب علم القرآن میں دیا ہے یہاں مختصراً اتنا سمجھ لو کہ بعض مشرکین عرب فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مانتے تھے اور اولاد باپ کی ہم جنس اس کی برابر ہوتی ہے بعض مشرکین دو خالق مانتے تھے خیر کا خالق یزدان شر کا خالق اہمن بعض مشرکین کا خیال تھا کہ اللہ تعالیٰ عالم کو پیدا کر کے تھک گیا اب اس کو نظام چلانے کی سکت نہ رہی یہ کام ہمارے بت کر رہے ہیں جن کے رد میں رب نے فرمایا لم یعی یخلقھن اور فرمایا وما مسنا من لغوب یہ تمام عقیدے اللہ تعالیٰ سے برابری کرنے کے ہیں اس کی پوری تحقیق علم القرآن میں دیکھو۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے حرام چیزوں کو حرام جاننا فرض ہے انہیں حلال سمجھنا کفر ہے ایسے ہی حلال قطعاً کو حلال ماننا فرض ہے حرام سمجھا کفر ہے جیسے معرغذائیں انسان کی صحت بگاڑتی ہیں ان سے طیب منع کر دیتے ہیں مفید غذائیں کھانے کا حکم دیتے ہیں ایسے ہی حرام غذائیں انسان کی روحانیت بگاڑ دیتی ہیں اور طیب و حلال غذائیں روحانی قوت بخشی ہیں اس لئے قرآن کریم نے فرمایا کلاوا من طیبات ما رزقناکم اس لئے ان آیات میں مذکورہ حلال جانوروں کو حرام سمجھنے کی پرزور مذمت کی گئی اللہ رسول کے حکم کے سامنے اس کے مقلد کسی کا حکم ماننا اور حقیقت اسے خدا یا رسول ماننا ہے سلامتی کا راستہ یہ ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے یوں ہی بعض افعال و اعمال برے ہیں جو انسان کی فطرت بگاڑ دیتے ہیں اس میں غفلت پیدا کر دیتے ہیں وہ طریقت میں سور مردار کی طرح حرام ہیں اچھے اعمال دل میں بیداری و رقت آنکھوں میں آنسو جگر میں گداز پیدا کرتے ہیں وہ اللہ کی نعمتیں ہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ جسمانی حلال غذائیں تھوڑی کھاؤ پیٹ بہت نہ بھرو ورنہ بیمار ہو جاؤ گے یا شاعر کہتا ہے۔

آں مکیں کہ در حکمت سفت کل قیلا نقش کثیرا گفت
تھوڑا کھاؤ زیادہ جیو گے شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

ندار زن پرور اگهی کہ پر معده باشد حکمت نمی
مگر یہ روحانی غذائیں جتنی زیادہ استعمال کرو اتنی ہی اچھا ہے۔

حاجت نیست مرا سیراز آب حیات ضاعت علی کل زمان عطش

marfat.com

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے جسمانی زندگی کے حفاظت کے لئے سانپ کچھ زہر اور منتر صحت غذاؤں سے بچنا ضروری ہے۔ مفید چیزیں استعمال کرنا لازم ہے اگرچہ یہ سب چیزیں اللہ کی مخلوق ہیں ایسے ہی ایمانی زندگی کے لئے بے دنیوں اور بے دینی غفلت پیدا کرنے والی چیزوں سے احتیاط مفید ایمان اور بیداری پیدا کرنے والی چیزوں کا اختیار کرنا لازم ہے سارے انسان ہیں تو اللہ کے بندے مگر ان میں سے بعض ہوئی والے ہیں بعض بدئی والے بعض خدا والے ہوئی والوں سے بچو حدی والوں کی صحبت اختیار کرو خدا والوں کی خاک قدم بنو اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاؤ گے لہذا ارشاد ہو اولا تتبع اہواء النین کنہوا اور حدی والوں کے متعلق ارشاد ہو اولا تبع سبیل من اغاب الی کچھ رشتے جوڑنے کچھ توڑنے سے جسمانی زندگی قائم ہے اور ایمانی زندگی بھی۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبِّيَ عَلَیْكُمْ اَلَا تَشْرِكُوْا بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَا

فرمائیے آؤ تلاوت کروں میں وہ چیزیں جو حرام ہیں رب نے تمہارے اور ہر ایک کے کسی چیز کو اور ساتھ تم فرماؤ۔ میں تمہیں پڑھ کر سنوں جو تم پر تمہارے رب نے حرام کیا کہ اس کا کوئی شریک نہ کرو اور ماں

نَا وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ نَّحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاٰیٰتُهُمْ وَلَا تَقْرُبُوا الْفَوَاحِشَ

ماں باپ کے ممان کرو اور نہ مارو اپنی اولاد کو تھکائی کے وجہ سے ہم رزق دیں گے تم کو اور ان کو اور نہ قریب جاؤ باپ کے ساتھ بھلائی کرو اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو نفسی کے باعث ہم نہیں اور انہیں سب کو رزق دیں گے

حِشٍّ مَّا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنٌ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ الْاَبَا

نفس باتوں کے وہ جو ظاہر ہیں ان میں سے اور وہ جو چھپی ہوئی ہیں اور مت قتل کرو اس ذات کو کہ حرام کیا اللہ اور بے حیائیوں کے پاس نہ جاؤ جو ان میں کھل ہیں اور جو چھپی اور جس جان کی اللہ نے حرمت رکھی ہے

لِحَقِّ ذٰلِكُمْ وَضَعْتُ لَیْسَ لَکُمْ تَعْقُوْنَ ۝۱۵۱

نے مقرر فرمایا ہے۔ وہ میں کہ و نیت کہ تم کو جس کی تاکہ تم قتل رکھو

اسے ناحق نہ مارو یہ نہیں حکم نہ مایا ہے کہ تمہیں قتل ہو۔

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں جسمانی حرام و حلال غذاؤں کا ذکر تھا اب روحانی حرام و حلال غذاؤں یعنی برے اعمال کا تذکرہ ہے گویا دو غذاؤں میں سے ایک قسم کی غذا کے ذکر کے بعد دوسری قسم کی غذا کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں کفار عرب کے جھوٹے ادعائی تقویٰ کی تردید تھی یعنی حلال چیزوں سے پرہیز اب سچے تقویٰ کا ذکر یعنی حرام چیزوں سے پرہیز کرنا حلال چیزیں استعمال کرنا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں مسلمانوں کو کفار کی خواہشات نفسانیہ سے بچنے کا تاکید حکم دیا گیا۔ ولا تتبع اہواء النین الخ اب ان کی انہیں خواہشات کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے۔ مع تردید کے گویا اصل کے بعد تفصیل کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا کہ کفار کے اعمال کے عقائد باطلہ برے اعمال خراب معاملات کا

ذکر ہے جس سے ان کی حکم عدولی ثابت ہوتی ہے گویا پچھلی آیت میں ایک دعویٰ تھا اس آیت میں اس دعویٰ کی دلیل ہے پھل پھول سے جڑ کا پتہ لگتا ہے معاملات، عبادات ظاہری اعمال سے دل کا پتہ لگتا ہے۔

تفسیر: قل تعالوا قل میں خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے بعض باتیں ایک آدمی سے ہی کہی جاتی ہیں بعض باتیں ایک جماعت سے بعض باتیں لاؤڈ سپیکر پر ساری بستی سے کی جاتی ہیں اور بعض باتیں ریڈیو اسٹیشن پر بیٹھ کر ساری دنیا سے اس طرح حضور انور کی بعض راز کی باتیں خاص دوستوں سے ہوئیں بعض ازواج پاک سے بعض صحابہ کرام اور بعض باتیں نبوت کے ریڈیو اسٹیشن پر تشریف رکھ کر ساری دنیا سے بلکہ تاقیامت آنے والوں سے یہاں جو قل فرمایا گیا اس میں روئے خن تاقیامت سارے انسانوں سے ہے اس لئے یہاں کسی خاص جماعت کا ذکر نہیں قل للمؤمنین یا قل لا زواجک وغیرہ نہیں فرمایا گیا تعالوا بنا ہے علو سے معنی بلندی اس کا مصدر ہے تعال یعنی بلندی پر چڑھنا تعالو کے معنی ہوئے لو پر چڑھ آؤ اب مطلقاً آؤ کے معنی دیتا ہے معنی ہلموا اس فرمان عالی میں اشارة فرمایا گیا کہ میں اخلاق حمیدہ کے اعلیٰ درجہ پر ہوں تم بد اخلاقی کے گڑھے میں گرے ہو میں تم کو نیچے سے اٹھانے اور پہنچانے کی دعوت دینے آیا ہوں فرماتا ہوں کہ اوپر چڑھو۔ (تفسیر صلی) خیال رہے کہ اللہ کے دروازے یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے ہر جگہ ہر وقت ہیں اور کھلے ہوئے ہیں اس لئے یہاں یہ نہ فرمایا کہ تم فلاں جگہ میرے پاس آؤ اگر سورج کے پاس آنا ہے تو آؤ کو پھاڑ کر اس کی شعاعوں میں آ جاؤ اگر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہونا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف دلی اخلاص سے متوجہ ہو جاؤ اذ ظلموا انفسہم جانو وک اتل ما حرم علیکم اس عبارت میں بلانے کا مقصد بیان فرمایا گیا یعنی میرے پاس اوپر آؤ تاکہ میں تم کو تعلیم دوں اتل بنا ہے تلاوۃ سے جس کا مادہ ہے تلو معنی پیچھے اس لئے پیچھے والے کو تلی کہتے ہیں قرأت کو تلاوت اس لئے کہتے ہیں کہ پڑھنے والا عبارت کو پڑھتا جاتا ہے آگے بڑھتا جاتا ہے پڑھے ہوئے کو پیچھے چھوڑتا جاتا ہے اب کسی عزت والی چیز کو پڑھنے کو تلاوت کہا جاتا ہے جیسے تلاوت قرآن مجید تلاوت دلائل الخیرات بعض باتیں کہی جاتی ہیں جیسے گالی بکنا، بعض باتیں کہی جاتی ہیں جیسے عام روزمرہ کی باتیں بعض فرمائی جاتی ہیں جیسے وعظ سنانا بعض باتیں پڑھی جاتی ہیں جیسے کتاب پڑھنا مگر بعض باتیں تلاوت کی جاتی ہیں جیسے اللہ کی باتیں، قرآن مجید یا نبی کی باتیں جیسے حدیث شریف یا ردود شریف یا دلائل الخیرات وغیرہ یہاں آخری قسم کی باتیں مراد ہیں لہذا اتل ارشاد ہوا ما موصولہ ہے جس سے اکل دس مذکورہ چیزیں مراد ہیں۔ حرم سے مراد ہے قرآن کریم میں حرام فرمائیں یا پچھلی آسمانی کتب میں حرام فرمائیں یا از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کرام کے دینوں میں حرام فرمائیں کیونکہ یہ دس احکام جو یہاں مذکور ہیں تمام دینوں میں جاری رہے کسی دین میں ان کے خلاف احکام نہ تھے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ سورۃ انعام میں بعض ایسی محکم آیات ہیں جو کسی دین میں منسوخ نہ ہوئیں اور آپ نے یہ آیت کریمہ تلاوت فرمائی اور ہو سکتا ہے کہ علیکم میں خطاب سارے انسانوں سے ہو کیونکہ یہ احکام سب پر ہی جاری ہیں بہر حال ما حرم و حکم کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ جو از آدم تا حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں تمام کتابوں تمام صحافیوں کی تعلیم میں حرام رہیں وہ میں تم کو بتاؤں دوسرے یہ کہ اس سے قرآن کی محرمات مراد ہوں یعنی جو چیزیں قرآن میں حرام کیں وہ تم کو بتاؤں ان لا تشرکوا بہ شہنا یہاں سے ما حرم کا بیان شروع ہوا خیال رہے کہ شرک نہ کرنا حرام نہیں بلکہ شرک کرنا حرام ہے شرک سے بچنا تو واجب و فرض ہے۔ لہذا

ان کو نبی کے صیغوں سے ارشاد فرمایا کہ نبی سے ہی حرمت ثابت ہوتی ہے یعنی رب نے ان چیزوں کو حرام فرمایا۔ اس طرح کہ فرمایا یہ کام نہ کرو شرک کے معنی ابھی ہم بیان کر چکے ہیں کہ کسی چیز کو رب تعالیٰ کے برابر کرنا یا رب کو کسی چیز کے برابر سمجھنا شرک ہے بعض مشرکین ستاروں کو بعض اپنے بتوں کو بعض فرشتوں کو بعض جنات کو رب کے برابر سمجھتے تھے اور بعض لوگ اپنے پوپ پادریوں کو حرام و حلال کا مالک سمجھ کر رب تعالیٰ کے مقابلے میں ان کی اطاعت کرتے تھے اس لئے شہنا فرمایا گیا اس ایک کلمہ میں سب کی پرزور تردید ہو گئی چونکہ شرک و کفر اکبر الکبائر ہیں یعنی تمام بڑے گناہوں سے بڑھ کر گناہ اس لئے پہلے اس کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ شرک کی تین تفسیریں ہیں۔ ایک تفسیر جہلانہ دو سری علمانہ تیسری عاشقانہ تفسیر جہلانہ تو وہ ہے جو آج کل عموماً لوگ کرتے ہیں کہ خدا کے سوا کسی کو پکارنا شرک ہے کسی سے مدد مانگنا شرک ہے کسی کو علم غیب یا حاضر ناظر ماننا وغیرہ یہ محض باطل ہے تفسیر علمانہ یہ ہے کہ کسی کو رب کے برابر ماننا یا رب کو بندے کے برابر ماننا شرک ہے ان دو باتوں کے سوا شرک نہیں ہوتا تفسیر عاشقانہ یہ ہے کہ خدا کے سوا کسی کو مقصود بنانا شرک ہے حتیٰ کہ جنت کے لئے نماز پڑھنا بھی شرک ہے لا الہ الا اللہ اللہ کے سوا کوئی مقصود نہیں والواللین احسانا یہ عبارت معطوف ہے الا تشرکوا پر یہاں بھی وہی قلعہ استعمال ہوا کہ ماں باپ سے اچھا سلوک کرنا حرام نہیں وہ تو واجب ہے بلکہ اس کا عکس یعنی بد سلوکی کرنا یہ حرام ہے یہاں حرام چیز کو التزاماً بیان فرمایا گیا ہے قرآن مجید میں والد باپ کو کہا جاتا ہے والدہ ماں کو اور والدین ماں باپ کو مگر لفظ اب باپ و اما چچا سب کو کہا جاتا ہے یونہی ام ما ثلثی وادی حتیٰ کہ خالہ اور دودھ کی ماں سب کو بولا جاتا ہے حرمت علیکم امہا تکم اسی طرح وامہا تکم النی اوضعکم وغیرہ اس پر شہد ہیں احسان بننا ہے حسن سے معنی بھلائی یہاں جانی ملی خدمت یونہی ان کی تعظیم و توقیر غرضیکہ ہر قسم کا اچھا سلوک اس میں داخل ہے حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ احسان سے مراد ان کے ساتھ بھلائی کرنا ہے احترام سے چنانچہ انہیں تیز اور غصہ کی نظر سے نہ دیکھے جواب سخت نہ دے ان پر آواز اونچی نہ کرے ان کے سامنے ایسا رہے جیسے غلام اپنے مولا کے سامنے رہتا ہے کیونکہ دنیا کی تمام نعمتوں میں باپ ماں بڑی اعلیٰ نعمت ہیں اس لئے رب تعالیٰ نے اپنی عبادت کے ساتھ والدین سے احسان کا ذکر فرمایا الا تعبدوا الا اماہ و بالواللین احسانا۔ خیال رہے کہ ماں باپ کے ساتھ سلوک کا حکم دیا گیا اطاعت کا حکم نہ دیا گیا کیونکہ ان کے ساتھ سلوک تو بہر حال کرے مگر ان کی اطاعت مطلقاً نہ کرے بلکہ جائز احکام کی اطاعت کرے ناجائز احکام میں اطاعت ہرگز نہ کرے رب فرماتا ہے وان جاہداک علی ان تشوک فی مالہن لک بہ علم لالا قطعہما ہر حکم کی اطاعت تو صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی واجب ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم اگر قرآن مجید کے بھی خلاف ہو تب بھی اس کی اطاعت ضروری ہے جیسے حضرت علی کے لئے جناب فاطمہ زہرا کی موجودگی میں دو سرے نکاح سے ممانعت یا ابو خزیمہ ایک کی گواہی دو کی برابر غرضیکہ احسان اور اطاعت میں بڑا فرق ہے ولا تقتلوا اولادکم من املاق یہ عبارت معطوف ہے و بالواللین لئلا یفرقوا یہ تیسرا حکم ہے یہاں بھی وہی قلعہ ارشاد ہوا ہے کہ لولاک قتل کرنا حرام ہے اس سے بچنا اور قتل نہ کرنا واجب ہے۔ یہاں واجب کا ذکر فرمایا تاکہ اس سے حرام کا پتہ چل جائے لولاک جمع ہے ولد کی ولد مطلقاً لولاک کو کہتے ہیں بیٹا ہو یا بیٹی یونہی پوتا پوتی۔ نو اسنو اسی سبب لولاک میں داخل ہیں مگر ابن صرف بیٹے کو کہتے ہیں بنت صرف بیٹی کو۔ چونکہ فقراء عرب اپنی ساری اولاد کو قتل کر دیتے تھے بیٹا ہو یا بیٹی یہ سمجھ کر کہ ہم خود فقیر ہیں انہیں کہاں سے کھلائیں اس کی یہاں تردید ہے وہاں کے

امیر اور سردار صرف بیٹوں کو قتل کرتے تھے تاکہ جو ان ہونے پر ان پر پیسہ لے کر امیروں سے نکاح کیا جاوے گویا دکانداری تھی یہاں پہلے عمل کی تردید ہے کہ یہ جامع چیز ہے من املاق میں ان کے قتل کی علت کا بیان ہے املاق کے تین معنی ہیں۔ فقیری، دیوالیہ ہونا، فسلا پھیلانا، یہاں پہلے معنی مراد ہیں اور املاق سے موجودہ فقیری مراد ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہوا خشیتہ املاق وہاں آئندہ فقیر ہو جانے کا خطرہ مراد ہے یعنی اپنی اولاد بیٹے بیٹی پوتے پوتی وغیرہم کو موجودہ فقیری کی وجہ سے قتل نہ کر دے کیونکہ نحن نرزقکم وایما ہم چونکہ یہاں موجودہ فقیری مراد تھی اس لئے ان کا ذکر پہلے ہوا اور اولاد کے رزق کا ذکر بعد میں اور خشیتہ والی آیت میں آئندہ فقیر ہو جانے کا اندیشہ مراد تھا اس لئے وہاں ارشاد ہوا۔ نحن نرزقہم وایما ہم یہ فرق خیال میں رہے (معانی) یعنی ہم تم کو بھی ہر قسم کی روزی دیں گے اور تمہارے بچوں کے بھی رازق ہم ہیں تم نہیں ہو رزق کے معنی اور اس کے اقسام پارہ الم وما رزقنا ہم منفقون کی تفسیر میں عرض کئے جا چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ بعض رزق و روزی وہ ہے جس میں انسان کے کسب کو بالکل دخل نہیں محض عطاء ربانی ہے جیسے ہوا، سورج، زمین وغیرہ اور بعض رزق وہ ہے جن میں انسان کے کسب کو دخل ہے۔ انسان انہیں کماتا ہے جیسے روٹی، کپڑا، مکان جسے پنجابی میں کہتے ہیں۔ کھلی، جلی، کھلی، یہاں آخری قسم رزق مراد ہے کہ کفار عرب اس رزق کی تنگی کے خوف سے اپنی اولاد لڑکوں لڑکیوں کو قتل کرتے تھے فرمایا گیا کہ ان رزقوں کے کاسب تم ہو مگر رازق ہم ہیں والا تقریوا الفوا حش ما ظہر منها وما بطن یہ چوتھا حکم ہے یہاں بھی وہی التزامی معنی مراد ہیں کیونکہ زنا وغیرہ کے قریب نہ جانا واجب ہے اور قریب جانا حرام ہے نہ جانے کے وجوب کا ذکر صراحہ فرمایا اور قریب جانے کی حرمت کا ذکر کنایہ۔ فوا حش جمع ہے فاحشہ کی جس کا مادہ ہے فحش بمعنی حد سے بڑھ کر جرم اس سے مراد گناہ کبیرہ بھی ہوتے ہیں اور بے حیائی بے غیرتی کے گناہ بھی اور وہ گناہ بھی جو ہر دین میں حرام رہے ہوں اور وہ گناہ بھی جنہیں عقل بھی برا جانے اور زمانہ بھی سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ زنا مراد ہے چونکہ زنا کی قسمیں بہت ہیں اس لئے فوا حش جمع ارشاد ہوا قریب نہ جانے سے مراد ہے زنا کے اسباب یعنی بے پردگی، عورتوں کا بیچ و کھنا کا سناؤ وغیرہ سب سے دور رہنا عرب کی غریب عورتیں تو علانیہ دو کلن پر بیٹھ کر زنا کراتی تھیں مگر عربی شرفا سے برا سمجھتے تھے خفیہ گھروں میں یا رانہ کے طور پر زنا کا مشغل کرتے تھے۔ پہلے قسم کا زنا ظاہر ہے دوسری قسم کا خفیہ لن دونوں سے ممانعت فرمادی گئی اس کی تفسیر وہ آیت ہے لا تقریوا الزنا انه کان لعاشہ بعض مفسرین نے فرمایا کہ اس سے ہر گناہ کبیرہ مراد ہے۔ جسمانی تو ظاہری گناہ ہے اور جتنی یعنی دل کے باطنی گناہ ہیں۔ ولا تقتلوا النفس التي حوم اللہ یہ چوتھا حکم علی ہے یہاں بھی وہی نکتہ ہے جو پہلے ذکر ہوا کہ قتل نفس سے بچنا فرض ہے اور قتل کرنا حرام قتل سے مراد ہے مطلقاً مارڈالنا خواہ عاردار آلہ سے ہو یا بندوق سے یا زہر سے کرایا کسی اور ذریعہ سے۔ نفس سے مراد ذات انسانی ہے اپنی اولاد کے علاوہ کیونکہ اولاد کے قتل کی ممانعت تو پہلے بیان ہو چکی حرم اللہ سے مراد ہے مومن یا کافر ذمی جو ہماری رعایا ہوں کافر مستامن جو ہمارے ملک میں لن لیکر کچھ روز کے لئے آئیں کہ لن کا قتل حرام ہے رہے حربی کفار جن سے مسلمانوں کی جنگ ہو ان کا قتل تو ثواب ہے قاتل مجاہد غازی ہے اس لئے حرم اللہ کی قید لگائی گئی الا بالحق یہ لا تقتلوا سے مستثنیٰ ہے حق سے مراد مقتول کے وہ جرم ہیں جن سے اس کا قتل جائز ہو جاوے وہ کل پانچ ہیں تین تو حدیث شریف میں مذکور ہیں شادی شدہ مومن کا زنا، مرتد ہو جانا، قتل جس کے قصاص میں اسے قتل کیا جاوے چوتھا جب قرآن مجید میں مذکور ہے سلطان اسلام سے بغضت (عداری) فرماتا ہے فقاتلوا التي تبغی حتی

تقی الی امر اللہ پانچوں جرم ایسے ہیں کہ ان سے عقل انسانی بھی نفرت کرتی ہے بشرطیکہ وہ عقل درست ہو اس لئے ارشاد ہو کہ تم اپنی عقل استعمال کرو اور ان احکام کی خوبیاں ان جرموں کی خرابیاں معلوم کرو۔

خلاصہ تفسیر: اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں دس جرموں سے سخت ممانعت فرمائی جن میں سے پانچ کا ذکر تو اس آیت کریمہ میں ہے اور پانچ کا ذکر اگلی آیت میں ہے چنانچہ ارشاد ہو کہ اے لوگو! تم کہہ رہے ہو حلال اور حلال میں اپنی بھونڈی عقل سے کام لیکر حرام کو حلال اور حلال کو حرام کر لیتے ہو میرے پاس آؤ تم کو میں سناؤں کہ تم پر تمہارے رب نے کیا چیزیں حرام کی ہیں کسی چیز کو اللہ کا شریک اس کا مثل نہ مانو جو اس کے سوا ہے وہ اس کا بندہ ہے اپنے باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو ان کی جانی مالی ہر طرح خدمت کرو ان کا ادب و احترام کرو ماں کے ساتھ بھلائی کرتے ہیں۔ سات باتوں کا خیال رکھو۔ (1) ان کی خدمت اپنے ہاتھ سے کرو اپنی اولاد یا نوکروں سے ہی نہ کراؤ (2) اگر انہیں تمہاری جانی مالی خدمت کی ضرورت نہ بھی ہو جب بھی اسے سعادت سمجھ کر کرو وہ امیر ہوں تب بھی ان پر خرچ کرو تندہ رست ہوں جب بھی ان کے پاؤں دباؤ جو تاسیدھا کرو۔ (3) اگر وہ فاسق یا کافر ہوں جب بھی ان کے ملواری پوری حق ادا کرو (4) ان کی اولاد ان کے عزیزوں دوستوں کے ساتھ بھلائی کرو (5) ان کے قرضے وعدہ پورے کرو (6) ان کے بعد ان کی جائز رسمیں طور طریقے جاری رکھو۔ (7) انہیں دعا خیر صدقات و خیرات سے یاد رکھو۔ مفلسی کے خوف سے اپنے بچوں کو قتل نہ کرو کیونکہ تمہارے ان کے رازق ہم ہیں ان کی روزی تمہارے ذمہ نہیں ہے ہم تم کو بھی روزی دیں گے ان کو بھی یا تم آزما چکے ہو کہ ہم تم کو روزی دیتے ہیں۔ اور ان کو بھی خیال رہے کہ ہم پر تین وقت گزرتے ہیں ایک وہ جب کسی بندے کا ہاتھ ہم تک نہیں پہنچتا تھا یعنی ماں کے پیٹ میں یا مرغی کے انڈے کے اندر وہاں براہ راست رب تعالیٰ ہی نے پالا تھا اور سرے وہ وقت جب ماں باپ کے ذریعہ رب نے ہم کو پالا جیسے ہماری شیر خوارگی کا زمانہ اس وقت ہم کمانے پر قادر نہ تھے تیسرا وقت جب ہم میں عقل و ہوش آیا کمانے کے قتل ہو گئے مگر پھر بھی روزی اس نے دی۔ بعض روزی کے لئے ہم کو نہ جانا پڑے نہ کمانا جیسے دھوپ دھو اور بعض کے لئے جانا پڑتا ہے کمانا نہیں پڑتا جیسے پانی بعض روزی میں ہم کو جانا پڑتا ہے کمانا بھی جیسے دانہ کپڑا وغیرہ مگر ان تینوں میں قدرت کا فیاض ہاتھ ہی کام کر رہا ہے۔ زنا کے قریب نہ جاؤ اس کے اسباب سے بچو خولہ علانیہ زنا ہو خواہ خفیہ ہر طرح کے زنا سے بچو گناہ بھانا اجنبی عورتوں کے ساتھ خلوت بے پردگی وغیرہ یہ سب زنا کے اسباب ہیں ان سب سے دور رہو یا ظاہر گناہ یعنی اعضاء ظاہری کے گناہوں سے بھی بچو اور اعضاء باطنی یعنی دل و دماغ کے گناہوں سے بھی بچو اچھی نیت اچھے خیال اختیار کرو بری نیت برے ارادوں برے خیالات سے دور رہو اور جس انسان کا قتل حرام ہے اسے قتل نہ کرو جیسے مسلمان یا ذی کفر یا مستامن یہ تمام جانیں محترم ہیں اگر کوئی ایسی وجہ ہو جو لوے جن سے ان کا قتل جائز ہو جو لوے تو اسے ضرور قتل کرو جیسے مرتد باغی غدار شلوی شدہ زانی قاتل ڈاکو کہ ان کا قتل سلطان اسلام کے حکم سے جائز بلکہ ضروری ہے یہ وہ احکام ہیں جن کا حکم تاکید تم کو اللہ نے دیا انہیں معمولی نہ سمجھو کچھ عقل سے کام لو یہ جرم عقل انسانی کے نزدیک بھی برے ہیں۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی تعلیم سے بھلی کتابیں ان کے احکام سب کچھ جانتے ہیں۔ توریت و انجیل زبور اور آسمانی صحیفے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں ہیں یہ

فائدہ اقل ما حرم الخ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ اس سے مراد ہے گزشتہ دنوں کے احکام ان کفار کو سنا حرم کے معنی ہیں حرم فی الکتاب السابق۔ دوسرا فائدہ: کفار بھی عقائد قرآنیہ اور بعض احکام اسلامیہ کے مکلف ہیں لہذا حکومت اسلامیہ انہیں بچوں کے قتل، عورت کے ستی (زندہ جلانے) کی جوئے وغیرہ کی اجازت نہ دے گی اگرچہ یہ کام ان کے دین میں جائز ہوں۔ یہ فائدہ حرم ربکم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ اے حرم فی القرآن۔ تیسرا فائدہ: عقائد کی درستی اعمال کی درستی سے پہلے ہونی ضروری ہے دیکھو اس موقع پر رب تعالیٰ نے دس چیزوں کو ذکر فرمایا مگر ان سب میں شرک سے بچنے کا ذکر پہلے کیا باقی اعمال کا ذکر بعد میں اگر کوئی مشرک یا کافر ان سارے نیک اعمال کا پابند ہو بخشا نہیں جاسکتا۔ پہلے جڑ قائم کرو بعد میں اسے پانی کھلو وغیرہ دو جڑ سے جدا شاخ کو پانی کھلو بنایا ہے۔ چوتھا فائدہ: ماں باپ کا حق ملوری پداری ادا کرنا اولاد پر لازم ہے اگر ماں باپ کافر ہوں اور بیٹا مسلمان ہو یہ فائدہ ماں والدین کو مطلق فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں ماں والدین المسلمین نہ فرمایا گیا۔ پانچواں فائدہ: ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک ان کی وفات کے بعد بھی کرنا چاہئے یہ فائدہ بھی ماں والدین کے اطلاق سے حاصل ہوا کہ یہاں والدین کے ساتھ زندگی کی قید نہ لگائی گئی یہ نہ کہا گیا کہ زندہ ماں باپ سے سلوک کرو بعد موت ان کے قرض ادا کرنا ان کے وعدے پورے کرنا ان کے عزیزوں دوستوں سے محبت کرنا اور انہیں فاتحہ ختم کا ایصال ثواب کرنا ان کے نام پر کتوں مسجدیں بنوانا۔ سب ہی اس میں داخل ہیں اور احادیث کریمہ میں موجود ہیں سیدنا سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا تھا کہ میری والدہ فوت ہو گئیں اب میں ان سے سلوک کیسے کروں فرمایا ان کے نام پر پانی کی خیرات کرو چنانچہ انہوں نے اپنی ماں کے نام پر مدینہ منورہ میں کنواں کھدوا دیا۔ جس کا نام رکھا ہیرام سعید۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قربانی دیتے تھے۔ یہ ہے ایصال ثواب بعد وفات۔ چھٹا فائدہ: اگر ماں باپ مل دار ہوں تب بھی ان پر خرچ کرنا ان سے اچھے سلوک کرنا چاہئیں یہ فائدہ بھی والدین کے مطلق فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں والدین فقیرین نہ فرمایا۔ ساتواں فائدہ: ماں باپ کے ساتھ صرف جسمانی یا صرف مالی احسان ہی نہ کرے بلکہ ہر قسم کا ہر طرح ہمیشہ احسان کرے یہ فائدہ احسانا کو مطلق فرمانے سے حاصل ہوا ماں باپ کی قبر کا بھی احرام کرے۔ آٹھواں فائدہ: حمل میں جب جان پڑ جاوے تو اس کا گرانا حرام ہے کہ یہ بھی قتل اولاد ہے یہ فائدہ ولا تقتلوا اولادکم الخ سے حاصل ہوا۔

مسئلہ: بعض شرعی مجبوریوں میں جان پڑنے سے پہلے حمل گر لوں جائز ہے کہ یہ قتل ولد نہیں مثلاً ”عورت بہت کمزور ہے لب اس میں جننے کی تاب نہیں تو ایسا کر سکتے ہیں جب دو ایک ماہ چڑھیں تو اس کا خون جاری کر دیں کسی دوا سے۔ مسئلہ: کسی مجبوری میں منع حمل دوا کے ذریعہ حمل قائم نہ ہونے و ناجائز ہے کہ یہ قتل نفس نہیں۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے عزل سے صحابہ کرام کو منع نہ فرمایا بلکہ یہ فرمایا کہ اس سے آنے والی روح رک نہیں سکتی بعض صحابہ نے بعض وقت عزل کیا۔ محبت میں اترا ل باہر کرنا عزل کہلاتا ہے خلاصہ یہ ہے کہ قتل اولاد کی چند صورتیں ہیں بچہ کو زنج کر دینا۔ زہر دے کر مار دینا۔ گلا گھونٹ کر مار دینا۔ زندہ دفن کر دینا۔ بچہ کو دودھ نہ پلانا جس سے وہ بھوک سے مر جائے یہ سب قتل اولاد ہے۔ مسئلہ: جو بچہ زندہ پیدا ہو جائے اس کے قتل سے قاتل پر قصاص واجب ہو گا لیکن جو بچہ زندہ ہو مگر ابھی پیدا نہ ہوا ہو اس کو ہلاک کر دینا حرام ہے مگر اس میں قصاص نہیں اور جب بچہ میں جان نہ پڑی ہو اسے کوہل یا مطلقاً حرام نہیں اگر حرام مقصد کے لئے گرایا جاوے تو

حرام ہے حمل قائم نہ ہونے دینا اس کا حکم علیحدہ ہے یہ آتش جائز ہوتا ہے حضرات صحابہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عزائم کرنے کی اجازت چاہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس سے منع نہ فرمایا بلکہ فرمایا جو روح آتے دانی ہے وہ آکر رہے گی۔
نواں فائدہ: ظاہر میں نیک رہنا چھپ کر گناہ کرنا تقویٰ نہیں بلکہ ریاکاری ہے تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر باطن ہر حال میں رب سے ڈرے گناہ چھوڑے یہ فائدہ ما ظہر منها وما بطن سے حاصل ہوا بلکہ ریاکار کھلے فاسق سے زیادہ خطرناک ہو سکتے ہیں۔
تن اجلا من کلا بگلے کے سے بھیب اس سے تو کاٹکا بھلے کہ اوپر نیچے ایک
دسواں فائدہ: اجنبی عورتوں سے خلوت ان کے گانے سننا ان کے فوٹو لڈت کے ساتھ دیکھنا عشقیہ فلمیں دیکھنا عشقیہ ناول پڑھنا بلکہ عورتوں کی بے پردگی آوارگی سب ہی حرام ہے کہ یہ تمام چیزیں زنا کے ذریعہ ہیں یہ فائدہ ولا تقربوا فرمانے سے حاصل ہوا۔ زنا کے نزدیک جانے سے روک۔

نہ تما عشق از دیدار خیزد بساکیں دولت از گفتار خیزد
گیارہواں فائدہ: تقویٰ جسمانی بھی ہے اور جتنی یعنی دل کا بھی دونوں تقویٰ حاصل کرو پھر متقی بنو گے یہ فائدہ ما ظہر منها و ما بطن کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ ظاہری اعضاء میں سے ہر عضو کے بہت سے اعمال برے ہیں بہت سے اچھے ہر عضو کے برے اعمال سے بچو اچھے اعمال اختیار کرو یونہی دل دماغ کے اچھے اعمال بھی ہیں برے بھی اور ان کے اچھے اعمال اچھی نیت اچھے ارادے اچھے خیالات اختیار کرو بری نیت برے ارادوں برے خیالات سے بچو یہ ہے تقویٰ قلب۔ یہ بھی خیال رہے کہ تقویٰ دلی اصلی ہے۔ تقویٰ ظاہری اس کی شاخ اچھی نیت سے برے کام اچھے بن جاتے ہیں۔ اور بری نیت سے اچھے کام برے بن جاتے ہیں۔ دل کا تقویٰ۔ تین چیزوں سے حاصل ہوتا ہے۔ عشق رسول خوف خدا اور تعظیم شعار اللہ۔ رب فرماتا ہے فاتبعونی بحکم اللہ اور فرمایا ہے ومن یعظم شعائر اللہ لنها من تقوی القلوب ان تین سودوں کی دو کلن اور ڈپو آستانہ اولیاء اللہ ہیں۔ بارہواں فائدہ: مومن۔ ذمی کافر اور مستامن کافر کو قتل کرنا حرام ہے۔ حربی کفار کو جلا میں قتل کرنا ثواب ہے۔ یہ فائدہ النفس النی حرم اللہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیرہواں فائدہ: یہ مذکورہ لوگ اگر کوئی جرم قتل کے لائق کریں تو انہیں قتل کرنا ضروری ہے جیسے بعد احصان زنا ڈکیتی بغلوت وغیرہ یہ فائدہ الا بالحق سے حاصل ہوا اس کی تفصیل اور احکام کتب فقہ میں ملاحظہ کرو ان مذکورہ لوگوں کو حاکم یا سلطان کے فیصلے کے بعد قتل کیا جاتا ان کے متعلق آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ موجود ہیں۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں اتل ما حرم کیوں فرمایا گیا تلاوت تو قرآن مجید کی ہوتی ہے کفار کو قرآن سننا بیکار ہے وہ قرآن مجید کے احکام کے ملک نہیں۔ جواب: ما حرم میں دو احتمال ہیں ایک تو انجیل تو ریت زبور اور دوسرے نبیوں کی کتابوں کے احکام نہیں سناتا تب تو اتل فرمانا ان کتب اور ان احکام الہیہ کی تعظیم شان کے لئے ہے ہم کہتے ہیں کہ درود تاج کی تلاوت کرو فلاں قوم نے انجیل شریف کی تلاوت کی وغیرہ ہر معظم چیز کے پڑھنے کو تلاوت کہا جاتا ہے بلکہ بزرگوں کے سچے واقعات بیان کرنے کو تلاوت کہا گیا ہے قرآن کریم نے سکندر و ذوالقرنین کے قصہ سنانے اور اصحاب کف کا واقعہ بیان کرنے کو تلاوت فرمایا ہے نتلو علیک نباء ہم بالحق اور قل ما تلو علیکم منه ذکرا۔ دوسرے یہ کہ یہاں تلاوت سے مراد وہ آیات قرآنیہ کفار کو سنانا ہے جن میں یہ احکام مذکور ہیں کفار صرف عملات اسلامیہ کے ملک نہیں۔ قرآنی عقائد۔

قرآنی معاملات کے احکام قرآنی سزائیں ان پر برابر جاری ہیں ان پر مسلمان ہونا فرض ہے اور چور کے ہاتھ کشیں گے ان کا ڈاکو، قاتل باغی، قتل کیا جاوے گا چونکہ اس آیت کریمہ میں عقائد اور معاملات کا ہی ذکر ہے لہذا کفار کو یہ آیت سنانا بالکل بجا ہے اسی لئے کفار سے فرمایا گیا حرم علیکم دوسرا اعتراض: یہاں باپ کے ساتھ سلوک کرنے کو احسان کیوں فرمایا گیا کوئی بچہ ماں باپ پر احسان کر سکتا ہے احسان تو ماں باپ کا بچہ پر ہے جو ادب ہو سکتا ہی نہیں۔ جواب: یہاں احسان لغوی معنی میں ہے یعنی اچھا سلوک برتاؤ کرنا اس کے اصطلاحی معنی مراد نہیں من و احسان مندی یعنی ان سے اچھا سلوک کرو۔ تیسرا اعتراض: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حکم پر عمل کیسے کیا کہ ہالواللین احسانا آپ نے تو والدین کو پایا ہی نہیں۔ جواب: ماں باپ سے احسان صرف ان کی زندگی میں ہی خاص نہیں ان کی وفات کے بعد بھی ان سے اچھا سلوک کرے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے جناب آمنہ کی وفات کے وقت ان کا سرپاک دیا اور پھر بعد وفات انہیں زندہ کر کے انہیں مومن صحابی بنایا انہیں کلمہ پڑھایا۔ آج حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ان دونوں کے نام کی دعوم مچی تہ جہاں بھری نیکیوں کے ثواب میں ان دونوں کا حصہ ہے کہ یہ سب ان کے فرزند ارجمند کے دم کی بہار ہے۔ چوتھا اعتراض: اگر ماں باپ اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دیں تو کیا طلاق دے دینی واجب ہے۔ وہ بھی احسانا میں داخل ہے جواب: اگر ظلم طلاق دلاوے ہوں جس سے گھر کی بربادی بچوں کی آوارگی بے قصور بیوی کا درد بردھکے کھانا ہو تو نہ دے کہ ظلم شرعاً حرام ہے اور حرام کام کے حکم میں کسی کی اطاعت نہیں اور اگر قصور عورت کا ہو طلاق دینا ظلم نہ ہو تو دیدے کہ اس میں ماں باپ کی رضا ہے۔ پانچواں اعتراض: حضرت عمر نے اپنے بیٹے عبد اللہ کو طلاق دینے کا حکم دیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ طلاق دے دو جناب خلیل نے حضرت اسماعیل کو طلاق کا حکم اشارۃً دیا تو انہوں نے فوراً طلاق دے دی ان حضرات نے ظلم کیوں کرایا۔ جواب: وہاں صورت ہی ایسی تھی کہ عورت کا ان کے گھر میں رہنا ان کے لئے نقصان دہ تھا۔

زن بد در سرائے مرد نکو! ہم دریں عالم است دوزخ لو

ناشکری نافرمان عورت کا مرد مومن کے گھر میں رہنا اچھا نہیں۔

بے لوب ماں با لوب لولاد جن سکتی نہیں معدن از معدن فولاد بن سکتی نہیں!

اگر کسی کے ماں باپ حضرت خلیل حضرت عمر کے نقش قدم پر چلنے والے عدل انصاف والے ہوں تو ان کے کہنے پر طلاق دے۔ چھٹا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ اپنی لولاد کو مفلسی کی وجہ سے قتل نہ کرو تو کیا مفلسی کے سوا اور وجہ سے قتل لولاد جائز ہے۔ من املاک کی قید کیوں لگائی؟ جواب: یہاں مفلسی کی قید واقعہ بیان کرنے کے لئے ہے احترازی نہیں کفار عرب تین قسم کے تھے بعض وہ جو اپنی امیری و سرداری کی وجہ سے صرف اپنی بیٹیوں کو قتل کرتے تھے کہ کوئی ہمارا لولاد نہ بنے۔ دوسرے وہ جو لڑکیوں کی تجارت کرتے تھے وہ بیٹوں کو تو قتل کر دیتے تھے لڑکیوں کو زندہ رکھتے تھے ان کے جوان ہونے پر ان کی بھاری قیمت لیکر نکاح کرتے تھے تیسرے وہ جو اپنی مفلسی بلواری کی وجہ سے ساری لولاد کو پیدا ہوتے ہی قتل کر دیتے تھے ٹھٹھے ہوں یا بیٹیاں یہاں روئے سخن اس تیسری جماعت کی طرف ہے لہذا یہ فرمان نہایت ہی موزوں ہے جیسے فرمان باری تعالیٰ ہے لا تا کلو اربا اضاعافا مضاعفہ دو گنا گنا سود نہ کھاؤ اس کا مطلب یہ نہیں کہ سوایا ڈیوڑھا کھالیا کرو۔ ساتواں اعتراض: اس آیت میں ارشاد ہوا کہ بے حیائیوں کے قریب نہ جاؤ تو کیا دور بے حیالی کر لیا کریں کسی اجنبی عورت کو قریب سے نہ

گھوڑیں دور سے گھور لیا کریں گانا چنا قریب سے نہ سنیں نہ دیکھیں دور سے سن لیا کریں دیکھ لیا کریں آج کل تو ریڈیو کے ذریعہ دور سے گانے سنائے جاتے ہیں۔ ٹیلی ویژن کے ذریعہ دور سے اجنبی عورتوں کے حسن کا نظارہ کرایا جاتا ہے کیلئے سب جائز ہے۔ جواب: یہ مطلب تو آیت کریمہ کے منشاء کے ہی خلاف ہے اس کا منشاء یہ ہے کہ بے حیائی کرنا تو کیا معنی اس کے قریب بھی نہ جاؤ اس کے اسباب سے بھی دور رہو جیسے رب تعالیٰ نے آدم علیہ السلام سے فرمایا لا تقربا هذه الشجرة اس درخت گندم کے قریب بھی نہ جاؤ اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ قریب تو نہ جاؤ دور سے دانہ منگا کر کھا لو یہ محاورہ ہر زبان میں استعمال ہوتا ہے۔ آٹھواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ محترمہ جان کو قتل نہ کرو یعنی دھار وار آلہ سے اس کا گلہ نہ کاٹو تو کیا اور ذریعہ سے اسے مارنا جائز ہے۔ گلہ گھونٹ کر یا زہر دے کر۔ جواب: یہاں قتل عرفی معنی میں استعمال ہوا ہے یعنی مار ڈالنا خواہ کیسے ہی ہو دیکھو کفار عرب اپنے بچوں کو تلوار سے قتل نہیں کرتے تھے بلکہ انہیں زندہ زمین میں دفن کر دیتے تھے اسے بھی قتل فرمایا گیا۔ والا تقتلوا اولادکم اور فرمایا گیا ہای فنب قتلتم۔ قرآن کریم کی سمجھ کے لئے علم و عقل محاورات کی خبر سب ہی ضروری ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: کسی کے پاس چڑھ کر پہنچتے ہیں کسی کے پاس اتر کر یا گر کر اور کسی کے پاس چل کر پہنچا جاتا ہے مقصود کا جیسا مقام ایسی وہاں کی حاضری ڈول اتر کر یا گر کر کنوئیں کے پانی تک پہنچتا ہے مگر رسی کے ذریعہ چڑھ کر بھرنے والے کے پاس پہنچتا ہے انسان نفس و نفسیات خواہشات کے گڑھے میں پڑا ہوا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس گڑھے کو اپنے پاس بلایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان نبوت کے سورج ہیں فرمایا تعالوا میرے پاس چڑھ کر آ جاؤ رب نے فرمایا واعتصموا بحبل اللہ جمعا تم سب قرآن مجید کی رسی مضبوط تھام لو اور پہنچو۔ جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن کرم میں ان سے دور ہو گئے کچھ نہ پاؤ گے پہلے تمہارا سر ان کے قدم تک پہنچے تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم تم کو حکم الہی سنائیں گے۔ رب تعالیٰ نے تم سے نہ کلام فرمایا ہے نہ فرمائے گا وہ فرمائیں گے کہ جنت دوزخ بلکہ اپنی غرض کو لالچ کو اللہ کا شریک نہ ٹھہرو۔ بجز رضاء الہی کسی مقصد کے لئے اس کی عبادت نہ کرو کہ طریقت میں یہ شرک ہے بلکہ ہمیشہ رب تعالیٰ سے رسی کو مانگو اس کے محبوب کو مانگو یہ ہے صوفیاء کی توحید۔

موت نہ باشد کہ اہل صفا بخوابند غیر از خدا از خدا!

صوفیاء کہتے ہیں کہ شرک جلیت پرستی ہے اور شرک خفی یار کے ساتھ اغیار کو دیکھنا ہے۔ حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

تلم و وحدت زدی حافظ شوریدہ حل خلمہ توحید کش بروق این و آن!

جب تم موحد بن چکے تو اپنی اولاد معنوی کو جہالت کی موت نہ مارو تم بقدر طاقت انہیں فیض روحانی پہنچاتے رہو رب کے ہاں کسی چیز کی کمی نہیں رزق روحانی بیداری توجہ الی اللہ دنیا سے بے نیازی ہم تم کو بھی دیں گے اور ان کو بھی ان کھلے چھپے عیوب کے قریب نہ جاؤ جو تم کو رب سے دور کر دیں جلوت خلوت میں دست بہ کار دل بہ یار رکھو اپنے نفس امارہ کو ہلاک نہ کرو اس کا حق بھی ادا کرو کہ یہ رب رسی کی بہترین اور تیز سواری ہے ہاں جب یہ تم کو رب سے غافل کرنا چاہے تو ذکر اللہ کی تلوار سے اس کا زور توڑ دو۔ ان چیزوں کا تم کو تاکید حکم دیا گیا ہے۔ سمجھو کہ ہم کیا فرما رہے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قتل حق وہ ہے جو طلب حق کے لئے کیا جاوے۔ مقتول فی سبیل اللہ عند اللہ زندہ رہے۔

مشوہرگ زامداد اہل دل ناامید کہ خواب مردم آگاہ عین بیداری است
اگر دل والے وفات پا جائیں تو ان کی لمداد سے ناامید نہ ہو جاؤ۔ خبردار آدمی کی نیند بھی بیداری ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اہل دل بنائے دلیل والے مرتبات ہیں دل والے نہیں مرتے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی دو شانیں ہیں (1) بشریت کی شان اور (2) نورانیت کی شان۔ ان دونوں شانوں کی جلوہ گری مختلف ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ حج کو جاتے ہیں تو گیارہ دن میں پہنچتے ہیں صرف تین سو میل کا فاصلہ گیارہ دن میں اونٹوں پر منزلیں طے کرتے ہوئے طے ہوتا ہے یہ ہے بشریت کا ظہور مگر معراج کی رات سنگھوں پدموں میل کا فاصلہ آن کی آن میں طے فرمایا یہ ہے نورانیت دو وقت کھانا ملاحظہ فرمائیں تو چہرے پر کمزوری کے آثار نمودار ہو جائیں مگر روز وصال میں عرصہ تک کچھ نہیں چلکیں اور مطلقاً کمزوری محسوس نہ ہو وہ تھی بشریت یہ ہے نورانیت عبرانی زبان کا ترجمہ عربی میں حضرت زید ابن ثابت لے کر آئیں انہیں اپنا ترجمان مقرر فرمایا یہ ہے بشریت مگر لکڑی جانوروں کی زبان بغیر ترجمہ سمجھ لیں یہ ہے نورانیت۔ بازار سے چیز منگائیں تو کسی کو بھیج کر یہ ہے بشریت اور مصلے پر کھڑے ہوئے ہاتھ اٹھائیں اور خست میں پہنچ جائیں یہ ہے نورانیت یہاں ارشاد ہوا کہ آؤ میں تم کو وہ چیزیں بتاؤں جو تمام دنیوں میں حرام رہیں یہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نورانیت بشری صفات کا ظہور ہم کو تعلیم کے لئے ہے اور نورانیت کا ظہور حضور کے کمال کے اظہار کے لئے ہے۔

وَلَا تَقْرَبُوا مَالَ الْيَتِيمِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّىٰ يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَأَوْفُوا بِالْكَيْلِ

اور نہ قریب جاؤ یتیم کے مال کے مگر اس طریقہ سے جو کہ وہ بہت اچھا ہے حتیٰ کہ پہنچ جاوے اپنی مضبوطی اور یتیموں کے مال کو پاس نہ جاؤ مگر بہت اچھے طریقہ سے جب تک وہ اپنی کوبہن نہیں اور ناپ اور تول انصاف کے

وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ لَا تَكِلْ فَنَفْسًا لِاَوْسَعَاءٍ وَإِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَلَوْ كَانَ

کو اور پورا دو ناپ اور تول ساتھ انصاف کے نہیں تکلیف دیتے ہم کسی ذات کو مگر گنجائش بھر اس کی اور جب کو ساتھ پوری کرو ہم کسی جان پر بوجھ نہیں ڈالتے مگر اسکے مقدور بھر اور جب بات کہو تو انصاف کی کہو

ذَاقُرْبِي وَبِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذَلِكُمْ وَصَّيْكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٥﴾

تم تو انصاف کرو اگرچہ ہو وہ قریب والا اور عہد اللہ کا پورا کرو یہ چیزیں وصیت فرمائی تم کو اسکی تاکہ تم نصیحت حاصل کرو اگرچہ تمہارے رشتہ دار کا معاملہ ہو اور اللہ ہی کا عہد پورا کرو یہ نہیں تاکہ فرمائی کہ کہیں تم نصیحت مانو

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : اللہ تعالیٰ نے پچھلی آیت کریمہ میں وہ پانچ تاکیدیں حکم دیئے جن کا تعلق انسان کی اپنی ذات اور اپنے گھروالوں سے ہے اب ان پانچ باتوں کا حکم دیا جا رہا ہے جن کا تعلق شہر والوں، بستی والوں سے ہے گویا تدبیر منزل کے بعد سیاست مدنیہ کا نہ کر رہا ہے۔ یہ دونوں چیزیں انسان کی اصلاح کے لئے

ضروری ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں اپنے ماں باپ اپنی اولاد کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا گیا تھا اب دوسروں کی اولاد اور دوسرے کے ساتھ اچھے برتاؤ کا حکم دیا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں اخلاقیات کی اصلاح فرمائی گئی تھی اس آیت کریمہ میں مالی معاملات کی اصلاح فرمائی جا رہی ہے۔ چونکہ ذات مال سے اشرف و اعلیٰ ہے اس لئے پہلے اس کا ذکر ہوا بعد میں مال کا۔

تفسیر: **ولا تقربوا مال الیتیم** یہ عبارت یا تو گزشتہ پر معطوف ہے اور واؤ عاطفہ ہے اور یا نیا جملہ ہے اور واؤ ابتدا سے ہے لا تقربوا میں خطاب یتیموں کے والی وارثوں سے ہے جو ان کے متولی اور پرورش کنندہ ہوں اور ہو سکتا ہے اس خطاب میں سارے مسلمان بلکہ سارے انسان داخل ہوں کہ یتیم کے مال کی بربادی اور بربادی کے اسباب سے بچنا مال سے مراد وہ مال ہے جو اسے میراث میں ملا ہو یا کسی نے اس پر ترس کھا کر اسے دیا ہو اس نے خود کھلیا ہو کہ بعض ہو شیاء یتیم کھا لیتے ہیں مگر کھائی سنبھال نہیں سکتے اس لئے اپنا مال اپنے کسی عزیز کے پاس رکھتے ہیں یتیم بنا ہے یتیم سے معنی تنہائی اکیلا ہونا انسانوں میں یتیم وہ نابالغ بچہ ہے جس کا والد فوت ہو گیا ہو، جانوروں میں وہ چھوٹا شیر خوار بچہ ہے جس کی ماں مر گئی ہو اور موتی وہ یتیم کہلاتا ہے جو سیپ میں ایک ہی ہوا ہے اور یتیم کہا جاتا ہے یہاں انسانی یتیم مرلو ہے یعنی یتیم بچے کا منو کہ مال کسی طرح استعمال نہ کرے اسے ہاتھ نہ لگاؤ خیال رہے کہ سورہ نسا، بلا کھانا بھی حرام ہے مگر ایسا حرام کہ اسے کھالیا جاوے تو توبہ سے معاف ہو جاتا ہے کسی انسان کا حق مارا ہو مال بھی حرام ہے مگر ایسا کہ توبہ سے معاف نہیں ہوتا۔ جب تک کہ صاحب حق معاف نہ کرے اور یتیم کلل بھی حرام ہے مگر ایسا حرام کہ نہ توبہ سے معاف ہو کہ یہ حق العبد ہے اور نہ معاف کرنے سے معاف ہو کہ بچہ معاف نہیں کر سکتا، بچہ کی معافی معتبر نہیں اسی لئے اگر سانس ایمان لائے جو کفر میں بلا کھتا مردار سب کھا لیتا تھا تو ایمان سے یہ سب کچھ معاف ہو جاوے گا لیکن قرض یا کسی کا مارا ہو مال معاف نہ ہو گا وہ تو ادائی کرنا ہو گا۔ لہذا یتیم کا مال سو رکھتے سے بدتر ہے اس لئے ارشاد ہوا۔ **الا بالنتی ہی احسن۔** یہ لا تقربوا الخ سے مشتمل ہے انتی سے مراد خصلت یا طریقہ ہے احسن سے مراد طریقہ ہے جو یتیم کے لئے مفید ہو شرعاً جائز ہو جیسے اس یتیم کا مال تجارت میں لگا کر اسے بڑھانا نیز خود بچہ پر خرچ کرنا بقدر ضرورت جس میں فضول خرچی نہ ہو اس کے منو کہ مکان یا دکان کو اچھے کرایہ پر چڑھانا اس کی منو کہ زمین میں کاشت کرانا یا عمارت بنا کر آمدن بڑھانا یا اس کے منو کہ باغ کے پھلوں کی تجارت کرنا ایک احسن میں صد با چیزیں بیان فرمادیں اس پر ولی متولی کو بڑا اجر ملے گا۔ حتی ببالغ اشد یہ عبارت ایک پوشیدہ حکم کی انتہا بیان فرما رہی ہے۔ احفظوہ حتی انتفاء کے لئے اور ببالغ کا فاعل وہی یتیم ہے جس کا ابھی ذکر ہوا اشد بنا ہے شدت سے معنی مضبوطی یہ لفظ مضبوط وعدہ پر بھی بولا جاتا ہے اور قوت بدنی پر بھی رب فرماتا ہے **من اشد منه قوته** انسان کی اس حالت کو بھی کہتے ہیں جب اس کی جسمانی قوتیں مضبوط ہو جاویں رب فرماتا ہے **حتى اذا بلغ اشده** و **بلغ اربعین** مستند یہاں بدنی قوتوں کی مضبوطی کے معنی میں ہے۔ فرائض بھی کہتے ہیں کہ اشد جمع ہے جس کا واحد کوئی نہیں۔ بھری کہتے ہیں کہ یہ واحد ہے اس کے سواء اور کوئی واحد اس وزن پر نہیں آیا۔ بعض نے کہا کہ یہ شد کی جمع ہے جیسے ود کی جمع او دیں اس سے مراد بے بلوغ کی عمر مع عقل و ہوش کے اس کی تفسیر وہ آیت کریمہ ہے حتی **اذا بلغوا النکاح** فان انستم منهم رشدا فادفعوا الیہم اموالہم یعنی اے یتیموں کے والی وارثو تم ان کے مال کی حفاظت کرو حتی کہ وہ عاقل و بالغ ہو جاویں اس وقت ان کا مال ان کے حوالہ کر دو۔ (از تفسیر کبیر روح المعانی) خیال رہے

کہ اشہد کی جمع ابتداء بچے کے بلوغ سے ہے اور اس کی انتہا تینتیس 33 سال کی عمر پر اس کے بعد انسان اوٹھڑ ہو جاتا ہے۔ چالیس سال کے بعد بڑھاپا شروع ہوتا ہے (تفسیر صاوی) و اولوا الکمل والمیزان بالقسط یہ اس آیت کریمہ کا دوسرا اور تیسرا حکم ہے جس کا تعلق عام نوگوں سے ہے یتیم کی پرورش کا تعلق اس کے ولی سے تھا۔ مال یتیم کھانا اور تجارت میں کم ناپنا تو ان دونوں میں تعلق یہ ہے کہ یتیم کا مال مارنا خیانت بھی ہے ظلم بھی یونہی کم ناپ تول میں خیانت بھی ہے اوجھو کہ فریب بھی۔ یہ دونوں جرم بظاہر ایک ایک ہیں مگر بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہیں نیز مال یتیم مارنا وہ جرم ہے جو نہ توبہ سے معاف ہو نہ یتیم کے معاف کرنے سے معاف ہو کہ یتیم معاف کرنے پر قادر نہیں یوں ہی کم ناپ تول نہ توبہ سے معاف ہو کہ یہ حق عباد ہے نہ معاف کرانے سے کہ نہ معلوم اس نے اس کس کو کتنا کتنا کم تول کر دیا ہے ان دونوں سے مال یتیم کے بعد کم ناپ تول کا ذکر فرمایا۔ اولوا

یضاً ہے ایضاً سے معنی پورا اور اس کا مقابل ہے استیضاً معنی پورا ایضاً بھی مطلقاً پورا کرنے کے معنی میں آتا ہے دیتے وقت ہویا لیتے وقت یہاں اس آخری معنی میں ہے کیل بیانہ معنی ناپ کا آلہ جیسے حرب میں صاع یا ستان میں نوپا میزان ترازو قسط معنی انصاف اس فرمان عالی میں دینے اور لینے والے دونوں کو حکم ہے یعنی اب ناپ تول سے لین دین کرنے والا ناپ و وزن پورا کرو کسی کو اس کا حق کم نہ دو بالقسط فرما کر بتاؤ کہ لینے والا بھی زیادہ لینے کی کوشش نہ کرے غرضیکہ دونوں انصاف پر قائم رہیں پورا حق پورا۔ اولوا دینے والے کے لئے ہے اور باتسہ لینے والے کے لئے۔ خیال رہے کہ جیسے ناپ تول میں کمی کرنا جرم ہے ایسے ہی مال میں ملاوٹ کرنا بھی جرم ہے کہ اس میں بھی حقدار کو اس کے حق سے کم پہنچتا ہے یوں ہی خراب مال کو اچھا بنا کر فروخت کرنا بھی جرم ہے کہ ان سب میں حق مارنا ہے لہذا یہ ایک لفظ تجارت کی تمام خرابیوں کو توڑ رہا ہے لا نکلف نفساً الا وسعها اس فرمان عالی کا تعلق یا تو فقط ناپ تول پورا کرنے سے ہے یا مذکورہ دونوں حکموں سے۔ یتیم کی پرورش اور ناپ تول کی درستی یعنی یہ دونوں کام تم لوگ بقدر طاقت کرو جو کام تمہاری طاقت سے باہر ہے ہم اس کی معافی دے دیں گے کیونکہ ہم کسی ذات پر طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اگر من دو من چیز توئی اختیار سے تولی مگر پھر بھی تولہ دو تولہ کی کمی بیشی رہ گئی تو معاف ہے یہ فرمان عالی اگرچہ مذکورہ احکام کے متعلق ہیں مگر یہ قانون کلیہ ہے کہ رب تعالیٰ کسی بندے پر شرعی احکام اس کی طاقت سے زیادہ نہیں جاری فرماتا۔ چنانچہ بچہ اور دیوانہ مذہب و شہادت و فضائیں غریب پر زکوٰۃ و حج فرض نہیں بیمار پر حجاب لازم نہیں۔ اس کریم کا یہ قانون بہت ہی عام ہے یوں خطا انسان مولیٰ یول پر پکڑ نہیں واذا قلم فاعدلوا ولو کان ظالماً یہ اس آیت کریمہ کا چوتھا حکم ہے جو سارے مسلمان جملہ سارے انسانوں پر جاری ہے۔ اس ایک جملہ میں احکام شرعیہ کے دریا بہہ رہے ہیں واعظ واعظ کریں تو عدل و انصاف کے ساتھ غلط روایتیں گڑھی ہوئی حدیثیں اپنا وعظ مقبول کرنے کے لئے بیان نہ کریں عالم فتویٰ دیں تو غلط نہ دیں کسی کی روایت نہ کریں گواہی میں گواہی دیں تو سچی دیں کسی کی مروت سے جھوٹی گواہی نہ دیں حاکم فیصلہ کریں تو حقیقی فیصلہ کریں کسی کی جھوٹی رعایت نہ کریں اگر مسلمان لڑپائی تو لڑائی میں بھی بات انصاف کی کریں مخالف کو غلط الزام نہ لگائیں اپنی عیب کی جھوٹی تالیس نہ کریں۔ غرضیکہ مذہبی کے ہر شعبہ میں انصاف کا دامن نہ چھوڑیں لو کان میں کان کا اسم وہ شخص ہے جس کے متعلق بات کسی گئی (مقولہ) فالقہی میں قہی مصدر ہے معنی قرابت داری یعنی تم اس کے متعلق گواہی یا فیصلہ یا فتویٰ دے رہے ہو وہ تمہارا اقربا تباری کیوں نہ ہو اور تمہارا وعظ فتویٰ فیصلہ اس کے خلاف ہو تو قرابت داری کا خطا کر کے غلط بات نہ بولیں حق کو وبعہد اللہ اولوا عمد کے معنی اس کی قسمیں

وعدہ عہد میثاق میں فرق ہم تیسرے پارہ میں وا فاخذ اللہ میثاق النبین کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ عہد اللہ سے مراد یا تو وہ وعدہ ہے جو اللہ نے تم پر نافذ فرمایا یعنی اس کے احکام جو بذریعہ نبی تم کو ملے یا وہ عہد ہے جو تم نے اللہ سے کیا اللہ تعالیٰ کو ضامن بنا کر یہ سب پورے کرو اللہ تعالیٰ وفاء عہد کی توفیق دے ہمارا تو وہ حل ہے جو ہم نے ان دو شعروں میں عرض کیا ہے۔

اے کریم ازما جفا از تو وفا! اے رحیم ازما خطا از تو عطا

کار مہدکاری و شرمندگی! کار تو ستاری و بخشدگی

عہد اللہ کو اولوا پر مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ ہوا یعنی صرف اللہ کے عہد پورے کرو اللہ تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی کے عہد پورے نہ کرو اگر تم نے غلطی سے کسی سے ناجائز عہد کر لیا ہے تو فوراً توڑ دو کسی سے وعدہ کیا بلکہ قسم کھائی کہ اس کے ساتھ شراب پیئیں گے چوری کریں گے یہ وعدہ توڑ دو قسم کا کفارہ دے دو۔ فلکم وصا کم بہ لعلمکم تذکرون اس کی تفسیر ابھی پچھلی آیت میں ہو چکی فالکم سے اشارہ ان مذکورہ پانچوں چیزوں کی طرف ہے جو اس آیت میں مذکور ہیں۔ تذکرون بنا ہے ذکر سے معنی نصیحت ذکر کے دس معنی ہیں یہاں معنی نصیحت ہے تذکر نصیحت ماننا چونکہ پچھلی آیت کی پانچ باتیں وہ تھیں جن کے اہل عرب عادی ہو چکے تھے۔ شرک، قتل، اولاد وغیرہ مگر شرع اور عقل دونوں کے خلاف تھیں اسی لئے وہاں سمعلون فرمایا اور اس آیت کریمہ کی پانچ باتیں وہ ہیں جن سے اہل عرب بھی بچتے تھے وہ لوگ یتیم کلال کھانا پتول میں کمی کرنا وغیرہ کو برا سمجھتے تھے اور بتوں کی پرستش وغیرہ پر فخر کرتے تھے اس لیے یہاں تذکرون فرمایا گیا۔

خلاصہ تفسیر: اللہ تعالیٰ نے ان دو آیتوں میں انسانوں کو دس گناہوں سے ممانعت فرمائی۔ جن میں گزشتہ آیت میں پانچ گناہ تو وہ تھے جنہیں اہل عرب گناہ سمجھتے ہی نہ تھے بلکہ انہیں اپنا مکمل جان کر کرتے تھے اور فخریہ کرتے تھے بت پرستی، قتل، اولاد، زنا وغیرہ اس آیت کریمہ میں ان پانچ گناہوں سے منع فرمایا جنہیں کفار عرب بھی گناہ سمجھتے تھے مگر کر لیتے تھے۔ چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے لوگو اور یتیم بچوں بچوں کے والیو یتیم کے مملوکہ مال کے قریب بھی نہ جاؤ اسے ہاتھ بھی نہ لگانا خواہ وہ مال اسے میراث میں ملا ہو یا اس نے خود کمایا ہو یا اسے کسی نے بطور بخشش دیا ہو بہر حال تم اسے استعمال نہ کرنا بلکہ استعمال جو یتیم کے لئے مفید ہو تم کر سکتے ہو۔ چنانچہ اس کامل تجارت میں لگاؤ اس کی زمین میں کاشت کرو اس کی دوکانوں مکانوں کو کرایہ پر اٹھاؤ۔ غرضیکہ ہر مفید کام میں لگاؤ یہ کام تم ان کے بچپن ختم ہونے تک کرتے رہو۔ جب وہ عاقل بالغ ہو جائیں تو تم کو اس کا بھی اختیار نہیں اب ان کامل انہیں حوالہ کرو اور جب تم ناپے تو لئے لگو تو پتہ انہیں اور ترازو کلو وزن درست کرو نہ ہاٹ کم و بیش ہوں نہ ترازو میں پائسک ہونہ تم ڈنڈی مارو انصاف سے وزن و ناپ کرو لینے والا بھی زیادہ لینے کی کوشش نہ کرے ہم کسی پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے اگر من و دو من زن میں دو چار تولہ کی کمی بیشی ہو جاوے تمہارے بغیر ارادہ کے تو اس پر پکڑ نہ کی جاوے گی اور جب بھی بات کرو گواہی دو یا فیصلہ کرو تو انصاف سے کرو اس میں اپنے عزیز و قربات دار کا بھی لحاظ نہ کرو۔ اللہ کے وعدے پورے کرو جو تم کو اس نے حکم دیئے ہیں ان پر عمل کرو جو تم نے اس سے وعدے کئے ہیں زر قسم وغیرہ کے ذریعہ۔ انہیں پورے کرو اور جو تم کسی سے اللہ کی ضمانت پر وعدہ کر لو وہ پورا کرو۔ اللہ تعالیٰ پانچ چیزوں کا تم کو تاکید حکم دیتا ہے تاکہ تم انہیں یاد رکھو بھول کر بھی ایسی حرکتیں نہ کرو۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : صرف نابالغ بچہ کو یتیم کہہ سکتے ہیں بالغ یتیم نہیں یہ فائدہ حتیٰ بلوغ بالغ سے حاصل ہوا کہ اس سے یتیمی کی انتہا معلوم ہوئی۔ دوسرا فائدہ : یتیم کلاوالی یتیم کے مال میں ہر وہ تصرف کر سکتا ہے جس میں یتیم کا جانی یا مالی نفع ہو لہذا یتیم کی تعلیم اس کے نکاح وغیرہ پر جائز خرچ کر سکتا ہے اس کو نفع بخش کاروبار میں لگا سکتا ہے۔ یہ فائدہ الا ہالتی ہی احسن سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ تیسرا فائدہ : یتیم کلاوالی یتیم کے مال میں ایسا کوئی تصرف نہیں کر سکتا جس میں یتیم کا نقصان ہو لہذا اس کا نکاح دھوم دھڑاکہ سے نہیں کر سکتا اس کے مال سے اس کا ولیمہ نہیں کر سکتا۔ یتیم کو شاندار مگر غیر مفید چیز نہیں دے سکتا یتیم کے مال باپ کی فاتحہ، تیجہ، دسواں وغیرہ یتیم کے مال سے نہیں کر سکتا اگر کرے گا تو یہ کھانا سب کے لئے حرام ہو گا کھانے والے اپنے پیٹ میں دوزخ کی آگ بھرس گے۔ رب فرماتا ہے ان النفع یا کلون اموال الیتامی ظلما " انما یا کلون فی بطونہم ناراً " اس کے متعلق اعلیٰ حضرت قدس سرہ کی تصنیفات کا مطالعہ کرو یہ فائدہ بھی الا ہالتی ہی احسن سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ : یتیم کے مال میں نہ زکوٰۃ فرض ہے نہ قربانی یتیم بچہ اپنے مال سے کسی کو صدقہ نفلی، خیرات، ہبہ نہیں دے سکتا اگر دے تو اسے قبول کرنا حرام ہے یہ فائدہ بھی الا ہالتی ہی احسن سے حاصل ہوا پانچواں فائدہ : کم ٹاپ تول کر کسی کو دینا تاجر سے جبراً "نیچا تلوانا حرام ہے اگر تاجر خود ہی کچھ نیچا تول دے تو اس کا قبول کرنا جائز ہے کہ زیادتی اس کی طرف سے ہدیہ ہے جو قبول کیا جا سکتا ہے یہ فائدہ اولوا الکمل الخ سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابر کو اونٹ کی قیمت ادا فرمائی تو دینے والے وکیل سے فرمایا زن و اسج ان کی رقم تول دو کچھ نیچی تول دینا یہ عطیہ شہانہ کرم خسروانہ ہے کہ فرمایا دارن حج نیچی تول دو۔ اس مسئلہ سے بہت لوگ بے پرواہ ہیں۔ سودا خریدتے وقت جبراً "بہت نیچا تلواتے ہیں خصوصاً "گوشت اور ترکاریاں بجائے نیچا تلوانے کے اس سے قیمت میں رعایت پہلے ہی کرالو۔ چھٹا فائدہ : وزن و ٹاپ میں غیر محسوس سی زیادتی کی جو قصداً "نہ ہو معاف ہے ہم نے لہل مدینہ کو دیکھا کہ اگر وہ لوگ لفافہ میں شکریا دال تول کر دیتے ہیں تو باٹ کی طرف بھی اس وزن کا خالی لفافہ رکھ لیتے ہیں تاکہ گاہک کو کھنڈ بھر بھی سودا کم نہ جائے۔ اللہ تعالیٰ پاکستانی تاجروں کو بھی اس دیانت داری کی توفیق دے۔ ساتواں فائدہ : سودے میں ملاوٹ کر کے فروخت کرنا حرام ہے کہ اس میں بھی گاہک کا حق مارا جاتا ہے مثلاً "اگر سیر دودھ میں چھٹانک پانی کی ملاوٹ ہے یا سیر دہی گھی میں چھٹانک و لاتی گھی کی ملاوٹ ہے تو گاہک کو ایک چھٹانک دودھ و گھی کم پہنچا یہ بھی اولوا الکمل کے خلاف ہے۔ آٹھواں فائدہ : رشوت لیکر یا کسی قرابت دار یا مالدار کی رعایت کر کے غلط فتویٰ دینا یا جھوٹی گواہی دینا یا غلط فیصلہ کرنا حرام ہے یہ فائدہ واذا قلتم فاعملوا سے حاصل ہوا اس علم علی کی تفسیر حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کی زندگی شریف ہے جو وہ حضرات قیامت تک نہ مٹنے والی عملی تفسیر کر کے دکھائے یہ عدل و انصاف مسلمانوں کا طرہ امتیاز رہا جسے ہم کھو بیٹھے۔

حق میں کسی کی بھی نہ رعایت صلی اللہ علیہ وسلم !!

بانٹ رہے ہیں سب کو دولت صلی اللہ علیہ وسلم !!

عدل کیا تو اپنے پرائے دیکھا سب کو ایک نظر سے

اپنی بیٹی کے سر پر تھا ایک دہنہ وہ بھی شکستہ

نواں فائدہ : جس شخص سے اللہ کے نام کے ساتھ وعدہ کیا جاوے اس کا پورا کرنا شد ضروری ہے خواہ اپنے شیخ سے عہد کرے یا کسی اور سے۔ اسی لئے نکاح کے وقت دو ہمارو لہن کو کلمے پڑھاتے ہیں بعد میں ایجاب و قبول کراتے ہیں کہ نکاح میں ان دونوں

سے ایک دوسرے کے متعلق عہد ہوتا ہے پانچوں کلمے پڑھا کر اس عہد کو عہد اللہ بنا دیا جاتا ہے تاکہ دونوں ان پر مضبوطی سے قائم رہیں۔ نکاح کے یہ کلمے اس آیت سے لئے گئے ہیں **وَبِعَهْدِ اللَّهِ افلوا دسواں فائدہ** بمقابلہ عبادات کے معاملات کا مسئلہ بہت اہم ہے عبادات درست کر لینا آسان ہیں مگر معاملات درست رکھنا بہت مشکل ہے اکثر لوگ اس میں قیل ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ فائیکم وصا کم الخ سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے اس آیت میں پانچ معاملات کا ذکر فرمایا کہ اسے وصیت اور تدبیر فرما کر اس کی تاکید فرمائی۔ رب توفیق دے تو انسان کو چاہئے کہ اپنے اعمال کی ناپ تول برابر رکھے کہ جس درجہ کا گناہ ہو جاوے۔ اس درجہ کی نیکی بطور کفارہ کرے تاکہ گناہ کا پلہ وزنی نہ ہوئے پائے دیکھو حضرت وحشی نے جناب حمزہ کو شہید کیا تو پھر مسلمان ہو جانے پر غزوہ یمامہ میں اسی نیزہ سے مسلمانہ کذاب کو قتل کیا جناب اندھ نے حضرت حمزہ کی میت کی ابات کی تو اسلام نہ چھنے کے بعد غزوہ یرموک میں سات لاکھ عیسائیوں کا مقابلہ کیا ہر شخص کا تار ہے ہر ایک کو چاہئے کہ اپنے اعمال کی ترازو درست رکھے۔ گیارہواں فائدہ: رب تعالیٰ کسی بندے پر اس کی طاقت سے زیادہ احکام کا بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ فائدہ لا تکلف الخ سے حاصل ہوا دیکھو نماز میں اخلاص، خشوع، خضوع وغیرہ جو چیزیں قلبی واردات ہیں ہمارے قبضہ سے باہر ہیں وہ چیزیں نماز میں نہ فرض ہیں نہ واجب نہ سنت نہ شرعی مستحب یہ ہے۔ لا تکلف نفسا الخ فاطور اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا صلوا کما وانتمونہما صلی تم نے جیسے مجھے نماز پڑھتے دیکھا ہے ویسی نماز پڑھو یہ نہ فرمایا کہ صلوا کما اصلی جیسی نماز میں پڑھتا ہوں ویسی پڑھو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا خشوع و خضوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم قلبی ہم سے ناممکن ہے یا ان سرکار کے ظاہری ارکان کی نقل ہم کر سکتے ہیں جو دیکھنے میں آتے ہیں۔ بھلا کرم تو دیکھو کہ غشی مدہوشی میں اگر منہ سے کفری بات نکلے تو اس پر پکڑ نہیں لیکن اگر اچھا لفظ نکلے تو اس پر ثواب ہے ہم سے بے خبری میں جو برا کام ہو جاوے تو پکڑ نہیں لیکن اگر بے خبری میں کوئی اچھا کام ہو جاوے تو اس پر ثواب ہے حتیٰ کہ ہمارے بلوغ و کھیت جو چیزیاں کھا جاویں اس پر صدقہ کا ثواب ہے یہ ہے اس کا کرم۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں مال یتیم کی قید کیوں لگائی گئی کیا یتیموں کے علاوہ دوسروں کا مال مار لینا اسے ناجائز استعمال کر لینا جائز ہے۔ جواب: اس لئے کہ یتیم کا مال مارنا بہت ہی سخت اور خطرناک جرم ہے ابولا تو اس لئے کہ یتیم بے کس ہے بس بے زور اور بے سارا ہوتا ہے وہ کسی ظالم سے ایسا نہ نہیں لے سکتا وہ محض دوسروں کا منہ دیکھتا ہوتا ہے اس لئے اس پر ظلم کرنا بدترین جرم ہے دوسرے اس لئے کہ اگر یتیم ظالم کو معاف کر دے تو معاف نہیں ہوتا کسی عاقل بالغ کا مال مارا بعد میں اس نے معاف کر دیا معاف ہو گیا مگر یہ تو کسی طرح معاف نہیں ہوتا۔ دوسرا اعتراض: تم نے مالتی ہی احسن کے متعلق کہا کہ یتیم کے مال کی زکوٰۃ نہیں اس میں سے صدقہ نفل بد پر ایسے کرنا حرام ہے تو یتیم کی زمین پیداوار پر خرچہ یا عسکریوں واجب ہوتا ہے وہ بھی معاف ہونا چاہئے۔ جواب: اس لئے کہ خراج اور عشر نفل عبادات نہیں بلکہ نیکس اور حقوق مایہ ہیں یتیم کے مال سے حقوق ضرور ادا کئے جائیں گے۔ چنانچہ یتیم کی بیوی کو خرچہ اس کے مال سے دیا جاوے گا اس کے معلم کو تنخواہ اس کے ہاں کام کرنے والے مزدوروں کی اجرت اس کے مال سے ادا کی جاوے گی۔ صدقہ اور حقوق میں بڑا فرق ہے۔ تیسرا اعتراض: لا تقربوا کے بعد فرمایا کیا حتیٰ باغ اشدہ جس سے معلوم ہوا کہ یتیم کا مال اس کی نابالغی کے زمانہ میں مارنا ناجائز طور پر کھانا حرام ہے مگر جب وہ بالغ ہو جاوے تو خوب کھاؤ اور ڈاؤ کہ نہ کہ حتیٰ اشدہ کے لئے آتا ہے۔ جواب: اس اعتراض کا جواب تفسیر سے

معلوم ہو گیا کہ یہاں حتیٰ بلاغ لا تقربوا کی انتہاء بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ ایک پوشیدہ فعل کی۔ یعنی اس کے مال کی تم حفاظت کرو اسے نہ دو کہ وہ برباد کر دے گا حتیٰ کہ وہ اپنے بلوغ کو پہنچ جاوے جب عاقل بالغ ہو جاوے تو اس کے حوالہ کر دو لہذا آیت واضح ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں حکم دیا گیا کہ اللہ کا عہد پورا کرو تو کیا لوگوں کے عہد و بیان پورے نہ کئے جاویں کیا وہاں وعدہ خلافیوں عہد توڑ دینے کی اجازت ہے بعہد اللہ کو اوفوا پر مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا یعنی صرف اللہ کا عہد پورا کرو۔ جواب: عہد اللہ کی تمیز تفسیر میں عرض کی گئیں۔ تیسری تفسیر یہ تھی کہ لوگوں سے جو الٹی عہد کئے ہوں۔ وہ پورے کرے الٹی عہد۔ وہ ہیں جو حکم الہی کے خلاف نہ ہوں لہذا ناجائز وعدے حرام کاموں کے عہد حتیٰ کہ حرام کاموں کی قسم ہرگز ہرگز پوری نہ کی جاوے ایسے عہد ایسی قسمیں توڑنا واجب ہیں۔ چوری، زنا، قتل کا عہد کر لیا یا ان جرموں پر قسم کھا لی کہ ضرور کروں گا تو انہیں ہرگز پورا نہ کرے۔ پانچواں اعتراض: پچھلی آیت کریمہ کو ختم فرمایا گیا لعلمکم تعقلون اور اس آیت کریمہ کو ختم فرمایا گیا لعلمکم تذکرون پر اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جواب: پچھلی آیت کریمہ میں عقائد اور اخلاقیات کی وہ باتیں بیان فرمائی گئیں جو بہت ہی بری تھیں مگر کفار عرب اپنے بے عقلی سے انہیں اچھا سمجھ کر کرتے تھے جیسے شرک اور اولاد کا قتل اس لئے فرمایا تم بے عقل کیوں ہو گئے ہو عقل کے ناخن لو ان عیوب سے توبہ کرو۔ اس آیت کریمہ میں محاملات کی وہ بے قاعد گیاں ذکر فرمائی گئیں جنہیں کفار عرب بھی برا سمجھتے تھے مگر کبھی بھولے بھٹکے کر لیتے تھے لہذا ارشاد ہوا کہ یہ باتیں یاد رکھو انہیں نادانستہ طور پر بھی نہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ: ہماری روح گویا پردہ سی تیم ہے اس کا مال وہ فطرت سلیمہ اور ایمان ہے جس پر انسان پیدا ہوتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہر بچہ فطرت پر پیدا ہوتا ہے اس کے مال باپ اسے یہودی، عیسائی یا مجوسی بتلاتے ہیں کہ اے انسان اس تیم کے مال یعنی اپنی فطرت کو نہ بگاڑ ایمان پر قائم رہ اس میں کمال پیدا کر اسے ترقی دے تو وہاں سے مومن آیا ہے یہاں سے عارف نمازی غازی حاتی بن کر جا اس ایمان کی اس وقت تک حفاظت کر جب تک کہ روح اپنی حد بلوغ کو پہنچ جاوے کہ اسے موت آجلوے موت تک ایمان سنبھل اپنی زبان کا وزن اپنے اعمال کا پیمانہ پورا رکھ بلکی بات منہ سے نہ نکال بلکہ اعمال نہ کر اپنی زبان کی میزان درست رکھ اعمال کا پیمانہ ٹھیک رکھ جب بات کر تو عدل و انصاف کی کہ اگرچہ وہ بات حق ہے نفس نامہ کے خلاف ہو۔ رب نے تجھے ہر طرح کی نعمتوں سے نوازا ہے تو انصاف یہ ہے کہ تو بھی ہر طرح اس کی اطاعت کر شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

امرو بلا و مہ و خورشید و فلک در کار اند تا تو نانے بخت آری و غفلت نہ خوری!

ہمہ از بہر تو سرستہ و فرہاں بردار شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرہاں نہ دہی!

میشاق کے دن کچھ وعدے تجھ سے رب نے کئے تھے وہ اس نے سارے پورے فرمادیئے کچھ وعدے تو نے رب سے کئے تھے اللہ کے بندے تو بھی اپنے وعدے پورے کر۔ رزق کا وعدہ رب نے تجھ سے کیا تھا اطاعت و فرمانبرداری کا وعدہ تو نے رب سے کیا تھا و بعہد اللہ اوفوا اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کے ذریعہ تمہارے وعدے تم کو یاد دل رہا ہے تاکہ تم یہ ور کھو بھول نہ جاؤ۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ و رسول کے سارے احکام برحق اور قلیل عمل ہیں مگر قرآن مجید میں تین حکم توبہ، صبر اور انہیں بے مثل طریقہ سے ارشاد فرمایا ہے۔ ایک تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ہر دو حکم کہ اس کے متعلق فرمایا کہ تم

بھی نبی پرورد بھیجتے ہیں ہمارے فرشتے بھی، مومنو تم بھی بھیجو کیسا بے مثل طریقہ بیان ہے۔ دوسرے اللہ کا ذکر کہ فرمایا فاذا کونی اذکرکم تم ہمیں یاد کرو ہم تمہیں یاد کریں گے۔ دیگر عبارات کو اس طرح بیان نہ فرمایا، تیسرے حلال روزی کھانا حرام سے بچنا کہ اس کے لئے ایک جگہ فرمایا یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات و اعملوا صالحا" وہاں نبیوں کو خطاب فرما کر یہ حکم دیا دوسری جگہ فرمایا یا ایہا النبی امنوا کلوا من الطیبات ما رزقکم وہی الفاظ وہی طریقہ ادا ہے جو رسولوں کے لئے تھا حرام روزیوں میں بدتر حرام یتیم کمال ظلما" کھانا ہے بالغ کمال ظلما" کھالیا اس نے معاف کر دیا تو حلال ہو جاتا ہے مگر یتیم کمال ایسا خطرناک ہے کہ وہ یتیم یا اولی کے معاف کرنے سے بھی معاف نہیں ہوتا۔

وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ

اور تحقیق یہ میرا راستہ ہے سیدھا پس پیروی کرو اس کی اور نہ پیروی کرو راستوں کی ورنہ الگ کر دیں گی اور یہ کہ یہ ہے میرا سیدھا راستہ تو اس پر چلو اور راہیں نہ چلو یہ نہیں اس کی راہ سے جدا کر دیں

بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذَلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ ۝ ثُمَّ آتَيْنَا مُوسَىٰ

وہ تم کو اس کی راہ سے یہ چیزیں ہیں کہ وصیت کی تم کو ان کی تاکہ تم پر ہیزگار بنو پھر دی ہم نے موسیٰ کو کہ یہ تمہیں حکم فرمایا کہ کہیں نہیں پر ہیزگاری ملے۔ پھر ہم نے موسیٰ کو کتاب

الْكِتَابَ تَمَامًا عَلَىٰ الَّذِي أَحْسَنَ وَتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ وَهُدًى وَرَحْمَةً

کتاب پورا کرنے کے لئے اور اچھے جو بھلائی کرنے کے لئے ہر چیز کی اور رہبری اور رحمت عطا فرمائی پورا احسان کہنے کو اس پر جو نیکو کار ہے اور ہر چیز کی تفصیل اور ہدایت اور رحمت

لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ ۝

تاکہ وہ ملنے پر اپنے رب سے ایمان قبول کریں۔

کہ کہیں وہ اپنے رب سے ملنے پر ایمان لائیں۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی دو آیتوں میں عقائد اخلاق معاملات کی انتظامات وغیرہ کا تاکید حکم دیا گیا اب ان کی اہمیت ظاہر فرمائی جا رہی ہے کہ یہ چیزیں خداری کا راستہ ہیں تم انہیں اختیار کر کے اپنے رب سے مل سکو گے تاکہ لوگ رب کی ملاقات کے شوق میں بڑے ذوق کے ساتھ انہیں قبول کریں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں وہ چیزیں بیان فرمائی گئی تھیں۔ جنہیں اختیار کر کے ہمارے گھر ہمارے ملک ہمارے خاندان و رست ہو جلوس اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان چیزوں سے صرف دنیا ہی نہیں سنبھلے گی بلکہ تمہاری آخرت بھی ٹھیک ہو جلوسے گی کہ تم ان سے متعلق پر ہیزگار بن جاؤ گے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں وہ باتیں ہم کو بتائی گئیں جن سے ہماری دین و دنیا و رست ہو

جلیس اب ارشاد ہے کہ یہ احکام صرف تم پر ہی جاری نہیں بلکہ تم سے پہلے بھی امتوں پر جاری تھے چنانچہ موسیٰ علیہ السلام کو جو توریت دی گئی اس میں یہ احکام موجود تھے۔ لہذا تم قیامت میں ان قوموں سے اچھے اور افضل بن کر آنا۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیتوں میں گزشتہ دس احکام کے دو فائدے بیان ہوئے تھے عقل کا حاصل ہونا لعلم تعقلون اور نصیحت کا میسر ہونا۔ اب ان ہی احکام کا تیسرا فائدہ بیان ہو رہا ہے۔ یعنی ان چیزوں کا سیدھا راستہ ہونا جن پر چل کر بندہ اللہ و رسول تک پہنچ جاتا ہے۔

تفسیر: وان هذا صراطی مستقیم اس عبارت کی نحوی ترکیبیں بہت کی گئی ہیں آسان ترکیبیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ عبارت معطوف ہے لعلم تذکرون پر اور ان سے پہلے لام پوشیدہ یعنی ان احکام پر عمل کرو اس لئے کہ تم کو نصیحت ہو اور اس لئے کہ یہ سیدھا راستہ ہے دوسرے یہ کہ یہ عبارت معطوف ہے ما حرم و حکم علیکم پر اور اقل کا مفعول ہے یعنی تم میں تم پر یہ بھی تلاوت کرو کہ رب نے کونسی چیزیں حرام کیں اور یہ بھی تلاوت کروں کہ یہ راستہ سیدھا ہے ان دونوں صورتوں میں ان کا فائدہ بالکل ظاہر ہے بعض قراتوں میں ان الف کے کسر سے ہے تب یہ جملہ نیا ہے اور واؤ ابتدا ہے چونکہ اس آیت کے مضمون کے منکرین بہت تھے اور ہیں اور رہیں گے اس لئے اسے ان ناکید سے شروع فرمایا گیا۔ ہذا سے اشارہ یا تو مذکورہ دس حکموں کی طرف ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری تعلیم کی طرف یا قرآن مجید کی طرف یا اس کے سارے احکام یا اسلام کی طرف صراطی میں صی متکلم سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں یعنی مجھ تک پہنچنے کا راستہ ہے یا میرا قائم فرمایا ہوا راستہ ہے یا مجھے بتایا ہوا راستہ ہے۔ جیسے اردو میں راستہ عام ہے جو ہر قسم کے راستہ پر بولا جاتا ہے مگر سڑک، جرنیلی سڑک، گلی، پگڈنڈی خاص راستوں کو کہا جاتا ہے یوں ہی عربی میں سبیل، طریق، صراط، شریعہ اور منہاج میں فرق ہے چونکہ اسلام وہ راستہ ہے جو بتایا اللہ نے بتایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اس پر چلے ہم لوگ اس لئے اسے اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور کبھی مسلمانوں کی طرف نسبت کیا جاتا ہے یہاں اس کی نسبت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے اور صراط النعمان نعمت علیہم میں مومنین صالحین کی طرف اور صراط ربک میں رب تعالیٰ کی طرف کی گئی۔ مستقیم وہ چھوٹا اور سیدھا راستہ ہے جو بغیر ہیر پھیر کے بہت جلد منزل مقصود پر پہنچا دے۔ صراط اور مستقیم کے معنی، سبیل، طریق اور صراط کے فرق ہم سورہ فاتحہ میں اھلنا الصراط المستقیم میں عرض کر چکے ہیں یعنی یہ مذکورہ احکام یا یہ قرآن یا دین اسلام مجھے بتایا ہوا یا میرا مقرر فرمایا ہوا یا میرا چلا ہوا سیدھا راستہ ہے یا رب تعالیٰ فرما رہا ہے کہ یہ مجھ تک پہنچنے کا سیدھا راستہ ہے مذکورہ بالا دس احکام کے بیان کے اس فرمان علی میں اور اشارہ ہے کہ ان مذکورہ بالا احکام پر عمل کرنا جب ہی خدا تک پہنچائے گا جب ان پر اس لئے عمل کیا جاوے کہ یہ جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے ہوئے ہیں اگر کوئی شخص ان دس احکام پر عمل کرے مگر عقلی طور پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ نہ ہو تو وہ رب تک نہیں پہنچ سکتا بلکہ جو خدا کو مانے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر وہ نہ مومن ہو نہ رب تک پہنچے۔ رب تک پہنچنے کا ایک اور صرف ایک راستہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی فاتبعوا یہ عبارت پہلے جملہ پر مرتب ہے یعنی چونکہ یہ راستہ سیدھا ہے لہذا اس کی اتباع کرو۔ اتباع کے معنی ہیں کسی کے پیچھے اس کے نقش قدم پر چلنا مگر جب اس کا مفعول ملت یا راستہ یا سنت ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس پر عمل کرنا یا چلنا یہاں یہی آخری معنی ملا ہے اور فاتبعونی میں پہلے معنی ملا۔ ولا تتبعوا السبل یہ عبارت معطوف ہے فاتبعوا پر سبل جمع ہے سبیل کی معنی مطلقاً راستہ گلی ہو یا سڑک ان راستوں سے مراد ملت کفر و شرک ہیں یا منسوخ دین جیسے یہودیت و نصرانیت یا وہ

گمراہیاں، بری بدعتیں، شبہات جو اسلام میں پیدا کر لی جائیں (روح المعانی) فتفرق حکم عن سبیلہ یہ عبارت لا تتبعوا پر مرتب ہے جس میں ان دو سرے راستوں پر چلنے کا انجام بتایا گیا چونکہ یہ ف نہی کے جواب میں ہے اس لئے اس کے بعد ان پوشیدہ ہے اس وجہ سے تفرق کو فتح ہوا تفرق اصل میں تفرق ہے باب تفعل کا مضارع حکم میں خطاب انہیں لوگوں سے ہے جن سے لا تتبعوا اور لا تتبعوا السبل میں تھا سبیلہ سے مراد وہی دین اسلام ہے جس کا ذکر ابھی ہو چکا تھا کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے چونکہ اسلام رب تک پہنچنے کا راستہ بھی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قائم کیا ہوا یا چلا ہوا راستہ بھی اس لئے پہلے اسے صراطی فرمایا یہاں سبیلہ فرمایا یعنی ورنہ تم کو وہ مختلف راستے خدا کے راستے خدا کی طرف سے الگ کر دیں گے یہاں تفرق معنی علیحدہ کر دینا ہے فالکم وصاکم ہم فالکم سے اشارہ یا تو گزشتہ دس حکموں اور اس گیارھویں حکم کی طرف ہے لا تتبعوا اسی گیارھویں حکم کی طرف چونکہ دین اسلام کی اتباع کرنا دو سرے دینوں سے بچنا بڑی ضروری ہے اس لئے اس کے لئے علیحدہ وصاکم ارشاد ہوا یہ تیسری جگہ ہے جہاں وصاکم فرمایا گیا یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو دین اسلام پر استقامت دو سرے دینوں سے بچنے کا بہت تاکید کی حکم دیا ہے۔ لعلکم تتقون چونکہ اسلام کی پیروی دو سرے دینوں سے پرہیز تمام شرعی احکام کی جامع ہے جس میں اللہ رسول کے سارے حکموں پر عمل ہو جاتا ہے اور ساری ممانعتوں سے بچا جاتا ہے اس لئے یہاں تتقون ارشاد ہوا اتقاء کے معنی ہیں پرہیز گار بن جانا یا دوزخ سے بچ جانا یہاں دونوں معنی درست ہیں یعنی تاکہ تم متقی و پرہیز گار بن جاؤ یا تاکہ تم دوزخ سے بچ جاؤ اس فرمان عالی کے دو مقصد ہیں ایک یہ کہ تمہارے ان احکام پر عمل کرنے میں نہ تو ہمارا بھلا ہے کہ ہم بے نیاز ہیں نہ ہمارے نبی کا بھلا کہ وہ صرف ہمارے نیاز مند ہیں مخلوق سے بے نیاز ہیں سورج سے کوئی نور نہ لے تو اس کا کچھ نہیں بگڑتا دو سرے یہ کہ ان اعمال سے تقویٰ پرہیز گاری تم کو ملے گی ہمارے محبوب تو متقی اولیٰ ہی سے ہیں قرآن تمہارے لئے ہدایت ہے نہ کہ ان کے لئے تم دنیا میں تقویٰ لینے آئے ہو وہ تقویٰ دینے آئے اس جملہ کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ تاکہ تم متقی بنو یعنی تمہارے یہ اعمال اپنے نام نمود یا شہرت کے لئے نہ ہوں بلکہ تقویٰ حاصل کرنے رب کی رضا کے لئے ہو۔ شہرت کے لئے جو کام کئے جائیں اس سے بدنامی کے سوا اور کچھ حاصل نہیں ہوتا چپ کر جو نیکی کی جائے اسے اللہ تعالیٰ خود دنیا میں مشہور کر دیتا ہے دو سرے یہ کہ شاید تم متقی بن جاؤ یعنی نیک کام کر کے اپنے تقویٰ پر یقین نہ کرو بلکہ اللہ سے امید رکھو خاتمہ کا اعتبار ہے ابلیس کی مثل سامنے ہے۔ ثم اتینا موسیٰ الکتاب میں ثم واقعہ کی تاخیر کے لئے نہیں بلکہ خبر دینے کی تاخیر کے لئے ہے جیسے رب فرماتا ہے ولقد خلقنا کم ثم صوونا کم ثم قلنا للملئکتہ اسجدوا لادم۔ یہ عبارت یا تو معطوف ہے فالکم وصاکم بد پر یا پوشیدہ لعل لعلنا فالکم پر چونکہ موسیٰ علیہ السلام کو توریت شریف یکدم عطا فرمائی گئی تھی۔ نیز موسیٰ علیہ السلام کو توریت اس طرح ملی کہ آپ بھی طور پر تھے اور توریت بھی طور پر آپ کے لئے آسمان سے نازل نہ ہوئی۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کو آسمان سے اتارا اس لئے قرآن کے متعلق نازلنا یا نازلنا ارشاد ہوتا ہے اس وجہ سے اتینا ارشاد ہوا الکتاب سے مراد توریت شریف ہے موسیٰ علیہ السلام کو صحیفے بھی عطا ہوئے تھے اور کتاب توریت بھی۔ رب فرماتا ہے۔ صحف ابراہیم و موسیٰ بعض مفسرین نے فرمایا کہ یہاں ثم معنی واؤ ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو مذکورہ چیزوں کی وصیت کی پھر سنو کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی جس میں یہ مذکورہ احکام تھے یہ احکام بڑے پرانے ہیں صرف تم پر ہی نہیں جاری ہوئے تم سے پہلی امتوں پر بھی جاری تھے۔ خیال رہے کہ عطا توریت اور نزول قرآن میں بہت طرح فرق

ہے ایک یہ کہ توریت لکھی ہوئی ملی اور قرآن پڑھا ہوا اس لئے اسے قرآن کہتے ہیں۔ دوسرے یہ کہ توریت ایک دم عطا ہوئی قرآن آہستہ آہستہ تیس سال میں تاکہ سلسلہ کلام قائم رہے۔ تیسرے یہ کہ موسیٰ علیہ السلام توریت لینے طور پر گئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر بلکہ بازار وغیرہ میں قرآن آیا۔ چوتھے یہ کہ توریت کے لئے کوئی شان نزول نہ تھا قرآنی آیات کے لئے صحابہ کرام کے واقعات شان نزول ہیں تاکہ صحابہ کرام کی عظمت تاقیامت قائم رہے۔ پانچواں یہ کہ جامع قرآن صحابہ کرام مقرر ہوئے توریت کا جامع کوئی اسرائیلی نہ ہوا۔ اب اس کے بعد توریت شریف کی چار صفتیں بیان فرمائی گئیں۔ پہلی صفت یہ کہ **تعاما علی الذی احسن اس عبارت کی نحوی ترکیبیں بہت ہیں آسان ترکیب ہے یہ کہ تعاما** اتینا کا معنولہ ہے اتینا کے معنی میں ہے اور ہو سکتا ہے اتینا کا معنولہ مطلق ہو اتمام یا تمام کے معنی ہیں پورا کرنا اتمام اور اکمال کا نفیس فرق ہم **الیوم اکملت لکم دینکم** کی تفسیر میں بیان کر چکے ہیں کہ ذاتی پورا ہونے کو کمال کہا جاتا ہے اور صفاتی پورا ہونے کو تمام کہتے ہیں **الذی** سے مراد بنی اسرائیل کے مومنین اولیاء اللہ اور انبیاء کرام سب ہی ہیں کیونکہ توریت شریف پر بہت سے نبیوں نے بھی عمل کیا ہے اور اولیاء اللہ کا تو شمار نہیں احسن سے مراد ہے توریت کا حق ادا کرنا اس پر عمل کرنا مطلقا نیکیاں کرنا ایمان لانا چونکہ کتاب اللہ سے فائدہ صرف اہل ایمان ہی اٹھایا کرتے ہیں اس لئے یہ ارشاد ہوا جیسے قرآن کریم کے متعلق فرمایا گیا **ہدی للممتنع** یعنی ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو توریت دی نیک کاروں مومنوں پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لئے توریت کی دوسری صفت یہ ہے **وتفصیلا** لکل شئی یہ عبارت معطوف ہے تملک پر اور آیت کا معنولہ تفصیل کے لفظی معنی ہیں جدا کرنا اصطلاح میں کھل بیان کرنے کو تفصیل کہا جاتا ہے۔ اجمال کا مقابل یہاں یہی معنی مراد ہیں کُل شئی سے مراد ہے احکام شرعیہ اور علوم غیبیہ پورے کے پورے یعنی توریت شریف عطا فرمائی ساری دینی و دنیاوی غائب و حاضر چیزوں کی تفصیل بیان کرنے کے لئے۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جب توریت ملی تو اس میں شرعی احکام کا بھی مفصل بیان تھا اور باقی ساری چیزوں کا بھی مفصل بیان مگر جب موسیٰ علیہ السلام نے پچھڑا پرست یہودیوں پر غصہ فرماتے ہوئے وہ تختیاں ڈال دیں تو اس میں شرعی احکام تو باقی رہ گئے مگر باقی چیزوں کی تفصیل باقی نہ رہی اس کا بہت حصہ رب نے اٹھالیا اس کا ذکر اس آیت میں ہے **ولما مکت عن موسیٰ الغضب اخذ الالواح و فی نسختها** ہدی ورحمتہ للذین ہم لربہم یرہبون۔ جب موسیٰ علیہ السلام کا غصہ ٹھنڈا ہوا تو آپ نے توریت کی تختیاں اٹھالیں اس وقت اس کے نسخہ میں ہدایت اور رحمت تھی دیکھو اب تفصیلا لکل شئی نہ رہی قرآن مجید کے متعلق ارشاد ہوا کہ **نزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شئی** قرآن مجید میں ہر دینی و دنیاوی چیز کا تفصیلی بیان تھا بھی اور رہا بھی غرضیکہ وقت عطا اور ہے وقت بقا کا حال اور قرآن کی عطا اور بقا یکساں ہے مگر توریت کی عطا کا حال اور ہے بقا کا حال اور جیسے ہمارے اسلام کی نمازیں عطا ہوئیں پچاس باقی رہیں پانچ نمازوں کی مطلوبہ بقا میں فرق ہے اس فرق میں ہزار ہا گنتیں ہوتی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ توریت میں ہر دینی مسئلہ کا تفصیلی بیان تو تھا مگر بعض کا صراحتہ اور بعض کا اشارہ اشارہ والے احکام مجتہدین کے اجتہاد سے معلوم ہوتے تھے۔ لہذا اس دین میں علماء مجتہدین تھے۔ جیسے قرآن مجید کے متعلق ارشاد ہے (تفصیل کل شئی) مگر اسلام میں اجتہاد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اجتہاد کیا صحابہ کرام نے بھی اور دین کے اماموں نے بھی یہ دو باتیں خیال رکھی جائیں توریت شریف کی تیسری اور چوتھی صفت یہ تھی **وہدی ورحمتہ** ہدایت سے مراد ہے بدعتیہ گروں سے ہدایت اور رحمت سے مراد ہے غذاب الہی سے ایمان یا ہدی سے مراد ہے شریعت کی ہدایت رحمت

سے مراد ہے طریقت کے مسائل قریباً ساری عبادات میں شریعت بھی ہوتی ہے طریقت بھی جو ارکن جسم سے ادا ہوں وہ شریعت ہیں جو دل سے ادا ہوں وہ طریقت ہیں شرعی ارکن سے عبادت جائز ہوتی ہے طریقت کے ارکن سے عبادت قبول ہوتی ہے قیام رکوع سجدہ وغیرہ نماز کے شرعی ارکن میں دل لگنا اخلاص ہونا اور اس طرح نماز پڑھنا کہ گویا خدا کو دیکھ رہا ہے یا خدا اس کو دیکھ رہا ہے یہ طریقت والے ارکن ہیں یہی حل ہے ساری عبادات زکوٰۃ روزہ حج جہلو وغیرہ کا تو ریت میں یہ دونوں قسم کے احکام تھے یا ہدایت سے مراد ہے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے ذات و صفات کا ذکر ان پر ایمان لانے کی ہدایت رحمت سے مراد ہے اس پر ثواب کا وعدہ اس کے اور بھی مطلب ہو سکتے ہیں۔ ہدایت کے معنی اور اس کی قسمیں قسموں کے احکام ہدی للمتقین کی تفسیر میں بیان کر چکے لعلہم بلقاء ربہم یشومنون اس عبارت میں تورات دینے کی حکمت کھڑ کر ہے لعلہم میں ہم ضمیر النبی حسن کی طرف نہیں لوٹی ہے کہ وہ لوگ تو پہلے ہی ایمان لا چکے ہیں بلکہ باقی بنی اسرائیل کی طرف جن کا علم اس واقعہ کے بیان سے ہو گیا۔ لقا رب سے مراد ہے قیامت میں اٹھنا یعنی تورت ہم نے اس لئے اتاری اور تورت میں یہ خوبیاں اس لئے رکھیں کہ سرکش اسرائیلی قیامت کو مان لیں اس جگہ تفسیر روح المعانی نے ہدایت ابن ابی حاتم حضرت مجاہد سے روایت کی جب موسیٰ علیہ السلام نے تورت کی تختیاں گر لوں تو اس میں ہدایت و رحمت تورہ کئی تفصیل کل خشی جاتی رہی الحمد للہ کہ ہمارے گزشتہ بیان کی تائید ہو گئی۔

خلاصہ و تفسیر : اے لوگو! یقین کرو کہ یہ مذکورہ احکام یا قرآن یا اسلام میرا قائم کیا ہوا سیدھا راستہ ہے جس پر چل کر انسان رب تک پہنچتا ہے اب صرف اسی راہ کی اتباع کرو صرف اسی پر چلو اب اسلام کے سواء اور رستوں دینوں کو اختیار نہ کرو خواہ وہ کفر و شرک ہوں یا منسوخ شدہ آسمانی دین ورنہ رب کے راستے سے تم کو یہ راستے پھیر دیں گے تم رب تک نہ پہنچ سکو گے سورج کے طلوع ہو جانے پر چرخوں سے نور نہ لو اب یہ نور سورج ہی میں ہے چرخ بے نور ہو چکے اللہ تعالیٰ تم کو صرف اسلام اختیار کرنے کا تاکید حکم دیتا ہے تاکہ تم متقی بنو اب تقویٰ طہارت خدا رسی ہدایت صرف اور صرف اسلام میں ہی ہے۔

حدیث شریف میں ہے کہ ایک بار حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات صحابہ کو چند خط کھینچ کر دکھائے جن میں سے ایک سیدھا تھا باقی ٹیڑھے فرمایا یہ سیدھا خط اسلام ہے باقی ٹیڑھے خطوط دوسرے دین ہیں تم اسی سیدھے خط پر چل کر ہی رب تک پہنچ سکتے ہو پھر یہی آیت تلاوت فرمائی وان ہذا صراطی مستقیم اے لوگو پھر یہ بھی سن لو کہ ہم نے تم سے پہلے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب تورت عطا فرمائی تھی چار نعمتوں کے لئے مومنین صالحین اولیاء انبیاء کرام پر اپنی نعمت پوری کرنے کے لئے کہ تورت سے پہلے جو صحیفہ دنیا میں آئے ان میں عقائد عبادات اور کچھ اخلاقیات ہی تھے تورت وہ پہلی کتاب تھی جس میں اس وقت کے لحاظ سے ان مذکورہ چیزوں کے علاوہ آپس کے معاملات سیاست اور شرعی سزائیں وغیرہ نظام حیات مکمل تھا اس لئے وہ تمام علی الذی احسن تھی۔ موسیٰ علیہ السلام پہلے صاحب شریعت نبی تھے۔ ہر دین دنیاوی چیز کا تفصیلی بیان کرنے کے لئے گمراہی سے بچانے سیدھی راہ پر لگنے کے لئے رحمت یعنی عذاب سے لمان دینے کے لئے تاکہ وہ اس کتاب پر عمل کر کے ہمارے عذاب سے بچے رہیں یہ سب کچھ اس لئے کیا گیا تھا کہ سارے بنی اسرائیل قیامت پر ایمان لائیں نیکو بن جائیں۔

فائدے : اس آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: عقائد کی درستی۔ عبادات کی ادائیگی۔ معاملات کی صفائی، حقوق ادا کرنا سیدھا راستہ ہے جو ان تینوں چیزوں میں سے کسی میں کوتاہی کرے وہ سیدھے راستہ پر نہیں عبادات اور معاملات اور دو بازوؤں کی طرح ہیں جن میں سے ایک کے بغیر دوسری پرواز ناممکن ہے یہ فائدہ گزشتہ احکام بیان فرمانے کے بعد ہذا صراطی مستقیماً فرمانے سے حاصل ہوا۔ آج ہم لوگ صرف زبان کے متقی رہ گئے ہیں عمل میں صفر ہیں۔ دوسرا فائدہ: ہر آسمانی دین اپنے اپنے وقت میں ہدایت بھی تھے اور خدا رسی کا ذریعہ بھی لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے ظہور اور اسلام کی تشریف آوری کے بعد ان میں سے کوئی نہ ہدایت رہا نہ خدا رسی کا ذریعہ اب ہدایت صرف اسلام میں ہے یہ فائدہ ولا تتبعوا السبل سے حاصل ہوا کہ سبل سے مراد سارے راستے ہیں سوائے اسلام کے رب تعالیٰ فرماتا ہے ومن يتبع غير الاسلام فلنقبل منه وهو في الآخرة من الخاسرين اور فرماتا ہے فاتبعوني يحببكم الله تیسرا فائدہ: اب توریت و انجیل وغیرہ پر عمل گمراہی ہے اور رب تعالیٰ سے دوری کا ذریعہ جیسے بچہ کے لئے شیر خوارگی کے زمانہ میں ماں کا دودھ زندگی کا ذریعہ ہے بڑے ہو جانے پر وہی دودھ ہلاکت کا ذریعہ ہے اب روٹی وغیرہ کھانپڑے گی۔ یہ فائدہ فطرتی حکم عن سبیلہ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: زندگی کا کل وہ جو تقویٰ اور پرہیزگاری میں گزرے موت وہ کامل ہے جو ایمان پر آئے تقویٰ زندگی کا اصل مقصود ہے۔ یہ فائدہ لعلمکم تقون سے حاصل ہوا۔

آوی ہست از برائے بندگی زندگی بے بندگی شرمندگی

پانچواں فائدہ: قرآن مجید کے بعد درجہ توریت شریف کا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی پہلی کتاب ہے جیسے قرآن مجید آخری کتاب ہے۔ یہ فائدہ ہم اتینا موسیٰ الکتاب سے حاصل ہوا حتیٰ کہ بعض علماء نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درجہ موسیٰ علیہ السلام کا ہے مگر تحقیق یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد درجہ ابراہیم علیہ السلام کا ہے پھر موسیٰ علیہ السلام کا دیکھو ہماری کتاب مرآت شرح مشکوٰۃ شریف باب فضائل سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم۔ چھٹا فائدہ: انبیاء کرام اور آسمانی کتابیں اگرچہ سب کے لئے رحمت ہیں مگر ان سے فائدہ خوش نصیب لوگ ہی اٹھاتے ہیں جو ان پر ایمان لائیں جیسے سورج اگرچہ سب کے لئے رحمت ہے مگر چمکنا اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔ یہ فائدہ تماماً علی الذی احسن سے حاصل ہوا رب تعالیٰ قرآن کریم کے متعلق فرماتا ہے ہدی للمتقین ساتواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام مولویوں کی طرح صرف دینی مسائل ہی سے واقف نہیں ہوتے اور آسمانی کتابیں فقہ کی کتابوں کی طرح صرف دینی مسائل ہی کی کمی حاصل نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالیٰ حضرات انبیاء کرام کو غیبی علوم پر مطلع کرتا ہے اور آسمانی کتابیں دینی و دنیاوی علوم پر حاوی ہوتی ہیں۔ یہ فائدہ وتفصیلاً لکل شیء سے حاصل ہوا۔ یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا تھا کہ مجھے مصری خزانوں کا منتظم مقرر کر دے انی حلیظ علمہم ملک رانی خزانوں کی حفاظت زراعتی اصلاحات تمام دنیا کو رزق پہنچانا کسی کو بھوکے مرنے نہ دینا یہ سب کچھ خوب جانتا ہوں بتاؤ یہ کونسے شرعی مسئلے ہیں جن کا یوسف علیہ السلام کو عظیم و خیر بتایا گیا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا وانبشکم بما تاکلون و ما تلخرون لی ہوتکم میں تم کو بتا سکتا ہوں کہ تم گھروں میں کھاتے کیا ہو بچاتے کیا ہو یہ ہیں علوم انبیاء خیال رہے کہ مختلف نبیوں کو مختلف معجزات عطا کئے گئے مگر علم غیب وہ معجزہ ہے جو ہر نبی کو ان کے مرتبے کے مطابق عطا فرمایا گیا حتیٰ کہ آدم علیہ السلام جو پہلے نبی پہلے انسان ہیں ان کے متعلق ارشاد ہوا وعلم ادم الاسماء کلھا موسیٰ علیہ السلام

چونکہ بڑے پائے کے نبی ہیں اس لئے انہیں کتاب وہ دی گئی جو بوقت عطا تفصیلاً لکھ لکھنی تھی۔ انھوں نے فائدہ: حضرات انبیاء کرام کی تشریف آوری آسمانی کتابوں کے نزول کا مقصد لوگوں کو ہدایت دینا ہے ایمان عطا فرمانا اس کے سوا اور فائدے اس کے تابع ہیں۔ یہ فائدہ لعلہم بلقاء و لہم یومنون سے حاصل ہوا۔ دیکھ لو قرآن مجید قانون بھی ہے شفا بھی مگر اس کے متعلق ارشاد ہوا ہدی للمتقین معلوم ہوا کہ ہدایت اس کا اصل مقصد ہے غور کرو کہ رب نے آنکھ دیکھنے کو دی ہے مگر اس سے روتے بھی ہیں اشارے بھی کرتے ہیں سرمہ لگا کر زینت بھی اس لئے خوشی و غصہ کا اظہار بھی کرتے ہیں مگر اس کا اصل مقصد دیکھنا ہے عصاء موسیٰ دشمن کے مقتل سانپ ہوتا تھا آپ کے لئے رات میں بیٹری کنوئیں میں ری وغیرہ۔

پہلا اعتراض: نحوی قاعدہ سے وان ہنا صراطی میں ان الف کے کسر سے آنا چاہئے کیونکہ یہ شروع کلام میں ہے یہاں الف کے فتح سے کیوں آیا۔ جواب: ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہ عبارت معطوف ہے لعلکم تتقون پر اور اس سے پہلے لام پوشیدہ ہے اصل میں لان ہنا تھا اور جس قراءۃ میں ان الف کے کسر سے ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ دوسرا اعتراض: اتباع تو کسی انسان کی ہو سکتی ہے نہ کہ کسی راست کی کیونکہ اتباع کے معنی ہیں کسی کے پیچھے چلنا کسی کے نقش قدم پر چھبنا فاتبعوا کیوں فرمایا گیا۔ دو سری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے فاتبعونی جس سے معلوم ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع چاہئے۔ جواب: اگر اتباع کا مفعول کوئی انسان ہو تو اس کے معنی وہ ہوتے ہیں جو تم نے کئے یعنی پیچھے چلنا نقش قدم پر چلنا اور اگر اس کا مفعول ملت یا کتاب یا راستہ ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں اس پر چلنا اسے اختیار کرنا یوں سمجھو کہ اس کے معنی ہیں پیروی کرنا۔ پیروی انسان کی بھی ہو سکتی ہے اور راستہ کی بھی مگر معنی وہ ہوں گے جو ہم نے عرض کئے۔ تیسرا اعتراض: موسیٰ علیہ السلام کو توریت شریف قرآن مجید سے بہت پہلے مل چکی تھی تو یہاں اسے تم سے کیوں بیان فرمایا۔ جواب: یہاں تم صرف ذکر کی فراخی کے لئے ہے یعنی جب تم یہ قرآنی احکام سن چکے تو یہ بھی سنو کہ ہم نے موسیٰ علیہ السلام کو کتاب دی تھی جس کی مثل ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ چوتھا اعتراض: جب توریت شریف میں ہر چیز کی تفصیل بھی تھی ہدایت بھی رحمت بھی تو اب اس کو ماننا اس پر عمل کرنا ممنوع کیوں ہو گیا اب بھی جو توریت پر عمل کرے ہدایت پر ہونا چاہئے جو چیز ہدایت و رحمت ہے وہ ہر زمانہ میں ہدایت ہے۔ جواب: توریت شریف بلکہ ساری آسمانی کتابوں میں دو طرح کی ہدایت تھی اور ہے ایک ہدایت ایمان دو سرے ہدایت اعمال۔ ان سب کی ہدایت ایمان اب بھی باقی اور تاقیامت باقی رہے گی تمام کتابوں نے یہ ہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اپنی صفات سے موصوف ہے۔ فرشتے قیامت وغیرہ برحق ہیں رہی ہدایت اعمال وہ ان میں وقتی تھی وہ وقت گزر گیا ان کی ہدایت بھی ختم ہو گئی بلکہ گمراہی میں تبدیل ہو گئی آدم علیہ السلام کے زمانہ میں بن سے نکل کر ہدایت تھا مگر وہ دور گزر جانے پر یہ عمل حرام اس کو حلال جانتا کفر ہو گیا یونہی ان کتابوں کا رحمت ہونا وقتی تھی وہ بھی بنی اسرائیل کے لئے وہ وقت گزر گیا ان کی رحمت ختم ہو گئی۔ چراغ کی روشنی سورج نکل آنے پر ختم ہو جاتی ہے کھیت تک جانے پر بارش نقصان دہتی ہے۔ پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن لینے کیسے نہیں گئے۔ مگر حدیث پاک میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سورہ بقرہ کا آخری رکوع معراج میں قاب قوسین پر دیا گیا اللہ ایہ رکوع حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان پر جا کر لائے جیسے موسیٰ علیہ السلام توریت طور پر جا کر لائے تو تمہارا یہ کلام کیونکر درست ہوا۔ جواب: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں یہ رکوع لینے نہ گئے تھے بلکہ رب کا دیدار کرنے گئے

تھے یہ رکوع تو بطور تحفہ عطا فرمایا گیا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لئے جیسے وزیر کو بادشاہ سے ملنے کے لئے بلایا جائے۔ آنے پر کوئی تحفہ بھی دیا جائے اس لئے پھر اس رکوع کا نزول بھی ہوا اور یہ رکوع منیٰ کمایا۔ موسیٰ علیہ السلام تو صرف تورات لینے ہی طور پر گئے تھے۔ چھٹا اعتراض: جب تورت شریف ہر چیز کی تفصیل تھی تو چاہئے کہ موسیٰ علیہ السلام کا علم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن بھی تفصیل ہر چیز کی ہے اور موسیٰ علیہ السلام کی تورت بھی۔ جواب: ہرگز نہیں تورت اولاً ہر چیز کی تفصیل تھی۔ مگر وہ تفصیل باقی نہ رہی اور موسیٰ علیہ السلام کو وہ تفصیل بتائی سکھائی نہ گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قرآن ہر چیز کی تفصیل تھا بھی اور رہا بھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا قرآن مجید سکھا بھی دیا گیا۔ الرحمن علم القوان اور فرماتا ہے وعلمک ما لم تکن تعلم غیرہ اس کی بحث ابھی تفسیر میں گزری اور اس کے لئے ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول دیکھو۔ ساتواں اعتراض: تعاماً سے معلوم ہوا کہ تورت شریف یہود پر نعمت پوری کرنے کے لئے آئی تو ان کو پہلے کوئی نعمت دی گئی جسے پورا کرنے تورت آئی۔ جواب: بنی اسرائیل کو تورت سے پہلے بہت نعمتیں دی گئیں۔ لولاد انبیاء ہونا، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانا ان پر من و سلوی اترنا، ان کو فرعون کے مقابل صبر کی توفیق دینا، ان کی خاطر فرعون کو غرق کرنا وغیرہ ان نعمتوں کی تکمیل یہ ہوئی کہ انہیں تورت جیسی شاندار کتاب عطا ہوئی لہذا تعاماً فرماتا بہت ہی موزوں ہے۔ آٹھواں اعتراض: یہ مذکورہ احسانات تو سارے اسرائیلیوں پر کئے گئے تھے لہذا تورت کا نزول سب ہی کے لئے ان نعمتوں کی تکمیل تھا پھر علی الذی احسن کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: بنی اسرائیل کے دو گروہ تھے ایک شاکرین دوسرے کافرین یعنی ناشکرے تورت شریف شاکرین کے لئے تو تمام نعمت تھی کہ وہی اس سے فائدہ اٹھا سکے ان میں بڑے بڑے انبیاء اولیاء علماء ہوئے۔ کافرین جماعت نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا ہمیشہ انبیاء کرام کی دشمنی ہی کی ان کے واسطے تورت تمام نعمت نہیں بنی۔ نواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ تورت شریف بھی نعمت پوری کرنے کے لئے آئی۔ تعاماً علی الذی احسن اور قرآن مجید نے بھی رب کی نعمت پوری کی و اتممت علیکم نعمتی پھر تورت و قرآن میں فرق کیا تم قرآن کو تورت سے افضل کیوں کہتے ہو۔ جواب: تورت و قرآن کے کمال میں کئی طرح فرق ہے ایک یہ کہ تورت وقتی طور پر تمام نعمت تھی جیسے بچہ کے لئے ماں کا دودھ پوری غذا ہے یا رات میں بجلی پوری روشنی ہے مگر قرآن ہمیشہ کے لئے پوری نعمت ہے جیسے انسان کے لئے روٹی چاول ہمیشہ کے لئے غذا ہے دوسرے یہ کہ تورت صرف ایک قوم یعنی بنی اسرائیل کے لئے پوری نعمت تھی ہدی البنی اسرائیل اور قرآن مجید سارے جہان کے لئے ہدی للناس یا ہدی للعلمین۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا راستوں اور سواریوں کا گویا جنگشن ہے یہاں بہت سے راستے ہیں اور ہر راستہ پر ریلیں کھڑی ہیں ہر ریل میں انجن لگا ہے سواریاں بیٹھی ہیں سب کا رنگ روپ یکساں ہے مگر ان کے پلیٹ فارم جدا گانہ ہیں اور رخ مختلف قرآن مجید نکار رہا ہے کہ دیکھو بسک نہ جانا ان تمام گاڑیوں اور تمام راستوں میں ایک راستہ اور ایک گاڑی ہی ایسی ہے جو تم کو خدا تک پہنچائے گی باقی گاڑیاں مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی دوزخ تک ہی پہنچائیں گی۔ وہ راستہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا لور وہ گاڑی ہے حضرت اولیاء اللہ کی اس میں سواریاں مومنین صاحبین یہاں اعلان ہوا ہے کہ لوگو ہوش کرو یہی سید ہمارا راستہ ہے اس پر چلو دوسرے راستوں اور دوسری سواریوں کو اختیار نہ کرو یہ تمہیں اللہ کی راہ سے دور کر دیں گی اسی راستہ میں حضرات انبیاء

اولیاء ہیں اسی راستہ سے خدا ملتا ہے یہ اعلان آج کانہیں ہے سب سے پہلی کتاب توریت شریف جو موسیٰ علیہ السلام کو عطا ہوئی جس میں بہت خوبیاں تھیں اس میں بھی یہ ہدایت تھی وہ کتاب لوگوں کو اس کی ہدایت دیتی تھی کہ جب نبی آخر الزمان تشریف لائیں تو ان پر ایمان لاؤ توریت کی یہ ہدایت اب بھی باقی و قائم ہے اس پر عمل ضروری ہے صوفیاء کرام فرماتے ہیں کہ معاملات کی خرابی عبادات کی خرابی تک پہنچا دیتی ہے اور عبادات کی خرابی کبھی عقائد کی خرابی کا ذریعہ بن جاتی ہے اس لئے ان آیات میں معاملات اور عبادات کی اصلاح کے بعد سبیل اللہ کی اتباع کا حکم دیا چور کو دروازہ پر روک دو تاکہ گھر کا سامان محفوظ رہے معاملات دروازہ ہیں عقائد مومن کی اصل پونجی جس سے اسے دین و دنیا میں کامیابی نصیب ہوتی ہے۔

وَهَذَا كِتَابٌ أَنْزَلْنَاهُ مُبَارَكٌ فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُونَ ﴿١٢٨﴾ أَنْ تَقُولُوا

اور یہ کتاب ہے جو اناری ہم نے برکت والی ہے پس پیروی کرو اس کی اور تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم رحمے جاؤ یہ کہہ دو اور یہ برکت والی کتاب ہم نے اناری تو اس کی پیروی کرو اور پرہیزگاری کرو کہ تم پر رحم ہو کبھی کہو کہ کتاب تو

إِنَّمَا أَنْزَلَ الْكِتَابَ عَلَى طَائِفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا وَإِنْ كُنَّا عَنْ دِرَاسَتِهِمْ

کہ اس کے سوا نہیں کہ اناری نئی کتاب اوپر دو ٹیوں کے ہم سے پہلے اور بے شک تھے ہم ان کے پڑھنے سے ہم سے پہلے دو گروہوں پر اتری تھی اور ہمیں پڑھنے پڑھانے کی کچھ

لَعَفْلَيْنِ ﴿١٢٩﴾

ابتدائے خبر
نہر نہ تھی

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ کے راستہ پر چلنے اور دوسرے راستوں سے بچنے کا ذکر تھا اب قرآن کریم کی برکتوں و رحمتوں کا ذکر ہے جو اس راستہ پر چلانے والی ہے دوسرے راستوں سے بچانے والی گویا راستے کے ذکر کے بعد راستہ پر چلانے والے ہادی کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں درستی معاملات کا تاکید حکم دیا گیا اب قرآن کریم کا ذکر ہے جس کے ذریعہ معاملات بلکہ انسان کے سارے حالات درست ہوتے ہیں۔ تیسرا تعلق: ابھی پچھلی آیت میں اللہ کی پہلی کتاب توریت شریف کے فضائل بیان ہوئے اب اللہ کی آخری کتاب قرآن مجید کا ذکر ہو رہا ہے گویا عارضی فانی وقتی ہدایت و رحمت کے بعد دائمی باقی ابدی رحمت و ہدایت کا تذکرہ ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے فیوض اور برکات کا ذکر ہوا ان کی تعلیم سوا مصر و غیرہ علاقوں کے اور کہیں نہیں پہنچ سکی اب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا ذکر ہے جنہوں نے دنیا بھر میں دائمی اجالا کروایا۔ گویا شمع کے بعد سورج کا تذکرہ ہے۔

تفسیر : و ہذا کتاب انزلنا مبارک یہ عبارت نئی ہے اس کلاوا ابتدا یہ ہے ہذا سے اشارہ قرآن مجید کی طرف ہے جس

کچھ حصہ اس وقت نازل ہو چکا تھا اور کچھ حصہ آنے والے تھا مگر چونکہ اس حصہ کا آنا بھی یقینی تھا اس لئے انزلنا فرمانا بالکل درست ہے چونکہ قرآن مجید مبداء کے لحاظ سے ہم سے بہت دور ہے کہ لوح محفوظ میں تھا جہاں سے تارخط وغیرہ اسے نہ لاسکے اس اعتبار سے اسے ذالک اشارہ بعید سے تعبیر کیا گیا کہ ذالک الكتاب لا یبہد فیہ اور منتہی کے لحاظ سے بہت قریب ہے کہ ہماری زبان ہمارے دل و دماغ بلکہ ہماری رگ رگ میں سرایت کر گیا اس لحاظ سے اسے ہذا اشارہ قریب سے تعبیر کیا گیا نیز قرآن مجید کے الفاظ ہم سے ایسے قریب ہیں کہ اسے بچے بھی حفظ کر لیتے ہیں لہذا اسے ہذا فرمایا گیا اور قرآن کے مضامین اس کے اسرار و رموز ایسے دور ہیں کہ وہاں تک عقل انسانی کی رسائی نہیں صرف نبی ہی بتا سکتے ہیں اس لئے اسے ذالک فرمایا گیا کتاب اور صحیفے کا فرق اور کتاب قرآن مجید اور دوسری کتابوں میں فرق ہم سورہ بقرہ کے شروع میں ذالک الكتاب کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں قرآن کریم کو یہاں فرمایا کتاب یعنی شاندار کتاب دو سری جگہ فرمایا الكتاب یعنی وہ کتاب جس کی بشارتیں گزشتہ نبیوں گزشتہ کتابوں نے دیں۔ یہی فرق رسول اور الرسول میں ہے۔ خیال رہے کہ ہذا مبتدا ہے اور کتاب اس کی خبر ہے انزلنا کتاب کی پہلی صفت ہے اور مبارک دو سری صفت الفاظ قرآن بذریعہ جبرئیل علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارے گئے مگر اسرار و انوار قرآن بلا واسطہ رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارے پہلے اعتبار سے کہا جاتا ہے کہ جبرئیل نے قرآن اتار دوسرے لحاظ سے فرمایا جاتا ہے کہ ہم نے قرآن اتارا یہاں دوسرے لحاظ سے انزلنا فرمایا گیا۔ چونکہ قرآن مجید کا نزول تو ایک بار ہو چکا مگر اس کی برکتیں دائمی ہیں اس لئے انزلنا ماضی فرمایا گیا اور مبارک اسم معقول نزول سے مراد حضور سید عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) پر بذریعہ حضرت جبرئیل علیہ السلام اتارنا ہے لہذا انزال بمعنی تنزل ہے یا صرف اتارنے کے معنی میں ہے۔ ہر حال یکدم اتارنا مراد نہیں کیونکہ قرآن مجید تیس سال میں آہستہ آہستہ آیا کہ کوکہ لوح محفوظ سے پہلے آسمان پر قرآن یکدم اترا پھر وہاں سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر آہستہ آہستہ آیا کہ کوکہ برکت کے لئے نزول قرآن یکدم ہوا ہر ماہ رمضان میں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرت جبرئیل کے ساتھ دور فرماتے تھے مگر احکام جاری کرنے کے لئے نزول آہستہ آہستہ یا کوکہ الفاظ قرآن کا نزول آہستہ ہوا مگر انوار قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل مبارک پر یکدم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے قرآن پر عامل تھے ان وجوہ سے انزلنا فرمایا جاتا ہے مبارک کے معنی ہم تفسیر پارہ سیقول میں بیان کر چکے ہیں کہ اس کی اصل برکت ہے بمعنی بیٹھ جانا اس لئے طویلہ کو مبارک اہل کہا جاتا ہے اللہ کی نعمت کا ہمارے گھر میں جم جانا نہ لکنا برکت ہے قرآن مجید دنیا میں ایسا آیا کہ اگر کیا نہیں منسوخ نہیں ہوا جس دل میں گھر کر لے وہاں سے نکلتا نہیں جس چیز پر پڑھ دیا جائے اس چیز میں برکت ہو جائے نیز جس نبی پر قرآن آیا وہ نبی مبارک جس زبان میں آیا وہ زبان مبارک جس زمین میں آیا وہ زمین برکت والی جس رات میں آیا یعنی شب قدر میں وہ رات برکت والی دیکھ لو کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ مہینہ پاک کی ایک نیکی کا ثواب پچاس ہزار رمضان میں ایک نیکی کا ثواب ستر شب قدر میں ایک ہزار مہینہ یعنی تراسی سال چار ماہ سے افضل کہ اس ایک رات میں عبادت ہزار ماہ کی عبادت سے افضل یہ برکتیں کیوں ہیں کس چیز کی برکت سے ہیں اس لئے کہ قرآن اس زمین اس زمان میں آیا ہے یہ ہے قرآن مجید کی برکتیں جس عالم کے دل و زبان میں رہے وہ عالم برکت والا ان وجوہ سے اسے مبارک فرمایا گیا ہر حال قرآن مجید ذاتاً صغاً تا ہر طرح برکتوں والا ہے۔

نور آیا نور لایا نور پر نورانی رات اس لئے رمضان کا سارا مہینہ نور ہے جس طرف بھی اٹھ گئیں عالم منور ہو گئے میں تیری آنکھوں کے صدقے ان میں کتنا نور ہے

فَاتَّبِعُوهُ وَاتَّقُوا یہ عبارت پہلے جملہ پر مرتب ہے یعنی چونکہ قرآن مجید ہمارا اتارا ہوا ہے اور ہے بھی برکت والا اللہ الے عرب والویا الے دنیا والویا الے سارے جن وانس تم اس کی اتباع کرو۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن مجید کی نورانیت ہر زمانہ ہر جگہ کے لئے ہے لہذا اتبعوا کا حکم بھی ہر زمانہ اور ہر جگہ والوں کو ہے جہاں تک سلطان کی حکومت ہوتی ہے وہاں تک اس کا سکہ چلتا ہے یہ قرآن حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سکہ دائمی رائج الوقت ہے یہاں اتباع کے معنی ہیں قرآن مجید کی تعلیم پر عمل کرنا اور آیت کریمہ فَاتَّبِعُونِی میں اتباع کے معنی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نقش قدم پر چلنا لہذا آیت واضح ہے قرآن خاموش کتاب ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی بولتی ہوئی کتاب ہیں اور اس کتاب کی جیتی جاگتی تفسیر ہیں لہذا دونوں کی اتباع ضروری ہے اتقوا کا مفعول پوشیدہ ہے یعنی قرآن کریم کی مخالفت سے ڈرو یا بچو یا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرو غرضیکہ دل کو منور کرو قرآن مجید کی اتباع سے جسم صاف کرو تقویٰ کے پاس سے یا قرآن کریم کی اتباع کرو کہ اس کے احکام مانو اور تقویٰ اختیار کرو کہ اس کی ممانعتوں کو مانو جن چیزوں سے قرآن کریم نے منع فرمایا ہے ان سے بچو یا اتبعوہ میں عملی تقویٰ کا ذکر ہے اور واتقوہ میں تقویٰ سے مراد دلی تقویٰ ہے یعنی تعظیم شعار اللہ کہ جسمانی تقویٰ کے ساتھ احرام و تعظیم دلی بھی ضروری ہے بہر حال اتباع اور تقویٰ کے یہاں کئی تفسیریں ہیں لعلکم ترحمون یہاں لعل ہماری نسبت سے امید کے لئے ہے اور اللہ تعالیٰ کی نسبت سے نتیجہ کے طور پر ارشاد ہوا ہے کم میں خطاب انہیں لوگوں سے ہے جن سے فَاتَّبِعُوا اور اتقوا میں خطاب تھا یعنی سارے جن کے انسانوں سے تاقیامت یہ خطاب جاری ہے ترحمون خدا ہے رحم سے رحم کے معنی ہیں اس کی قسمیں رحمت عامہ اور خاصہ کافرق ہم بسم اللہ الرحمن الرحیم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یعنی تم اس امید پر قرآن کریم کی اتباع کرو کہ تم رحم کئے جاؤ یعنی نہ تو ریادہ نام نمود کے لئے تقویٰ اختیار کرو اور نہ اپنی بخشش رحم و کرم کا یقین کرو بلکہ اللہ کا رحم حاصل کرنے کی نیت سے رحم کی امید پر قرآن کی اتباع اور تقویٰ اختیار کرو کیا خبر کہ انجام کیا ہوا تم کو اتباع کا حکم اس لئے دیا گیا تاکہ تم پر رحم کیا جائے خواہ عام رحمت کی جائے کہ تمہیں اچھا خاتمہ گناہوں کی معافی جنت کا داخلہ نصیب ہو جائے یا رحمت خاصہ سے تم کو نوازا جائے کہ تم کو صالحین میں داخل کر لیا جائے حضرت سلیمان علیہ السلام دعا کرتے تھے وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِکَ لِیْ عِبَادَکَ الصَّالِحِیْنَ بہر حال یہ دونوں کام نہایت ضروری ہیں اتباع قرآن اور اتقاء قرآن مگر یہ دونوں کام کر لینے کے باوجود اپنی بخشش کا یقین نہ چاہئے اللہ سے خوف چاہئے کہ خاتمہ کی خبر نہیں کہ کیسا ہوا ان تقولوا انما انزل الکتاب علی طائفتین اس عبارت کی نحوی ترکیبیں بہت سی کی گئیں آسن ترکیبیں تین ہیں جن سے مقصد ظاہر ہو جاتا ہے ایک یہ کہ یہ عبارت انزلناہ کا مفعول لہ ہے اور لانہ کے بعد لا پوشیدہ ہے۔ دوسرے یہ کہ یہاں انزلناہ ملی لسانکم پوشیدہ ہے۔ یہ عبارت اس کا مفعول لہ ہے تب بھی لا پوشیدہ ہے تیسرے یہ کہ یہ عبارت واتقوا کا مفعول بہ ہے تب لا پوشیدہ نہیں یعنی ہم نے قرآن مجید عربی زبان میں اس لئے اتارا تاکہ تم یہ نہ کہہ سکو یا اب تم اس کہنے سے ڈرو بچو کتاب سے مراد جس کتاب ہے جو توریت و انجیل دونوں کو شامل ہے طائفتین سے مراد وہیں یہود و نصاریٰ چونکہ عرب میں یہ دونوں جماعتیں ہی پائی جاتی تھیں اور وہاں توریت و انجیل ہی مشہور تھیں نیز یہاں تو احکام شرعیہ انہیں دونوں کتابوں میں تھے واد علیہ السلام کی امت

عرب میں نہ تھی نیز زبور شریف وہاں مشہور نہ تھی نیز زبور میں زیادہ تودعائیں تھیں احکام شرعیہ تھوڑے ان وجوہ سے زبور کا ذکر نہ فرمایا اور داؤد علیہ السلام کی امت کا بھی ذکر نہ ہوا۔ من قبلنا یہ عبارت یا تو انزل کے متعلق ہے یا ثابۃ تین پوشیدہ کے متعلق ہو کر طائفتین کی صفت ہے یعنی وہ کتابیں ہم سے پہلے اتریں یا وہ کتابیں ایسی قوموں پر اتریں جو ہم سے پہلے تھیں، چونکہ صحیح مذہبی یہودی اور عیسائی اس زمانہ میں تھے اب اس وقت تو صرف قومی یہودی عیسائی رہ گئے تھے جن کی مذہبیت فنا ہو چکی تھی کتابیں منسوخ ہو چکی تھیں اس وجہ سے من قبلنا فرمانا بالکل درست ہے وان کنا یہ عبارت انما انزل پر معطوف ہے اور ان تقولوا کا مفعول ان اصل میں ان تھا اس کا اسم ناتھانا مفعول کو گرا دیا گیا اور نون کا شد اڑا کر اسے جزم دے دیا گیا اسی لئے لغا فلین میں لام لایا گیا تاکہ معلوم ہو کہ یہ ان ثابۃ نہیں ہے (روح المعانی) عن دوا مستہم لغا فلین اس عبارت میں عن متعلق ہے غافلین کے اور غافلین خبر ہے کنا کی درست بنا ہے درس سے معنی سبق درست کے معنی ہیں سبق دینا یعنی پڑھنا پڑھانا ہم کامرجع وہی طائفتین ہے یہود و نصاریٰ اگرچہ دو گروہ تھے مگر ان کے افراد لاکھوں تھے اس لئے ہم جمع ارشاد ہوا غافل معنی بے خبر ہے یعنی وہ لوگ جو آپس میں توریت انجیل پڑھتے پڑھاتے تھے ہم اس سے بے خبر تھے کیونکہ ان کی زبان عبرانی تھی ہماری زبان عربی بعض مفسرین نے فرمایا کہ درست کے بعد لغت پوشیدہ ہے اصل میں عن دوا مستہ لغتہم تھا یعنی ہم ان یہود و نصاریٰ کی زبان کی تعلیم سے بے خبر تھے ہم میں وہ زبان مروج نہ تھی۔ خیال رہے کہ اس زمانہ میں یہود و نصاریٰ توریت و انجیل کو چھپاتے تھے اس کے ترجمے کر کے لوگوں میں شائع کرنا گناہ سمجھتے تھے یہ کتابیں خود ان میں مروج نہ تھیں صرف ان کے علماء پوپ پادریوں تک محدود تھیں توریت تو اب بھی چھپی ہوئی ہے انجیل کے جھوٹے سچے ترجمے قرآن مجید کی اشاعت دیکھ کر کئے گئے اس لئے یہ فرمان بالکل درست ہے اس پر یہ سوال نہیں ہو سکتا کہ اہل عرب نے توریت و انجیل کے عربی ترجمے کیوں نہ دیکھے۔ یہ بھی خیال رہے کہ توریت و انجیل کے بتائے ہوئے عقائد اور اخلاقیات سب کے لئے قلیل عمل تھے ہاں ان کے خصوصی اعمال وہ صرف بنی اسرائیل کے لئے تھے اہل عرب پر وہ احکام جاری نہ تھے کیونکہ یہ لوگ بنی اسماعیل تھے۔ لہذا یہ فرمان بالکل صحیح ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔

خلاصہ تفسیر : توریت شریف کی عظمت خاصہ ہدایت رحمت مخصوصہ بیان فرمانے کے بعد قرآن مجید کی رحمت عامہ برکت دائمی کا ذکر ہو رہا ہے کہ اے لوگو! تم توریت کی وقتی عظمت تو معلوم کر چکے اب سنو یہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو ہم نے اس عالمگیری نبوت والے دائمی نبی محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری ہے یہ بڑی ہی برکت والی کتاب ہے ہم بھیجنے والے برکت والے ہیں جبرئیل مبارک یہ محبوب نبی مبارک جس مہینہ میں قرآن آیا وہ مبارک جس سرزمین میں آیا وہ مبارک جس زبان میں آیا وہ مبارک جو عالم اسے سیکھے وہ مبارک جو کوئی اس پر عمل کرے وہ مبارک ہر طرح مبارک ہی مبارک ہے۔ لہذا اے جہاں بھر کے لوگو اس قرآن کریم کی پیروی کرو کہ اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلو اور اس کی مخالفت سے ڈرو یا قرآن کے حکموں کی پیروی کرو اس کی ممنوعہ چیزوں سے بچو تاکہ تم پر خاص رحمت کی جائے اب رب تعالیٰ کی اخروی رحمت حاصل کرنے کا ذریعہ صرف قرآن مجید کی پیروی ہے دو سری تمام کتابوں کے چراغ بجھ چکے یہ سورج ہمیشہ چمکے گا اے عرب کے باشندو ہم نے یہ کتاب یعنی قرآن مجید تمہاری زبان میں اس لئے اتاری تاکہ تم قیامت میں یہ عذر نہ کر سکو کہ خدا یا تو نے توریت و انجیل ایسے لوگوں یعنی بنی اسرائیل پر اتاری تھی جو ہم سے پہلے تھے اور یہ قرآن مجید ہماری زبان میں تھیں ہماری زبان عربی تھی اس

کے تجربے کسی اور زبان میں ہوئے نہ تھے ہمیں اس زبان کی خبر نہ تھی اگر ہم توریت و انجیل سے واقف ہوتے تو شرک و کفر وغیرہ بد عقیدگیوں سے اور ڈکیتی، چوری، زنا وغیرہ بد اخلاقیوں سے بچ جاتے، میرے موٹی، ہم اپنی بد عقیدگیوں، بری حرکتوں میں معذور ہیں، سو جواب تم کو کیا عذر ہے ہمارے سامنے کیا بہانہ کرو گے، ہوش کرو قرآن پر ایمان لاؤ۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآن کریم بڑی برکت والی کتاب ہے حتیٰ کہ جس کو قرآن سے نسبت ہو جائے وہ بھی مبارک ہے۔ رب فرماتا ہے انا انزلناہ فی لیلۃ مبارکۃ و کتبناہ قرآن مجید کی نسبت سے نزول قرآن کی رات مبارک ہو گئی تو جس ذات کریم پر قرآن مجید اترے اور جن سینوں میں قرآن مجید رہے جن کے اعضاء قرآن مجید پر عمل کریں وہ سب بھی مبارک ہیں۔ یہ فائدہ انزلنا مبارک سے حاصل ہوا دوسرا فائدہ: کھانے پر ختم قرآن پڑھنا پھر خیرات کرنا بہتر ہے کیونکہ قرآن مبارک ہے جس کھانے پر پڑھ دیا جائے وہ کھانا بھی برکت والا ہوگا، یہ فائدہ بھی مبارک سے حاصل ہوا اس لئے کھانے کے اول میں بسم اللہ پڑھتے ہیں اور آخر میں الحمد للہ یہ دونوں قرآن کی آیات ہیں۔ تیسرا فائدہ: قرآن مجید میں جو برکت و رحمتیں نزول کے وقت تھیں وہی رحمتیں برکتیں اب تک ہیں اور قیامت تک رہیں گی ان برکتوں میں بالکل کمی نہیں آئی نہ آئے گی جیسے چاند سورج تاروں کا نور جیسا ان کے بننے کے وقت تھا ویسا ہی آج تک ہے اور رہے گا اس میں کوئی کمی نہیں نور الہی نہ پرانا پڑے نہ گھسے نہ اس میں کمی آئے۔ یہ فائدہ مبارک فرمانے سے حاصل ہوا کہ مبارک ہونے کو کسی وقت سے خاص نہیں کیا۔ چوتھا فائدہ: قرآن مجید کے نقوش مبارک اور جس کلمہ پر یہ نقوش لکھے جائیں وہ مبارک قرآن کے الفاظ بزرگ معانی مبارک، اسرار مبارک یوں ہی جس زبان جس دماغ جس دل میں یہ الفاظ اور معنی اور اسرار ہوں وہ مبارک۔ یہ فائدہ بھی مبارک سے حاصل ہوا کہ رب نے اس کتاب کو مبارک فرمایا۔ کتاب میں یہ سب کچھ ہے سب ہی مبارک ہے۔ دیکھو جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مبارک ہیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر سے پاؤں تک ہر عضو بلکہ ہر کام ہر نام مبارک ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں از آدم علیہ السلام تا یوم قیامت قائم ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی برکت سے گزشتہ نبیوں اور ان کی امتوں نے ہزار ہا فائدے اٹھائے و کانوا من قبل يستمتعون علی النین کفروا یا نچواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کے سارے احکام کی اتباع ضروری نہیں بلکہ بہت سی آیات قرآنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے مطابق آئیں۔ یہ فائدہ فاتبعو سے حاصل ہوا کہ اس میں خطاب عام مسلمانوں سے ہے نہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دیکھو۔ فاتبعونی بحکم اللہ یوں ہی صلوا علیہ وسلموا تسلیما یونہی لا تقدسوا بینہی اللہ ورسولہ وغیرہ آیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب نہیں۔ چھٹا فائدہ: کوئی شخص خدا رسی کے لئے نہ تو اپنی رائے سے کوئی کام کرے نہ اب توریت و انجیل پر عمل کرے کہ وہ کتب رب کے وہ سکے ہیں جن کا چلن رب نے خود بند کر دیا اب اتباع صرف قرآن کی ہوگی رات میں چراغ روشنی دیتے ہیں دن میں نہیں۔ یہ فائدہ بھی فاتبعو سے حاصل ہوا یعنی بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم دل کی عشق کی نماز پڑھتے ہیں جس میں رکوع سجود نہیں وہ جھوٹے ہیں یہ لوگ عشق کی روٹی بھی کھالیا کریں اس کا پانی بھی پی لیا کریں اس کی ہوا دھوپ لے لیا کریں۔ ساتواں فائدہ: قرآن مجید کے احکام کی بھی اتباع چاہئے اور اس کی ممانعت پر بھی عمل چاہئے یعنی اس کے احکام پر عمل کرنا اس کی ممنوع چیزوں سے بچنا ہر مسلمان پر ضروری ہے۔ یہ فائدہ فاتبعو اور و اتقوا فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ آٹھواں فائدہ

اب اللہ تعالیٰ کی رحمت صرف قرآن مجید کی اتباع سے ہی مل سکتی ہے تو ریت و انجیل اب رحمت لینے کا ذریعہ نہیں یہ فائدہ لعلکم ترحمون سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: کوئی شخص متقی پرہیزگار مومن ہو جانے کے بعد بھی رب تعالیٰ سے بے خوف نہ ہوا اپنے کو یقینی جنتی نہ جانے نہ معلوم خاتمہ کیسا ہو۔ یہ فائدہ لعلکم ترحمون میں لعل فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا ہی میں اپنے بندوں کے سارے عذر ختم کر دیئے ہیں قیامت میں کوئی مجرم اپنے جرم کے متعلق کوئی بہانہ نہیں بنا سکتا۔ یہ فائدہ ان تقولوا انما انزل سے حاصل ہوا۔ دیکھو رب نے کفار عرب کا یہ عذر ختم کر دیا کہ ہم ایمان کیسے لاتے ہم تو ریت و انجیل کی زبانوں سے بے خبر تھے قیامت کے دن کی پیشی کا انتظام آج کر لو آج توبہ کر لو اس کے آستانہ پر روپیٹ لو ورنہ آفت آجائے گی۔

آج کچھ کر لو عبلت ورنہ کل روز قیام
پرسش اعمال خالق جس گھڑی فرمائے گا
سامنے حق کے خجالت تم کو ہوگی لا کلام!
مل و دولت جاہ و حشمت کچھ نہ واں کام آئے گا
گیارہواں فائدہ: قرآن کریم اگرچہ عرب زبان میں آیا مگر اس کے سارے احکام تمام دنیا میں پہنچ گئے ہر زبان میں اس کے ترجمے تفسیریں لکھ دی گئیں بخلاف توریت و انجیل کے کہ نہ ان کے تحت لفظ ترجمے ہوئے نہ ان کی تفسیریں ہوئیں نہ ان کی اشاعت اس طرح ہوئی۔ یہ فائدہ بھی ان تقولوا انما انزل سے ہی حاصل ہوا کیونکہ کل قیامت میں کوئی ہندی 'سندھی' امریکن 'روسی' یہ عذر نہ کر سکے گا کہ قرآن مجید عربی میں تھا ہم کو اس زبان کی خبر نہ تھی۔ بارہواں فائدہ: اہل عرب پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی احسان ہے کہ انہیں کسی قوم کا محتاج نہ ہونے دیا بلکہ دنیا کو ان کا محتاج کر دیا کیونکہ قرآن مجید کی ہر شخص کو ضرورت ہے اور وہ ہے عربی زبان میں دیکھو ہر مومن کعبہ کا محتاج ہے اور وہ ہے عرب میں ہر مومن کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں عرب میں۔ ہر حال خطہ عرب تمام دنیا سے افضل ہے۔

پہلا اعتراض: قرآن مجید کا دعویٰ ہے کہ وہ کتب مبارک ہے مگر آج مسلمان ساری قوموں سے گرے ہوئے ہیں یہ کیسی برکت ہے کہ اس کے ماننے والے برکتوں سے محروم ہیں۔ جواب: اس اعتراض کا جواب اقبل کے ایک دو شعروں سے مکمل طور پر معلوم ہو سکتا ہے وہ کہتے ہیں۔

وہ معزز تھے زمانہ میں مسلمان ہو کر
یوں تو سید بھی ہو مرزا بھی ہو افغان بھی ہو
اور تم خوار ہوئے تارک قرآن ہو کر
تم سبھی کچھ ہو بتاؤ تو مسلمان بھی ہو
ہماری محرومی ہماری اپنی حرکتوں کی وجہ سے ہے ہم اپنے کو قرآن کے سانچے میں نہیں ڈھالتے بلکہ قرآن کریم کو اپنی رائے کے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کر رہے ہیں ہم کو قرآن بدلنے اسلام میں ترمیم کرنے کی فکریں لگی ہیں جو احکام قرآنی ہمارے ذاتی مفاد کے خلاف ہوں ہم انہیں ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہم پر تو عذاب الہی آ جانا چاہئے تھا صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کلام امن کر رہے ہیں ہم کو بچائے ہوئے ہے۔

جب میں کہتا ہوں کہ اے اللہ میرا حل دیکھ
دوسرا اعتراض: اگر قرآن کی برکتوں میں بالکل فرق نہیں پڑا تو جو برکتیں صحابہ کے زمانہ میں قرآن میں تھیں وہ اب کیوں نہیں وہ حضرات سورہ فاتحہ دم کر کے سانپ کا زہر اتار دیتے تھے ہم سارا قرآن دم کریں کھڑکا زہر نہیں اترتا جواب: تار میں حکم ہوتا ہے کہ اپنا نامہ اعمال دیکھ

پاوریکسل آتا ہے مگر جس طاقت کا بلب ہوا اتنی روشنی ہوتی ہے دین میں فرق نہیں لینے والے کے ظرف میں فرق ہے ہم بکا بلب ہیں بلکہ جو بدعتی سے قرآن پڑھے تو وہ گنہگار ہوتا ہے، لانا نقصان اٹھاتا ہے مسلمان قرآن پڑھے تو ہر حرف پر دس نیکیاں پاتا ہے۔ کافر بدعتی سے قرآن پڑھے لانا گنہگار ہوتا ہے۔ ولا یزد الظالمین الا خساراً منافقین و کفار گویا فیوز اڑا ہوا بلب ہیں وہیں روشنی کیسے آئے۔ تیسرا اعتراض: جب قرآن مجید کی اتباع بلا تخصیص سب لازم ہے تو بعض اولیاء اللہ جن کی ولایت ملنی ہوئی ہے وہ خلاف شرع ہوتے ہیں ان پر اتباع قرآن لازم کیوں نہیں۔ جواب: ان حضرات نے قرآن کی اتباع نہیں چھوڑی بلکہ قرآن نے انہیں اپنی اتباع سے علیحدہ کر دیا کیونکہ اتباع قرآن لازم ہونے کے لئے عقل و بلوغ شرط ہے مجذوب اولیاء چونکہ عقل و ہوش سے بیگانہ ہو چکے ہوتے ہیں ان پر اتباع واجب نہیں رہتی لا تقربوا الصلوات و انتم مسکاری چوتھا اعتراض: اس کی کیا وجہ ہے کہ قرآن عربی میں آیا اور پھر اسی کے ترجمے تفسیریں تمام زبانوں میں کر کے دنیا میں پھیلائی گئیں قرآن کسی اور زبان میں آجاتا پھر اس کے ترجمے عربی و غیرہ میں ہر جگہ پہنچا دیے جاتے۔ جواب: چنودجہ سے ایک یہ کہ قرآن والے محبوب عرب میں جلوہ گر ہوئے دوسرے یہ کہ زبان عربی بہت جامع ہے اور مختصر بنائی گئی ایسے علی مضامین کی صرف عربی زبان ہی حامل ہو سکتی ہے تیسرے یہ کہ ساری دنیا میں بڑے جلیل خوار عرب ہی تھے وہیں نبی اور قرآن آ کر ان کو سنبھالنا بلکہ انہیں عزت کے آسمان پر پہنچا دینا اس میں قرآن اور صاحب قرآن کی قوت و طاقت و معجزے کا اظہار ہوا چوتھے یہ کہ حضرت خلیل نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور کی دعاء عرب کے لئے مانگی رہنا و ابعت فہم جیسے سورج رہتا ہے چوتھے آسمان پر مگر اس کی شعاعیں پہنچتی ہیں سارے جہان میں ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رہے عرب میں مگر آپ کی تجلیات جن میں قرآن بھی داخل ہے سارے جہان میں پہنچیں نبوت کے اس سورج نے ہر دل کے شیشے میں جلوہ گری فرمائی۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف قرآن مجید کی اتباع کرنی چاہئے۔ تم نے حدیث اور فقہ کی اتباع کمال سے نکل لی دیکھو ارشاد ہوا اٹھا تبعوا (چکڑا لوی)۔ جواب: ہم قرآن مجید ہی کی اتباع کرتے ہیں حدیث اور فقہ کے ذریعے سے وہ دونوں قرآن کی اتباع کرانے کے لئے ہیں اسی لئے دوسری جگہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوایا گیا لا تبعونی بحیکم اللہ اور ارشاد ہے اطعوا اللہ و اطعوا الرسول واولی الامر منکم کوئی شخص بغیر حدیث و فقہ کی مدد کے قرآنی نماز بھی نہیں پڑھ سکتا زکوٰۃ بھی نہیں دے سکتا اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو جیسے ہم چرائی کی روشنی سے قرآن کے نقوش و الفاظ دیکھتے ہیں ایسے ہی حدیث و فقہ کی روشنی سے مضامین قرآن دیکھتے ہیں۔ قرآن کریم فرمانا ہے نماز پڑھو حدیث شریف کہتی ہے کہ فلاں فلاں وقت میں اتنی رکعات اس طریقہ سے پڑھو فقہ نے فرمایا ہے کہ نماز میں فرض اتنے ہیں واجب اتنے مستحب اور مکروہات اتنے لعل قرآن نماز کا طریقہ قرآن مجید سے نہیں نکل سکتے ال حدیث کسی حدیث سے نماز کے فرائض واجب مکروہات نہیں نکل سکتے۔ چھٹا اعتراض: توریت و انجیل صرف بنی اسرائیل کے لئے آئی تھیں اگر وہ عربی زبان میں بھی ہوتیں تب بھی ان سے لعل عرب ہدایت حاصل نہیں کر سکتے تھے پھر وہ قیامت میں یہ عذر کیوں کرتے لعل عرب بنی اسماعیل ہیں نہ کہ بنی اسرائیل جواب: توریت و انجیل بلکہ ساری آسمانی کتابیں عقائد اخلاقیات کی تعلیم سارے زمانہ کو دے سکتی تھیں ہاں ان کی مخصوص عبادات اس قوم کے لئے ہوتی تھیں جن کے لئے وہ کتب آئیں لہذا لعل عرب یہ کہہ سکتے تھے کہ مگر توریت و انجیل عربی زبان میں تو ہیں تو ہم ان سے کچھ نہیں سیکھ سکتے۔ جواب: ان اخلاقیات میں درست ہوتے ہم مشرک بت

پرست ڈاکو چور نہ ہوتے۔ ساتواں اعتراض: رب کی بارگاہ میں اب بھی عربی نہ جاننے والے عذر کر سکتے ہیں کہ خدایا قرآن عربی زبان میں تھا ہم عربی جانتے نہ تھے لہذا ہم مشرک بت پرست یا مجرم ہونے میں بے قصور ہیں چاہئے تھا کہ اللہ تعالیٰ ہر زبان میں ایک ایک آسمانی کتاب بھیجتا صرف اہل عرب کی یہ رعایت کیوں کی گئی۔ جواب: پچھلی کتابیں قرآن مجید کی طرح شائع نہ ہوئیں وہ صرف پوپ پادریوں کے پاس ہی محفوظ ہیں اس لئے پوپ پادری ان میں ملاوٹ کرنے پر قادر ہو گئے دیکھ لو آج بھی انجیل و توریت تو کیا باقی رہتی ان کی زبان عبرانی بھی فنا کر دی گئی یہ اردو کی انجیلیں نہ معلوم کہاں سے اور کیسے بنائی گئیں حتیٰ کہ ہندوؤں کے وید بھی قریباً فنا ہو گئے ان کی زبان یعنی سنسکرت بھی ناپید ہو گئی مگر قرآن مجید کا یہ حال نہیں قرآن مجید بعینہ جیسا آیا تھا ویسا ہی اس زبان میں دنیا کے کونہ کونہ میں پھیلا پھر ہر زبان میں اس کے ترجمے اس کی تفسیریں ہوئیں غرضیکہ قرآن مجید ہر شخص تک پہنچا دیا گیا اب کوئی شخص بے عملی کا ہمانہ کیسے کرے یہ اللہ کا فضل ہے کہ اس نے قرآن مجید کے ذریعہ تمام دنیا کو عرب کا تابع بنا دیا جیسا کہ سب کے ذریعہ سب کے رخ عرب کی طرف کر دیئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام دنیا کے دل کے رخ عرب کی طرف کر دیئے یہ اہل عرب پر اللہ کا فضل ہے بعض جگہ سونے چاندی کی کانیں ہیں بعض جگہ تیل کے چشمے ہیں سب لوگ ان سے فیض یاب ہوتے ہیں۔ آٹھواں اعتراض: جو عربی لوگ نزول قرآن سے پہلے فوت ہو گئے وہ اب بھی یہ بمانہ کر سکیں گے کہ خدایا ہم توریت و انجیل سے بے خبر تھے ہمارے پاس ہماری زبان میں کتاب نہ آئی ہم کیسے ایمان لاتے ان کا جواب کیا ہو گا۔ جواب: ایسے لوگوں کے لئے صرف عقیدہ توحید پر قائم رہنا ہی ہدایت ہے ان پر اور کوئی عبادت لازم نہیں توحید ایک ایسی چیز ہے جسے عقل سلیم بھی مانتی ہے یہ عقیدہ انسان اپنی عقل سے بھی اختیار کر سکتا ہے ان سے سواء توحید کے اور کوئی سوال نہ ہو گا۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے قریب بھی ہیں کہ ہر گنہگار کے سینہ میں جلوہ گر ہیں کرم و رحمت سے اور دور بھی ہیں کہ آپ کے مقام تک فرشتوں کی بھی رسائی نہیں شرف کے لحاظ سے۔

وہ شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں
کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کہاں نہیں

یوں ہی قرآن مجید الفاظ کے لحاظ سے قریب ہے لہذا اسے ہر فرمایا اور اسرار کے لحاظ سے دور ہے لہذا اسے خفاک فرمایا قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے مبارک ہے اس لئے کہ اس کے الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کلن شریف پر اس کے مضامین حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذہن مبارک پر اس کے اسرار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب پاک پر نازل ہوئے اور قرآن اخلاق محمدیہ کے بالکل مطابق نازل ہوا۔ لہذا مبارک ہے کہ یہ خود بھی برکت والا ہے اور اسے برکت والی ذات بابرکت سے تعلق ہے ہمارے لئے اس لئے مبارک ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالذات مبارک ہیں قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے مبارک، عیسیٰ علیہ السلام نے پیدا ہوتے ہی فرمایا تھا وجعلنی مبارکاً " انما کنستہیں جمل بھی رہوں مبارک ہوں جب روح اللہ مبارک ہیں تو حبیب اللہ بھی مبارک ہیں۔ قرآن مجید کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر چالیس سال کی عمر میں ہوا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکتیں اول سے ہی دنیا والوں کو ملیں۔ والدہ کے شکم میں آئے تو سارے جہان پر بارش ہوئی پہلے تین سال سے بارش نہیں آئی تھی اس لئے کہ وہ ہی پیدا ہوئے۔ حمل شریف

میں تھے کہ آپ کی برکت سے ابرہہ مع اپنے لشکر کے ابابیل کے ذریعہ ہلاک کیا گیا۔ جناب حلیمہ نے حضرت آمنہ کے گھر میں قدم رکھا تو آپ کے پستان دودھ سے بھر گئے آپ کی اونٹنی نے اسی رات جب آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو لائیں اتنا دودھ دیا کہ سب گھروالے سیر ہو گئے بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام برکت والا کہ آپ کے نام کی برکتیں از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام ہر وقت دیکھی گئیں وکانوا من قبل یستفتحون علی النبی کفروا بلکہ آج بھی دیکھی جا رہی ہیں اور تاقیامت دیکھی جائیں گی (صلی اللہ علیہ وسلم) ایسے مبارک نبی کا قرآن بھی مبارک ہے یہ قرآن نبی اور امت کے درمیان بلکہ بندے اور رب کے درمیان مضبوط رسی ہے جس کے ذریعہ امتی نبی تک بندے رب تک پہنچتے ہیں لہذا اے لوگو اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلو تب تم رحمت الہی کے مستحق ہو گے کیونکہ تم اس کے ذریعہ رحمتہ للعالمین کے دامن تک پہنچو گے اور ان کے کرم سے ارحم الراحمین کے دروازے تک تمہاری رسائی ہوگی جیسے کھانا پانی ہوا وحوپ جسمانی روزی ہیں جن کے بغیر ہم زندہ نہیں روکتے ایسے ہی قرآن کرم روحانی غذا ہے جس کے بغیر حیات روحانی ناممکن ہے قرآن کا ایک ظاہر ہے جس کی تفسیر علماء کرتے ہیں اور ایک باطن ہے جس کی تحقیق حضرات صوفیاء فرماتے ہیں قرآن یا بندوں کی دلیل ہے یا بندوں پر رب تعالیٰ کی حجت یہ قرآن تمام کتب میں تھا مضمون قرآن کے تھے لباس اس زبانوں کا تھا کفار عرب کا یہ عذر ختم کر دیا گیا کہ قرآن لباس عربی میں نہ آیا ہم ہدایت کیسے لیتے جیسے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بشری لباس میں عربی لباس میں آئے ایسے ہی قرآن عربی لباس میں نازل ہوا یہ قرآن کا لباس ہے و نہ قرآن ہر صحیفے ہر کتاب میں تھا و نہ لفی زبور الاولین۔

أَوْ تَقُولُوا لَوْ أَنَّا أُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتَابُ لَكُنَّا أَهْدَىٰ مِنْهُمْ فَقَدْ جَاءَكُمْ بَيِّنَةٌ

یا تم کہو اگر بے شک اتاری جاتی اور ہمارے کتاب تو ہوتے ہم نہ زیادہ ہدایت داتے ان سے تو بیشک

یا ہم ارحم پرستاب اترتی تو ہم ان سے زیادہ ٹھیک راہ پر ہوتے تو تمہارے پاس تمہارے رب

مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَرَحْمَةٌ فَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ بَيِّنَاتِ اللَّهِ وَ

آگئی تمہارے پاس کھل دیل طرف سے تمہارے رب کے اور ہدایت اور رحمت پس کون ہے بڑا ظالم اسی سے جو جھٹلاتا

کی روشن دلیل اور ہدایت اور رحمت آتی تو اس سے زیادہ ظالم کون جو اللہ کی آیتوں کو جھٹلائے اور

صَدَفَ عَنْهَا سَنَجْزِي الَّذِينَ يَصْدِفُونَ عَنْ آيَاتِنَا سُوءَ الْعَذَابِ بِمَا

آیتیں اللہ کی اور منہ پھیرے ان سے قریب ہی ہم بدلہ دیں گے ان کو جو منہ پھیرتے ہیں ہماری آیتوں سے سخت عذاب

ان سے منہ پھیرے عنقریب وہ ہماری آیتوں سے منہ پھیرتے ہیں ہم انہیں بڑے عذاب کی سزا دیں گے

كَانُوا يَصْدِفُونَ ﴿٥٥﴾

اس وجہ سے کہ وہ حق منہ پھیرتے

بدلہ ان کے منہ پھیرنے کا

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں کفار عرب کی ایک معذرت کی تردید کی گئی جو وہ لوگ قرآن مجید نہ آنے کی صورت میں پیش کر سکتے تھے اب انہیں کفار کے ایک شیخی والے دعویٰ کی تردید ہو رہی ہے جو وہ قرآن مجید نہ آنے کی صورت میں کر سکتے تھے یا نزول قرآن سے پہلے کیا کرتے تھے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں کفار عرب کے اس اعتراض کو ختم فرمایا گیا جو وہ توریت انجیل کے عبرانی زبان میں آنے پر کر سکتے تھے یا کرتے تھے اب ان کے اس مطالبہ کا جواب دیا جا رہا ہے جو وہ اپنی زبان میں علیحدہ مستقل کتاب نہ آنے پر کرتے تھے کہ جیسے یہود و نصاریٰ پر کتابیں اتریں ہم پر بھی مستقل علیحدہ کتاب اترنی چاہئے تھی۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں نزول قرآن کا ایک فائدہ بیان ہوا یعنی لوگوں پر رحمت و کرم لعلکم ترحمون۔ اب قرآن مجید کا دوسرا فائدہ بیان ہو رہا ہے یعنی کفار عرب کا منہ بند کرنا اور ان کی شیخی ختم فرمانا۔

نزول : عرب شریف میں یہ بھی مشہور تھا کہ فلاں فلاں قوموں میں پر توریت و انجیل نازل ہوئیں اور یہ بھی کہ یہود نے ہمیشہ موسیٰ علیہ السلام کو دکھ پہنچائے ان کی مخالفتیں کیں اور عیسائیوں نے تو حد ہی کر دی کہ اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو سولی دلوانے کی کوشش کی تو کفار عرب کی ایک جماعت کہنے لگی کہ وہ لوگ اپنی کتابوں سے فائدہ نہ اٹھا سکے اپنی سرکشی اور حماقت کی وجہ سے اگر ہم پر کوئی آسمانی کتاب آتی تو ہم اس سے پورا پورا فائدہ اٹھاتے کیونکہ ہم ان لوگوں کی طرح بے وقوف نہیں ذہن کے صاف عقل کے تیز ہیں دیکھ لو ہم باوجود ان پڑھ ہونے کے کیسے قصے خطبے کہتے ہیں مگر جب قرآن مجید آنا شروع ہوا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید کے بدترین دشمن ہو گئے ان کے متعلق یہ آیت کریمہ نازل ہوئی (تفسیر خازن خزائن العرفان) دوسری جگہ قرآن مجید انہیں کا یہ قول نقل فرماتا ہے ولولا اولست الینا رسولاً لنتبع اہما تک۔ دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے والسموا باللہ جہدا یمانہم لئن جاء ہم نذیر لیکونن اہلی من اہلی الامم۔ بہر حال قرآن مجید میں ان کے شیخی کے دعوے کئی جگہ منقول ہیں۔

تفسیر : او تقولوا لو انا انزل علینا الکتاب یہ عبارت معطوف ہے ان تقولوا انما انزل پر یہاں بھی لاپوشیدہ ہے جو ترکیب اس عبارت کی تھی وہی اس کی ہے کہ یا تو انزلناہ کامفعول لہ ہے یا او تقولوا کامفعول بہ یہاں بھی قیامت میں کتنا مرلو ہے کتاب سے مراد توریت و انجیل کے علاوہ دوسری آسمانی کتاب ہے ہم پر نازل ہونے سے مراد ہے ہم اہل عرب میں سے کسی پر نازل ہونا ہماری زبان میں نازل ہونا۔ وہ تمنا کرتے تھے کہ ہم بھی کبھی کسی نبی کے ہم قوم ہوتے ہماری زبان میں بھی رب کا کلام اترتا یہ ہمارے لئے باعث فخر ہو تا ان کی یہ تمنا بہت ہی اچھی تھی مگر اپنے علم پر اور عقل پر اعتدال کر کے یہ دعویٰ غلط تھا اور ہو سکتا ہے کہ الکتاب سے مراد توریت و انجیل ہو یعنی اگر وہ آسمانی کتابیں بجائے ان کے ہم پر اتری ہوتیں تو ہم ان بت پرستوں سے زیادہ قدردان ہوتے بہر حال یہ گفتگو یا تو حسد کی بنا پر ہے یا اپنی شیخی کی بنا پر کہ لکنا اہلی منہم یہ عبارت لو کا جواب ہے کہنا سے مراد عام اہل عرب یا اہل مکہ یا سرداران قریش ہیں منہم سے مراد یہود و نصاریٰ ہیں جن کی سرکشیوں عرب میں مشہور تھیں اہلی کا مطلب یہ ہے کہ ہم کبھی اپنے نبی کی مخالفت نہ کرتے ان کے قدم و دھودھو کر پیا کرتے یا کبھی اپنی کتاب کے احکام کی خلاف ورزی نہ کرتے اگر یہود و نصاریٰ میں کچھ علماء تھے تو ہم میں علماء بھی ہوتے اولیاء اللہ بھی ہوتے کیونکہ ہماری

عقل، ذہن، فراست و انائی ان لوگوں سے کہیں زیادہ ہے لہذا جاء کم یہ عبارت یا تو کسی پوشیدہ فعل کی علت ہے اور فحلیہ۔ لا تعتدوا یا انقطع عنکم یا کسی پوشیدہ شرط کی جزا ہے اور ف جزائیہ ان صدقتم لی دعوا کم (بیان و معانی) نزول قرآن اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری ان دونوں کے لئے جاء ارشاد ہوا چند وجہ ہے۔ (1) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید دونوں دنیا میں آنے سے پہلے موجود تھے۔ کہیں تھے یہ بہت دراز بحث ہے پھر وہاں سے منتقل ہو کر دنیا میں آئے۔ (2) گزشتہ نبی اور کتب دنیا میں آنے جانے کے لئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن آئے یہاں رہنے کے لئے لہذا یہ دونوں چیزیں غیر منسوخ ہیں۔ (3) دنیا کی ہر چیز ہمارے مرجانے پر ہمارا ساتھ چھوڑ دیتی ہے مگر جس دل و دماغ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن تشریف لے آئیں یہ ساتھ نہیں چھوڑتے۔ (4) ہر چیز کی آمد کسی خاص علاقہ کے لئے ہوتی ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن کی آمد سارے جہان کے لئے ان وجوہ سے خصوصیت سے ان کے لئے جاء فرمایا گیا ہے کم میں خطاب انہیں اہل عرب سے ہے جو یہ دعویٰ کرتے تھے قرآن مجید دنیا کے گوشہ گوشہ میں ہر شخص کے پاس آیا۔ عموماً ہر مسلمان کے پاس آیا اور خصوصاً اہل عرب کے پاس آیا۔ ان کی زبان میں ان کی قوم میں سے ایک ذات گرامی پر آیا۔ یہی حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے ہر انسان کے پاس آئے عموماً ہر مسلمان کے دل میں جگر میں ایمان میں جلوہ گر ہوئے خصوصاً اور عرب میں تشریف لائے ان کی قوم ان کی زبان میں جیسے سورج چمکتا ہے ساری زمین پر پھل پھول دیتا ہے باغوں کو دانہ پکاتا ہے کھیتوں میں لعل بد خشک بناتا ہے بد خشک کے پھاڑوں میں۔ لہذا یہ فرمان علی دو سری ان آیات کے خلاف نہیں جن میں سارے مسلمانوں یا سارے انسانوں سے کہا گیا ہے کہ یہ قرآن تم سب کے پاس آیا ہستہ من وکم وھدی ورحمتہ عبارت جلاء کا فاعل ہے اس میں قرآن مجید کا نام نہ لیا گیا بلکہ اس کے تین صفات بیان ہوئے کہ توریت تو صرف ہدایت اور رحمت تھی قرآن مجید ہمنہ بھی ہے ہدایت بھی رحمت بھی پھر توریت خاص قوم کے لئے خاص جگہ اور خاص وقت بھی ہدایت و رحمت تھی قرآن مجید ہر قوم کے لئے ہر جگہ اور ہر وقت ہمنہ بھی ہے ہدایت بھی رحمت بھی اس کا مبارک ہونا پچھلی آیت میں بیان ہو چکا ھدی ورحمتہ کا فرق ابھی پچھلی آیت میں عرض کیا گیا قرآن مجید عاقلین کے لئے بہتہ ہے سامعین کے لئے ہدایت و رحمت ہے۔ (تفسیر کبیر) یعنی دلیل سے ماننے والوں کے لئے ہمنہ ہے دل سے ماننے والوں کے لئے ہدایت ہدایت ہے اور رحمت یا دلیل والوں کے لئے ہمنہ ہے دل والوں کے لئے ہدایت اور جو سب کچھ یا ر پر فدا کر چکے جن کے پاس نہ دلیل رہی نہ دل دلیل فتنہ گوئی دل دلدار کے حوالہ ہو گیا ان کے لئے رحمت ہے خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید کو ہمنہ یعنی روشنی اور کھلی دلیل فرمایا کیونکہ قرآن مجید علماء صوفیاء کے لئے اپنے مضامین اور اسرار کے لحاظ سے دلیل ہے خود اپنی حقانیت اور رب کی وحدانیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر مگر ہم جیسے بے پردہوں کے لئے اس کے ظاہری اوصاف دلیل ہیں دیکھو کوئی کلام بغیر کچھ لطف نہیں دیتا قرآن بغیر کچھ بھی تڑپا دیتا ہے اعلیٰ سے اعلیٰ کلام ایک دو بار پڑھنے سننے کے بعد پرانا پڑ جاتا ہے اس میں لطف نہیں آتا قرآن مجید عمر بھر پڑھو مگر ہر بار لذت دیتا ہے دنیا والوں کے کلام میں خلط طط ہو جاتا ہے قرآن مجید کے ایک لفظ میں فرق نہیں ہوا ہم عوام یہ صفات دیکھ کر اسے کلام الہی مانیں جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہر خواندہ ناخواندہ کے لئے برہان ہیں علماء حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات علیہ میں غور کریں اور آپ پر فدا ہو جائیں ہم بے علم جاہل لوگ یہ سوچیں کہ سارے محبوبوں پر لوگ دیکھ کر عاشق ہوئے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم

محبوب ہیں جن پر بے دیکھے لاکھوں قربان ہیں آج حسن یوسف پر انگلیاں نہیں کھینچیں مگر نام محمد پر عشاق سرکٹا رہے ہیں بڑے بڑوں کے نام ان کے بعد فنا ہو گئے نام محمدیہ ہی باقی ہے ان کی نعمت ہر جگہ مزہ دیتی ہے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم برہان ہیں

لَمَنْ اَظْلَمُ مَعْنٰی کُفْبِ بَابَاتِ اللہِ عبارت نیا جملہ ہے جس میں ف ترتب کی ہے یعنی جب قرآن مجید میں یہ صفات و خوبیاں ہیں تو سمجھ لو کہ اس کا منکر کیسا ظالم ہے اس عبارت میں خطاب انہیں مخاطبین سے ہے مگر اظلم منکم نہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت ارشاد ہوئی تاکہ ظالم کی وجہ بھی معلوم ہو جائے اور سوال کر کے انہیں سے پوچھا گیا کہ تم خود ہی سوچ لو کہ اس کے منکر سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے یہاں ظلم یا تو معنی کفر و شرک ہے رب فرماتا ہے ان الشُّرکَ لَظُلُمٍ عَظِيمٍ یا حق مارنے کے معنی میں ہے اپنا حق مارنا یا قرآن کریم کا حق مارنا ہم پر اپنے نفس کا حق یہ ہے کہ قرآن کریم مان کر اللہ کی عبادت کر کے اپنے کو جنت کا مستحق بنائیں اگر ایسا نہیں کرتے تو اپنے پر ظلم کرتے ہیں دَنَا ظَلَمْنَا اِنْفُسَنَا ہم پر قرآن کریم کا حق یہ ہے کہ اسے سینے سے لگائیں اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چلیں اگر ایسا نہیں کرتے تو قرآن کریم پر ظلم کرتے ہیں ظاہر یہ ہے کہ آیات اللہ سے مراد ہیں قرآنی آیتیں انہیں جھٹلانے کی چند صورتیں ہیں۔ (۱) جھٹلانا انہیں حق نہ سمجھنا زبانی جھٹلانا منہ سے کہہ دینا کہ یہ فرمان درست نہیں یا یہ احکام اس زمانہ کے لئے تھے اب زمانہ نیا ہے اور احکام دین اس زمانہ کے مطابق چاہئیں۔ عملی جھٹلانا کہ منہ سے کہنا کہ قرآن سچا ہے مگر عمل اس کے خلاف ہی کرنا اس آخری بیماری میں آج ہم مسلمان بھی مبتلا ہیں بلکہ بعض مسلمان دوسری بیماری میں بھی گرفتار دیکھے جاتے ہیں۔ یہاں پہلے معنی مراد ہیں یعنی دل سے قرآن کریم کو جھوٹا جاننا کیونکہ جن سے یہاں خطاب ہے وہ اسی قسم کے منکر تھے اور ہو سکتا ہے کہ دوسری قسم کے بھی منکر مراد ہوں یعنی زبان سے انکاری۔ و صَدَقْنَا عَنْهَا یہ عبارت معطوف ہے کُفْبِ پر اور من کا صلف ہے صدف کے معنی پھرنا بھی ہیں اور پھیرنا بھی پہلے معنی لازم ہیں دوسرے معنی متعدي یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں اگر پھر جانے کے معنی میں ہے تو اس سے مراد وہ ہے جو قرآن کریم میں کبھی غور ہی نہ کرے نہ اسے جھٹلائے نہ تصدیق کرے یعنی ماننے نہیں اور اگر معنی پھیرنا ہے تو مراد یہ ہے کہ لوگوں کو قرآن مجید پر ایمان لانے سے روکے اور مومنین کو پھیر دینے کی کوشش کرے گمراہ بھی ہو گمراہ گمراہ بھی سَنَجَزِي النَّفۡنَ بِصَلۡفُوۡنَ عَنْ اٰمَاتِنَا : جزاء کبھی معنی ثواب آتا ہے کبھی معنی عذاب و سزا اور کبھی معنی بدلہ و عوض خواہ ثواب ہو یا عذاب۔ یہاں یا تو معنی عذاب و سزا یا معنی بدلہ اس سزا سے مراد یا تو دنیاوی سزا ہے یعنی کفار مکہ کا دنیا میں ہی ذلیل و رسوا ہونا مسلمانوں کے ہاتھوں بد روغیرہ میں مارا جانا یا برزخی عذاب مراد ہے یا اخروی چونکہ ہر آنے والی چیز قریب ہے لہذا یہاں سین کے ساتھ یہ صیغہ ارشاد ہوا اور سَنَجَزِيہم نہ فرمایا گیا تاکہ سزا کے ساتھ سزا کی وجہ کا ذکر بھی ہو جائے یعنی جو لوگ آیات قرآنیہ میں غور و فکری نہیں کرتے انہیں مانتے نہیں یا جو لوگوں کو قرآن سے روکتے یا پھیرتے ہیں ہم بہت ہی جلد انہیں سزا دیں گے۔ سَوَاعِلُ الْعَذَابِ یہ عبارت سَنَجَزِي کا مفعول ہے اللہ تعالیٰ کی سزایوں ہی بہت سخت ہے پھر جسے اللہ سخت عذاب فرمادے وہ کیسی ہوگی سخت اور برے عذاب سے مراد ہے یا دنیاوی رسوائی دیکھ لو ابو جہل وغیرہ قتل تو ایک بار ہو چکے مگر ان پر پھٹکارا اب تک پڑ رہی ہے اور پڑتی رہے گی یا برزخی و اخروی عذاب میں انہیں تکلیف بھی ہوگی ہمیشگی بھی اور رسوائی بھی۔ گنہگار مومن کا برزخی عذاب بہت وجہوں سے ختم ہوا بلکہ ہوتا ہے اس کی قبر پر کوئی اللہ کا بندہ گزر گیا۔ زندوں نے اس کے لئے دعاء خیر و صدقہ وغیرہ کر دیئے کوئی عظمت و ولادت یا رات آگئی وغیرہ یوں ہی گنہگار مومن کو دوزخ میں خفیہ طریقہ سے پہنچایا جائے گا کہ کسی کو اس کی خبر نہ ہوگی نیز اسے دوزخ میں داخل کیا

جائے گا اور سے دھکا نہ دیا جائے گا کچھ عرصہ بعد اسے شفاعت کرنے والے کی شفاعت کے ذریعہ نکل کر جنت میں پہنچایا جائے گا کفار کے لئے یہ کوئی رعایت نہیں اس لئے ارشاد ہوا سوء العذاب بما کانوا یصلفون اس کا تعلق سنجہی سے ہے اس میں یہ بتایا گیا کہ یہ سزائے ان کے دوسروں کو گمراہ کرنے کی ہے یا خود غور نہ کرنے کی۔ رہے ان کے دوسرے اعمال اور دوسری بدکاریاں اس کی سزا علاوہ ہوگی اللہ کی پناہ چونکہ یہ لوگ زندگی بھر برابر یہ جرم کرتے رہے اس لئے کانوا یصلفون ماضی استمراری ارشاد ہوا۔

خلاصہ تفسیر : اے کفار عرب قیامت کے دن نہ تو تم گزشتہ مذکورہ بہانہ بنا سکو گے اور نہ یہ عذر کر سکو گے کہ خدایا اگر ہم پر تیری آسمانی کتاب آتی تو ہم ان یہودیوں عیسائیوں سے برہہ چڑھ کر ہدایت یافتہ ہوتے کہ ان میں بعض ایمان لائے بعض نہیں ہم سب ایمان لاتے وہ لوگ ایمان لا کر بھی اپنے نبیوں کو ستاتے رہے ان کی مخالفت کرتے رہے ہم سب اس کتاب والے نبی کے قدم دھو کر پیٹتے انہوں نے نبی کے پروردہ فرمانے کے بعد دین مسح کر دیا کتاب الہی بگاڑ دی ہم ہمیشہ کتاب کی حفاظت کرتے ان میں اولیاء بہت کم ہوئے ہم میں صالحین اولیاء بہت ہوتے اب تو تمہارے پاس تمام آسمانی کتب سے اعلیٰ و افضل کتاب آگئی جیسے یہ رسول سید الانبیاء ہیں ایسے ہی ان کا قرآن سید الکتاب ہے یہ عقل والوں کے لئے روشن دلیل ہے محبت والوں کے لئے دنیا میں ہدایت آخرت میں رحمت ہے یا یہ قرآن عقل کے لئے ہند (دلیل) ہے دل کے لئے ہدایت روح کے لئے رحمت ہے یا یہ دنیا میں دلیل ہے برزخ میں ہدایت آخرت میں رحمت اب خود غور کر لو کہ اس سے بڑا کافرا اپنے پر ظلم کرنے والا کون ہو سکتا ہے جو ان آیات الہیہ کو خود جھٹلائے اور لوگوں کو اس کے ماننے سے روکے اور جو مان چکے ہیں انہیں اس سے پھیرے۔ غریب وقت آتا ہے کہ ہم ان پھرنے والوں کو بڑے سخت عذاب کی سزا دیں گے یا دنیا میں یا آخرت میں برزخ میں یا ہر جگہ ان کے اس پھرنے کے جرم میں۔ رہی ان کی بد عملیوں کے سزا وہ اس کے سوا ہوگی۔ خیال رہے کہ قرآن مجید اور صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم سارے عرب اور سارے مومنین اور سارے انسانوں کے پاس آئے مگر ان کی آمد میں فرق ہے جیسے بارش عالم زمین پر آتی ہے تری دینے کو بلغ اور کھیتوں میں آتی ہے پھول و پھل دینے کو سمندر کے سیپ میں آتی ہے موتی بخشنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و ہدایت سب کو کی مگر ایمان مومنوں کو بخشنا عرفان ایقان کے موتی حضرت صدیق و فاروق اولیاء اصفیاء کے سینوں میں بنائے آمد ایک ہے مگر آمد کی نوعیت میں فرق ہے لہذا تمام آیات مطابق ہیں یہ بھی خیال رہے کہ قرآن مجید مستمعین و حکم ہے یعنی خدا کی قائم کردہ دلیل لہذا نہ اسے کوئی توڑ سکے نہ کوئی کمزور کر سکے گا۔ جیسے سورج کو کوئی بجھا نہیں سکتا کہ رہانی چراغ ہے نیز قرآن مجید اللہ کی ربوبیت کی دلیل ہے کہ اس سے جسم کی پرورش کے لئے جسملی غذائیں پیدا فرمائیں روح کی پرورش کے لئے روحانی غذائیں یعنی قرآن مجید۔ ربکم رب العالمین کافرق ہم سورہ فاتحہ میں عرض کر چکے ہیں۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے: پہلا فائدہ: آدمی کو اپنی عقل پر بھروسہ نہیں کرنا چاہئے بلکہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم پر اعتماد کرنا چاہئے دیکھو یہ شیخی مارنے والے کفار عرب قرآن کریم نازل ہو جانے پر کافر ہی رہے کیونکہ انہوں نے اپنی عقل پر بھروسہ کر کے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اگر ہم پر آسمانی کتاب آتی تو ہم ان بنی اسرائیلوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے۔ دوسرا فائدہ: اچھی بات اچھے عمل کی تمنا کرنا اچھا ہے کہ اس پر برائو اب ہے مگر دوسروں پر طعنہ کے لئے تمنا ظاہر کرنا عذاب الہی کا باعث ہے اور محرومی کا سبب ہے آج جو کہ ہم اگر میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ پاتا تو آپ پر مل و

جان فدا کرتا یہ تمنا اچھی ہے ان شاء اللہ اس تمنا والے کا شر صحابہ کرام کے ساتھ ہو گا مگر یہ کہنا کہ حضرت صدیق و فاروق نے کچھ بھی نہ کیا اگر میں اس زمانہ میں ہوتا تو کچھ کر کے دکھاتا وہ بے دین ہے کہ اللہ کے مقبولوں پر طعنہ کرتا ہے۔ یہ فائدہ لکنا اہدیٰ من الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: قوم میں ایک فرد پر کتاب اترنا گویا ساری قوم پر اترتا ہے سب کے لئے باعث فخر ہے۔ یہ فائدہ انزل علینا الكتاب سے حاصل ہوا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن کریم نازل ہونا سارے مسلمانوں بلکہ سارے انسانوں کے لئے باعث فخر ہے۔ چوتھا فائدہ: قرآن مجید اگرچہ عربی زبان میں اور ملک عرب میں نازل ہوا مگر آیا سب کے پاس اور ہر ایک کے لئے۔ یہ فائدہ لقد جاء کم کے اطلاق سے حاصل ہوا جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے عرب میں مگر بچے ہر ایک کے دل و ایمان میں قرآن کریم نے دوسری جگہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ صیغہ استعمال فرمایا ہے لقد جاء کم رسول پانچواں فائدہ: قرآن مجید ایک کتاب ہے مگر اس کی صفات بی شمار ہیں یہ دلیل بھی ہے رحمت بھی ہے ہدایت بھی مبارک بھی نور بھی مبین بھی۔ یہ فائدہ وہدی و رحمتہ سے حاصل ہوا اس کی نفیس تحقیق پہلے پارہ فالک الكتاب کی تفسیر میں مطالعہ فرماؤ۔ ایسے ہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم لاکھوں صفات سے موصوف ہیں 'حضور' نبی' رسول' بشیر' نذیر' نور' سراج' منیر' وغیرہ سب کچھ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) چھٹا فائدہ: کفر بڑے سے بڑے گناہوں سے بھی بڑا گناہ ہے یعنی اکبر الکبائر ہے۔ یہ فائدہ فعن اظلم سے حاصل ہوا جب کہ اظلم معنی اکفر ہو۔ ساتواں فائدہ: آیات قرآنیہ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا منکر یا بھاری ظالم ہے کہ وہ اپنے نفس پر ظلم کرتا ہے کہ اسے دائمی عذاب کا مستحق بناتا ہے۔ یہ فائدہ بھی لعن اظلم سے حاصل ہوا جبکہ اظلم اپنے معنی ہی میں ہو یعنی بڑا ظالم۔ آٹھواں فائدہ: نبی کو جھٹلانے والا اور انہیں نبی نہ ماننے والا دونوں کفر میں برابر ہیں جھٹلانا یہ ہے کہ نبی کو جھوٹا کہے نہ ماننا یہ ہے کہ نہ انہیں جھوٹا کہے نہ سچا مگر ان کی فرمائبرواری نہ کرے کلمہ نہ پڑھے۔ یہ فائدہ یصلفون عن امانتنا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: گمراہ کافر اس کافر سے بدتر ہے جو خود گمراہ تو ہو مگر دوسروں کو ہکا مانہ ہو۔ یہ فائدہ یصلفون کو دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔

سوال اعتراض: کفار عرب جو کہتے تھے کہ ہم اہل کتاب سے زیادہ ہدایت پر ہوتے اس کا کیا مطلب ہے وہ لوگ اس زمانہ میں مومن تھے ان میں بڑے بڑے اولیاء اللہ ہوئے۔ اصحاب کف' آصف برخیا' حضرت مریم جیسی ہستیاں انہیں میں ہوئیں پھر یہ لوگ زیادہ ہدایت یافتہ کیسے ہوئے۔ جواب: بنی اسرائیل عموماً ایمان لانے کے بعد بھی نہایت سرکش اور اپنے پیغمبروں کے بے ادب ان کو ستانے والے تھے جن کی سزائیں پاتے رہتے تھے کفار عرب کہتے تھے کہ ہم ایسے بے ادب نہ ہوتے ہم و فلاں لطافت شعار ہوتے۔ دوسرا اعتراض: یہاں قرآن کریم کی تین صفتیں بیان ہوئیں۔ ہدایت رحمت ہدایت رحمت دونوں ایک ہیں پھر انہیں دو میں شمار کیوں کیا گیا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ہدایت اور رحمت میں بہت طرح فرق ہے۔ ہدایت زندگی میں رحمت موت کے وقت اور موت کے بعد برزخ میں ہدایت دنیا میں رحمت آخرت میں ہدایت جسم کے لئے رحمت روح اور دل کے لئے ہدایت شریعت کے لحاظ سے رحمت طریقت کے لحاظ سے۔ اور بہت طرح فرق ہو سکتے ہیں۔ تیسرا اعتراض: عذاب اور سوء العذاب میں کیا فرق ہے کہ یہاں ارشاد ہو سوء العذاب جواب: دوزخ اور وہاں کی تکالیف تو عذاب ہیں مگر وہاں ہمیشہ رہنا برا عذاب 'رسوائی برا عذاب دوزخ میں داخل کرنا عذاب اور کنارہ دوزخ سے دھکیلنا برا عذاب' جبکہ سے عذاب و برا عذاب ہے رسوائی کے سزا و برا عذاب وہاں جتنا عذاب ہے اور جلنے کے

ساتھ آپس کی دشمنیاں کھلی گلوچ مار پیٹ برا عذاب اور بھی فرق ہو سکتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : عاقلین کو اپنی عقل پر ناز ہوتا ہے کالمین کو اللہ کے فضل پر عقل والے فیل ہو جاتے ہیں فضل پر بھروسہ کرنے والے کامیاب رہتے ہیں عاقلین کے پاس زبانی دعویٰ زیادہ ہوتے ہیں عمل کم یا بالکل نہیں داصلین کے پاس دعویٰ نہیں ہوتے عمل ہوتے ہیں عاقلین کے پاس اگر مگر زیادہ ہوتی ہے یہ کفار اس اگر مگر کے چکر میں تھے کہ اگر ہماری زبان میں کتاب آتی تو ہم ہدایت پاتے مگر نہ آئی چنانچہ ہم ایمان نہیں لائے پہلے قرآن موح محفوظ میں تھا پھر سارے صحیفوں میں مختلف رنگوں میں آیا پھر خوش نصیب لوگوں کی لوح وجود میں نقش ہوا ان میں جو لوگ صرف نقوش اور قرأت کے پیچھے پڑے سب وہ زیادہ کامیاب نہ ہوئے جو ان کی بتائی ہوئی راہ پر چلا اسے اپنی علوت بنایا وہی پورا کامیاب رہا ایک شاعر کہتا ہے۔

نقد عمرش ز فکر متعوج خرج شد در رعایت مخرج

صرف کدش ہمہ حیات سرہ در قرأت سہ و عشرہ

جس کے منہ میں قرآن کے الفاظ ہوں مگر دل میں نور قرآن نہ ہو تو سمجھ لو کہ قرآن اس کے خلاف گواہ ہے اور وہ اس آیت کی زد میں ہے لکن اظلم ممن کذب بالایات اللہ وہ سخت عذاب کا مستحق ہے نور والوں کے لئے قرآن بینہ ہے رحمت و ہدایت ہے مگر بد نصیب اس سے عذاب قہر غضب ہی لیتے ہیں اس کا انکار کر کے صوفیاء فرماتے ہیں کہ کام اور کلام کا ثواب و عذاب نیت پر موقوف ہے ایک ہی کام اچھی نیت سے نیک ہوتا ہے بری نیت سے بد۔ موسیٰ علیہ السلام نے شوق دیدار الہی میں عرض کیا رب ارنی خدایا مجھے اپنا جمال دیکھا دے ان کی محبوبیت اور برہ گئی اسرائیلیوں نے یہی کہا تھا وانا اللہ جہودہ وہ عذاب کے مستحق ہو گئے کہ انہوں نے نبی پر اعتقاد نہ کرنے کی وجہ سے کہا تھا دیکھو کفار مکہ نے کہا تھا کہ اگر ہم پر کتاب اترتی تو ہم ان لوگوں سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوتے یہ تمنا خیر کی بنا پر نہ کہا تھا بلکہ گزشتہ لوگوں پر اعتراض کرنے کے لئے کہا تھا تو انہیں توفیق ایمان نہیں ملی قابل کو تو یہ نصیب نہ ہوئی برلور ان یوسف علیہ السلام کو نصیب ہوئی کہ اگرچہ قصور قریبا یکساں تھے مگر نیتوں میں فرق تھا قرآن دلیل والوں کے لئے بینہ ہے دل والوں کے لئے ہدایت جو اپنا سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ کر چکے ان کے لئے رحمت ہے دل کے آگے دلیل بیکار ہوتی ہے اور عشق کے سامنے عقل بیکار مولانا فرماتے ہیں۔

عشق آمد عقل خود نا کارہ شد شمس آمد شمع خود نا چارہ شد

ایک ہے قرآن کا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہمارے پاس آنا اور ایک ہے ہمارا ان کے پاس آنا ان دونوں میں فرق ہے دعا ہے کہ خدا کرے ہم ان کے پاس آئیں لہذا ان جیسی آیات اس آیت کے خلاف نہیں کہ ولوا انہم اذ ظلموا انفسہم جاء وک سوزج سب کے پاس آتا ہے مگر چمکاوڑ کی آنکھ اور نہ خانہ میں بیٹھا رہنے والا آدمی سورج کے پاس نہیں آتا کہ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتا۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا أَنْ تَأْتِيَهُمُ الْمَلَائِكَةُ أَوْ يَأْتِيَ رَبُّكَ أَوْ يَأْتِيَ بَعْضُ آيَاتِ

کیا انتظار کرتے ہیں وہ لوگ مگر اس کا کہ آئیں ان پر فرشتے یا آدمی آپ کے رب کا عذاب یا آئیں بعض نشانیاں

کا ہے کے انتظار میں ہیں کہ آئیں اس کے پاس فرشتے یا تمہارے رب کا عذاب یا تمہارے رب کی ایک نشان

رَبِّكَ يَوْمَ يَأْتِي بَعْضُ آيَاتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا إِيْمَانُهَا لَمْ تَكُنْ آمَنَتْ

تمہارے رب کی وہ دن کہ آئیں گی بعض نشانیاں تمہارے رب کی نہیں فائدہ دے گا کسی جان کو ایمان اس کا جس دن تمہارے رب کی وہ ایک نشان آئے گی کسی جان کو ایمان لانا کام نہ دے گا جو پہلے ایمان نہ لائی

مِنْ قَبْلُ أَوْ كَسَبَتْ فِي إِيمَانِهَا خَيْرًا قُلْ انتظروا إِنَّا مُنْتَظِرُونَ ﴿۱۵۸﴾

جو نہ تھی کہ ایمان لائی اس سے پہلے یا کمائی اپنے ایمان میں بھلائی پس انتظار دیکھو تم بیشک ہم انتظار والے ہیں تھی یا اپنے ایمان میں کوئی بھلائی نہ کماؤ تھی تم فرماؤ رستہ دیکھو ہم بھی دیکھتے ہیں

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں کفار مکہ کی ڈھٹائی کا ذکر تھا کہ قرآن جیسی کتاب دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے اب ان کی اس ڈھٹائی کی انتہاء کا ذکر ہے کہ ان کی یہ ڈھٹائی رہے گی نہیں یہ عذاب الہی آنے پر ختم ہو جائے گی۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ایمان معتبر ایمان مقبول کا ذکر تھا یعنی کتاب اللہ یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھ کر ایمان لانا اب ایمان مردود ایمان غیر معتبر کا ذکر ہے یعنی عذاب الہی دیکھ کر ایمان لانا تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں اس قرآن کریم کا ذکر تھا جو سرپا رحمت ہدایت دینے والا ہے اب اس عذاب یا قیامت کا ذکر ہے جو بعض کے لئے رحمت ہے اور بعض کے لئے عذاب۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں ارشاد ہوا کہ ہم نے قرآن مجید ان کفار کا غرور دور کرنے کی بہانہ بازیاں ختم کرنے کے لئے اتارا اب ارشاد ہے کہ اے محبوب آپ اب بھی ان کے ایمان کی امید نہ رکھیں یہ اب بھی ایمان نہ لائیں گے ان کے مقدر میں تو وہ عذاب ہے جو ہل نہ کر رہا ہے۔

تفسیر : هل ينظرون عربی میں لفظ هل پوچھنے اور سوال کرنے کے لئے آتا ہے مگر یہاں اس سوال سے مقصود ہے نفی اور انکار اس لئے مفسرین اس کے معنی کرتے ہیں لایا یا یعنی نہیں۔ ينظرون نہ ہے نظر سے معنی دیکھنا یا غور کرنا یعنی آنکھ کی نظر یا دل کا غور مگر کبھی معنی انتظار بھی آتا ہے یہاں معنی انتظار ہے اور انتظار سے مراد واقعی انتظار نہیں وہ کفار تو ان تینوں باتوں کے منکر تھے جن کا یہاں ذکر ہے پھر وہ ان کا انتظار کیسے کرتے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے وہ غیبی عذاب آنا بند ہو گئے جن کے آنے پر ایمان قبول نہیں ہوتا نیز وہ لوگ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے کفار نہ تو قیامت کا آنا اپنی زندگی میں دیکھیں گے نہ آفتاب کا مغرب سے نکلنا لہذا وہ ان اوقات میں ایمان کیسے لاتے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ آخر دم یا قیامت تک ایمان نہیں لائیں گے۔ لا ان قاتلهم الملكۃ یہ ينظرون کی انتہاء یا استثناء ملاں کہ سے مراد ہیں موت کے فرشتے چونکہ جن نکلنے وقت ایک تو ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام تشریف لاتے ہیں اور سات فرشتے ان کے معاون مددگار مومن کے لئے سات فرشتے رحمت کے اور کافر کے لئے سات فرشتے عذاب کے۔ اس لئے ملکہ جمع ارشاد ہوا۔ (صاوی) خیال رہے کہ جن نکلنا صرف ملک الموت کا کام ہے اس لئے قرآن مجید میں ارشاد ہوا۔ يتولوا کم ملک الموت الذی وکل حکم دوسرے فرشتے اس لئے آتے ہیں کہ روح نکلتے ہی اس پر قبضہ کر لیں وہ سات ہوتے ہیں ان کے علاوہ اور فرشتے بشارت یا ڈرانے کے لئے بھی آتے ہیں وہ کم و بیش ہوتے ہیں بعض کے لئے تاحد نظرا واتی ویک یہ عبارت معطوف ہے

قاتلہم پر اور الا کے تحت ہے یا قیامت یا فیصلہ یا انتقام یا امر یا عذاب کیونکر اللہ تعالیٰ آنے جانے سے پاک ہے اس کی تفسیر سورہ بقرہ میں اس آیت کی تفسیر میں گزر گئی هل ينظرون الا ان ياتيه الله في ظلل من الغمام وہاں مطالعہ فرماؤ اوائی بعض آیات وہک یہ عبارت یاتی پر معطوف ہے اور یہ بھی ال کے تحت ہے بعض آیات سے مراد ہیں قیامت کی بڑی نشائیاں وہ دس ہیں 'دجال' 'دابة الارض' 'مشرق' 'مغرب' اور عرب میں زمین و حنہ' 'غیبی' و حواں' آفتاب کا مغرب کی طرف سے نکلنا' یا جوج ماجوج کا خروج' عیسیٰ علیہ السلام کی تشریف آوری' غیبی آگ جو عدن سے نکلے گی اور لوگوں کو شام کی زمین پہنچا دے گی۔ ان کی ترتیب یہ ہے کہ اولاً "دجال" نکلے گا پھر عیسیٰ علیہ السلام تشریف لائیں گے پھر جوج ماجوج کا خروج پھر دابة الارض پھر آفتاب کا مغرب کی طرف سے طلوع' آفتاب کے مغرب کی طرف سے طلوع ہونے پر توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا' عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں سارے کفار ایمان قبول کریں گے ساری دنیا میں سواء اسلام کے کوئی دین نہ رہے گا آپ کی وفات ہو چکنے کے بعد کافر ہونے لگیں گے ان پر سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا۔ (صلوی شریف) اس وقت یہ حالت ہوگی کہ ہوم یاتی بعض آیات وہک لا یفیع نفسا ایمانہا لم تکن امت من قبل۔ خیال رہے کہ مرتے وقت یعنی عذاب کے فرشتے دیکھ کر بھی ایمان لانا قبول نہیں مگر وہ شخص واقعہ ہوتا ہے اور یہ قوی واقعہ کفار کے یہاں بھی بعض آیات سے مراد سورج کا مغرب کی طرف سے طلوع ہونا ہے اس وقت لوگ پکاریں گے کہ ہم ایمان لاتے ہیں مگر اب ایمان لانا قبول نہ ہو گا کیونکہ اب ایمان بالغیب نہ رہا بلکہ ایمان بالمشاہدہ ہو گیا اس کو واقعہ یہ ہو گا کہ آفتاب ڈوب جائے گا اور یہ رات تین رات کے برابر دراز ہوگی مومنین تہجد کی نماز پڑھ کر دوبارہ سوئیں گے مگر رات ختم ہونے میں نہ آئے گی لوگ چیخ پڑیں گے پھر سورج مغرب کی طرف سے نکلے گا اس وقت کفار کہہ پڑیں گے (صلوی) اس کا یہاں ذکر ہے او کسبت لی ایمانہا خیرا یہ عبارت معطوف ہے امت پر اور لم تکن کے تحت ہے یا یہاں بھی لم تکن پوشیدہ ہے فی یا معنی مع ہے یا اپنے معنی میں ہے خیر سے مراد یا تو اخلاص نیت سے یا نیک اعمال یعنی جو لوگ اب تک منافقت سے ایمان لائے تھے آج توبہ کر کے اخلاص اختیار کریں تو وہ بھی قبول نہیں اور جو مسلمان فسق و فجور میں گرفتار تھے آج توبہ کر کے نیک و صالح عمل کرنا شروع کریں تو وہ بھی قبول نہیں ہل جو مومن پہلے ہی سے نیک اعمال کرتے ہوں گے ان کی نیکیاں اب بھی قبول ہوں گی۔ خیال رہے کہ اس واقعہ کے بعد کسی انسان کے کوئی بچہ پیدا نہ ہو گا قل انتظروا انا منتظرون اس فرمان علی میں استثنائی غضب کا اظہار ہے انتظروا میں خطاب ہے انہیں کفار سے جن کو پہلے ہوا انتظروا اور منتظرون کا مفعول ہے پوشیدہ ہے یعنی اے کافرو! مت لاؤ ایمان کرے جاؤ اس وقت کا انتظار ہم بھی تمہاری اس حالت یعنی تمہاری موت کے یا علامات قیامت کے یا قیامت کے فتنہ ہیں کہ تم پر یہ واردات آئیں اور ہم تمہارا حال عبرت کی نظر سے دیکھیں اس فرمان علی کا نشیہ نہیں ہے کہ ان لوگوں کو کافر رہنے کی اجازت دی جائے بلکہ اس کا مقصد اظہار غضب ہے جیسے رب فرماتا ہے فمن شاء فليؤمن و من شاء فليكفر یا جیسا منوا بہ اولاً تو منوا بہر حال آیت پر کوئی اعتراض نہیں۔

خلاصہ و تفسیر : یہ کفار عرب جو قرآن مجید نازل ہوتے دیکھ کر آیات قرآنیہ سن کر آپ کے چہرہ انور کی زیارت کر کے آپ کے معجزات کا مشاہدہ کر کے بھی ایمان نہیں لائے یہ کس چیز کس دن کس وقت کا انتظار کر رہے ہیں کب ایمان لائیں گے کیلئے اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب ان کی جان نکالنے کے لئے ملک الموت اور عذاب کے فرشتے آجائیں پھر انہیں دیکھ کر ایمان

لائیں اور ایمان قبول نہ ہو یا اس دن کا انتظار کر رہے ہیں جب رب کا عذاب آجائے یا یہ لوگ بارگاہ الہی میں پیش ہو جائیں پھر سب کچھ دیکھ کر ایمان لائیں یا اس دن کا انتظار کر رہے ہیں کہ قیامت کی بعض وہ نشانیاں آجائیں جنہیں دیکھ کر ایمان لانا معتبر نہ ہو یعنی سورج کا مغرب کی طرف سے نکلنا جب قیامت کی بعض ایسی نشانیاں آجائیں گی تو جو شخص اس سے پہلے ایمان نہ لایا ہو گا اور اس وقت ایمان لائے گا اس کا ایمان کچھ نفع نہ دے گا یوں ہی جس نے منافقت سے کلمہ پڑھا ہو گا اس وقت اخلاص سے پڑھے گا تو کام نہ آئے گا یوں ہی جو مسلمان مخلص مومن ہو مگر گناہوں میں گرفتار ہو یہ علامات دیکھ کر گناہوں سے توبہ کرے تو یہ توبہ قبول نہ ہوگی ہاں جو مخلص مومن پہلے سے ہی نیک اعمال کرتے ہوں گے ان کی آئندہ نیکیاں قبول ہوں گی اسے محبوب فرما دو کہ تم اس دن کا انتظار کئے جاؤ ہم بھی منتظر ہیں کہ تم ایسے حالات میں ایمان لاؤ اور قبول نہ ہو تم درکارے ہی جاؤ۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: جو شخص حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت نہ لے اے ہدایت کبھی نہیں مل سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کا آخری مرکز ہیں۔ یہ فائدہ ہل بنظروں سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: نزع کے وقت ایمان لانا معتبر نہیں کیونکہ اس وقت مردہ فرشتے دیکھ لیتا ہے اور ایمان وہ معتبر ہے جو بالغیب ہو۔ یہ فائدہ تاتہم الملک سے حاصل ہوا مگر اس وقت گناہوں سے توبہ معتبر اور قبول ہے اگر خدا کرے کہ نزع کے وقت لوسان ٹھکانے رہیں اور گناہ کار مسلمان گناہوں سے توبہ کرے تو معافی ہو جائے گی۔ یہ بھی خیال رہے کہ اس حالت میں یعنی غرغہ کے وقت اگر کسی مومن کے منہ سے کفر کے الفاظ نکل جائیں تو اس سے وہ مرنے والا کافر نہ ہو گا کیونکہ مدہوش کا کفر معتبر نہیں دیکھو ایک صحابی نے نشہ کی حالت میں نماز پڑھائی تھی اور سورہ کافرون میں ہر جگہ لاچھوڑ گئے تو رب نے انہیں کافر قرار نہیں دیا بلکہ حکم دیا کہ نشہ میں نماز کے قریب نہ جاؤ لہذا اگر نزع کی حالت میں کسی کے منہ سے کفر کے الفاظ نکل جائیں تو بھی اس پر نماز پڑھی جائے گی اور قبرستان میں دفن کیا جائے گا تیسرا فائدہ: قیامت میں کفار ایمان لانے کی کوشش کریں گے مگر کامیاب نہ ہوں گے کیونکہ اس دن بھی غیب شہادت ہو چکا ہو گا رب کا عذاب دیکھ کر ایمان لانا بھی قبول نہیں ہو تو دیکھو فرعون ڈوبتے وقت بولا امت انہ لا الہ الا الذی مکر قبول نہ ہوا اور ڈوب دیا گیا۔ یہ فائدہ اونیاتی دیکھ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: بعض علامات قیامت دیکھ کر ایمان لانا قبول نہ ہو گا جیسے سورج کا پچھم کی طرف سے نکلنا۔

حدیث شریف : بخاری شریف نے بروایت حضرت ابو ہریرہ روایت کی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قیامت کا پچھم ہوگی حتیٰ کہ سورج مغرب کی طرف سے طلوع ہو جب ایسا ہو گا تو سارے کفار ایمان لے آئیں گے مگر اس وقت ایمان قبول نہ ہو گا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی آیت تلاوت فرمائی (بخاری ابن کثیر وغیرہ) اس کے متعلق بہت احادیث وارد ہیں جو تفسیر خازن روح المعانی روح البیان وغیرہ نے نقل فرمائیں۔ پانچواں فائدہ: سورج مغرب سے نکلنا دیکھ کر فسق اور گناہوں سے توبہ بھی قبول نہ ہوگی۔ یہ فائدہ اوکسبت فی ایمانہا خیرا سے حاصل ہوا اس لئے توبہ میں جلدی کرنی چاہئے۔ چھٹا فائدہ: یہ علامت یعنی سورج کا مغرب سے طلوع دیکھ کر نیک لوگوں کی نیکیاں برابر قبول ہوتی رہیں گی۔ یہ فائدہ بھی اوکسبت سے حاصل ہوا مگر اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو گا نہ کہ قبولیت اعمال کا دروازہ۔ ساتواں فائدہ: گنہگار مومن اگر بحالت غرغہ موت کے فرشتے دیکھ کر اپنے گناہوں سے توبہ کرے تو قبولیت کی امید ہے۔ یہ فائدہ بھی اوکسبت فی ایمانہا خیرا سے حاصل ہوا کہ اس کا ذکر ہم اتنی بعض آیات دیکھ کے ساتھ فرما رہے ہیں۔

پہلا اعتراض : کفار مکہ قیامت علامات قیامت اور موت کے فرشتوں کے قائل ہی نہ تھے پھر وہ ان چیزوں کا انتظار کیسے کرتے تھے اور ہل نظر و فرمائے کیوں نہ ہو؟ جواب : یہاں انتظار واقعی کا ذکر نہیں بلکہ ان کے ایمان میں دیر لگانے کو انتظار قرار دیا گیا ہے یعنی وہ انتظار دیکھنے والوں کا سا کام کرتے ہیں۔ دوسرا اعتراض : مغرب سے سورج نکلنا دیکھ کر ایمان نہ ہو گا۔ دوسری علامات دیکھ کر ایمان قبول کیوں ہو جائے گا اور یہاں بعض آیات کیوں ارشاد ہوئے۔ چنانچہ جو لوگ عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اترتے دیکھ کر ایمان لائیں گے ان کا ایمان قبول ہو گا۔ حضرت مسیح لوگوں کو ایمان کی تلقین کریں گے، حالانکہ اس وقت لوگ دجل وغیرہ کو بھی دیکھ چکے ہوں گے۔ جواب : اس لئے کہ اس نشانی پر یعنی سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے ہی توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا اب توبہ بارگاہ الہی میں کس راستے سے جائے؟ چنانچہ ترمذی شریف میں ہدایت صفوان ابن عسل مرادی مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مغرب کی طرف آسمان میں ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس سل کی راہ ہے یہ دروازہ آسمانوں کی پیدائش کے وقت سے توبہ کے لئے کھلا ہوا ہے اور سورج کے مغرب کی طرف سے نکلنے تک کھلا رہے گا جب سورج مغرب سے نکلے گا تب یہ دروازہ بند کر دیا جائے گا۔ (ترمذی تفسیر خازن) تیسرا اعتراض : توبہ کا دروازہ بند ہو جانے پر متقی مومنوں کی نیکیاں قبول ہوں گی یا نہیں اگر قبول ہوں گی تو وہ کس دروازے سے جائیں گی دروازہ توبہ بند ہو چکا اور اگر قبول نہیں ہوں گی تو اس زمانہ میں عبادت فرض رہیں گی یا نہیں حرام چیزیں حرام رہیں گی یا نہیں نیز پھر اس صورت میں ارشاد باری کا مطلب کیا ہو گا کہ او کسبت فی ایمانہا خیرا۔ جواب : جو مسلمان پہلے سے نیک تھے ان کی نیکیاں اب بھی قبول ہوں گی جو پہلے کافر تھے یا مومن تھے مگر بدکاران کا ایمان یا نیک اعمال قبول نہ ہوں گے کیونکہ توبہ کا دروازہ لور ہے نیکیاں جانے کا دروازہ کوئی اور اس وقت توبہ کا دروازہ بند ہو گا نہ کہ نیکیاں جانے کا۔ لہذا اس وقت شریعت کے احکام برابر جاری رہیں گے مگر پرانے نیک مسلمانوں پر ان کی وفات کے بعد قیامت بہت ہی قریب ہوگی اس لئے یہاں او کسبت فی ایمانہا ارشاد ہوا۔ چوتھا اعتراض : جو بچے اس وقت کے بعد پیدا ہوں وہ ایمان کے ملک ہوں گے یہ نہیں اگر ہوں گے تو یہ آیت کیسے درست ہوئی کہ لم تکن امن من قبل کیونکہ وہ بچے بھی تو اس سے پہلے ایمان نہیں لائے تھے اور اگر ایمان کے ملک نہیں ہوں گے تو چاہئے کہ وہ کافر رہ کر کافر مر کر بھی جنت میں جائیں کیونکہ ان پر ایمان فرض تھا ہی نہیں۔ جواب : علماء نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔ ایک یہ کہ ان بچوں پر سمجھدار ہو جانے پر ایمان وغیرہ فرض ہوں گے اس آیت میں وہ لوگ مراد ہیں جو پہلے موجود ملک ہوں اور ایمان یا نیک اعمال اختیار نہ کریں۔ وہ تو پہلے موجود ہی نہ تھے دوسرے یہ کہ اس وقت نہ تو کوئی بچہ ہو گا نہ اس کے بعد کوئی بچہ پیدا ہو گا ولادت کا سلسلہ اس سے چالیس سل پہلے بند ہو چکا ہو گا اور قیامت تک بند رہے گا جیسا کہ بعض احادیث شریفہ میں ہے فقیر کے نزدیک یہ دوسرا جواب قوی ہے۔ پانچواں اعتراض : قرآن مجید میں ہے کہ قیامت کا پہلا نفعہ ہونے پر ہر مل اپنے شیر خوار بچے سے بے خبر ہو جائے گی اور حاملہ عورتوں کے حمل گر جائیں گے یوم ترونها تنهل کل مرضعہ عما ارضعت وتنضع کل فات حمل حملها اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلا نفعہ ہونے تک بچے بھی ہوں گے اور حمل بھی لگے گا تمہارا یہ جواب اور وہ احادیث صحیح نہیں۔ جواب : تمہاری پیش کردہ آیت میں اس وقت کی ہیبت دکھانے کے لئے تقدیری فرضی واقعہ کا ذکر ہے کہ اگر اس وقت شیر خوار بچے ہوں تو مائیں ان سے بے خبر ہو جائیں۔ اور اگر حاملہ عورتیں ہوں تو ان کے حمل گر جائیں اس کی تحقیق ہمارے

حاشیہ میں ملاحظہ کرو۔ چھٹا اعتراض: جب نزع کے وقت کا ایمان شرعاً معتبر نہیں تو مرتے وقت کلمہ کی تلقین کیوں کی جاتی ہے اس وقت کلمہ پڑھانے سے کیا فائدہ۔ جواب: اس وقت کلمہ پڑھانا اس لئے ہے کہ حدیث شریف میں ہے کہ جو مرتے وقت کلمہ پڑھ کر مرے وہ جنتی ہے من قال لا الہ الا اللہ دخل الجنة وہ تو پہلے ہی سے مومن ہے۔ خیال رہے کہ کلمہ پڑھ کر سونا اور کلمہ پڑھ کر مرنا بہت سی اچھی چیز ہے۔ اللہ نصیب کرے۔

تفسیر صوفیانہ: انسان کا نفس اور دل قابل کاشت بہترین زمین ہے جس میں ایمان کا تخم اگر بویا جائے اور اسے آنسوؤں کا پانی توبہ کی ہوائیک اعمال کی کھلادی جائے تو اس میں معرفت کے درخت پیدا ہوتے ہیں جس میں محبت، کشف، وصول، وصل، کمال کے پھل پھول لگتے ہیں اور یہ درخت ہمیشہ ہی پھل دیتا رہتا ہے تو ہی اکلھا کل حق مگر شرط یہ ہے کہ کاشت تخم ریزی کھل پانی ہو اور ست و صبح وقت پر کرلی جائے اس کا مخصوص زمانہ ہر شخص کی اپنی زندگی ہے کہ مرتے وقت کا ایمان قبول نہیں مگر اس کا نوعی زمانہ وہ ہے جو اس آیت میں ذکر ہے یعنی آفتاب کا مغرب سے لگنا اس علامت کے ظہور پر معلوم ہو جائے گا کہ زمانہ میں انقلاب آگیا اس لئے ارشاد ہے اللہنا مزرعنا الاخرة صوفیاء فرماتے ہیں کہ انسان کو چاہئے کہ اپنے ہر سانس کی قدر کرے نہ معلوم کونسی سانس آخری ہو ہر رات کو آخری رات سمجھے نہ معلوم کل کی رات زمین کے اوپر آئے گی یا زمین کے اندر قبر میں۔

ہونے والے اللہ اللہ کر کے سو! کیا خبر اٹھے نہ اٹھے صبح کو!

جو مر گیا اس کا سورج تو مغرب سے طلوع ہو گیا۔ (از روح البیان)

إِنَّ الَّذِينَ فَرَّقُوا دِينَهُمْ وَكَانُوا شِيعًا لَسْتَ مِنْهُمْ فِي شَيْءٍ إِنَّمَا أَمْرُهُمْ

بے شک وہ لوگ جنہوں نے ٹکڑے کر دیا دین اپنا اور ہو گئے مختلف گروہ نہیں ہیں آپ ان میں سے کسی چیز میں وہ جنہوں نے دین میں جدا جدا راہیں نکالیں اور کئی گروہ ہو گئے اے محبوب تمہیں ان سے کچھ علائقہ نہیں ان کا معاملہ

إِلَى اللَّهِ تَعَرَّيْتُمْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٥٩﴾ مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ

اس کے سوا نہیں کہ معاملہ ان کا طرف اللہ کے ہے بھر خبر دیکھا وہ انہیں اس کی جو وہ تھے کرتے وہ جو لائے کا بھلائی اللہ ہی کے حوالہ ہے پھر وہ انہیں بتا دے گا جو کچھ وہ کرتے تھے جو ایک نیکی لئے تو اس کے لئے اس جیسی دس ہیں

عَشْرًا مِثْلِهَا وَمَنْ جَاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يَجْزِيهِ إِلَّا مِثْلُهَا وَهُمْ

پس واسطے اس کے دس گنا ہیں اس کی اور وہ جو بے گناہ برائی پس نہیں بد نہ دیا جاوے گا مگر مثل اس کے اور

اور جو برائی لائے تو اسے بد نہ نہیں ملے گا مگر اس کی برابر اور ان پر ظلم

لَا يُظْلَمُونَ ﴿١٠﴾

ان پر لوگ ظلم نہیں کئے جائیں گے۔

نہ ہو سکا۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : پچھلی آیات میں مشرکین پر عتاب فرمایا گیا تھا اب یہود و نصاریٰ کے متعلق عتاب نہ خطاب ہو رہا ہے گویا ایک قسم کے کافروں پر عتاب کے بعد دوسری قسم کے کافروں پر غضب کا اظہار ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں ان کفار پر غضب و قہر کا اظہار کیا گیا جو صراحت "اسلام سے دور رہے مذہباً" قوماً ہر طرح اسلام اور مسلمانوں سے الگ رہے اب ان مسلمان نما کافروں پر غضب و قہر کا ذکر ہے جو بظاہر مسلمان ہوں مگر حقیقتہً کافر گویا مذہبی و قومی کافروں کے بعد مذہبی کافروں قومی مسلمانوں کا ذکر ہے جیسا کہ تفسیر سے معلوم ہو گا ان شاء اللہ۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں ان بے دینوں پر قہر کا ذکر تھا جو دین سے دور رہے اب ان خوش نصیبوں پر مہربانی کا تذکرہ ہے جو اسلام قبول کر لیں کہ ان کی ایک نیکی کی جزا دس گناہ اور ایک گناہ کی سزا ایک گناہ بن جائے یا احسن۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں اس زمانہ کا ذکر تھا جب فاسق مومنوں کو بھی نیکی نفع نہ دے گی۔ یعنی سورج کا مغرب سے نکلنے کا وقت اب ان گھڑیوں ساعتوں کا ذکر ہے جب کہ دریا رحمت بہہ رہا ہے ہر گناہ سے توبہ قبول ہے ہر نیکی کے بہت ثواب ہیں تاکہ لوگ اس وقت کو غنیمت جانیں اور کچھ کر لیں۔

شان نزول : حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اقدس میں ہی یہود و نصاریٰ کے بہت فرقے تھے جن میں ہر ایک دوسرے کو کافر کہتا تھا ان کی برائی میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں مسلمانوں کو ایسی غلطی کرنے سے روکا گیا (تفسیر صلی) خیال رہے کہ جو یہود و نصاریٰ صحیح طور پر اپنے دین پر قائم تھے وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام سن کر آپ کی تعلیم سن کر یا آپ کو بچپن شریف میں دیکھ کر آپ کی ایک جھلک دیکھ کر ایمان لے آئے جیسے بحیرہ راہب اور قہ ابن نوفل شاہ حبشہ نجاشی امیر اور عبد اللہ ابن سلام اور ان کے ساتھی بلکہ تبہ اور اس کی قوم تو صرف نام پاک سن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت سے صدیوں پہلے ایمان لا چکے تھے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے میں ملانے کی کوشش کیا کرتے تھے یعنی اصلی لہل کتاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سانچے میں ڈھلتے تھے اور نقلی جھوٹے لہل کتاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے سانچے میں ڈھالنے کی کوشش کرتے تھے۔ خود اپنا یہ حل تھا کہ آپس میں بکھرے ہوئے تھے۔ یہ آیت کریمہ اسی دوسرے گروہ کے متعلق نازل ہوئی ہے۔

تفسیر : ان الذين فرقوا دينهم چوتھ اس آیت کریمہ کا مضمون بہت ہی اہم ہے اس لئے اسے ان سے شروع فرمایا گیا۔ الذين سے مراد کبھی حضرات صحابہ ہوتے ہیں کبھی سارے مومنین کبھی اہل کتاب کبھی سارے کفار کبھی سارے انسان کبھی ساری مخلوق جیسا مضمون کسی مراد یہاں اس سے سارے اہل کتاب مراد ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ہماری قراءت میں فرقوا ہے اور بعض دوسری قراتوں میں فرقوا ہے۔ فرقوا کے معنی ہیں متفرق کر دیا بکھیر دیا فرقوا کے معنی ہیں دور ہو گئے

جد اہو گئے اللہ میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ اس سے مراد مشرکین عرب ہیں تب جنہم سے مراد وہ ملت ابراہیمی ہے جو ان کا پرانا اور اصل دین تھا تفریق کے معنی ہیں اس ملت ابراہیمی کے ٹکڑے کر دینا کہ اس میں بت پرستی ستارہ پرستی ان لوگوں نے داخل کر لی بعض دودھ داؤں کے قائل ہوئے بعض زیادہ کے۔ دوسرے یہ کہ الذین سے مراد ہیں یہود و نصاریٰ اور فرقہ کے معنی ہیں کہ وہ فرقوں میں بٹ گئے اور جنہم سے مراد یہودیت و نصرانیت ہے جس کے ماننے کے وہ مدعی تھے اور اس کے باوجود فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔ تیسرے یہ کہ الذین سے مراد ہیں خود کلمہ گو مسلمان اور فرقہ وارانہ آئندہ کی غیبی خبر ہے یعنی جو لوگ مسلمان کھلا کر فرقے فرقے بن جائیں گے چونکہ یہ واقعہ یقیناً ہونے والا تھا اس لئے فرقہ وارانہ ارشاد ہوا اس صورت میں جنہم سے مراد اسلام ہو گا۔

حدیث شریف : حدیث شریف میں ہے کہ فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ یہود و نصاریٰ بہتر ہر فرقوں میں بٹے جن میں سے سب دوزخی تھے سوا ایک کے اور میری امت کے تتر فرقے ہوں گے سب دوزخی سوا ایک کے پوچھا کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ نجات پانے والا فرقہ کونسا ہو گا فرمایا انا علیہ واصحابی جس کے عقیدے میرے اور میرے صحابہ کرام کے مطابق ہوں گے (ترمذی، ابوداؤد، خازن وغیرہ) وکانوا شیعاً یہ عبارت معطوف ہے فرقہ وارانہ اور اللہ کا صلہ ہے شیعہ جمع ہے شیعہ کی جس کلمہ شیع معنی اتباع کرنا پیچھے چلنا اسی لئے کسی کو پہنچانے جانے کو مشابعت کہتے ہیں چونکہ ہر فرقہ کسی نہ کسی پیشوا کے پیچھے چلتا ہے اس کی اتباع کرتا ہے اس لئے اسے شیعہ کہا جاتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہ بنا ہے شیعہ یا شیوع سے معنی پھیلنا اسی سے ہے اشاعت معنی پھیلنا چونکہ ہر فرقہ اپنے عقیدے پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ لہذا اسے شیعہ کہا جاتا ہے یعنی جن لوگوں نے اپنا دین متفق کر دیا اور خود الگ الگ فرقوں میں بٹ گئے۔ خیال رہے کہ لفظ شیعہ یا شیعہ قرآن کریم میں کل گیارہ جگہ آیا ہے ہر جگہ اس کے معنی ہوتے ہیں نافرمان نالائق گروہ قرآن کریم نے کہیں بھی فرمانبردار گروہ کہ شیعہ نہیں کہا۔ فرماتا ہے ثم لتزعن من کل شیعۃ اہم اشد علی الرحمن عتایاں بھی گمراہ نافرمان گروہوں کو شیعہ فرمایا جو لٹل کتب فرمانبردار تھے وہ اس سے خارج ہیں وان من شیعۃ لا ہر اہم کا جواب اعتراض و جواب میں دیا جائے گا لست منہم فی شئی یہ عبارت ان کی خبر ہے اس میں خطاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اس کی بہت تفسیریں کی گئی ہیں۔ آسان تفسیر یہ ہے کہ منہم سے پہلے متعلقاً پوشیدہ ہے یا موالف یعنی آپ کسی چیز میں ان کے موافق نہیں ان سے تعلق رکھنے والے نہیں ہر چیز میں آپ ان سے علیحدہ ہیں بیزار ہیں بے تعلق ہیں آپ کا ان سے کوئی تعلق نہیں انما امرہم الی اللہ یہ جملہ یا تو الگ اور مستقل ہے یا لست منہم کی وجہ ہے امر سے مراد ہے سزا بد لہ الی اللہ سے پہلے موکل یا مفوض پوشیدہ ہے یعنی ان لوگوں کا معاملہ ان کی سزا بد لہ اللہ کے سپرد ہے۔ اسی کے حوالہ ہے وہ ان سب کو سخت سزا دے گا۔ خیال رہے کہ سب بندوں کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ہی سپرد ہے سب کو وہاں ہی پیش ہونا ہے مگر مومنین کی پیشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت آپ کے توسل سے ہوگی اور رحمت کا باعث کفار کی پیشی براہ راست بغیر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے کے ہوگی اور عذاب کا باعث اگر بجلی کے پاور گھر میں حفاظتی ریو فیوہ کے ساتھ آئے تو رحمت ہے روشنی ہوا ٹھنڈک مگر می سب دے گا لیکن اگر بلا حفاظتی سلن کے آئے تو جان لے لیگا وہ عذاب ہو گا اللہ کی قدرت کو یا پور ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا توسل گویا حفاظتی سلن ہے جو عذاب کو رحمت میں تبدیل کرتا ہے جس مجرم کو پلے عذاب میں پیش کرے تو سزا کے لئے پیش کرتی ہے اور جسے

مجرم کا ذیل یا حاکم کا حبیب پیش کرے تو اسے چھڑانے کے لئے پیش کرتا ہے وکالت اور محبوبیت انشاء اللہ ہم مجرموں کا بیڑا پار کرے گی۔ ثم ینبئہم بما کانوا یفعلون یہ جملہ معطوف ہے امرہما لی اللہ پر چونکہ یہ خبر دنیا قیامت میں ہوگا اور وہ بہت دور ہے اس لئے یہاں ہم ارشاد ہوا خبر دینے سے مراد ہے عملی خبر دنیا قوی خبر تو دنیا میں بھی بذریعہ انبیاء کرام دے دی گئی ہے کانوا یفعلون سے مراد ان کی یہی بد عملی ہے یعنی دین میں تفرقہ بازی کرنا یا ان کی ساری بد عملیاں مراد ہیں کیونکہ کفار کو ان کی بد عملیوں کی سزا بھی ملے گی ہاں ان کی نیکیاں بریاد ہیں اللہ تعالیٰ اعمال مسلمانوں کو بھی دکھائے گا اور کافروں کو بھی مگر کافروں کو دکھائے گا نیکیاں بریاد کرنے گناہوں پر پکڑ کرنے کو مومنوں کو دکھائے گا نیکیاں قبول کرنے گناہ معاف کرنے کو صدقہ اپنے حبیب کا۔ من جاء بالہستبہ نیا جملہ ہے جس میں کفار کے عذاب کے مقابل مومنوں کے ثواب کا ذکر ہے کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے من سے مراد ہر مومن انسان ہے اور دہنہ سے مراد مطلقاً نیکی بدنی ہو یا مالی فرض ہو یا سنت واجب ہو یا مستحب زبان کی نیکی ہو یا دل کی لہذا اس میں بڑی گنجائش ہے بعض نے فرمایا کہ من سے مراد ہیں سارے انسان مومن ہوں یا کافر نور دہنہ سے مراد ہے کلمہ طیبہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا یا اسلام کے بعد کوئی اور نیکی کرنا مگر سلا قول قوی ہے کیونکہ کافر کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا اس کے سارے کفر و گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اس کی جزاء صرف دس گنا نہیں۔ (از روح المعانی) خیال رہے کہ جس قول و فعل سے اللہ رسول راضی ہو جائیں وہ نیکی ہے اور جس قول و فعل سے اللہ رسول ناراض ہوں وہ گناہ۔ منافقین کا کلمہ پڑھنا گناہ تھا کہ اللہ رسول اس سے راضی نہ تھے واللہ بشہدان المنافقین لکافرون اور حضرت ابولہبہ نمری کلمہ سے کفر قبول دینا نیکی ہوا کہ اللہ رسول اس سے راضی تھے الا من اکرہ و قلبہ مطمئن بالا یمان حضرت علی کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر نماز عصر قضا کر دینا نیکی تھا کہ اللہ رسول اس سے راضی تھے منافقین کی نمازیں لو اگر گناہ کہ اللہ رسول اس سے ناراض تھے فلہ عشر مثالیہ عبارت من جاء کی خبر معنی جزا ہے لد میں لام ملکیت کا ہے جو عطاء الہی سے حاصل ہوگی اس کی اصل عبارت یہ تھی۔ فلہ عشر حسنات امثالہا یعنی اسے ایک نیکی جیسی دس نیکیاں عطا فرمائی جائیں گی ایک نماز کی دس نمازیں ایک روپیہ صدقہ کے دس روپیہ یہاں قانون کا ذکر ہے اس سے بہت زیادہ رب دیدے تو وہ اس کا فضل و کرم ہے لہذا یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں جس میں سات سو گنا بلکہ اس سے بھی زیادہ کی عطا کا وعدہ ہے۔ کمثل حبتہ انبتت حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ یہ وعدہ عام مومنوں کے لئے ہے اور سات سو سے زیادہ کا وعدہ مہاجرین کے لئے ہے مگر مثلاً قول قوی ہے و من جاء بالسمتہ جتنے اہل من جاء بالسمتہ میں تھے اس کے مقابل اتنے ہی اہل اس عبارت میں ہیں کہ من سے مراد یا تو صرف مسلمان ہیں تو سینہ سے مراد ان کے چھوٹے بڑے کھلے چھپے گناہ ہیں یا من سے مراد کفار ہیں تو سینہ سے مراد ان کا کفر و شرک ہے یا من سے مراد سارے انسان ہیں کافر ہوں یا مومن تو سینہ سے مراد مطلقاً گناہ ہیں کفر و شرک ہوں یا دوسرے گناہ فلا یجزی الا مثلہا یہ من جاء بالسمتہ کی خبر معنی جزا ہے یہاں جزا سے مراد سزا ہے یعنی جو بندہ گناہ لے کر حاضر بارگاہ ہو گا اسے ایک ہی گناہ کی سزا دی جائے گی اس میں اضافہ نہ ہو گا یہ بھی قانون کا ذکر ہے اگر رب تعالیٰ مومن گنہگار کو معاف فرما دے تو اس کا کرم ہے اس کی بندہ نوازی ہے لہذا یہ آیت کریمہ نہ تو معافی کی آیت کے خلاف ہے نہ اس آیت کے کہ لا ولک بدل اللہ سواتہم حسنات ہم ان کے گناہ نیکیوں میں تبدیل فرما دیں گے۔ خیال رہے کہ یہاں دونوں جگہ دن عمل نہ کہا من جاء فرمایا تاکہ معلوم ہو کہ دن سے وعدہ ان لوگوں کے لئے ہے جو نیک و بد اعمال لے کر بارگاہ

الہی میں پہنچ جائیں اگر کوئی دنیاوی میں اپنی نیکیاں بریل کر گیا کوئی گنہگار دنیاوی میں روپیٹ کر توبہ کر کے اپنے گناہ معاف کر اگر مرا وہ رب کی بارگاہ میں گناہ یا نیکی لے کر پہنچا ہی نہیں اسے سزایا جزا کیسی سبحان اللہ کیسا پیارا کلام ہے۔ وہم لا یظلمون یہ اس پوری آیت کا ترجمہ ہے ہم سے مراد یہ دونوں قسم کے نیکو بد مومن کافر ہیں۔ ظلم سے مراد ہے بے قصور کو سزا دے دینا یا بلا وجہ اس کی نیکیاں کم کر دینا یا ونہی مجرم کی سزا میں بلا وجہ اضافہ کرنا اللہ تعالیٰ ان عیوب سے پاک ہے وہ بڑا رحیم و کریم ہے ہاں ظلم کے تیسرے معنی اور بھی ہیں کسی دوسرے کی چیز اس کی بغیر اجازت استعمال کرنا اللہ تعالیٰ کے لئے ظلم کے یہ معنی نہیں بنتے لہذا یہ آیت اس حدیث کے خلاف نہیں جس میں ارشاد ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سارے بندوں کو دوزخ میں ڈال دے تو وہ ظالم نہیں کیونکہ ہر بندہ اس کی اپنی ملک ہے کسی اور کی ملک نہیں پھر ظلم کیسا۔

خلاصہ و تفسیر : پہلی آیت کریمہ میں انسانوں کے دو جرم بیان ہوئے اور ان کی تین سزائیں۔ اللہ کے دین میں مختلف راہیں نکالنا ایک جرم الگ الگ فرقے بن جانا دو سزا جرم اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب باطل فرقوں سے الگ اور بے تعلق ہو جانا ان کی ایک سزا ان کا معاملہ اللہ کے سپرد ہونا دوسری سزا ان کے اعمال کی انہیں خبر دیا جانا تیسری سزا چنانچہ ارشاد ہوا کہ جن لوگوں نے اپنے دین کو بکھیر دیا متفرق کر دیا اور خود مختلف فرقے بن گئے انہوں نے اپنی اپنی ٹولیاں گروہ الگ الگ بنائے اے محبوب آپ کو ان سے کوئی تعلق نہیں آپ ان سے بری و بیزار ہیں ان کی سزا ان کا معاملہ اللہ کے حوالہ ہے وہ ابھی دنیا میں تو انہیں ڈھیل دے گا مگر قیامت میں ان کی ان حرکتوں پر اچھی طرح خبر لے گا اس وقت انہیں پتہ چلے گا کہ ہم نے دنیا میں کیا کیا تھا اے محبوب ہمارا قانون یہ ہے کہ ہمارا جو بندہ ایک نیکی لے کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو تو ہم اسے دس نیکیاں اور ان کا ثواب عطا فرمائیں گے اور جو بندہ ایک گناہ لے کر ہماری بارگاہ میں حاضر ہو تو اس کے گناہوں میں زیادتی نہ کریں گے صرف ایک گناہ کی سزا دیں گے کیونکہ مزدور کو مزدوری نہ دینا بے قصور کو سزا دے دینا ہماری بارگاہ میں ظلم ہے اور ہم ظلم سے پاک ہیں کسی بندے پر ظلم نہیں کیا جائے گا خیال رہے کہ اعمال کرنے کی جگہ دنیا ہے اس کا وقت زندگی مگر اس کی سزا جزا کی جگہ آخرت ہے اس لئے ارشاد ہوا میں جا جو نیکی بدی لائے یعنی کمائے دنیا میں نفع نقصان اٹھائے آخرت میں کیونکہ دنیا میں ہر چیز غیب ہے اور آخرت میں ہر چیز شہوت نیک عمل وہ معتبر ہیں جو ایمان بالغیب کے ساتھ ہوں پیغمبر پر اعتقاد کرتے ہوئے۔ نیز دنیا میں نیکیوں سے رکاوٹیں بہت ہیں آخرت میں کوئی رکاوٹ نہیں اور جزا اس عمل پر ہے جو رکاوٹ کے ساتھ ہو۔

حدیث شریف : مسلم بخاری نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کی کہ فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ رب تعالیٰ نے کاتین اعمال فرشتوں کو حکم دیا ہوا ہے کہ جب میرا بندہ گناہ کا خیال کرے تو نہ لکھو جب کرے تو ایک گنا لکھو اور اگر ارادہ گناہ کر کے توبہ کرے گناہ نہ کرے تو باز آجائے اور گناہ نہ کرنے کی نیکی لکھ لو اور اگر میرا بندہ کسی نیکی کا ارادہ کرے تو اس کی ایک نیکی لکھ لو کہ نیکی کا ارادہ بھی نیکی ہے اور اگر کرے تو دس گناہ لے کر سات سو گنا تک لکھو جیسا اس کا اخلاص و کسی جزاء یہ حدیث بہت طریقوں سے مختلف الفاظ سے مروی ہے دیکھو تفسیر خازن، روح البیان، ابن کثیر وغیرہ۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : دین میں نئے عقیدے گھڑنا اور انہیں اسلامی عقیدے جانا سخت بدیہی ہے۔ یہ فائدہ فرموا انہم سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ دنیا میں نئی چیزیں استعمال نہ کریں۔

وہی پرانا چودہ سو سال والا رکھو۔ حضرت قبلہ پیر جماعت علی شاہ صاحب فرماتے تھے ہمارا خدا پرانا (قدیم) ہمارا رسول پرانا ہمارا کعبہ پرانا ہمارا قرآن پرانا ہم تو اس قرآنی لکیر کے فقیر ہیں۔ آج لوگوں نے بجائے ایمان کے توحید نکالی اور توحید کی بہت قسمیں کر ڈالیں توحید فی الذات توحید فی الصفات توحید فی العلم توحید فی التصرف وغیرہ وغیرہ اور توحید کی ان ان گنت قسموں کے مقابل بیسیوں شرک گھڑ لئے اور مسلمانوں کو بات بات پر مشرک کہنا شروع کر دیا یہ وہ عقیدہ ہے جس کا پتہ اسلام میں نہیں ملے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن مجید نے لوگوں کو توحید کی دعوت نہیں دی ایمان کی دعوت دی توحید کا قائل تو ابلیس 'آریہ' بہت سے عیسائی بھی ہیں اسی لئے سارے قرآن مجید میں توحید یا توحید کا کوئی مشتق صیغہ بھی مرچہ نہیں ہم کو ایمان کا حکم دیا امنوا باللہ ورسولہ اور ہمارا نام مومنین یا مسلمین رکھا ہوا کما المسلمین من حدین لہ رکھا۔ دو سرفاائدہ: مسلم قوم میں متفرق فرتے بنانا مومنوں کا شیرازہ بکھیرنا ایسا جرم ہے جس کی سزا آخرت میں تو ملے گی دنیا میں بھی مل جاتی ہے۔ یہ فائدہ وکانوا شیعاً سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: کسی شخص یا کسی فرقے سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بیزار ہو جانا اللہ تعالیٰ کا انتہائی عذاب ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس کے طرف دار ہو جائیں اس پر رحمت الہی نثار ہوتی ہے۔

رحمت نہ کس طرح ہو گنگار کی طرف رحماں خود ہے میرے طرفدار کی طرف
یہ فائدہ مستمنہم فی شئی سے حاصل ہوا جس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے خدا اور خدائی اس کی ہو گئی۔
ان کے در کا جو ہوا خلق خدا اس کی ہوئی ان کے در سے جو پھرا اللہ اس سے پھر گیا

چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس فرقے سے بیزار ہیں وہ فرقہ فی النار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس فرقہ کے غمخوار ہیں وہ جنتی ہے۔ یہ فائدہ بھی مستمنہم سے حاصل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بیزاری غمخواری کی بہت اعلیٰ علامت ہے کہ جس فرقے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اس میں اولیاء اللہ نہیں ہوتے ولایت اس سے چھین لی جاتی ہے اور جس فرقے کے غمخوار ہیں اس میں ہمیشہ اولیاء اللہ رہتے ہیں ایمان درخت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کی جڑ ہیں ولایت اس درخت کے پھول و پھل ہیں جس شاخ کا تعلق جڑ سے ختم ہو جائے اس میں سبزہ پھل پھول نہیں آتے وہ کٹ کر جلادی جاتی ہے جس شاخ کا تعلق جڑ سے قائم ہے اس میں پھل پھول آتے ہیں اسے پانی بھی دیا جاتا ہے اس کی مالک حفاظت بھی کرتا ہے الحمد للہ فرقہ اہلسنت وجماعت نجات والا فرقہ ہے اس فرقہ میں ہمیشہ سے اولیاء اللہ رہے اور ہیں اس فرقہ کے سوا کسی فرقہ میں اولیاء اللہ نہیں۔ رب فرماتا ہے وكونوا مع الصالحين اور فرماتا ہے صراط اللین انعمت علیہم اللہ کے بندو بندہ چوں کے ساتھ رہو اولیاء اللہ سچے ہیں۔ ولی کی پہچان یہ ہے کہ مومن ہو متقی ہو اور لوگوں کی زبان سے نکلے کہ وہ ولی ہے۔ پانچواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی فرقے کو خدا کے سپرد کر دینا خود علیحدہ ہو جانا اس فرقے کے مار کھانے کی علامت ہے۔ یہ فائدہ انما امرہم الی اللہ سے حاصل ہوا جس پر رب کرم فرماتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اسے اپنے دامن کرم میں رکھتے ہیں فرماتے ہیں الصالحون لله والطالحون لی نیک بندے اللہ کے ہیں اور برے بندے میرے۔ یہ وہی میرے بندے ہیں جو گنگار ہیں مگر غدار نہیں الطاف حسین حالی پانی پتی کہتے ہیں۔

مگر بد ہیں تو حق اپنا ہے کچھ اور زیادہ اخبار میں الطالح لی ہم نے سنا ہے

کفار کے متعلق یہاں ارشاد ہوا اللہ مستمنہم سے کوئی تعلق نہیں 'دوسری جگہ ارشاد ہوا ولا تملن

عسک الی ما متعنا بہ ازواجہ اے محبوب آپ ان کفار اور ان کے مال و متاع کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھو ایک جگہ ارشاد ہے وفونی والمکنین اولی النعمتان مالد ارکافروں کو مجھ پر حضور درود یعنی میرے حوالہ کرو آپ سچ سے ہٹ جاؤ۔ یہ ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے گر جانا خدا ایسا ہے اور مومنوں کے متعلق قرآن کریم ایک جگہ فرماتا ہے ولا تعد علینا ک عسہم اے محبوب ان مومنوں سے آپ کی نگاہ کرم نہ بٹے یعنی مالد ارکفار کی طرف نظر اٹھاؤ مت اور فقراء مومنین سے نظر ہٹاؤ مت اور فرماتا ہے واصبر نفسك مع الذين يدعون ربهم اے محبوب اپنے کو ان کے ساتھ رکھو جو صبح شام رب کو یاد کرتے ہیں اور فرماتا ہے واخفض جناحک لمن اتبعک من المومنین اے محبوب اپنی رحمت کا بازو بچھاؤ اپنے تابع مسلمانوں کے لئے اور فرماتا ہے وتقلبک فی الساجدین اے محبوب ہم آپ کا دورہ تہجد خواں نمازیوں میں دیکھتے رہتے ہیں۔ چھٹا فائدہ: نیک و بد ناریوں نوریوں کا فیصلہ قوی تو بذریعہ انبیاء کرام دنیا میں ہو چکا مگر فاصلہ نہیں ہوا یہ فاصلہ قیامت میں کیا جائے گا تمہیں ہم سے حاصل ہو اس دن کما جائے گا واما از والیوم ایہا المعزومون کھیت میں دانہ بھوسا گھاس ایک ساتھ رہتی ہے مگر کٹائی کے دن سب الگ کر دی جاتی ہیں دنیا کھیت ہے قیامت کٹائی کا دن۔ ساتواں فائدہ: دنیا میں نیک عمل کر لینا بڑا کمال نہیں بلکہ کئے ہوئے اعمال کو بخیریت لے کر رب تک پہنچ جانا کمال ہے اللہ تعالیٰ یہ دولت بخیریت ہمارے گھر تک پہنچائے۔ یہ فائدہ من جاء بالاحسنہ سے حاصل ہو ایوں ہی قبر میں پہنچ کر یا قیامت میں اٹھ کر کوئی شخص نیک نہ کرے گا کہ اب وقت نکل گیا۔ یہ فائدہ بھی جاء بالاحسنہ فرمانے سے حاصل ہو اور کھود فون مسلمان زندوں سے ایصال ثواب کی توقع رکھتے ہیں خود ہی تلاوت قرآن نہیں کر لیتے کیونکہ ان کی تلاوت پر کوئی ثواب نہیں ملتا۔ آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے دیکھو وہ رحیم و کریم بندوں کی نیکیوں کو دس گنا کر دیتا ہے مگر ان کے گناہوں میں اضافہ نہیں کرتا ہے ایک کا ایک ہی رہتا ہے وہ بھی اگر معاف نہ ہو جائے ورنہ وہ بھی ختم۔ یہ فائدہ فلما عسرا مثالہا سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: کفار کے جھوٹے بے سمجھ بچے فوت شدہ دوزخی نہیں نہ انہیں کوئی سزا ہے۔ یہ فائدہ وہم لا ظالمون سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ جب وہ رحیم ہمارے کئے ہوئے گناہ میں اضافہ نہیں فرماتا تو بے کئے عمل کو کسی کا گناہ کیسے بتائے گا اور سزا کیونکر دے گا بغیر عمل عطیہ دے دینا کرم ہے بغیر جرم سزا دے دینا ظلم ہے رب تعالیٰ کریم ہے اس کے ہاں ظلم نہیں۔ رب فرماتا ہے لا تعزونی الا ما کنتم تعملون۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جس دین میں چند فرقے ہو جائیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سارے فرقوں سے بیزار ہیں وہ سارے عذاب والے ہیں اسلام میں ہی بہت سے فرقے ہیں ان سب سے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں لب تلوا خدا راضی کس سے یہ جواب: جو فرقے لوگ اپنی طرف سے بنالیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کا رب ان سے بیزار ہیں اس لئے لو قوا فرمایا۔ یا فرقہ بنانے والے بندوں کو قرار دیا اور جو فرقہ رب نے بنایا ہے وہ فرقوا میں داخل نہیں پولیس لورڈ اکوؤں میں مقابلہ دو طرفہ گولی چلے تو پولیس کو حکومت کی مدد حاصل ہو گی ڈاکو غضب کے مستحق ہیں کیونکہ محکمہ پولیس حکومت کا قائم کردہ ہے ڈاکو خود اپنا جتہ بنا بیٹھے اس لئے آگے ارشاد ہوا وکانوا شیعا وہ لوگ خود جماعتیں لور کردہ بن گئے وہ پشکارے گئے۔ دوسرا اعتراض: یہاں دوزخی فرقوں سے متعلق ارشاد ہوا امرہم الی اللہ حلاکہ ساری مخلوق کا مسئلہ اللہ کے حوالہ ہے پھر یہ فرمان بطور غضب کیسے صادر ہوا۔ جواب: کسی فقرے سے حضور انور

صلی اللہ علیہ وسلم کا بزار ہو کر اسے رب کے سپرد کر دینا یہ عذاب الہی ہے رحمت والے لوگ اللہ کے سپرد ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے دامن میں رہ کر قاتل کا سیشن سپرد ہو جانا سزائے موت کی علامت ہے۔ تیسرا اعتراض: تم نے جو تفسیر میں ابھی ایک حدیث نقل کی کہ یہود و نصاریٰ کے بہتر فرقے بنے ان میں سے ایک جنتی ہے باقی اکثر دوزخی ہیں اور میری امت کے بہتر فرقے ہوں گے ایک جنتی باقی دوزخی تو کیا اگر کوئی آج عیسائیت یا یہودیت کے جنتی فرقہ میں داخل ہو جائے تو نجات پا جائے گا اگر پا جائے گا تو پھر اسلام لانے کی کیا ضرورت ہے۔ جواب: ان لوگوں میں ایک ایک فرقہ جنتی جب تک ہو سکتا تھا جب تک وہ دین منسوخ نہیں ہوئے تھے۔ اب منسوخ ہو چکنے کے بعد وہ سارے فرقے دوزخی ہیں اگر کوئی شخص آج اصلی توریت و انجیل حاصل کر کے اس پر عمل کرے تب بھی دوزخی ہے اسلام چونکہ کبھی منسوخ نہ ہو گا لہذا اس کا فرقہ ہمیشہ جنتی رہے گا اس فرقہ میں رہنا چاہئے وہ وہی فرقہ ہے اہل سنت و جماعت جس میں حضرات اولیاء اللہ ہیں۔ چوتھا اعتراض: جب اسلام میں صرف ایک فرقہ جنتی ہے تو ہماؤ حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، ان چاروں میں جنتی فرقہ کونسا ہے ایسے ہی طریقت کے چار سلسلے قادری، چشتی، نقشبندی، سروروی، ان چاروں میں جنتی فرقہ کونسا ہے۔ جواب: یہ سب جنتی ہیں یہ ایک ہی فرقہ ہیں ان میں دینی اختلاف نہیں فروعی مسائل میں اختلاف ہے اس لئے یہاں فرموا **لہم فرمایا منہبہم یا مسائلمہم** ارشاد نہ ہو۔ دین عقائد کا نام ہے اور اس حدیث میں اصولی فرقے مراد ہیں ان کے سارے گروہ ایک میں شمار ہیں مثلاً ”مرزائی“ دو فرقے ہیں قادیانی لاہوری وہ دونوں ایک ہی فرقہ ہیں اسی طرح دوسرے فرقوں کو سمجھ لو اہل سنت ایک فرقہ ہیں خواہ حنفی ہوں یا شافعی۔ پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ قرآن مجید میں شیعہ نافرمان گروہ کو کہا گیا ہے **حالا نکہ دو جگہ قرآن نے فرما بیروار گروہ کو شیعہ فرمایا ہے** **وان من شیعہ لا براہیم اور فرماتا ہے ہذا من شیعہ و ہذا من علوہ** یکو حضرت ابراہیم جناب نوح علیہ السلام کے فرما بیروار گروہ سے تھے انہیں جناب نوح کا شیعہ فرمایا گیا اور وہ اسرائیلی شخص جو قبیلے سے لڑ رہا تھا اسے حضرت موسیٰ کا شیعہ کہا گیا حالانکہ وہ فرما بیروار تھا (شیعہ) جواب: حضرت ابراہیم علیہ السلام سخت نافرمان کافر قوم میں پیدا فرمائے گئے نہ کہ فرما بیروار گروہ میں چنانچہ آپ نے اپنے چچا آذر سے کہا **انی اراک و قومک فی ضلال مبین** وہ نبی وہ قبیلے اگرچہ موسیٰ علیہ السلام کی قوم یعنی اسرائیلی تھا مگر تھا نافرمان چنانچہ ہم خود آپ نے اس اسرائیلی سے فرمایا **انک لغوی مبین** یہ تو رب تعالیٰ نے اپنی شان دکھائی ہے کہ تمہوں میں سے لعل پیدا کئے ایک سرکش قوم سے حضرت خلیل پیدا کئے دوسری سرکش قوم سے حضرت کلیم پیدا فرمائے شیعہ نافرمان گروہ کو ہی کہتے ہیں۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ میں **من جاء بالہستہ** کیوں ارشاد ہوا **من عمل حسنتہ** کیوں نہ فرمایا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ نیکی کر لینا اور چیز ہے اور نیکی یا گناہ لے کر رب تعالیٰ کی بارگاہ میں پہنچنا کچھ اور ثواب یا عذاب ان نیکو بد اعمال پر ہے جو بارگاہ الہی تک پہنچے ضبط شدہ نیکی، معاف شدہ گناہ ثواب یا عذاب کا باعث نہیں، خیال رہے کہ نیکی برہلو ہونے کی چند وجہیں ہیں کفر جس سے ساری نیکیاں برہلو ہو جاتی ہیں **الذین ضل معہم فی الحیوة الدنیا**۔ خواہ کفر اصلی ہو یا کفر طاری یعنی ارتداد، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے لوثی ان تعبط اعداءکم وانتم لا تشعرون۔ صدقہ پر طعن نہ کرنا لا تبطلوا صدقاتکم بالین والافی اپنی نیکیوں پر تکبر و غرور جیسے ابلیس کی نیکیاں مگر گناہ معاف ہونے کے بہت زیادہ اسباب ہیں حتیٰ کہ مسجد کو نماز کے لئے جلتے وقت ہر قدم پر ایک گناہ معاف اور راستہ سے تکلیف دہ چیز کا ہٹانا اس سے گناہ معاف یہاں تک کہ مرتے وقت اپنے گناہوں پر ندامت سے بھی۔

ساتواں اعتراض: اس آیت میں نیکی پر دس گنا ثواب کا وعدہ ہے مگر دسری آیات میں سات سو گنا کا وعدہ ہے، احادیث شریفہ میں بھی بہت ثواب مذکور ہیں ان میں مطابقت کیسے ہو۔ جواب: اس کے بہت جواب دیئے گئے ہیں آسان جواب یہ ہے کہ یہاں عطا کا قانون بیان ہوا ان آیات و احادیث میں فضل و کرم کا ذکر ہے اس لئے وہاں سات سو والی آیت میں ہے واللہ بضاعف لمن يشاء الله جسے چاہے اور زیادہ دے یا یوں کہو کہ جو نیکی اعلیٰ درجہ کے اخلاص سے لی جائے اس کا ثواب سات و گنا ہے جس میں اخلاص کی کمی ہو اس کا ثواب کم ہے جتنا اخلاص زیادہ اتنا ثواب زیادہ یا یوں کہو کہ جو نیکی نفس کی زمین میں بوئی جائے اس کا ثواب کم ہے مگر حودل کی یا روح کی زمین میں بوئی جائے اسے اخلاص کا کھاد آنکھوں کھپائی ریا جائے اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ کی دھوپ ملے ان شاء اللہ اس کا ثواب زیادہ یا یوں کہو کہ جو نیکی اطاعت کے لئے کی جائے اس کا ثواب کم ہے جو نیکی عشق رسول محبت الہی کی بنا پر کی جائے اس کا ثواب زیادہ یا یوں کہ جو نیکی جنت حاصل کرنے کے لئے کی جائے یا دوزخ سے بچنے کے لئے اس کا ثواب کم ہے مگر جو نیکی رضاء الہی رضاء مصطفوی کے لئے کی جائے اس کا ثواب زیادہ ہے۔ آٹھواں اعتراض: حدیث شریفہ میں ہے کہ مکہ معظمہ میں ایک نیکی کا ثواب ایک لاکھ ہے اور ایک گناہ کا عذاب بھی ایک لاکھ وہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: اس اعتراض کا جواب بھی وہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے یا یوں کہو کہ وہاں ثواب کی زیادتی اس جگہ کی برکت سے ہے عمل کا ثواب اور چیز ہے جگہ یا وقت کا ثواب کچھ اور چیز پہاڑی مرجع آلو بہت بڑے ہوتے ہیں یہ تخم کا اثر نہیں بلکہ جگہ کی تاثیر ہے یا یوں کہو کہ کثرت اور عظمت میں فرق ہے دسی مرچیں تین اور پہاڑی مرچیں تین تعدد لویا کثرت میں برابر ہیں مگر ان کی حشمت میں بڑا فرق ہے ایک ایک روپیہ کے تین نوٹ اور سو سو روپے کے تین نوٹ دونوں گنتی میں برابر ہیں کہ تین تین ہیں مگر قیمت و قدر میں زمین و آسمان کا فرق ہے کہ وہ صرف تین روپیہ کے ہیں یہ تین سو روپیہ کے۔ نواں اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ ایک گناہ کا عذاب ایک ہی ہے جو اس کی مثل ہے مگر حدیث شریفہ میں ہے کہ گمراہ گریوں ہی گناہ کے موجد کا عذاب ان سب کے برابر ہو گا جو یہ گناہ کریں پھر ایک کا بدلہ ایک کیسے ہوا؟ جواب: یہاں مثل سے مراد شرعی مثل ہے نہ کہ عقلی مثل اللہ تعالیٰ جسے مثل قرار دیدے وہی مثل ہے گمراہ گرا انسان کا گناہ ایک ہی ہے مگر وہ ایک ہی تمام گناہوں کے برابر ہے جو لوگ کریں غرضیکہ قانونی مثل اور چیز ہے۔ زنا کی سزا سنگسار کرنا چوری کی سزا ہاتھ کاٹنا آج چوری کی سزا تین سال قید کرنا ہے یہ تمام سزائیں اس جرم کی مثل ہی ہیں اگرچہ چوری ایک گھنٹہ میں ہوتی ہے اور سزا تین سال تک محکوم پڑتی ہے۔ دسواں اعتراض: کفر و شرک کی سزا ابد الابد تک دوزخ ہے یہ سزا جرم کی مثل نہیں کہ کفر چند سال کیا اور سزا ہمیشہ جگتی وہ بھی اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: اس کا جواب بھی یہی ہے کہ دائمی دوزخ میں رہنا شرک کی مثل ہے یعنی قانونی مثل یا یوں کہو کہ شرک اگر ہمیشہ جیتا تو ہمیشہ ہی شرک و کفر کرتا بلکہ اگر قیامت کے بعد بھی دنیا میں لوٹا جاتا تو بھی شرک و کفر ہی کرتا اور علوی مجرم کی سزا عمر قید ہوتی ہے۔ رب فرماتا ہے ولورد والعا دوا لمانہوا عنه۔

تفسیر صوفیانہ: جیسے شریعت میں ایک فرقہ اہل سنت جتنی ہے باقی دوزخی ایسے ہی طریقت میں بھی صرف ایک جماعت واصل ہے باقی فرقہ کے جہنم میں داخل طریقت اور اس کے اشغال وہی قبول ہیں جو کتاب و سنت کے خلاف نہ ہوں بے نماز بے روز شربانی، بے نکلی پیر جو مدعی طریقت ہیں ان کے حلق ارشاد ہے لست عنہم اے محبوب آپ ان سے بیزار اور بے تعلق ہیں یہ بے دین خلاف شرع پیر ہیں انہیں مریدوں میں رہ کر کسی ہی شیخ نام میں مگر ان کو مع ان کے مریدین کے سزا رب ہی دیگا۔

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے درخت کو کھاد پانی 'ہوا' دھوپ، جب ہی مفید ہے جب وہ جڑ کی معرفت شاخوں میں پہنچے ایسے ہی ساری عبادات ریاضات انسان کو جب ہی مفید ہیں جب وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت اسے پہنچے۔ جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بے تعلق ہو گئے اسے قرآن کعبہ اور سارے ارکان اسلام کچھ مفید نہیں۔ یہ ہے مطلب است منہم فی شئی کا فی شئی فرما کر بتایا کہ اے محبوب آپ کو ان مردودوں کی کسی چیز سے تعلق نہیں نہ ان کی نیکیوں سے نہ گناہوں سے نہ عبادات نہ زندگی سے نہ موت سے نہ ان کے سونے سے نہ جاگنے سے رہے۔ مقبولین سو آپ کو ان کی ہر چیز سے تعلق ہے ان کی نیکیوں سے آپ کو تعلق جس سے وہ قبول ہوں گی ان کے گناہوں سے آپ کو تعلق جس سے وہ معاف ہوں گے ان کے جینے مرنے سونے جاگنے سے آپ کو تعلق ہے کہ وہ لوگ یہ سب کام آپ کے زیر سایہ کرتے ہیں ان کے یہ سارے کام عبادات بن جاتے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں جیسے جسمانی عالم کا نظام ایک سورج سے وابستہ ہے کہ اگر سورج نہ نکلے تو نہ دن ہو نہ رات نہ شام نہ سویرا نہ ہفتے نہ مہینے نہ سال نہ کسی کی عمر گزرے نہ موسم بنیں نہ دانہ اور پھل پکیں نہ بارشیں آئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم دل کی دنیا کے سورج ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں پر طلوع نہ کریں تو نہ قرآن ملے نہ ایمان نہ عرفان نہ رحمان نہ روزے ملیں نہ نمازیں نہ حج نہ زکوٰۃ غرضیکہ اس دنیا میں انقلاب ہی آجائے لہذا کسی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے تعلق ہو جانا رب کا بداعذاب ہے اللہ اس سے بچائے یہاں ایک نیکی پر دس کا وعدہ حد بندی کے لئے نہیں بلکہ کثرت یا زیادتی بیان فرمانے کے لئے ہے یعنی اسے بے شمار زیادتی عطا ہوگی اگر یہ زیادتیاں نہ ہوں تو بندہ قیامت میں دیوالیہ ہو جائے کیونکہ اس کی نیکیاں حقوق والے لے جائیں گے پھر اسے کیا بچے گا اب ایک تو اسے بچے گی اور باقی وہ لے جائیں تو لے جائیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ جو بعد مغرب چھ رکعات اور امین کی نماز پڑھے اسے بارہ برس کی عبادت کا ثواب ہے حالانکہ مغرب کے فرض کا اتنا ثواب نہیں مگر جو قرب الہی فرائض سے نصیب ہوتا ہے وہ نوافل سے نصیب نہیں ثواب نوافل کا زیادہ ہو سکتا ہے مگر قرب و حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرائض سے زیادہ میسر ہوتا ہے اس لئے یہاں عشر امثالہا فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو دس حسنت عطا فرماتا ہے اس کے بعد ہم ایک حسنہ (نیکی) کرتے ہیں 'ایچھا' استعداد 'تریت' رزق 'انبیاء کرام کی بعثت' کتب آسمانی کا نزول 'برائی بھلائی میں فرق کرنے کی تمیز' توفیق اخلاص قبولیت۔ گناہ کا تخم نفس میں بویا جاتا ہے نفس امامہ گویا غیبیہ زمین ہے اس لئے اس میں پھل ایک کا ایک ہی لگتا ہے نیکی کا تخم دل میں بویا جاتا ہے دل ہے زمین اعلیٰ اس میں پیداوار اعلیٰ ہوتی ہے ایک کی دس 'رب فرماتا ہے والبلد الطیب مخرج نبانہ احد لو کے عربی میں چار مرتبے ہیں 'اکلی' 'دہائی' 'سیکنہ' ہزار جنہیں احو عشرات مائین اور الوف کہتے ہیں 'واحد یعنی ایک دس بار ہو تو دہائی بن جاتا ہے 'سوار ہو تو سیکنہ بنتا ہے 'ہزار بار ہو تو الوف بنتا ہے یوں ہی انسان کے چار مرتبے ہیں 'نفس' 'قلب' 'روح' 'سر' ایک عمل نفس کے درجے میں ہو تو ایک درجہ ہے جزاء سہتہ سہتہ مثلہا قلب کے مرتبہ میں ہو تو دس بنتا ہے 'روح کے مرتبہ کے سوار سر کے مرتبہ میں پہنچے تو ہزار پھر جیسا اخلاص ویسے ہزار کبھی لاکھ تک پہنچ جاتا ہے وہم لا یظلمون (از روح البیان) اگر عدد کے ساتھ ایک صفر مل جائے تو اسے دس گنا کر دیتا ہے لیکن اگر اس کے ساتھ دو چار یا زیادہ صفر مل جائیں تو اسے سو ہزار یا لاکھ گنا کر دیتے ہیں اگر نیکی کے ساتھ اخلاص محبت 'رضا جوئی کے یا کسی اعلیٰ وقت یا اعلیٰ جگہ کی برکت کے صفر لگتے جائیں تو اس کا ثواب بڑھتا جائے گا صوفیاء فرماتے ہیں کہ اعمال گویا تخم ہیں دل 'نفس' 'روح' گویا اس تخم کی زمین ہے 'اخلاص' گویا 'تبی عرشی کھلو ہے' خوف خدا سے آنکھوں سے

نکلے ہوئے آنسو گویا قدرتی پانی، توبہ گویا کیزے مار دو اور اس کیفیت کی گودڑی جب یہ چیزیں جمع ہوں تو پیداوار یقیناً اچھی ہوگی ایک کا ثواب سینکڑوں اللہ اس قل کو حال کر دے۔ یہ چیزیں نیک اعمال کے آگے گویا صفر ہیں پہلا صفر اکائی کو دہائی بناتا ہے، دو سر صفر دہائی کو سینکڑہ، تیسرا سینکڑے کو ہزار یونہی ان احوال کا حال ہے۔

قُلْ اِنِّیْ هَدٰی سَبِیْلَیْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۚ دِیْنًا قِیَمًا مِّلَّةِ اِبْرٰهِیْمَ

فرمادو بے شک مجھے کوہدایت دی میرے رب نے طرف راستے سیدھے کی دین مضبوط ملت ابراہیم کی
تم فرماؤ بے شک مجھے میرے رب نے سیدھی راہ دکھائی ٹھیک دین ابراہیم کی ملت جو ہر

حَنِیْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ۚ قُلْ اِنْ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحِیَّاتِیْ

دور برائی سے اور نہیں تھے وہ مشرکین میں سے فرمادو کہ نماز میری اور قربانی میری اور میری
باطل سے جدا تھے اور مشرک نہ تھے تم فرماؤ بے شک میری نماز اور میری قربانیاں

وَمَهَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۚ لَا شَرِیْکَ لَہٗ وَبِذٰلِکَ اُھِرْتُ وَاَنَا

زندگی اور موت میری سب اللہ کے لئے ہے جو رب سارے جہان کا اس کا کوئی شریک نہیں مجھے یہ ہی حکم ہوا
اور زندگی جینا اور مرنا سب واسطے اللہ کے ہونے پانے والا جہانوں کا نہیں ہے کوئی شریک واسطے اس

اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝

ہے اور میں پہلا ہوں مسلمانوں میں۔

کسے اور اس کا حکم دیا گیا میں پہلا مسلمان ہوں۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ بے دینوں سے لے محبوب آپ کو کوئی تعلق نہیں اب اس بے تعلقی کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ آپ جو جہان میں فرمادو کہ مجھے فطری طور پر رب نے ہدایت دی ہے میں گمراہوں سے تعلق کیسے رکھ سکتا ہوں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا نئے ایجاد کردہ دین گمراہی ہیں اصل دین ہدایت ہے اب اصلی دین کی پہچان بتائی جا رہی ہے اور اس کی نشان دہی کی جا رہی ہے کہ اصل دین ملت ابراہیمی ہے اور ملت ابراہیمی وہ ہے جس پر اے محبوب تم ہو گویا دین حق کا ذکر پہلے ہوا اس کا پتہ اب بتایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ایک نیکی کا ثواب رب کے ہاں دس گنا ہے اب محبوب کی شان دکھائی جا رہی ہے کہ ان کی عبادات، معاملات، وفات، حیات سب نیکی ہی نیکی ہے بتاؤ کہ وہ کس درجہ کے مقرب ہیں یعنی پہلے نیکیوں کا ذکر ہوا۔ اب نیکیوں کے جامع ذات کا ذکر ہے قل ان صلواتی الخ۔

شان نزول : ایک بار کفار مکہ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے باطل دین میں آجانے اور بت پرستی کرنے کی دعوت دی تھی کہ یہ دین آپ کے خاندان ہمارے باپ داداؤں کا ہے آپ ان کی مخالفت نہ کریں ان کی تردید میں یہ آیات نازل

ہوئیں جن میں نہایت نفس اور مدلل طریقہ سے ان کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مایوس کروایا گیا کہ جس نے دنیا میں آکر ہدایت لی ہو وہ گمراہ ہو جائے تو ہو جائے محبوب تو ہدایت ہم سے لے کر ہمارے ہاں سے لے کر گئے ہیں وہ اس سے کیسے ہٹ سکتے ہیں (از تفسیر خازن و تفسیر مدارک و تفسیر بیضاوی وغیرہ)۔

تفسیر: قل اننی ہدانی۔ دہی قرآن مجید میں قل فرمانے کی مختلف حکمتیں ہوتی ہیں، ایک یہ کہ یہ کلام صرف تم کو تمہارے سوا کوئی نہ کہے جیسے قل انما انا بشر مثکم دوسرے یہ کہ تم فرماؤ تم سے سن کر لوگ کہیں جیسے قل هو اللہ احد تیسرے یہ کہ یہ بات تم فرماؤ تاکہ الفاظ کی تاثیر کے ساتھ تمہاری زبان کی تاثیر بھی شامل ہو جائے جیسے قل اعوذ برب الفلق وغیرہ چھوٹے یہ کہ تم فرماؤ تاکہ لوگوں کو اس مضمون کا پتہ لگے تمہارے اس فرمان سے لوگ تمہیں پہچان سکیں یہاں قل میں چوتھی حکمت ہے اگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہ نہ فرماتے تو دنیا کو آپ کی اور رب کی شان کیسے معلوم ہوتی اس آیت کریمہ میں بظاہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صفات عالیہ کا ذکر ہے لیکن درحقیقت رب تعالیٰ کی شان اس کی صفات کا تذکرہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر صفت اللہ تعالیٰ کی صفت کا مظہر ہے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم مہدی ہیں تو رب تعالیٰ بلا واسطہ ان کا ہادی ہے اس لئے یہاں قل ارشاد ہوا۔ قل میں خطاب ہے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور روئے سخن ہے انہیں مشرکین کی طرف جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بت پرستی کی دعوت دی تھی لہٰذا فرمایا کہ یہ بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے براہ راست بلا واسطہ صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت دی باقی جس کسی کو ہدایت دی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے دی حتیٰ کہ حضرات انبیاء کرام کو بھی اس عالم میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی معرفت سے ہدایت ملی جب رب تعالیٰ نے فرمایا الست ہر کم تو سب سے پہلے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہلی فرمایا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر تمام مجبوں نے ہلی کہا ان سے سن کر ولیوں نے ان سے سن کر عوام نے ہلی کہا ہدایت کے معنی اس کے اقسام ان اقسام کے درجات ہم سورہ فاتحہ اھلنا الصراط المستقیم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں چونکہ ربوبیت الہیہ کے پہلے مظہر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت دوسروں کو اس ربوبیت سے حصہ ملا اس لئے ربی ارشاد ہوا اللہ المعطى وانا قاسم۔ خیال رہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح میں اول ہدایت یافتہ ہیں اس لئے ہدایا ماضی مطلق ارشاد ہوا۔ خلاصہ یہ ہے کہ اے لوگو میں تمہارے بھکانے سے ہمک نہیں سکتا تم میری ہدایت سلب نہیں کر سکتے کیونکہ بندہ اللہ کی چیز فنا نہیں کر سکتا۔ بندے کی صنعت فنا کر سکتا ہے بندہ مکن توڑ سکتا ہے میں نے دنیا میں اگر تم سے ہدایت نہیں لی میری ہدایت ربانی ہے تو بندہ کیسے چھین سکتا ہے سورج کو نہیں بجھا سکتا میں نے دنیا میں اگر تم سے ہدایت نہیں لی میری ہدایت ربانی ہے تو بندہ کیسے چھین سکتا ہے یا میں اس عالم سے ہدایت لے کر آیا ہوں اسے اس دنیا کے لوگ کیسے سلب کر سکتے ہیں خیال رہے کہ اس لفظ میں تین باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ مجھے براہ راست رب نے ہدایت دی دوسرے یہ کہ مجھے دنیا میں آنے سے پہلے ہدایت دی جیسا کہ ہدایا ماضی فرمانے سے معلوم ہوا۔ تیسرے یہ کہ ہر قسم کی ہدایت مجھے رب نے دی۔ دنیاوی دینی تمام کام مجھے رب نے سکھائے الی صراط مستقیم کی تفسیر ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں صراط مستقیم سے مراد وہ عقیدے وہ اعمال وہ قلب کی کیفیات ہیں جو رب تعالیٰ تک پہنچادیں صراط مستقیم کی بہت شاخیں ہیں جنت تک پہنچانے والا۔ رب کی صفات تک پہنچانے والا رب کی ذات تک پہنچانے والا جس کی تفسیر اگلی عبارت ہے۔ خیال رہے کہ

گزشتہ نبیوں کو بھی رب تعالیٰ نے فطری طور پر ہدایت دی چنانچہ ابراہیم علیہ السلام نے ہوش سنبھالتے ہی توحید پر ایسے قوی دلائل قائم فرمائے کہ سبحان اللہ موسیٰ علیہ السلام نے بچپن میں کسی دالئی کا دودھ قبول نہیں کیا۔ سو اپنی والدہ کے یوسف علیہ السلام نے شاہ مصر سے فرمایا اجعلنی علی خزائن الارض انی حفیظ علیہم اور فرمایا لما حصدتہم فذروہ فی سبیلہ دیکھو ملک رانی اور دنیا بھر کو پال لینا گندم کی حفاظت کے طریقے ان سب کی ہدایت فطری طور پر آپ کو دی گئی عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی فطری ہدایت کا ذکر کیا ہی فرمایا مگر وہ ہدایات جزوی تھیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے فطری طور پر ہدایت کلی عطا فرمائی لہذا یہ ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصی نعت ہے دنیا لہما یہ عبارت صراط مستقیم کے نکل سے بدل یا اس کا بیان ہے دین کے معانی اور دین و ملت اور مذہب میں فرق ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ ہماری قرأت میں لہما قاف کے کسرہ سے لوری کی فتح سے ہے بعض قراتوں میں لہما قاف کے فتح لوری کے شد سے ہے لہما با تو مصدر ہے جیسے صغرا اور کبر تو اس سے پہلے ذاپوشیدہ ہے یا مبالغہ دین کو قیم فرمایا گیا جیسے زہد عدل لہما اصل میں قوما تھا۔ جیسے قام کی وجہ سے قواما میں تعلیل ہو گئی کہ واوی سے بدل گیا ایسے ہی لہما میں تعلیل ہو گئی کہ واوی سے بدل گیا یا یہ صفت مشبہ ہے اس کے معنی ہیں سیدھا مستقیم، قویم، قیم، قیم یہ چاروں لفظ قریبا ہم معنی ہیں بعض نے فرمایا کہ مستقیم وہ جو خود سیدھا ہو قیم وہ جو سیدھا کر دے لوگوں کو ان کی دنیا و آخرت کو۔ ملتا ہوا ہم یہ عبارت یا تو دہنا لہما کا عطف بیان ہے یا اعمی پوشیدہ کا مفعول بہ عطف بیان اور معطوف علیہ کا نکرہ معرفہ میں متفق ہونا ضروری نہیں اس لئے دہنا اگرچہ نکرہ ہے اور ملتا ہوا ہم معرفہ مگر اس کا عطف بیان ہو سکتا ہے (روح المعانی) ملتا ہے معنی اور لفظ ابراہیم کی تحقیق حضرت ابراہیم علیہ السلام کے منسل حالات میں ہمپارہ اول کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ حنیفا یہ لفظ ابراہیم کا حال ہے یہ بنا ہے حنف سے معنی مائل ہونا دور ہونا شریعت میں حنیف وہ ہے جو گمراہی سے برائیوں سے ایسا دور ہو کہ نہ کبھی گمراہ ہوا ہو نہ آئندہ گمراہ ہو سکے۔ یہ فرق ہے مہدی اور حنیف میں (روح البیان) لل عرب ہر ختنہ شدہ یا حاجی کی حنیف کہہ دیتے ہیں یعنی مذہب ابراہیمی پر قائم (تفسیر خازن) وما کان من المشرکین قوی یہ ہے کہ یہ جملہ نیا ہے معترفہ اس میں مشرکین مکہ کی تردید ہے کہ تم اپنے کو ابراہیم کہتے ہو اور فرشتوں کو اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں بتاتے ہو بت پرستی کرتے ہو تم حنیفی کیسے ہوئے یونہی۔ ہو دو نصاریٰ کی تردید ہے کہ تم لوگ اپنے کو حنیفی کہتے ہو مگر ہو حضرت عزیر علیہ السلام کو اور عیسائی عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں پھر وہ بھی ابراہیمی کیسے ہوئے یہ دونوں تو مشرک ہیں ایسے گندے عقیدے والے ابراہیمی نہیں ہو سکتے ابراہیمی تو صرف مسلمان ہیں اگر تم ابراہیمی بننا چاہتے ہو تو مسلمان ہو جاؤ قل ان صلوٰتی و نسکی یہ نیا جملہ ہے جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی کی جھلک دکھائی گئی ہے۔ قل میں روئے سخن کبھی رب کی طرف ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں عرض کرو جیسے قل اعود برب الفلق کبھی صحابہ کرام سے، کبھی عام مومنین سے، کبھی کفار سے، کبھی سارے جہان سے۔ یہاں آخری دو احتمال ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ اعلان کرنا آخریہ نہیں بلکہ یا تو شکر کے لئے ہے یا تبلیغ کے لئے تاکہ لوگ بھی یہ کہیں اور اس پر عمل کریں۔ خیال رہے کہ ہمارے دعوے کبھی کبھی مبالغہ یا غلط بھی ہو سکتے ہیں مگر جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل بیان کئے یا رب نے جو آپ سے بیان فرمائے ان میں مبالغہ یا غلطی ہو سکتی ہی نہیں، صلوٰۃ سے مراد مطلقاً نماز ہے نفل ہو یا واجب یا فرض نسک جمع ہے نسک کی معنی عبارت جہنمی ہو یا مالی یا اس سے مراد ہے حج و عمرہ کی قربانیاں یا مطلقاً قربانی

جو بقر عید میں کی جاتی ہے یہ ہی قول قوی ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے فصل لہک وانحروہا نماز کے ساتھ قربانی کو جمع فرمایا گیا ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت کریمہ نماز پڑھتے وقت اور قربانی کرتے وقت پڑھا کرتے تھے اگر ہاں نسکی سے مراد قربانی نہ ہو تو قربانی کے وقت یہ آیت کیوں پڑھتے چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال قربانی کرتے تھے اس لئے نسک جمع ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ نسک چاندی کے گلائے ہوئے ٹکڑوں کو کہتے ہیں چونکہ ایسی چاندی میل وغیرہ سے صاف ہو جاتی ہے اس لئے ہر پاک ٹپاک کرنے والی چیز کو نسک کہنے لگے ارکان حج کو مناسک حج کہتے ہیں قربانی گاہ کو منسک کہا جاتا ہے (خازن)۔ اگرچہ زندگی و موت میں نماز و قربانی بھی داخل تھی مگر چونکہ یہ خصوصاً نماز بڑی اہم چیزیں ہیں اس لئے انہیں خصوصیت سے علیحدہ بیان فرمایا نماز جن وانس بلکہ فرشتوں کی بھی عبادت ہے نماز سے انسان وقت کلابند ہو جاتا ہے نیز اس کی برکت سے انسان اپنے کپڑوں بدن وغیرہ کو پاک رکھتا ہے یہ مومنوں کی معراج ہے وغیرہ ان وجوہ سے اسے الگ بیان کیا قربانی بڑی پرانی سنت ہے از آدم علیہ السلام تا قیامت جاری ہے اور اسلام کی موجودہ قربانی حضرت اسماعیل کے ذبح کی یادگار ہے اس کی نسبت بڑی ذات سے ہے اس لئے اسے نماز کے ساتھ ذکر کیا ومعہای و معاتنی یہ عبارت معطوف ہے نسکی پر معہایا تو حیوۃ کا ظرف ہے یا مصدر مسمی اور ممت موت کا ظرف یا مصدر مسمی ہے یعنی میری زندگی و موت کے زمانہ کے سارے کام یا میرا خود جینا مرنا میری زندگی و موت آخری دو معنی زیادہ قوی ہیں للہ رب العلمین یہ عبارت ان کی خبر ہے للہ میں لام ملکیت عبادت اطاعت کا ہے یہ لام نفع کا نہیں اللہ تعالیٰ نفع سے پاک ہے یعنی میری زندگی و موت اور عبادت نماز و قربانیاں اللہ تعالیٰ کی ملک ہیں اس کی عبادت و اطاعت کے لئے ہیں ان میں سے کوئی چیز میری اپنی نفس و خواہش کے لئے نہیں یہ درجہ ہے فلتانی اللہ کا کہ انسان کا اپنا کچھ نہ ہو اپنے لئے کچھ نہ ہو اس کا سب کچھ اللہ کا ہو اللہ کی رضا کے لئے ہو جو اللہ کا ہو جائے اسے چند نعمتیں میسر ہو جاتی ہیں۔ (1) پھر اللہ بھی اس کا ہو جاتا ہے کہ اس کی ہر بات ماننا ہے۔ (2) یہ بندہ اللہ کا منظر بن جاتا ہے کہ اللہ کی ہر چیز کلامک ہو جاتا ہے جسے جو چاہے دے اس ملک مرا فتک فی الجنتہ۔ (3) وہ بندہ . غفلہ تعالیٰ دنیاوی فکروں سے آزلو ہو جاتا ہے۔ پالتو جانور کی ساری فکریں مالک کو ہوتی ہیں شکاری جانور اپنی غذا پانی کی خود فکر کرتا ہے۔ (4) وہ بندہ . غفلہ تعالیٰ شیطان سے محفوظ ہو جاتا ہے شیطان اسے شکار نہیں کر سکتا پالتو جانور شکاریوں کی شر سے محفوظ ہوتا ہے شکاری آزلو جانور کو جو چاہے شکار کرے۔ (5) پھر بندہ کے کام کو رب اپنا کام قرار دیتا ہے اور رب کے کام کو بندہ اپنا کام کہتا ہے غرضیکہ یہ مقام فلتانی اللہ کا ہے جو بہت ہی اعلیٰ ہے۔ لا شریک لہ عبارت پچھلے جملہ کا تہ ہے یعنی میری ان عبادت وغیرہ میں کوئی اللہ کا شریک نہیں خدا کے سوا کسی اور کے لئے میری کوئی چیز نہیں نہ بتوں کے لئے نہ میرے اپنے نفس کے لئے نہ دنیا کے لئے میں اس کا ہوں اور وہ میرا ہے و ہنالک امرت یہ جملہ نیا ہے ہنالک کو امرت پر مقدم فرمانے سے حصر کا فائدہ ہو اللہ سے مراد اللہ کے وہ حکم ہیں جو فطری طور پر عالم ارواح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیئے گئے یعنی دنیا بننے سے پہلے مجھے رب نے ان چیزوں کا حکم دیا ہے میں حکم یافتہ مطیع و فرمانبردار پیدا ہوا ہوں اس کا بیان اس طرح ہوا کہ وانا اول المسلمین میں اللہ کے سارے مطیع بندوں میں پہلا مطیع ہوں حضرات انبیاء اولیاء ساری مخلوق نے مجھے سے اطاعت الہی سیکھی ہے میں نے کروڑوں سال جب اللہ کی اطاعت کی ہے جب کہ میرے نور کے سوا کوئی چیز نہ تھی نہ زمین و آسمان نہ سورج و چاند نہ فرشتے نہ جن وانس وغیرہ۔ مسلمین میں اول حقیقی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں باقی انبیاء و اولیاء اور مومنین اضافی اول ہیں حقیقی اول اور اضافی اول میں بہت فرق ہوتا ہے

ہم اپنی اولاد اپنے بعض دوستوں بعض ماتحتوں شاگردوں مریدوں میں اول مطیع ہو سکتے ہیں مگر حقیقی پہلے عابد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔

خلاصہ تفسیر : ان آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تین ایسی صفتیں بیان فرمائیں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا اپنی مخلوق میں کسی کو نہ بخشیں جن صفات کی بنا پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا بے راہ چلنا کفار کی بات ماننا بالکل ناممکن ہو گیا ایک یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم براہ راست رب کی طرف سے ہدایت یافتہ ہیں جیسے سورج رب کی طرف سے نور یافتہ ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم ارواح سے ہدایت لے کر دنیا والوں کو دینے کے لئے آئے دو سرے یہ کہ آپ اور آپ کی ساری عبادات آپ کی زندگی اللہ کے لئے ہے اپنے لئے نہیں تیسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی طرف سے مامور ہیں اس کا مقصود ہے ان کفار کو پورا مایوس کر دینا جو یہ آس لگاتے تھے کہ کبھی نہ کبھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارا دین قبول کر لیں گے چنانچہ ارشاد ہے کہ اے محبوب ان بے وقوف کفار بلکہ ساری مخلوق میں اعلان فرما دو کہ ساری مخلوق میں صرف میں وہ محبوب بندہ ہوں جسے ازل میں بلا واسطہ رب نے اس راستہ کی ہدایت فرمائی جو سید عالم تک پہنچتا ہے وہ سید عالم راستہ وہ ہے جو دنیا میں دین ابراہیمی کی شکل میں بندوں کے سامنے آیا جناب ابراہیم وہ ہیں جنہیں رب نے ضیف کیا ضیف کما ضیف کہلوا یعنی تمام برائیوں سے ایسے دور کہ کبھی کسی برائی کے قریب نہ آسکیں تم اپنے کو ابراہیمی کہتے ہو مگر غلط کہتے ہو تم لوگ کھلے یا چھپے مشرک ہو مشرکین عرب کھلے مشرک یہود و نصاریٰ چھپے مشرک اور حضرت ابراہیم کا یہ کمال ہے کہ مشرک تو کیا ہوتے وہ تو مشرکین میں سے بھی نہ تھے اے محبوب یہ تو تھا تمہارے عقائد تمہارے دلی حالات کا بیان اپنے اعمال کے متعلق یہ اعلان فرما دو کہ میں ایسی صاف ستھری زندگی والا بنایا گیا ہوں کہ میری ہر قسم کی نماز ہر طرح کی قربانی حتیٰ کہ میری زندگی میری موت دنیا کے لئے یا اپنے نفس کے لئے نہیں صرف جنت حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ اللہ رب العالمین کے لئے ہے کہ میری ہر لڑائی اس لئے ہے کہ رب تعالیٰ راضی ہو جائے میری اس زندگی و موت نماز و عبادات میں اللہ کا کوئی شریک نہیں صرف اللہ کے لئے میرا سب کچھ ہے مجھے فطری طور پر اول سے ہی اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں ساری مخلوق الہی میں پیلا رب کا مطیع و فرمانبردار ہوں سارے مطیع و فرمانبرداروں نے مجھ سے اللہ کی فرمانبرداری سیکھی ہے۔ خیال رہے کہ یہاں المسلمین سے مراد صرف امت محمدیہ نہیں بلکہ ساری مخلوق مراد ہے۔ رب فرماتا ہے کل لہ قانتون اور فرمان علی ہے ولدا سلم من لی السموت والارض اور فرماتا ہے قلما اسلما وتلہ للعبین ان سب میں مسلم معنی مطیع فرمانبردار ہے ہر مشرک و کافر بھی رب کے زیر فرمان ہے جب رب چاہے اسے بیمار یا ہلاک کر دے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق اول عابد اول مطیع ہیں عبارت کی پہلی اینٹ یعنی سنگ بنیاد و رخت کی جڑ اول ہیں تو ان پر ساری عمارت سارا درخت موقوف ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق ہیں تو ساری مخلوق آپ کے دم سے وابستہ ہے اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نہ رہیں خلق نہ رہے پھر اول عابد کو سارے عابدین کی برابر بلکہ سب سے زیادہ ثواب ملتا ہے تمام مخلوق کی عبادات کا مجموعی ثواب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ملتا ہے۔ رب فرماتا ہے ان لا جوا غیر معنوں اور ہو سکتا ہے کہ اولیٰ سے مراد ذاتی اولیت والا ہو اور مسلمین سے مراد ہو سارے مومنین خواہ حضرات انبیاء ہوں یا سارے صالحین موصوف بالذات کو اول کہتے ہیں اور عارضی موصوف کو آخر۔ ہاتھ اور قلم دونوں بیک وقت ملتے ہیں مگر دونوں بیک وقت حرکت کرتے ہیں مگر ہاتھ اور

انجن اول یعنی بالذات اور قلم و ڈبے بعد ہیں بالفرض حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم بالذات اللہ کے عابد مطیع فرمانبردار ہیں باقی سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض آپ کی نظر کریمانہ سے عابد زائد بنتے ہیں کوئی شخص بذات خود مومن نہیں بن سکتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ سے ایمان ملتا ہے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت خوانی نعت گوئی بہترین عمل ہے یہ سنت الہیہ بھی ہے سنت انبیاء بھی سنت محمدیہ بھی (صلی اللہ علیہ وسلم) سنت اولیاء بھی انسانوں کی پیدائش سے پہلے بھی یہ نعت خوانی ہو رہی تھی دنیا میں بھی برابر اول سے ہی ہو رہی ہے اور قیامت میں بھی ہوگی۔ رب فرماتا ہے عسی ان یبعثک وہک مقاما محمودا وہاں ساری مخلوق بلکہ رب تعالیٰ بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کریں گے اس لئے آپ محمد ہیں یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قرب وہ درجہ وہ مقام عطا کیا جو آپ کے سوا کسی کو نہ دیا۔ اللہ تعالیٰ خالقیت میں لا شریک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندگی میں لا شریک۔ یہ فائدہ اللہ رب العالمین اور لا شریک لہ سے حاصل ہوا جن آیات میں اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت فرمائی یا انبیاء کرام کی نعت خوانی نقل فرمائی وہ بہت ہیں اس آیت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے رب نے کہلوائی ہے۔ یہ فائدہ قل فرمانے سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ ہم کو اس دائمی سنت پر عمل کرنے کی ہمیشہ توفیق دے۔

زبان تابود در وہاں جائے گیر ثنائے محمد بود و پذیر (سجدی)
 حی و باقی جس کی کرتا ہے ثناء مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
 جس کا حسن اللہ کو بھی بھا گیا اس پیارے سے محبت کیجئے (اعلیٰ حضرت بریلوی)
 دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قسم کی ہدایت بلا واسطہ اللہ تعالیٰ نے بخشی آپ کو کسی نبی کسی فرشتہ یا کسی آسمانی کتاب یا قرآن مجید سے ہدایت نہیں ملی۔ یہ فائدہ ہدائی دہی سے حاصل ہوا اسی لئے قرآن نے فرمایا ہدی للمتقین یہ نہ فرمایا ہدی لمحمد یا ہدی لک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے اللہ کے عابد عارف سب کچھ تھے معراج کی شب عرش سے آگے جا کر رب سے نماز کا تحفہ لیا مگر جاتے ہوئے راستہ کی ایک منزل یعنی بیت المقدس میں سارے نبیوں کو نماز پڑھائی وضوء کی آیت حکم نماز سے پانچ چھ سل بعد آئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس زمانہ میں سب کو وضو سکھایا کر لویا اللہم صلی وسلم و بارک علیہ تیسرا فائدہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دل اپنے اعمال اپنے احوال میں کسی کو خدا کا شریک نہ بنایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں صرف خدا کی محبت۔ آپ کے اعمال صرف خدا کے لئے تو رب تعالیٰ نے بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف میں کسی کو شریک نہ کیا یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ قرب وہ درجہ وہ مقام عطا کیا جو آپ کے سوا کسی کو نہ دیئے اللہ تعالیٰ خالقیت میں لا شریک ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بندگی میں لا شریک۔ یہ فائدہ للہ رب العالمین اور لا شریک لہ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیاوی کاموں کی ہدایت بھی ماں باپ یا کسی عزیز قریب نے نہ دی وہ بھی رب ہی نے بخشی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے ہادی ہیں بجز پروردگار کسی کے مہدی نہیں جناب حلیمہ رضی اللہ عنہا کی گود میں وہ عدل فرمایا کہ سبحان اللہ۔

بھائیوں کے لئے ترک پستل کریں بچنے کی نصافت پہ لاکھوں سلام

پانچواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے ہدایت پر تھے ایک آن کے لئے ہدایت سے جدا نہ ہوئے۔ یہ فائدہ ہدائی ماضی مطلق سے حاصل ہوا جو ایک آن کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہدایت سے جدا مانے وہ اس آیت کا انکاری ہے۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود ذات وحدہ لا شریک ہے جنت تو اس راستہ کی ایک منزل ہے جیسا کہ صراط مستقیم کی تفسیر سے معلوم ہوا۔ ساتواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام مختلف دین و ملت لائے مگر ان سب میں ملت ابراہیمی بہت ہی افضل و اشرف و اعلیٰ ہے۔ یہ فائدہ دہنا قیما کے بعد ملتا ہوا اہم فرمانے سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام سے کفار کے بہتان دور کرنا سنت الہیہ ہے یہ فائدہ و ما کان من المشرکین سے حاصل ہوا دیکھو کفار عرب نے اپنے شرک و بت پرستی کو جناب ابراہیم علیہ السلام پر تھوپا رب نے ان کی صفائی بیان فرمائی جو عالم اپنی تقریر و تحریر کے ذریعہ ان حضرات سے کفار کے اعتراضات دور کرے وہ سنت الہیہ پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ نے تو حضرت مریم سے بھی بہتان دور کئے جو اللہ کی مقبول ولیہ تھیں۔ نواں فائدہ: بدنی عبادات خصوصاً نماز مالی عبادات سے افضل ہیں۔ یہ فائدہ صلوتی کو نسکی پر مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جانوروں کی قربانیاں بحکم قرآن اسلام کا رکن ہیں۔ یہ فائدہ ونسکی فرمانے سے حاصل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت نماز اور قربانی دونوں پر پڑھتے تھے۔ گیارہواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی شریف اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص خدام کی زندگیاں دنیاوی زندگی نہیں۔ دنیاوی زندگی وہ ہے جس کے لئے فنا ہے اسی کی برائیاں قرآن مجید میں آئی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی رحمانی زندگی ہے۔ یہ فائدہ للرب العالمین سے حاصل ہوا۔ دنیاوی زندگی وہ ہے جو دنیا کے کاموں میں صرف ہو رحمانی زندگی وہ ہے جو اللہ کی رضا میں صرف ہو نفسانی زندگی شیطانی زندگی ایمانی زندگی رحمانی زندگی ان سب کے فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں۔ بارہواں فائدہ: ساری مخلوق میں سب سے پہلے مومن پہلے رب کے مطیع پہلے مسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ یہ فائدہ اول المسلمین سے حاصل ہوا باقی ساری مخلوق بعد کے مسلم بعد کے مطیع و عابد ہیں پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی آخری مطیع آخری عابد بھی ہیں اولیت حقیقیہ اور آخرت حقیقیہ کا سہرا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سر ہے۔ تیرہواں فائدہ: مخلوق میں کوئی بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مثل نہیں ہو سکتا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ناممکن بالذات ہے کیونکہ حقیقی اول حقیقی آخر ایک ہی ہو سکتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے اولیت اور آخرت میں دونوں کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ فائدہ بھی وانا اول المسلمین سے حاصل ہوا ہم نے عرض کیا ہے۔

کوئی مثل ان کا ہو کس طرح وہ ہیں سب کے مبداء و منتہی
نہیں دوسرے کی یہاں جگہ کہ یہ وصف دو کو ملا نہیں

نیز سارا عالم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے پیدا ہو چکا اب دوسرا ایسا کون ہو سکتا جس کے نور سے دنیا بنے جو ہمارا باپ یا ماں بن چکے وہ بن چکے دو سرا شخص ہمارا باپ یا ماں نہیں بن سکتا۔ چودھواں فائدہ: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ شان ہے کہ آپ کی عبادات میں آپ کے دل میں خدا کا کوئی شریک نہیں سب عبادات اللہ کے لئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں صرف اللہ کی محبت ہے اور کسی کی نہیں۔ فرماتے ہیں کہ اگر میں خدا کے سوا کسی کو دوست بنا تا تو ابو بکر کو بنا تا۔ یہ فائدہ لا شریک لہ سے حاصل ہوا ان صلوتی ونسکی کے بعد لا شریک لہ فرمانے کا یہی مقصد ہے۔ اس کی جزاء حضور صلی

اللہ علیہ وسلم کو یہ دی گئی کہ رب کی بارگاہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ درجہ وہ مقام بخشا جو کسی کو نہ دیا حدیث شفاعت میں ہے کہ جناب خلیل کہیں گے کہ کنت خلیلا من ودا ودا میں تو باہر کا دوست ہوں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اندو کے دوست ہیں اس لئے موسیٰ علیہ السلام سے جو کلام پہلی بار طور پر خلوت میں کیا وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو سنا دیا و ما تلک یحینک یا موسیٰ مگر معراج میں جو کلام محبوب سے کیا وہ کسی کو نہ سنایا فاوحی الی عبدہ ما اوحی بہ حال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادات میں خدا کا کوئی شریک نہیں اور رب کے ہاں قرب و مراتب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی شریک نہیں۔ رب الوہیت میں وحدہ لا شریک ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم محبوبیت میں وحدہ لا شریک ہیں۔ پندرہواں فائدہ: نزول قرآن سے پہلے بلکہ عالم ارواں میں بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو احکام الہیہ پہنچتے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان پر عمل کرتے تھے آپ پر احکام نزول قرآن کے بعد ہی نہیں آئے۔ یہ فائدہ ولمرت کے ماضی مطلق فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول قرآن سے پہلے مومن موحّد عارف وغیرہ سب کچھ تھے یہاں امرت سے امر قرآنی مراد نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کامومن ہونا نزول قرآن بلکہ عالم بننے سے پہلے ہے۔ سو لہواں فائدہ: کوئی شخص اپنے کو شیطان اور برے مشیروں سے محفوظ نہ سمجھے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے دین و ایمان کی حفاظت کی دعا کرے اور برا مشورہ دینے والے برکانے والے کو ایسا سخت جواب دے کہ پھر اسے دوبارہ برکانے کی ہمت نہ پڑے۔ دیکھو حضور صلی اللہ علیہ وسلم جو سید المفلحین اور امام المعصومین ہیں کفار اس ذات کریم پر بھی بے دینی کا حملہ کرنے سے باز نہ آتے تھے جیسا کہ اس آیت کے شان نزول سے معلوم ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایسا سخت جواب دیا کہ پھر انہیں اس حرکت کی ہمت نہ پڑی جیسا کہ ان آیات کے مضمون سے معلوم ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی رب تک پہنچے نہیں بلکہ ابھی سیدھے راستے پر ہیں اور دوسرے مسلمان بھی سیدھے راستے پر ہیں خود چلنے کے لئے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے مسلمانوں میں فرق کیا ہوا؟ جواب: ہم لوگ سیدھے راستے پر ہیں خود چلنے کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستے پر ہیں مخلوق کو چلانے کے لئے، رب تک پہنچانے کے لئے رب فرماتا ہے انک لتہدی الی صراط مستقیم جانے والے اور لے جانے والے میں بڑا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض: دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سیدھے راستے پر چلتے ہیں معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہماری طرح راہ خدا کے مسافر ہیں۔ جواب: اس آیت کے معنی یہ نہیں کہ آپ سیدھے راستے پر چلتے ہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ آپ سیدھے راستے پر ملتے ہیں جیسے کہا جائے کہ لاہور سیدھے راستے پر ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ لاہور بھی سفر کر رہا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ سیدھے راستے پر چلنے والا لاہور پہنچ جاتا ہے۔ جیسے رب فرماتا ہے ان دی علی صراط مستقیم میرا رب سیدھے راستے پر ہے یعنی سیدھے راستے پر ملتا ہے۔ تیسرا اعتراض: تم نے ہدائی کی تفسیر میں کہا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم دنیا بننے سے پہلے ہدایت پر تھے حالانکہ یہاں فرمایا جا رہا ہے ملتہ ابراہیم اس وقت ملت ابراہیمی کہاں تھی اس وقت نہ حضرت ابراہیم تھے نہ ان کی ملت پھر یہ فرمان کیسے درست ہوا۔ جواب: اول سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جس دین پر تھے توحید رسالت معرفت الہی اطاعت الہی عبادت الہی وہی دین دنیا میں ملت ابراہیمی کی شکل میں نمودار ہوا ملت ابراہیمی دنیا میں

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تشریف آوری سے آئی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں تو بہت پہلے سے تھی بلکہ احکام قرآنیہ نزول قرآن سے دینا میں آئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں پہلے سے تھے خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ مجھے رب تعالیٰ نے اس عالم میں ہی اس دین کی ہدایت کر دی تھی جو دنیا میں دین ابراہیمی بن کر نمودار ہوا اور پھر اسلام نے اسے چمکایا۔ خیال رہے کہ دین نام عقائد کا ہے اعمال دین، دین نہیں بلکہ مذہب ہیں ملت ابراہیمی کے اعمال حج قربانی ختنہ وغیرہ دنیا میں اختیار کئے گئے مگر معرفت الہی کا اعلیٰ درجہ نفس اطاعت وغیرہ سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس جہان میں بھی موصوف تھے نیز ان اعمال کو حق ماننا یہ پہلے ہی سے حاصل تھا۔ چوتھا اعتراض: سارے آسمانی دین دین قیم تھے پھر خصوصیت سے اسلام کو دینا قیما کیوں فرمایا۔ جواب: وہ سارے دین خاص وقت خاص قوم کے لئے دینا قیما تھے اسلام سارے انسانوں کے لئے تاقیامت دین قیم یعنی سیدھا دین یا سیدھا کر دینے والا دین ہے نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ان میں سے کوئی دین قیم نہ رہا تھا سوا اسلام کے لہذا یہ فرمان درست ہو ابند شدہ راستہ منزل پر نہیں پہنچتا جس سکے کا چلن بند ہو جائے اس سے سودا نہیں ملے۔ پانچواں اعتراض: گزشتہ دین یعنی یہودیت نصرانیت کو ملت ابراہیمی کیوں نہیں کہا جاتا وہ سب بھی حضرت ابراہیم کی اولاد ہی کے دین تھے، حضرت موسیٰ و عیسیٰ و داؤد علیہم السلام سب اولاد ابراہیم ہیں صرف اسلام کو دین ابراہیمی کیوں کہا جاتا ہے؟ جواب: اولاد اسحاق میں بہت نبی آئے الگ الگ دین لائے پچھلے نبی نے اگلے نبی کا دین منسوخ کیا پھر اس سلسلہ اولاد میں دین ابراہیمی کیسے باقی رہ سکتا تھا۔ اولاد اسماعیل میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کوئی نبی نہ آیا، صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم آئے اور آپ نے دین ابراہیمی کو منسوخ نہیں کیا بلکہ اس کی تائید کر کے مع اضافہ باقی رکھا نیز اکثر ابراہیمی ختنہ حجاز میں ہوئیں فلسطین میں نہ ہوئیں قرہنی، تعمیر کعبہ مقام ابراہیم کا اہتمام، صفا مروہ کی سعی، ہجروں کو کنکر مارنا۔ ختنہ وغیرہ سب چیزیں حجاز میں ہوئیں، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سب کو باقی رکھا بلکہ انہیں فروغ دیا لہذا اسلام اور صرف اسلام ہی ملت ابراہیمی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے صرف حجاز کے لوگ حج کعبہ کرتے تھے اب ساری دنیا کے لوگ کعبہ کاج کرتے ہیں کعبہ تو وہی ہے مگر راجہ دو سرا ہے جس کا راج سارے جہان میں ہے جہاں تک راج وہاں تک سکھ اور قانون جہاں تک جناب مصطفیٰ کا راج وہاں تک قرآن اور کعبہ کی دعوم۔ چھٹا اعتراض: ان جیسی آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم امتی ہیں اور ابراہیم علیہ السلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہیں کیونکہ آپ دین ابراہیمی کے متبع ہیں۔ جواب: ہم اس اعتراض کا جواب قل ہل ملتہ ابراہیم حنیفا کی تفسیر یعنی پارہ اول میں دے چکے ہیں یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ دین اسلام ملت ابراہیمی کے موافق اس کے مطابق ہے اور اسلام اپنے میں ملت ابراہیمی کو ایسے لئے ہوئے ہے جیسے نماز اپنے میں رکوع یا سجدہ کو لئے ہوئے ہے قریباً سارا دین ابراہیمی اسلام میں موجود ہے اضافہ علاوہ ہے۔ ساتواں اعتراض: یہاں لو دو سری آیات میں حضرت ابراہیم کے متعلق یہ کیوں کہا گیا ہے کہ وہ مشرکین میں سے نہ تھے۔ جواب: اس لئے کہ مشرکین عرب، یہود، عیسائی، داؤدی وغیرہم سارے دینوں والے کہتے تھے کہ ہم ابراہیمی ہیں اور ہمارا دین ملت ابراہیمی ہے اور وہ سب شرک و کفر میں گرفتار تھے اس ایک لفظ میں ان سب کی تردید ہو گئی کہ تم میں سے کوئی ابراہیمی نہیں کہ تم لوگ مشرک ہو وہ اعلیٰ درجہ کے مومن موحد تھے۔ آٹھواں اعتراض: یہاں نسک کے معنی قربانی نہیں بلکہ عام عبادات ہیں یا ارکان حج اسلام میں موجود قربانی کچھ نہیں۔ صرف حج کی قربانی ہے (مشرکین قربانی)۔ جواب: یہ ترجمہ بالکل غلط ہے اس لئے کہ حضور

صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی نماز یا قربانی ادا کرتے تو یہ آیت پڑھا کرتے تھے۔ قربانی پر اس آیت کا پڑھنا اس کی دلیل ہے کہ یہاں معنی قربانی ہے نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حج اسلام صرف ایک کیا مگر قربانی ہر سال مدینہ منورہ ہی میں کرتے تھے نیز رب فرماتا ہے فصل لربک وانحر کے کیا معنی لہذا یہاں نسک سے مراد قربانیاں ہی ہیں۔ نواں اعتراض: اگر اول المسلمین کے یہ معنی ہیں کہ ساری مخلوق میں پہلے مسلم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں تو ہم لوگ نماز کے اول یہ آیت کیوں پڑھتے ہیں ہم میں یہ وصف کہاں ہے۔ جواب: حضور صلی اللہ علیہ وسلم حقیقی اول مسلم ہیں اور باقی لوگ اضافی اول یعنی اپنی اولاد اپنے بعض خاندان مسلم ہیں ان دونوں اولیتوں میں بڑا فرق ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم میں اول مسلم ہیں۔ دسواں اعتراض: سورہ اعراف کیہ ہے اس کے نزول کے وقت نہ قربانی اسلام میں آئی تھی نہ حج پھر یہ آیت کیسے درست ہوئی۔ ان صلواتی و نسکی۔ جواب: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت سے پہلے ہی قربانی کرتے تھے۔ دیکھو سورہ کوثر کیہ ہے مگر اس میں ہے فصل لربک وانحر بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت سے پہلے حج کئے اور حج میں تبلیغ قربانی طواف کئے۔ گیارہواں اعتراض: قرآن مجید میں نماز کو زکوٰۃ سے ملایا جاتا ہے الصوم والصلوة واتوا الزکوٰۃ مگر اس آیت میں قربانی سے ملایا اس کی کیلوجہ ہے۔ جواب: چند ہوں سے ایک یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں اور یہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کا ذکر ہے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کا ذکر ہوا نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زکوٰۃ کا ذکر ہے یہ کہ ہجرت سے پہلے قربانی تھی زکوٰۃ نہ تھی پھر یہاں زکوٰۃ سے کیسے ملاتے تیسرے یہ کہ اسلامی قربانی کو حضرت اسماعیل و خلیل علیہما السلام سے نسبت ہے کہ وہاں سے ایجاد ہوئی بیوں کی نسبت چیز کو بڑا کر دیتی ہے دیکھو عید فطر کو چھوٹی عید کہتے ہیں کیونکہ وہ ہمارے روزوں تراویح کا شکریہ ہے مگر بقر عید کو بڑی عید کہتے ہیں کہ وہ حضرت خلیل و ذبح کی قربانی قبول ہونے کا شکریہ ہے لہذا بڑی ہے۔ بارہواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کسی نیکی میں رسول کو راضی کرنے کی نیت شرک ہے کہ یہاں ارشاد ہوا کہ نماز قربانی زندگی و موت صرف اللہ کی رضا کے لئے ہے جو اللہ رسول کی رضا کے لئے عمل کرے وہ مشرک ہے۔ جواب: رسول کی رضامندی کا ذریعہ ہے شرک نہیں جس عمل سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم راضی نہ ہوں اس سے خدا تعالیٰ راضی کبھی نہیں ہوتا رب فرماتا ہے واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ اور فرماتا ہے مهاجرا الی اللہ ورسولہ دیکھو ہجرت عیلت ہے مگر اس میں رسول کی رضا کو شامل کیا گیا۔

تفسیر صوفیانہ : اے محبوب اعلان فرما دو کہ رب نے مجھے توحید ذاتی شہودی حق الیقینی کی خود ہدایت دی دو سروں کو توحید صفاتی کی میرے ذریعہ ہدایت دی یہ توحید ذاتی میرے لئے صراط مستقیم سید عاراد ہے یہ وہ مضبوط دین ہے جسے کوئی دین و ملت منسوخ نہیں کر سکتے اس کی جھلک حضرت خلیل اللہ پر پڑی تو انہوں نے اپنی مال اولاد قربابت دار وطن وغیرہ سب کچھ قربان کر دیا انہوں نے اپنی تمام چیزوں میں کسی کو شریک نہ کیا سب اللہ کی ملک کر دیں تم یہ بھی فرما دو کہ میری روحانی حضور شہودی تمام جو میری معراج ہے اور میرے نفس کی قربانی کہ دل فدا کر کے رب سے قریب ہو جانا میری دلی روحانی زندگی نفسانی موت نفسانی فنا محض ذات رب العالمین کے لئے ہے کہ ان سے وہ راضی ہو جائے میں نے اس کا کسی کو شریک نہ بنایا جو میرا مطلوب ہو بلکہ وہی وحدہ لا شریک لہ میرا واحد مطلوب ہے اس کا کوئی شریک نہیں لا معبود الا ہول لا مطلوب الا ہول لا مقصود الا ہول لا موجود الا ہول لا مشہود الا ہول مجھے اسی اخلاص کا اس کے سوا کسی پر نظر نہ کرے گا زلی حکم دیا گیا ہے میں ہی پہلا مطیع فرمانبردار ہوں کہ سب سے

پہلے میں نے اپنے کو فانی اللہ کر کے بقا باللہ کی لذت پائی ہے (معانی بیان) صوفیا فرماتے ہیں کہ جس خوش نصیب کی زندگی و موت اللہ کے لئے ہو جائے اسے چند نعمتیں ملتی ہیں۔ (1) اس کے لئے فنا نہیں موت اسے فنا نہیں کر سکتی بل احیاء و لكن لا تشعرون کیونکہ رب کے لئے فنا نہیں۔ (2) اسے شیطان نفس امارہ اور کوئی چیز روک نہیں سکتی بالآخر جانور کو کوئی شکاری شکار نہیں کر سکتا۔ (3) اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے اس سے خدائی کام صادر ہونے لگتے ہیں و احي الموتى باذن الله مگر خیال رہے کہ اللہ کے لئے ہونے کی علامت یہ ہے کہ بندہ اس کا ہر حکم بلا چون و چرا ماننے جناب خلیل نے بلا عذر آگ میں جانا بچہ ذبح کرنا ترک وطن سب کچھ منظور کر لیا۔

قُلْ اَغْبِرَ اللّٰهُ اَبْغَىٰ دَبَّاً وَهُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ

آپ کہیے کیا اللہ کے سوا کوئی تلاش کروں میں رب اور وہ ہی ہے پالنے والا ہر چیز کا اور نہیں سمجھتا ہر نفس مگر تم فرماؤ کیا اللہ کے سوا اور رب چاہوں حالانکہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور جو کوئی کچھ کمائے وہ سب اس کے

اِلَّا عَلَيْهَا وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ اُخْرٰى ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَرْجِعُكُمْ

اور یہ اس کے اور نہیں اٹھاتی کوئی بوجھل جان بوجھ دوسرے کا پھر طرف رب تمہارے کے لوٹنا ہے ذمہ ہے اور کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہ اٹھائے گی پھر نہیں اپنے رب کی طرف

فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝۳۰

تمہارا پس خبر دے گا وہ تم کو اس کی کہ تھے تم اس میں جھگڑتے۔

پھر نہا ہے وہ نہیں بتا دے گا جس میں اختلاف کرتے تھے۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت میں دعویٰ کیا گیا تھا کہ میری نماز قربانیاں اللہ کے لئے ہیں اس کا کوئی شریک نہیں اب اس دعویٰ کی پرزور دلیل دی جا رہی ہے کہ وہ ہر چیز کا رب ہے جو ہر چیز کا رب ہو اسی کی عبادت کرتی چاہئے۔ (تفسیر کبیر) دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں توحید الہی کے وہ وجوہ بیان کئے گئے تھے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے خاص تھے۔ یعنی آپ کا معصوم ہونا ہدایت پر ہونا فانی اللہ ہونا آپ اس توحید کے وہ دلائل بیان ہو رہے ہیں جن کا تعلق عام لوگوں سے ہے یعنی اللہ کا رب ہونا باقی کامرוב و مخلوق ہونا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں عقائد اسلامیہ توحید الہی اختیار کرنے کی وہ وجوہ بیان ہوئیں جن کا تعلق ابتداء سے ہے اب اس کی وہ وجوہ بیان ہو رہی ہیں جن کا تعلق انتہا اور آئندہ سے ہے یعنی کسی نفس کا دوسرے نفس کا بوجھ نہ اٹھانا ہر ایک کو اپنی اپنی بھگت۔

شان نزول : سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ولید ابن مغیرہ مسلمانوں سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہتا تھا کہ آپ ہمارے دین میں لوٹ آئیں اگر اس وجہ سے تم پر عذاب آیا تو وہ عذاب میں جھیل لوں گا۔ ساری ذمہ داری میری ہوگی اس مردود کی تردید میں یہ آیت کریمہ نازل ہوئی۔ جس میں ارشاد ہوا کہ کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا (خازن)۔

تفسیر : قل اعوذ باللہ اہنی وہا یہ نیا جملہ ہے قل میں خطاب یا تو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے یا ان مسلمانوں سے جنہیں شرک کی طرف کفار نے بلایا تھا روئے سخن انہیں کفار کی طرف ہے جنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس دعوت دینے کی جرات کی تھی اور اس فرمانِ عالی کا مقصد ہے کفار کو اپنے سے مایوس فرمادینا کہ تم مجھے کسی طرح بھی برکات نہ سکھائے گے جیسے آنکھوں سے نگاہیں مختلف نکلتی ہیں دوست دشمن ماں بہن بیٹی بیوی کو دیکھنے کی نگاہیں جداگانہ ہیں ایسے ہی ایک منہ سے ایک زبان سے کلام مختلف قسم کے نکلتے ہیں قرآن کلام اور ہوتا ہے مہر و محبت کا اور دشمنوں سے کلام اور ہوتا ہے دوستوں سے اور بلکہ رازداروں سے اور طرح کا یہ کلام قرآن ہے۔ عموماً اللہ میں ہمزہ سوال اور پوچھنے کا ہے اور یہ سوال ان کفار پر اظہارِ غضب یا اظہارِ تعجب کے لئے ہے۔ عموماً اللہ سے مراد ماسوی اللہ ہے خواہ کوئی ہو کیونکہ رب اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں ہم غیر الہی، دون کے معانی ان میں فرق اور ان کے استعمال کے مواقع بار بار بیان کر چکے ہیں۔ لہٰذا یہاں بھی یہ معنی تلاش کرنا چاہنا بغاوت سے نہیں بنا۔ خیال رہے کہ یہاں رب کے تلاش کرنے کا انکار نہیں بلکہ خدا کے سوا کسی اور کو رب بنانے اسے معبود ماننے کا انکار ہے اس لئے غیر اللہ پہلے ارشاد ہوا اور لہٰذا بعد میں (معانی) رب سے مراد ہے حقیقی و دائمی اور ہر طرح پالنے والا یعنی اللہ تعالیٰ میں باپ بادشاہ کو قرآن کریم نے رب فرمایا ہے معنی مربی جیسے کما دہانی صغیراً یا جیسے ارجع الی ربک۔ وہو رب کل شئی اس عبارت میں گزشتہ انکار و اظہارِ غضب کی دلیل ارشاد ہوئی یہ لہٰذا کے فاعل یا وہاں سے حل ہے اور وہاں حال ہے کل شئی سے مراد ہر ماسوا اللہ ہے عرشی ہو یا فرشی یعنی رب تعالیٰ کی شان یہ ہے کہ وہ ہر چیز کا رب ہے اور ہر چیز اس کی مرہوب اس کی پروردہ ہے اس کا بندہ ہے۔ اس نے مخلوق کے فانی جسم کی تربیت کے لئے ہزاروں غذاؤں دوائیوں پھل فروٹ پیدا فرمائے اس کی باقی رہنے والی روح کی پرورش کے لئے نبی وحی کتاب احکام بھیجے اور وہ رحیم و کریم ہر ایک کو اس کی حیثیت کے لائق پالتا ہے شیر کو گوشت سے بکری کو گھاس سے چوئی کو کن سے ہاتھی کو من سے پالتا ہے یونہی روحانیت میں کسی کو نبوت سے کسی کو ایمان سے کسی کو عرفان سے سے پالتا ہے تو سوچ لو کہ بندہ پروردہ اپنے پالنے والے مالک کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔ یہاں تک تو عقیدہ شریک کی پرزور تردید ہوئی ولا تکسب کل نفس الا علیہا اس فرمانِ عالی میں کفار کے اس قول کا جواب ہے کہ تم لوگ مشرک ہو جاؤ اگر شرک گناہ ہو تو تمہارا گناہ ہم اٹھالیں گے تکسب ہنا ہے کسب سے لور کسب ظاہر اعضاء کے اعمال کو کہا جاتا ہے یہاں مطلقاً عمل مراد ہے خواہ اول و دوم کا ہو یا ظاہری اعضاء کا لہٰذا اس میں شرک و کفر و ساری بد عقیدہ گیلی سارے برے کام داخل ہیں خوش عقیدے لور نیک اعمال یہاں مراد نہیں جیسا کہ علیہا فرماتے سے معلوم ہو رہا ہے نفس کے بہت معنی ہیں ذات جان نفس لامارہ نفس مطہرہ وغیرہ یہاں معنی جان ہے مراد ہے ہر ملک انسان اور ملک جن کیونکہ سزا اور عذاب انہیں دو کو ہے۔ فرشتے گناہ کر سکتے ہی نہیں جانوروں کے اعمال نہ نیک ہوں نہ بد نہ ان پر ثواب ہو نہ عذاب ملیا میں علی یا تو لزوم کے لئے ہے یا نقصان کے لئے ہے یعنی ہر ملک بندہ جو گناہ کرے گا اس کا وہی خود اس کرنے والے پر ہو گا دوسرے پر نہیں ہو گا کہ کرنے والا مجرم چھوٹ جائے اور وہ سراپکڑا جائے تو کیسے ہو سکتا ہے کہ ہم شرک و کفر کریں اور عذاب سے بچ جائیں تو لوگ وہ عذاب اپنے پر لے لیں۔ ولا تؤذوا ذواتہن وذا اخویہن عام مفسرین نے فرمایا کہ یہ کلام پہلے فرمانِ ولا تکسب کی تاکید ہے مگر محققین مفسرین فرماتے ہیں کہ اس میں نئی بات فرمائی گئی کفار نے دو باتیں کہی تھیں ایک یہ کہ تم ہمارے کہنے سے مشرک ہو جاؤ اگر یہ شرک گناہ ہو تو ہمارے نامہ اعمال میں لکھا جائے گا نہ کہ تمہارے

کیونکہ تم سے کفر ہم کر رہے ہیں، دوسرے یہ کہ اگر گناہ تمہارے نامہ اعمال میں لکھا بھی گیا تو قیامت میں ہم رب تعالیٰ سے کہہ کر اپنے نامہ اعمال میں لکھوا لیں گے تمہارا نامہ اعمال صاف کرا دیں گے پہلی بات کی تردید پہلے جملہ ولا تکسب الخ میں کی گئی۔ دوسری بات کی تردید دوسرے جملہ ولا تنوا الخ میں کر دی گئی (روح المعانی) لا تنوا بنا ہے وزر سے وزر کے معنی ہیں گناہ، گناہ کرنا بوجھ اور بوجھ اٹھانا یہاں معنی بوجھ اٹھانا ہے اور وزر معنی بوجھ ہے آخری سے مراد دوسری جان ہے جو کسی کے کہنے سے گناہ کرے یعنی کوئی بوجھ اٹھانے والی جان دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گی اس طرح کہ مجرم تو بالکل ہلکا پھلکا ہو جائے اور یہ اس کا بوجھ اٹھائے یا یہ مطلب ہے کہ قیامت میں کوئی مجرم دوسرے کا جرم اٹھانے کے لئے بخوشی تیار نہ ہوگا، یہ بات ضرور خیال میں رہے ثم الی دہکم موجهکم ثم تراخی ذکرہ کے لئے ہے نہ کہ زمانی مہلت کے لئے یعنی پھر تم یہ بھی خوب یاد رکھو مرجع مصدر یہی ہے معنی رجوع کرنا لوٹنا، چونکہ سب بندے رب کے بھیجے ہوئے دنیا میں آئے ہیں اور کچھ دن کے لئے آئے ہیں کچھ کمانے کے لئے آئے ہیں اس لئے رب کی بارگاہ میں حاضری کو رجوع اور لوٹنا فرمایا جاتا ہے کم میں خطاب سارے جن وانس سے ہے کہ حساب و کتاب کے لئے پیشی انہیں کی ہوگی۔ دوسری مخلوق تو ان کے خلاف یا ان کے موافق گواہی دینے کے لئے پیش ہوگی لہٰذا کتبکم بما کنتم فیہ تختلفون یہ عبارت معطوف ہے ثم الی دہکم پر مبنی بنا ہے، بناء سے معنی خبر دینا یہاں مراد ہے فیصلہ سننا اور اپنا فیصلہ بندوں پر جاری کرنا، ہمیں ملے مراد سارے عقیدے سارے اعمال ہیں جن میں کفار مومنین جھگڑتے ہیں یعنی رب تعالیٰ قیامت میں تم سب جھگڑنے والوں میں فیصلہ فرمائے گا۔ جزا و سزا دے گا اس فیصلہ سے پہلے اپنا انتظام کر لو۔

خلاصہ تفسیر: اس آیت میں رب تعالیٰ نے چھ چیزیں بیان فرمائی ہیں دو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتیں اور دو قانون اور دو کفار کے انجام چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے بے وقوف مشرک تو تم جو مجھے شرک کی طرف بلارہے ہو تم اتنا نہیں سمجھتے کہ کیا یہ ممکن ہے کہ میں سب کو دعوت توحید دینے والا بت شکنی کرنے والا لوگوں کو خدا پرست بنانے والا اللہ کے سوا کسی چیز کو رب مان لوں تمہاری عقل کمال گئی۔ مجھے تو اللہ نے وہ شان بخشی ہے کہ جس پر نگاہ کرم کروں وہ بت شکن بن جائے اس فرمان علی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت بیان فرمائی گئی، غور تو کرو کہ جو چیز بھی اللہ کے سوا ہے اللہ اس کا رب ہے اور وہ اللہ کا بندہ ہے پھر وہ رب کیسے ہو سکتی ہے۔ عبودیت اور الوہیت کیسے جمع ہو سکتی ہیں اس خبر میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطلاع تمام چیزوں میں بیان فرمائی گئی کہ میں نے ہر شے کی ربوبیت اللہ کی ربوبیت آنکھوں دیکھی ہے یہ خیال رکھو کہ جو کوئی گناہ کرے گا شرک یا بد عملی وہ اسی پر پڑے گا اس کی سزا اسے ہی بھگتنا پڑے گی اتنے جزم میں اسلام کے ایک قانون کا ذکر ہے کہ دنیا میں کوئی دوسرے کے گناہ کا ذمہ دار نہیں ہر ایک اپنے لئے گناہ کرے گا، تمہارا یہ کہنا محض غلط ہے کہ لوگوں کے گناہ ہم اٹھائیں گے کوئی نفس کسی کے گناہ نہیں اٹھا سکتا ہر ایک کو اپنی پڑ جائے گی یہ ہے دوسرا قانون کہ قیامت میں کوئی بوجھل نفس کسی کے بوجھ اٹھانے پر تیار نہ ہوگا خیال رہے کہ کفار کی نیکیوں میں وزن نہ ہوگا۔ فلا نقيم لهم يوم القیامتہ وزنا لورن کے گناہوں میں بوجھ ہوگا بے لوب کافر کے گناہوں کا بوجھ زیادہ بالوب کافر کا کم ابولسب ابوطالب میں فرق ہوگا کافر کے گناہ اس پر سوار ہوں گے مومن اپنی نیکیوں پر سوار ہوگا، وازر وہ نفس جس پر اس کے گناہ سوار ہوں سب کا لٹا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے وہاں ہی سب کو پیش ہوتا ہے وہاں رب تعالیٰ تم میں من باتوں کا فیصلہ فرما دے گا جن میں تم یہاں نہیں جھگڑتے اختلاف کرتے ہو ضروری ہے

کہ دنیا میں بندے بن کر رہو تاکہ تمہارا فیصلہ اچھا ہو۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جو بھی اللہ کے سوا ہے اللہ اس کا رب ہے اور وہ اب کی مرہوب کوئی چیز اس کی ربوبیت سے علیحدہ نہیں ہر جگہ ہر حال میں ہر وقت اس کی ربوبیت سے ہر ایک کو ہر وقت حصہ مل رہا ہے مگر جیسا مرہوب ویسا اس کا حصہ۔ یہ فائدہ رب کل شئی سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: گناہ کر کے اس کا عذاب کسی کو بخشا ہر گز دوست نہیں یعنی ایصالِ ثواب تو درست ہے مگر ایصالِ عذاب درست نہیں۔ یہ فائدہ الا علیہا سے حاصل ہوا۔ ایصالِ ثواب سنت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم قربانی فرما کر بارگاہ الہی میں عرض کرتے تھے اللہم ہذا لامتی مل بدنی ہر طرح کی عبادات کا ثواب بخشا جاسکتا ہے۔ تیسرا فائدہ: کوئی کسی کی طرف سے گناہ نہیں کر سکتا ہاں بعض نیکیاں دو سروں کی طرف سے کی جاسکتی ہیں۔ حج بدل کیا جاتا ہے کسی کی طرف سے قربانی کی جاتی ہے۔ یہ فائدہ بھی الا علیہا سے حاصل ہوا یعنی نیکی میں نیابت درست ہے گناہ میں درست نہیں۔ چوتھا فائدہ: قیامت میں کوئی شخص دو سرے کے جرم میں گرفتار نہ ہو گا اس طرح کہ مجرم تو چھوٹ جائے اور غیر مجرم پکڑا جائے ہر ایک کو اپنے ہی جرم کی سزا ملے گی۔ یہ فائدہ ولا تذروا زرعہ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کسی مجرم کو بغیر اس کے جرم دکھائے بتائے بلکہ بغیر گواہی قائم فرمائے بغیر اس سے اقرار کرائے سزا نہ دے گا۔ یہ فائدہ لہنبشکم سے حاصل ہوا تھا۔ دنیا کی پھریاں سب کے قائدے قوانین آخرت کی پھریوں کا نمونہ ہیں حتیٰ کہ قبر میں پہلے امتحان میں فیل بندہ فیل ہو گا پھر دوزخ کی کھڑکی کھولی جائے گی یہ اس کے عدل کا تقاضا ہے۔ چھٹا فائدہ: قبر میں صرف عقائد کی چھان بین ہوگی وہاں اعمال کی تحقیق جرح قدح نہ ہوگی مگر قیامت میں عقائد اور اعمال دونوں کی تحقیقات ہوگی۔ یہ فائدہ کنتم لہم تختلفون سے حاصل ہوا کیونکہ مومنین اور کفار عموماً عقائد میں مختلف ہوتے ہیں ان کا بنیادی اختلاف اسی میں ہے۔ ساتواں فائدہ: اللہ کے مقبول بندے گناہوں کا بوجھ ضرور ہلکا کریں گے ان کے گناہ بخشوائیں گے۔ یہ فائدہ وازرۃ فرمانے سے حاصل ہوا جس میں فرمایا گیا کہ بوجھ ہلکا کر دے گا جس سے معلوم ہوا کہ ہلکا کر دے گا۔ یہ فائدہ دوسرے کو ہلکا کرے گا۔ خیال رہے کہ ایک ہے کسی کا بوجھ اٹھا لیتا ہے تو کوئی نہ کرے گا کہ کسی کے گناہ اپنے ذمہ لے لے دے اور ہے بوجھ اٹھانے والا یہ ان شاء اللہ قیامت میں ہو گا۔

پہلا اعتراض : یہاں اخیر اللہ ابھی دعا سوال کے طریقہ سے کیوں ارشاد ہوائی کے طریقہ پر لا اخی فرماتا زیادہ مناسب ہوتا۔ جواب: مقصد تو نفی ہی ہے مگر سوال کے طریقہ سے ارشاد فرمانے میں نفی کے ساتھ تعجب کا اظہار بھی ہو گیا کہ مجھ جیسا اللہ کا نبی محبوب و مقرب بندہ شرک کر سکتا ہے بے وقوف! تم اتنے بے عقل کیوں ہو گئے ہو اس میں کفار کی حماقت پر تعجب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت وغیرہ سب کچھ ذکر ہو گیا۔ یہ باتیں لا اخی فرمانے سے حاصل نہ ہوتیں۔ دوسرا اعتراض: تو پھر آگے وہو رب کل شئی کیوں ارشاد ہوا مناسب تھا کہ میں تو اللہ کا معصوم محبوب ہوں۔ جواب: اس جواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معصومیت کے ساتھ توحید الہی کی قوی دلیل کا بھی ذکر ہو گیا کہ مجھے معلوم ہے کہ ہر ماموی اللہ کا رب تعالیٰ رب ہے اور ہر چیز اس کی پروردہ اور بندہ پھر کوئی چیز رب کیسے ہو سکتی ہے میں نے رب کی ربوبیت بندوں کی ربوبیت اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے بلکہ سب کو میرے ہی ذریعے رب کی ربوبیت سے حصہ ملا ہے وہ رب العالمین ہے تو مجھے اس نے رحمتہ للعالمین بتایا ہے اس ایک فرمان میں یہ سب باتیں بتادی گئیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر مجرم اپنے گناہ

میں خودی گرفتار ہو گا۔ جیسا کہ الا علیہا کے حصر سے معلوم ہوا مگر حدیث پاک میں ارشاد ہوا کہ گناہ کے موجد کو تمام گناہوں کے برابر سزا ملے گی وہ حدیث اس آیت کے خلاف ہے۔ جواب: اس کا مفصل جواب ہم تیسرے پارہ میں لہا ما کسبت وعلیہا ما اکتسبت کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ گناہ کے موجد کو اپنی ایجاد گناہ کا ہی عذاب ہو گا نہ کہ دو سروں کے جرم کا مگر چونکہ ایجاد گناہ بدترین جرم ہے اس لئے اس کی سزا تمام گناہ کرنے والوں کے برابر ہے اس اعتراض کے اور بہت جواب ہیں۔ یہ جواب کافی ہے باقی جوابات وہاں ہی دیکھو۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ کوئی نفس دو سرے کا بوجھ نہیں اٹھائے گا مگر وہ سری آیت میں سرداران کفر کے متعلق ارشاد ہوا ولیحملن اثقالہم واثقالا مع اثقالہم وہ اپنا بوجھ بھی اٹھائیں گے اور دو سروں کا بوجھ بھی ان دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: اس کے بہت جوابات ہیں آسان جواب دو ہیں ایک یہ کہ سرداران کفار بخوشی سب کا بوجھ نہ اٹھائیں گے ان پر جبراً بوجھ لا دے جائیں گے اس آیت میں بخوشی اٹھانے کی نفی ہے وہاں اس میں لا دے جانے کا ثبوت لہذا دونوں آیات برحق ہیں دو سرے یہ کہ سرداران کفر اپنے ماتحتوں کا بوجھ اس طرح نہ اٹھائیں گے کہ ماتحت لوگ ہلکے ہو جائیں اس طرح اٹھائیں گے کہ ان پر بھی بوجھ باقی رہیں گے یہاں پہلی صورت کی نفی ہے وہاں دو سری آیت میں دو سری بات کا ثبوت ہے چونکہ سرداران کفر نے دو جرم کئے ہیں خود گمراہ ہونا دو سروں کو گمراہ کرنا اس لئے ان پر دو سروں کا بھی وبال پڑا۔ ماتحتوں نے یہ جرم کیا کہ ان کی بات مان کر ان کی صحبت میں رہ کر گمراہ ہوئے لہذا وہ بھی بوجھ تلے دبے۔ پانچواں اعتراض: اس کا کیا مطلب ہے کہ پھر تم سب کو رب کی طرف واپس ہونا لوٹنا ہے ہر بندہ ہر وقت رب کی قدرت رب کے علم رب کے تصرف میں ہے رب کے حضور حاضر ہے پھر لوٹنے کے کیا معنی لوٹ کر تو وہ آئے جو کہیں اس کے پاس سے گیا ہو غائب ہو جواب: لوٹنے کا مطلب یہ ہے کہ تم عالم ارواح سے ہی اس عالم اجسام میں نئے ہو تمہارا یہاں رہنا عارضی ہے پھر تم اس عالم ارواح کی طرف واپس جاؤ گے لوٹنے کے تو یہ معنی ہیں چونکہ اس عالم میں کسی بندے کی عارضی اور ظاہری حکومت بھی نہیں ہے صرف اللہ تعالیٰ کے احکام وہاں جاری ہیں اس لئے وہاں جانے کو اللہ تعالیٰ کی طرف جانا فرمایا گیا۔ جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عراق سے فلسطین کی طرف ہجرت کر جانے کے متعلق فرمایا فی ظاہب الی وہی میں اپنے رب کی طرف جا رہا ہوں حالانکہ آپ عراق میں رہتے ہوئے بھی رب ہی کے پاس تھے۔ چھٹا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ تم لوگ جن چیزوں میں جھگڑ رہے ہو اس کی خبر رب دے گا حالانکہ اس کے متعلق خبر تو دنیا میں بھی دے دی گئی ہے بذریعہ انبیاء کرام علماء عظام آسمانی کتابوں کے پھر وہاں خبر دینے کے کیا معنی؟ جواب: یہاں رب تعالیٰ نے صرف اطلاق کے طور پر خبر دی ہے وہاں فیصلہ اور سزا جزا کے طور پر خبر دے گا اس خبر اور اس خبر میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اس آیت کریمہ میں لولا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفویت کا ذکر ہے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و تصرف کا پھر ہر کسب نفس کے معلق قوانین الیہ کا ذکر ہے۔ چنانچہ ابھی دیا تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محفویت کا ذکر ہے اور وہاں وہاں کل شئی میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم محیط کا ذکر ہے کہ میں نے ہر چیز کو بھی دیکھا انہیں پرورش پاتے ان کی نوعیت پرورش کو دیکھا ہے پھر قوانین اسلام کا ذکر ہے چنانچہ بطور تعجب کے سوال کے ارشاد ہوا کہ کیا میں محمد مصطفیٰ جس کی ذات جس کے صفات جس کے افعال جس کے تمام حرکات و سکنات قاتل محمد ہیں جسے اللہ نے محمد کہا محمد کیا محمد بنیادہ ذات ستورہ صفات اللہ کے مساوی کو رب بنا سکتی ہے جس کی عالی صفات کی شان یہ ہے کہ اس نے اپنی آنکھوں سے

دیکھا کہ اللہ ہر چیز کا رب ہے اس کی ربوبیت مخلوق کی ربوبیت میرے توکل سے ہے کہ اس کی ربوبیت سے جسے جو حصہ ملا میرے وسیلہ سے ملا قانون قدرت یہ ہے کہ ہر مجرم نفس اپنی ذمہ داری پر جرم کرے گا اس کے جرم صرف اسی پر ہوں گے مگر ہر فیض رساں نفس اپنی نیکیوں سے اپنے فیوض سے ہزاروں کو تراویگا کسب اور فیض میں فرق ہے یہاں کسب کذا کر ہے اور قانون یہ ہے کہ بعض نفس خود بو جھل ہیں اور بعض نفس خود ہلکے ہیں اور ہزاروں بو جھلوں کو اپنے کرم سے ہلکا پھلکا کرنے والے ہیں وہ دریائے رحمت ہیں کہ جو گناہوں کے نمک سے لد اہوا نفس اس میں ایک غوطہ لگائے نمک کو پانی بنا کر بہاویں اسے ہلکا کر دیں۔ اسی لئے یہاں فرمایا گیا لا تذووا ذرۃ کوئی بو جھل نفس کسی کا بو جھ نہ اٹھائے گا بو جھ میں دبے ہوئے نفس اور ہیں بو جھ ہٹانے والے نفس کچھ اور خیال رکھو کہ سب کو لوٹا رب ہی کی طرف ہے کوئی اپنے آپ وہاں جائے گا اپنی ذمہ داری پر اور کوئی کسی کے دامن کرم میں چھپ کر پھر ان کا فیصلہ رب ہی کرے گا وسیلہ والوں کا اور بے وسیلوں کا رب فرماتا ہے یوم نعشر المتقین الی الرحمن ولنا ونسوق المجرمین الی جہنم وردا۔

حکایت : یہاں روح البیان نے توکل اور توحید کے متعلق ایک عجیب حکایت نقل فرمائی کہ مالک ابن دینار فرماتے ہیں کہ ایک بار میں حج بیت اللہ کے لئے روانہ ہوا راہ میں ایک صالح جوان کو دیکھا کہ بغیر سواری بغیر توشہ پیدل حج کو جا رہا ہے میں نے اس سے بعد سلام پوچھا کہ اے جوان کہاں سے آتا ہے ار کہاں جا رہا ہے وہ بولا رب کے پاس سے آ رہا ہوں اور رب کے پاس جا رہا ہوں میں نے کہا ز اور راہ کہاں ہے بولا رب کے ذمہ میں نے کہا کہ یہ راہ بغیر کھانا پانی طے نہیں ہو سکتا وہ بولا میرے پاس پانچ توشے ہیں کھمبے یہ پانچ کلن میں نے کہا مجھے سمجھاؤ بولا کاف سے کلن ہ سے ہادی سے یا اور (مددگار) عین سے عالم صلو سے صلو جب رب کلن بھی ہے ہادی بھی یا اور بھی 'عالم بھی' صلو الوعد بھی پھر مجھے کیا فکر ہے میں نے چاہا کہ اسے ایک قمیص پہنوں کہ وہ نکلتا تھا وہ بولا اے شیخ نکا ہونا دار الفنا کے لباس سے افضل ہے دنیا کا طلال مل حسب ہے حرام عقاب جب رات ہوتی تو کتا اے وہ کرم جسے طاعات پسند ہیں ہمارے گناہ مضر نہیں اپنی پسندیدہ کی ہدایت دے اور میرے وہ گناہ بخش دے جو تجھے نقصان دہ نہیں پھر میں نے اسے منی شریف میں دیکھا کہ رہا تھا کہ الھی حجاج نے اپنی قربانیاں پیش کیں میرے پاس میری جان ہے اس کی قربانی قبول کر یہ کہا اور گر کر جان جان آفرین کے سپرد کر دی میں نے ایک غیبی آواز سنی کہ یہ حبیب اللہ ہے یہ قاتل اللہ ہے جو سیف اللہ سے قاتل ہوا میں نے اس کا کفن دفن کیا رات کو خواب میں دیکھا پوچھا کہ رب نے تیرے ساتھ کیا کیا بولا جو شہداء بدر کے ساتھ کیا کہ وہ کفار کی تلوار سے شہید ہوئے اور میں جبار کی تلوار سے۔

جان کہ نہ قربانی جائیں بود! جیندہ تن بہتر از آہن بود!

ہر کہ نہ شد کشتہ شمشیر دوست لاشہ مردار بہ از جان دوست

یہ ہے ہم الی دیکھم موجدکم کی زندہ جلویہ تفسیر اللہ تعالیٰ ہم کو رجوع الی اللہ کی توفیق دے خوشی خوشی اس کی بارگاہ میں حاضر ہوں۔

وَهُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمْ خَلِيفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ

اور وہ اللہ ہے کہ بنایا تم کو خلیفہ زمین میں اور بلند کیا تم میں سے بعض کو اور برہ بعض کے درجوں تاکہ
اور وہ ہی جس نے زمین میں تمہیں نائب کیا اور تم میں ایک کو دوسرے پر درجوں بتدی

بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ إِنَّ رَبَّكَ سَرِيعُ

امتحان کرے تمہارا اس میں جو دیا تم تحقیق رب تمہارا جلد عذاب والا
ڈی کہ تمہیں آزمائے اس چیز میں جو تمہیں عطا کی ہے شک تمہارے رب کو عذاب کرنے

الْعِقَابِ وَإِنَّهُ لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ

ہے اور تحقیق البتہ بخشنے والا ہے مہربان ہے۔

دیر نہیں لگتی اور بے شک وہ ضرور بخشنے والا مہربان ہے۔

النصف

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ نفس اپنے کئے کا ذمہ دار ہے کوئی کسی کا بوجھ نہ اٹھائے گا اب اس کا ثبوت دنیاوی زندگی سے دیا جا رہا ہے کہ دنیا میں اگلے لوگ اپنے کام کر گئے تم ان کے خلیفہ ثابت ہوئے تو تم اپنے کام کرتے ہو تمہارے کاموں سے وہ لوگ بے تعلق ہیں ان کے کاموں سے تم بے تعلق وہ اپنا رزق کھاپی گئے تم اپنا کھاپی رہے ہو پھر رہے ہو یہاں کے ان حالات میں غور کرو آخرت کا پتہ لگاؤ، دو سرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ تم سب کا لوٹنا اللہ تعالیٰ ہی کی طرف ہے اب ارشاد ہے کہ تمہارا یہ رجوع الی اللہ مختلف شانوں سے ہو گا کوئی مسلمان بن کر کوئی دوست بن کر کوئی گرفتار ہو کر کیونکہ یہاں زندگی میں تمہارے حالات مختلف ہیں غرضیکہ رجوع الی اللہ کا ذکر پہلے ہوا اور نوعیت رجوع کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ ہم تم کو تمہارے اعمال کی خبر دیں گے اب ارشاد ہے کہ یہ خبر محض قولی نہ ہوگی بلکہ عملی ہوگی کہ بعض کو عذاب میں گرفتار کیا جائے گا بعض کو بخشا جائے گا۔

تفسیر : وهو الذی جعلکم خلف الارض۔ هو الذی سے چار باتیں بیان ہوتی ہیں۔ اللہ کی شان، اللہ کی پہچان، اللہ کے نشان، اللہ کا احسان و انعام هو الذی کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو وہاں اللہ کا نشان یا اللہ کی پہچان کے لئے ہوتا ہے جیسے هو الذی ارسل رسولہا جیسے هو الذی بعث فی الامم رسولاً منہم کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کا نشان بھی ہیں اللہ کی پہچان بھی، بے نشان، بے پتہ والے سے جب ملنا ہو یا اسے خط لکھنا ہو تو کسی نشان والے کی معرفت اس سے ملا جاتا ہے اللہ تعالیٰ ممکن و پتہ سے پاک ہے جب اس سے ملنا ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پتہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نشان سے ملو۔

نشان بے نشان بکر زبان بے زبان بن کر وہ آئے اس جہاں میں حسن مطلق کی ادا بن کر

یہاں چونکہ ایک نعمت کا ذکر ہے لہذا یہاں انعام احسان قدرت کے لئے ہے۔ یہ جملہ نیا ہے اس میں رب تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور

احسان کا بیان ہے۔ واؤابتدائیہ ہے ہو اور النبی و دونوں سے اللہ تعالیٰ مراد ہے ہو سے ذات الہی مراد ہے النبی سے اس کا احسان
 شان و قدرت مراد ہے۔ یعنی اللہ تعالیٰ وہ شان والا قدرت والا ہے جعلکم میں جعل معنی خلق نہیں بلکہ اس کے معنی ہیں بنایا اس
 لئے اس کے دو مفعول آئے پہلا مفعول کم دو سر اخلا ف یہاں کم میں خطاب یا تو مسلمانوں سے ہے۔ تب خلا ف سے مراد ہے
 آخری امت جو تمام گزشتہ امتوں کی نائب ہے چونکہ خطاب ہر فرد مومن سے ہے لہذا خلا ف جمع فرمانبردار ہو الارض سے
 مراد ہے ساری روئے زمین کہ اس زمین میں مختلف جگہ مختلف وقتوں میں مختلف امتیں گزریں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی
 امت ساری روئے زمین پر ایک امت ہے جو سب امتوں سے پیچھے ہے یا کم میں خطاب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ
 میں سارے انسانوں سے ہے تو خلیفہ کے معنی ہیں نائب و ارث یعنی اے موجودہ لوگو تم کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے گزشتہ باب
 وادواؤں کا ان کی زمین میں و ارث مالک بنایا کہ وہ چلے گئے تم نے ان کی جگہ سنبھال لی یا ہر زمانہ کے سارے لوگوں سے خطاب ہے
 یعنی اے موجودہ لوگو تم اپنے سے اگلوں کے نائب ہو اگلے جا رہے ہیں پچھلے ان کے خلیفہ و نائب بن رہے ہیں۔ خلا ف جمع ہے
 خلیفہ کی۔ خلیفہ کے معنی اس کی اقسام ہم پہلے پارہ میں انی جاعل فی الارض خلیفہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اگر
 خلیفہ صفت مشبہ ہے خلف کا معنی پیچھے تو خلیفہ کے معنی ہیں پیچھے آنے والا یا خلا ف جمع ہے خلیفہ معنی بادشاہ کی اور کم میں
 خطاب ہے صحابہ کرام سے اور ارض سے مراد ہے زمین حجاز یعنی وہ اللہ وہ شان والا ہے جس نے تم کو اے محبوب کے صحابہ زمین
 عرب یا زمین حجاز کا خلیفہ بادشاہ بنایا اس صورت میں جعل معنی مستقبل ہو گا۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ مکی ہے اور فتوحات بعد
 ہجرت ہوئیں اس صورت میں اس میں آئندہ زمانہ خصوصاً ”عمر فاروقی کے فتوحات کی بشارت ہے غرض کہ اس جملہ کی چار
 تفسیریں ہیں وولع بعضکم لوقی بعض درجات یہ عبارت معطوف ہے جعلکم پر واؤ عطفہ ہے وولع کے معنی ان کی
 تحقیقات تیسرے پارے میں وولع بعضہم درجات کی تفسیر میں عرض کئے جا چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ وولع کے معنی ہیں بلند
 کرنا لو نچا کرنا اگر اس کے اور کسی جسم کا ذکر ہو تو مکانی بلندی مراد ہوتی ہے جیسے وولع ابراہیم القوا علیا جیسے وولع ابراہیم
 علی العرش اور اگر اس کے بعد درجات وغیرہ کا ذکر ہو تو مکانی بلندی مراد نہیں بلکہ بلندی شان مراد ہے یہی فوق کاحل ہے کہ
 یہاں فوقیت مکانی مراد نہیں اس عبارت میں وہی چار احتمال ہیں جو ابھی پچھلی عبارت میں عرض کئے گئے کہ بعضکم میں خطاب یا
 سارے انسانوں سے ہے یا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ کے موجودہ لوگوں سے یا مسلمانوں سے یا صحابہ کرام سے۔
 رب العالمین نے سارے انسان سارے مسلمان سارے صحابہ کرام یکساں نہیں کئے بعض کو بعض سے افضل و اعلیٰ کیا بعض
 انسان اچھے ہیں بعض برے بعض فقیر بعض عالم بعض نیک کار بعض جلیل بعض قوی بعض کمزور بعض مومن بعض کافر بعض
 سعید ہیں بعض شقی۔ مومنین میں بعض گنہگار، بعض نیک کار، بعض ولی، بعض نبی، بعض قطب، بعض عالم، بعض عارف۔
 حضرات صحابہ میں بعض مہاجرین ہیں، بعض انصار، کوئی صدیق ہے، کوئی فاروق، کوئی غنی، کوئی حیدر کرار غرضیکہ یکسانیت
 نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے سوا دوسرے جانوروں میں اپنی شان یکساںی دکھائی کہ سب جانور بولی غذا، طریقہ زندگی میں یکساں
 مگر انسان میں اس نے اپنی شانیں دکھائی ہیں کہ ایکساں کے چار بچے چاروں صورت، سیرت، نصیبہ، وغیرہ میں مختلف ہوتے ہیں
 ایک بھائی خوبصورت، خوش خلق، لکھتی دو سرا بد صورت، بد خلق، فقیر، یونہی قرآن میں ایک، کعبہ ایک، کلمہ ایک، نبی ایک
 نماز، روزہ ایک، مگر اس قرآن و کلمہ سے بعض غوث و قطب بنتے ہیں بعض ہم جیسے گنہگار یونہی سب کو صحابی بنانے والے رسول

ایک مگر صدیق اکبر کی شان اور بے حضرت بلال کی شان کچھ اور بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی چار بیٹیوں میں حضرت فاطمہ کی شان اور بے بی بی زینب، رقیہ، کثوم کی شان کچھ اور۔ ازواج پاک میں حضرت عائشہ، خدیجہ کی شان اور بے دو سری ازواج کی شان کچھ اور لیلو کم لہما اتا کم اس عبارت کا تعلق ہے دفع سے یعنی تمہارے درجات مختلف کرنا ہماری عاجزی یا بخل کی وجہ سے نہیں ہم ان دونوں سے بلکہ تمام عیوب سے پاک ہیں ہم چاہتے تو سارے انسانوں یا سارے مسلمانوں یا سارے صحابہ کو یکساں درجے والا بنا دیتے مگر اس اختلاف درجات میں تمہاری آزمائش ہے کہ اعلیٰ درجات والے اپنے ماتحتوں کو دیکھ کر شکر کریں اور شکر کا ثواب پائیں اور نیچے والے اوپر والوں کو دیکھ کر صبر کریں اور صبر کے درجے حاصل کریں وہ شاکرین کریہ صابرین کہ اللہ کے پیارے بنیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ امتحان کا تعلق خلافت سے ہو یعنی اے مسلمانو! اے صحابہ کرام اللہ تعالیٰ نے تم کو خلافت و سلطنت کے لئے نامزد فرمایا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم سلطنت کا حق ادا کرتے ہو یا نہیں خلافت حکومت عیش کرنے کے لئے نہیں دی جاتی بلکہ رعایا میں عدل کرنے ملک سنبھالنے دین کی خدمت کرنے کے لئے دی جاتی ہے بلکہ اللہ کی ہر نعمت کا یہی حل ہے کہ اس کا حق ادا کیا جائے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں کے امتحانات ہوتے ہیں وہ رب کے علم کے لئے نہیں ہوتے رب تعالیٰ تو علیم و خبیر ہے بلکہ انسانوں کو مختلف مرتبے جنت کے مختلف مقامات عطا فرمانے کے لئے ہوتے ہیں اس کی مفصل تحقیق دوسرے پارے میں ولنبلونکم بشی من الخوف کی تفسیر میں کی جا چکی ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ عوام کے امتحان کا انجام اور ہوتا ہے خواص کے امتحان کا نتیجہ کچھ اور خاص الخاص کے امتحان کا نتیجہ کچھ اور۔ میلا لوہا آگ میں تپ کر صاف ہو جاتا ہے صاف لوہا بھٹی میں تپ کر قیمتی پر زدن جاتا ہے۔ سونا بھٹی میں تپ کر محبوب کے گلے کا زیور بن کر قرب محبوب پاتا ہے لیلو کم ان سب کو شامل ہے ان ایک سریع العقاب یہ نیا جملہ ہے جس میں رب تعالیٰ کی قدرت اور قہر کا ذکر ہے۔ سرعت، عجلت کا فرق اور عتاب و عذاب، عقاب کا فرق بارہا بیان ہو چکا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ رب تعالیٰ جب عذاب کا ارادہ فرمائے تو آنا "فلانا" عذاب بھیج دیتا ہے اسے عذاب بھیجنے کی تیاری نہیں کرنا پڑتی کہ وہ قادر مطلق ہے ہل بندوں پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں کرتا انہیں ڈھیل دیتا ہے لہذا وہ سریع العقاب تو ہے مگر مستعجل العقاب نہیں وہ علیم ہے بہت سلیت دیتا ہے واندہ لغفور ورحیم یہ عبارت پہلے جملہ پر معطوف ہے اس میں تصویر کلو سراسر دکھایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ غفور بھی ہے رحیم بھی یہ دونوں مبالغہ کے صفے ہیں غفور اور رحیم میں بہت طرح فرق ہے۔ گزشتہ گناہوں سے توبہ کی توفیق و مغفرت ہے آئندہ نیک اعمال کی توفیق و نثارِ رحمت ہے۔ گزشتہ معاف کر دینا مغفرت نیکیاں قبول فرمایا رحمت ہے گناہوں پر سزا نہ دینا مغفرت ہے۔ نیکیوں پر ثواب بھی دینا انعام و اکرام بھی دینا رحمت ہے ہمارے گناہوں کو چھپالینا مغفرت ہے۔ ہماری نیکیاں سب پر ظاہر فرما دینا رحمت ہے جس کا ظہور دنیا میں بھی ہو رہا ہے اور قیامت میں بھی ہو گا۔ ہم جس عذاب کے مستحق تھے اس سے بچالینا مغفرت ہے اور جس کرم کے ہم مستحق نہ تھے وہ عطا کر دینا رحمت ہے۔

مجھ خطا کار پر عطا پہ عطا اے مرے مریں ترے صدقے

سبحان اللہ کیسی پیاری سورت ہے جس کی ابتدا الحمد للہ سے ہے اور انتہا نہ لغفور ورحیم اللہ تعالیٰ ہم سب کی مغفرت بھی کرے اور ہم پر رحم بھی فرمائے (آمین)

خلاصہ و تفسیر : وہ اللہ وہ شان والا قدرت والا کریم والا ہے جس نے اے انسانو! تم کو روئے زمین میں خلیفہ بنایا کہ تم سے پہلے یہاں جنات آباد تھے انہیں پہاڑوں دریاؤں اور چھپے مقامات پر بھیج دیا تمہیں ظاہر زمین پر آباد کر دیا یا اے موجودہ انسانو! تم کو گزشتہ لوگوں کا خلیفہ و نائب کیا کہ انہیں موت دی تم کو ان کی عمارات باغات میں بسایا یا اے مسلمانو! تم کو ساری پچھلی امتوں کا خلیفہ ان کے بعد پیدا کیا کہ تم آخری امت ہو تمہارے نبی آخری رسول تمہارا دین آخری دین تمہاری کتاب آخری کتاب یا اے صحابہ کرام تمہارے لئے زمین کی خلافت حکومت سلطنت نامزد کر دی کہ عنقریب تم کو زمین حجاز بلکہ عرب بلکہ ساری زمین کا بادشاہ بنادیا جائے گا اس کی قدرت ہے کہ اس نے تم کو یکساں نہ بنایا بلکہ بعض کو دو سروں پر درجوں اونچا کیا شرف بخشا کہ بعض انسان امیر ہیں بعض غریب بعض عالم بعض جاہل بعض تندرست قوی بعض کمزور بیمار بعض گورے بعض کالے یا اے مسلمانو! مسلمان تم سب ہو مگر یکساں نہیں بعض گنہگار ہیں بعض نیک کار بعض عالم ہیں بعض جاہل بعض عام مومن ہیں بعض ولی غوث و قطب وغیرہ بعض فیض لینے والے بعض فیض دینے والے یا اے صحابہ کرام تم صحابیت میں یکساں ہو مگر تمہارے درجات مختلف ہیں بعض انصار ہیں بعض مہاجرین بعض مقربین ہیں بعض واسطین بعض خلفاء راشدین۔ یہ فرق درجات اس لئے انہیں کہ ہم تم کو یکساں بنانے پر قادر نہ تھے یا ہمارے ہاں کچھ کی تھی کہ سب کو کمال یکساں نہ دے سکے بلکہ اس کا مقصد ہے تم سب کی آزمائش کہ اعلیٰ لوگ ان لوگوں کو دیکھ کر شکر کریں اونہی اعلیٰ کو دیکھ کر صبر و شاکر بن کر یہ صابر بن کر ہم تک پہنچیں۔ ہم پر اعتراض نہ کرو ہماری اطاعت کرو ہمارا عذاب بھی جلد آجاتا ہے جب کسی پر عذاب بھیجنے کا ارادہ فرمائیں تو پھر عذاب میں دیر نہیں لگتی اس کے بلوجود غمور بھی ہیں رحیم بھی تو کوشش کرو کہ دیری مغفرت و رحمت سے حصہ پاؤ ہمارے عذاب سے بچ جاؤ۔

حدیث شریف میں ہے کہ جو مسلمان صبح کے وقت سورہ انعام کی تین آیات پڑھے۔ اللہ تعالیٰ اس پر ستر ہزار فرشتے مقرر فرماتا ہے جو اس کی حفاظت کرتے ہیں اور اس کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں۔ (تفسیر مدارک)

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: انسان سب سے آخری مخلوق ہے جنات جانور وغیرہ سب پہلی مخلوقات ہیں یہ فائدہ خلافت الاوض کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ اس زمین پر لوگ جنات رہے پھر جانور بے پھر انسان مقصود اصلی آخر میں ہی آتا ہے کھیت میں دانہ بلغ میں پھل آخر میں ہی آتا ہے۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم آخری نبی ہیں اور یہ امت آخری امت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں نہ کوئی نبی ہے نہ کوئی دوسری امت۔ یہ فائدہ خلافت الاوض کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: زمین کی ملکیت میں میراث جاری ہے مگر آسمان میں توارث وغیرہ نہیں یہ فائدہ خلافت الاوض فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: انسان کو چاہئے کہ ہمیشہ اپنی موت یاد رکھے دنیا کی کسی چیز میں دل نہ لگائے یہاں کے اعمال تو ہمارے ہیں مگر یہاں کامل و متل دو سروں کا ہے۔ یہ فائدہ خلافت الاوض کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: عام انسان عام مومنین نفس ولایت میں عام اولیاء نفس نبوت میں سارے نبی یکساں ہیں مگر مراتب اور درجات میں بہت فرق ہے رب فرماتا ہے تلک الرسل فضلنا بعضهم علی بعض مگر وہ ساری جگہ فرماتا ہے لا نفوق بین احد من و مسلمان دونوں آیتوں کا وہی مطلب ہے جو ابھی ہم نے عرض کیا۔ یہ فائدہ و دفع بعضکم سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: حضرات اولیاء اللہ و حضرات انبیاء کرام کے متعلق یہ تو کہا جاسکتا ہے کہ بعض بعض سے افضل ہیں مگر یہ نہیں کہا جاسکتا کہ بعض بعض سے کمتر ہیں کہ اس میں بے لوبی

ہے۔ یہ فائدہ بھی ورنہ بعض کم سے حاصل ہوا جو تمام صحابہ کو یا سارے نبیوں کو یا سارے ولیوں کو درجات میں یکساں مانے وہ اس آیت کا انکاری ہے۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں اس کے کسی کام پر اعتراض نہ کرنا چاہئے اگرچہ حکمت ہماری سمجھ میں نہ آئے یہ فائدہ لیبلو کم سے حاصل ہوا۔

آنکس کہ تو انگریز نہی گرداند! او مصلحت تو از تو بہتر داند!

آٹھواں فائدہ: مومن کو اللہ سے خوف بھی چاہئے اور امید بھی اس پر مدار ایمان ہے۔ یہ فائدہ یہاں عقاب اور مغفرت و رحمت کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ سے خوف پہلے چاہئے امید بعد میں یہ فائدہ عقاب کو مغفرت و رحمت سے پہلے بیان فرمانے سے حاصل ہوا خوف کی بنا پر انسان برائیوں سے بچے گا امید کی بنا پر نیکیاں کرے گا اور گناہوں سے بچتا مقدم ہے۔ طہارت نماز سے غسل وغیرہ زیورات سے پہلے ہے۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت اس کے غضب سے زیادہ ہے دیکھو غضب کے لئے صرف عقاب ارشاد ہوا اور کرم نوازی کے لئے غفور رحیم دو کلمات ارشاد ہوئے۔

پہلا اعتراض: دنیا میں خلیفۃ المسلمین تو صرف ایک ہی ہو سکتا ہے پھر یہاں خلافت جمع کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں خلافت اسلامیہ ہی مراد نہیں بلکہ دوسرے معنی بھی مراد ہیں اگر خلافت ہی مراد ہو تب بھی مختلف قوتوں میں مختلف خلیفہ ہو سکتے ہیں ہاں ایک وقت میں چند خلیفہ نہیں ہو سکتے چند سلطان اسلام ہو سکتے ہیں بہر حال خلافت یا بنا ہے خلف سے معنی پیچھے آنا یا پیچھے ہونا یا بنا ہے خلافت سے اگر خلافت سے بنا ہو تو خلیفہ یا معنی نائب ہے یا معنی حاکم اسلام رسول اللہ کا جانشین اس لئے آیت واضح ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس زمین میں ہی پچھلے لوگ انگوں کے وارث ہیں آخرت کا یہ حل نہیں وہاں کوئی کسی کا وارث نہیں مگر دوسری جگہ رب تعالیٰ فرماتا ہے واورثنا الارض نتبوا من الجنة حيث نشاء جس سے معلوم ہوا کہ جنت میں بھی وراثت جاری ہوگی کہ مسلمان کفار کی جنتی جگہ کے مالک کئے جائیں گے آیات میں تعارض ہے؟ جواب: یہاں جعل ماضی ہے جس میں وارث بنا دیئے جانے کا ذکر ہے جنت کی وراثت تو آئندہ ہوگی یہاں اس کی نفی نہیں یہ مقصد بھی ہو سکتا ہے کہ دنیا آخرت کا نمونہ ہے اس کی وراثت کا حل دیکھ کر آخرت میں زمین جنت کی وراثت کا حل بھی معلوم کر لو یہاں کی وراثت نسبی قرابت سے ہے وہاں کی وراثت ایمان و نیک اعمال سے ہے۔ تیسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ تو علام الغیوب ہے اسے بندوں کے امتحان لینے کی ضرورت ہی کیا ہے پھر کیوں ارشاد فرمایا لیبلو کم جواب اس اعتراض کا جواب دوسرے پارہ میں و لیبلو نکم ہشٹی من الخوف کی تفسیر میں گزر گیا کہ امتحان ہمیشہ ممتحن کے علم حاصل کرنے کے لئے نہیں ہوتا کبھی انعام دینے، تمغہ عطا کرنے کے لئے بھی ہوتا ہے یہاں رب کے امتحانات اس دوسری حکمت سے ہیں۔ تفصیل وہاں ہی دیکھو۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ رب تعالیٰ بہت جلد عذاب دینے والا ہے مگر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ رب تعالیٰ حلیم ہے عذاب میں جلدی نہیں کرتا دونوں آیتوں میں تعارض ہے؟ جواب: ان آیات میں عجلت کی نفی ہے یہاں سرعت کا ثبوت ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں بندے کو اس کے جرم کرتے ہی پکڑ لینا توبہ وغیرہ کی مہلت نہ دینا عجلت ہے مگر جب مجرم کا پالہ بھر جائے اور دریائے غضب جوش میں آجائے تب فوراً پکڑ لینا سرعت ہے کہ رب نے عذاب دینا چاہا فوراً آگیا نماز میں سرعت اچھی ہے عجلت بری ہے۔ پانچواں اعتراض: اللہ تعالیٰ کی رحمت مغفرت اس کے غضب و عذاب غالب ہے تو یہاں عقاب کا ذکر مغفرت و رحمت سے پہلے

کیوں ہوا؟ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اللہ کا عذاب بندوں کو ڈرانے کے لئے ہے، اور مغفرت و رحمت کا ذکر امید دلانے کے لئے اور خوف پہلے چاہئے امید بعد میں اس لئے عذاب و عتاب کا ذکر پہلے ہو مغفرت و رحمت کا ذکر بعد میں۔

تفسیر صوفیانہ: بعض بنی آدم اپنے وقت کے آدم اور خلیفۃ اللہ فی الارض ہیں، جن کو رب تعالیٰ نے اپنی صفات کا مظہر بنایا ہے، چنانچہ انہیں ہی 'قوم' 'سمع' 'بصر' 'عالم' 'قادر' 'متکلم' 'مرہمتیاب'۔

آدمی چیت برزخ جامع صورت خلق حق درو واقع
متصل بدائق جبروت مشتمل ہر حقائق ملکوت

اس عطا میں ان کا امتحان ہے کہ وہ ان صفات کا شکر کریں اس کی نعمتوں سے اس کے گناہوں میں مدد نہ لیں کہ یہ ان نعمتوں کا کفران ہے بلکہ اس کی نعمتوں کو اس کی اطاعت میں خرچ کریں اور موت و فوت سے پہلے فرصت و موقعہ کو غنیمت جانیں۔
بہ ملتے کہ پہرت دحد زراہ مرد! ترا کہ گفت کہ اس زال ترک دوستاں کرو

اللہ تعالیٰ نے جیسے مل 'منال' عزت اپنے بندوں کو اس لئے بخشے کہ ان سے شاکر و کافر کی چھاٹ ہو جائے یوں ہی حل 'کمل' خلافت کی قابلیت اس لئے بخشی کہ اس سے حقیقی انسانوں اور صرف صورت کے انسان میں فرق ہو جائے جو اپنے ربانی صفات کو حیوانی صفات سے تبدیل کر دے اس کے لئے اللہ تعالیٰ جلد عذاب دینے والا ہے جو ان صفات کو سنبھال لے اس کے لئے رب تعالیٰ غفور بھی ہے رحیم بھی ہے۔ (از تفسیر روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ بعض انسان اللہ تعالیٰ کو امید و لالچ سے مانتے ہیں، بعض خوف و ڈر سے، بعض دلائل سے اس لئے قرآن مجید میں امید کی آیات بھی ہیں، خوف و ڈر کی آیات بھی دلائل قدرت کی آیات بھی۔ کیونکہ قرآن مجید سارے انسانوں کے لئے ہے، جس طبقہ کا انسان ہو اس طریقہ سے رب کو مان لیں یہاں رحمت و قدرت کے ذریعہ رب کو منوایا گیا ہے یہ حال یہ اقسام عقل والوں کے ہیں مگر عشق والے رب تعالیٰ اور اس کے رسول کو دل سے مانتے ہیں، انہیں منوانے کے لئے کسی مذکورہ چیز کی ضرورت نہیں دل کسی چیز کو نہیں چاہتا اللہ تعالیٰ دل والا بنائے ہم اپنے بچہ کو نہ امید و لالچ سے مانتے ہیں نہ خوف سے نہ دلیل سے صرف دل سے مانتے ہیں اللہ تعالیٰ اپنے شکر کی توفیق بخشے۔

الحمد للہ کہ سورہ انعام کی تفسیر آج 17 ذی الحجہ 1387ھ 17 مارچ 1968ء یکشنبہ پایہ تکمیل کو پہنچی۔ رب تعالیٰ پورے قرآن مجید کی تفسیر کی تکمیل کی توفیق بخشے، اسے قبول فرما کر صدقہ جاریہ بنائے۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ وبارک وسلم

احمد یار خاں مدرسہ غوفیہ نعیمیہ گجرات (پاکستان)



سُورَةُ الْأَعْرَافِ

ایکاتھہا ۲۰۶

رُکُوعَاتُهَا ۲۴

یہ سورۃ مکی ہے اس میں ۲۰۶ آیات اور ۲۴ رکوع ہیں

سورۃ، آیت، رکوع، منزل وغیرہ کے معنی ان میں فرق ہم سورۃ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ سورۃ قرآن مجید کا وہ حصہ ہے جس کا مضمون پورا ہو اور اس کا کوئی نام بھی ہو۔ سورۃ کے نام مختلف دہوں سے ہوتے ہیں کبھی اس کے بعض الفاظ سے سورت کا نام رکھا جاتا ہے، کبھی خاص مضمون سے کبھی خاص مقصود سے۔ سورۃ اعراف کا نام۔

اس کے ایک مضمون سے رکھا گیا ہے کیونکہ اس میں اعراف کا ذکر ہے سورتیں دو قسم کی ہیں یکہ۔ مدنیہ سورتوں کے یکہ مدنیہ ہونے کی وجہ نہ تو یہ ہے کہ ان کا بھیجنے والا رب تعالیٰ مکی یا مدنی ہے وہ تو جگہ سے پاک ہے نہ یہ وجہ ہے کہ اس کے لانے والے جبریل مکی یا مدنی ہیں وہ تو سدرۃ المنتہی کے رہنے والے ہیں نہ یہ وجہ ہے کہ لوح محفوظ جہاں سے قرآن آ رہا ہے وہ مکی مدنی ہے بلکہ اس کی وجہ ایک اور صرف ایک ہے وہ یہ کہ ان سورتوں کے لینے والے محبوب حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم جب تک مکی رہے تب تک قرآن کی سورتیں آئیں بھی مکی ہوئیں اور جب وہ محبوب مدنی بن گئے مکہ معظمہ سے ہجرت کر گئے تب قرآن کی سورتیں آئیں بھی مدنی ہو گئیں بلکہ قرآن عربی زبان میں صرف اسی وجہ سے آیا کہ محبوب کی زبان عربی ہے۔

ذات پاک تو دریں ملک عرب کردہ ظہور
زاں سب آمدہ قرآن بزبان عربی
بعض لوگوں نے کہا کہ جس زمین میں سورتیں آیات آئیں اسی زمین کے نام سے ان کے نام ہوئے یہ بالکل غلط ہے ورنہ پھر تو

چاہئے تھا کہ بعض سورتیں آستیں طاعتی۔ بعض خیریں بعض تہو کی ہوتیں مگر ایسا نہ ہوا نیز سورہ فتح بعد ہجرت مکہ معظمہ میں نازل ہوئی تو چاہئے تھا کہ یہ مکی ہوتی مگر ہے مدنی بات وہی ہے جو ابھی فقیر نے عرض کی کہ سورتوں کے نام میں محبوب کے حال بتائے گئے ہیں کہ یہ سورت وہ ہے جو محبوب کے مکی ہونے کی حالت میں آئی اور یہ سورت وہ ہے جو محبوب کے مدنی بن جانے پر نازل ہوئی گویا مکہ والے نبی کی نسبت سے سورہ کیہ ہوتی ہے یعنی مکہ والے کی سورہ اور مدینہ والے نبی کی نسبت سے سورہ مدینہ ہوتی ہے یعنی مدینہ والے نبی کی۔ خیال رہے کہ مکی مدنی ہونا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم اطہر کے حالات ہیں روح پاک تو عرشی بلکہ لامکانی ہے۔

ہند والے انہیں مکی مدنی کہتے ہیں خلد والے انہیں سرو چینی کہتے ہیں

پوچھا حوروں نے حضور آپ کا دو لٹکانہ ہنس کے بولے ہمیں مکی مدنی کہتے ہیں

بلکہ قرآن کے رکوع آیت۔ وقفہ۔ سکتہ یہ سب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات ہیں رکوع تو نماز کے ایک حل کا نام ہے اور آیت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سانس لینے کے لئے رکنے کا نام ہے وقفہ بغیر سانس توڑے کچھ دیر ٹھہرنے کا نام اور سکتہ بغیر سانس توڑے بہت کم دیر ٹھہرنے کا نام ہے ظاہر ہے کہ رکوع اور سانس اور سانس کے حالات حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی ادائیں ہیں رب تعالیٰ ان سب سے پاک ہے یوں ہی حضرت جبریل کہ وہ نہ رکوع کریں نہ سانس لیں یوں ہی مکی مدنی ہونا قالب قرآن یعنی الفاظ قرآن کے حالات میں مضمون۔ مقصود اور جذبہ قرآن ان سب سے سوا ہے، ہر حال سورہ اعراف کیہ ہے مگر اس کی پانچ آستیں یا آٹھ آستیں مدنیہ ہیں واسئلہ عن القریم سے پانچ یا آٹھ آیات تک حضرت عباس کا یہی قول ہے (تفسیر خازن) نیز یہ ساری سورت محکم ہے سوا دو آیتوں کے کہ وہ منسوخ ہیں ایک واملی لہم الخ کہ وہ آیات جملہ سے منسوخ ہیں۔ دوسری خذ العضو یہ آیت بھی آیات جملہ سے منسوخ ہے (روح المعانی)۔

تعلق : سورہ اعراف کا سورہ انعام سے کئی طرح تعلق ہے ایک یہ کہ سورہ انعام میں خلقت حقوق انبیاء کرام وغیرہم کا ذکر اجمالاً کیا گیا تھا۔ اس سورہ میں ان چیزوں کی شرح اور تفصیل کی گئی ہے گویا یہ سورت اس سورت کی شرح یا تفصیل ہے چنانچہ وہاں تھا والذی خلقکم من طین اور وہاں تھا کم اهلکنا من لبہم من قون اور وہاں تھا والذی جعلکم خلا نف اس سورت میں خلافت آدم علیہ السلام کی تفصیل قوم عاد و ثمود کی ہلاکت کا تفصیلی واقعہ مذکور ہو گا دو سرا تعلق یہ ہے کہ سورہ انعام میں جانوروں کا ذکر ہے جانور انسان اور جمادات کے درمیان گویا برزخ ہیں اس سورت میں اعراف کا ذکر ہے جو جنت و دوزخ کے درمیان برزخ ہے سورہ انعام کی آخری آیات کی سورہ اعراف کی اگلی آیات سے تعلق یہ ہے کہ وہاں صراط مستقیم اور قرآن مجید کے کتاب مبارک ہونے کا ذکر تھا یہاں اس صراط مستقیم پر چلنے اور قرآن مجید کی اتباع کا حکم دیا جا رہا ہے۔ (روح المعانی)

سُورَةُ الْأَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ وَهِيَ مِائَتَانِ فَيْتٌ أَيْاتُهُ وَارْبَعٌ وَعِشْرُونَ رُكُوعًا

سورۃ اعراف مکہ ہے اس میں چوبیس رکوع و دو سو آیتیں تین ہزار تین سو پچیس کلمے چودہ ہزار دس حروف ہیں

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

میری ابتدا ساتھ نام اللہ کے عام رحمت والا خاص ہر بارے

الْمُصَّ ۝ كِتَابٌ أُنْزِلَ إِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِي صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ

الْمُصَّ ۱ کتاب اتاری گئی طرف تمہارے پس نہ ہو سینہ میں تمہارے تنگی اس سے تاکہ ڈرنا

الْمُصَّ ۲ اے محبوب ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رُکے

بِهِ وَذِكْرًا لِلْمُؤْمِنِينَ ۝

آپ اس سے اور نصیحت ہے واسطے ایمان والوں کے

اس لئے کہ تم اس سے ڈر سناؤ اور مسلمانوں کو نصیحت۔

تعلق : اس آیت کریمہ سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے لب اس کی مغفرت و رحمت بندوں تک پہنچنے کے ذریعہ کا ذکر ہے کہ میری مغفرت و رحمت میرے بندوں تک تمہارے ذریعہ اور اس کتاب کی معرفت پہنچے گی۔ اللہ تعالیٰ عالم کو منور کرنے والا ہے مگر سورج اور اس کی شعاعوں کے ذریعہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم قلب و جان کا سورج ہیں آیات قرآنیہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شعاعیں ہیں ہمارے دل اندھیری زمین ہیں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہم کو یہ نعمتیں بخشا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں اس امت کے آخری امت ہونے کا ذکر تھا جعلکم خلافت اب اس آیت میں اس کتاب یعنی قرآن کے آخری کتاب ہونے اس محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم کو آخری امت اور قرآن کو آخری کتاب بتایا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پہلے تشریف لے آتے تو قرآن میں پہلے ہی آجاتا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بھی پہلی امت ہی ہوتی دیکھ لوخت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام نبیوں سے پہلے جائیں گے تو آپ کی امت ساری امتوں سے پہلے جائے گی، مقدم و موخر کرنے والے حضور ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے انسانوں کے درجات مختلف کئے اب ارشاد ہے کہ یہ اختلاف درجات قرآن حکیم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ لوگوں کو ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے وابستہ ہو گیا وہ اونچا ہو گیا جو ان کی نظر سے گر گیا اونچا ہو گیا۔

قسم خدا کی نہ وہ اٹھ سکا قیامت تک کہ جس کو تو نے نظر سے گرا کے چھوڑ دیا

چوتھا تعلق: چھپی آیت میں بندوں کے امتحان کا ذکر تھا اور امتحان عموماً کتاب اور معلم کی صحبت کا ہوتا ہے ان دونوں کا ذکر اس آیت میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دم سے انسانوں کا امتحان ہے یہاں بھی قبر میں بھی اور آخرت میں بھی۔ حتیٰ کہ قبر کا امتحان کا آخری پرچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان ہے۔

نکتہ: امتحان قبر میں توحید اور دین کے سوال میں ارشاد ہو گا 'رب تیرا کون' دین تیرا کیا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ سوال نہ ہو گا کہ نبی تیرا کون بلکہ پوچھا جائے گا کہ ان کے متعلق کیا کہتا تھا اس فرق کی دو دو ہمیں ہیں ایک یہ کہ وہاں رب اور دین دکھائے نہیں جاتے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم دکھائے جاتے ہیں۔ اس لئے اس سوال میں ہذا ہے دوسرے یہ کہ عشق جان نثاروں کو موقع دیا جاتا ہے 'شاخوانی مدح گوئی کا پوچھتے ہیں اے بندے تو نے غائبانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعمتیں کہیں اور پڑھی ہیں اے آج موقع ہے دیکھ وہ تیرے سامنے ہیں ہم سننے والے ہاں ذرا کہہ تو۔ تو انہیں اپنی زندگی میں کیا کہا کرتا تھا' اب عشق کو موقع ہے کہ وہ نکیرین سے کہیں کہ اب جب تم نے پوچھ لیا تو جواب بھی سننا پڑے گا 'اچھا بیٹھو سنو میں انہیں کیا کہتا تھا۔ خدا کرے اس جواب میں ہی قیامت آجائے نہ ہماری نعمت خوالی ختم ہو نہ حساب قبر تمام ہو خدا کرے نظارہ یہ ہو۔

قبر میں جب فرشتے آئیں	شکل خدا نما دکھائیں!
پڑھتا انھوں میں یا خدا	صلی علی محمد
حشر میں سالک حزیں	تمام کے دامن نبی
عرض کرے یہ برملا	صلی علی محمد

تفسیر: حصہ یہ آیت تشابہات قرآنیہ میں سے ہے جس کا مطلب و مقصد یا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم یا خاص اولیاء اللہ جانتے ہیں۔ ہم تشابہات کے متعلق پارہ اول الم کی تفسیر میں کچھ تفصیل سے عرض کر چکے ہیں کہ تشابہات قرآنیہ دو قسم کے ہیں معلوم المراد جنہیں آیات صفات کہتے ہیں دوسرے نامعلوم المعنی جنہیں مقطعات کہتے ہیں یہ مقطعات قرآنیہ میں سے ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ الف لام 'میم' 'صلو' یہ چاروں حروف یعنی 'ا' 'ل' 'م' 'ص' کے نام ہیں۔ حروف معانی بعض وہ ہیں جن کے اسم اور مسمی دونوں ایک ہی ہیں جیسے من 'فی' 'نذ' 'منذ' کہ یہ اسماء حروف بھی ہیں اور حروف بھی مگر حروف جملانی کے نام اکثر حروف کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس میں گفتگو ہے کہ المص ایک کلمہ ہے یا پانچ کلموں کے مخلفات ہیں بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ایک کلمہ ہے اس سورت کا نام ہے یا اسماء الہیہ میں سے ایک نام ہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام شریف ہے بعض فرماتے ہیں کہ یہ پانچ کلمات کے مخفف ہیں۔ پھر اس میں گفتگو ہے کہ وہ پانچ کلمات کہا ہیں حضرت ابن عباس فرماتے ہیں انا اللہ! علم مصور کے مخلفات ہیں محمد ابن کعب قرطبی فرماتے ہیں کہ الف لام تو اللہ کے حرف ہیں 'میم' رخصن کا 'صلو' ص کا بعض نے فرمایا کہ اس میں اس آیت کی طرف اشارہ ہے الم نشوح لک صدو کا اور بہت سے قول ہیں واللہ ورسولہ اعلم۔ خیال رہے کہ جیسے قرآن مجید کی بعض آیات ظاہر ہیں بعض مخفی بعض مشکل بعض مجمل بعض تشابہہ ان میں سے تشابہ ناقابل فہم 'ح' انسانی فہم کام نہیں کرتی یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعض صفات ظاہر ہیں بعض مخفی بعض مشکل بعض مجمل بعض تشابہہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت 'رسالت' نبوت ایسی ظاہر ہے کہ جانوروں 'چاند' سورج 'چاند

تاروں ذروں ذروں کو معلوم ہے مگر حقیقت محمدیہ ایسی مخفی کہ بجز پروردگار عالم یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی کو نہیں معلوم حافظ شیرازی کہتے ہیں۔

کس ندانت کہ منزل کہ محبوب کجاست
اس قدر ہست کہ بانگے جرے می آید

فرماتے ہیں لی مع اللہ وقت لا یسعی لہ ملک مقرب ولا نبی مرسل مولانا فرماتے ہیں۔

لی مع اللہ شان خود فرمودہ من نہ دانم بندہ یا حق توئی

بلکہ بہت چیزوں میں اسی ظاہر خفی تشابہہ کا چکر ہے ہمارے اعظا ظاہر بالکل ظاہر ہیں اور باطنی اعضاء دل، جگر، دماغ وغیرہ خفی ہیں لیکن روح گویا تشابہہ ہے جس کا پتہ آج تک کسی کو نہ لگا کہ کیا ہے کیسی ہے بجلی کے بلب وغیرہ ظاہر ہیں مگر پاور گویا تشابہہ ہے جو آج تک سمجھانہ جاسکا کتاب انزل الیک یہ عبارت نئی ہے جس میں کتاب موصوف ہے اور انزل صفت یہ مجموعہ یا فلک پوشیدہ کی خبر ہے انزل کے بعد من ویک پوشیدہ ہے یعنی یہ قرآن مجید ایسی کتاب ہے جو اللہ تعالیٰ کی جانب سے آپ کی طرف اتاری گئی۔ نزول قرآن کی ابتداء ذات باری تعالیٰ سے ہے اس کی انتہا ذات پاک محمد مصطفیٰ ہے اس لئے الیک ارشاد ہوا۔ پھر تبلیغ قرآن کی ذات پاک محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں دوسرے لوگ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے تابع اس لئے کہیں انزل علیک آتا ہے علی کے ساتھ۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں چار چیزیں ہیں الفاظ، معنی، مقصد، اسرار، الفاظ، قرآن کا نزول حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان شریف پر ہوا معنی کا نزول دماغ شریف پر مقصد کا نزول دل مبارک پر اسرار کا نزول روح پاک مصطفوی پر اب پڑھا انزل الیک دوسری جگہ ارشاد ہے انزل علی قلبک ان چاروں چیزوں میں سے جسے جو ملے گا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا سے ملے گا الفاظ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ملیں گے۔ معنی قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے مقاصد قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے اسرار قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم سے اس لئے رب نے فرمایا تلو علیہم ایاتہ ویزکھم وعلیہم الکتاب والحکمۃ اس سب کا سرچشمہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات انور ہے اس چشمے کی پائپ لائن علماء و اولیاء کے سینے ہیں ہم جیسے لوگوں کے دل ان کی محتاج نہیں ہیں فلا یکن لی صدوک حوج منہ جملہ نیا ہے اس میں یہ ترتیب کی لا یکن نئی ہے صدوک سے مراد ہے دل جو سینہ میں ہے حوج کے معنی تنگی، خوف، شک، تردد، ہل شک کے سوا باقی سارے معنی درست ہیں اور تردد سے مراد ہے تبلیغ فرمانے میں تردد کرنا سوچ بچار کرنا خوف سے مراد ہے قوم کی مخالفت کا ڈر یا پرواہ یعنی اے محبوب قرآن مجید کی وجہ سے آپ کے مبارک دل میں کفار کی پروا نہ ہونی چاہئے کہ وہ لوگ اسے قبول کریں گے یا نہیں نہ تردد چاہئے آپ اپنا کام کریں یعنی تبلیغ رہا اثر وہ ہمارے سپرد کریں اس کی تائید اس آیت سے ہے فلعلک تارک بعض ما یوحی الیک وضائق بہ صدوک ان بقولوا لولا انزل علیہ اس لئے اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ترجمہ فرمایا تمہارا جی اس سے نہ رکے یعنی اس کی تبلیغ سے نہ رکے قرآن مسلمانوں کو ان کا مقصد حیات یاد دلانے کے لئے آیا انہیں وہ وعدہ یاد دلانے کے لئے آیا جو وہ میثاق کے دن رب تعالیٰ سے کر کے آئے ہیں یا انہیں گزشتہ قوموں کے واقعات گزشتہ نبیوں کے حالات یاد دلانے کو آیا یا انہیں آئندہ پیش آنے والے واقعات یاد دلانے کے لئے آیا اور ہو سکتا ہے کہ ذکری معنی عزت ہو اور ہو سکتا ہے فلا یکن کی ف تعلیل ہو اور اس جملہ میں انزل الیک کی حکمت کا بیان ہو اور لا یکن معنی نفی ہو یعنی معاصی میں نہ معنی میں نفی یعنی ہم نے ساری دنیا کے لئے

و انکی کتاب قرآن مجید آپ پر اس لئے اتاری کہ اس کتاب کے لئے لائق آپ کا ہی دل ہست والا ہے جو عرش اعظم سے زیادہ قوی ہے اس کتاب کا تحمل و برداشت سوا آپ کے دل اور کوئی چیز نہ کر سکتی تھی اس معنی کی تائید وہ آیت کرتی ہے لو انزلنا ہذا القرآن علی جبل لراہتہ خاشعاً متصدعاً من خشیتہ اللہ جس میں فرمایا گیا کہ پہاڑ بھی قرآن مجید کے نزول کا تحمل نہیں کر سکتا تھا وہ بھی پھٹ جاتا یا وہ آیت انا عرضنا الا مانئہ علی السموات والارض یہ دوسرے معانی نہایت ہی نفیس اور لذیذ ہیں۔ خیال رہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو مصر اور بنی اسرائیل کا جب نبی بنایا گیا تو آپ نے عرض کیا کہ الہی مجھے فرعون کے ظلم سے ڈر لگتا ہے میرا سینہ کھول دے زبان کی لکنت دور کر دے میرے بھائی کو نبی بنا کر میرا وزیر بنا دے۔ یہ سب باتیں منظور ہوئیں تب آپ فرعون کے پاس گئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان یہ ہے کہ سارے عالم کا نبی آپ کو بنایا گیا ابو جہل وغیرہ بہت سے فرعون سامنے آئے پھر پاس کوئی طاقت نہیں فوج خزانہ وغیرہ مگر کہیں ثابت نہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی گھبراہٹ ظاہر کی ہو لتتنو ہذا عبارت کا تعلق افضل علیک سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ لا یکن لی صدو کسے تعلق ہو لام معنی کئے ہے اس میں نزول قرآن کی حکمتوں میں سے ایک بڑی حکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ یعنی اللہ کے بندوں کو اللہ کے عذاب اس کے عقاب اس کے عتاب اس کی ناراضی سے ڈرنا لتتنو کا معقول ذکر نہیں ہوا کیونکہ قرآن مجید سے ڈرنا سارے بندوں کو ہے مسلمان ہو یا کفار جن ہوں یا انس مگر اس کے ذریعہ بشارت دینا صرف مومنوں کو ہے لتتنو فرما کر یہ بتایا کہ قرآن کریم نذارت ہے نذیر نہیں قرآن کریم بشارت ہے بشیر نہیں قرآن ہدایت ہے ہادی نہیں قرآن حکمت ہے حکیم نہیں قرآن حکیم ہے حاکم نہیں بشیر نذیر ہادی حکیم حاکم حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جیسے صابن پانی وغیرہ پاکی صفائی کا ذریعہ ہیں پاک کرنے والے نہیں پاک کرنے والا تو دھونے والے کا ہاتھ ہے یوں ہی دلوں کو پاک کرنے والی نگاہ پاک مصطفیٰ کی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) یہ بھی بتایا کہ قرآن کریم آپ کے لئے نذارت نہیں بلکہ دوسروں کے لئے ہے اسی طرح قرآن مجید آپ کے لئے ہدایت نہیں لوگوں کے لئے ہے آپ تو پہلے ہی سے ہدایت یافتہ ہیں فرماتا ہے ہدی للممتنع اور ہدی للناس ہدی لک کہیں نہیں ارشاد ہوا ہمیں ہدہ دیا ذریعہ کی ہے ہ کا مرجع کتاب ہے و ذکرى للمومنین یہ عبارت معطوف ہے لتتنو پر اور اس سے پہلے تذکرہ پوشیدہ ہے اصل عبارت یہ تھی ولتذکر المومنین ذکرى یہاں ذکرى یاد دلانے نصیحت کرنے کے معنی میں ہے اور نصیحت سے مراد نیک اعمال کی نصیحت ہے چونکہ نیک اعمال صرف مسلمان ہی کر سکتے ہیں کہ اعمال کے لئے ایمان ایسا ضروری ہے جیسے نماز کے لئے وضو اس لئے یہاں للمومنین کی قید لگائی گئی یعنی قرآن مجید اس لئے بھی اتارا گیا تاکہ آپ مسلمانوں کو اس کے ذریعہ سے نصیحت کریں یہاں بھی وہی بات۔ خیال رہے کہ قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ذکر یا نصیحت نہیں بلکہ مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے نیز قرآن مجید نصیحت ہے ناصح حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا دل کبھی بھی تبلیغ سے نہیں گھبرایا۔ آپ کو کبھی رکاوٹ پیدا ہوئی۔ اگر اس کا اندیشہ ہوتا تو ابتداء نبوت میں یہ آیت آتی عرصہ کے بعد نہ آتی۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں بہت صفات ہیں جن میں سے دو صفات کا ذکر یہاں ہوا ہے باقی صفات کا ذکر دوسری آیات میں ہے جیسا کہ بارہا عرض کیا جا چکا ہے۔

خلاصہ و تفسیر : اس آیت میں قرآن مجید کے فضائل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درجات کا ذکر ہے چنانچہ ارشاد ہوا کہ اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید و ہذا کتاب ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی دو سری کتابوں کے لئے اور

نی تھے مگر اس عالمگیر دائمی کتاب کے لئے آپ منتخب کئے گئے کہ ایسی کتاب کے لئے آپ جیسا عالمگیر دائمی نبی ہونا چاہئے اگر قرآن کسی اور نبی پر آتا تو دوسری کتب کی طرح یہ بھی منسوخ ہو جاتا اور اس کا حلقہ بھی محدود ہو تا کیونکہ نبوت منسوخ ہونے سے نبی کا دین نبی کا کلمہ نبی کی کتاب سب ہی منسوخ ہو جاتے ہیں چونکہ آپ کی نبوت عالمگیر ہے غیر منسوخ ہے اس لئے یہ قرآن بھی عالمگیر اور غیر منسوخ ہے لہذا آپ کے دل شریف میں اس کتاب کی وجہ سے کوئی فکر تردد کفار کی مخالفت کا خوف نہ ہونا چاہئے بے دھڑک آپ اس کتاب کی تبلیغ فرمائیں یا یہ قرآن آپ پر اس لئے اتارا گیا کہ آپ ہی کا سینہ دل و جگر وہ قوی ہے جو اس کتاب کی برداشت کر سکے آپ کے دل میں اس سے کوئی تنگی نہ ہوگی آپ کا دل عرش و کرسی سے بھی زیادہ فراخ اور قوی ہے یہ قرآن آپ پر اس لئے اتارا کہ آپ مومنوں کو نصیحت کریں انہیں نیکیوں کی طرف بلائیں قرآن مجید ذکر کی ہے آپ مذکر ہیں قرآن نذارت ہے آپ نذیر ہیں قرآن بشارت ہے آپ بشیر ہیں قرآن نصیحت ہے آپ ناصح ہیں قرآن آپ کے ساتھ ایسا وابستہ ہے جیسے سورج کے ساتھ شعاعیں موصوف کے ساتھ صفات۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جسے اللہ تعالیٰ قرآن مجید کی دولت عطا فرمائے اس کا دل وسیع اخلاق کا بلند لوگوں سے بے نیاز مخالفین سے بے خوف ہونا چاہئے یہ فائدہ فلا مکن فی صدک کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے لیس منا من لم يتغن بالقوان حو قرآن مجید کے ذریعہ غنی و بے نیاز نہ ہو جائے وہ ہماری جماعت سے نہیں۔

کیوں نہ وہ بے نیاز ہو تجھ سے جسے نیاز ہو

دوسرا فائدہ: اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کو ایسا وسیع دل فراخ سینہ عطا فرمایا ہے کہ عرش اعظم میں بھی ایسی وسعت نہیں ہے۔ اسی وسعت و ہمت سے تو آپ نے نزول قرآن کی تحمل و برداشت کی یہ فائدہ فلا مکن فی صدک کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت ارفع و اعلیٰ ہے جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر کرم ہو جائے وہ وسیع القلب ہو جاتا ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنم ہج در بلا و پست
در دل مومن گنم اے عجب
گر مرا جوئی دریں دلہا طلب

تیسرا فائدہ: قرآن مجید بذات خود بھی اعلیٰ و اشرف کتاب ہے اور اس لئے بھی کہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن کا رقبہ لامحدود ہو گیا نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید فتح سے محفوظ ہو گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن کی تلاوت مومن کی قبر کے اندر اور قبر پر ہوتی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن کریم کی دھوم دھام قیامت میں ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن کریم کا چرچا جنت میں بھی ہو گا کیونکہ ان سب جگہوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا راج ہے جہاں تک سلطان کی حکومت وہاں تک اس کے چرچے قوانین کا چلن ہوتا ہے یہ فائدہ بھی کتاب انزل الیک سے حاصل ہوا نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فنا ہے نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دم سے وابستہ چیزوں کو زوال نہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کو فنا۔ چوتھا فائدہ: قرآن مجید خود ڈرانے والا نہیں بلکہ ڈرانے کا ذریعہ ہے اسی لئے قرآن مجید کلام بشر و نہ نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام بشر بھی ہے نذیر بھی یہ فائدہ لتنفوہ

سے حاصل ہوا التنفؤ کا قائل تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا اور ذریعہ ہدایت قرآن مجید کو لتنفؤہ کی ماب میں غور کرو۔ پانچواں فائدہ: قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ڈر کا ذریعہ نہیں یہ فائدہ بھی لتنفؤہ سے حاصل ہوا کہ یہاں یہ نہیں فرمایا گیا کہ اس قرآن کے ذریعے آپ ذریعے اس کی تحقیق سورہ بقرہ کے شروع میں ہدی للمتقین کی تفسیر میں کی جا چکی ہے۔ چھٹا فائدہ: قرآن مجید کی نذارت عام ہے مگر بشارت خاص ہے یعنی اسی کے ذریعہ ڈر یا سب کو جائے گا مگر بشارت خاص مومنین مستبین کو دی جائے گی۔ یہ فائدہ بھی لتنفؤہ سے حاصل ہوا کہ یہاں تنفؤ کا مفعول ذکر نہیں ہوا۔ ساتواں فائدہ: نیک اعمال کے لئے ایمان شرط ہے بغیر ایمان کوئی نیکی قبول نہیں نہ اس کا ثواب ہے۔ یہ فائدہ مذکورى للمومنین فرمانے سے حاصل ہوا کہ ذکر نی کے ساتھ مومنین کی قید لگائی گئی۔ آٹھواں فائدہ: قرآن مجید تاقیامت ہر درجے کے مومن کے لئے نصیحت ہے مومن خواہ فاسق ہو یا متقی ولی ہو یا عام۔ یہ فائدہ للمومنین کو مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ مگر جیسا مومن و سنی اس کے لئے نصیحت۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن مجید ازلی و قدیم نہیں بلکہ حادث اور نو پیدا ہے کیونکہ ازلی قدیم چیزوں نے بدلنے اترنے چڑھنے سے محفوظ ہے اور قرآن مجید اتری ہوئی کتاب ہے۔ جواب: قرآن مجید کلام الہی قدیم ازلی ہے باقی اس کے حروف۔ نفوس ازلی نہیں نزول انہیں نقوش و حروف کا ہوا ہے۔ ہاں یہ نقوش و حروف اس کلام ازلی پر ولادت کرتے ہیں (تفسیر کبیر) اس کی بحث علم کلام میں ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ مسلمان خدا تعالیٰ کو لو پر ولی جگہ میں مانتے ہیں ورنہ قرآن مجید اتارنے کے کیا معنی اور جو جگہ میں ہو وہ خدا نہیں۔ (آریہ) جواب: قرآن اتارنے کے معنی یہ کہ فرشتہ قرآن لے کر اتر آئے اس نے بہ حکم الہی لوح محفوظ میں قرآن دیکھا اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آکر سنایا فرشتے جگہ میں رہتے ہیں۔ (تفسیر کبیر)۔ تیسرا اعتراض: یہاں لتنفؤ یعنی ڈرانے کو ذکر یعنی نصیحت سے پہلے کیوں بیان فرمایا گیا۔ جواب: اس لئے کہ ڈرانے سے ایمان دیا جاتا ہے اور نصیحت سے نیک اعمال اور ایمان اعمال سے پہلے ہے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ چوتھا اعتراض: اس آیت میں ڈرانے کو مطلق کیوں فرمایا یہ کیوں نہ فرمایا کہ آپ کفار کو ڈرائیں؟ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ قرآن مجید کا ڈرانا صرف کفار کے لئے نہیں بلکہ کفار مومنین قاطبین عاقلین دالین سب ہی کے لئے ہے ہاں جیسا شخص دیا اسے ڈرانا لکن لتنفؤ کو مطلق فرمانا بالکل درست ہے پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نزول قرآن ڈرانے کے لئے ہوا حالانکہ قرآن مجید میں آیتیں بشارت کی احکام کی ذات و صفات الہیہ کی قصوں مثالوں کی بھی ہیں اور بعض آیات تشابہات بھی ہیں جن کے مطلب مقصد عقل انسانی سے ماور ہیں ان سے ڈر بشارت وغیرہ کچھ بھی حاصل نہیں ہوتے پھر یہ کیونکر درست ہوا کہ قرآن مجید ڈرانے کے لئے اترے؟ جواب: یہ اعتراض جب درست ہوتا جبکہ یہاں کوئی کلمہ حصر کے لئے ہوتا یعنی یہ کہ صرف ڈرانے کے لئے ہے۔ قرآن مجید کے نزول میں صد ہا حکمتیں ہیں جن میں سے ایک حکمت ڈرانا بھی ہے دو سری حکمتوں کا ذکر دوسری آیات میں ہے کہیں فرمایا لتبشروہ کیس ارسلوہ ہادی للمتقین کیس فرمایا گیا ذکو لک ولقومک غرضیکہ۔

کلام اللہ یہ نام خدا کیا راحت جاں ہے
صلائے چہرے تجھ جواں ہے حرد طفلان ہے
چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں عقلی گہراہٹ تھی۔ تبلیغ کی ہمت نہ تھی تب

ہی تو رب نے فرمایا کہ دل تنگ نہ ہو اگر تنگی نہ ہوتی تو اس سے ممانعت کیوں فرمائی جاتی۔ جواب: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرمانا کہ یا تو علماء صالحین کو سنانے کے لئے ہے، خطاب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر سنانا امت کو ہے جیسے یا ایہا النبی اتق اللہ یا جیسے یا ایہا النبی افا طلقتم النساء علماء کو چاہئے کہ جب انہیں اللہ تعالیٰ قرآن کا علم دے تو وہ کسی کی پرواہ نہ کریں کسی کی خوشامد نہ کریں اللہ پر بھروسہ رکھیں یا یہ فرمان عالی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت افزائی کے لئے ہے جیسے رب فرماتا ہے والقوان حکم انک لمن المرسلین اے محبوب قرآن کی قسم تم رسول ہو کیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر نہ تھی کہ ہم نبی ہیں جیسے مہربان باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ خدا کی قسم تو میرا بیٹا مجھے پیارا ہے یہاں بھی اسی طرح ارشاد ہے کہ اے محبوب تم پر قرآن اتارا تم گھبرانا نہیں کسی کی پرواہ نہ کرنا خاص کرم کا اظہار ہے۔

تفسیر صوفیانہ : اخص چار حرفوں کے نام ہیں جن میں چار چیزوں کی طرف اشارہ ہے الف سے ذات احدیت کی طرف، لام سے ذات احدیت مع صفت علم کی طرف، میم سے حقیقت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب۔ یعنی نفس محمدیہ حقیقت محمدیہ۔ ص سے صورت مصطفیٰ کی طرف، یعنی آپ کے جسم اطہر آپ کے ظاہر کی جانب جس میں اشارہ "فرمایا گیا کہ بندوں کا تعلق ذات احدیت سے بواسطہ حقیقت محمدیہ ہی ہو سکتا ہے اور اس کے صفات سے تعلق بواسطہ صورت محمدیہ ہی ممکن ہے یہاں عقول کافی نہیں وصول کی حاجت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو علم قرآن اور عمل بالقرآن تو دنیا میں تشریف آوری کے وقت ہی سے عطا ہو گیا تھا بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم عالم بالقرآن پیدا ہوئے نزول قرآن یعنی الفاظ قرآن کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کان شریف پر نزول ہوا۔ یہ ظہور نبوت کے وقت سے شروع ہوا اسی طرح تبلیغ قرآن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اول ہی سے شروع فرمادی تھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر ادا تبلیغ تھی مگر انداز بالقرآن یعنی خلق کو ڈرانا اور ڈرا کر بلانا نزول قرآن سے شروع ہوا اس کا یہاں ذکر ہے۔ چونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول ہی سے عالم بالقرآن عامل بالقرآن تھے اس لئے نزول قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے دلی تنگی کا باعث نہ ہوا کہ آپ کے لئے یہ نئی چیز نہ تھی۔ جانی مانی پہچانی تھی نزول قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم و عمل کرنے کے لئے نہیں ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پہلے سے عالم و عامل تھے بلکہ ڈرانے بشارت دینے لوگوں سے عمل کرانے کے لئے ہے انہی دو چیزوں کا یہاں خصوصیت سے ذکر ہے، اسرار قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ہیں احکام قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں ہیں۔ الفاظ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک پر، نقوش قرآن کاغذوں وغیرہ میں، نزول الفاظ کا ہے نقوش قرآن اس کی طرف راہ نما۔

نکتہ عجیبہ : الف اور لام میں آپس میں بڑی مناسبت ہے وہ یہ کہ الف کے درمیان میں لام ہے اور لام کے درمیان میں الف ہے لکہ کر دیکھ لو پڑھ کر دیکھ یعنی الف نے لام کو اپنے سینہ میں لے رکھا ہے اور لام نے الف کو۔

میان طالب و مطلوب رمزے است کرلما کاتیس راہم خبر نیست! صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہم کو اس پر ناز ہے کہ قرآن ہمارا ہے مگر قرآن کو اس پر ناز ہے کہ وہ محمد رسول اللہ کا ہے بلکہ کلمہ نماز ساری عبادت پر ہم ناز کرتے ہیں مگر یہ چیزیں اس پر ناز کرتی ہیں کہ ہم کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اختیار فرمایا ہم کو اس پر ناز ہے کہ ہم اللہ کے بندے ہیں مگر دست قدرت کو اس پر ناز ہے کہ محمد رسول اللہ میرے بندے ہیں۔ فرماتا ہے هو الذی ارسل

رسولہ بالہدی اس لئے ارشاد ہوا کتاب انزل الیک قرآن مجید کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اترنا باعث فخر و عزت ہے خیال رہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت قرآن مجید سے بے ذکر لک و لقومک یوں ہی قرآن مجید کی عزت حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وجہ سے قرآن مجید کا رقبہ وسیع ہوا نسخ سے محفوظ ہوا، نعوذ بن کر گلوں پر اشعار حمت بنا۔

اتَّبِعُوا مَا أُنْزِلَ إِلَيْكُم مِّن رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوا مَن دُونَهُ أُولَٰئِكَ

پیروی کرو اس کی جو اتار دیا میں تمہارے پاس سے رب تمہارے کے اور نہیں پیروی کرو اس کے مقابل اے لوگو! اس پر چلو جو تمہاری طرف تمہارے رب کے پاس سے اترا اسے بھڑک کر اور حاکموں کے

قَلِيلًا مَّا تَذَكَّرُونَ ﴿٥﴾

دایوں کی بہت تھوڑی نصیحت قبول کرتے ہو تم۔

بوجھ نہ جاؤ بہت ہی کم سمجھتے ہو۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : پچھلی آیت میں نزول قرآن کی دو حکمتوں کا ذکر ہے، ڈرانے اور نصیحت اب اس کی تیسری حکمت کا ذکر ہے یعنی اس پر عمل اس کی اتباع چونکہ وہ دونوں فائدے علمی تھے اور یہ تیسرا فائدہ عملی ہے اور علم پہلے ہوتا ہے عمل بعد میں اس لئے ان دونوں کے بعد اس تیسرے فائدہ کا ذکر ہوا۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں قرآن کریم کے اس تعلق کا ذکر ہوا جو اسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے اب اس تعلق کا ذکر ہے جو اسے دوسرے لوگوں سے ہے۔ یعنی قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا تبلیغ کے لئے ہمارے پاس آیا اتباع اور عمل کے لئے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں نزول قرآن کا ذکر تھا یہاں نزول احادیث کا ذکر ہے چونکہ درجہ قرآن اعلیٰ ہے اس لئے پہلے اس کا ذکر ہوا بعد میں یہاں احادیث کا۔ گویا ایمان کے دو بازوؤں میں سے ایک کا ذکر پہلے ہوا دوسرے کا ذکر اب ہے یا ایمان کے دل کا ذکر پہلے تھا اور اس کے دماغ کا ذکر اب ہے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں دو چیزوں کا جملی ذکر تھا انذار و تذکرہ اب اس آیت میں انہیں دونوں کی تفصیل ہے۔ گویا یہ آیت کریمہ پچھلی آیت کی تفسیر یا تشریح یا تفصیل ہے۔ پانچواں تعلق : تبلیغ کا تعلق تین ذاتوں سے ہے۔ (1) مرسل۔ (اللہ تعالیٰ) (2) رسول۔ (3) مرسل الیہ۔ (امت) جن میں دو کا ذکر پہلے ہوا تیسرے یعنی امت کا ذکر اب ہے (تفسیر کبیر) گویا پہلے ارشاد ہوا کہ اے رسول آپ تبلیغ فرمادیں۔ اب ارشاد ہے اے امت تو نبی کی اطاعت کرو۔

تفسیر : اتباعو ایہ عبارت نئی ہے لہذا اس سے پہلے کوئی فعل پوشیدہ نہیں مگر تفسیر خازن نے فرمایا کہ یہ پوری آیت بیان ہے
 لتتقوا کا لہذا اس سے پہلے کوئی فعل پوشیدہ ہے اور یہ کلام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ جو رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم
 سے کہلوایا جی چوتکہ یہ قرآن اس لئے اتر رہا ہے کہ آپ اس کے ذریعہ لوگوں کو ذرا میں لہذا آپ فرمادیتے کہ اتباع کرو اتباع
 کے لغوی معنی ہیں کسی کے نقش قدم پر اس کے پیچھے پیچھے چلنا اس لئے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو اتباع نہیں کہا جاتا کہ وہ قدم اور
 نقش قدم سے پاک ہے اس کلمہ تبع ہے معنی پیچھے۔ جہاں ہمیں قرآن یا دین یا ملت کی اتباع کا حکم ہے وہاں اس کے معنی ہیں ان
 چیزوں کے زیر حکم اور ان کے لانے والوں کے نقش قدم پر چلنا یہی مرلو ہے قرآن مجید کی آیات احکام میں تخصیص اور
 تشبہات میں دیکھ لو اقموا الصلوات کے حکم سے کفار، نپاک عورتیں علیحدہ ہیں یونہی اتوا الزکوٰۃ غریب، مساکین
 علیحدہ ہیں مگر ایمان، اطاعت، اللہ و رسول، اتباع رسول کے احکام کی آیات میں کوئی تخصیص نہیں چنانچہ یہاں روئے سخن
 سارے مکلفین سے ہے، مومن ہوں یا کافر مرد ہوں یا عورتیں انہیں ہوں یا جن۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب ہی کے
 نبی ہیں اور قرآن مجید سب کے لئے واجب العمل۔ مگر جیسا شخص کسی اس کی اتباع۔ کفار قرآن کے عقائد اختیار کریں مومنین
 قرآن کے احکام پر عمل کریں غافلین قرآن کی تشبہات پر عمل کریں واسطین قرآن کے اسرار اور موز کی اتباع کریں غرضیکہ لفظ
 اتباعوا ایک ہے مگر اس میں صمد با امور ہیں بلکہ جن اور فرشتے جانور، شجر، پتھر سب پر یہ حکم حاوی ہیں۔ دیکھو رب فرماتا ہے کہ نبی
 کے گھر بغیر اجازت نہ جاؤ، چنانچہ ملک الموت بھی اجازت لے کر حاضر ہوتے ہیں، قرآنی حکم ہے کہ نبی کے بلانے پر آجؤ حضور
 صلی اللہ علیہ وسلم کی طلب پر بار بار درخت اپنی جگہ سے ہٹ کر حاضر ہوا ہو گئے۔ قرآن میں حکم ہے کہ نبی کی اطاعت کرو۔
 حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے درختوں نکروں نے کلمہ پڑھا، حکم سے چاند پھٹا۔ سورج ٹوٹا ایک حکم سے بادل آیا برسا
 دھرے حکم سے چلا گیا یہ سب اتباعوا ما انزل الہکم کی وسعت ما انزل الہکم من حکم یہ عبارت اتباعوا کا معقول
 ہے۔ مقررہ سے مرلو قرآن مجید اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اسی لئے یہاں القوانینہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت ارشاد
 ہوئی۔ خیال رہے کہ قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال و اعمال حضور صلی اللہ
 علیہ وسلم کے احوال بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواہیں، بلکہ صحابہ کرام کی وہ خواہیں جن کی تصدیق نبوت سے ہوگی سب ہی
 لازم العمل ہیں اور ما انزل اللہ میں داخل دیکھو حضرت خلیل کی خواب سے ہم پر قرینی لازم ہوئی صحابہ کرام کی خواب سے
 اسلام میں لوہن شائع ہوئی غرضیکہ ما انزل اللہ مستوسع ہے۔ پھر خیال رہے کہ قرآن مجید کے الفاظ بھی رب کی طرف
 سے ہیں اور مضامین بھی۔ حدیث شریف کے مضامین تو رب کے اندر سے ہوئے ہیں مگر الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی
 لئے حدیث کو وحی خفی یا وحی غیر مکتوب کہتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ سارا قرآن ساری احادیث کمال لیل ہیں خولہ قلیل عمل ہوں یا نہ
 ہوں لہذا منسوخ آیات و حدیث یوں ہی تشبہات اگرچہ ان پر عمل ناجائز ہے مگر لیل ان کی بھی ضروری ہے۔ ان کی حقانیت پر
 ایمان لانا یہ مانو کہ ان پر عمل یا ان میں غور کرنا ممنوع ہے۔ جہاں تشبہات کی لیل سے منع فرمایا گیا ہے وہاں مرلو ہے ان کے معنی
 مطلب کے پیچھے پڑنا لہذا یہاں مقررہ بالکل عموم پر ہے۔ حکم میں اگر اسی معنی لام ہو تب تو کسی تاویل کی ضرورت نہیں
 کیونکہ سارا قرآن ساری احادیث بندوں کے نفع کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اتاری گئی ہیں اور اگر لای اپنے معنی ہی میں
 ہو یعنی انتہاء کے لئے تو مطلب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سارے مکلفین کے امام ہیں اور ان پر اترنا ان سب پر اترنا

ہے، جیسے معراج میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے رب کو دیکھا تو گویا ساری امت نے بالواسطہ دیکھا عیسیٰ علیہ السلام پر نبی و ستر خوان آیا تو گویا کل پر آیا لہذا اللہ حکم فرماتا بالکل درست ہے۔ باغ کھیت پر بارش آنا ہم سب پر آتا ہے کہ وہاں کے پھل دانے ہم سب ہی کھائیں گے رب فرما کر اوہرا اشارہ کیا کہ ہم تمہارے ظاہر و باطن دونوں کی پرورش کے لئے آیات و احادیث کا تم پر مینہ برساتے ہیں۔ نیز وہ حکم فرما کر یہ بتایا کہ تم اپنے مریضوں کی ہر نرم گرم بات یہ سمجھ کر مان لیتے ہو کہ یہ ہمارے مربی ہیں ان کے ہر حکم میں ہماری مصلحت ہے، ماں کی کڑوی دوائیں اس کی مار سختی جھیل جاتے ہو ہم تو تمہارے رب ہیں ہمارے ہر حکم میں تمہاری مصلحت ہے ہم تم کو زکوٰۃ کا حکم دیں مان لو، جہاد کا حکم دیں قبول کر لو۔ خیال رہے کہ یہاں تک ان کا ذکر ہوا جن کی اتباع ضروری ہے اب ان کا ذکر ہے جن سے اجتناب و پرہیز لازم ہے کہ علاج میں دوا پرہیز دونوں ضروری ہیں۔ چنانچہ ارشاد ہوا **وَلَا تَتَّبِعُوا مَن دُونِہٖ اُولَٰئِہٖا یٰہٰٓیہَا لَا تَتَّبِعُوا مَن دُونِہٖ** ان مردودوں کی نہ باتیں مانو نہ ان کے لئے اعمال کرو نہ وہ کام جمع یا تو رب تعالیٰ ہے یا ما۔ انزل، **دُونِہٖ** الا، **سوی**، غیر کے فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں۔ **دُونِہٖ** اکثر اس مسئلہ کو کہتے ہیں۔ جو دور ہو، غیر ہو، مقابل ہو کٹا ہوا ہو جہاں ولی من دون اللہ فرمایا جاتا ہے وہاں دشمنان خدا، کفار، شیاطین ہی مراد ہوتے ہیں، اولیاء اللہ انبیاء کرام مراد نہیں ہوتے اس کا بہت خیال چاہئے اس ولی من دون اللہ کی تفسیر یہ آیات ہیں۔ **وَالَّذِیْنَ کَفَرُوا اُولَٰئِہٖا ہُمُ الطَّٰغُوتُ۔ (2) اِنَا جَعَلْنَا الشَّاطِیْنِ اُولَٰئِہٖا لِلَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔ (3) اِنھُمْ اتَّخَذُوا الشَّاطِیْنِ اُولَٰئِہٖا** من دون اللہ۔ پتہ لگا کہ اولیاء من دون اللہ شاطین طاغوت کفار ہیں یا پھر وہ لوگ جو شیاطین و کفار کے پیروکار ہوں ان کی اتباع سے روکا گیا ہے **دُونِہٖ** اور ولی من دون اللہ کی تحقیق ہماری کتاب علم القرآن میں ملاحظہ فرماؤ اور اگر اولیاء عینا ہے ولایت معنی حکومت سے تو اس سے مراد ہیں وہ احکام جو خلاف شرع احکام ہیں، جیسے کفار و فسق۔ بے دین حکام کہ خلاف شرع احکام میں کسی کی اطاعت و اتباع نہیں کوئی حاکم نماز روزے وغیرہ سے روکے تو اس کی اطاعت نہیں **لِللّٰہِ مَا تَذَکَّرُوْنَ** یہ عبارت گویا لا تتبعوا کی دلیل ہے یعنی تم میں چونکہ ذکر و تذکرہ ہے لہذا ابرے حکام، برے ولی کی اتباع نہ کرو اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں۔ آسان ترکیب یہ ہے مانتھیریہ ہے اس لئے **لِللّٰہِ** کی کمی کو لور پر محالو یا، یہ دونوں تذکرہ کا مفعول ہیں اس صورت میں اس عبارت کے وہی معنی ہیں جو ہم نے عرض کئے اس میں خطاب کفار سے یعنی اے کافرو تم بہت ہی کم نصیحت حاصل کرتے ہو۔

خلاصہ تفسیر: اے لوگو تم سن چکے کہ قرآن مجید لوگوں کو ڈرانے، مسلمانوں کو نصیحت کرنے کے لئے نازل ہوا اور حضور محمد مصطفیٰ پر نازل ہوا (صلی اللہ علیہ وسلم) تو تم پر لازم ہے کہ تم ان تمام چیزوں کی پیروی کرو جو تمہارے رب کی طرف سے تمہارے نفع کے لئے یا تمہاری طرف نازل کیا گیا خواہ وہ قرآن ہو یا محبوب کے فرمان۔ اس کے مقابل کافر سرداروں، بے دین پوپ پادریوں، اللہ کے دشمن حاکموں کے احکام کی پیروی نہ کرو کیونکہ تم میں تذکرہ عقلی بہت کم ہے تم ہر قدم پر رہبر کے محتاج ہو اگر تم نے رہبروں کو چھوڑ کر رہنمائی کی پیروی کی تو تم گم کردہ راہ ہو کر بہت سخت عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ یہ قرآن مجید اور یہ محبوب تمہاری دشمنی ہی کے لئے بھیجے گئے ہیں۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآن مجید کی پیروی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہر شخص پر فرض ہے خواہ وہ کسی جگہ کارہنے والا اور کبھی پیدا ہو۔ کوئی بھی ان سے مستغنی نہیں۔ یہ فائدہ اتباعوا عام اعلان فرمانے سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: زندگی کی ہر حالت میں ان دونوں کی پیروی ضروری ہے اور کوئی شخص کسی حالت پر پہنچ کر ان سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ جو کہے کہ بندہ خدا تک پہنچ کر قرآن و حدیث سے بے نیاز ہو جاتا ہے وہ کافر مطلق ہے یہ فائدہ اتباعوا مطلق فرمانے سے حاصل ہوا۔ مطلق اور عام کافر قرآن و حدیث میں مفصل مذکور ہے ایسے جھوٹے خدا رسیدہ مردودوں کو چاہئے کہ وہ کھانے، پانی، ہوا، سورج سے بے نیاز ہو کر دکھادیں۔ تعجب ہے کہ یہ جھوٹے مدعی سورج ہو غذا سے بے نیاز نہیں مگر آسمان نبوت کے سچے سورج حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے بے نیاز ہو جاتے ہیں مرنے کے بعد غذا ہوا کی ضرورت نہیں رہتی مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی حاجت پھر بھی رہتی ہے۔ تیسرا فائدہ: قرآن مجید کی طرح سنت نبوی کی اتباع بھی ضروری ہے بلکہ سنت کے بغیر قرآن مجید کی اتباع ناممکن ہے۔ یہ یا نہ ملنا نزل فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں القرآن نہ فرمایا بلکہ اتنی دراز عبارت ارشاد ہوئی۔ چوتھا فائدہ: سنت رسول اللہ کی اتباع کا درجہ قرآن مجید کی اتباع کے برابر ہے یعنی ان دونوں کی اتباع بالکل یکساں چاہئے ان دونوں میں کوئی ترتیب نہیں۔ یہ فائدہ بھی مائزل فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں اتباعوا القرن ثم سنتہ النبی نہیں فرمایا گیا۔ یہ بات خوب سمجھ لو حتیٰ کہ سنت سے قرآن کا نسخ جائز بلکہ واقع ہے۔ دیکھو اہل قرابت کی وصیت کرنا، بندوں کو سجدہ، تطہیری کرنا قرآن مجید سے ثابت ہے، حدیث شریف سے منسوخ ہے اس کی مکمل بحث ہم تیسرے پارہ میں ملنے نسخ من آیت کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ پانچواں فائدہ: قرآن و حدیث حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئیں اور ہمارے نفع کے لئے نازل ہوئیں۔ اسی لئے قرآن کریم سے صرف ہم کو ہدایت ہے یہ فائدہ الہکم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا، جبکہ الیٰ معنی لام ہو۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم ساری امت کی اصل ان کے امام ہیں۔ رب تعالیٰ کا ان پر کرم ساری امت پر کرم ہے یہ فائدہ الہکم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ الیٰ معنی انتہا ہو کہ پہلے فرمایا گیا تھا نزل الہکم اور یہاں ارشاد ہوا، انزل الہکم ساتواں فائدہ: قرآن مجید اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہیں جیسے ظاہری غذائیں نعمتیں اس کریم کی جسمانی ربوبیت کا مظہر ہیں ایسے ہی یہ دونوں اس رب کی روحانی ربوبیت کا مظہر۔ یہ فائدہ یہاں من ذلکم فرمانے سے حاصل ہوا۔

رب اعلیٰ کی نعمت پہ اعلیٰ درود حق تعالیٰ کی منت پہ لاکھوں سلام
آٹھواں فائدہ: قرآن و حدیث کے مقتل کسی کا قول، کسی کا حکم قتل قبول نہیں، اگرچہ وہ کسی درجہ کا ہو کسی پایہ کا ہو۔ یہ فائدہ ولا تتبعوا سے حاصل ہوا جس کسی کی اطاعت ہوگی وہ قرآن و حدیث کے ماتحت ہوگی۔ نواں فائدہ: عقل انسانی ہدایت کے لئے کافی نہیں اس کے لئے نبی کی دیکھیری ضروری ہے یہ فائدہ قللا ما تذکرون سے حاصل ہوا، عقل انسانی ہو لائق جہاز، راکٹ، بجلی بنا سکتی ہے مگر یار کو نہیں مناسکتی ایمان و ہدایت نہیں بنا سکتی۔ دسواں فائدہ: اتباع اور اطاعت میں بڑا فرق ہے اسی لئے واولی الامر بھی فرمایا گیا طیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم مگر اتباع کے موقعہ پر اولی الامر کا ذکر نہیں ہوا۔

پہلا اعتراض : اتباع کے معنی ہیں کسی کے پیچھے اس کے نقش قدم پر چلنا تو قرآن و حدیث کی اتباع کیسے ہو سکتی ہے نہ ان کے قدم ہیں نہ نقش قدم۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کی اتباع نہیں ہو سکتی کہ وہ ان دونوں سے پاک ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں کہیں اتباعوا اللہ نہیں فرمایا گیا۔ جواب : اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ ایسے موقع پر اتباع کے معنی ہوتے ہیں بلا تامل اطاعت یا اس کے بتائے ہوئے راستہ پر چل پڑنا۔ حدیث شریف میں ہے اتباعوا السواد الا عظم و سرائعراض : تم نے فوائد میں کہا کہ اتباع قرآن اور اتباع سنت بالکل یکساں ہے ان میں ترتیب نہیں۔ حالانکہ تمام فقہاء فرماتے ہیں کہ لولا کتاب اللہ ہے پھر سنت رسول اللہ ان میں ترتیب تو ہے پھر تمہارا یہ قول کیسے درست ہوا۔ جواب : یہ ترتیب احادیث کی اسنادوں کی وجہ سے ہمارے لئے ہے کہ اکثر احادیث ہم تک ظنی ہو کر پہنچیں۔ قطعی متواتر احادیث ہمارے لئے بھی قرآن مجید کی طرح ہی قابل عمل ہیں جیسے نماز کی تعداد ان کی رکعات زکوٰۃ کی مقدار حضرات صحابہ کے لئے یہ فرق نہ تھا دیکھو حضرت ابو بکر صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک زبان سے سن لیا کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کے وارث ہوں نہ کوئی ہمارا وارث ہو۔ حالانکہ قرآن مجید میں میراث کی آیات موجود ہیں تو انہوں نے یہ نہ کہا کہ چونکہ حدیث کا درجہ قرآن کے بعد ہے اور قرآن نے میراث تقسیم کرنے کا حکم دیا ہے لہذا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی میراث تقسیم کروں گا بلکہ بے تامل یہ حکم دے دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر شریف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقبرہ بنے گا اور آپ کی ساری املاک وقف ہوگی کسی کو میراث میں نہ ملے گی اور کسی صحابہ نے اس پر اعتراض نہیں کیا۔ کیونکہ انہوں نے یہ حکم علی اپنے کانوں سے سنا تھا ان کے لئے قطعی تھا۔ تیسرا اعتراض : یہاں ارشاد ہے اتباعوا ما انزل اور ظاہر ہے کہ ماقول صرف قرآن مجید ہے وہی آسمان سے بذریعہ جبریل اتر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے الہام وغیرہ ماقول نہیں وہ صرف ماقول ہو سکتے ہیں یعنی دل میں ڈالے ہوئے نہ کہ اتارے ہوئے لہذا صرف قرآن کی اتباع چاہئے (چکرالوی)۔ جواب : حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ولی القابھی آسمان ہی کی طرف آتے ہیں جن کا ظہور دل پاک پر ہوتا ہے دیکھو بارش آسمان کی طرف سے آتی ہے اور لوہا بظاہر زمین میں سے عین کن سے نکلتا ہے یعنی نیچے سے مگر قرآن کریم نے دو سروں کے لئے انزال فرمایا انزلنا من السماء ماء لور لوہے کے بارے میں کہاوا انزلنا الحديد حتی کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کو انزال فرمایا کہ ارشاد فرمایا قل انزل اللہ الیکم ذکرا رسولاً۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قلب پاک الہامات الہیہ کی کن ہے لہذا اس میں قرآن و حدیث دونوں داخل ہیں۔ چوتھا اعتراض : یہاں ارشاد ہوا اتباعوا ما انزل الیکم حالانکہ سارا قرآن اور ساری احادیث قتل عمل نہیں بعض آیات و احادیث منسوخ ہیں بعض تشابہات۔ بعض صرف قہ غرضیکہ ساری آیات و احادیث کی اتباع کیسے کی جائے اور اس آیت پر عمل کیونکر ہو؟ جواب : ایسی تمام آیات و احادیث کی اتباع یہ ہے کہ ان پر ایمان لایا جائے اور تشابہات میں غور نہ کرنے کیا جائے اتباع بہت عام ہے۔ پانچواں اعتراض : اس آیت کریمہ میں صرف قرآن و حدیث کی اتباع کا حکم دیا گیا لہذا صرف ان دونوں ہی کی اتباع چاہئے قیاس مجتہدین کی اتباع کرنا حنفی شافعی بنی اس آیت کے خلاف ہے۔ (دہلی) جواب : اس اعتراض کے دو جواب ہیں۔ ایک الزامی دو سرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ مولویوں کی اتباع بھی نہ چاہئے کسی عالم سے مسئلہ نہ پوچھا جائے نیز پھر اجماع امت اور اجماع صحابہ کی بھی اتباع نہ چاہئے۔ اب بتاؤ کہ حضرت صدیق و فاروق رضی اللہ عنہما کی خلافت قطعیہ۔ یقینہ کیسے ثابت کرو گے ان کی خلافت اجماع سے ثابت ہے حتیٰ کہ اس کا انکار کفر ہے۔ حضور انور صلی اللہ

علیہ وسلم فرماتے ہیں علیکم بسنتی و سنتہ الخلفاء الراشدین تم میری اور حضرات خلفاء راشدین کی سنت پر مضبوطی سے عمل کرو، جواب تحقیقی یہ ہے کہ قیاس پر عمل درحقیقت قرآن و حدیث پر ہی عمل ہے مجتہد علت مشترکہ کی وجہ سے قرآن یا حدیث کا حکم دوسری جگہ پہنچاتا ہے۔ دیکھو حدیث پاک میں آٹھ چیزوں کے متعلق ارشاد فرمایا کہ ان میں سود حرام ہے۔ سونا چاندی گندم نمک جو وغیرہ پھر مجتہدین نے فرمایا کہ چاول باجرہ وغیرہ میں بھی سود حرام ہے۔ کیونکر حرمت کی علت ان میں بھی موجود ہے یا جیسے قرآن مجید نے فرمایا کہ چاند و سورج کو سجدہ نہ کرو فتناء نے فرمایا کہ بادشاہوں امیروں یا کسی انسان یا کسی مخلوق کو سجدہ نہیں کرو کیونکہ حرمت کی علت یہاں بھی موجود ہے۔ یہ قرآنی حکم ہی ہے جو ان مقامات پر پہنچایا گیا دریا سے نہریں اور نہروں سے جو نالے نکالے جائیں ان سب میں دریا ہی کاپانی ہوتا ہے جو ان نہروں نالوں کے ذریعہ وہاں پہنچایا جاتا ہے جہاں دریا نہیں پہنچا۔ اس کی مفصل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو۔ امام مجتہدین احکام بنانے والے نہیں بلکہ حاکم کے احکام سننے والے پہنچانے والے ہیں۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ولیوں پیروں مشائخ کی اتباع نہ چاہئے صرف قرآن و حدیث کی اتباع ضروری ہے فرماتا ہے ولا تتبعوا من دونہ اولیاء پھر تم لوگ ولیوں کی فرمانبرداری کیوں کرتے ہو۔ جواب: یہاں اولیاء من دون کی اتباع سے منع کیا گیا ہے نہ کہ اولیاء کی اتباع سے ہم نے ابھی تفسیر میں بھی مختصراً اور اپنی کتاب علم القرآن میں جملہ اولی اللہ اور ولی من دون اللہ کا فرق بیان کیا ہے۔ شیاطین، پوپ، پادری، سراداران کفریہ ہیں اولیاء من دون اللہ دیکھو تفسیر جو ابھی عرض کی گئی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام کے لئے فرمایا اصحابی کالنجوم باہم اقتدیتم میرے صحابہ تارے ہیں تم جس کی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔ صحابہ کرام بھی تو اولیاء اللہ ہی ہیں۔ رب فرماتا ہے لا مثلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون دیکھو ہم کو ذکر والوں یعنی ولیوں عالموں کے پاس بھیجا جا رہا ہے۔ غرضیکہ ولی اللہ اور ولی من دون اللہ میں بڑا فرق ہے۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے الفاظ قرآن استاذ کے ذریعہ اوصاف آیات قاریوں کے ذریعہ ہم تک پہنچتے ہیں ایسے ہی مقاصد قرآن مجتہدین کے ذریعہ اور اسرار قرآن مشائخ کے ذریعہ ہمارے دماغ اور دل تک پہنچتے ہیں یہ سب اللہ تعالیٰ کے کرم سے ان حضرات کے ذریعہ ہم کو ملتے ہیں استاذ عالم الفاظ کے قالب میں ہم تک قرآن کے احکام پہنچاتا ہے اللہ کے مقبول بندے اپنی نظر اپنے عمل اپنی توجہ کے خلاف میں ہم تک قرآن مجید کے فیوض و برکات انوار پہنچاتے ہیں باذن پروردگار یہاں حکم دیا گیا کہ اے بندو رب کی طرف سے جو واردات الہیات احکام اللہ کے بندوں کے ذریعہ سے پہنچے تم اس کی بے دھڑک اتباع کرو کہ یہ سب رب کی طرف سے تم کو ملا ہے۔ یہ بندے واسطہ اور ذریعہ ہیں ابھی بیان پر عمل کرو پھر کبھی عیاں تک پہنچ جاؤ گے۔ اولاً اہا کی تعبیر پر عمل کرو، عملات سے مجاہدہ کرو پھر اہا ک نستعین پر یعنی ہم تیرا ہی معاونہ کرتے مشاہدہ کرتے ہیں نستعین بنا ہے عین سے معنی آنکھ سے مشاہدہ کرنا غرضیکہ مجاہدہ کے بعد مشاہدہ ہو گا۔ خیال رہے کہ اس راہ میں بہت راہ مار پھرتے ہیں جو شکل انسان میں شیطانی ہیں یہ اولیاء من دون اللہ ہیں ان کے جبہ و دستار سے دھوکہ نہ کھانا ان کے جال میں نہ پھنس جانا ان کی اتباع نہ کرنا ورنہ ہلاک ہو جائے گے تم لوگ عقل کے کوتاہ ہو اس سے کسی فضل والے کے دامن کرم میں رہنا اس جنگل میں بہت شکاری جانور ہیں۔

پائیں رستہ نہ جا مسافر سن راہ ہے ہلا مار پھرتے ہیں! (اعلیٰ حضرت)

صوفیاء فرماتے ہیں کہ اتباع اور صحبت کا اثر دل پر پڑتا ہے۔ اچھوں کی اتباع دل نرم کرتی ہے بروں کی اتباع دل سخت کرتی ہے دل نرم ہو تو کچھ نہیں بنتا اس لئے ہم کو اچھوں کی اتباع کا حکم ہے بروں کی اتباع سے بچنے کا حکم ہے اس آیت کو ختم فرمایا اللہ "ما تذکرون پر۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جیسے بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو ورق سادہ کی طرح ہوتا ہے کہ جو چاہو اس پر لکھ دو یا سفید لباس کی طرح کہ جس رنگ میں چاہو رنگ دو تم بڑے سے بڑے عاقل ہو کر بھی دین کے معاملہ میں بچہ کی طرح نا سمجھ ہو بے وقوف ہو جیسی صحبت ہوگی ویسے تم بنو گے۔ اس سے پتہ لگا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت ہماری فطرت سے جداگانہ ہے ہم بروں میں پیدا ہوں تو برے بن جاتے ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فطرت ایسی ہے کہ بروں میں آئے اچھے ہوئے بلکہ ان بروں کو اچھا بنا لیا۔

وَكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ أَهْلَكْنَاهَا فَجَاءَهَا بَأْسُنَا بَيَاتًا أَوْ هُمْ قَائِلُونَ ﴿٣﴾ فَمَا

اور بہت سی بستیوں پر باد کر دیں ہم نے پس آیا ان پر عذاب ہمارا رات میں یا اس حالت میں کہ وہ قیلولہ میں
اچھنی بستیوں ہم نے ہلاک کیں تو ان پر ہمارا عذاب رات میں آیا یا جب وہ دوپہر کو سوتے تھے تو ان کے منہ

كَانَ دَعْوُهُمْ إِذْ جَاءَهُمْ بَأْسُنَا إِلَّا أَنْ قَالُوا إِنَّا كُنَّا ظَالِمِينَ ﴿٤﴾

تھے۔ پس نہیں تھی انکی پکار جب آیا ان پر عذاب ہمارا مگر یہ کہ انہوں نے کہا کہ بے شک ہم مجرم تھے۔
کچھ نہ نکلا جب ہمارا عذاب ان پر آیا مگر یہ ہی بولے کہ ہم ظالم تھے۔

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت میں قرآن مجید کے نزول کی دو حکمتیں بیان ہوئیں سب کو ڈرانا مسلمانوں کو نصیحت کرنا اب ڈرانے کی تفصیل بیان ہو رہی ہے کہ ان کو پچھلی امتوں کی ہلاکت کے واقعات سنائے جا رہے ہیں گویا یہ آیتیں پچھلی آیت کی تفصیل ہیں ڈرانے کی بہت صورتیں ہیں۔ آئندہ عذابوں سے ڈرانے گزشتہ قوموں کے عذاب سنا کر ڈرانا اللہ کی قدرت اس کی بے نیازی بیان کر کے ڈرانا وغیرہ وغیرہ یہاں دو سری صورت کلاڈرانا ہے۔ یعنی گزشتہ عذاب یاد دلا کر ڈرانا۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں اتباع قرآن کا حکم دیا گیا تھا اب اتباع نہ کرنے کے نقصانات کا ذکر ہے اتباع یا تو ڈرا کر کرائی جاتی ہے یا لالچ سے۔ ڈر کر اتباع زیادہ ہے لالچ کی اتباع سے۔ گویا پچھلی آیت میں حکم تھا اس آیت میں اس حکم پر عمل کرنا ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں حکم تھا کہ رب تعالیٰ کے مقابل کسی کی اتباع و مطاعت نہ کرو نہ حاکم کی نہ بے دین عالم کی۔ اب اس کی وجہ بتائی جا رہی ہے کہ یہ لوگ مصیبت پڑنے پر بالکل کام نہیں آتے چنانچہ گزشتہ قوموں کا حال دیکھ لو کہ عذاب آنے پر ان کے گمراہ دہم بے دین پوپ پادری کچھ کام نہ آ سکے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں کتاب و سنت کی اتباع کا حکم دیا گیا اب فرمایا جا رہا ہے کہ اس صحت و زندگی کو غنیمت جانو جو کرنا ہے کر لو ورنہ پھر سولے پچھتائے کے اور کچھ نہ ہو گا اس کے لئے پچھلی امتوں کے واقعات بیان ہو رہے ہیں۔ گویا پچھلی آیت میں اتباع کا حکم تھا اب اتباع کے وقت کو مقرر فرماتا ہے۔

تفسیر : وَاكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنَاهَا یہ جملہ نیاب میں وَاكَمْ مِنْ قَرْيَةٍ مبتداء ہے اور اَهْلَكْنَاهَا اس کی خبر ہے یہاں

کم خبر ہے معنی بہت ہی یا کتنی ہی اس لئے اس کی تمیز میں سن ارشاد ہوا قرینہ مطلقاً بستی و آبادی کو کہتے ہیں خواہ شہر ہو یا گاؤں شہر کو بلند گاؤں کو بدو کہا جاتا ہے جیسے لا اقسام بھنا البلد اور جیسے جاء حکم من البلد ہاں بستیوں سے وہ بستیاں مراد ہیں جن میں رسول بھیجے گئے اور وہاں کے باشندوں نے ان کی نافرمانی کی انہیں دکھ دیئے۔ جیسے قوم لوط، قوم شعیب و صالح علیہم السلام کی بستیاں۔ چونکہ برباد ہونے والے اجڑنے والے مقامات بعض شہر تھے بعض گاؤں اس لئے یہاں قرینہ ارشاد ہوا جو دونوں کو شامل ہے۔ بعض نے فرمایا کہ قرینہ سے مراد بستی والے لوگ ہیں کیونکہ آگے ہے اھلکنا ہا اور اھلکنا ہا میں ہلاکت سے مراد عذاب کے ذریعہ برباد کرنا ہے نہ کہ طبعی موت سے اور اھلکنا ک سے مراد ہے عذاب و ہلاکت کا ارادہ کرنا یا حکم دینا۔ خیال رہے کہ تمام عذاب والی بستیوں کو عذاب کے فرشتوں نے ہلاک کیا تھا مگر چونکہ فرشتوں کا یہ عمل رب تعالیٰ کے حکم سے تھا نیز اللہ تعالیٰ کے مقبولوں کا کام گویا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اس لئے اھلکنا ارشاد ہوا یعنی ہم نے ہلاک کیا یہ بھی خیال رہے کہ عموماً ”بستیوں میں ہی عذاب آئے اس طرح کہ وہاں کے باشندے مار دیئے گئے وہاں کی عمارات تباہ کر دی گئیں پھر وہاں آبادی نہ ہوئی مگر فرعونوں کو مصر سے باہر نکال کر بحر قلزم میں غرق کیا گیا۔ مصر اب تک آباد ہے کیونکہ وہاں حضرت یوسف علیہ السلام اور ان کے خاص خدام کی قبریں تھیں اور آئندہ وہاں اللہ والے آنے والے تھے اللہ والوں کی قبریں بھی امان کا ذریعہ ہیں۔ یہ حضرات جیتے جی خود فیض پہنچاتے ہیں وفات کے بعد ان کی قبر کی مٹی فیض دیتی ہے یونہی اصحاب فیل یعنی ابراہیم اور اس کے لشکر پر عذاب آیا تو مکہ معظمہ سے باہر جنگل میں آیا مکہ معظمہ آباد رہا کیونکہ وہاں حضرت حاجرہ و اسماعیل کی قبریں تھیں وہاں کعبہ معظمہ اور مقام ابراہیم تھے نیز وہاں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت ہونے والی تھی۔ یہ ہے اللہ والوں کی برکت جس چیز کو اللہ والوں سے نسبت ہو جائے وہ بلاؤں سے محفوظ ہو جاتا ہے جس کپڑے کے دسترخوان سے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ منہ پونچھ لئے تھے وہ آگ میں جلتا نہ تھا۔ فجاء ہا ہا سنا چونکہ اھلکنا کے معنی تھے ہم نے ہلاک کرنے کا ارادہ کیا لہذا فجاء ہا کی ف محقیقہ ہے اور کوئی اعتراض نہیں اور اگر اھلکنا کے معنی تھے ہم نے ہلاک کر دیں تو یہ ف تفسیر یہ ہے اور یہ عبارت اھلکنا ہا کی تفسیر یہ ہے یہ خوب خیال رہے اس صورت میں کوئی دشواری اور کوئی اعتراض نہیں چونکہ قرینہ مونث تھا اگرچہ مراد بستی والے تھے اس لئے اھلکنا ہا میں ہاضمیر مونث لائی گئی جیسے کائن من قرینہ عنت اس کے بہت معنی ہیں ”ختی جنگ“ ”خط سالی“ ”عذاب“ ”آنج“۔ یہاں آخری معنی مراد ہیں یعنی عذاب اس عذاب میں تمام وہ عذاب داخل ہیں جو پچھلی امتوں پر آئے جیسے زمین کا تختہ لوٹنا، زلزلہ، ”جج“ ”سخت“ ”آندھی“ وغیرہ ”تا“ ”اوہم“ قائلوں یا تباہ تو مصدر ہے بات بہت کا ”بیت“ ”بیوتہ“ ”بیات“ ”تینوں“ ہم معنی ہیں معنی رات میں داخل ہونا گھر کو بیت اسی لئے کہا جاتا ہے کہ اکثر انسان رات کے وقت گھر میں رہتے ہیں دن میں عموماً ”باہر کھاتے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ یہ بات کی جمع ہو جیسے قائم کی جمع قیام اور قائم کی جمع نیام۔ بعض نے فرمایا کہ بیات معنی رات ہے لہذا بیات یا تو کمرے ہے یا محل قائلوں جمع ہے قتل کی۔ یہ بنا ہے قیلول سے قیلول دوسری کے آرام کو کہتے ہیں خواہ نیند آئے یا نہ آئے۔ رب تعالیٰ نے جنت کے آرام کو قیلول فرمایا ہے احسن مقیلاً حالانکہ وہاں نیند نہ ہوگی ”ہم“ قائلوں حل ہے اھلکنا ہا کی ضمیر سے۔ نحوی قاعدے سے یہاں واؤ حلیہ چاہئے تھا مگر چونکہ لو عاطفہ آگیا ہے لو کا اور واؤ کا جمع ہونا پسند ہے اس لئے واؤ نہ لایا گیا۔ صرف ضمیر پر کفایت کر لی گئی۔ (تفسیر کبیر ”روح المعانی وغیرہ) خیال رہے کہ رات میں آرام قریباً ”سارے“ انسان کرتے ہیں۔ امیر ہوں یا غریب مگر دوسری میں

آرام امیر لوگ کرتے ہیں غریب غریاء مزدور پیشہ نہیں کرتے اس فرق کے لئے دونوں عبارتیں مختلف لائی گئیں یا تا مفرد اور ہم قائلون جمع لما کان دعوا ہم یہ عبارت معطوف ہے فجاء ہا پر۔ دعویٰ معنی دعاء ہے نہ کہ معنی اوعاء یا دعویٰ کرنا جیسے رب فرماتا ہے واخود عوا ہم ان الحمد للہ رب العالمین یا فرماتا ہے دعوا ہم فہا سبحانک اللہم دعا کی چند صورتیں ہوتی ہیں۔ عرض مدعی اپنے جرموں کا اقرار رب تعالیٰ کی حمد و ثنا یہاں دوسرے معنی میں ہے اذ جاء ہم ہا معنا یہ عبارت ظرف ہے یا تو دعوا کا یا ماکلف کا ہلس معنی عذاب ہے ہم کا مرجع وہی بستی والے ہیں جن پر عذاب آیا الا ان قالوا انا کنا ظالمین یہ عبارت لما کلف سے مستثنیٰ ہے۔ اس سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا کنا کے معنی ہیں تھے ہم یا ہیں ہم۔ ظالمین معنی مشرکین ہے یا معنی کافرین یا معنی مجرمین بہر حال ان لوگوں نے عذاب دیکھ کر اپنے شرک و کفر سرکشی کا اقرار کر لیا مگر اس وقت کا اقرار کام نہ آیا وقت پر جرم کا اقرار توبہ ہے مگر وقت نکل جانے پر بیکار ہے۔ مقصد یہ ہے کہ عذاب آجانے پر وہ لوگ کسی تدبیر سے عذاب دفع نہیں کر سکے صرف اپنے جرموں کا اقرار کر کے توبہ اور دعائیں ہی کرتے رہے۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ان سرکش کفار مکہ کو ہماری طرف سے سناؤ کہ تم سے پہلے بڑے زور بڑے زر بڑے جتھے والے کفار نے ہمارے رسولوں کی مخالفت کی 'اولا' انہیں ہر طرح تبلیغ کی گئی آخر کار ان کی بستیاں یا وہ بستیوں والے ہم نے غیبی عذاب سے ہلاک کر دیئے۔ چنانچہ ان پر بغیر کسی علامت بغیر اطلاع کے غفلت کے وقت عذاب اچانک آئے یا جب کہ وہ رات میں آرام کر رہے تھے۔ جیسے لوط علیہ السلام کی قوم جو رات کے آخری حصہ میں ہلاک کی گئی یا جب کہ ان کے امیر عیش پسند دوپہری میں قیلوہ کر رہے تھے وہ اس حالت میں بھاگ بھی نہ سکے اس آرام کی حالت میں سارے کے سارے ہلاک کر دیئے گئے۔ پھر یہ بھی سن لو کہ جب ان سرکشوں پر ہمارا عذاب آیا تو ساری سرکشی شنی رسولوں کی مخالفت بھول گئے دفع عذاب کی کوئی تدبیر نہ کر سکے صرف اپنے جرم اپنے کفر و شرک کا اقرار کر کے توبہ کرنے لگے یہ ہی کہتے تھے کہ ہم ہی ظالم تھے یا ظالم رہے یا ظالم ہیں یہ عذاب ہماری حرکتوں سے آیا مگر چونکہ توبہ کا وقت نکل چکا تھا اس لئے ان کی یہ چیخ و پکار یہ اقرار جرم یہ توبہ وغیرہ کچھ کام نہ آئی تم بھی ہوشیار ہو جاؤ ابھی وقت ہے ہمارے حبیب کی مخالفت سے باز آ جاؤ۔

در غمنا باز است اکنون بکوب کہ سودے نثار و فغان زیر چوب

خیال رہے کہ آبدیوں کا اللہ کے عذاب سے برباد ہو جانا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سے بند ہو گیا مگر ویسے ہی ختم ہو جانا تاقیامت جاری ہے کچھ مدت کے بعد جنگل شمر بن جاتے ہیں اور شجر جنگل میں تبدیل ہو جاتے ہیں مگر چند شجر ایسے ہیں کو ان شاء اللہ تاقیامت آباد رہیں گے کبھی ویران نہ ہوں گے ان میں سے ایک مکہ معظمہ ہے کیونکہ اسے اللہ کے غلیل نے بسایا ہے وہ انی اسكنت من فدیٰ ہواد عود فی ذوع اے میرے رب میں نے اپنی بعض ذریعہاں بسا دی ہے جسے غلیل بسائیں وہ کیسے اجڑے۔ یونہی مدینہ منورہ ان شاء اللہ آباد رہے گا کہ اسے اللہ کے حبیب نے بسایا ہے قریب قیامت جب یہاں انسان نہ رہیں گے تو اس کی حفاظت جانور کریں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ : علم تاریخ بہترین علم ہے کبھی اس کے ذریعہ ایمان مل جاتا ہے دیکھو قرآن کریم نے گزشتہ قوموں کے تاریخی واقعات بہت تفصیل سے جگہ جگہ بیان فرمائے ہیں ہاں چاہئے یہ کہ تاریخ صحیح

ہو۔ دوسرا فائدہ: گزشتہ کفار کے عذاب سے عبرت پکڑنا اس میں غور کرنا اس طرح پچھلے صالحین کے اعمال اور ان پر رحمت الہی کے نزول میں غور کرنا عبادت ہے اس سے گناہوں سے نفرت اور نیکیوں کی رغبت حاصل ہوتی ہے رب تعالیٰ فرماتا ہے
فاعتبروا یا اولی الابصار۔

پند گیر از مصائب و گران تانہ گیرند دیگران ز تو پند
فقہا اس کو قیاس کہتے ہیں یعنی مشترکہ علت کی وجہ سے حکم مشترک کرنا، تیسرا فائدہ: اکثر عذاب الہی رات کے آخری حصہ میں آئے جب سب لوگ خواب راحت میں مست ہوتے تھے تاکہ کوئی بھاگ نہ سکے رات کا آخری حصہ ذاکروں کے لئے نزول رحمت کا ہے، غافلوں کے لئے نزول عذاب کا۔ اس لئے اس وقت نماز تہجد بہت بہتر ہے۔ چوتھا فائدہ: راحت و خوشی لوگوں کو غافل کر دیتی ہے، تکلیف و ہم بڑے بڑے سرکشوں کو جگا دیتا ہے رب کے دروازے پر جھکا دیتا ہے۔ دیکھو ان سرکشوں نے عذاب دیکھ کر اپنے جرموں کا اقرار کیا فرعون بھی ڈوبتے وقت خدائی سے اتر کر بندہ بن گیا کہ بولا انت انہ لا الہ الا الذی۔ مصیبت بھگوڑے مجرم کے لئے وارنٹ گرفتاری ہوتی ہے۔ پانچواں فائدہ: عذاب دیکھ کر توبہ کرنا بالکل بیکار ہے کیونکہ ایمان تو نبی کے قول پر چاہئے نہ کہ اپنی آنکھ پر دیکھو ان مجرم قوموں نے عذاب دیکھ کر توبہ کی مگر قبول نہ ہوئی۔ چھٹا فائدہ: اپنے جرموں کا اقرار بھی توبہ ہے دعا ہے۔ یہ فائدہ دعوایہم فرمانے سے حاصل ہوا کہ رب نے ان کے اس اقرار جرم کو دعا فرمایا۔ ساتواں فائدہ: ہر کفر و شرک ظلم ہے کیونکہ مشرک و کافر اپنے پر ظلم کرتا ہے کہ کفر کر کے اپنے کو دوزخ کا مستحق بناتا ہے یہ فائدہ ظلمین فرمانے سے حاصل ہوا بلکہ ہر گناہ اپنے پر ظلم ہے بلکہ بزرگوں نے تو اپنی خطاؤں کو بھی ظلم فرمایا ہے ونا ظلمنا انفسنا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ گزشتہ قوموں کو ہلاک پہلے کیا گیا اور ان پر عذاب بعد میں آیا کہ ارشاد ہوا اہلکناھا فجاءھا باسنا ف سے معلوم ہوا کہ ہلاکت عذاب سے پہلے ہوئی حالانکہ عذاب پہلے آیا وہ ہلاکت بعد میں ہوئے۔ جواب: تفسیر کبیر وغیرہ نے اس اعتراض کے تین جواب دیئے ہیں ایک یہ کہ اہلکنا کے معنی ہیں اودنا اہلا کہم ہم نے ان کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرمایا جیسے اقامتم الی الصلواة فاعسلوا وجوہکم میں نماز میں کھڑے ہونے کا ارادہ کرنا ملو لیا گیا ہے اس صورت میں ف ترتیب کی ہے دوسرے یہ کہ یہاں ف ترتیب کی نہیں بلکہ تفصیل کی ہے یعنی ہم نے ان کو اس طرح ہلاک کیا کہ ان پر ہمارا عذاب آیا تیسرے یہ کہ ہلاکت اور عذاب ایک ہی چیز تھے ایک ہی ساتھ واقع ہوئے، لہٰذا عرب ایسے موقع پر ف بول دیتے ہیں، جیسے اعطیتی فاحسنت الی آپ نے مجھے دیا تو مجھ پر احسان کیا عطا اور احسان ایک ہی چیز ہے مگر ف درمیان میں آئی۔ (خازن، معانی کبیر وغیرہ) دوسرا اعتراض: یہاں قرینہ کی طرف دو قسم کی ضمیریں راجع ہیں۔ لہٰذا ہمیں ہوا احد مونث ہے اور ہم قائلون۔ دعوایہم اور جاء ہم قائلوا اور ظلمین ساری ضمیریں جمع مذکر اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ قرینہ لفظاً مونث ہے مگر وہاں کے باشندے مذکر تھے یعنی اہل قرینہ جاء ہا میں لفظ قرینہ کا لحاظ ہے اور باقی ضمیروں میں اہل قرینہ کا اعتبار اس قسم کے فرق قرآن کریم میں بھی ہیں اور فصحاء عرب کے کلاموں میں بھی چونکہ وہ بستیاں بھی ویران کر دی گئی تھیں اور وہاں کے لوگ بھی مار دیئے گئے تھے اس لئے اس طرح بیان بالکل درست ہے۔ بعض نے فرمایا کہ جاء ہا میں اہل پوشیدہ ہے اصل میں تھا جاء اہلھا باسنا۔

تیسرا اعتراض: یہاں تا اور ہم قائلوں دونوں حال ہیں تو طریقہ بیان میں کیوں فرق ہے کہ یہاں تا تو مفرد ہے اور لوہم قائلون جمع۔ اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ جواب: چونکہ رات کو آرام سب ہی کرتے ہیں امیر ہوں یا فقیر مگر وہ سہری میں آرام کرنا امیروں کا کام ہے غریب اور مزدور لوگ اس وقت بھی کام کرتے ہیں اور ہلاکت و عذاب سے اصل مستحق مالدار کفار ہوتے ہیں غریب غریب انہیں کی وجہ سے کافر ہوتے ہیں اور انہیں کی وجہ سے عذاب کے مستحق اس لئے یہاں طریقہ بیان میں فرق کر دیا گیا۔ چوتھا اعتراض: جب انہوں نے عذاب دیکھ کر اپنے جرموں کا اقرار کر لیا اور یہ اقرار ان کی توبہ تھی تو رب تعالیٰ نے انہیں معافی کیوں نہ دے دی وہ تو غفور رحیم ہے توبہ سے کفر و گناہ سب بخش دیتا ہے۔ جواب: اس لئے کہ قانون الہی یہ ہے کہ توبہ کفر عذاب دیکھنے پر قبول نہیں ہوتی ہر کام کا ایک وقت ہے جمعہ کی نماز بخت یا اتوار کی نہیں ہو سکتی جنوری میں گندم بویا ہوا پھل نہیں دیتا کہ یہ کام بے وقت ہوئے ایسے ہی عذاب دیکھ کر توبہ میں قبولیت کا پھل نہیں لگتا۔ وجہ ظاہر ہے کہ حضرات انبیاء کرام کو دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہے کہ لوگ ان کی خبروں پر ایمان لائیں یہ لوگ ان پر ایمان نہیں لاتے بلکہ اپنی آنکھ کے دیکھے عذاب پر ایمان لاتے ہیں پھر قبول کیسے ہو کفر کو ایمان مٹاتا ہے یہ توبہ ایمان ہی نہیں۔ پانچواں اعتراض: اگر قانون یہ ہے تو یونس علیہ السلام کی قوم عذاب دیکھ کر ایمان لائی اور وہ قبول ہوئی رب فرماتا ہے الا قوم یونس وہاں یہ ایمان اور توبہ کیوں قبول ہوئے۔ جواب: اس اعتراض کے تفصیلی جوابات تو ان شاء اللہ ہم اسی آیت کی تفسیر میں دیں گے یہاں اتنا سمجھ لو کہ وہ لوگ علامات عذاب دیکھ کر ایمان لائے تھے نہ کہ عذاب دیکھ کر یا وہ لوگ عذاب دیکھ کر حضرت یونس علیہ السلام کی تلاش میں نکل پڑے مگر وہ انہیں نہیں ملے کہ وہ تو پہلے ہی وہاں سے تشریف لے گئے تھے تلاش نبی میں نکل پڑنا رب کو پسند آگیا اور عذاب دفع ہو گیا یا یوں کہو کہ قانون کے پابند ہم ہیں رب تعالیٰ قانون والا ہے قدرت والا بھی وہاں قدرت کا اظہار ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے والدین کریمین کو ان کی وفات کے عرصہ کے بعد زندہ فرما کر انہیں گلہ پر دھلیا مومن اور صحابہ بظاہر رب کے ہاں ان کا ایمان ان کی صحابیت قبول ہوئے یہ ان حضرات کی خصوصیت ہے یا اپنے محبوب پر خاص کرم دیکھو (شامی) سب پیدا ہوتے ہیں ماں باپ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے صرف ماں سے وہاں قانون ہے یہاں قدرت کی جلوہ گری قانون اور قدرت پر ایمان چاہئے۔

تفسیر صوفیانہ: صبح کلوقت نزول رحمت کلوقت ہے اس لئے اس وقت نماز تہجد توبہ استغفار چاہئے کسی نے کیا خوب کہا ہے۔
 پچھلی راتیں رحمت ربدی گھر گھر کرے آوازہ سونے والو رب رب کو لو کھلا ہے دروازہ
 مگر یہ ان لوگوں کے لئے ہے جو عقل کی کشتی میں سوار نہ ہوں، عشق نبی اطاعت خدا کی کشتی میں سوار ہوں۔ عقل کے چکر میں پھنسے ہوؤں کے لئے وہی وقت نزول عذاب کا بن جاتا ہے۔ اکثر قوموں پر عذاب اسی وقت آئے انہوں نے توبہ کی مگر عقل کی روشنی میں نہ کہ نبوت کی روشنی میں۔ اس لئے توبہ بیکار ہوئی اس وقت عقل بیکار ہوتی ہے جیسے خشکی کی سواری سے دریا عبور نہیں کیا جاتا یوں ہی عقل کی سواری سے رلو موٹی طے نہیں کیا جاسکتا عقل و حواس کے ذریعہ رب کو ماننا توبہ کرنا ایمان نہیں ایمان کے ذریعے ماننا بلکہ کرنا ایمان ہے مولانا فرماتے ہیں۔

بچو آں مردی کہ مفلس روز مرگ عقل را می دید بس بے بل و برگ
 بے غرض کردند آندم اعوان کز زکوت راندہ ایم اسب از کزاف

آشنا ہیچ است اندر بحر روح
 این چنین فرمود آں شاہ رسل
 باکے کو در بصیر تہائے من
 کشتی نوحیم در دریا کہ تا
 نیست انجا چارہ جز کشتی نوح
 کہ منم کشتی و این دریائے کل!
 شد خلیفہ راستیں برجائے من!
 رونہ گردانی ز کشتی اے قلعی

دریا کا سفر اپنی عقل سے طے نہیں ہوتا بلکہ کسی کی کشتی اور کشتی بان کی مدد سے طے ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نبی کی اتباع نصیب فرما دے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ چند چیزوں میں غور کرنا انہیں سوچنا عبادت ہے اپنے گناہ سوچنا رب کے احسانات سوچنا اللہ کے پیاروں کے فضائل سوچنا کفار کے عیوب سوچنا عذاب والی بستیوں کے حالات سننا اور سوچنا ان سب غوروں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل آپ کا عیوب سے بری ہونا یہ سوچ و بچار سب سے افضل ہے۔ رب فرماتا ہے ان تقوموا للہ مشی و لراہی ثم تفکر وا ما بصاحبکم من جنتہ اے لوگو! اللہ کا واسطہ تم اکیلے اکیلے یا دو دو مل کر غور کرو کہ تمہارے اس ساتھی کو جنوں نہیں۔ یہاں جن قوموں کے عذاب کا ذکر ہے اس لئے ہے کہ لوگ ان کے عیوب میں غور کریں پھر ان سے خود بچیں۔

فَلَنَسْأَلَنَّ الَّذِينَ أُرْسِلَ إِلَيْهِمْ وَلَنَسْأَلَنَّ الْمُرْسَلِينَ ۖ فَلَنَقْضَنَّ

پس ابنتہ تحقیق پوچھیں گے ہم ان سے حمد بھیجے گئے طرف ان کی رسول اور بہتہ تحقیق پوچھیں گے ہم مرسلین سے تو بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے اور بے شک ضرور ہمیں پوچھنا ہے

عَلَيْهِمْ يَعْلَمُ وَمَا كُنَّا غَائِبِينَ ۝

پس ہم بتائیں گے ان کو علم سے اور نہیں ہیں ہم غائب۔

رسولوں سے تو ضرور ہم ان کو بتا دیں گے اپنے سے اور ہم کبھی غائب نہ تھے۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : اس سے پچھلی آیات میں کفار پر دنیاوی عذابوں کا ذکر ہوا اب ان آیات میں ان پر اخروی عذاب کا تذکرہ ہے یعنی دنیاوی بادشاہوں کے مجرم مرکر ان کی پکڑ سزا سے چھوٹ جاتے ہیں مگر انبیاء کے دشمن مرکر بھی نہیں چھوٹتے اللہ ان کی پکڑ سے بچائے دوسرا تعلق : پچھلی آیتوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا ذکر ہوا اور لوگوں کو آپ کی اتباع کا حکم دیا گیا۔ اب اتباع نہ کرنے والوں کو عذاب آخرت سے ڈرایا جا رہا ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات سے معلوم ہوا تھا کہ کفار اور سرکشوں پر دنیا میں عذاب بغیر اطلاع اور مقدمہ چلائے بھیجے گئے مگر ان پر اخروی عذاب مقدمہ چلا کر تحقیقات گواہی اور شہادت قائم کر کے دیا جائے گا دنیا کا عذاب گویا حوالات کی قید ہے جو بغیر مقدمہ ہوتی ہے اور اخروی عذاب گویا جیل کی قید ہے جو قیاس سے مقدمہ چلا کر ہوگا جو تھا تعلق : پچھلی آیت کے آخر

میں ارشاد ہوا تھا کہ گزشتہ کفار پر جب عذاب آئے تو انہوں نے اپنے جرموں قصوروں کا اقرار کر لیا اور اقرار کر کے مرے اب ارشاد ہے کہ ان کا یہ اقرار ہی کافی نہ ہو گا بلکہ ان سے آخرت میں تحقیق کی جائے گی اقرار گواہی شہادت کے بعد انہیں سزا دی جائے گی۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیت میں حکم تھا کہ اللہ رسول کے مقابل دشمنوں کو دوست نہ بناؤ اللہ رسول کے احکام کی اتباع کرو اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ جھوٹے معبود تمہارے کام نہیں آئیں گے بلکہ حضرات انبیاء کرام کی دوستی فائدہ دے گی ان کی دشمنی سخت نقصان دے گی کہ کل قیامت میں وہ تمہارے موافق یا خلاف گواہ ہوں گے۔

تفسیر: فلنسلن النین اور سل الہم اس عبارت میں ف میں چند احتمال ہیں۔ (1) کہ ف تعلیل ہے اور اس کا جملہ کا تعلق گزشتہ اتبعوا اور لا تتبعوا سے ہے یعنی قرآن کی اتباع کرو دو چیزوں کی پیروی نہ کرو کیونکہ ہم قیامت میں اس کے متعلق تنبیہ فرمائیں گے۔ (2) یہ ف ترتیب کی ہے یعنی دنیا میں تو ہم نے کفار پر مذکورہ عذاب بھیجے اس کے بعد آخرت میں ان سے یہ سوال وجواب ہوں گے۔ (3) یہ ف تعقیبہ ہے ایک پوشیدہ جملہ سے اس کا تعلق ہے۔ یعنی ہم آخرت میں انہیں اٹھائیں گے پھر ان سے مذکورہ سوال کریں گے۔ اس سوال کے متعلق چند قول ہیں ایک یہ کہ یہ سوال گزشتہ امتوں سے ہو گا ان کے نبیوں کے متعلق کہ تم کو انہوں نے تبلیغ کی یا نہیں دوسرے یہ کہ ان کفار سے ان کے اپنے اعمال کے متعلق سوال ہو گا کہ تم نے دنیا میں کیا کیا۔ (3) تیسرے یہ کہ کفار سے ان کی بد عملیوں کی وجہ پوچھی جائے گی کہ تم نے کفر و گناہ کیوں کئے تھے جسے کہتے ہیں حساب مناقشہ۔ ان صورتوں میں النین سے مراد وہ امتیں ہیں جن کی طرف رسول بھیجے گئے اور ارسل کا نائب فاعل پوشیدہ ہے یعنی الرسل۔ (4) چوتھے یہ کہ لوسل الہم سے مراد حضرات انبیاء کرام ہی ہیں یعنی ہم نبیوں سے پوچھیں گے کہ تم کو تمہاری قوم نے کیا جواب دیا تھا اور ہو سکتا ہے کہ یہاں سوال خیر مراد ہو یعنی ہم قبر میں تمام امتیوں سے ان کے ایمان کے متعلق پوچھ گچھ کریں گے اور نبیوں سے سوال ہوتا ہے کہ تم سے تمہاری قوم نے کیا برتاؤ کیا۔ بہر حال سوال کسی سے ہو اور کچھ بھی ہو رب تعالیٰ کا یہ سوال اپنے علم کے لئے نہ ہو گا وہ تو علام الغیوب ہے بلکہ حضرات انبیاء کرام کی عزت افزائی کے لئے اور ان کفار کو شرمندہ کرنے اور سخت عذاب دینے کے لئے ہو گا ولنسلن المرسلین اس عبارت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ المرسلین سے مراد ہیں حضرات انبیاء کرام اور مرسلین سے مراد ہیں اعمال لکھنے والے فرشتے اگر مرسلین سے مراد ہوں انبیاء کرام تو یا تو ان حضرات سے ان کی امتوں کے بارے میں سوال ہو گا کہ انہوں نے تمہاری اطاعت کی یا نہیں ارشاد ہو گا فا اجمتم لور یا خود ان کی اپنی تبلیغ کے متعلق سوال ہو گا کہ تم نے لوگوں کو تبلیغ کی یا نہیں کیونکہ تمہاری امتیں تمہاری تبلیغ کا انکار کر رہی ہیں۔ خیال رہے کہ امتوں کا اپنے نبیوں کی تبلیغ کا انکار اور پھر خود انبیاء سے سوال گزشتہ نبیوں کے متعلق ہے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تبلیغ کا نہ تو کفار انکار کریں گے اور نہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال ہو گا رب تعالیٰ فرماتا ہے ولا تسئل عن اصحاب الجہنم بلکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان نبیوں کے حق میں گواہی دے گی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کی گواہی پر گواہی بھی دیں گے اور ان کی صفائی بھی بیان فرمائیں گے۔ رب فرماتا ہے لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا فلنقصن علیہم بعلم اس عبارت میں ف ترتیب کی ہے جس میں بتایا گیا کہ اولاً تو ان سے سوالات ہوں گے تنبیہ کے لئے پھر ہم ان کو خود بتائیں گے کہ تم نے کیا کیا تھا یہ سوال وجواب اب قانونی کارروائی کے لئے ہو گا کہ ہمارے علم کے لئے صلی اللہ علیہ وسلم سے مراد یا تو وہ گزشتہ امتیں ہیں یا حضرات انبیاء کرام۔ پہلی

صورت میں ان کے خلاف خبریں ہوں گی دو سری صورت میں حضرات انبیاء کی تائید میں وما کنا لھا نبین یہ عبارت معطوف ہے فلنقصن پر اور اس میں اس بیان کی وجہ بتائی گئی ہے یعنی ہم دنیا میں ان امتوں سے یا ان کے نبیوں سے نہ بے خبر تھے نہ دور تھے نہ پس پردہ تھے ان کی ایک ایک حالت ایک ایک بات کی خبر رکھتے تھے لہذا ہمارا انہیں یہ سب کچھ بتانا بالکل درست ہو گا کسی کافر کو دم مارنے کسی بات کے انکار کی جرات نہ ہوگی۔

خلاصہ و تفسیر : ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ اس آیت کریمہ کی چند تفسیریں ہیں ہم اس خلاصہ میں ان میں سے ایک تفسیر عرض کرتے ہیں جو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کے ترجمہ کے مطابق ہے اور بہت قوی اور پیاری ہے ان دو آیتوں میں قیامت کی دو چیزوں کا ذکر ہے قیامت میں لوگوں کا خصوصاً کافر امتوں کا حساب اور رب تعالیٰ کا شاہانہ فیصلہ چنانچہ ارشاد ہے کہ کفار دنیاوی عذاب پا کر چھوٹ نہیں جاتے اور دنیا میں عذاب کے وقت اپنے کفر کا اقرار کر کے بری نہیں ہو جاتے بلکہ تمام وہ کفار جن کی طرف رسول بھیجے گئے اولاً ”تو ہم ان کے عقائد ان کے اعمال کے متعلق اور حضرات انبیاء کرام کی تبلیغ کے متعلق ان سے پوچھیں گے کہ تم نے دنیا میں کیا عقیدے اور کیسے اعمال اختیار کئے اور کیوں کئے اور ان کے رسولوں سے ان قوموں کے متعلق سوال فرمائیں گے کہ تمہاری قوموں نے تمہارے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔ تمہاری اطاعت کی یا مخالفت۔ پھر خیال رکھو کہ ہمارا یہ سوال فرمانا ہماری بے علمی کی وجہ سے نہیں ہو گا بلکہ ہمارا قانون یہ ہے کہ ہم مجرم کو سزا اس کی تسلی کئے بغیر نہیں دیتے پھر بعد میں ہم سب کچھ ان کے اعمال ان کے معاملات ان کے عقائد ان کو بتائیں گے کیونکہ ہم دنیا میں نہ تو ان سے غائب تھے نہ ان سے بے خبر۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ انہیں اس طرح خبر دے گا کہ کفار کی کتاب نامہ و اعمال خود بولے گی ان کے اعمال کو تفصیل وار بیان کرے گی اس گواہی پر ان لوگوں کو کسی بات کے انکار کی جرات نہ ہوگی۔ خیال رکھو کہ دنیاوی رنج و راحت بغیر بتائے بغیر سمجھائے آتے ہیں مگر قبر و حشر کے عذاب و ثواب حساب کر کے اور بتا سمجھا کر دیئے جائیں گے پھر قبر و حشر کے حسابوں میں چند طرح فرق ہے قبر میں حساب صرف ایمان کا ہے اعمال کا نہیں حشر میں حساب ایمان اعمال دونوں کا۔ قبر میں سب سے صرف تین سوال مگر حشر میں جیسا بندہ ویسا اس کا حساب ویسے اس سے سوالات جو تبلیغ نبی کے منکر ہوں گے ان کا حساب و کتب اور قسم کا جس کا ذکر اس آیت میں ہے لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیداً ہو کفار اپنے کفر اور گناہوں کا انکار کریں گے ان کا حساب و سوالات اور طرح کے الیوم نختم علی افواہہم و تکلمنا بلسانہم و تشہد ارجلہم جو اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اپنی مجبوری و معذوری کے بہانے کریں گے ان سے سوالات اور طرح کے مگر جو لوگ اپنے گناہوں کا اقرار بے چون و چرا کر لیں گے ان شاء اللہ ان کا حساب نہایت آسان۔ یہاں ایک لفظ سنسٹن میں اجمالاً ”سارے سوالات ہر قسم کے حساب کا ذکر فرمایا۔ جس کی تفصیل حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے فرمائی جیسے اقموا الصلوات ایک لفظ ہے جس میں نماز عید جمعہ، منجگانہ، پھر فرائض نوافل سب ہی شامل ہیں ان کی تفصیل صاحب قرآن نے فرمائی۔

قائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : سوال یا پوچھ گچھ ہمیشہ سائل کی بے علمی کی وجہ سے نہیں ہوتی کبھی سامنے والے کو الزام دینے کے لئے کبھی اس سے اقرار کرانے کے لئے کبھی اور حکمت سے بھی ہوتی ہے۔ یہ فائدہ سنسٹن سے حاصل ہوا کہ رب علیم و خبیر ہے مگر تحقیقات کے لئے اپنے بندوں سے یہ سوال فرمائے گا۔ دوسرا فائدہ :

حاکم محض اپنے علم پر کسی مجرم کو سزا نہ دے بلکہ تحقیقات، تفتیش کر کے گواہ شہیدی اقرار وغیرہ سے جرم ثابت کر کے سزا دے گا۔ یہ فائدہ بھی اسی فلسفہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام اپنے ہر امتی کے ہر عمل سے خبردار ہوتے ہیں اپنی زندگی میں بھی اور اپنی وفات کے بعد بھی یہ فائدہ فلسفہ المسلمین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کیونکہ اگر وہ حضرات ان لوگوں سے بے خبر ہوں تو ان کے اعمال وغیرہ کی گواہی کیسے دیں رب فرماتا ہے رسولاً شاہدا علیکم چوتھا فائدہ: جن لوگوں کو کسی نبی کی نبوت نہیں پہنچی جیسے فترت والے لوگ ان کے اعمال کا بوجھ نہ ہو گا اور ان کے متعلق کسی نبی سے دریافت نہیں کیا جائے گا جیسے ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کریمین ان کی بخشش کے لئے صرف عقیدہ توحید کافی ہو گا یہ فائدہ الفتن اور صل الہم سے حاصل ہوا۔ یہ فائدہ خوب خیال میں رہے۔ پانچواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام سے ان کے اپنے اعمال و تبلیغ کے متعلق کوئی سوال نہ ہو گا نہ ان کا حساب نہ سوال جواب ان سے سوال ان کی امتوں کے متعلق ہو گا کہ انہوں نے کیا عقائد و اعمال اختیار کئے۔ یہ فائدہ فلسفہ المسلمین کی تفسیر سے حاصل ہوا ان کی شان تو بہت بلند و بالا ہے ان کے بعض خدام کا حساب و کتاب نہ ہو گا علماء فرماتے ہیں کہ قبر میں ہمارا حساب تو ہمارے عقائد کے متعلق ہو گا کہ تمہارا رب کون تمہارا دین کیا تم ان محبوب کے متعلق کیا کہتے تھے۔ مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قبر انور میں پوچھا گیا کہ آپ کی قوم نے آپ سے کیا معاملہ کیا حساب قبر میں بھی فرق ہے۔ دیکھو شاہی یوں ہی حشر کے حساب میں بہت فرق۔ چھٹا فائدہ: نامہ اعمال لکھنے والے فرشتے بھی انسان کے اعمال وغیرہ کے گواہ ہوں گے یہ فائدہ المسلمین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ المسلمین سے مراد فرشتے ہوں۔ خیال رہے کہ یعنی گواہی میں یہ ضروری ہے کہ گواہ عادل اور اعمال دونوں کو دیکھے انہیں یقین سے جانے مگر یہ ضروری نہیں کہ عادل بھی گواہ کو دیکھے۔ یہ فرشتے ہم کو دیکھتے جانتے ہیں مگر ہم ان کو نہیں دیکھتے اور وہ ہمارے گواہ ہوں گے۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ آخر میں خود بھی بندوں کے اعمال انہیں بتائے گا کہ تم نے یہ کیا۔ یہ فائدہ فلسفہ سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: اگرچہ اللہ تعالیٰ مکان میں ہونے رہنے سے پاک ہے مگر وہ ہر وقت ہمارے ساتھ ہے ہم سے ایک آن کے لئے غائب نہیں۔ یہ فائدہ وما کنا غائبین سے حاصل ہوا۔ وہ فرماتا ہے نحن اقرب الیہ من جبل الوند اور فرماتا ہے نحن اقرب الیہ منکم ولكن لا تبصرون اور فرماتا ہے وهو معکم انما کنتم نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کلیات و جزئیات کا ہمیشہ سے عالم ہے کوئی ذرہ کوئی قطرہ اس کے علم سے باہر نہیں جو کہے کہ اللہ تعالیٰ جزئیات کا عالم نہیں یا ہر وقت عالم نہیں وہ اس آیت کا منکر ہے (تفسیر کبیر) یہ فائدہ فلسفہ علمہم بعلم سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: یہاں پہلی آیت سے معلوم ہوا کہ قیامت میں اللہ تعالیٰ رسولوں سے ان کی امتوں سے بہت قسم کی پوچھ گچھ فرمائے گا مگر دوسری آیت سے معلوم ہوا کہ وہ ہر چیز پر علیم و خبیر ہے جب اسے ہر چیز کا خود علم ہے تو پھر پوچھ گچھ کیوں۔ دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: وہاں پوچھ گچھ رب تعالیٰ کے علم کے لئے نہیں بلکہ کفار کی زبان بندی اور ان کی رسوائی و خواری کے لئے ہوگی۔ پچھلی آیت میں پوچھ گچھ کا ذکر ہے دوسری آیت میں اس شبہ کی نفی ہے کہ رب تعالیٰ علیم و خبیر نہیں۔ (تفسیر خازن) دوسرا اعتراض: رب تعالیٰ کو علم ہے کہ حضرات انبیاء کرام نے تبلیغ فرمائی پھر ان سے یہ سوال کیوں ہو گا۔ جواب: اس لئے کہ ان کی کافراستیں ان کی تبلیغ کا انکار کر دیں گی ان کا منہ بند کرنے کے لئے یہ سوال جواب اور گواہی شہدی ہوگی (خازن) تیسرا اعتراض: قرآن میں دوسری جگہ ارشاد ہے کہ کفار اسے جرم و قصور کا اقرار کر لیں گے انا کنا

ظالمین پھر اس تحقیق و تدقیق کی کیا ضرورت ہوگی۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ کفار پہلے تو اپنے جرموں کا انکار کریں گے واللہ ربنا ما کنا مشرکین پھر اس تحقیقات کے بعد مجبوراً اقرار کریں گے یہ تحقیق و تدقیق ان کے انکار کی بنا پر ہوگی اس کے بعد اقرار ہو گا لہذا آیات میں تعارض نہیں دو سرے یہ کہ یہاں وجہ جرم کا سوال ہو گا۔ یعنی اولاً "ان سے سوال ہو گا کہ تم نے کیا جرم کئے وہ اقرار کر لیں گے پھر سوال ہو گا کہ کیوں کئے تھے اسی کا نام ہے حساب منافقین یہاں دو سرے سوال کا ذکر ہے۔ چوتھا اعتراض: قرآن مجید میں دو سری جگہ ارشاد ہے ولا یسئل عن ذنوبہم المجرمون یعنی قیامت میں مجرموں سے کچھ سوال جواب پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔ مگر یہاں ارشاد ہے کہ ہوگی دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جوابات دیئے گئے ہیں مگر آسان اور قوی جواب یہ ہے کہ قیامت کے حالات، مقامات مختلف ہیں، موقف حساب میں ان سے پوچھ گچھ ہوگی اور موقف عقاب یعنی دوزخ میں ڈالتے وقت ان سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ مندرجہ پچھری میں ہوتا ہے سزاجیل میں یا پھانسی گھر میں ان دونوں جگہ جرم کی تحقیق نہیں ہوتی، ایک جواب یہ بھی دیا جاتا ہے کہ قیامت میں مجرموں کے جرموں کا پتہ ان کے چہروں وغیرہ بہت سی علامات سے چل چائے گا ہر شخص ان کی علامات دیکھ کر ہی پہچان لے گا کہ یہ کس نمبر کا مجرم ہے، پہچان کے لئے پوچھ گچھ نہ ہوگی، تحقیق کے لئے ہوگی۔ رب فرماتا ہے یعرى المجرمون بسماہم یا پخواں اعتراض: کفار کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے علم پر ہو گا یا اس تحقیقات پر، اگر تحقیقات پر ہو گا تو یہاں یہ کیوں فرمایا فلنقصن علیہم بعلم اور اگر اس کے علم پر ہو گا تو اس تحقیقات کی کیا ضرورت۔ جواب: یہ تحقیقات کفار کی زبان بند کرنے کے لئے ہوگی ان کے لاجواب ہو جانے بلکہ جرم کا اقرار کر لینے کے بعد۔ رب تعالیٰ اپنے علم سے اس تحقیق کی تائید فرمائے گا کہ جو کچھ انبیاء کرام نے فرمایا اور اے مجرمو! تم نے اقرار کیا یہ سب ہم کو پہلے ہی سے معلوم ہے اب جاؤ دوزخ میں۔ لہذا اس تحقیق اور علم الہی کی تائید پر ہو گا۔ چھٹا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ہم ان لوگوں سے پوچھ گچھ کریں گے جن کے پاس نبی بھیجے گئے تو نبی تو ہر شخص کی طرف بھیجے گئے کوئی وقت کوئی جگہ نبوت سے خالی نہیں پھر اس آیت کا مطلب کیا ہوا؟ جواب: نبوت تو سب کو پہنچی مگر بعض کو اس کی خبر نہ ہوئی اس بنا پر ان پر اعمال واجب نہ ہوئے قیامت میں ان سے اعمال کی پوچھ گچھ نہ ہوگی جیسے زمانہ فترت کے لوگ، یا نا سمجھی میں یا غشی و بیہوشی میں فوت ہو جائیں یعنی بچہ نے ہوش نہ سنبھالا کہ مر گیا ایک آدمی کبھی ہوش میں نہ آیا کہ مر گیا ان لوگوں سے نہ قیامت میں حساب ہو نہ قبر میں۔

تفسیر صوفیانہ ۵ قیامت میں حساب کفار کا بھی ہو گا اور عام مومنین کا بھی۔ مومنوں میں گنہگاروں کا بھی حساب ہو گا صالحین کا بھی عاقلین کا بھی ہو گا و امسین کا بھی مگر نوعیت حساب میں فرق ہو گا۔ کفار کا حساب انہیں رسوا کرنے کو ہو گا مومنوں کا حساب ان کی عزت برحمانے کے لئے ہو گا اس لئے مومنوں کے گناہوں کا حساب خفیہ ہو گا۔ نیکوں کا حساب علانیہ کفار کے منہ کالے مومنوں کے اجیالے ہوں گے کالین کا حساب ہو گا۔ ان کے کمالات لوگوں کو دکھانے کے لئے۔ دنیا میں ان کے کچھ درجات و کمالات بتائے گئے تھے وہاں ان کے سارے کمالات دکھائے جائیں گے دکھانے اور بتانے میں بڑا فرق ہے۔ یوں ہی حضرات انبیاء کرام فرشتوں وغیرہم کی گواہیاں کافروں کو عذاب اور رسوا کرنے کے لئے ہوں گی مومنوں کے لئے بھی ہیں۔ کفار یہاں حکمران تھے وہاں ذلیل کئے جائے گے مومنین یہاں تواضع و عجز و انکسار والے تھے وہاں ان کے منہ اجیالے ہوں گے۔ حضرت امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ مجھے حکمران فخر والے رتیب ہے کہ وہ کل نظم و قیاد اور آئینہ کل کل مٹی بنے گا۔ اب فخر کس چیز پر

کرتا ہے، تعجب ہے اس پر جو اللہ کی ہستی میں شک کرتا ہے اور نعمتیں اس کی کھاتا ہے تعجب ہے اس پر جو اگلی زندگی کا انکار کرتا ہے حالانکہ یہ زندگی دیکھتا ہے، تعجب ہے اس پر جو مٹنے والی دنیا کے لئے ہر دم کوشش کرتا ہے اور باقی رہنے والے جہاں سے غافل ہے (از روح البیان)۔

وَالْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ

اور تو نا اس دن برحق ہے پس وہ شخص کہ بھاری ہوئے وزن اس کے پس وہ لوگ کامیاب اور اس دن تول ضرور ہونے سے تو جن کے پلے بھاری ہوئے وہ ہی مراد کر رہیں اور جن کے پلے

الْمُفْلِحُونَ ۝ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا

ہیں اور وہ لوگ کہ ہلکے ہوئے وزن ان کے پس یہ وہ ہیں جنہوں نے نقصان میں ہلکے ہوئے تو وہی ہیں جنہوں نے اپنی جان گھاسے میں ڈالی انہیں یاد تیروں کا بدلہ جو

أَنفُسَهُمْ يَمَّا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْمُونَ ۝

وہ اپنی جانوں کو اپنی اس وجہ سے کہ تھے وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے۔

ہماری آیتوں پر کرتے تھے۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق : پچھلی آیتوں میں قیامت کی ایک ہولناک چیز کا ذکر ہوا یعنی حساب و کتاب گواہی شاہدی اب ان آیتوں میں اس دن کی دوسری ہولناک چیز کا ذکر ہے یعنی وزن اعمال جو تکہ حساب پہلے ہو گا وزن بعد میں۔ اس لئے پہلے حساب کا ذکر ہوا اب وزن اعمال کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں کفر و ایمان یوں ہی نیکیوں گناہوں کی تعداد کی جانچ فرمانے کا ذکر تھا اب اعمال کیفیات کی تحقیق فرمائے جانے کا ذکر ہے عین اعمال کلبہ بھاری ہونا یا اخلاص والا ہونا گویا مقدار کی تحقیقات کے بعد کیفیات کی تحقیقات کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں بندوں کے رب العالمین کی بارگاہ میں حاضری اس کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پیشی کا ذکر تھا اب بندوں کے فرشتوں سے سابقہ پڑنے کا تذکرہ ہے جو فرشتے اعمال تولنے پر مقرر ہیں۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں قوی تحقیقات کا ذکر تھا اب عملی تحقیقات کا تذکرہ ہے یعنی اعمال کی ناپ تول۔

تفسیر : والوزن یومئذ الحق اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں آسان ترکیبیں دو ہیں۔ ایک یہ کہ الوزن مصدر ہے معنی تولنہو مذا اس مصدر کا ظرف ہے یہ مبتداء ہو اور الحق اس کی خبر دوسرے یہ کہ الوزن موصوف ہے اور الحق صفت یہ دو مبتدائل کر مبتداء ہیں اور یومئذ خبر الوزن میں الف لام پوشیدہ منضاف الیہ کی عوض ہے وزن الاعمال یا وزن الصحت حق معنی درست و صحیح ہے باطل کا مقابل یا معنی غیر زائل ہے یعنی اصل ضرور واقع ہونے والا یعنی قیامت کے دن اعمال یا ظہر

اعمال کا تو لایا تو لا جانا بالکل حق ہے یا اعمال کی چھی تول قیامت کے دن ہے۔ خیال رہے کہ (1) قیامت میں کفر و ایمان کا وزن نہ ہو گا بلکہ نیک و بد اعمال کا وزن ہو گا کیونکہ کافر کے پاس ایمان نہیں اور مومن کے پاس کفر نہیں پھر وزن کس چیز سے ہو (2) وہاں وزن بات یا من سیر سے نہ ہو گا بلکہ گناہوں کا نیکوں سے ہو گا 'ترازو کا ایک پلہ نورانی ہو گا جس میں نیکیاں رکھی جائیں گی۔ دو سرا پلہ ظلمانی جس میں گناہ رکھے جائیں گے (3) جن کے پاس صرف نیکیاں ہیں گناہ کوئی نہیں ان کا وزن نہ ہو گا جیسے حضرت ابو بکر صدیق یا دو سرے خاص صحابہ اور خاص اولیاء اللہ یونہی جن کے پاس صرف گناہ ہیں نیکیاں کوئی نہیں ان کا وزن بھی نہ ہو گا جیسے ابو جہل وغیرہ بڑے بھاری مجرم کفار کیونکہ ان کے پاس دو سرے پلہ میں رکھنے کے لئے کوئی چیز نہیں (4) جس کی نیکیوں کو وہ ترازو تول نہ سکے ان کا وزن ناممکن ہو گا جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کہ ان کے ایک سجدہ کا وزن وہ ترازو نہیں کر سکتی جیسے دنیا کا بڑے سے بڑا کنڈا سمندر کا پانی نہیں تول سکتا (5) وہاں اعمال میں وزن قوت اخلاص سے ہو گا جتنا اخلاص زیادہ اتنا ہی وزن زیادہ یوں ہی مشقت و محنت نیکی کا وزن بڑھائے گی اندھیری رات میں مسجد میں پہنچ کر نماز یا جماعت کا وزن اس نماز سے زیادہ ہو گا جو راحت کے ساتھ پڑھی جائے جہاں بلکہ شہادت کا حل بھی یہ ہے کہ ان میں جتنی مشقت زیادہ وزن زیادہ یوں ہی اللہ والوں کی نگاہ کرم نیکی کا وزن بڑھا دیتی ہے ان کی نگاہ قہر گناہ کا وزن بڑھا دیتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ میرے صحابی کا چار سیری جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے کیونکہ وہ بارگاہ رسالت میں منظور شدہ (6) وہاں بھاری پلہ اونچا ہو گا اور ہلکا پلہ نیچا کیونکہ وہاں وزن نورانیت کا ہے اور نور لو پر جاتا ہے نیچے نہیں گرتا اس کی اور تحقیق یہاں ہی تفسیر روح المعانی وغیرہ میں ملاحظہ کرو **فمن قللت موازينه** عبارت پہلے جملہ کی تفصیل ہے **لئذ ان** تفسیل ہے **من** سے مراد مکلف بندے ہیں کیونکہ انہیں کے اعمال کا وزن ہے۔ فرشتے 'جانور' انسانوں کے چھوٹے بچے دیوانے جو کبھی مکلف ہی نہیں ہوئے ان کا وزن بھی نیچا۔ **ثقل** سے مراد بوجھ ہے کسی کی ایک نیکی ہزاروں گناہوں سے زیادہ ہو جائے گی۔ **موازن** یا تو جمع ہے موازن کی جیسے موعود کی جمع موعید 'مکتوب کی جمع مکاتیب' معمود کی جمع معاہد 'تب تو مطلب ظاہر ہے کہ اس سے مراد ہیں تولی ہوئی نیکیاں اور یا جمع ہے میزان کی۔ معنی ترازو اس صورت میں موازن سے پہلے کفہ پوشیدہ ہے معنی پلہ اور پلہ سے مراد ہے نیکیوں کا پلہ چونکہ ہر شخص کی ترازو الگ ہوگی یا ہر شخص کی مختلف نیکیاں مختلف وزنوں سے تولی جائیں گی ان وجوہ سے موازنہ جمع فرمایا یعنی جس شخص کے نیک اعمال بھاری ہوں گے یا جس کی نیکیوں کے پلے بھاری رہیں گے خیال رہے کہ جیسے جسمانیات میں پانی 'مٹی' سیکری 'پارہ' ان کی آمیزش چیز کو وزنی کر دیتی ہے مگر پارہ بہت زیادہ وزن کرتا ہے کہ خود بہت بھاری ہے یوں ہی روحانیات میں اخلاص خشوع خضوع 'عشق رسول' نیکیوں کو وزنی کرتے ہیں ان سب میں زیادہ وزنی عشق رسول ہے جو نیکی عشق سے کی جائے وہ وزنی ہے 'فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم کہ میرا صحابی چار سیر جو خیرات کرے اور دو سرا شخص پہاڑ بھر سونا خیرات کرے تو صحابی کے جو کارجر بڑا ہے کیوں اس لئے کہ جو عشق رسول صحابی کو نصیب ہے وہ دو سروں کو نصیب نہیں فالنک **هم المفلحون** یہ عبارت **من قللت** کی جزاء ہے **اولنک** میں اشارہ **من** کی طرف ہے چونکہ **من** اگرچہ لفظاً 'واحد تھا مگر معنی "جمع اس لئے **اولنک** بھی جمع لایا گیا اور **هم** بھی **مفلحون** بھی۔ **مفلحون** بنا ہے فلاح سے معنی کامیابی اس فلاح کے اقسام ہم پارہ **الم** 'اولنک **هم المفلحون** میں بیان کر چکے ہیں یہاں فلاح سے مراد ہے دوزخ میں بغیر گئے ہوئے جنت میں پہنچ جانا یہ ان مومنوں کے لئے ہو گا جن کی نیکیاں گناہوں پر غالب ہوں **ومن خفت موازينه** تصور کا وہ سراخ ہے اس میں گفتگو ہے کہ یہاں **من** سے

کون لوگ مراد ہیں۔ بعض نے فرمایا کہ اس سے وہ کفار مراد ہیں جن کے پاس نیکیاں بھی ہوں جیسے صدقات خیرات لوگوں کی خدمت میں باپ کی اطاعت اولیاء اللہ یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اور گناہ بھی ہوں۔ جیسے رشوت، جھوٹ، سود خواری وغیرہ ان اعمال کا مقابلہ میں وزن ہو گا مگر نیکیوں کا وزن ہلکا ہو گا کیونکہ ان کے پاس ایمان و اخلاص نہ تھا، بعض کے نزدیک اس سے وہ مسلمان مراد ہیں جن کے گناہ نیکیوں سے زیادہ تھے اور روزنی تھے نیکیاں کم اور ہلکی تھیں یہاں بھی موقوفین کے وہی دو معنی ہیں جو ابھی عرض کئے گئے کہ اس سے نیک اعمال یا نیک اعمال کا پلہ مراد ہے فاو لئک اللعین خسروا انفسہم اگر من حفت سے مراد کفار تھے تو خسران سے مراد ہے ہمیشہ کے لئے دوزخی ہونا کہ پورا نقصان یہی ہے جس میں اصل پونجی بھی ہاتھ سے جائے اور اگر وہاں من سے مراد گنہگار مسلمان ہیں تو خسران سے مراد ہے اول سے جنت میں داخل نہ ہونا سزا کا مستحق ہونا۔ ہما کانو ہا یبتنا یظلمون یہ عبارت متعلق ہے خسروا سے۔ اگر من سے مراد کفار ہیں تو آیات سے مراد قرآنی آیتیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین عالیہ یا خود حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات۔ ظلم سے مراد ہے ان کا کفر و انکار کرنا۔ رب فرماتا ہے ان الشوک لظلم عظیم اور اگر من سے مراد گنہگار مسلمان ہیں تو آیات سے مراد ہے احکام اسلامیہ کے فرمان خواہ قرآن مجید میں ہوں یا حدیث شریف میں اور ظلم سے مراد ہے ان پر عمل نہ کرنا چونکہ من لفظاً مفرد تھا معنی ”جمع۔ اس لئے اولئک اللعین خسروا وغیرہ تمام ضمیریں جمع لائی گئیں لہذا مضمون واضح ہے۔ خیال رہے کہ جسمانیات میں ہر رشتہ دار کا حق ہے جس کلمارنا ظلم ہے حتیٰ کہ جو جانور پالا اس کا بھی اگر اسے کھانا پانی نہ دیا تو ظلم ہوا۔ ایک عورت ملی کی وجہ سے دوزخ میں گئی۔ یوں ہی قرآن مجید اسلام بلکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بھی ہم پر حقوق ہیں بلکہ بعد خدا سب سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حق ہے کہ میں باپ سے جان ملی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ایمان ملا مرنے پر سب رشتے ٹوٹ جاتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ غلامی قائم رہتا ہے۔ میں بیمار بچے کے لئے چار راتیں جاگ کر گھبرا جاتی ہے اس کے مرنے کی دعا کرتی ہے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم گنہگاروں کے لئے برسوں رات بھر جاگے غاروں میں گریہ زاری فرمائی سب سے بڑا ان کا حق ہے سب سے زیادہ ان سے محبت کرنا سب سے بڑھ کر ان کی اطاعت کرنا ان کا حق ہے اگر ان کے حق ادا نہ کئے تو اپنے پر ظلم کیا وہ آیات الہیہ میں سے ہیں سر سے دم تک ہر عضو اللہ کی آیت ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہوا کہ چونکہ ان لوگوں نے رسول اللہ کے حق مارے اس لئے خسارہ میں رہے ان کے اعمال ہلکے رہے۔

خلاصہ و تفسیر : قیامت میں صرف حساب سے کام نہ چلے گا بلکہ حساب کے بعد نیک و بد اعمال کا یا ثمدہ اعمال کا میزان قیامت میں تولا جانا برحق ہے حساب تو اعمال کی مقدار ظاہر کرنے کے لئے ہو گا اور وزن اعمال کی کیفیت ظاہر فرمانے کے لئے۔ جن خوش نصیب شخصوں کے نیک اعمال یا نیک اعمال کا پلہ بھاری ہو تو وہ پورے پورے کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیوں کا پلہ ہلکا رہا تو سمجھ لو کہ یہ وہ لوگ ہوں گے جنہوں نے دنیا میں اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اس لئے کہ انہوں نے ہماری آیات قرآنیہ احکام شرعیہ پر زیادتی کی کہ وہ آیات ماننے عمل کرنے کے لئے اتاری گئی تھیں انہوں نے ان کا انکار کیا ان پر عمل نہ کیا خیال رہے کہ وزن اعمال کے متعلق مسلمانوں میں تین گروہ ہیں ایک گروہ کہتا ہے کہ خود اعمال ہی وہاں تو لے جائیں گے کہ دنیا کے اعراض وہاں جواہر ہوں گے نیک و بد اعمال کی اچھی بری شکلیں ہوں گی خود وہی تو لے جائیں گے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ نیک و بد اعمال کے دفتر تو لے جائیں گے بعض نے خریدا کہ نیک و بد انسان ہی تو لے جائیں گے مگر سلا قول قوی ہے۔ ان

کے دلائل تفسیر کبیر اور تفسیر روح البیان میں اسی جگہ دیکھو۔ یاد رکھو کہ اصلی کامیابی مل و دولت 'اسباب' سلمان اور دنیاوی سلطنت حکومت سے نہیں۔ اصلی کامیابی اللہ رسول کو راضی کر لینا ہے۔ دیکھو قارون کے پاس مل 'نمرود کے پاس حکومت بہت تھی مگر وہ کامیاب نہ ہوئے۔ ہر انسان تاجر ہے زندگی کی گھڑیاں اپنی پونجی ہیں اعمال کمائی ہے تاجر سودا کرتا ہے قیمت لیتا ہے۔ مومن زندگی کی گھڑیاں خرچ کرتا ہے اعمال کماتا ہے نفع میں ہے مگر جو زندگی گزار دے اعمال نہ کمائے وہ گھائے میں ہے جو زندگی گزارے گناہ کمائے اس نے اپنے کو تباہ کر لیا ملاحظہ کرو اور خسرو النفسہم کی بتاریبی ہے 'روح باز ہے جسم اس کا سایہ ہے انسان شکاری ہے 'زندگی کے دن ترکش کے تیر ہیں۔ اگر صرف جسم کو پالنے میں یہ دن رات خرچ کر دیے تو اس نے قیمتی تیر برباد کر دیے اگر روحانیت کمائی تو شکار کامیاب رہا یہ آیت کریمہ آنکھ کھولنے کے لئے کافی ہے۔

میزان اعمال : اعمال کی تول اس کی ترازو جس کے دو پلے ہیں ایک ڈنڈی اور ڈنڈی کے درمیان ترازو کی لمبائی بالکل حق ہے اس کا انکار کرنا اور اس جیسی آیات میں تلویلیں کرنا گمراہی ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے بارگاہ الہی میں عرض کیا مولیٰ مجھے وہ ترازو دکھاؤ۔ رب نے آپ کی نگاہ سے حجاب اٹھا دیے میزان ملاحظہ فرمائی تو اس کی پلوں کی فراخی دیکھ کر آپ کو غشی آگئی۔ عرض کیا الہی اتنے بڑے پلے کون بھر سکے گا، کس کے پاس اتنی نیکیاں ہوں گی جن سے یہ وسیع پلے بھرے جائیں۔ فرمایا اے داؤد جس پر ہمارا کرم ہو گا اس کے ایک کجھور کی قاش سے ہم یہ پلہ بھر دیں گے یعنی معمولی صدقہ پلہ بھر دے گا (روح المعانی) وزن اعمال کے متعلق کچھ احادیث ملاحظہ کرو۔

حدیث نمبر 1 : احمد، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم، بیہقی نے بروایت سیدنا عبد اللہ ابن عمرو روایت فرمایا کہ گنہگار کے سامنے اس کے گناہوں کے ننھوے دفتر پھیلائے جائیں گے، تاحہ نظر پھیلے ہوں گے۔ رب فرمائے گا کہ اے بندے کیا تجھے اپنے ان گناہوں کا انکار ہے عرض کرے گا بالکل نہیں یہ سب میرے گناہ ہیں تیرے فرشتوں نے بالکل حق لکھا ہے ارشاد باری ہو گا کہ تیری ایک نیکی بھی ہمارے پاس ہے ایک پرچہ لایا جائے گا جس پر کلمہ طیبہ تحریر ہو گا یہ پرچہ نیکیوں کے پلے میں رکھا جائے گا تو یہ پلہ کلمہ و لا بھاری ہو جائے گا اور گناہوں کا پلہ ہلکا بندہ بخشا جائے گا فرمایا جائے گا کہ وہ ہیں تیرے کام یہ ہے میرا نام میرا نام بھاری تیرے اعمال ہلکے خیال رہے کہ یہ وزن اعمال کا ایمان سے نہ ہو گا بلکہ وہ جو اخلاص سے کلمہ طیبہ پڑھا کرتا تھا یا مرتے وقت کلمہ پڑھا تھا وہ عمل یعنی کلمہ پڑھنا وزن کیا گیا۔ پڑھنا عمل ہے اسی لئے اسے نیک اعمال کے پلہ میں رکھا گیا۔ (خازن کبیر، معانی)

حدیث نمبر 2 : ابن ابی الدنیا اور امام نمیری نے سیدنا عبد اللہ ابن عمرو سے کتاب الاعلام میں روایت کی حضرت آدم علیہ السلام سبز جوڑا اپنے ایک مقام پر کھڑے ہوں گے کہ آپ ایک شخص کو جو امت محمد مصطفیٰ میں سے ہو گا دیکھیں گے کہ اسے فرشتے دوزخ کی طرف لئے جا رہے ہیں آپ پکاریں گے کہ یا احمد یا احمد حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے لبیک یا ابا البشر آدم علیہ السلام فرمائیں گے تمہارا ایک امتی دوزخ میں لے جایا جا رہا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اپنا تہ بند سمیٹ کر ان کے پیچھے دوڑیں گے۔ اے فرشتوں نہو میرے امتی کو روکو پھر بارگاہ الہی میں عرض کریں گے تو نے مجھ سے میری امت کے متعلق وعدہ فرمایا ہے۔ رب تعالیٰ ان فرشتوں سے فرمائے گا کہ میرے محبوب کا حکم مانو جو وہ کہیں وہ کرو۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اسے پھر میزان پر لائیں گے اور اب اس کی نیکیوں کے پلے میں ایک پرچہ اپنے پاس سے نکال کر رکھ دیں گے

جس میں باریک حروف میں کچھ لکھا ہو گا اس پرچے سے اس کی نیکیاں گناہوں پر بھاری ہو جائیں گی، آواز آئے گی سعد یہ سعد یہ، یہ بندہ کامیاب ہو گیا کامیاب ہو گیا۔ اب اسے رحمت کے فرشتے جنت کی طرف لے چلیں گے یہ کہے گا فرشتہ ٹھہرو مجھے اس محسن اعظم سے، کچھ عرض معروض کر لینے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کرے گا آپ کون ہیں جنہوں نے مجھ پکڑے ہوئے کو چھوڑا یا۔ مجھے ڈوبتے کو ترایا تمہارا سوا میرے کوئی کام نہ آیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے انا نبیک محمد میں تیرا نبی محمد مصطفیٰ ہوں (صلی اللہ علیہ وسلم) تو مجھ پر درود شریف بہت پڑھتا تھا وہ تیرے درود میرے پاس محفوظ تھے تیری مصیبت میں آج ان کے ذریعہ تیری بگڑی بنائی گئی۔ (تفسیر روح المعانی) خیال رہے کہ درود شریف کا پرچہ وزن نہ کیا بلکہ بعد میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ شریف سے رکھوایا گیا تاکہ اس دست پاک کی برکت سے اس پرچہ کا وزن اتنا بڑھ جائے کہ سارے گناہوں کو ہلکا کر دے یہ وزن اس ہاتھ شریف کی برکت کا ہو گا۔

دل عبث خوف سے پتہ سا اڑا جاتا ہے پلہ ہلکا سی بھاری ہے بھروسہ تیرا

حدیث نمبر 3: ابن عبد البر نے بروایت ابراہیم نخعی روایت کی۔ ایک مسلمان کے نیک اعمال میزان میں ہلکے ہو جائیں گے تو کوئی چیز ہلکی بارش کی طرح اس نیکیوں کے پلہ پر برے گی۔ جس سے یہ پلہ وزنی ہو جائے گا پھر اس سے کہا جائے گا کہ تو جانتا ہے یہ کیا چیز برسی جس نے تیری نیکیاں بھاری کر دیں۔ عرض کرے گا نہیں ارشاد ہو گا کہ تو نے دنیا میں لوگوں میں علم دین پھیلا یا پڑھایا۔ علم لکھا یہ تیری وہ خدمات تھیں جو آج تیری ربائی کا ذریعہ بنیں (تفسیر روح المعانی) ان تمام احادیث سے میزان اور وزن اعمال برحق ہونے کا مکمل ثبوت ملتا ہے۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے: پہلا فائدہ: قیامت کے دن عقائد کا بھی حساب ہو گا اور نیکو بد اعمال کا بھی، مگر وزن صرف نیکو بد اعمال کا ہو گا عقائد کا نہیں جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ قبر میں حساب صرف ایمان کا ہو گا اعمال کا نہیں۔ یہ فائدہ الوزن ہو منذ کے الف لام سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: صرف ملکوت لوگوں کے اعمال کا حساب دو وزن ہو گا یعنی عاقل بالغ لوگوں کا نابالغ بچے دیوانہ لوگوں کا حساب نہیں کہ انہیں ان اعمال پر سزا نہیں۔ تیسرا فائدہ: کفار کے نیک و بد اعمال کا بھی حساب اور وزن ہو گا ان کی نیکیوں پر قدرے عذاب ہلکا ہو جائے گا۔ جنت میں داخلہ نہ ہو گا یہ فائدہ بھی الوزن کے مطلق فرمانے اور ومن خلت موازینہ کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: جن لوگوں کے پاس صرف نیکیاں ہوں گناہ کوئی نہ ہو ان کا وزن اعمال نہ ہو گا جیسے حضرت ابو بکر صدیق وغیرہم صحابہ کرام اور خاص اولیاء عظام ہوں ہی جن کفار کے پاس صرف گناہ تو ہیں مگر نیکی کوئی نہیں ان کا وزن اعمال بھی نہیں ہو گا کیونکہ وہاں وزن بائوں سے نہیں بلکہ اعمال کا اعمال سے۔ دونوں پلوں کے لئے نیکو بد اعمال دونوں درکار ہیں۔ پانچواں فائدہ: دلی محبت و عشق کا وزن نہیں ہو گا کہ وہ عمل نہیں بلکہ ان کی تحریر نامہ اعمال میں نہیں ہوتی۔

میان عاشق و معشوق رمزے است کہ "کاتیں راہم خبر نیست
چھٹا فائدہ: نیک اعمال میں وزن اخلاص و ایمان سے ہو گا۔ ریاکار کے بہت اعمال ہلکے ہوں گے، قلم کا ایک نیک عمل بھاری ہو گا۔ یہ فائدہ فمن ثقلت موازینہ سے اشارہ حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض : قیامت میں حساب کے بعد وزن اعمال کیوں ہو گا کیا حساب کافی نہیں۔ جواب : اعمال کا حساب تو ان کی تعدد و ظاہر کرنے کے لئے ہو گا اور اعمال کا وزن ان کی کیفیت بتانے کے لئے ہو گا حساب میں یہ بتایا جائے گا اعمال کتنے ہیں وزن سے یہ ظاہر کیا جائے گا کہ اعمال کیسے ہیں۔ جیسے کراچی سے بذریعہ ہوائی جہاز جدہ جاؤ تو کراچی میں اسباب تو لاجاتا ہے کرایہ کے لئے کہ اگر چالیس پونڈ سے زیادہ ہو تو کرایہ وصول کیا جائے اور جدہ میں اسباب دیکھا جاتا ہے کہ کیسا ہے 'نشہ' اور یا تجارتی کشم کے لائق ہے یا نہیں غرضیکہ وزن کراچی میں دیکھا گیا اور نوعیت جدہ میں۔ دوسرا اعتراض : تم نے کہا کہ کفار کے اعمال کا بھی حساب ہو گا مگر دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے فلا نقیم لهم يوم القيامة وزنا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ کفار کے اعمال کا وزن نہیں ہو گا جواب : اس کے معنی یہ بھی کئے گئے ہیں کہ ان کفار کے نیک اعمال میں زیادہ وزن نہ ہو گلوہ ملے ہوں گے یا یہ کہ وہ ان کفار کا ذکر ہے جن کی نیکیاں ضبط ہو چکیں کیونکہ اس سے پہلے یہ ہے۔ تیسرا اعتراض : تم نے کہا کہ بعض نیک لوگوں کا وزن و حساب نہ ہو گا مگر یہاں کسی کی قید نہیں مطلقاً "فرمایا گیا لو وزن يومئذ الحق تم نے یہ فرق کہاں سے کیا۔ جواب : دوسری جگہ قرآن مجید میں ہے يدخلون الجنة برزقون فيها بغير حساب حدیث کی بنا پر یہ قیدیں لگائی گئیں۔ چوتھا اعتراض : اگر کافر مومن دونوں کے نیک و بد اعمال کا وزن ہے تو چاہئے کہ جس کافر کی نیکیاں بھاری ہو جائیں وہ جنت میں پہنچ جائے کہ فرمایا گیا فانك هم المفلحون اور جس مسلمان کے گناہ بھاری ہو جائیں تو وہ دائمی دوزخی ہو جائے کہ ان کے لئے ارشاد ہے خسروا انفسهم حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔ جواب : کافر کی نیکیاں اس کے گناہوں سے بھاری نہیں ہو سکتیں کیونکہ وہ نیکیاں ایمان سے خالی ہیں لہذا ہلکی ہیں اور بدیاں کفر کے ساتھ ہیں لہذا بھاری ہیں اگر بالفرض اس کی نیکیاں بھاری ہو بھی جائیں تو اس کی فلاح یہی ہے کہ اس کی سزا ہلکی ہو جائے۔ دوزخ کے نیچے طبقے سے نکال کر لو نیچے طبقے میں پہنچا دیا جائے ہر شخص کی فلاح جداگانہ ہے یوں ہی مومن کا خسارہ یہ ہے کہ اسے کچھ دن دوزخ میں رہنا پڑ جائے یا اس کا جنت میں درجہ لوٹی کر دیا جائے ہر شخص کا خسارہ جداگانہ ہے۔ پانچواں اعتراض : یہاں وزن سے مراد یہ مروجہ تولنا نہیں ہے بلکہ سے مراد ہے عدل و انصاف اور تعالیٰ کا فیصلہ کیونکہ انسان کے اعمال جو ہر نہیں بلکہ عرض ہیں جو کرتے ہی فنا ہو جاتے ہیں اور معدوم و فنا شدہ چیز کا وزن ناممکن ہے اعمال میں بوجھ ہونا عقل کے خلاف ہے۔ (معتزلہ) جواب : قرآنی آیات میں بلا شرعی ضرورت تولیےں تحریفیں کرنا ہرگز درست نہیں ورنہ پھر آیات قرآنیہ معتبر نہ رہیں گی۔ لوگ صلوٰۃ صوم زکوٰۃ میں ایسی وابہیات تولیےں شروع کر دیں گے قیامت کی ترازو کو اپنے دنیا کے ترازو پر قیاس نہ کرو۔ کس وہاں ہماری صفات کی شکلیں بھی ہوں گی ان میں وزن بھی۔ دنیا میں علم دولت قحط ارزانی خواب میں مختلف شکلوں میں نظر آ جاتے ہیں بادشاہ مصر نے قحط اور ارنی کے برسوں کو سات گاہوں سات بابیوں کی شکل میں دیکھا۔ آج سائنسی آلات بخار کا تھرمیٹر ٹاپ لیتے ہیں کہ بخار 100 ڈگری ہے یا ایک سو پانچ۔ بجلی کا پاور میٹر کے ذریعہ ٹاپ لیا جاتا ہے کہ کتنے یونٹ خرچ ہوا ہو میو پیٹھک والے دوا کی طاقت بیماری کی قوت ٹاپ لیتے ہیں در بیماری سے زیادہ طاقتور استعمال کراتے ہیں۔ ہوا کی رفتار ٹاپ لی جاتی ہے کہ اتنے میل فی گھنٹہ کی رفتار سے طوفان آیا اگر وہاں یہ چیزیں وزن میں آجائیں تو کیوں انکار ہے وزن کے متعلق آیات اور احادیث بہت ہیں۔ چھٹا اعتراض : تم نے جو وزن کے متعلق حدیث پیش کی کہ ایک شخص نیکیاں ہلکی ہو جانے کی وجہ سے دوزخ میں لے جایا جا رہا ہو گا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے لیے میں درود شریف یا اس کی عملی خدمات رکھ کر اس کا وزن برصا دیں گے تو رب

تعالیٰ نے اس کی یہ نیکیاں پہلے ہی اس کے نیکیوں والے پلہ میں کیوں نہیں رکھ دیں کیا وہاں اعمال میں کتر بونت بھی کی جائے گی۔ جواب: ہم نے اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کر دیا کہ فشاء الہی یہ ہو گا کہ اس کی اس نیکی کا وزن برہ جائے روٹی میں پانی لگ جائے تو بھاری ہو جاتی ہے ہم گنہگاروں کے ہلکے اعمال میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظریادست کرم لگ جائے تو بھاری ہو جاتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ لگوانا اس گنہگار کی قسمت جگانے، مشکل حل کرنے کے لئے ہو گا اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان دکھائی جائے گی کہ پکڑے ہوؤں کو چھڑا لیتے ہیں بگڑے ہوئے کو تداویتے ہیں ڈوبتے ہوؤں کو تراویتے ہیں دوزخ میں جاتے ہوؤں کی لائن بدل کر جنت کی لائن پر لگا دیتے ہیں اللھم صل وسلم وبارک علیہ سالتواں اعتراض: یہاں دو گروہوں کا ذکر ہوا ایک وہ جن کی نیکیاں زیادہ دو سرے وہ جن کے گناہ زیادہ تیسری جماعت کا ذکر نہیں ہوا جن کی نیکیاں گناہ برابر ہوں وہ کہاں جائیں گے۔ جواب: ان کا ذکر اس سورت میں ہے وعلی الاعراف رجال آیت میں آ رہا ہے کہ وہ لوگ قانونی طور پر تو اولاً اعراف میں رکھے جائیں گے پھر کچھ عرصہ کے بعد جنت میں بھیجے جائیں گے اور اگر کرم خسروانہ ہو جائے یا کسی اللہ والے کی شفاعت کا سہارا مل جائے تو اس کرم بندہ نوازی اور شفاعت کی برکت سے اس کی نیکیوں کا پلہ بھاری کر دیا جائے گا کسی کو کوئی بندہ اپنی ایک نیکی دے دے گا جس سے ان کا وزن برہ جائے گا۔ ان شاء اللہ اس کی بحث وہاں ہی کی جائے گی۔ اٹھواں اعتراض: یہاں مفلحون سے مراد ہیں متقی مومنین اور خسرو النفسہم سے مراد ہیں کفار تو بتاؤ کہ گنہگار مسلمانوں کا ذکر کیوں نہیں کیا گیا۔ جواب: ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ خسرو النفسہم میں گنہگار مسلمان اور کفار دونوں داخل ہیں گنہگار مومنین ہلکے خسارہ میں رہتے ہیں۔ کفار بھاری خسارہ میں۔ مگر تفسیر کبیر نے یہاں فرمایا کہ گنہگاروں کا ذکر یہاں نہیں فرمایا گیا بلکہ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر کفار کی سزا کا ذکر ہوتا ہے گنہگار مسلمانوں کی اخروی سزا کا ذکر نہیں ہوتا ان کی پردہ پوشی دنیا میں بھی ہے کہ ان سزاؤں کا ذکر نہیں اور آخرت میں بھی ہوگی۔ دیکھو بے نماز بے روزوں کی سزا کا ذکر قرآن مجید میں نہیں ہے۔

تفسیر صوفیانہ : قیامت میں ایک ایک آدمی کے لئے الگ الگ میزائیں (ترازوں) قائم کی جائیں گی اس کے بدن کے وزن کے لئے ایک ترازو جس سے اس کے بدنی اوصاف تولے جائیں گے اس کی روح کے وزن کے لئے دو سری ترازو جس سے اس کے دل کے حالات تولے جائیں گے اس کے سر کی لور ترازو جس سے اس کے احوال کا وزن ہو گا اس کے خفی کی دو سری ترازو جس سے اس کے اخلاق تولے جائیں گے۔ خیال رہے کہ خفی ایک رہنمی لطیفہ ہے جس سے آدمی اخلاق رہنمی کے فیض کے لائق ہو جاتا ہے بعض چیزیں نیکیوں کا وزن برمعاتی ہیں بعض چیزیں گناہوں کا بوجھ برمعاتی ہیں۔ ریا کے لئے نماز جنت کے لئے نماز دوزخ سے بچنے کے لئے نماز اللہ کی رضا کے لئے نماز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے لئے نماز ان کے حساب کے وزن یکساں نہیں۔ یونہی سستی سے ترک نماز گناہ لا پرواہی سے گناہ اسے ہلکا سمجھ کر گناہ کرنا ان سب گناہوں کے وزن برابر نہیں جن چیزوں کا حساب ہے انہیں کا وزن ہے چنانچہ صابرین کے صبر کا وزن نہ ہو گا اس لئے روزہ کا وزن نہیں کہ وہ بھی صبر کی ایک قسم ہے انہیں رب پ بھر بھریوں ہی جزا دے گا فرماتا ہے انما یولی الصابرین اجرہم بغير حساب توحید حکمی کا وزن ہو گا توحید حقیقی عشق و محبت والی توحید کا وزن کوئی نہیں حضرت شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ اعضاء ظاہری کے اعمال کا وزن ہو گا یہ سات ہیں کلن، آنکھ، ہاتھ پاؤں، پیٹ، فرج، شرمگاہ اس لئے ان کو جائز ہے کہ ان سے ان سات اعضاء کی بڑی حفاظت کرے

اس لئے یہاں مولوی جمع ارشاد ہوا آیات کا خلاصہ یہ ہے کہ جس شخص کے یہ سارے اوزان بھاری رہے وہ پورا پورا کامیاب رہا جس کے یہ سارے اوزان ہلکے رہیں گے وہ پورا نقصان میں ہو گا رہے تیسری قسم کے لوگ جن کے بعض وزن تو بھاری رہیں بعض ہلکے ان کا یہاں ذکر نہیں فرمایا گیا ان کا معاملہ رب کے کرم کے سپرد ہے، فضل کرے تو چھٹیاں، عدل کرے تو مٹھیاں

عدل کرے تے تھر تھر کنبن اچیاں شانل والے فضل کرے تے بخشتے جاون میں ورگے منہ کالے اس لئے بڑے سے بڑے متقی بھی خوف کرتے دیکھے گئے ہیں کہ نہ معصوم کون سا وزن ہلکا ہو جائے اور ہم پکڑے جائیں۔ (از روح البیان۔)

وَلَقَدْ مَكَنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيهَا مَعَايِشَ قَلِيلًا مَّا

اور ابنتہ تحقیق جگہ دی ہم نے تم کو زمین میں اور بنا میں ہم نے تمہارے لئے اس میں معیشتیں بہت اور بے شک ہم نے ضرور تمہیں زمین میں حجاز دیا اور تمہارے لئے اس میں زندگی

تَشْكُرُونَ ﴿١٠﴾

کم تم شکریہ ادا کرتے ہو۔

کے اسباب بنائے بہت ہی کم شکریہ کرتے ہو۔

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق: پچھلی آیات میں بندوں کو گزشتہ قوموں کے عذاب اور آئندہ حساب کا ذکر فرما کر ڈرا کر اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا گیا تھا اب رب تعالیٰ نے اپنی موجودہ نعمتیں ہم کو بتا کر اپنی اطاعت کی رغبت دی، گویا پچھلی آیات میں ترہیب تھی (ڈرانا) اور اس آیت میں ترغیب ہے (رغبت دینا) تفسیر کبیر۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں قیامت کے حساب وہاں کے وزن کا ذکر فرمایا گیا تھا اب ارشاد ہے کہ ابھی موقعہ ہے تمہارے ہاتھ پاؤں قابو میں ہیں سلان اطاعت جمع ہیں نیکیاں کر کے اپنے وزن بڑھاؤ پھر پچھتائے کچھ نہ بنے گا گویا پہلے وزن اعمال کا ذکر تھا اب نیک اعمال کے وزن بڑھانے کی تدبیروں کی تعلیم ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں قیامت کے وزن کا ذکر تھا اب ہم کو دنیا کے وزن خود کرنے کا حکم ہے یعنی ہماری نعمتوں کو سوچو پھر اپنی اطاعتوں پر غور کر کے خود ہی موازنہ کر لو کہ کیا تم نے ان نعمتوں کا شکریہ لو کر لیا ہے یہاں اپنا حساب اپنا وزن خود کرتے رہو تاکہ کل قیامت میں حساب اور وزن آسان ہو۔

تفسیر : وَلَقَدْ مَكَنَّاكُمْ فِي الْأَرْضِ جو ننگہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اس لئے اس کی واؤ ابتدا یہ ہے اور چونکہ اس کا مضمون بہت اہم ہے اور اس پر توجہ کرنے والے بہت کم اس لئے اسے لام اور قد کی تاکیدوں سے شروع فرمایا گیا۔ مکننا ہے تمکین سے جس کی اصل یا مکان ہے معنی جگہ یا کمنا ہے معنی قدرت و ملکیت لہذا مکننا کے دو معنی ہوئے، ہم نے تم کو جگہ دی، قرار دیا، سکونت دی یا ہم نے تم کو قدرت دی، ملکیت دی۔ کم میں خطاب یا تو اہل مکہ سے ہے تو الارض سے مراد زمین حرم شریف ہے جہاں وہ امن و امان سے رہتے تھے اور جہاں گھر بیٹھے ان کو روزی پہنچ جاتی تھی حجاج کے ذریعہ۔ یا الارض سے مراد

یمن و شام کی زمین ہے جہاں وہ سردیوں گرمیوں میں سفر کو جاتے تھے وہاں ان کا بڑا ادب و احترام ہوتا تھا کہ یہ لوگ اہل حرمین تھے۔ وہاں سے نذرانے اور تجارت کے ذریعہ خوب سامان لاتے تھے مگر وہ لوگ اس عزت کو سنبھال نہ سکے اللہ کی نافرمانی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت میں رہے اس کا انجام دنیا نے دیکھ لیا کہ ابو جہل وغیرہ باوجود مکی ہونے کے کس طرح ذلیل و خوار ہو کر مرے یا کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے اور الارض سے مراد عام زمین کا ظاہری حصہ ہے۔ یہ تیسرے معنی قوی تر ہیں۔ خیال رہے کہ فرشتوں کی اصل جگہ آسمان ہے ان کا زمین پر آنا عارضی ہوتا ہے۔ جنات زمین کے سوراخوں تہہ خانوں ویرانوں میں چھپے ہوئے رہتے ہیں، مچھلیاں وغیرہ پانی میں رہتی ہیں اور پانی زمین پر ہے تو بالواسطہ وہ بھی زمین میں ہیں، دوسرے جانور اگرچہ ظاہری زمین پر ہی رہتے ہیں مگر انہیں اس میں قرار نہیں نہ وہ مکانات بناتے ہیں نہ کسی چپہ زمین کے مالک ہوتے ہیں، ظاہری زمین پر ملکیت قبضہ رہائش تصرف صرف انسانوں ہی کو حاصل ہے ان وجوہ سے مکناکم میں انسانوں سے خطاب فرمانا بالکل درست ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس کے معنی یہ ہوں کہ ہم نے تم کو زمین میں اعمال نیک کا موقعہ دیا اور اعمال کے لئے اسباب عطا فرمائے تو مطلب یہ ہو گا کہ اعمال کی جگہ یہ زمین ہے اسی لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج کی رات نماز ملنے پر وہاں ہی نماز نہ پڑھی، عیسیٰ علیہ السلام آسمانوں پر ہیں وہاں نمازیں نہیں پڑھتے ہم لوگ قبروں میں جا کر نیک اعمال نہ کر سکیں گے نیز وہاں ہمارے پاس اعمال کے اسباب بھی نہ ہوں گے؟ زکوٰۃ، جملہ، شہادت، روزہ، حج کے اسباب صرف اسی زمین پر ہیں جیسے پانی یا شورہ زمین یا پتھر ملی زمین میں دانہ ڈالو تو پیدا نہیں ہوتا۔ کعبہ معظمہ دور سے لوگوں کی نمازیں درست کرتا ہے مگر حج کے لئے پاس بلاتا ہے کیونکہ نماز کی زمین ساری روئے زمین ہے مگر حج کی زمین صرف حرم کی زمین ہے۔ اس لئے یہ معنی بالکل درست ہوئے۔ یہ بھی خیال رہے کہ انسان کا اصل مقام زمین ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صدیوں سے آسمان پر قیام فرمانا عارضی ہے اس لئے انہوں نے وہاں نہ مکان بنایا نہ بود و باش اختیار کی۔ یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا معراج میں آسمانوں پر جانا وہاں کی سیر فرمانا عارضی تھا، جیسے ہم ہوائی جہاز میں بیٹھ کر گھنٹوں فضا میں ٹھہر جاتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام کا جنت میں قیام بھی عارضی تھا وہ خلافت زمین ہی کے لئے پیدا کئے گئے تھے لہذا یہ واقعات اس آیت کے خلاف نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں خطاب ملک انسانوں سے ہے جو اس جسم کے ساتھ ہیں اس جسم کا وطن یہ زمین ہے۔ رہی روح اس کا پھلا وطن عالم ارواح تھا اور اگلا وطن جنت یا دوزخ ہے لہذا یہ تمام صورتیں اس فرمان علی کے خلاف نہیں وجعلنا لکم لہا معاشرۃ یہ عبارت معطوف ہے مکناکم پر اس لئے داؤد عاطف ہے جعلنا بمعنی خلقنا ہے لکم میں لام نفع کا ہے لہا میں ہائیں ہائیں زمین کی طرف ہے اور معاشرۃ جمع معشتہ کی جس کی اصل ہے عیش بمعنی زندگی گلی معشتہ کے معنی ہیں زندگی گزارنے کا سامان یا ذریعہ۔ معیشت کو روزی کو بھی کہتے ہیں کہ وہ زندگی گزارنے کا ذریعہ ہے۔ خیال رہے کہ یہاں بھی لکم میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس میں خطاب کفار مکہ سے ہو اور لہا سے مراد وہ زمین حرم شریف تو مطلب یہ ہو گا کہ اے قریش مکہ غم نہ تمہارے لئے یہاں حرم شریف کی زمین میں جو بے آب و گیاہ ہے۔ روزیاں پیدا فرمادیں کہ تم کو یہاں ہی سامان زندگی عطا فرمایا دنیا کماتی ہے اور تم ان کی کمائیاں یہاں آرام سے بیٹھ کر کھاتے ہو کہ زمانہ حج میں لوگ تم کو ہر قسم کا سامان زند گلی بے جا ستے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ بقدر طاقت بندے پر بوجھ ڈالتا ہے، درختوں کو ان کی جگہ ہی روزی پہنچاتا ہے پانی کھلو وغیرہ چڑیوں کو اڑنے کی طاقت دی کمانے کی نہ دی۔ تو انہیں گھونسلے میں روزی پہنچتی کھیت میں کمایا ہوا رزق ملا یوں ہی جو انسان اپنے کو دین کے لئے

وقف کر دے اسے بے گمان روزی پہنچتی ہے وروزقہ حث لا بحسب چونکہ مکہ والوں پر خدمت بیت اللہ لازم تھی ان طہراستی للطائفین والوع السجود اس لئے انہیں گھر بیٹھے روزی پہنچائی گئی جو عالم دین اپنے کو خدمت دین کے لئے وقف کر دے تو دنیا اس کے پیچھے دوڑتی آتی ہے۔ مکہ والوں کے لئے کعبہ روزی کا ذریعہ ہے مدینہ والوں کے لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم روزی کا ذریعہ۔ مگر حقیقت حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب کے لئے روزی کا ذریعہ ہیں دوسرے یہ کہ لکم میں خطاب عام انسانوں سے ہو اور فہما کی ضمیر مطلق زمین کی طرف ہو یعنی اے انسانو! ہم نے زمین میں تم کو روزیاں عطا فرمائیں کہ کھانے پینے، پہننے، مکان بنانے کا سلمان زمین میں سے تم کو عطا فرمایا۔ زمین میں بظاہر مٹی کے سوا کچھ نہیں مگر ہر قسم کا رزق وہی ہم کو دیتی ہے۔ کروڑوں من گندم وغیرہ دے چکی کبھی نہیں کہتی کہ اب میں بوڑھی ہو گئی میرے پاس دانے پھل نہیں یوں ہی حضور اللہ ص بظاہر خلل ہاتھ ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) مگر دنیا بھر کو ایمان عرفان تقویٰ وغیرہ کی روحانی روزیاں دے رہے ہیں۔ نہیں کہتے کہ اب میرے پاس نہیں اور ہو سکتا ہے کہ لکم میں خطاب قریش مکہ سے ہو اور فہما سے مراد ہو عام زمین یعنی اے مکہ والو! ہم نے تمہارے لئے زمین میں سلمان عیش پیدا فرمائے کہ تم جاڑے گرمیوں میں سفر کرتے ہو ہر جگہ تمہاری عزت ہوتی ہے لوگ تم کو ہر قسم کا سلمان زندگی نذرانہ تحفہ کے طور پر دیتے ہیں ہر جگہ ڈکیتی ہوتی ہے تم اس سے محفوظ رہتے ہو (از روح البیان) غرضیکہ اس عبارت کی تین تفسیریں ہیں رب تعالیٰ نے ممکن اور جعلنا فرمایا کہ یہ چیزیں اسباب ہیں اور ہم مسبب الاسباب اسی لئے غذا ہو اپانی جب تک ہم چاہیں تب تک تمہارے لئے اسباب زندگی ہیں ورنہ یہی اسباب موت بن جاتے ہیں کہ اس ہو اپانی سے تمہاری موت واقع ہو جاتی ہے قللا ما تشکرون اب تک رب کی کرم نوازیوں کا ذکر تھا اب بندوں خصوصاً انسانوں کی ناشکری کا ذکر ہے یہاں بھی دو احتمال ہیں ایک یہ کہ اس میں بھی خطاب قریش مکہ سے ہو یعنی دوسرے لوگوں کے مقابلہ میں تم بہت کم شکر کرتے ہو تم پر نعمتیں زیادہ ہیں مگر تمہارا شکر تھوڑا ہے۔ حرم شریف کا جتنا احترام دوسرے لوگ کرتے ہیں تم نہیں کرتے۔ نیز یہاں سے جو دینی فائدہ دوسرے اٹھاتے ہیں تم نہیں اٹھاتے۔ تم نے ہی کعبہ میں بت رکھے تم نے زمین حرم میں زنا، شراب، جوئے زندہ لڑکیوں کا دفن جاری کیا۔ دوسرے یہ کہ اس میں خطاب عام لوگوں سے ہو۔ یعنی اے انسانو! تم بہت کم شکر کرتے ہو یا اس طرح کہ اکثر لوقات ناشکری کرتے ہو بہت کم وقت شکر یا اس طرح کہ ان نعمتوں کے مقابلہ میں تم شکر بہت کم کرتے ہو یا دوسری مخلوق کے مقابلہ میں تم بہت کم شکر کرتے ہو گناہ زیادہ کرتے ہو نیکیاں کم خیال رہے کہ قللا ما میں ما تنکیر یہ ہے کمی کی زیادتی بتانے کے لئے قلیل معنی کم اور قللا ما کے معنی ہیں بہت ہی کم۔ واقعی انسان دوسری مخلوق کے مقابل بہت کم شکر ادا کرتا ہے غرضیکہ یہ فرمان عالی یا تو شکایت ہے یا حکایت اگر شکایت ہے تو یا کفار عرب کی شکایت ہے یا عام انسانوں کی اگر حکایت ہے تو سب کی کہ جانور تمہارا دانہ پانی کھاپی کر تم پر اپنی طاقت استعمال نہیں کرتے بلکہ تمہارے اشاروں پر چلتے ہیں تم اللہ کی کروڑوں نعمتیں کھا کر شاکر نہیں بنتے۔ خدا بنے تو انسان جھوٹے نبی بنے تو انسان۔

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ اس آیت کریمہ کی چند تفسیریں ہیں اگر قریش مکہ سے اس میں خطاب ہو تو کچھ اور ہی تفسیر ہے ہم ان میں سے ایک تفسیر عرض کرتے ہیں اے انسانو! ہم نے تم پر احسان عظیم کیا کہ زمین میں تم کو رہنے سنے کی جگہ بخشی تم کو یہاں ہر طرح کی قوت، قدرت، سہولت بخشی تم کو زمین کا حاکم و سلطان کیا تمہیں ہر طرح کے اعمال کرنے، آخرت کا سلمان جمع کرنے کا موقعہ دیا۔ یہ نعمتیں تمہارے سوا دوسری مخلوق کو نہیں دیں۔ جنات جانور اگرچہ زمین میں ہی رہتے

ہیں مگر زمین پر تمہاری طرح راج تصرف نہیں کرتے پھر تم کو زمین میں پیدا فرما کر یوں ہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ اسی زمین میں سے تم کو سلمان زندگی بخشے کہ ہر قسم کے دانے پھل 'سونا' چاندی وغیرہ ساری زندگی کی نعمتیں تم کو زمین سے ہی عطا فرمائیں۔ بعض چیزیں تم کو براہ راست ہم نے بخشیں بعض چیزیں تم نے کما کر حاصل کیں مگر یہ سب کچھ ہے ہماری عطا سے پھر تمہارا یہ حل ہے کہ تمام حقوق میں بہت کم شکر کرنے والے تم ہو تم پر نعمتیں زیادہ ہیں مگر تمہاری شکر گزاری کم ہے۔ خیال رہے کہ ہم کو اکثر نعمتیں زمین سے ملتی ہیں اور بعض نعمتیں آسمان سے ملتی ہیں جیسے دھوپ بارش وغیرہ مگر یہ سب ملتی ہیں زمین ہی میں۔ ہم دھوپ یا بارش یا ہوائیہ فضا میں نہیں جاتے سب کچھ ہمیں گھر بیٹھے پہنچتا رہتا ہے لہذا فیہا معالیش فرماتا بالکل درست ہے۔ نیز اگرچہ جنات بھی گناہ و کفر کرتے ہیں مگر انسان ان سب سے زیادہ گناہ کرتا ہے دعویٰ خدائی کرتا ہے تو انسان جھوٹا نبی بناتا ہے تو انسان ہلاکت کے سامان بناتا ہے تو انسان لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ تم بہت کم شکر کرتے ہو اگر خطاب کفار قریش سے ہو تب بھی مطلب ظاہر ہے کہ ہمیشہ سے ان پر اللہ کا فضل بڑا ہی رہا مگر ناشکری میں سب سے لول وہی رہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت ستایا تو کفار عرب نے کعبہ معظمہ کو بت خانہ بنایا تو کفار عرب نے باہر کے لوگ کعبہ معظمہ پہنچ کر بہت کچھ کلمے کہتے تھے جن سے خود کفار مکہ محروم رہتے تھے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: انسان کی اصل جگہ زمین ہے یہاں ہی اس کا رہنا سہنا ہے یہاں ہی مرتابینا یہ فائدہ ممکن کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: جس کو مقدس زمین خصوصاً "حرم شریف" میں رہنے سے کاموقع ملے اس پر اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی احسان ہے یہ فائدہ ممکن کم فی الارض کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ انصار مدینہ کے متعلق فرماتا ہے تبوء الدار والایمان ان لوگوں نے پہلے ہی سے اس شہر مدینہ میں لو رہا ایمان میں گھر بنالیا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مکہ والوں پر احسان جتلیا کہ ہم نے تم کو زمین مکہ میں سکونت بخشی اور اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے انصار مدینہ کی خوش نصیبی کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے پہلے ہی سے مدینہ منورہ میں گھر بنالیا تھا۔ خیال رہے کہ تمام دنیا کے لوگ تو اپنے شہروں میں خود بستے ہیں مگر مکہ والے بسائے گئے ہیں جناب خلیل اللہ نے انہیں بسایا وہ انی اسکنت من فوطی بواد نجد ففی قلوبہ جے خلیل بسلوں وہ اجڑ نہیں سکتے۔ تیسرا فائدہ: مقدس زمین میں پیدا ہونا بھی افضل ہے وہاں رہنا بھی افضل وہاں مرنے کا بھی بہتر ہے وہاں دفن ہونا بھی بہتر۔ یہ فائدہ بھی ممکن کم فی الارض کی اسی تفسیر سے حاصل ہوا۔ یعقوب علیہ السلام وفات کے قریب کنعان چلے گئے یوسف جیسے محبوب کو چھوڑ کر۔ کیوں نبیوں کی ہستی میں دفن ہونے کے لئے۔ یوسف علیہ السلام نے وصیت کی تھی کہ میری نعش شریف میرے والد کی قبر کے پاس پہنچا دی جائے۔ چوتھا فائدہ: زمین کا درجہ آسمان سے زیادہ ہے کہ زمین ہی انسانوں خصوصاً "اللہ کے مقبولوں نبیوں ولیوں کی قیام گاہ ان کی آرام گاہ ان کی معیشت ان کی دفن گاہ ہے یہ فائدہ فیہا معالیش کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔

زمین تو ہے شہیدان ناز کا مدفن رہے خیال کہ ان کا کفن نہ ہو میلا

پانچواں فائدہ: انسان کو چاہئے کہ دنیا میں مجزوا کسار اختیار کرے متکبر نہ بنے کیونکہ زمین کلباشندہ ہے مٹی میں مجزوا کسار ہے خاکی ہو کر افلاک کی نہ بنے یہ فائدہ اشارۃً "ولقد مکنا کم فی الارض" انسان کو چاہئے کہ زندگی کو غنیمت جانے اور جو نیکیاں کر سکا کرے پھر یہ موقع ہاتھ نہ آئے گا۔ یہ فائدہ بھی ممکن کم فی الارض کی ایک تفسیر سے حاصل

ہوا کہ ہم نے تم کو زمین میں اعمال کی قدرت اور اس کا موقعہ دیا۔ ساتھ اس فائدہ: زمین اللہ کی ہے ہم اس کے عارضی مالک اللہ جس کو چاہے اس کا مالک بنائے۔ یہ فائدہ مکنا فرمانے سے حاصل ہوا اگر انسان اس کا عقیدہ رکھے تو دنیا کے جاتے رہنے پر اسے غم نہ ہوا کرے اور جائگنی آسان بلکہ خوش گوار ہو کہ اس وقت اسے دنیا کے چھوٹے کا غم نہ ہو اور حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی خوشی ہو کہ اس کے لئے موت عید بلکہ شادی بن جائے۔ آٹھواں فائدہ: زمین مکہ اگرچہ قابل کاشت اور قاتل پیداوار نہیں ہے مگر لوگوں کی رزق گاہ ہے کہ وہاں کے باشندے کبھی قحط سے نہیں مرتے اور دنیا بھر کے پھل وہاں پہنچتے ہیں جیسا کہ وہاں کی منڈی میں دیکھا جاتا ہے۔ یہ فائدہ فہما معايش کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ فہما سے مراد ہو زمین مکہ۔ حضرت خلیل نے دعا کی تھی وارضی اہلہ من الثمرات انوار فائدہ: کوئی شخص رب تعالیٰ کی نعمتوں کا کماحقہ شکر یہ لوا نہیں کر سکتا کبھی یہ خیال نہ کرے کہ میں کماحقہ اس کا شکر گزار ہوں یہ فائدہ قلیل ما تشکرون سے حاصل ہوا بلکہ ہم تو اس کی نعمتوں کو گن بھی نہیں سکتے فرماتا ہے وان تعدوا نعمتہ اللہ لا تحصوها۔

گر برتن من زبان شود ہر مو احسان ترا شمار نہ توانم کرد
یہ تو اس کی شان کریں ہے کہ تھوڑے شکر پر نعمتیں اور زیادہ دیتا ہے لہذا شکر تم لا زمینکم اللہ تعالیٰ اپنے شکر کی توفیق دے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ انسانوں کے رہنے کی جگہ زمین ہے ولقد مکنا کم فی الارض۔ پھر تم یہ کیوں مانتے ہو کہ عیسیٰ علیہ السلام جوتھے آسمان پر رہتے ہیں تمہارا یہ عقیدہ اس آیت کے خلاف ہے کہ جناب عیسیٰ صرف 30 سال تو زمین پر رہے اور وہ ہزار سال آسمان پر۔ جواب: اس اعتراض کے تین جواب ہیں ایک الزامی اور دو تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ جناب آپ نولہا مل کے پیٹ میں کیوں رہے آپ انسان ہیں اور انسان کی جگہ زمین ہے نہ کہ کسی کا پیٹ۔ آپ ہوائی جہاز اور بحری جہاز کے ذریعہ گھنٹوں بلکہ دنوں بلکہ مہینوں فضا اور سمندر میں کیسے رہ لیتے ہیں آپ کی جگہ زمین ہے نہ فضا نہ سمندر یونس علیہ السلام بہت روز تک مچھلی کے پیٹ میں کیوں رہے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم معراج میں عرش اعظم سے لوہر کیسے پہنچے ان بزرگوں کی جگہ زمین تھی نہ کہ مچھلی کا پیٹ نہ عرش اعظم۔ جواب تحقیقی پہلا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان پر یہ قیام عارضی ہے پھر زمین پر ہی تشریف لائیں گے اور یہاں ہی وفات پا کر دفن ہوں گے یہاں اس آیت میں اصل جگہ کا ذکر ہے وہ زمین ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ یہاں سکنا نہیں فرمایا بلکہ مکنا کم فرمایا سکونت اور ہے مکنت کچھ اور۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی آسمان پر سکونت تو ہے مگر وہاں آپ کی مکنت نہیں۔ یعنی آپ نے نہ وہاں مکان بنایا ہے نہ وہاں شادی بیاہ کی نہ وہ جگہ آپ کا وطن بنی نہ وہاں آپ نے اپنی سلطنت وغیرہ قائم فرمائی۔ آج ہم اگرچہ پردیس میں برسوں رہیں مگر کہتے ہیں کہ ہمارا مکان فلاں جگہ ہے رہتے سوتے یہاں ہیں رہنا اور مکان بنانا ان دونوں میں بڑا فرق ہے۔ دوسرا اعتراض: انسانوں کی طرح جنات جانور بھی زمین ہی میں رہتے ہیں یہاں ہی کھاتے پیتے ہیں پھر خصوصیت سے انسانوں کا ذکر کیوں فرمایا کہ ہم نے تم کو زمین میں جگہ دی۔ جواب: وہ سب اگرچہ رہتے سوتے زمین میں ہی ہیں مگر زمین کے استعمال پر قدرت اور کسی کو نہیں بخشی یہ قدرت صرف انسانوں کو دی گئی دیکھو کسی جگہ نہ جنات کی سلطنت ہے نہ جانوروں کی صرف انسانوں کی ہے نیز کھیت برف بستیاں جنگلات زمین پر قیام ہے ہر طرح آباد کرنا بسا اہم ہے بلکہ زمین پر کھیت برف بستیاں جنگلات کی پیداوار

سے مشینری تیار کر کے اسے استعمال کرنا پہاڑوں کو جنگل میدان بنادینا یہ صرف انسانوں ہی کا کام ہے خلیفۃ اللہ فی الارض صرف انسان ہی ہے اس لئے کمیت اور قدرت صرف انسان ہی کی ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے تم کو زمین میں سے روزیاں دیں وجعلنا لکم فیہا معاش حالانکہ ہم کو دھوپ ہوا بارش آسمان سے ملتی ہے یہ بھی تو روزیاں ہیں پھر یہ فرمان کیوں کر درست ہوا۔ جواب: یہ مذکورہ نعمتیں بھی ہم کو زمین ہی میں ملیں ہم انہیں حاصل کرنے آسمان یا فضا یا سمندر میں نہیں گئے۔ اسی لئے یہاں فیہا ارشاد ہوا منہا نہ فرمایا گیا نیز یہ دھوپ ہوا بارش وغیرہ کے ذریعہ ہم کو زمین سے ہی روزیاں ملتی ہیں کہ ان کے ذریعہ دانے پھل وغیرہ پکتے ہیں جو ہم کھا کر جیتے عیش کرتے ہیں صرف ہوا دھوپ بارش استعمال کر کے ہم نہیں جی سکتے لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ چوتھا اعتراض: تم نے کہا کہ زمین افضل ہے آسمان اور فضا اور پانی سے اس کی وجہ کیا ہے آسمان پر صرف نوری فرشتے رہتے ہیں وہاں گناہ کفر و شرک گندگی وغیرہ نہیں زمین پر یہ سب ہیں ابو جہل وغیرہ زمین ہی میں رہنے چاہئے کہ وہ مقامات زمین سے افضل ہوں۔ جواب: قانون قدرت یہ ہے کہ جس چیز یا جس جگہ میں ہزار ہا خرابیاں گندگیاں ہوں مگر وہاں کسی مقبول بندے کا مقام یا گزر ہو تو وہ رب تعالیٰ ان خرابیوں پر نظر نہیں فرماتا اس بندے کی برکت سے اس جگہ کو مقبول فرمایا ہے دیکھو رب فرماتا ہے لا اقسم بہنا البلد وانت حل بہنا البلد مجھے مکہ شری قسم حالانکہ مکہ معظمہ میں کفار مشرکین کفر و شرک گناہ سب ہی کچھ تھے مگر رب کی نظر اسی پر ہے کہ وانت حل بہنا البلد اس شہر میں تم تشریف فرما ہو اسی لئے مکہ مدینہ بغداد اجیر کو شریف کہا جاتا ہے اس قائدہ سے زمین تمام جگہوں سے افضل ہے کیونکہ یہ انبیاء کرام خصوصاً سید الانبیاء کا جائے مقام ہے لوگوں کے نیک اعمال کی جگہ ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ زمین میں تم کو اسباب دیئے وہ سری آیت میں ہے ولی السماء وذلکم وما توعدون تمہارا رزق آسمان میں ہے آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: وہاں رزق کے کارخانہ کھڑے ہیں اس آیت میں رزق کے خزانہ کھڑے ہیں یعنی روزی بنتی ہے آسمان میں تم کو ملتی ہے زمین میں یا یوں کہو کہ تمام روزیاں تمہارے لئے روزی بنتی ہیں کب جبکہ زمین کے ذریعہ تم کو پہنچیں۔ دھوپ بارش اگرچہ آسمان میں روزی ہے مگر یہ چیزیں جب زمین میں گریں تو تم کو پھل پھول دانے ملیں گے دیکھ لو یہاں میں یہ چیزیں پڑیں تو وہاں باغ کھیت نہیں بنتے اسی طرح قرآن و اعمال ہمارے لئے روحانی روزی ہیں مگر جب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم کو ملیں ان کے بغیر وسیلہ کے قرآن گمراہی دے گا بفضل بہ کثرا "وہدی بہ کثرا" اعتراض: جانوروں اور جنات کو بھی روزی زمین ہی سے ملتی ہے پھر خصوصیت سے انسانوں کا یہاں ذکر کیوں فرمایا کہ ارشاد ہوا وجعلنا لکم فیہا معاش۔ جواب: جانوروں جنات کو زمین سے صرف ایک دو قسم کی روزیاں ملتی ہیں ہر قسم کی روزی صرف انسان ہی کو ملتی ہے وہ چیزیں صرف غذا پر گزارا کرتی ہیں ہم غذا لباس مکانات پھر غذا میں ہزار ہا قسم کے پھل فروٹ وغیرہ ہمارے ہی لئے ہیں نیز یہ تمام غذاؤں صرف انسانوں کے لئے ہیں وہ جانور جنات انسان کی طفیل کچھ کھاتی لیتے ہیں برکت کا سارا اہتمام دولہا کے لئے ہوتا ہے براتی طفیل ہوتے ہیں۔ ساتواں اعتراض: صرف قائدے سے معاش امزہ سے ہونا چاہئے کیونکہ یہاں امزہ الف زائدہ کے بعد واقع ہے جیسے مصائب جمع مصیبت کی پھر یہاں معاش ہی سے کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: اس لئے کہ معیشت کی اصل ہے اور معیشت کی ہی زائدہ الف جمع کے بعد ہی زائدہ امزہ بنتی ہے نہ کہ ی امیہ (تفسیر کبیرہ وغیرہ) جس قراءت میں

تفسیر صوفیانہ : لفظ تمکین بہت جامع ہے مالک کرنا، مسلط کرنا، قدرت دینا، اللہ تعالیٰ نے انسان کو زمین میں قدرت دی ہے کہ وہ ہر چیز کے اسباب جمع کرے دینی دنیاوی سعادت حاصل کرے، معرفت محبت طلب، سیرانی اللہ، وصال یار کی کوشش کرے۔ یہ چیزیں صرف انسان ہی کو عطا ہوئیں۔ اس لئے زمین کا خلیفہ صرف انسان بنایا گیا اور فرشتوں سے انسان ہی کو سجدہ کرایا گیا اس کا احسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد کی جتایا گیا کہ ولقد مکنا کم فی الارض یعنی ہم نے تم کو خلافت زمین سیرانی اللہ کے وہ موقعے بخشے جو تمہارے سوا کسی کو نہ بخشے نہ حیوانات کو نہ جنات کو نہ فرشتوں کو پھر اس کے علاوہ تم کو ہر قسم کی روزیاں عطا کیں۔ فرشتوں کو صرف روحانی روزی دی حیوانات کو صرف جسمانی روزی بخشی جنات کو صرف نفسانی روزی عطا کی، چونکہ تم ان تمام کا خلاصہ ہو لہذا تم کو یہ تمام روزیاں عطا فرمائیں وجعلنا لکم فیہا معاش چنانچہ تمہارے جسم کی پرورش کے لئے حلال طیب روزیاں ہیں، شہود جتنی روزی ہے کشوف سر کی روزی، وصال یار تمہارے خفی کی روزی ہے تم میں کم لوگ ہیں جو شکر کریں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر نعمت کو رب کی طرف سے جانتا دلی شکر یہ ہے اور جن نعمتوں کے اظہار کا حکم ہے ان کا اعلان کرنا دوسرا شکر ہے واما بنعمتہ ربک فحدث

نعمت بے است و شکر گزارندہ اندکیست گویندہ سپاس الہی ز صدیک است جو نعمت کی قدر نہ کرے اس کا شکر نہ گزارے اندیشہ ہے کہ نعمت اس سے چھن جائے اس کی دلیل بلعم باعور کا حال ہے (از روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ کی بعض مخلوق آسمانوں میں رہتی ہے بعض فضا میں بعض پانی میں بعض ہوا میں مگر حضرت انسان کے لئے زمین منتخب فرمائی اپنی خلافت یہاں ہی قائم فرمائی کیونکہ مٹی میں عجز و انکسار ہے آگ پانی وغیرہ میں تکبر ہے لہذا خاک ہی میں بلوغ و کھیت ہوتے ہیں آگ یا پانی ہو یا آسمان میں نہیں اس میں اشارہ اس جانب ہے کہ اے انسان تو خاکی ہے تو خاک ہو کر رہنا کہ تجھ میں عرفان و ایقان ولایت اور قرب الہی کے بانگات لگیں جیسے زمین اللہ کو پیاری ہے اگرچہ وہاں کفار و کفر سب کچھ ہے کیونکہ اس میں نبی الانبیاء ہیں ایسے ہی اے انسان اگر تیرے دل میں نور خدا عشق رسول جلوہ گر ہو تو اگرچہ تو گنہگار ہو مگر خدا کو پیارا ہو گا رب تیرے گناہ کو نہیں دیکھے گا تیرے سینہ کے نور کو دیکھے گا تیرے دل کے درود عشق کو دیکھے گا۔ خیال رکھنا کہ تیرے دل میں سوائے اللہ رسول کے اور کچھ نہ رہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس جانور کے تم مالک ہو جاؤ اس کی ہر طرح کی فکر تم رکھتے ہو اسے کوئی شکار نہیں کر سکتا تم اپنی مملوکہ زمین کو یوں ہی نہیں چھوڑتے اس میں کھیت باغ، مکانات بنا کر اسے آباد رکھتے ہو، تم اپنے کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ملک میں دے دو پھر تمہاری ہر فکر انہیں ہوگی تم شیطان کے شکار نہ ہو گے تمہارے دلوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایمان عرفان رحمت رحمان کے ایسے باغ لگیں گے جن سے تم اور دوسرے قائمے اٹھائیں گے زمین ہماری ہے تمہاری مملوکہ ہوتی ہے تو تم باغ لگاتے ہو تم بندے ہمارے ہو، ملک بن جاؤ محمد مصطفیٰ کی تب تم میں باغ لگیں گے وہ اسے آباد کریں گے۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَاكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنَاكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلَائِكَةِ اسْجُدُوا لِآدَمَ فَسَجَدُوا

اور ابنتہ تحقیق پیدا کیا ہم نے تم کو پھر صورت بنائی ہم نے تمہاری چہرہ کیا ہم نے فرشتوں سے کہ سجدہ کرو آدم کو

اور بے شک ہم نے تمہیں پیدا کیا پھر تمہارے نقشے بنائے پھر ہم نے ملائکہ سے فرمایا کہ آدم کو سجدہ کرو تب سب

وَالْأَبْلِسُ لَمْ يَكُنْ مِنَ السَّاجِدِينَ ۝ قَالَ مَا مَنَعَكَ أَلا تَسْجُدَ إِذَا

بس سجده کیا انہوں نے سوا ابلیس کے نہ ہوا وہ سجده کر بنواؤں میں سے فرمایا رب نے کیا ہے وہ جس نے منع کیا تجھے
سجده میں گرے مگر ابلیس یہ سجده والوں میں نہ ہوا فرمایا کس چیز نے تجھے روکا کہ تو نے سجده نہ کیا جب میں نے تجھے

مَرْنُكَ قَالَ أَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِي مِنْ نَّارٍ وَخَلَقْتَهُ مِنْ طِينٍ ۝

سو یہ کہ سجده کرے تو جبکہ حکم دیا ہے تجھے کہ اس نے میں اچھا ہوں ان پید کیا تو نے مجھے آگ سے اور پیدا کیا تو نے انہیں گلے سے
حکم دیا تھا بولا میں اس سے بہتر ہوں تو نے مجھے آگ سے بنایا اور اسے مٹی سے بنایا۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ان نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو اس نے بلا واسطہ ہم کو عطا فرمائیں اب ان نعمتوں کا ذکر ہے جو اس نے ہم کو ہمارے دادا آدم علیہ السلام کے ذریعہ عطا فرمائیں یعنی اپنے دست قدرت سے انہیں بنایا پھر انہیں مسجود ملائکہ فرمایا گویا بلا واسطہ نعمتوں کا ذکر پہلے تھا اور بلا واسطہ نعمتوں کا ذکر اب ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں رب تعالیٰ کی دائمی نعمتوں کا ذکر تھا جو ہم کو ہمیشہ ملتی رہتی ہیں زمین میں قیام یہاں روزیوں کا ملنا اب اس نعمت خاص کا ذکر ہے جو ایک بار عطا ہو چکی مگر اس کا اثر اس کا چرچا ہمیشہ رہے گا تیسرا تعلق: اللہ تعالیٰ نے اولاً ”ان نعمتوں کا ذکر فرمایا جو مومنوں کو قیامت میں ملیں گی نیکیوں کا پلہ بھاری ہونا اول درجہ کا کامیاب ہونا وغیرہ پھر موجودہ نعمتوں کا ذکر فرمایا زمین میں جگہ ملنا روزیاں ملنا اب ان نعمتوں کا ذکر ہے جو گزشتہ زمانہ میں ہم کو عطا ہو چکیں۔ گویا مستقبل اور حال کی نعمتوں کے بعد ماضی کی نعمتوں کا ذکر فرمایا جا رہا ہے زمانے بھی تین ہیں اور رب تعالیٰ کی نعمتیں بھی تین قسم کی۔

تفسیر : ولقد خلقنا کم ثم صودنا کم ثم قلنا للملائکہ اس جملہ کی چار تفسیریں کی گئی ہیں ایک یہ کہ خلقنا کم اور صورنا کم دونوں جگہ لفظ ”اب“ پوشیدہ ہے اور معنی یہ ہیں کہ ہم نے تمہارے پہلے والد آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور تمہارے ان والد کو صورت بخشی۔ اس صورت میں خلق کے معنی ہیں ان کی خلقت کا مادہ جمع فرماتا تمام جگہ کی مٹی اور ہر طرح کا پانی یعنی تمام قسم کی مٹی اور تمام پانیوں سے ان کا خیر تیار کیا چونکہ باپ دادوں پر احسان اولاد پر احسان ہوتا ہے اس لئے خلقنا کم فرمایا گیا جسے رب موجودہ یہود سے فرماتا ہے علیکم الن والسلوی یا جیسے وافرقنا بکم البعد وغیرہ۔ امام حسن بصری وغیرہم کا یہ قول ہے چونکہ آدم علیہ السلام کی پیدائش بھی شاندار ہے انہیں صورت بخشی بھی شاندار اس لئے خصوصیت سے اس کا ذکر فرمایا اگرچہ ساری مخلوق کا خالق رب ہی ہے چنانچہ (1) ہر قسم کی مٹی آپ میں جمع فرمائی گئی (2) ہر قسم کے پانی سے خیر کی گئی۔ (3) آپ کا نقش صورت خود رب نے اپنے دست قدرت سے بنائی (4) آپ پیدائش ساٹھ ہاتھ کے ہوئے دو سروں کی طرح پہلے چھوٹے پھر بڑے نہ ہوئے۔ (5) آپ کو پیدائش عالم بنایا و علم ادم الاسماء کلہا (6) آپ کو پیدائش عارف باللہ بنایا پھر آپ کو رب نے اپنی پسندیدہ صورت پر پیدا کیا یہی صورت خدا کو پیاری ہے فرماتا ہے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم ان وجہ سے آپ کی پیدائش آپ کی صورت گری کو بطور احسان بیان فرمایا۔ دوسرے یہ کہ خلقنا کم میں تو والد یا با

پوشیدہ ہے مگر صودنا کم میں کچھ پوشیدہ نہیں یعنی ہم نے تمہارے والد آدم کو پیدا کیا پھر ان کی پشت میں تم سب کے نقشے امانت رکھے جو بعد میں چھوٹی چوٹیوں کی صورت میں ان کے پیٹ سے نکالے گئے پھر فرشتوں کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کو سجدہ کریں یہ قول مجاہد کا ہے۔ تیسرے یہ کہ ان دونوں جگہ میں خطاب عام لوگوں سے ہے اور ثم ترتیب بیانی کے لئے ہے یعنی اے لوگو ہم نے تم سب کو تمہارے باپوں کی چیموں میں پیدا کیا پھر تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں صورت بخشی پھر یہ بھی سن لو کہ ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ جناب آدم کو سجدہ کریں اگرچہ ہر چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کرم نے انسان کی پیدائش اور اس کی صورت گری میں بڑی شان دکھائی ہے کہ سارے جانور کچھ سمجھ بوجھ لے کر اس کے پیٹ سے آتے ہیں مگر انسان بالکل نا سمجھ کہ سوائے رونے کے کچھ نہیں جانتا مگر آگے چل کر جانور نا سمجھ ہوتے ہیں انسان عقل و دانائی میں سب سے بڑھ جاتا ہے بعض انسان فرشتوں سے بڑھ جاتے ہیں۔ اس لئے ارشاد ہو اللہ خلقنا کم نیز اس قدرت والے نے انسان کی صورت میں یہ کمال رکھا ہے کہ باشت بھر جرے میں کروڑوں نقشے ایسے مجھے کہ کوئی دوسرے سے نہیں ملتا ورنہ کوئی پہچان نہ جاتا۔ گھ میں ملے بہن بیوی پہچان میں نہ آتیں۔ چوتھے یہ کہ اس میں خطاب حضرت آدم اور ان کی اولاد سب سے ہے اس صورت میں خلق سے مراد ہے ان کی پیدائش کا فیصلہ فرمانا جو علم الہی میں پہلے ہی ہو چکا تھا اور صورت بنانے سے مراد ہے لوح محفوظ میں تفصیل واران کی صورتوں کا ذکر فرمانا یعنی اے آدم اور اولاد آدم ہم نے تمہاری پیدائش کا پہلے ہی فیصلہ فرمایا تھا پھر لوح محفوظ میں اس علم کو تحریری صورت بخشی پھر اس کے بعد فرشتوں کو سجدہ آدم کا حکم دیا (تفسیر کبیر) تفسیر جلالین نے دو سری تفسیر اختیار کی اور تفسیر کبیر نے چوتھی تفسیر کو ترجیح دی ظاہر ہے ملائکہ سے مراد سارے ہی فرشتے ہیں کیونکہ قرآن میں کوئی تخصیص نہیں فرمائی گئی اس کی مفصل بحث سورہ بقرہ کی شروع میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کرو اسجدوا لادم حق یہ ہے کہ سجدہ سے مراد نہ تو محض تعظیم ہے نہ سلام کرنا نہ رکوع کرنا بلکہ یہی مشہور سجدہ مراد ہے یعنی پیشانی زمین پر رکھنا کیونکہ دو سری جگہ لافا سویتہ و نفخت لہ من روحی فقوا لہ ما جلیں سجدہ میں گرنا جب ہی درست ہے جبکہ یہی سجدہ مراد ہو اور یہ سجدہ مطلقاً ہی تھا خود آدم علیہ السلام ہی کو تھا یہ نہ تھا کہ سجدہ اللہ تعالیٰ کو ہو اور آدم علیہ السلام کعبہ کی طرح صرف قبلہ ہوں ورنہ الہی آدم ہو ملائکہ نہ ہوتا نیز پھر شیطان اس سجدہ کا انکار نہ کرنا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو تو سجدہ ہمیشہ ہی سے کرتا تھا اس کی تحقیق اور مفصل بحث پارہ الم سورہ بقرہ کے شروع میں کی جا چکی ہے فرشتوں کا یہ سجدہ گویا حلف و فداوری تھا جو انہوں نے خلیفۃ اللہ حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے کیا۔ اسجدوا لادم ایسے عبارت معطوف ہے قلنا للملائکہ اسجدوا کا فاعل سارے ہی فرشتے ہیں اور حق یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو سارے فرشتوں نے ایک سجدہ کیا اور ایک ساتھ کیا آگے بچھے نہ کیا اور صرف ایک بار کیا آئندہ سجدہ نہیں کرتے رہے جیسا کہ اسجدوا سے معلوم ہو رہا ہے۔ ابلیس شیطان کا اصلی نام ہے مردود ہونے پر اس کا لقب شیطان ہوا ابلیس اور شیطان کے معنی اول سورہ بقرہ میں دیکھو۔ حق یہ ہے کہ ابلیس فرشتہ نہیں بلکہ جن ہے کیونکہ اسے قرآن مجید نے جن فرمایا ہے کان من الجن نیز اس کی پیدائش آگ سے ہے اور فرشتوں کی پیدائش نور سے اس نے کہا تھا خلقتنی من نار و خلقتہ من طین مگر چونکہ وہ فرشتوں میں رہتا تھا اس لئے اس کو بھی سجدہ کا حکم ہو گیا تھا یہاں تو فرمایا کہ ابلیس نے سجدہ نہیں کیا آگے ارشاد ہے کہ وہ لم یکن من الساجدین سجدہ کرنے والوں کی جماعت میں سے بھی نہیں ہوا اس طرح کہ اس حکم سجدہ کو برحق نہ جانا اس کو واجب نہ جانا۔ سجدہ نہ کرنا اور چیز ہے سجدہ کو فرض نہ جانا ساجدین کی جماعت سے نہ ہونا کچھ اور چیز ہے۔ لہذا

یہ عبارت مکرر نہیں قال ما منعک الا تسجد میں لازائدہ ہے اور ان مصدر یہ ہے لفظ فہم ہے معنی یہ ہیں کہ جب ہم نے تم کو حکم دیا محبوبانہ بھی کریمانہ بھی نبیوں سے خصوصاً "حضور صلی اللہ علیہ وسلم" سے کلام و خطاب اور ہی قسم کا ہے۔ قل کا فاعل رب تعالیٰ ہے ما معنی ای شی ہے الا تسجد میں لازائدہ ہے اور ان مصدر یہ ہے لفظ فہم ہے معنی یہ ہیں کہ جب ہم نے تم کو حکم دیا تو تجھے سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا رب تعالیٰ کا یہ سوال فرمانا غضب کے اظہار کے لئے ہے نیز تاکہ وہ اس کا جواب دے اور حقوق اس کے جواب سے عبرت پکڑے۔ کوئی شیطان آدمی یہ نہ کہہ سکے کہ شاید اس وقت شیطان بیمار ہو گا سجدہ میں جھک نہ سکتا ہو گا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کا کلام بھی نقل فرمایا ہے تاکہ لوگ ایسا کلام کیا کریں اور مردودوں کی باتیں بھی نقل کی ہیں تاکہ لوگ ایسی باتیں نہ کیا کریں۔ یہ سوال رب کی بے علمی کی وجہ سے نہیں جیسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں جنت کی سیر کے وقت حضرت جبریل سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے یہ کس کا باغ ہے تاکہ لوگوں کو اس کا پتہ لگے۔ قال انا خمد منسبہ ابلیس کا جواب ہے اس میں اس نے سجدہ نہ کرنے کی وجہ بیان کی ہے یعنی عقلی قانون یہ ہے کہ افضل کو مفضول سجدہ کرے نہ کہ افضل مفضول کو میں افضل ہوں اور آدم علیہ السلام مفضول ہیں پھر یا تو کوئی کسی کو سجدہ نہ کرے یا وہ مجھے سجدہ کریں اس نے اپنی فضیلت کی بہت دلیلیں اپنے دل میں سوچی تھیں کہ میں لاکھوں سال کا نمازی 'ساجد راکع ہوں' انہوں نے ابھی ایک بھی عبادت نہیں کی میں عمر میں بڑا ہوں یہ چھوٹے کہ ابھی پیدا ہوئے مگر میں صرف ایک وجہ بیان کی وہ یہ کہ خلق من نار و خلقته من طین میری پیدائش آگ سے ہے اور آدم علیہ السلام کی پیدائش مٹی سے اور آگ مٹی سے افضل ہے اور جو افضل چیز سے پیدا ہو وہ بھی افضل ہوتا ہے نتیجہ یہ ہے کہ میں ذاتی طور پر آدم علیہ السلام سے افضل ہوں میرے عارضی فضائل اور بہت ہیں۔ اس کی مفصل بحث پہلے پارہ میں گزر چکی ہے۔ خیال رہے کہ عمر میں بڑا ہونا فضیلت کا باعث ہوتا تو درخت گدھ 'سانپ انسان سے افضل ہوتے حالانکہ انسان افضل ہے اگر سجدوں رکوع کی زیادتی فضیلت کا باعث ہوتی تو فرشتے آدم علیہ السلام سے افضل ہوتے افضل وہ جسے اللہ افضل کرے نیز یہ بھی غلط ہے کہ ہمیشہ افضل کو مفضول سجدہ کرے کبھی مفضول کو افضل سجدہ کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام سے افضل تھے مگر انہوں نے جناب یوسف کو سجدہ کیا نیز حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ معظمہ سے افضل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم خیر خلق اللہ ہیں مگر ہمیشہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے کعبہ معظمہ کی طرف سجدہ کیا لہذا شیطان کے سارے مفروضہ قائمہ غلط تھے۔ شیطانی عقل ہمیشہ ایسی ہی ٹھوکر کھاتی ہے۔

خلاصہء تفسیر : اللہ تعالیٰ نے سجدہ آدم کا یہ واقعہ قرآن مجید میں سات جگہ بیان فرمایا۔ (1) سورہ بقرہ میں (2) یہاں سورہ مائدہ میں (3) سورہ حجر میں (4) سورہ بنی اسرائیل میں (5) سورہ کاف میں (6) سورہ طہ میں (7) سورہ ص میں یہاں اس کا دو سرا موقعہ ہے۔ ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ اس آیت کریمہ کی چار تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہیں۔ اے لوگو ہمارے انعام احسان یاد رکھو ہم وہ کریم و رحیم تمہارے محسن ہیں کہ ہم نے پہلے تو تم کو تمہارے باپوں کی پشت میں پیدا فرمایا تم کو وہاں الممتہ "محفوظ رکھا پھر تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں رکھ کر تم کو مختلف صورتیں بخشیں یہ انعام تو تم پر تھی تم یہ بھی من لو کہ ہم نے تمہارے جد امجد آدم علیہ السلام کو یہ عزت بخشی کہ انہیں اپنے دست قدرت سے پیدا فرمایا پھر تمام نورانی مخلوق فرشتوں کو حکم دیا کہ تمہارے اس خلیفہ کو تسبیح و تحمید کی طرح سارے فرشتے مقررین ہوں یا مدبرات امر

سارے کے سارے بیک وقت ان کے سامنے سجدہ میں گر گئے مگر اس ہی نوری جماعت میں ایک ناری ابلیس بھی تھا اسے بھی سجدہ کا حکم تھا مگر وہ اڑ گیا اس نے سجدہ نہ کیا رب تعالیٰ نے بطریق عتاب اس کی حد ظاہر فرمانے کے لئے اس سے پوچھا کہ مردود جب ہم نے تجھے کو بھی سجدہ کا حکم دیا تو تجھے کس چیز نے سجدہ سے روکا تو نے سجدہ کیوں نہ کیا۔ وہ بولا کہ مولیٰ سجدہ غلطی کے لئے قانون یہ ہے کہ مسجود افضل ہو ساجد اولیٰ مگر یہاں معاملہ برعکس ہے کہ میں ذاتاً "صفاً" عملاً "ان آدم سے افضل ہوں کیونکہ تو نے مجھے تو آگ سے پیدا فرمایا اور انیس خاک سے اور ظاہر یہ ہے کہ آگ خاک سے افضل ہے کہ آگ نورانی ہے خاک ظلمانی لہذا میں ان سے افضل ہوں پھر میں انیس سجدہ کیسے کر سکتا ہوں۔ خیال رہے کہ شیطان کو اس کی عقل نے اندھا کر دیا اس نے یہ نہ دیکھا کہ اگر یہ قاعدہ درست ہے تو فرشتے اس سے بھی افضل ہیں کہ وہ نور سے پیدا ہوئے جب وہ بغیر چون چرا سجدہ میں گر گئے تو مجھے بھی گر جانا چاہئے۔ نور نار سے بھی افضل ہے نیز اس نے یہ غلط کہا کہ آگ خاک سے افضل ہے بلکہ واقعہ یہ ہے کہ خاک آگ سے افضل ہے، کئی وجہ سے ایک یہ کہ مٹی میں عجز و انکسار ہے آگ میں بڑائی و تکبر ہے اس لئے کھیت باغ مٹی میں لگتے ہیں آگ میں نہیں، دوسرے یہ کہ مٹی میں قرار ہے آگ میں تڑپ اور بے قراری ہے اس لئے اللہ کے بندے مٹی میں دفن ہوتے ہیں آگ میں نہیں تیسرے یہ کہ مٹی آباد کرتی ہے آگ برباد کرتی ہے جس گھریا باغ یا کھیت میں آگ لگ جائے ختم کر دے۔ چوتھے یہ کہ مٹی میں امانت داری ہے آگ میں خیانت اس لئے دانہ مٹی میں دبا دو تو وہ اسے محفوظ رکھتی بلکہ برہماتی ہے آگ میں ڈال دو تو اسے فنا کرتی جلاتی ہے پانچویں یہ کہ مٹی آگ پر غالب ہے آگ مٹی سے مغلوب ہے اس لئے آگ کو خاک بچاوتی ہے فنا کر دیتی ہے مگر آگ مٹی کو فنا نہیں کر سکتی نہ اسے گلا سکتی ہے۔ چھٹے یہ کہ خاک میں بقاء ہے آگ میں فنا اس لئے خاک پر شربستیاں آباد ہیں مگر آگ میں یہ کوئی چیز نہیں پھر یہ بھی خیال رہے کہ شیطان نے تیسری غلطی یہ کی کہ جو چیز افضل سے بنے وہ افضل ہے اور جو اولیٰ سے بنے وہ اولیٰ ہے رب تعالیٰ اعلیٰ سے اولیٰ اور اولیٰ سے اعلیٰ کو پیدا فرماتا ہے بخروج الحی من الميت وخرج الميت من الحی تپاک نطفہ سے انسان بناتا ہے اور پاک انسان سے تپاک نطفہ اس مردود نے رب تعالیٰ کی قدرت کلور پر وہ انکار کیا۔

قائدے : ان آیتوں سے چند قائدے حاصل ہوئے۔ پہلا قائدہ: تعظیم انبیاء کرام ایمان بلکہ سارے اعمال کی محافظ ہے اور توہین پیغمبر ایمان و اعمال کو برباد کرنے والی۔ دیکھو فرشتوں کے پاس بھی ایمان اور اعمال کے انبار تھے اور ابلیس کے پاس بھی۔ ایک سجدہ پیغمبر نے فرشتوں کے ایمان و اعمال کو محفوظ رکھا اور شیطان کی ہر چیز کو برباد کر دیا، نبی کی بے اولیٰ وہ آگ ہے جو ایمان و اعمال کے لہلاتے چمن کو منٹوں میں فنا کر دیتی ہے۔

بے لوب تما نہ خود را خوار کرد! بلکہ اس آفت مہ آفاق زد!

اس واقعہ سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو اپنے علم و اعمال پر نازاں ہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بے اولیٰ کرتے ہیں دیکھو رب نے شیطان کو عالم 'عال' نمازی وغیرہ سب کچھ بنا کر مارا لونچے سے نیچے گر لیا تاکہ تاقیامت عالموں، صوفیوں، عالموں، پیروں کے لئے ایک مثل قائم کر دی جائے کہ یہاں کا لوب کرو۔

لوب گایست زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و یازید اسبجا (اقبل)

دوسرا قائدہ: انسان کو چاہئے کہ اپنے اعمال اپنی سیرت بھی اچھی رکھے اپنی پیاری صورت کی لاج رکھے جب رب نے اسے

صورت اچھی دی ہے تو اخلاق کدواری بھی اچھے ہونے چاہئیں یہ فائدہ صوفیانا کم سے حاصل ہوا کہ رب نے انسان کو اپنی پسندیدہ صورت بخشی۔ تیسرا فائدہ: کوئی شخص اپنی قدرتی شکل نہ بگاڑے تاکہ کلن نہ کٹوائے۔ پوڈر سرخی نہ ملے ڈاڑھی نہ منڈائے ناخن لمبی کے سے نوک دار نہ بنائے کیونکہ ان سب میں شکل صورت کی تبدیلی ہے یہ فائدہ صوفیانا کم سے حاصل ہوا اگر ڈاڑھی منڈانا اچھا، و تا تو حضرات انبیاء کرام یہ کام کرتے مگر کسی نے نہ کیا۔ چوتھا فائدہ: اللہ کے مقبول بندوں کے کام رب تعالیٰ کے کام ہیں دیکھو رحم میں بچہ کی شکل و صورت بنانا اس فرشتہ کا کام ہے جو اس کام پر مقرر ہے مگر رب نے فرمایا تم صوفیانا کم ہم نے تم کو صورت بخشی۔ پانچواں فائدہ: حکم الہی کے مقابل قیاس کرنا عقلی ڈھکوسلے چلانا کفر و بے دینی ہے یہ فائدہ انا خیر منہ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: مطلق امر و جواب کے لئے ہوتا ہے جس پر بے تامل عمل کرنا ضروری ہے۔ یہ فائدہ اذا امرتک سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: کبھی غیر نبی نبی سے افضل بلکہ نبی کے برابر نہیں ہو سکتا جو کہے کہ فلاں بزرگ فلاح نبی سے افضل ہے یا اس کے برابر ہے وہ شیطان ہی کی طرح کافر ہے یہ فائدہ انا خیر منہ سے حاصل ہوا دیکھو ابلیس عالم عامل پرانا عاشق سب کچھ تھا مگر اپنے کو آدم علیہ السلام سے افضل کہہ کر کچھ نہ رہا۔ آٹھواں فائدہ: نبوت کسی چیز نہیں صرف عطاء الہی ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے ابھی ایک سجدہ نہیں کیا تھا مگر نبی اور خلیفہ اللہ ہوئے فرشتے اور ابلیس اتنی عبلات کے بلوجود نہ نبی ہوئے نہ خلیفہ اللہ۔ نواں فائدہ: گزشتہ انبیاء کرام کے زمانہ میں اللہ کے مقبول بندوں کو کبھی سجدہ کیا گیا ہے مگر سجدہ عبلت خدا کے سوا کبھی کسی کو نہیں کیا گیا کہ یہ شرک ہے اور شرک کسی دین میں جائز نہیں ہوا یہ فائدہ اسجدوا لام کے لام سے حاصل ہوا کہ فرمایا گیا لادم اگر یہ سجدہ خدا کو ہوتا اور آدم علیہ السلام محض قبلہ ہوتے تو لئی آدم ہوتا۔ دسواں فائدہ: جو عالم پیر یا بلو شلو وغیرہ اپنے کو کسی نبی سے افضل یا نبی کے برابر کہے یا سمجھے وہ ابلیس کی طرح راندہ درگاہ ہے یوں ہی جو کہے کہ غوث پاک یا علی مرتضیٰ یا فلاں بزرگ کسی نبی سے افضل یا برابر ہیں وہ مردود راندہ درگاہ ہے یہ فائدہ انا خیر منہ سے حاصل ہوا غیر نبی کی عمر بھر کی نمازیں نبی کے ایک سجدہ کے برابر نہیں ہو سکتیں نبی کی تو بڑی شان ہے تمام جہان کے اولیاء اللہ ایک محرابی کے گرد قدم کو نہیں پہنچتے رب تعالیٰ ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے لستن کا حد من النساء حضرت مریم کے بارے میں فرماتا ہے واصطفاک علی نساء العالمین۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حضرات صحابہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ لن کا ایک مدہ جو خیرات کرنا تمہارے پہاڑ بھر سونا خیرات کرنے سے افضل ہے۔ یہ مسئلہ نہایت قوی دلائل سے ہماری کتاب امیر معلویہ پر ایک نظر میں مطالعہ فرماؤ اس گستاخی کی ابتداء ابلیس سے ہوئی۔ گیارھواں فائدہ: ابلیس نے اپنی بزرگی آدم علیہ السلام پر اپنے علم کی وجہ سے بیان نہ کی بلکہ اپنے ناری اور لن کے خاکی ہونے کی وجہ سے۔ کیونکہ وہ علم میں تو ملت کھا چکا تھا۔ علم اسماء میں اپنی کمتری معلوم کر چکا تھا وہ جانتا تھا کہ میرا علم حضرت آدم سے عشر عشر بھی نہیں۔ اب جو شیطان کا علم آدم علیہ السلام یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ مانے وہ ابلیس سے بڑھ کر بے دین ہے واقعی قرن الشیطان بدتر از شیطان ہے۔ بارھواں فائدہ: ابلیس نہ تو خدا کا منکر و مرید ہے نہ شرک ہے کہ چند خالق مانے بلکہ پکا موحد ہے توحید کا قائل یہ فائدہ خلقتی من فار سے حاصل ہوا کہ اس نے کہا کہ شرور و خیر سب کا خالق رب تعالیٰ ہے۔ شرور خود ہے اور خیر آدم علیہ السلام دونوں کا خالق اس نے اللہ تعالیٰ ہی کو مانا۔

پہلا اعتراض : رب تعالیٰ نے ساری مخلوق کو پیدا فرمایا ہے، سب کو صورت بخشی ہے پھر خصوصیت سے انسان کو کیوں خطاب فرمایا خلقنا کم ثم صودنا کم اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب : اس کی حکمتیں ابھی تفسیر میں عرض کی گئیں کہ آدم علیہ السلام بلکہ انسان کی پیدائش انسان کی صورت ساری مخلوق سے ممتاز ہے اس شان کی خلقت ایسی شان دار صورت کسی مخلوق کو حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی نہ ملی دیکھو تفسیر اسی لئے کفار و دوزخ میں انسانی شکل پر نہ جائیں گے، مومنوں کی پیشانی سجدہ گاہ کو آگ نہ کھائے گی۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ عظیمی سجدہ اللہ کے مقبول بندوں کو کرنا بالکل جائز ہے، قرآن کریم سے ثابت ہے، دیکھو رب نے آدم علیہ السلام کو مسجود ملائکہ بنا دیا یعقوب علیہ السلام ان کی زوجہ اور بر اور ان یوسف علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو سجدہ کیا سجدہ عظیمی کا جواز قرآن مجید سے ثابت ہے اس کی حرمت کی کوئی آیت نہیں چند احادیث ہیں اور حدیث کے ذریعہ قرآن کا حکم منسوخ نہیں ہو سکتا، خصوصاً جبکہ حدیث غیر متواتر ہو (بعض جاہل بے دین پیر)۔ جواب : اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک تو الزامی ہے باقی جواب تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر ایسے بے دین پیروں کو چاہئے کہ وہ اپنے مریدوں کو سجدہ کیا کریں اپنے کو ان سے سجدہ نہ کر لیا کریں۔ کیونکہ یوسف علیہ السلام کو ان کے باپ نے سجدہ کیا یوسف علیہ السلام نے انہیں سجدہ نہیں کیا۔ پیر صاحب مثل والد کے، مریدین مثل اولاد کے چاہئے کہ والد صاحب اولاد کو سجدہ کریں نیز پیر صاحب اپنے آپ کو نورانی سمجھتے ہیں اور آدم علیہ السلام کو نورانی مخلوق فرشتوں نے سجدہ کیا۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ کسی آیت سے یہ ثابت نہیں کہ سجدہ عظیمی گزشتہ نبیوں کی شریعتوں میں جائز تھا۔ جب آدم علیہ السلام کو سجدہ ہوا ہے تب شریعت آئی ہی نہ تھی نیز فرشتوں پر شریعت کے احکام جاری نہیں ہوتے کسی آیت سے ثابت نہیں کہ آدم علیہ السلام کو کبھی انسانوں نے سجدہ کیا ہو، غرضیکہ یہ حکم شرعی نہ تھا، نیز یوسف علیہ السلام کو سجدہ صرف ایک بار ہوا ہے اس کے علاوہ کبھی کسی نے کسی کو سجدہ نہیں کیا اور یہ سجدہ خواب کی تعبیر پوری کرنے کے لئے تھا حکم شرعی نہ تھا، جیسے حضرت خلیل اللہ کا اپنے فرزند جناب اسماعیل کو ذبح کرنا ایک خواب کی تعبیر کے لئے تھا، شریعت ابراہیمی کا مسئلہ نہ تھا اور نہ تم بھی اپنے بیٹوں کو ذبح کیا کہو، دوسرا جواب یہ ہے کہ آیات قرآنیہ کا نسخہ حدیث سے جائز بلکہ واقع ہے کئی آیات منسوخ ہیں۔ حدیث سے اس کی تفصیل ہم مانسوخ من ایتہا و نسخہا کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ قیاس کرنا ابلیس کا کام ہے دیکھو ابلیس نے قیاس کیا نا خیر منہ اندہ گیا پھر تم لوگ قیاس کو دلیل شرعی کیوں مانتے ہو۔ جواب : فرمان الہی کے خلاف اس کے مقابلہ میں قیاس کرنا بے دینی ہے شرعی قیاس کا ثبوت قرآن مجید اور احادیث سے ہے اس کی تفصیل ہماری کتب جاء الحق میں دیکھو۔ تیسرا اعتراض : وہ سجدہ آدم علیہ السلام کو نہیں تھا بلکہ اللہ تعالیٰ کو تھا، حضرت آدم علیہ السلام اس وقت اس سجدہ کا قبلہ بنا دیئے گئے تھے۔ جواب : یہ غلط ہے و وجہ سے ایک یہ کہ پھر لئی آدم فرمایا جانا کہ لادم دوسرے یہ کہ پھر شیطان اس سجدے سے انکاری نہ ہوتا کیونکہ وہ اللہ کو سجدہ ہمیشہ آدم ہی کرتا تھا۔ چوتھا اعتراض : یہاں الا ابلیس کے بعد لم یکن من الساجدین کیوں فرمایا گیا یہ عبارت زائد ہے۔ جواب : ہم نے تفسیر میں عرض کر دیا ہے کہ الا ابلیس میں اس کی بد عملی کا ذکر ہے اور لم یکن اس کی بد عقیدگی کا تذکرہ ہے یعنی اس نے سجدہ کیا بھی نہیں اور وہ سجدہ والوں سے ہوا بھی نہیں کہ اس سجدہ کو فرض جان لیتا لہذا آیت میں تکرار نہیں نیکی نہ کرنا اور بات ہے نیکیوں سے نہ ہونا دوسری بات۔ پانچواں اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ اپنے فضائل بیان کرنا خیر کما برا ہے یہ شیطانی کام ہے، مگر بعض اولیاء

حضرات انبیاء کرام بلکہ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فضائل و کمالات بیان فرمائے ہیں اس کی وجہ کیا ہے اور ان میں فرق کیا ہے۔ جواب: ابلیس خیر نہ تھا بلکہ شر تھا نا خیر کہنا اس میں جھوٹ بھی تھا تکبر و غرور بھی۔ وہ حضرات واقعی خیر ہوتے ہیں لہذا وہ سچے ہیں نیز شیطان نے یہ فخر یہ کماؤہ حضرات شکر یہ کے طور پر کہتے ہیں نیز رب تعالیٰ کا اپنی صفات بیان فرمانا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنے درجات بیان کرنا ہم کو ایمان دینے کے لئے ہے کہ ہم اللہ رسول کی یہ صفات مانیں اور مومن بنیں لہذا وہ تبلیغ ہے تکبر نہیں، ایک ہی بات کسی کے لئے کفر ہوتی ہے کسی کے لئے حرام کسی کے لئے جائز کسی کے لئے عبادت۔

تفسیر صوفیانہ : آدم علیہ السلام کو رب تعالیٰ نے دو عظمتیں بخشیں ایک جسمانی دو سری روحانی، جسمانی عظمت تو یہ کہ انہیں بلا واسطہ اپنے دست قدرت سے بنایا جسم آدم خاص صنعت الہی ہے۔ خود فرماتا ہے لما خلقت پہلی اسی لئے آپ کا لقب بشر ہو یعنی مباشرت بالید والی چیز (دستی کار گیری) روحانی عظمت یہ کہ ان میں خاص اپنی روح پھونکی اس طرح کہ روح آدم پر اپنی خاص تجلی ڈالی پھر جسم آدم میں پھونکی خود فرماتا و نفخت فیہ من روحی لہذا آدم علیہ السلام ان خصوصیتوں کی وجہ سے تجلی الہی کے ایسے مظہر ہوئے جیسے مظہر نہ فرشتے تھے نہ دو سری مخلوق اس لئے وہ فرشتوں کے مسجود بننے کے مستحق ہوئے ابلیس اسی راز کو نہ پاسکا اس نے یہ دیکھا کہ آپ کس سے بنے یہ نہ دیکھا کہ آپ کیسے بنے اس نے یہ دیکھا کہ آپ یوں بنے یہ نہ دیکھا کہ آپ کیوں بنے اس لئے اس کی عقل چکر کھا گئی۔ حسد نے اسے اندھا کر دیا اگر اس کے پاس حقیقت میں آنکھ ہوتی تو اسے رخسار آدم میں جلوہ یار نظر آتا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ز آوی ابلیس صورت دید و بس غافل از معنی شد آن مردور خس
نیست صورت چشم را نیکو بمل تلبہ بینی شعلے نور جلال

مٹی میں اخذ یعنی لے لینے کی قابلیت ہے آئینہ پانی، دھوپ میں جو فوٹو کھینچے وہ اصل کے ہتھی مٹ جاتا ہے مگر یو اے وغیرہ یا مٹی وغیرہ پر جو نقش کھینچ دیا جائے وہ نہیں مٹتا، حضرت آدم پر رب نے اپنی تجلی ڈالی فطرت آدم نے اسے سنبھل لیا ابلیس یہ نہ سمجھ سکا (زروح البیان) ایسے ہی آج جو لوگ حضرات انبیاء کرام کو بشر بشر کہنے کی رٹ لگا رہے ہیں وہ ابلیس کی معنوی لولہ ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

گر نہ فرزند بلیسی اے عنید پس ترا میراث آن سگ چوں رسید

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے ضعیف معدہ طاقتور غذا ہضم نہیں کر سکتا یوں ہی اچھا آدمی عظمت و عزت برداشت نہیں کر سکتا ابلیس کو تھوڑی سی عزت دیدی گئی تو پکار اٹھا نا خیر مندی تھی اس کی بد ہضمی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت برداشت کا یہ عالم ہے کہ۔

بردش گیتی جہیں فرسودہ است خوشتن را عہدہ فرسودہ است

ان کی چو کھٹ پر دنیا پریشانی رگزر رہی ہے مگر اپنے کو عہدہ فرما رہے ہیں اللہ تعالیٰ رتبہ دے تو قوت برداشت بھی دے۔

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُونُ لَكَ أَنْ تَتَكَبَّرَ فِيهَا فَاخْرُجْ إِنَّكَ مِنَ

رب نے فرمایا ہیں اتر جا تو اس سے پس نہیں ہوتا ہے واسطے تیرے یہ تکبر کرے تو اس میں پس نکل جا تو بیشک

فرمایا تریہاں سے اتر جا تجھے نہیں بہشت کہ عزوہ کرے نکل تو سے ذلت و د

الصَّغِيرِينَ ۝ قَالَ أَنْظِرْنِي إِلَى يَوْمِ يُبْعَثُونَ ۝ قَالَ إِنَّكَ مِنَ

تو ذلیلوں میں سے ہے بولا بہت دے تو مجھے اس دن تک کہ اٹھائے جائیں گے رب نے فرمایا ہے شک تو بہت

میں بولا مجھے فرصت دے اس دن تک کہ لوگ اٹھائے جائیں فرمایا تجھے

الْمُنْظَرِينَ ۝

دیئے ہوں میں سے ہے ۔

بہت ہے ۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں یہ فرمایا گیا کہ ابلیس نے حکم الہی نہ مانا جناب آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کیا اب ان دو حرکتوں کے دنیاوی انجام کا ذکر ہے کہ دنیا میں اسے کیا پھل ملا۔ گویا ابلیس کے جرم کا ذکر پچھلی آیات میں تھا اس کے نتیجہ یا دنیاوی سزا کا ذکر ان آیات میں ہے اس کی اخروی سزا کا ذکر آگے آ رہا ہے لا ملین منکم اجمعین غرضیکہ یہ بتایا گیا کہ نبی کا دشمن دنیا میں بھی سزا پاتا ہے آخرت میں بھی اسے مر کر بھی چین نہیں ملتا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کے دلائل کا ذکر تھا جو اس نے اپنے سجدہ نہ کرنے پر قائم کئے اب رب تعالیٰ کے عتاب کا ذکر ہے کہ رب نے اس کو دلائل کا جواب نہ دیا بلکہ اس پر عتاب کیا ماکہ معلوم ہو کہ ہر دلیل کا جواب نہیں دیا جاتا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کے غرور و تکبر کا ذکر تھا اب تکبر کے انجام کا ذکر ہے یعنی زلیل کر کے نکالا جاتا ماکہ تاقیامت لوگ غرور کا انجام دیکھ لیں سن لیں۔

تفسیر : قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا یہ نیا جملہ ہے جس میں رب تعالیٰ کے اس فرمان عالی کا ذکر ہے جو شیطان کی مذکورہ بکواس کے جواب میں ارشاد ہوا قل کا قائل اللہ تعالیٰ ہے مگر اس میں گفتگو ہے کہ رب تعالیٰ نے براہ راست بلا واسطہ اس سے یہ کلام فرمایا یا کسی فرشتے کے ذریعہ۔ ظاہر یہ ہے کہ براہ راست ہی یہ کلام فرمایا کہ رب نے کہا ابلیس نے سنا مگر چونکہ یہ کلام عزت کا نہیں بلکہ ذلت و خواری کا ہے اس لئے اس کلام سے بے ابلیس کی عزت نہ بڑھی نہ اسے کلیم اللہ کہا جاتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے رب تعالیٰ کا کلام فرمانا عزت و عظمت کا تھا لہذا اس کلام سے موسیٰ علیہ السلام کی عزت افزائی ہوئی اور وہ کلیم اللہ کے خطاب سے نوازے گئے (روح المعانی و کبیر وغیرہ) غرضیکہ کلام بہت قسم کا ہے پیار کا کاروبار کا عزت و وقار کا عذاب و قہر کا موسیٰ علیہ السلام سے کلام ہوا عزت و وقار کا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معراج میں کلام فرمایا محبت و پیار کا فرشتوں سے کلام ہوتا ہے ملکی انتظام و کاروبار کا ابلیس سے ان میں سے کوئی کلام نہیں ہوا اس سے قہر و غضب کا ہوا فاهبط میں ف ترتب کی ہے یعنی

چونکہ تیری اصلی بذاتی آج ظاہر ہوئی لہذا تو اتر جاگویا اب تک تیری عزت تیرا عروج تیری ظاہری اطاعت کی وجہ سے تھا لہذا ہبوط سے جس کے معنی ہیں اوپر سے نیچے گرنا بلندی سے نیچے پھینکا جانا خواہ جگہ کی بلندی ہو یا درجہ اور رتبہ کی یہاں دونوں احتمال ہیں اس لئے منہا میں کئی احتمال ہو سکتے ہیں۔ (1) اس سے مراد جنت ہے۔ (2) اس سے مراد آسمان ہیں۔ (3) اس سے مراد جماعت ملائکہ ہے ان تین صورتوں میں ہبوط کے معنی ہیں اونچی جگہ سے گرنا دھکیلا جانا اس سے مراد اس کا پچھلا درجہ اور قرب الہی ہے جو اسے اب تک میسر تھا یا اس سے مراد اس کی شکل و صورت ہے کیونکہ اب تک وہ فرشتوں کی صورت میں تھا بڑا خوبصورت۔ ان دونوں صورتوں میں ہبوط سے مراد ہے درجہ سے گرنا لہذا اس کی پانچ تفسیریں ہیں۔ (تفسیر کبیر و خازن معانی وغیرہ) خیال رہے کہ فہبط امر عذاب ہے نہ کہ امر شرعی (روح البیان) لہذا ہبوط لک ان تکبر فہما اس عبارت میں ابلیس کے نکالے جانے گرائے جانے کی وجہ کا ذکر ہے۔ لہذا یہ فہبط ہے لک سے پہلے جائزاً "یا لایقا" وغیرہ پوشیدہ ہے۔ لک فرما کر یہ بتایا کہ تجھ پر میرا احسان بہت زیادہ ہے کہ تو ناری تھا تجھے نوریوں میں رکھا جنت میں رہنے سننے کی اجازت دی عزت دی وقار دیا تجھ پر میرا شکر زیادہ لازم تھا تجھے تکبر لائق نہ تھا۔ تکبر بنا ہے تکبر کے دو معنی ہیں بہت ہی بڑا ہونا کہ اس کی بڑائی، عظمت خیال و گمان سے وراء ہو، دوسرے بڑا ہونا کہ تو ہو چھوٹا مگر اپنے کو بڑا سمجھے بڑا ظاہر کرے پہلے معنی سے تکبر اللہ تعالیٰ کی صفت ہے تکبر اس کا نام ہے یعنی بہت ہی بڑا۔ دوسرے معنی مذموم ہیں وہی یہاں مراد ہیں یہاں بھی فہما میں وہ احتمال ہیں جو فہبط منہا میں تھے۔ یعنی تجھے یہاں سے صرف سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے نہیں نکالا جا رہا ہے کہ وہ تو محض ایک گناہ ہے بلکہ تیرے غرور و تکبر کی وجہ سے دھکے دے کر نکالا جا رہا ہے کیونکہ تکبر ہر جگہ ہی برا ہے مگر جنت میں رہ کر یا آسمانوں میں رہ کر یا فرشتوں کی جماعت میں رہ کر تکبر کرنا کسی طرح مناسب نہیں کیونکہ یہ جگہ متکبرین غرور والوں کی نہیں ان کی جگہ زمین ہے کہ وہاں کفار، فرعون، ہامان جیسے متکبرین بھی رہ سکیں گے یہاں متکبرین نہ رہ سکیں نہ آسکیں (روح المعانی) وغیرہ فہما خروج انک من الصالحین اس عبارت میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ فہبط منہا کی تاکید ہے یا تفسیر دوسرے یہ کہ یہ نیا جملہ ہے پہلی صورت میں خروج تفسیر ہے لہبط کی۔ یعنی تجھے صرف اتنا نہیں جا رہا ہے بلکہ نکالا بھی جا رہا ہے کہ نہ تو یہاں رہے نہ تجھے یہاں سے نسبت رہے۔ دوسرے یہ کہ یہ نئی عبارت ہے ایک پوشیدہ شرط کی جزاء ہے اس صورت میں نکلنے سے مراد ہے زمین سے بھی اسے نکال دینا کہیں رہے نہ بے جزیروں پانی وغیرہ پر مارا مارا پھرے۔ دھوکہ دینے کے لئے زمین پر آجلیا کرے مگر اس کا ٹھکانہ کوئی نہ ہو، صالحین بنا ہے صغر سے معنی چھوٹا ہونا خواہ عمر کا چھوٹا ہو یا درجہ رتبہ کا یا ذلیل و خوار ہو۔ یعنی میرے بعض بندے عزت والے ہوں گے بعض ذلیل و خوار۔ عزت والے بندوں کی ابتداء آدم علیہ السلام سے ہوئی کہ وہ اللہ کے نبیوں میں سے ہیں خلفاء زمین میں سے ہیں اور ذلت والوں کی ابتداء تجھ سے ہوئی کہ تو اور تیرے کنبہ والے کفار مشرکین متکبرین سارے ہی ذلیل ہیں لہذا من الصالحین فرمانا بالکل درست ہے قال انظرنی الی ہوم یبعثون ابلیس بد نصیب کی ایسی مت ماری گئی کہ معافی نہ مانگی بلکہ اور زیادہ گناہ کرنے کے لئے بسی عمر مانگی۔ قل کا فاعل ابلیس ہے لہذا بنیہ انظار سے معنی مہلت دینا یہاں موت سے مہلت دینا مراد ہے یعنی بسی عمر یبعثون بنا ہے ہعث سے معنی اٹھانا اس سے مراد ہے قیامت کا دوسرا نفع خدا جب آدم اور ان کی اولاد زندہ کی جائے گی اس نے یہ اس لئے کہا کہ موت سے بچ جائے کیونکہ اسے پتہ تھا کہ موت صور کے پہلے نفع خدا تک آئے گی دوسرے نفع خدا موت کا وقت نکل چکا ہو گا پھر کسی کو موت نہ آئے گی۔ اس کا دوسرا مقصد یہ تھا کہ میں

سارے انسانوں کو برکاسکوں آدم علیہ السلام کا بدلہ ان کی ساری اولاد سے لے سکوں۔ قال انک من المنظرین اس فرمانِ علی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہمارے بعض بندے قیامت کے نفع خداوندی تک زندہ رہیں گے جیسے فرشتے حضرت خضر الیاس بعض جنات۔ ان میں سے تو بھی ہے ہم نے پہلے سے ہی تیری عمر اتنی رکھی ہے۔ دوسرے یہ کہ اس کی دعا کا جواب ہے کہ اچھا تیری بات منظور ہے ہم تجھے بھی ان بندوں کے زمرے میں داخل کئے دیتے ہیں جو نفع خداوندی اول تک جیئیں گے۔ خیال رہے۔ شیطان کو اتنی دراز مہلت دینے میں بہت حکمتیں ہیں۔ (۱) اس میں بندوں خصوصاً انسانوں کا امتحان ہے۔ (۲) اسی سے مخلص منافق بند گان خدا بند گان ہوئی میں چھانٹ ہے (۳) اس کے ذریعہ رب نے ابلیس کو اس کی گزشتہ عبادات کا بدلہ دے دیا کہ تو نے لمبی عمر عبادت کی تھی اب لمبی عمر دنیا میں رہ لے (۴) اس مہلت میں بھی شیطان پر اللہ کا غضب ہے کہ زیادہ لمبی عمر میں زیادہ گناہ کرے تمام کفار اشرار سے زیادہ گناہ اس کے ہوں اس میں اپنے بندوں کو بتانا ہے کہ دراز عمر اگر گناہوں میں گزرے تو وہ اللہ کی رحمت نہیں بلکہ اللہ کا عذاب ہے اسے یوم قرار تک مہلت دی تاکہ صاحب ابصار کو اعتبار و عبرت ہو۔ ہم شیطان کے پیدا فرمانے کی حکمتیں بارہا ہمیں بیان کر چکے ہیں (روح البیان)۔

خلاصہ تفسیر : جب ابلیس کا تکبر اور حسد اس کے کلام اور عمل سے ظاہر ہو گیا تو رب تعالیٰ نے اس کے دلائل کا جواب نہیں دیا بلکہ اس سے فرمایا کہ تو اس نورانی جماعت ملائکہ سے یا جنت سے یا آسمانوں سے نیچے گر کر زمین پر پہنچ۔ تجھے ان مبارک مجلسوں مبارک مقامات پر رہ کر غرور تکبر کرنا کسی طرح جائز نہ تھا کہ یہ مجلسیں یہ مقامات تو متواضعین عجز و انکسار کرنے والوں کے لئے ہیں یہاں تکبر لوگ نہ تو آسکتے ہیں نہ رہ سکتے ہیں بلکہ تو ظاہری زمین سے بھی نکل جاویر انوں جزیروں سمندروں میں رہ۔ ظاہر زمین اولاد آدم علیہ السلام کے لئے ہے یہاں تیرا چکر رہے گا یہاں مارا مارا پھرے گا ہر طرف سے لعنت و پھٹکار کھاتا رہے گا تو وہاں ذلیلوں حقیروں میں سے ایک ہو گا اس عتابانہ کلام کو سن کر اس لوندھی سمجھ والے نے معافی نہ مانگی بلکہ زیادہ جرم و قصور کرنے کے لئے لمبی عمر مانگی بولا اے مولیٰ مجھے قیامت کے دوسرے نفع خداوندی تک مہلت دے جب موت کا وقت نکل چکا ہو رب تعالیٰ نے فرمایا کہ تیری یہ دعا کچھ ترسیم سے منظور ہے کہ تجھے نفع خداوندی تک مہلت ہے اس وقت قیامت تک رہنے والوں کو بھی موت آئے گی اور تجھے بھی۔ خیال رہے کہ تکبر وہ عیب ہے جس کی وجہ سے انسان کسی سے فیض نہیں لے سکتا تکبر بڑی اعلیٰ سے اعلیٰ مجلس سے بھی محروم ہی رہتا ہے جب وہ دوسرے سے اپنے کو بڑا جانتا ہے تو اس سے فیض کیوں لے گا نیز تکبر سے دل میں سختی پیدا ہوتی ہے سخت دل والا اللہ کی ہر رحمت سے محروم ہے سخت زمین میں پیداوار نہیں ہوتی ٹھنڈا سخت لوہا پر زہ وغیرہ نہیں بنتا ٹھنڈا سخت سونا زیور نہیں بنتا سخت آثار روٹی نہیں بنتا پونہی سخت دل انسان کچھ بھی نہیں بنتا تکبر ہر جگہ ہی برا ہے مگر مدینہ منورہ کی سر زمین میں زیادہ برا ہے اے مدینہ جانے والے اپنی ساری برائیاں اپنے گھر چھوڑ جاوہاں عجز اور ندامت لے کر جا۔ شیطان کے اس واقعہ سے عبرت پکڑ۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : جنت اور وہاں کی نعمتیں پیدا ہو چکی ہیں جہاں مردودیت سے پہلے شیطان رہتا یا آتا جاتا تھا یہ فائدہ فایض منہا سے حاصل ہوا اگر جنت پیدا نہ ہوئی ہوتی تو نکالا کمال سے جاتا دوسرا فائدہ : جنت اوپر ہے نیچے نہیں یہ فائدہ بھی فایض منہا سے حاصل ہوا اگر زمین پر ہوتی یا زمین کے نیچے تو اتارنا نہ فرمایا جاتا اوپر سے نیچے آنے کو اترنا یا گرنا کما جاتا ہے۔ خیال رہے کہ مردودیت سے پہلے شیطان جنت کے میوے کھاتا پیتا

ہو گا۔ آدم علیہ السلام بھی وہاں یہ سب کچھ کھاتے پیتے تھے مگر وہاں حوروں کو کسی نے ہاتھ نہیں لگایا رب فرماتا ہے لم یطمئنہن انسی قبلہم ولا جان ان کو ہاتھ لگانا بعد قیامت ہو گا جب لوگ جزا و ثواب کے لئے وہاں داخل ہوں گے اور انہیں ان کے خاوند ہی ہاتھ لگائیں گے دوسرے نہیں رب فرماتا ہے و زوجنا ہم بحور عن تیسرا فائدہ: جنت مکبرین حاسدین کی جگہ نہیں وہاں تو متواضعین صالحین کا گزارہ ہے اگر وہاں جانا ہے تو مجز و انکسار نیک اعمال اختیار کرو یہ فائدہ ان تکبر و فہما سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: ہر شخص کی ہر دلیل کا جواب نہیں دینا چاہئے بعض دلائل پر مقابل کو درکار و بناسنت الہیہ ہے یہ فائدہ خارج منہا سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے شیطان کی کسی دلیل یا اس کی دلیل کے کسی مقدمہ کا جواب نہ دیا بلکہ اسے نکال دیا۔ پانچواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کا بڑا غضب بندہ پر یہ ہے کہ اسے اچھی مجلسوں اچھی صحبتوں سے محروم کر دیا جائے اچھوں کے پاس سے نکال دیا جائے اگرچہ اس کے پاس مال کی فراوانی رہے۔ دیکھو اللہ تعالیٰ نے جب شیطان پر غضب فرمایا تو نہ تو اسے فوراً موت دیدی نہ اس کا کھانا پیتا مال کم کر دیا اسے تمام زمینی خزانوں پر دسترس ہے اس کی طاقت اس کا علم اس کی قوت رفتار سب ویسی ہی رکھی جیسی پہلے تھی کہ فرماتا ہے اندہرا کم ہو و قبلہ من حث لا توونہم۔ سارے عالم پر لوگوں کی نیت ان کے ارادے پر مطلع ہر جائز ناجائز چیز سے واقف تھا اور ہے یہ سب چیزیں اس کی برقرار رکھیں بلکہ اسے دراز عمر دے دی گئی اسے اچھی صحبتوں اچھی مجلسوں اچھوں کی صحبتوں سے دور کر دیا نیز اس کو توفیق خیر سے محروم کر دیا کہ اب اسے سجدہ سجود کی توفیق نہیں بلکہ لوگوں کو سجدوں سے روکتا ہے نیز اسے دل کے سکون، قلب کے چین سے محروم کر دیا اب اسے سجدہ سجود کی فکر اس ایک کے دل میں ہے غرضیکہ اسے تین نعمتوں سے محروم کیا اچھی صحبت، توفیق خیر، دل کا سکون اس کا علم، مل، زندگی وہ سب ایسے ہی رکھی۔ چھٹا فائدہ: تکبر و غرور کا انجام ذلت و خواری ہے۔ یہ فائدہ انک من الصالحین سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: جب رب تعالیٰ کسی پر غضب کرتا ہے تو وہ دعائیں بھی الٹی ہی مانگتا ہے دیکھو اگر ابلیس اس موقع پر رب سے معافی مانگ لیتا تو وہ ارحم الراحمین شاید اسے معافی دے دیتا اس نے مانگی کیا چیز لمبی عمر کا کہ گناہ اور زیادہ کرے اپنا پیالہ خوب بھرے تاکہ زیادہ گمراہ ہو جائے۔ آٹھواں فائدہ: کفار بلکہ شیطان کی دعا سے عمر دراز ہو سکتی ہے جیسا کہ انک من المظلوین کی ایک تفسیر سے معلوم ہوا دیکھو شیطان کی دعا سے اسے لمبی عمر مل گئی۔ جب شیطان کی دعا سے اس کی عمر لمبی ہو گئی تو اگر آدم علیہ السلام کی دعا سے داؤد علیہ السلام کی عمر بجائے ساٹھ سال کے سوسال ہو جائے یا مقبول بندوں کی دعا سے لوگوں کی عمریں لمبی ہو جائیں ان کی تقدیریں بدل جائیں تو کیا مضائقہ ہے ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔

جو ہو ذوق یقین حاصل تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں نگاہ مرو مومن سے پلٹ جاتی ہیں تقدیریں
نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی عقیدت ہو تو دیکھ ان کو یہ بیضا لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں!

نواں فائدہ: بعض بندے اللہ کے نزدیک ذلیل ہیں بعض عزت والے ذلیل لوگ شیطانی ٹولہ ہیں یہ فائدہ انک من الصالحین سے حاصل ہوا کہ صاغرین جمع فرمایا گیا اور اس پر من تبیینہ لایا گیا۔ دسواں فائدہ: اللہ کے بعض بندے قیامت تک جائیں گی پہلے نفع پر مرس گے۔ یہ فائدہ من المظلوین سے حاصل ہوا کہ یہاں بھی منظرین جمع ارشاد ہوا اور اس پر من تبیینہ داخل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: ابلیس اللہ تعالیٰ کی ذات صفات قیامت وہاں کے اٹھنے رب کی قدرت وغیرہ سب چیزوں کا قائل ہے وہ مشرک نہیں پکا موحّد ہے، صرف نبی ہمارے مقبول بندوں کا انکاری ہے۔ یہ فائدہ اس مروود کی اس دعا سے

حاصل ہوا۔ اس سے وہ گستاخ لوگ عبرت حاصل کریں جنہیں اپنی توحید، علم و ظاہری اعمال پر ناز ہے۔ بارہواں فائدہ: اللہ کا کرم ہمارے گناہوں سے کہیں زیادہ ہے دیکھو ابلیس نے گناہ بلکہ بدترین جرم کیا جس پر وہ نکالا گیا، مگر نکلتے ہوئے رب سے دعا مانگی اور رب نے قبول فرمائی بندوں کو بھی چاہئے کہ غضب میں بھی کرم کا لحاظ رکھیں تخلقوا باخلاق اللہ تیرہواں فائدہ: اچھی دعا مانگنا بھی رب کی توفیق سے نصیب ہوتا ہے ہم کو تو مانگنا بھی نہیں آتا دیکھو شیطان اگر اس وقت معافی مانگ لیتا تو ترجما مگر مانگا کیا اور از عمر اور اس میں گناہوں کی کثرت۔

پہلا اعتراض: رب تعالیٰ سے ہم کلامی بڑی عزت ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس وجہ سے دوسرے نبیوں سے ممتاز ہوئے ان کا لقب کلیم اللہ ہو اتنا چاہئے کہ ابلیس بھی بڑی عظمت والا ہو کہ اس سے بلا واسطہ رب نے کلام فرمایا۔ جواب: اولاً تو اس میں گفتگو ہے کہ ابلیس سے کلام خود رب تعالیٰ نے فرمایا یا بذریعہ فرشتے کے اس کو کہلوا یا اگر فرشتے کے ذریعہ کہلوا یا گیا ہو پھر تو کوئی سوال ہی نہیں اور اگر بلا واسطہ رب تعالیٰ ہی نے کلام فرمایا ہو تو یہ کلام غضب و قہر کا ہے رب سے ہم کلامی وہ عزت کا باعث ہے جو احترام و اکرام کے ساتھ ہو حاکم جس کو اپنے ہاں مسمان بلا کر اس سے محبت کا کلام کرے وہ معزز ہے اور جس مجرم کو بذریعہ پولیس پکڑا کر اسے سزا کا حکم سنائے وہ مجرم بدترین ذلیل ہے یہاں کلام دو سری قسم کا ہے۔ دوسرا اعتراض: فاطمہ منہا میں ہا ضمیر یا تو جنت کی طرف لوٹتی ہے یا فرشتوں کی جماعت کی طرف یا آسمانوں کی طرف مگر ان میں سے کسی چیز کا ذکر پہلے نہیں ہوا جس کا ذکر نہ ہو اس کی طرف ضمیر کیوں مکرر جوع کر سکتی ہے۔ جواب: اگر یہ ضمیر فرشتوں کی طرف ہے تو ان کا ذکر ہو چکا ہے ثم قلنا للملئکۃ اور اگر جنت یا آسمانوں کی طرف ہے تو یہ چیزیں اگرچہ مذکور نہیں مگر معلوم ہیں مرجع کا ذکر ہونا ضروری نہیں معلوم ہونا ضروری ہے۔ معلوم ہونا قرآن سے بھی ہو جاتا ہے۔ تیسرا اعتراض: ان آیات میں شیطان کو دو حکم دیئے گئے ہیں ایک فلعبط اتر جا دو سرا فلخرج نکل جا اترنا کہاں سے ہوا تھا اور نکلنا کہاں سے۔ جواب: تفسیر خازن نے فرمایا کہ ابلیس پہلے آسمانوں یا جنت میں رہتا تھا زمین پر اس کا راج تھا فلعبط فرمایا کہ آسمانوں یا جنت سے نکالا گیا اور فلخرج فرما کر زمین سے نکالا گیا اب وہ زمین میں چوروں ذیلیوں کی طرح پھرتا ہے یہاں رہتا نہیں اور ہو سکتا ہے کہ فلخرج کے معنی یہ ہوں کہ ہماری بارگاہ علیہ سے نکل یہاں سے ہٹ دور ہو جایا فلخرج تاکید ہو فلعبط کی۔ چوتھا اعتراض: جب شیطان جنت اور آسمانوں اور جماعت ملائکہ سے نکالا جا چکا تھا تو حضرت آدم علیہ السلام کو اس نے دھوکہ کیسے دیا وہ تو جنت میں رہتے تھے وہاں یہ کیسے پہنچا۔ جواب: اس کے بہت جواب ہم نے پہلے پارے میں دیدئے ہیں وہاں دیکھو۔ اس حکم کے بعد شیطان کا وہاں رہنا سنا عزت سے جانا آنا بند ہو گیا تھا چوروں کی طرح ذلت و خواری سے پہنچ جانا بند نہیں ہوا تھا یا کہا جائے کہ ابلیس دوسو سو دور سے بھی ڈال رہتا ہے۔ پانچواں اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ ابلیس کی زیادتی عمر کی دعا قبول ہو گئی مگر قرآن مجید فرماتا ہے وما دعاء الکافرین الا فی ضلال آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: وہاں اس آیت میں دعا سے مراد ہے دوزخیوں کی چیخ و پکار اور ان کا دوزخ سے نکلنے کی دعا کرنا وہ قبول نہ ہوگی یہاں ابلیس کی دنیاوی دعا کا ذکر ہے اور اگر اس آیت کے معنی یہ ہوں کہ تو تو پہلے ہی سے مہلت دیا ہوا ہے پہلے ہی سے ہم نے تیری عمر لمبی مقرر کی ہے تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں۔ چھٹا اعتراض: تقدیر بدلنا غیر ممکن ہے رب فرماتا ہے اذا جاء اجلهم فلا یستأخرون ساعتہ ولا یستقدمون جب موت آنے پر ایک منٹ آگے پیچھے نہیں ہو سکتا تو عمر کیسے بدلی جاتی ہے علم الہی میں تبدیلی ناممکن ہے۔ جواب: تقدیر میں

تبدیلی عمر میں زیادتی کی ہوتی ہے اور ہوتی رہتی ہے۔ تمہاری پیش کردہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ موت آنے پر کوئی شخص اپنی طاقت و قوت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتا لیکن اگر رب خود ہی تبدیل فرمائے تو وہ قادر ہے۔ خیال رہے کہ علم الہی میں تبدیلی ناممکن ہے مگر حکم الہی میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے چھوٹی عمر بھی رب کے حکم سے ہے اور عمر دراز ہونا بھی اس کے حکم سے ہماری بیماری بھی اس کے حکم سے ہے اور دوائے صحت بھی اس کے حکم سے ہے۔ سناؤاں اعتراض: اس آیت میں ارشاد ہوا کہ تجھے جنت یا آسمانوں میں تکبر و غرور کرنا لائق نہ تھا ان تکبر و فہما تو کیا دوسری جگہ تکبر کرنا ٹھیک ہے یہاں فہما کی قید کیوں لگائی گئی۔ جواب: تکبر کرنا خصوصاً حضرات انبیاء کرام پر تکبر کرنا ہر جگہ بہت ہی برا ہے مگر ان مقامات پر تکبر ٹھہر نہیں سکتا زمین پر متکبرین رہتے بستے ہیں اگرچہ گنہگار بلکہ کافر ہوتے ہیں 'فرعون' 'ہامان' 'قارون' نمود و غیرہ بڑے متکبر تھے مگر زمین میں ہی رہے یہاں راج کرتے رہے بہر حال یہ فرمان شیطان کے نکالے جانے کی ایک وجہ کا بیان ہے۔ آٹھواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ زمین سے آسمان یا جنت افضل ہے کہ زمین پر متکبرین کفار بھی رہ سکتے ہیں وہاں صرف نوری جماعت ہی رہتی ہے یہاں ہر وقت عبادت ہی ہوتی ہیں کفر و گناہ کبھی نہیں ہوتے۔ جواب: نہیں بلکہ فی الحال زمین آسمان سے افضل ہے کہ یہاں حضرات انبیاء کرام اولیاء اللہ تشریف فرما ہیں مملکت الہیہ کلوار الخلافہ زمین ہے انی جاعل فی الارض خلیفہ حج زیارت جہاں زمین پر ہوتے ہیں وہاں صرف سجدے سجود ہیں اگرچہ یہاں کفار بھی رہیں مگر ان محبوبوں مقبولوں کے قدم نے زمین کو افضل کر دیا جیسے کعبہ معظمہ کی وجہ سے مکہ معظمہ عظمت والا شہر ہے اگرچہ وہاں ابو جہل ابولہب کفار تھے لورت پرستی وغیرہ سب کچھ تھی یہاں جب یہ حضرات جنت میں پہنچ جائیں گے اور زمین ان سے خالی ہو جائے گی تب جنت اس زمین سے افضل ہوگی جیسے کہ جب تک حضور سلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ میں رہے تو وہ تمام شہروں سے افضل تھا مگر جب ان سرکار نے مدینہ منورہ اپنا دیر انکالیا تو مدینہ تمام شہروں سے افضل ہو گیا حتیٰ کہ امام مالک اور دوسرے عشاق کے نزدیک مکہ معظمہ سے بھی افضل ہو گیا اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

طیبہ نہ سہی افضل مکہ ہی بڑا زاہد ہم عشق کے بندے ہیں کیوں بات بدعالتی ہے

نواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا انک من المنظرین یا انک من الصالحین جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان کے علاوہ اور لوگ بھی ذلیل ہیں اور ان لوگوں کو بھی قیامت تک مہلت ہے وہ کون لوگ ہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ سارے کفار سارے متکبرین ذلیل ہیں وہ شیطان کے ساتھی ہیں اور بہت سے بندے وہ ہیں جنہیں صور پھونکے جانے پر ہی موت آئے گی جیسے شیطان کی بعض ذریات غرضیکہ وہ اس میں اکیلا نہیں۔

تفسیر صوفیانہ: اوپر چڑھنا مشکل ہے مگر اوپر سے گرنا بہت آسان۔ جسمانیات میں دیکھ لو کہ چھت پر سیڑھی کے ذریعہ بہت دیر میں چڑھتے ہیں مگر پاؤں پھسلتے ہی آنا "فانا" نیچے گر جاتے ہیں یوں غور کر لو کہ شیطان نے اپنا وہ پہلا مقام ہزار ہا سال کی عبادت کے بعد حاصل کیا تھا مگر اس کے سجدہ کے انکار سے وہ تمام بیکار ہو گئے اور بدترین ذلیل ترین بن گیا غافل موت سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں غافل موت کے طالب ہیں کہ وہ یا ر سے ملنے کا ذریعہ ہے۔

غافلاں از مرگ مہلت خواستد عاشقان گفتند نے نے زور بلو

شیطان مردود تو ہوا ہی تھا غافل بھی ہو گیا کہ زیادہ گناہوں کے لئے دراز عمر مانگی عمر خضریٰ عمر عیسوی بھی دراز ہے مگر یہ درازی عمر

اللہ کی رحمت ہے۔ شیطان کی درازی عمر اللہ کا عذاب ہے کہ ان بزرگوں کی عمریں عجز و انکسار اور رب کی اطاعت میں گزر رہی ہیں اور اس مروود کی عمر تکبر اور نافرمانی میں مولانا فرماتے ہیں۔

علتی بدتر نہ پندارد کمال نیست اندر حانت اے مغرور و نسال

ابو جعفر بغدادی فرماتے ہیں کہ چھ شخصوں کے لئے چھ باتیں بڑی بڑی علماء کے لئے طمع، حاموں کے لئے جلدی، امیروں کے لئے بخل، فقیروں کے لئے تکبر و صوفیاء کے لئے کم عقلی، خاندانی بزرگوں کے لئے زیادہ لعن طعن یہ چیزیں وہ چھریاں ہیں جو ایمان کی رگ کاٹ دیتی ہیں، سب کو شیطان گمراہ کرتا ہے اور شیطان کو حسد اور تکبر نے گمراہ کیا (از روح البیان) اگر شیطان بجائے درازی عمر مانگنے کے اپنے تصور کی معافی مانگ لیتا تو شاید معافی ہو جاتی، صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب کا بڑا عذاب بندے پر یہ ہے کہ اسے اس کے حال پر چھوڑ دیا جائے اس کی دستگیری نہ کرے اگر قمیستی گھوڑا ہو مگر مالک اس کی لگام چھوڑ دے تو وہ خود بھی ہلاک ہو گا سواریوں کو بھی ہلاک کرے گا، اعلیٰ درجہ کی کار ہو مگر ڈرائیور اس کی سٹیرنگ چھوڑ دے اس کو اپنے قبضے میں نہ رکھے تو کار تباہ ہوگی۔ یونہی اگر دل پر اللہ رسول کی نظر نہ رہے تو ہم بھی ہلاک ہو جائیں ہمارا انجام ہبوط ہو گا اب پڑھو فاطمہ بنت مہمانیز فرماتے ہیں کہ حضرت خضر، الیاس عیسیٰ علیہ السلام فرشتے ان سب کو لمبی عمر دی گئی وہ دراز عمر رحمت ہے مگر شیطان کی لمبی عمر عذاب کہ شیطان کی زندگی حیاۃ الدنیا ہے یعنی حیاۃ الدنیا ہے ان کی زندگی للدنیا نہیں بلکہ لاخرہ یا اللہ ہے اور فی الدنیا۔ جو کشتی کے ذریعہ دریا میں داخل ہو اس کے کپڑے تر نہیں ہوتے جو تیرتا ہو داخل ہو وہ بھیگتا ہو مگر نکل جاتا ہے جو اس میں ڈوب جائے وہ فنا ہو جاتا ہے دنیا دریا ہے حضرات اولیاء انبیاء شریعت کی کشتی کے ذریعے اس میں رہتے ہیں غافل لوگ خود تیرنا چاہتے ہیں تو اس سے تر ہو جاتے ہیں کافر اس میں ڈوب کر ہلاک ہو جاتے ہیں۔ ابلیس اس آخری قسم کا ہے دنیا میں خار و غار بھی ہیں اور گل و گنزار بھی جو شریعت کے گیس طریقہ کی لاشی کے ذریعہ احتیاط سے چلے گا وہ بخیرت گل و گنزار حاصل کر لے گا جو ان سے بے نیاز ہو گا وہ یا خار سے زخمی ہو گا یا غار میں ہلاک یا پھسلن سے گرے گا شیطان اور اس کی ذریت اس کے متبعین اس تیسری قسم میں ہیں۔

قَالَ فِيمَا أَخْبَرْتَنِي لَا قُعْدَانَ لَكُمْ مَصْرَاطُكَ الْمُسْتَقِيمَ ۖ ثُمَّ لَا تَبْنَهُمْ

بولائیں قسم ہے اس کی گمراہی کہ نہ دیا تو نے مجھے کو ابراہیم مزور، بیٹھوں گا میں ان کے لئے رستے راستہ سیدھے پر پھر آؤں گا میں

بولائیں قسم اس کی کہ تو نے مجھے گمراہ کیا میں ضرور تیرے سیدھے رستہ پر ان کی تاک میں بیٹھوں گا پھر ضرور میں ان کے

مِنْ بَيْنِ أَيْدِيهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ أَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَائِلِهِمْ

ان کے پاس ان کے سامنے سے اور ان کے پیچھے سے اور ان کے سیدھی طرف سے

پاس آؤں گا ان کے آگے اور پیچھے اور دائیں اور بائیں سے اور تو ان میں سے اکثر کو شکر گزار نہ

وَلَا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شَاكِرِينَ ۝

اور ان کی امتی طرف سے اور نہیں پائے گا تو بہت سے ان میں سے شکر گزار

پائے گا فرمایا یہاں سے نکل جا دھما دھما دھما

marfat.com

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات کریمہ میں شیطان کے لمبی عمر مانگنے کا ذکر تھا اب اس دعا کے مقصد کا ذکر ہے جو اس نے خود بیان کیا کہ میں اتنی دراز عمر تو بہ عبادت وغیرہ کے لئے نہیں مانگ رہا ہوں بلکہ لوگوں کو ہکانے گمراہ کرنے کے لئے مانگ رہا ہوں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں شیطان کے گمراہ ہو جانے کا ذکر تھا اب اس کے گمراہ کرنے کا ذکر ہے گویا اس کی گمراہی کے بعد اس کی گمراہ گری کا ذکر ہے چونکہ گمراہ گری سے پہلے اپنی گمراہی ہوتی ہے۔ اس لئے پہلے گمراہی کا ذکر ہوا پھر اس کی گمراہ گری کا۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ ابلیس حضرت آدم کے ذریعہ گمراہ ہوا اور نکالا گیا اب اس کے بدلہ لینے کا ذکر ہے کہ وہ تاقیامت اولاد آدم سے بدلہ لے گا انسانوں کو چاہئے کہ اس سے ہوشیار رہیں۔

تفسیر : قال لبعما اخلوتنی یہ جملہ نیا ہے قل کا فاعل وہی ابلیس ہے اس نے رب تعالیٰ سے یہ عرض کیا۔ قل چار معنی میں آتا ہے فرماتا۔ عرض کرنا، کہنا، بکواس کرنا یہاں معنی بکواس کرنا ہے کیونکہ شیطان نے جو کچھ کہا وہ بیہودہ بکواس ہی کی خیال رہے کہ نبی کا بے ادب کبھی خدا تعالیٰ کا بالادب نہیں ہو سکتا۔ چونکہ شیطان پہلے حضرت آدم کی بے ادبی کر چکا تھا قال انا خیر منہ وہ بے ادبی سیڑھی تھی اس بے ادبی کی۔ نبی کا ادب سارے ادب کا مرکز ہے اسی طرح نبی کی بے ادبی ساری بے ادبیوں کا سرچشمہ ہے۔ یہ بے ادب قرآن نماز بلکہ ماں باپ کا بھی ادب نہیں کرتا۔ لبعما میں ف ترتب کی ہے کیونکہ یہ عبارت پچھلی عبارت پر مرتب ہے کہ جب رب نے اس سے وہ کچھ فرمایا جس کا ذکر ہوا تو شیطان نے کہا۔ جملہ کے متعلق چند قول ہیں ایک یہ کہ المستطہلہ ہے اور اخلوتنی پر جملہ ختم ہے اور لا اعدی نیا جملہ ہے یعنی اے مولا تو نے مجھے کس وجہ سے گمراہ کر دیا میں نے تو کوئی گمراہی کی بات کسی نہیں برا کام کیا نہیں میں تیرا ہمیشہ سے عابد اور تیری عبادت کرنے کو تیار ہوں (خازن) خلاصہ یہ ہے کہ میں بے قصور ہوں یہ تیرا مجھ پر ظلم ہے کہ تو نے بلا وجہ مجھے گمراہ کر دیا۔ یہ بے ادبی کی انتہا ہے رب پھر بھی اسے مستطہلہ ہے انتہا درجہ کا ظلم ہے دوسرے یہ کہ ہمیں ب سیہ ہے اور ما مصدر یہ اور اس عبارت کا تعلق اگلے جملہ لا اعدی سے ہے یعنی تیرے مجھ کو گمراہ کرنے کی قسم یا تیرے گمراہ کرنے کی وجہ سے میں لولا آدم کو ہسکوں گا چاہئے تھا تو بہ کرنا مگر شامت نفس نے الٹا کر لیا۔ اخلوتنی بنا ہے ہی سے معنی فساد لعل عرب کہتے ہیں غوی الفصل اونٹ کے بچہ کا معنی فاسد ہو گیا۔ اصطلاح میں معنی جہالت اور گمراہی بھی آتا ہے جیسے ما ضل ما حکم وما غوی اور معنی نقصان و تکلیف بھی جیسے وعسی ادم وہ لغوی کبھی معنی عذاب بھی آتا ہے جیسے سوف یلقون عذابا معنی گمراہی ہے سیدنا عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اخلوتنی کے معنی ہیں تو نے مجھ میں گمراہی پیدا فرمادی یہ بات بالکل درست ہے کہ خالق خیر و شر رب تعالیٰ ہے۔ فرماتا ہے خالق کل شئی بعض نے فرمایا کہ اس کے معنی ہیں تو نے مجھے گمراہ کر دیا یعنی گمراہی میں گرا دیا یا یہ معنی ہیں کہ تو نے مجھے نقصان میں ڈال دیا کہ ایک سجدہ نہ کرنے سے میرے سارے سجدہ برباد کر دیئے (تفسیر روح المعانی) لا اعدی لہم صراطک المستقیم یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے یا جواب قسم جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا اعدی کے معنی ہیں کہ میں ان کی ناک میں چوروں ڈاکوؤں کی طرح بیٹھوں گا جب میرے دائوں میں آئیں گے ان پر حملہ کر دوں گا لہم کا مرجع لولا آدم ہے جو آدم علیہ السلام کے ذکر سے معلوم ہو چکی ہے چونکہ یہاں گھات میں بیٹھنے بھگانے کی کوشش کرنے کا ذکر ہے اس لئے ابلیس نے کسی کا استثناء نہیں کیا کیونکہ وہ سب کی کوشش کے لئے ہی تھا ہے نہ ہی ہوا ولی یا کوئی اور مگر ہسکوں بنا راہ سے ہٹانے اپنی کوشش

میں کامیاب ہو جانا اس کا ذکر اس آیت میں ہے لا حولہم اجمعین الا عبادک منهم المخلصین سب کو برکادوں کا سوا تیرے نیک خالص بندوں کے اندر دونوں آیتوں میں تعارض نہیں۔ کیونکہ خاص مقبولین اس کے برکانے میں نہیں آتے۔ صراط مستقیم سے مراد خدا کی راستہ ہے۔ یعنی دین اسلام ہر نبی جس کی تبلیغ فرمانے آئے یا جنت تک پہنچنے کا راستہ یعنی اللہ رسول کی اطاعت و فرمانبرداری۔ ابلیس پہلے تو عقائد حقہ کی راہ پر بیٹھتا ہے ایمان سے روکنے کے لئے اگر یہاں کامیاب نہ ہو تو عبادات کی راہ پر بیٹھتا ہے عبادات سے روکنے کے لئے (روح المعانی) غرضیکہ ہر گھات میں بیٹھتا تو دامن ہو گا۔ خیال رہے کہ صراط مستقیم پر جیسے راہزنی کے لئے شیطان بیٹھتا ہے ایسے ہی راہبری کے لئے وہاں جناب مصطفیٰ ان کے غلام خود رب کی رحمت بھی موجود ہیں۔ فرماتا ہے انک لمن المرسلین علی صراط مستقیم اور فرماتا ہے ان دی علی طراط مستقیم غرضیکہ وہاں حفاظتی چوکیاں بھی قائم ہیں رب نے ہم کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا ہے۔ ثم لا تنہم من بینہم و من خلفہم و عن ايمانہم و عن شمانہم یہ اس کے حملہ کرنے کا ذکر ہے کہ وہ نوگ جب میرے داؤں پر آجائیں گے تو ان پر چار طرف سے حملہ کروں گا آگے سے پیچھے سے دائیں سے بائیں سے اوپر نیچے کا ذکر نہ کیا۔ کیونکہ اوپر سے اللہ کی رحمت مسلمانوں پر آتی ہے اس کا سلام آتا ہے سلام علیکم انعم اللہ علیہم انعمت علیہم اور حفاظتی پہرہ ہے۔ زمین پر انسان سجدے کرتا ہے اور ہر بھی حفاظت کا انتظام ہے (کبیر) یا اس لئے کہ اوپر نیچے سے دشمن آتا ہے ان چار طرفوں سے دوست بھی آتے ہیں ابلیس انسان کے پاس دوست کی شکل میں آتا ہے اس لئے ان طرفوں سے ہی آتا ہے (صاوی) خلاصہ یہ ہے اوپر نیچے کا ذکر کیا تو اس لئے نہ کیا کہ نیچے بندے کی عاجزی و زاری آتی ہے اوپر سے رحمت باری آتی ہے یہ آنے جانے کے راستے اس چور سے محفوظ رکھے گئے ہیں۔ خیال رہے کہ سامنے اور پیچھے کے لئے اس نے من بولا جو دوری نہیں چاہتا مگر دابنہ بائیں کے لئے عن بولا جو دوری پر دلالت کرتا ہے یعنی آگے پیچھے سے تو بہت قریب ہو کر ان کے پاس پہنچوں گا مگر دائیں بائیں کچھ دور رہ کر انہیں برکاتوں کا کیونکہ ان دونوں طرف اہل عمل لکھنے والے فرشتے رہتے ہیں۔ وہ فرشتوں سے بہت گھبراتا ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے عن الیمین وعن الشمال قعدا اس لئے ابلیس آگے پیچھے سے تو جھپٹ سکتا ہے مگر دائیں بائیں سے جھپٹ نہیں سکتا (کبیر) اس لئے ہم نماز میں جب سلام پھیرتے ہیں تو دائیں بائیں منہ پھر کر سلام کرتے ہیں دائیں طرف نیکیاں لکھنے والے فرشتے کو سلام کرتے ہیں بائیں طرف گناہ والے فرشتے کو من اور عن کہنے کی یہ وجہ ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ان چار لفظوں کی بہت سی تفسیریں کی گئی ہیں جن میں سے ہم چند تفسیریں عرض کرتے ہیں (1) اس سے چار سمتیں ہی مراد ہیں کیونکہ اس کی ذریت یعنی قرین و فیروہ تو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتے ہیں مگر ابلیس وقتاً فوقتاً انسان کے پاس آتا ہے ان چار سمتوں سے۔ (2) سامنے سے مراد ہے آخرت کہ وہ آ رہی ہے پیچھے سے مراد ہے دنیا کہ وہ جا رہی ہے یعنی انہیں آخرت سے غافل کروں گا یا میں راغب کروں گا ایمان سے مراد ہیں عبادات شامل سے مراد ہے گناہ یعنی عبادت میں سستی کراؤں گا گناہوں میں پھنساؤں گا (3) سامنے سے مراد ہے دنیا کہ وہ نقد ہے دیکھنے میں آ رہی ہے پیچھے سے مراد ہے آخرت کہ وہ دنیا ختم ہونے پر آئے گی انہیں دنیا کا یقین دلاؤں گا آخرت کے متعلق مشکوک کر دوں گا ایمان سے مراد ہیں عقائد شامل سے مراد ہیں اہل عمل یعنی برے عقائد اور برے اعمال میں پھنساؤں گا (4) سامنے سے مراد ہے دنیا اور پیچھے سے مراد ہے آخرت یعنی میں ان کی نگاہوں میں دنیا کو آراستہ کر دوں گا اور آخرت کو صیانت خوفناک دکھاؤں گا ایمان سے مراد ہے حق شامل سے مراد ہے باطل۔ یعنی ان کی نگاہوں میں حق کو

باطل اور باطل کو حق کر کے دکھاؤں گا، نیک کاموں میں دیر کراؤں گا برے کاموں میں جلدی (تفسیر خازن)۔ 5 حضرت شفیق فرماتے ہیں کہ میرے پاس شیطان چاروں طرف سے آتا ہے اور قرآن میری چاروں طرف سے رہبری کرتا ہے مجھے اس سے بچاتا ہے چنانچہ وہ میرے سامنے سے اس طرح آتا ہے کہ مت ڈر اللہ غفور رحیم ہے فوراً مجھے قرآن سنا ہے وانی لغفار لمن تاب وامن وعمل صالحاً کہ رب تعالیٰ واقعی غفار ہے مگر اس کے لئے جو توبہ کرے ایمان و اعمال صالحہ اختیار کرے اور میرے پیچھے سے شیطان اس طرح آتا ہے کہ مجھ سے کہتا ہے کہ اگر تو خیرات صدقات کرے گا تو تیرے بچے فقیر ہو جائیں گے ان کے لئے بچا مجھے قرآن سنا ہے وما من دابة فی الارض الا علی اللہ رزقها ہر جاندار کی روزی اللہ کے ذمہ کرم پر ہے شیطان میرے واسطے سے آتا ہے تو میری تعریف کرتا ہے تو بد عالم عاقل صوفی شیخ ہے قرآن میری ہدایت کرتا ہے والعاقلین للمتقین کہ اگر تو متقی نہیں تو کچھ بھی نہیں پھر شیطان میرے بائیں طرف سے آتا ہے مجھے شہوات میں پھنساتا ہے قرآن فرماتا ہے وحیل بنہم وبن ما یشتہون (تفسیر کبیر) ولا تجدوا کثرہم شا کو بن شیطان نے اپنے متعلق خبر دینے کے بعد بارگاہ الہی میں انسانوں کا حل بیان کیا کہ میرے مولیٰ تو اکثر انسانوں کو شاکر نہ پائے گا کافر پائے گا۔ اس کی یہ بات بھی درست ہی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور یہ بات اس نے یا تو اپنے اندازے سے کسی یا لوح محفوظ سے دیکھ کر کیونکہ وہ لوح محفوظ دیکھا پڑھا کرتا تھا (تفسیر خازن) غرضیکہ انسان کمزور ہے شیطان دشمن قوی ہے۔ انسان کو چاہئے کہ قوی و قادر رب تعالیٰ کی بنیاد لے اپنے پر اعتماد بالکل نہ کرے رب تعالیٰ ہر مسلمان کو اس کی سرے سے بچائے۔

خلاصہء تفسیر : جب شیطان نے اپنی درازیء زور بی مہلت معلوم کر لی تو بولا کہ میرے مولیٰ یہ بھی سن لے کہ میں نے یہ لمبی عمر تجھ سے کیوں مانگی ہے توبہ کرنے یا نیک اعمال کرنے کے لئے نہیں۔ جو سجدے سجدہ کرنے تھے وہ تو میں کر چکا اب میرا کٹا بدل گیا میں اس کی قسم کھاتا ہوں کہ تو نے مجھے گمراہ کر دیا یعنی تیرے مجھے بہکا دینے کی قسم گویا میں تو اچھا تھا تو نے مجھے برا کر دیا جن کی وجہ سے تو نے مجھے گمراہ مردود کر کے نکالا ہے میں اس کا بدلہ ان کی لولاد سے تاقیامت لیتا رہوں گا کہ جو خدا رسی کا راستہ ہے اس پر میں گھات لگا کر بیٹھوں گا جسے اس راہ پر آتو دیکھوں گا اسے دائیں بائیں آگے پیچھے سے گھیر لوں گا کہ کسی کو آگے سے کسی کو پیچھے سے کسی کو دائیں طرف سے کسی کو بائیں طرف سے بہکاؤں گا کسی کے پاس مولویوں کی شکل میں جلوں گا کسی کے پاس صوفیوں پیروں کی صورت میں نمودار ہوں گا کسی کے سامنے عیش و طرب پیش کروں گا کسی کے سامنے آفت و غم اگر ہو سکا تو ان کے عقائد لگاڑوں گا ورنہ فرائض سے روکوں گا اگر یہ بھی نہ ہو سکا تو کم از کم سنت و اجبات بلکہ مستحبات سے روکوں گا کسی کو قرآن دکھا کر بہکاؤں گا کسی کو دنیا دکھا کر میرے مولیٰ تو دیکھ لینا کہ تیرے انسان اکثر کافر ہوں گے تھوڑے شاکر۔ یہ کمزور ہیں ان کا قوی دشمن ہوں مجھ سے بچ کر کہاں جائیں گے۔ خیال رہے کہ شیطان نے اپنے جوار لوے ظاہر کئے اس کی وجہ یہ نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بے خبر جانتا ہے وہ تو رب تعالیٰ کی ذات و صفات اس کے علم و قدرت کا یقین رکھتا ہے بلکہ یہ کہ لو اور رب تعالیٰ کا خاص کرم ہے کہ اس کے دل میں بدلہ لینے کا ایسا جوش پیدا فرمادیا کہ وہ آپے سے باہر ہو کر اپنا ارلودہ ظاہر کر بیٹھا رب نے اس کا اعلان فرمادیا تاکہ سننے والے انسان اس کے ارادہ سے خبردار ہو کر اس سے محتاط رہیں اس کی چکنی چڑی باتوں پر دھیان نہ دیں یہ رب کا کلام ہے ورنہ جیسے اس نے آدم علیہ السلام سے کہا کہ میں آپ کا بدباخیر خواہ ہوں آج بھی کہہ دیتا کہ میں لولاد آدم کا خلوام خیر خواہ بن کر رہوں گا تاکہ لوگ دھوکہ کھا جائے۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مومن برائیوں کی اپنی طرف نسبت کرتا ہے اچھائیوں کی رب کی طرف۔ اس کے برعکس کافر خویوں کی اپنی طرف نسبت کرتا ہے برائیوں کی رب کی طرف۔ دیکھو شیطان نے کہا اے اغوینتی تو نے مجھے گمراہ کیا۔ یعنی میں تو ہدایت پر تھا گمراہ مجھے تو نے کیا یہ اس کا کفر پر کفر ہو حضرت آدم علیہ السلام نے عرض کیا رہنا ظلمنا انفسنا وہ خلیفہ اللہ ہوئے۔ دوسرا فائدہ: کبھی سچ بھی کفر ہو جاتا ہے دیکھو شیطان نے جو کہا اے اغوینتی بات درست تھی مگر بے لوث تھی ڈیل کافر ہو گیا ہدایت و گمراہی کا خالق رب تعالیٰ ہی ہے۔ یہ فائدہ بھی کہا اے اغوینتی سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: معتزلہ فرقہ ابلیس سے زیادہ احمق ہے کہ معتزلی اپنے برے اعمال کا خالق خود اپنے کو مانتا ہے شیطان نے کہا تھا کہ میرے بسکے کا خالق تو ہے رب تعالیٰ نے بھی یہ نہ فرمایا کہ تو نے غلط کہا اپنی گمراہی کا خالق خود تو ہی ہے۔ چوتھا فائدہ: ابلیس ہر اچھے برے عقیدے ہر اچھے برے عمل سے خبردار ہے حتیٰ کہ مستحب اور مکروہ اعمال کو بھی جانتا ہے تب ہی تو وہ برے عقیدوں برے اعمال کی رغبت دیتا ہے اچھے عقیدوں اچھے اعمال سے روکتا ہے یہ فائدہ صراحتاً المستقیم سے حاصل ہوا کہ وہ سیدھے راستے پر بیٹھا ہے ہر نیک عمل اچھا عقیدہ سیدھا راستہ ہے جس پر شیطان کی طرف سے رکاوٹ موجود ہے۔ پانچواں فائدہ: ابلیس ہر شخص کی ہر نیت ہر ارادے سے ہر وقت خبردار ہے تب ہی تو وہ ہر شخص کو ہر نیکی بلکہ ہر نیک ارادے سے روکتا ہے اگر اسے ان چیزوں کی خبر ہی نہ ہو تو وہ روک کیسے سکتا ہے۔ یہ فائدہ بھی لا قعدن لہم طوا طک المستقیم سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: ابلیس ہر وقت ہر شخص کے پاس پہنچ سکتا ہے بہ یک وقت کروڑوں جگہ تصرف کر سکتا ہے یہ فائدہ ثم لا تنہم سے حاصل ہوا کہ اتنی میخہ ہے واحد متکلم کا اور ہم ضمیر ہے جمع غائب کی اور اتنی مضارع ہے یعنی میں اکیلا ان سب کے پاس پہنچتا ہوں گایہ معنی ہیں ہر جگہ حاضر کے اس لئے وہ بیک وقت کروڑوں کو ہکا ماتا ہے۔ دوسری جگہ رب فرماتا ہے انہ یو کم ہو و لبلاء من حمت لا تو نہم ابلیس اور اس کی ذریت تم سب کو دیکھتی ہے تم انہیں نہیں دیکھتے۔ یہ معنی ہیں نافر کے لہذا ابلیس حاضر ناظر ہے۔ پھر خیال رہے کہ جیسے دنیاوی حکومتیں رعایا کو چوروں ڈاکوؤں سے بچانے کے لئے پولیس فوج رکھتی ہیں پھر پولیس کو ان کے مقابلہ میں نہتا نہیں رکھتی بلکہ جس درجہ کا ڈاکو اس سے زیادہ طاقتور پولیس کو مقابلہ میں بھیجتی ہیں حضرت اولیاء اللہ رب کی پولیس ہے ان کی طاقت کا یہ عالم ہے کہ شیطان تو ہماری پیدائش موت تک ہم کو دکھتا ہم سے باخبر رہتا ہے مگر وہ حضرات صدیوں بعد پیدا ہونے والوں کو دیکھتے اور موت تک ان کے اعمال سے نیتوں سے خبردار رہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں عمروہ ہیں جن کی نیکیاں تاروں کے برابر ہیں بایزید۔ سٹامی نے ابو الحسن فرقانی کے حالات ان کی پیدائش سے سو برس پہلے بتادیئے رب کی پولیس شیطان سے زیادہ طاقتور ہے کیسے ہو سکتا ہے کہ ڈاکو بندو قوں کا تو سوں سے لیس ہوں مگر حکومت پولیس کو لاشیاں دے کر بھیجے بلکہ ضروری ہے کہ اگر ڈاکوؤں کے پاس رائفلیں ہوں تو پولیس کے پاس گرنیڈ ہو۔ ساتواں فائدہ: یہ تمام تصور ہر جگہ حاضر ناظر ہونا ہر ایک کی ہر وقت خبر رکھنا جب یہ قوتیں اللہ نے ابلیس کو دی ہیں برکات کے لئے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاص خدام جو خلق کے ہادی ہیں ان میں یہ صفات بدرجہ لوثی ہونی چاہئیں ہدایت دینے کے لئے تاکہ دوا کی طاقت مرض کی طاقت سے زیادہ ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق ارشاد فرمایا لقد جاءکم رسول اور فرمایا انبیاء فہم رسول اور فرمایا النبی اولی بالمومنین من انفسہم ان آیتوں میں بھی جملہ واحد ہے اور کم جمع یعنی تم سب کے پاس رسول اللہ تشریف لائے۔

آٹھواں فائدہ: ابلیس بیک وقت ہر سمت سے ہر شخص کے پاس پہنچ سکتا ہے وہ کسی سمت کا پابند نہیں۔ یہ فائدہ من بین اہلہم سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: ابلیس دراصل انسانوں کا دشمن ہے اگر بعض جنات ایمان قبول کر لیں تو ان کا دشمن ہو جاتا ہے کہ انہوں نے انسانوں کے سے کام کیوں کئے حورو غلمان کا دشمن نہیں وہ تو آدم علیہ السلام کا بدلہ ان کی اولاد سے لے رہا ہے یہ فائدہ لا تمہم سے حاصل ہوا کیونکہ ہم کی ضمیر انسانوں یعنی اولاد آدم کی طرف ہے۔ دسواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے ابلیس کو علم غیب بخشا ہے دیکھو اس نے قیامت تک کے انسانوں کے متعلق کمالاً تعجباً کترہم شا کوہن اور بالکل سچ کہا واقعی تھوڑے انسان شاکر ہیں بہت سے کافر ہیں۔ رب فرماتا ہے وقلیل من عبادی الشکور جب شیطان کو عطا علم غیب ہوئی تو مقبول بندوں کے لئے علم غیب کی عطا ماننا شرک کیسے ہو سکتا ہے۔ گیارہواں فائدہ: تقیہ کرنا بدترین جرم ہے دیکھو شیطان نے رب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تقیہ نہیں کیا بلکہ جو اس نے کرنا تھا وہی صاف صاف کہہ دیا۔ بارہواں فائدہ: اللہ کے نیک بندوں کا قرب شیطان سے بچاؤ کا بہترین ذریعہ ہے دیکھو ابلیس ہمارے دائیں بائیں سمت سے ہم سے قریب نہیں ہوتا دور رہ کر ہم کو بہکا رہا ہے کیونکہ اوہ فرشتے موجود ہیں یہ فائدہ عن اہلہم اور عن شمانہم میں عن فرمانے سے حاصل ہوا جیسا کہ ہم نے ابھی تفسیر میں تفصیل سے عرض کر دیا۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ شیطان کو اللہ تعالیٰ نے گمراہ کیا سب کو گمراہ کرنے والا ابلیس ہے اور ابلیس کو گمراہ کرنے والا رب ہے تو سب کی گمراہی کی ذمہ داری رب تعالیٰ پر ہونی چاہئے دیکھو فرمایا گیا الصوفی (ستیا رتھ پرکاش)۔ جواب: اس بیہودہ اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں بھی گزر گیا اور پارہ الم میں تفصیل سے عرض کر دیا گیا کہ برائی کی رغبت دینا برا ہے یہ کام شیطان کا ہے اور برائی پیدا فرمانا اچھا ہے اس میں لا کھوں حکمتیں ہیں ہر کام رب تعالیٰ کا ہے چھری چاقو بنانا اچھا ہے مگر اس سے کسی کو ظلم قتل کرنا برا ہے۔ الصوفی کے معنی ہیں کہ تو نے مجھ میں گمراہی پیدا کی اور اگر اس کے معنی یہ ہوں کہ تو نے مجھے رغبت دے کر گمراہ کیا تو یہ شیطان کی بجو اس ہے۔ رب نے شیطان کو سجدہ کرنے کا حکم دیا تھا جو ہدایت ہی ہدایت تھا سجدہ نہ کرنا اس کی اپنی حرکت تھی اس نے نہ کرنے سے وہ گمراہ ہوا۔ دوسرا اعتراض: شیطان دوزخ کی طرف بلاتا ہے تو چاہئے کہ ٹیڑھے راستے پر بیٹھے سیدھے راستے پر کیوں بیٹھتا ہے یہ تو جنتیوں کا راستہ ہے۔ جواب: تین وجوہوں سے ایک یہ کہ لوہر آنے والوں کو وہ یہاں سے ہٹانے اور ٹیڑھے پر پہنچانے کی کوشش کرتا ہے دوزخیوں کو صرف ٹیڑھے راہ پر جمانا ہے جمانا آسان ہے ہٹانا مشکل ہے اس لئے وہ مشکل مقام پر بیٹھتا ہے دوسرے یہ کہ اسی راستہ پر اللہ کی قائم کردہ حفاظتی چوکیاں محافظین بندے رہتے ہیں حضرات انبیاء اولیاء کیونکہ یہ رب کا قائم کردہ راستہ ہے ٹیڑھے راستوں پر یہ کچھ نہیں اس لئے یہ بھی وہاں ہی رہتا ہے۔ تیسرے یہ کہ شیطان گویا ڈاکو ہے ڈاکو وہاں ہی رہتا ہے جہاں سے مال والے لوگ گزرتے ہوں ایمان والے اعمال والے عرفان والے تقویٰ والے لوگ یہاں سے ہی گزرتے ہیں اس لئے وہ یہاں ہی رہتا ہے ٹیڑھے راستے والوں کے پاس ہوتی کچھ نہیں ان سے کیا چھینے تیسرا اعتراض: جب شیطان صاف صاف کہہ رہا تھا کہ میں قیامت تک یہ حرکتیں کروں گا تو اسے رب نے اس وقت ہلاک کیوں نہ کر دیا نہ شیطان رہتا نہ دنیا میں کفر و گناہ ہوتے۔ جواب: دو وجہ سے ایک یہ کہ شیطان اپنی ویران عمر کا رب سے پہلے ہی وعدہ لے چکا تھا اور وعدہ خلافی عیب۔ دوسرے یہ کہ ارادہ الہی یہی تھا کہ شیطان دنیا میں رہے اسی کی وجہ سے ہزار ہا عبادتیں ریانتیں ہوں گی جو اس کی وجہ سے حضرات انبیاء و اولیاء متبعین کریں گے۔ دنیا کی بھانجور توڑ رہے بھوک پیدا کی

اس کی توڑ کے لئے رزق بنائے، پیاس پیدا کی توڑ کے لئے پانی بنایا بیماریاں پیدا کیں توڑ کے لئے دوا میں حکیم بنائے شیطان پیدا کیا اس کی توڑ کے لئے قرآنی احکام انبیاء رسل بھیجے۔ نیز شیطان ہی کی وجہ سے عادت و عبادت میں فرق ہے، جو کام انسان بغیر رکاوٹ طبعی تقاضے سے کرے وہ عادت جو رکاوٹ ہوتے ہوئے خلاف طبع کام رضاء الہی کے لئے ہو وہ عبادت ہے ثواب عادت کا نہیں عبادت کا ملتا ہے فرشتوں کے رکوع سجود پر ثواب نہیں کہ وہ عادات ہیں دن میں ترک غذا عبادت ہے کہ روزہ ہے رات میں یہ چیز چھوڑنا عبادت نہیں عادت ہے اس پر ثواب کوئی نہیں نیز شیطان کے ذریعہ حضرات انبیاء کرام کی طاقت و قوت کا ظہور ہے، بغیر مقلد کوئی چیز نہیں پہچانی جاتی، شیطان کی پیدائش کی حکمتیں ہم پہلے پارہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں، محض برائیاں دوزخ ہی میں ہیں۔ اور محض خوبیاں جنت میں دنیا جنت دوزخ کمانے کی جگہ ہے یہاں دونوں کے تخم موجود ہونے چاہیں۔ چوتھا اعتراض: پھر تو شیطان اللہ تعالیٰ سے زیادہ قوی ہوا کیونکہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ سارے بندے نیک ہوں مگر اس کی نہیں چلتی شیطان کی چلتی ہے کہ بہت کافر ہو جاتے ہیں، تھوڑے شاکر (ہندو آریہ)۔ جواب: ان جیسے یہودہ اعتراضات کے جواب تفصیل کے ساتھ ہم پہلے یارے میں دے چکے ہیں اللہ تعالیٰ سب کا ایمان پسند کرتا ہے اس کا ارادہ نہیں کرتا ارادہ الہی یہی ہے کہ جنت بھی بھرے دوزخ بھی۔ رضا، ارادہ، امر، حکم ان سب میں بہت فرق ہے بس کے جنتی ہونے کا ارادہ رب تعالیٰ کرے اسے شیطان کلاب بھی نہیں بھاسکتا، جیسے حضرات انبیاء خاص اولیاء یا وہ جن پر ان کی نظر ہو۔

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد در جیم لٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرا تیرا

تفسیر صوفیانہ: شیطان انسان کے پاس چار طرف سے آتا ہے آگے سے اس طرح کہ انسان اپنے مقتدرین مقبولوں میں طعن کرتا ہے کہ محلہ میں کیا تھا۔ نبیوں میں کوئی کمال نہیں ہم اور نبی برابر ہیں یہ شیطان کا پہلا حملہ ہے پھر پیچھے سے آتا ہے کہ موجودہ مشائخ و علماء میں انسان طعن کرتا ہے کہ یہ سب لوگ جھوٹے ہیں انہوں نے دکانداریاں کر رکھی ہیں ان کے احوال و افعال اقوال کو بری نیت سے دیکھتا ہے اگر ان میں سے کہیں کامیاب ہو گیا تو بس وہ خوش ہو جاتا ہے لیکن اگر یہاں دونوں جگہ ناکام رہے تو پھر دائیں طرف سے آتا ہے کہ انسان اپنے کو بہت اچھا سمجھتا ہے کہ مجھ میں یہ خوبی، مجھ میں یہ کمال۔ گزشتہ دونوں جرم کفر تھے یہ جرم کبر و غرور ہیں اگر یہاں ناکام ہو گیا تو پھر بائیں طرف سے حملہ کرتا ہے کہ انسان اپنے برے کاموں کو اچھا اور دوسروں کے اچھے کاموں کو برا سمجھنے لگتا ہے شیطان کے یہ چار حملے ہیں اے انسان خبردار رہ، غرضیکہ جن وجہ سے شیطان مروجہ ہوا وہی وجہ وہ لوگوں میں پیدا کرتا ہے یعنی بزرگوں سے، ہمسری کا دعویٰ اور اچھی صحبتوں سے دوری جب بکری اپنے ریوڑ سے علیحدہ ہو جائے تو بھیڑا اسے بہ آسانی شکار کر لیتا ہے جب دائیں بائیں فرشتوں کی موجودگی کی وجہ سے شیطان ان سمتوں میں ہم سے قریب نہیں ہوتا جیسا کہ عن ایما نہم من عن فرمانے سے معلوم ہوا تو اگر مومن کے دل میں نور محمدی جلوہ گر ہو جائے اور مومن کے سر پر قدم مصطفوی رکھا جائے تو ان شاء اللہ شیطان سے ہر طرح المن میں ہو جائے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ اے انسان شرم کر تو نے دشمن سے رشتہ جوڑا ہے، یعنی شیطان سے اور دوست سے رشتہ توڑا یعنی رحمان اور رحمن کے مقبولوں سے۔

چلو طعون پسند آتش قرما خدائش بر انداخت از بہرا

کجا سر براریم ازیں عار و ننگ کہ بالو موت و باحق بہ جنگ (از روح البیان)

صوفیاء فرماتے ہیں اگر روشنی کسی سمت سے واقع ہو تو اس کا آدھا حصہ روشن ہوتا ہے آدھا تاریک رہتا ہے اس لئے اس کا سایہ پڑتا ہے لیکن اگر روشنی اوپر سے پڑے تو ہر سمت منور ہو جاتی ہے اور سایہ نہیں پڑتا فرشتے دائیں بائیں رہتے ہیں لیکن حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تجلی ہمارے سروں پر پڑتی ہے تو شیطان کی پھر گزر کہاں رب تعالیٰ وہ تجلی نصیب کرے قد جاء کم من اللہ نور وچوراندر صیرے میں آتا ہے روشنی میں نہیں صوفیاء فرماتے ہیں کہ بیٹھنا بہت قسم کا ہوتا ہے کام کے لئے بیٹھنا، محبت کے لئے بیٹھنا، عداوت کی بناء پر لڑنے کے لئے بیٹھنا، یقینی کے لئے گھات میں ٹاک لگا کر بیٹھنا شیطان کا یہ بیٹھنا آخری قسم کا ہے گھات لگا کر اس کا ہیڈ کوارٹر جہاں وہ مستقل بیٹھتا ہے وہ صراطِ مستقیم ہے رہائش گاہِ راستہ ان پر نظر رکھتا ہے مسافروں کو جمانے کے لئے کہ کوئی اس ٹیڑھی راہ سے ہٹ نہ جائے سیدھی راہ پر رہتا ہے ہٹانے کے لئے کہ کوئی اس پر قائم نہ رہ جائے یہاں ہی ڈیرہ اللہ والوں کا ہے، حفاظتی چوکی کے طور پر۔ وہاں دھکیلا ہے شیطان۔ بازو پکڑے، سنبھالتے ہیں عباد الرحمن۔ عجیب کشمکش ہے رب بیزلپار لگائے، تجلی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نجات کا راستہ ہے۔

قَالَ اخْرِجْ مِنْهَا مَذًى وَمَا مَدْحُورًا لِمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ لَأَمْلَأَنَّ

فرمایا رب نے نکل جا یہاں سے دفعہ سیم ہوا راندھا ہوا البتہ وہ شخص جو بیری دی کرے ان میں سے فرمایا یہاں سے نکل جا رو کا گیا راندھا ہوا۔ مذو۔ جو ان میں سے تیرے کہنے پر چلا میں تم سب سے جہنم

جَهَنَّمَ مِنْكُمْ أَجْمَعِينَ^{۱۸} وَيَا دَمْرُ اسْكُنْ أَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا

بیری تو البتہ پھر دوں گا میں دوزخ کو تم سب سے اور اے آدم سو تو تم اور بیوی تمہاری جنت میں پس کھاؤ جہنم میں سب سے اور اے آدم تو اور تیرا جوڑا جنت میں رہو تو اس میں جہاں

مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هَذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُونَا مِنَ الظَّالِمِينَ^{۱۹}

تم دونوں جہاں سے چاہو تم دونوں اور نہ قریب جانا اس درخت کے در نہ ہو جاؤ گے تم ظلم والوں میں سے چاہو کھاؤ اور رہو پیڑ کے پاس نہ جانا کہ حد سے بڑھنے والوں میں سے ہوؤں گے

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کی لمبی عمر کا مقصد بیان ہوا اس آیت میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ اے اپنے اس مقصد کے پورا کرنے کا موقعہ دے دیا گیا ہے تاکہ معلوم ہو کہ شیطان اپنے کام میں لگا ہوا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کی گمراہی اور اس گمراہ گری کا ذکر تھا اب ان دونوں عیبوں کے نتیجہ کا ذکر ہے یعنی شیطان اور شیطانی لوگوں سے دوزخ بھرا جائے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں چور کی چوری اس کی سینہ زوری کا ذکر تھا اب دولت ایمان والوں کو ہوشیار رہنے کا حکم ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں انسانوں پر ایک خاص کرم کا ذکر تھا یعنی آدم علیہ السلام کو مسعود مانا کہ نہانا اب دوسرے کرم کا ذکر ہے یعنی انہیں جنت میں عزت کے ساتھ رکھنا ان پر کرم لولا اور کرم ہوتا ہے۔

تفسیر: قال اخرج منها مذء وما مد حودا یہ جملہ نیا ہے قل کا قائل رب تعالیٰ ہے یا تو رب نے بلا واسطہ ابلیس سے یہ فرمایا یا فرشتے کے ذریعہ سے چونکہ مقبول بندے کا کلام و کام رب تعالیٰ کا ہی کلام و کام ہوتا ہے اس لئے فرشتے کے کلام کو رب نے اپنی طرف نسبت کی کہ رب نے فرمایا۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ شیطان و کفار سے پیار و محبت کرم کا کلام نہیں فرماتا۔ قرو غضب کا کلام فرماتا ہے لہذا یہ آیت لا یمکلمہم اللہ کے خلاف نہیں۔ لہذا میں ہا کا مرجع وہی جماعت ملا نکم یا جنت یا آسمان یا بارگاہ الہی ہے۔ بار بار اخرج فرماتا اس کو ذلیل کرنے کے لئے ہے یہ نکل جانے کا تیسرا حکم ہے گو یا بار بار فرمایا جا رہا ہے کہ یہاں سے نکل جا۔ باتیں نہ بنا اور ہو سکتا ہے کہ پہلی بار میں جنت سے نکالا گیا دو سری بار میں جماعت ملا نکم سے تیسری بار میں آسمانوں سے یا اس جگہ سے جہاں سے باتیں کر رہا تھا۔ مذءوم بنا ہے ذءم سے معنی بدترین عیب مذءوم بڑا سخت عیب ہے۔ مد حور بنا ہے دحر سے معنی طرو (نکالنا) ہو کر نکالنا۔ لعنت کرنا پھٹکارنا سیدنا عبد اللہ ابن عباس نے فرمایا کہ مد حور معنی ممفوت ہے سخت ناراض۔ یعنی اب تو یہاں سے اس حالت میں نکل جا کہ تو نہ عابد ہے نہ ساجد نہ مومن نہ عزت والا نہ عمدہ صفات والا بلکہ سخت عیبی اور ہماری بارگاہ سے یا ہر جگہ سے دھتکارا ہوا کہ عمر بھر مخلوق کی لعنت کھاتا پھرے گا تجھے کہیں ٹھکانہ نہیں ملے گا یہاں تک تو دنیاوی تین سزاؤں کا ذکر ہوا آسمانوں سے نکالا جائے اس وقت درکار اجاتا۔ تاقیامت پھٹکارا جاتا اب اس اخروی ایک سزا کا ذکر ہے۔ جس سزا میں اس کے پیرو کار بھی شریک ہیں کہ ارشاد ہوا لمن تبعک منهم اس فرمان عالی میں اس کے اخروی انجام کا بھی ذکر ہے اور اس کے متبعین انسانوں کے نتیجہ کا بھی ذکر من سے مراد اولاد آدم علیہ السلام ہے کہ یہاں انہیں کا ذکر ہے تبع بنا ہے تبع سے معنی کسی کے نقش قدم پر چلنا اتباع اطاعت کا فرق بارہا بیان ہو چکا ہے منہم میں ہم کا مرجع بھی انسان ہیں یعنی اگرچہ سارے انسان خلیفۃ اللہ مسعود ملا نکم کی اولاد ہوں گے لیکن جو بھی ان میں سے تیرے نشان قدم پر چلے گا تیرے جیسے کام کرے گا تو وہ اپنی ساری شرافتیں کھو دے گا اور اس کا انجام یہ ہو گا۔ خیال رہے کہ یہاں اتباع سے مراد عقیدوں، تکبرنی پر حسد میں شیطان کی اتباع ہے کیونکہ جو مسلمان بد عملیوں میں شیطان کی اتباع کریں ان سے دوزخ بھری نہ جلوے گی بلکہ وہ دوزخ میں کچھ روز رکھ کر صاف کئے جائیں گے پھر وہاں سے نکال کر جنت میں بھیج دیئے جائیں گے کہ لا ملئن جہنم منکم اجمعین وہ سب تیری ذریت میں شمار ہوں گے اور جو تیرا انجام ہو گا وہی ان سب کا ہو گا کہ تم سب کو ہمیشہ کے لئے دوزخ میں ٹھونس دیا جلوے گا۔ جہنم اصل میں تھا چاہ نم یعنی گمراہیوں اس سے بنا جہنم علماء فرماتے ہیں کہ منکم میں خطاب ابلیس سے بھی ہے اس کی اولاد یعنی شیاطین جن سے بھی اور اس کے پیرو کار انسانوں سے بھی دوزخ ان سب سے ہی بھر جلوے گی۔ اس کے بعد ابلیس کو نکال دیا گیا آدم علیہ السلام جنت میں نہایت عزت و احترام سے رہنے سننے لگے اور آپ کا دل لگانے کے لئے حضرت حوا آپ کی باتیں پہلی سے پیدا کی گئیں پھر رب نے ان دونوں سے فرمایا و ہادما سکنا انت و زوجک البتہ یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کو او اعطافہ نہیں بلکہ ابتدا سے ہے اس فرمان میں یا ندا لئی ہے اور ندا کرم کے لئے ہے۔ خیال رہے کہ ندا کہ پانچ مقصد ہوتے ہیں غافل کو جگانا اظہار کرم، اظہار غضب، کرم و فضل حاصل کرنا حضرات انبیاء کرام کو ندا اظہار کرم کے لئے ہوتا ہے اور ہمارا رب کو پکارنا اس کا فضل و کرم حاصل کرنے کے لئے ہوتا ہے۔ یہ بھی یاد رکھو کہ آدم علیہ السلام سے یہ خطاب شیطان کے نکالے جانے کے عرصہ بعد ہوا جبکہ حوا بھی پیدا ہو چکی تھیں۔ سجدہ کے وقت حضرت حوا پیدا نہ ہوئی تھیں چونکہ رہنے سننے میں مراد اصل ہوتا ہے بی بی اس کے تابع یعنی بیوی کو خلوند کی وجہ سے اس جگہ رہنا پڑتا ہے

جہاں خاوند رہے اس لئے اسکن واحد حاضر فرمایا جس میں صرف آدم علیہ السلام سے خطاب ہے اور زوجہ مکعوف کر کے بیان فرمایا اسکنا شہ نہ فرمایا۔ نیز اس وقت آدم علیہ السلام کو جنت میں صرف رہنے سننے اور پھل فروٹ کھانے کی اجازت تھی حوروں وغیرہ کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہ تھی اس لئے آپ کے لئے جنات حوا کو پیدا کیا گیا اور صرف انہیں کو بیوی فرمایا گیا حوریں توقیا مت کے بعد جنتیوں کی بیویاں بنیں گی۔ زوج کے معنی ہیں جوڑا یہ خاوند بیوی دونوں پر بولا جاتا ہے یہاں زوج بمعنی بیوی ہے کہ اسے حضرت آدم کی طرف نسبت کیا گیا ہے جنت سے مراد یہی معروف و مشہور جنت ہے جہاں نیک لوگ جزاء کے لئے داخل ہوں گے نہ تو کوئی زمینی باغ مراد ہے نہ آسمان پر کوئی آرام کی جگہ مراد۔ ہم اس کی تحقیق پہلے پا رہے ہیں کہ حضرت آدم کا نکاح جناب حوا سے جنت میں ہوا ان کا مرتعہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر تین بار درود پڑھنا۔ جناب حوا کی پیدائش بھی جنت میں ہوئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر نعمت کا واسطہ عظمیٰ ہیں (تفسیر صافی) فکلا من حيث شتھا یہ عبارت معطوف ہے اسکن لے پر چونکہ کھانے میں خاوند بیوی یکساں حق دار ہوتے ہیں کوئی کسی کا تابع نہیں ہوتا۔ اس لئے یہاں کلا شہ ارشاد ہوا پہلے کی طرح یہ نہ فرمایا کل کلا انت و زوجک یہاں کھانے سے مراد ہے پھل فروٹ کھانا نہ کہ دانہ روٹی وغیرہ غذا میں کھانا کیونکہ جنت میں نہ بھوک ہے نہ اس کے دفع کرنے کے لئے غذا میں نہ وہاں بیماریاں ہیں نہ ان کے دفع کرنے کے لئے دوائیں چونکہ اس وقت ان دونوں بزرگوں کو کھانے کی بھی اجازت تھی اس لئے رہنے کے ساتھ کھانے کا بھی ذکر ہوا اور ہر جگہ جانے آنے چلنے پھرنے کا بھی کہ فرمایا من حيث شتھا۔ خیال رہے کہ اسکن اور اسی طرح فکلا دونوں حکم اباحت اور اجازت کے لئے ہیں یہ حکم شرعی یا وجوب کے لئے نہ تھے یعنی تم کو اجازت ہے۔ کھانے میں پینا بھی داخل ہے کہ یہ کھانے کے تابع ہے غرضیکہ انہیں تین چیزوں کی اجازت دی گئی رہنا کھانا پینا حوروں کو ہاتھ لگانے کی اجازت نہیں کھانے میں کچھ پابندی لگا دی گئی یعنی جہاں چاہو جنت میں پھرو اور جہاں سے چو چاہو کھاؤ پو لیکن ولا تقرہا هذه الشجرة یہ درخت جو تم دونوں کو دکھایا جا رہا ہے اس کا پھل کھانا تو کیا اس کے پاس بھی نہ جانا یہ ممانعت شرعی ہے حرام فرمانے کے لئے۔ چونکہ ان دونوں بزرگوں کا اس وقت جنت میں رہنا ثواب کے طور پر نہ تھا اس لئے اس وقت ان پر شرعی احکام جاری فرمائے گئے اور اس وقت وہ نقصان دہ درخت بھی وہاں موجود تھا۔ پھر جب مومنین جنت میں ثواب کے لئے جائیں گے تو نہ وہ درخت وہاں ہو گا نہ کسی قسم کی ممانعت بلکہ حضرت آدم کے جنت سے آنے پر وہ درخت بھی وہاں سے نکل دیا گیا اب جو شہداء کی روحیں وہاں رہتی ہیں انہیں کھانے پینے کی کھلی اجازت ہوتی ہے کوئی روک ٹوک ان پر نہیں ہوتی۔ ہر ذلوق لرحمن بما اتاہم اللہ من فضلہ معلوم ہوا کہ وہ درخت ممنوعہ اب وہاں ہے ہی نہیں۔ وہ درخت کونسا تھا گندم یا انجیر یا زیتون اس کی تحقیق پہلے پارہ میں ہو چکی ہے ہر حال جو درخت وہاں سے نکلا گیا تھا وہ اب دنیا میں ہمارا دکھایا ہے کہ گندم پر دنیا آباد ہے فکونا من الطالعين یہ عبارت یا تو لا تقرہا پر معطوف ہے۔ اور حالت جزم میں ہے لہذا ف عطف ہے یا یہ اس نئی کا جواب ہے اور حالت نصب میں ہے ف معنی ورنہ (روح المعانی) چونکہ اسی درخت کے پاس جانے اس سے کھانے کا دونوں کو یکساں نقصان تھا اس لئے فکونا شہ ارشاد ہوا یہاں ظالم معنی کافر نہیں کیونکہ کفر ہوتا ہے فسو عقیدہ سے نہ معنی گنہگار ہے کیونکہ حضرات انبیاء گناہوں سے معصوم ہوتے ہیں اور لولیا اللہ محفوظ بلکہ معنی خطا کار ہے یعنی اگر تم اس درخت کے پاس گئے اس کا پھل کھالیا تو تم سخت خطا کار ہوؤ گے۔

خلاصہ و تفسیر: جب ابلیس اپنا ارادہ فاسدہ رب سے عرض کر چکا تو رب تعالیٰ نے بطور عتاب اس سے فرمایا کہ تو بکواس نہ کر یہاں سے نکلنے والی بات کر یہاں سے عیبی ہو کر نکل کہ اب تو نہ مومن ہے نہ عابد نہ عارف بلکہ اب تو کافر ہے خبیث ہے اور دنیا میں ذلیل پھر تا پھر کہ ہر جگہ سے پھٹکار کھاتا ہوا مارا مارا پھرتا اور تیری اولاد اور تیرے اتباع کرنے والے انسان ان سب سے دوزخ بھروں گا۔ پھر حضرت آدم جنت میں رہنے سننے لگے اور شیطان نکل دیا گیا۔ پھر رب نے ان دونوں سے فرمایا کہ اے آدم تم اور تمہاری زوجہ حوا جنت میں رہو جنت کے پھل فروٹ جہاں سے چاہو کھاؤ ہر جگہ کی سیر کرو ہر چیز کھانا مگر اس درخت کو پہچان لو اس کو کھانا تو کیا اس کے قریب بھی نہ جانا ورنہ تم دونوں خطاکاروں میں سے ہو جاؤ گے اور جنت خطاکاروں کی جگہ نہیں۔ خیال رہے کہ یہاں چند تحقیق ہیں (1) جناب حوا کیسے پیدا ہوئیں۔ (2) جہاں ان دونوں حضرات کو رکھا گیا وہ یہی مشہور جنت ہے جہاں بعد قیامت مومن رہیں گے یا آسمان یا زمین میں کوئی اور باغ تھا۔ (3) یہ فرمان کہ تم دونوں یہاں کھاؤ یہ حکم اباحت کا تھا یہ وجوب کا۔ (4) اس درخت کے قریب نہ جانا یہ ممانعت تنزیہی تھی یا حرام کرنے کی۔ (5) وہ درخت کس چیز کا تھا۔ (6) ان کا اس درخت سے کھانا کتنا کتنا تھا یا خطا اور کس درجہ کی خطا تھی۔ (7) فتکونا من الطالعين میں ظالم سے کیا مراد ہے۔ (8) یہ واقعہ جناب آدم کی نبوت سے پہلے کا ہے یا بعد کا۔ یہ سب چیزیں سورہ بقرہ میں بیان ہو چکیں۔

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: سارے گناہوں سے بدتر گناہ تمام کفروں سے بدترین کفر نبی کی دشمنی ہے ابلیس بلو جو د عالم عابد ہونے کے اس قدر ذلیل و خوار کیوں ہوا صرف حضرت آدم علیہ السلام کی دشمنی کی وجہ سے یہ فائدہ مذہب و ما مد حورا سے حاصل ہوا۔ دنیا میں بعض لوگوں نے خدائی کا دعویٰ کیا مگر وہ شیطان کے برابر مردود نہ ہوئے اس کے بعد نمبر دو میں رہے۔ اور رب تعالیٰ کی نافرمانی سجدہ نہ کرنا تو عام گناہوں میں ہے مگر یہ ذلت و خواری صرف ابلیس کو ملی اس سے بارگاہ نبوت کے گستاخوں کو سبق لینا چاہئے۔ ڈاکٹر اقبال نے کیا خوب کہا۔

لوب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گم کردہ می آید جنید و یازید اس جا!

دوسرا فائدہ: دنیا میں بدنامی، پھٹکار یعنی طعن خد تعالیٰ کا عذاب ہے یہ فائدہ مذہب و ما مد حورا سے حاصل ہوا یونہی ذکر خیر اچھا چرچہ اللہ کی رحمت ہے۔ حضرت ابراہیم نے دعا کی تھی واجعل لی لسان صدق فی الاخرین خدایا آئندہ لوگوں میں میرا ذکر خیر رہے آپ کی اس دعا کی برکت ہے کہ تمام دین والے عیسائی، یہودی، مسلمان وغیرہم آپ کا ادب کرتے ہیں اور دود ابراہیم میں آپ کا نام آتا ہے۔ تیسرا فائدہ: کبھی اللہ کا غضب آہستگی سے آتا ہے دیکھو رب تعالیٰ نے شیطان کو پہلے جنت سے نکالا پھر گمراہ ملائکہ سے پھر آسمانوں سے۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ اپنے اعمال پر نگاہ رکھے اگر شیطان نے آج نوافل چھوڑا دیئے تو کل فرائض بھی چھوڑا دے گا۔ چوتھا فائدہ: تمام گناہوں کی جڑ حسد ہے خصوصاً نبی پر حسد دیکھو سب کو شیطان گمراہ کرتا ہے مگر شیطان کو اس کے نفس اور حسد نے گمراہ کیا حسد کی آگ نیکوں کو بھسم کر دیتی ہے، عشق رسول کی آگ گناہوں کو جلا ڈالتی ہے۔ پانچواں فائدہ: دوزخ میں ابلیس اور اس کے اتباع کرنے والے جنات و انسان سب ہی جائیں گے یہ فائدہ لا ملئن جہنم الخ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: کفار کا دوزخ میں جانا عارضی نہ ہو گا بلکہ دائمی ہو گا کہ پھر وہاں سے کبھی نہ نکلیں گے۔ یہ فائدہ بھی لا ملئن الخ سے حاصل ہوا کہ ان سے دوزخ بھرنا مقصود ہے نہ کہ دوزخ کے ذریعہ انہیں گناہوں سے پاک کرنا۔ ساتواں فائدہ: اس وقت حضرت آدم جہاں اکابرت میں رہتا عارضی تھا وہاں یہ کہہ کر انہیں دنیا کو

آباد کاری کا طریقہ کھانے کے لئے دائمی نہ تھا۔ یہ فائدہ اسکن انت وز وجک سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: اس زمانہ عقیام میں جناب حواء کے اولاد کوئی پیدا نہ ہوئی ساری اولاد زمین پر آکر پیدا ہوئی یہ فائدہ بھی اسکن انت وز وجک سے حاصل ہوا کہ وہاں صرف ان صاحبوں کو جنت میں رکھا گیا نہ کہ ان کی اولاد کو۔ نواں فائدہ: جنت کے میوے پیدا ہو چکے ہیں جو حضرت آدم و حوا نے کھائے بلکہ جناب مریم نے دنیا میں رہ کر کھائے وجد عندها وز لا۔ یونہی وہاں کے مکانات بھی بنائے جا چکے ہیں۔ یہ فائدہ اسکن انت سے اور فکلا منها سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جنت کی حوریں غلین بعد قیامت ملیں گے اس وقت آدم علیہ السلام کو ان سے خدمت لینے کی اجازت نہ تھی۔ یہ فائدہ بھی فکلا منها سے حاصل ہوا کہ صرف کھانے کی اجازت دی گئی۔ گیارہواں فائدہ: چونکہ یہ دونوں حضرات اس وقت جنت میں ثواب کے لئے نہیں گئے تھے اس لئے ان پر شرعی احکام جاری ہوئے کہ یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ جب ثواب کے لئے وہاں داخل ہو گاتب یہ کچھ نہ ہو گا۔ یہ فائدہ ولا تقرہا هذه الشجرة سے حاصل ہوا۔ بارہواں فائدہ: ظالم صرف کافر ہی کو نہیں کہتے بلکہ خطاکار کو بھی کہتے ہیں یہ فائدہ فتکونا من الظالمین سے حاصل ہوا۔ کیونکہ حضرت آدم و حوا سے ایک خطاء ہوئی تھی ان کے عقیدے نہیں بگڑے تھے مگر انہیں ظالمین کہا گیا۔

پہلا اعتراض: ابلیس اور اس کی ذریت آگ کی مخلوق ہے پھر انہیں دوزخ میں تکلیف کیا ہوگی انہیں دوزخ میں رکھنا محض بیکار ہو گا وہ تو آگ سے مل جاوے گی۔ (ستیا رتھ پر کاش) جواب: جیسے انسان کی پیدائش مٹی سے ہے مگر اسے ڈھیلی یا اینٹ لگ جانے سے تکلیف ہو جاتی ہے ایسے ہی ابلیس وغیرہم کو آگ لگ جانے سے تکلیف ہوگی۔ دوسرا اعتراض: مذہب عوم اور دوزخ دونوں کے معنی ذلیل و خوار ہیں پھر ایک لفظ ہی کافی تھا دو لفظ کیوں ارشاد ہوئے۔ جواب: اس کے بہت جواب ہیں۔ آسان جواب یہ ہے کہ مذہب عوم سے مراد ہے فی الحال فرشتوں میں ذلیل اور دوزخ سے مراد ہے آئندہ تمام انسان جو جنت میں ذلیل و خوار۔ تیسرا اعتراض: یہاں حضرت آدم و حوا کو دو حکم دیئے گئے۔ جنت میں رہنا وہاں کے میوے کھانا مگر ان دونوں کے طریقہ بیان مختلف ہیں سکونت کے لئے ارشاد ہوا اسکن انت وز وجک یہاں اسکا شیعہ نہیں فرمایا اور کھانے کے لئے فکلا شیعہ ارشاد ہوا اس فرق بیان میں کیا حکمت ہے۔ جواب: اس کی حکمت ابھی تفسیر میں عرض کر دی گئی کہ سکونت میں مرد اصل ہے اس کی بیوی اس کے تابع ہے۔ مگر کھانے میں دونوں برابر کے حقدار اس لئے طرز بیان میں فرق بیان ہوا۔ چوتھا اعتراض: جنت میں احکام شرعیہ جاری نہ ہونگے پھر ان دونوں حضرات پر یہ ممانعت کیوں جاری کی گئی کہ لا تقرہا هذه الشجرة جواب: جی ہاں آئندہ جاری نہ ہونگے۔ جب وہاں ثواب جزاء کے لئے جاتا ہو گا اس وقت ان بزرگوں کا وہاں رہنا سنا ثواب کے لئے نہ تھا لہذا حکم شرعی جاری ہو گئے۔ خیال رہے کہ وہاں پردہ حیا، شرم خود طبعی طور پر ہوگی شرعی احکام کی بنا پر نہ ہوگی۔ پانچواں اعتراض: جس درخت سے جناب آدم و حوا کو روکا گیا تھا وہ آئندہ بھی جنت میں ہو گا یا نہیں اگر ہو گا تو اس کے پاس جانے کی ممانعت ہوگی یا نہیں تو کیوں اگر ہوگی تو پھر شرعی احکام بھی جاری ہونگے۔ جواب: حق یہ ہے کہ وہ درخت یعنی گندہ حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ ہی زمین پر بھیج دیا گیا اور اس کی کاشت کر کے اسے ان کی اولاد کی غذا مقرر فرمایا گیا۔ آئندہ وہاں یہ نہ ہو گا کہ وہاں پھل ہوں گے دانہ نہ ہوں گے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اس درخت کا کھانے والا ظالم یعنی کافر ہے اور ظالم ہے کہ ان دونوں حضرات نے گندہ کھایا تو یقیناً وہ بھی ایمان سے

خارج ہوئے تو نہ نبی معصوم ہیں نہ ولی محفوظ (بعض بیدین)۔ جواب: اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ یہاں ظلم معنی کفر نہیں بلکہ معنی خطا ہے۔ کفر عقیدے کے بگڑنے سے ہوتا ہے اور گناہ میں عہد و ارادہ شرط ہے ان دونوں کی صفائی قرآن مجید بیان فرما رہا ہے نفسی و لم نجد له عذما۔ "ساتواں اعتراض: (1) وہ جنت جس میں حضرت آدم کو رکھا گیا وہ فلسطین کا ایک باغ تھا۔ جو کسی نے لگایا تھا یہ مشہور جنت نہیں چند وجہ سے ایک یہ کہ اس جنت میں نیند نہیں مگر آدم علیہ السلام کو وہاں نیند آئی کہ سوتے میں حضرت حوا آپ کی پسی سے بنائی گئیں۔ (2) جنت میں دانہ نہیں صرف پھل ہیں مگر وہاں دانہ بھی تھا یعنی گندم جس سے آپ کو روکا گیا۔ (3) یہ کہ جنت سے نکلنا نہیں مگر آپ کو وہاں سے باہر کیا گیا۔ رب فرماتا ہے خال الدین لیہا (4) یہ کہ وہاں شرعی احکام نہیں مگر حضرت کو شرعی احکام کا مکلف کیا گیا کہ یہ کھاؤ یہ نہ کھاؤ۔ (5) یہ کہ اسی وقت جنت کی ضرورت کیا تھی اس کی ضرورت تو بعد قیامت ہوگی۔ جب سزا جزا کا وقت ہو گا (مرزائی، چکڑالوی)۔ جواب: ان تمام اعتراضات کے جوابات ہم تفصیل سے پہلے پارہ میں دے چکے ہیں جہاں یہ واقعہ مذکور ہے یہاں اتنا سمجھ لو کہ آدم علیہ السلام سے پہلے نہ تو کوئی انسان تھا نہ کسی نے کوئی باغ پھل کھیت لگائے تھے اگر ایسا تھا تو بتاؤ حضرت آدم نے یہ باغ کرایہ پر لیا یا رعایت کے طور پر کتنے دن کے لئے کس کرایہ پر تھا اور جب وہاں سے اترے تو کس شکل میں کرایہ لیا کیا نہ وہ خود رو باغ تھا ورنہ بتاؤ وہ باغ کہاں گیا اگر ہو گا تو صرف جھیریری (کوکنی) کے پیر ہو گئے جن کے جھنڈ آج بھی دیکھتے جاتے ہیں پھر قدرتی باغ میں رہنے سننے کے مکانات کہاں ہوتے ہیں جنت اتنے پہلے کیوں پیدا ہوئی اور تاقیامت اس سے کیا کام لئے جارہے ہیں اس کی تفصیل پہلے پارہ کی تفسیر میں دیکھو۔ ذکر کردہ احکام جب ہوں گے جب وہاں داخلہ جزا و ثواب کے لئے ہو گا اس وقت آپ کا داخلہ صرف ٹریننگ کے لئے تھا۔

تفسیر صوفیانہ: انسان کو رب تعالیٰ نے تین قسم کی زندگیاں عطا فرمائی ہیں۔ دنیاوی زندگی، برزخی زندگی، اخروی زندگی۔ دنیاوی زندگی نفی و اثبات سے قائم ہے خواہ جسمانی زندگی ہو یا روحانی زندگی یا جتنی زندگی 'غذا' لباس' دوا وغیرہ تمام چیزیں نفی و اثبات کا مجموعہ ہیں زہر نہ کھاؤ شہد کھاؤ گرم میوں میں گرم لباس اور سردی میں ٹھنڈے لباس نہ پہنو ریشم نہیں ملل پہنو رمضان میں دن میں نہ کھاؤ رات میں کھاؤ بیمار ہو جاؤ تو فلاں دوا کھاؤ فلاں بد پرہیزی نہ کرو' مونگ کی دال کھاؤ بڑا گوشت نہ کھاؤ وغیرہ۔ یونہی روحانی زندگی کا حل ہے سورہ کھاؤ' بکری کھاؤ' حرام نہ پو حلال پو' ناجائز نہ بولو جائز بولو غرضیکہ نفی و اثبات کا یہ سلسلہ ہر جگہ قائم ملے گا۔ برزخی اور اخروی زندگی میں صرف اثبات ہے نفی نہیں وجہ یہ ہے کہ دنیاوی زندگی میں انسان کے پاس نفس بھی ہے برائیوں کی طرف راغب ہے دل خوبیوں کا شیدائی مرتے ہی نفس ختم کر دیا جاتا ہے دل ہی دل رہ جاتا ہے حضرت آدم و حوا کی وہ جنتی زندگی دنیاوی زندگی تھی اس لئے وہاں ان سے کلا یعنی کھاؤ بھی فرمایا گیا۔ اور لا تقربا یعنی قریب نہ جاؤ بھی ارشاد ہوا بعد قیامت جنت میں مومن کی زندگی اخروی ہوگی لہذا وہاں ممانعت اور نفی کی ضرورت ہی نہ رہے گی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ بندہ جب اس میں اپنی انا کو فنا کر دیتا ہے تو اس کے لئے بھی اثبات ہی رہ جاتا ہے نفی خود متفی ہو جاتی ہے۔ حضرت عثمان غنی سے فرما دیا گیا۔ جو چاہو کرو تم جنتی ہو گئے مرغوب نفس کی نفی ہوتی ہے مرغوب دل کا اثبات جب نفس نفس ہی نہ رہا تو اس کا مرغوب کہاں رہا اور اب نفی کس چیز کی ہو۔ یہ آیت کریمہ طریقت کا دریا پیدا کرتا ہے ابھی حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت کا ظہور نہ ہوا تھا اس لئے فرمایا گیا من حیث شتھا خلافت، نبوت کے ظہور پر حضرت آدم کی مشیت رب کی مشیت میں فنا ہو گئی۔

فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا وُورِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْآتِهِمَا

پس وسوسہ ڈال دیا ان کے واسطے شیطان نے تاکہ ظاہر کر دے واسطے ان دونوں کے وہ جو چھپائی تھیں ان سے انکی
بھر شیطان نے ان کے جی میں خطرہ ڈالا کہ ان پر کھول دے شرم کی چیزیں جو ان پر چھپی تھیں

وَقَالَ مَا نَهَاكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هَذِهِ الشَّجَرَةِ إِلَّا أَنْ تَكُونَا مَلَكَيْنِ

بھی چیزیں اور بول کر نہیں منع کیا تم دونوں کو رب نے تمہارے اس درخت سے مگر یہ کہ ہو جاؤ تم دونوں
اور بولا نہیں تمہارے رب نے اس بیڑ سے اسی سے منع فرمایا کہ کہیں دو فرشتے

أَوْ تَكُونَا مِنَ الْخَالِدِينَ ۖ وَقَاسَمَهُمَا إِنْ لَكُمْ مِنَ النَّجْوَيْنِ ۝

فرشتے یا ہو جاؤ تم دونوں ہمیشگی والوں سے اور قسم کھاتیا ان دونوں سے کہ میں واسطے تم دونوں کے خیر خواہوں میں ہوں
ہو جاؤ یا ہمیشہ جینے والے اور ان سے قسم کھائی کہ میں تم دونوں کا خیر خواہ ہوں

تعلق: ان آیتوں کا پچھلی آیتوں سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کے ایک برے ارادہ اور
اس کے قول کا ذکر تھا اب اس مردود کے اس قول پر عمل کی ابتداء کا ذکر ہے کہ اس نے جو کما تھا اس پر عمل وہاں ہی شروع کر دیا۔
دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں کما کما تھا کہ ابلیس نے کہا کہ میں سارے انسانوں کو برکاتوں کا ہر طرح برکاتوں کا۔ جیسے بھی موقعہ
پاؤں گا اس کے متعلق شبہ ہو سکتا تھا کہ شاید وہ لولاد آدم کو برکائے گل۔ خود حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکا نہیں دے گا۔ اب اس
شبہ کو دور کیا جا رہا ہے کہ اس مردود نے اپنے کام کی ابتداء خود آدم علیہ السلام سے ہی کی لہذا کوئی کسی وقت اپنے کو شیطان سے
محفوظ نہ جانے اگرچہ اس کے برکانے میں فرق ہے بعض کو برکا کر کافر کر دیتا ہے۔ بعض کو دھوکہ دے کر تکلیف میں ڈال دیتا ہے
مگر مٹا کہیں نہیں۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ابلیس کا قول اجمالی نقل فرمایا گیا تھا کہ میں انسانوں کے آگے پیچھے دائیں
بائیں سے آؤں گا۔ اب اس کی آمد کی کچھ تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ دیکھو وہ مولویوں میں مولوی بن کر صوفیوں میں صوفی بن
کر غرضیکہ جس کے پاس جاتا ہے نئے روپ میں جاتا ہے یہ بہرہ پیا ہر روپ بھر لیتا ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام کے پاس خیر خواہوں
کر پہنچا گویا آیتیں گزشتہ آیتوں کے اجمال کی تفصیل ہیں۔

تفسیر: فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطَانُ یہاں ف معنی فوراً نہیں بلکہ معنی پھر ہے کیونکہ ابلیس کے نکالے جانے اور اس واقعہ
کے درمیان بہت مدت کا فاصلہ ہے۔ مگر چونکہ وہ مدت آپ کو بہت تھوڑی محسوس ہوئی اس لئے ف ارشاد ہوا یعنی احساس کے
 لحاظ سے فوراً۔ خیال رہے کہ جنت کے قیام کا زمانہ آپ کی عمر میں شمار نہیں زمین پر تشریف لانے کے بعد سے آپ کی عمر
شروع ہوئی ایک ہزار سال عمر ہوئی۔ جیسے عیسیٰ علیہ السلام کے آسمانی قیام کا زمانہ یا اور لیس علیہ السلام کے جنت میں ٹھہرنے کا
زمانہ ان کی عمروں میں شمار نہیں۔ وسوسہ کے لغوی معنی ہیں ہلکی اور مسلسل آواز اس لئے عورتوں کے زیور کی ہلکی آواز کو
وسوسہ کہا جاتا ہے اصطلاح میں وہ برے خیالات وسوسہ کہلاتے ہیں جو شیطان کی طرف سے انسان کے دل میں آئیں (خازن)
کبیر وغیرہ) جیسے اچھے خیالات جو فرشتے کی طرف سے دل میں آئیں انہیں الہام کہ جاتا ہے لہذا کلام معنی الہی ہے ہما کا

مرجع حضرت آدم و حوا ہیں مردود ہونے سے پہلے شیطان کا نام ابلیس تھا۔ پھر مردود ہو جانے پر اس کا لقب شیطان ہوا۔ چونکہ یہ واقعہ اس کی مردودیت کے بعد کا ہے لہذا یہاں شیطان فرمایا گیا اس میں گفتگو ہے کہ شیطان تو جنت سے نکالا جا چکا تھا اور یہ دونوں حضرات جنت میں تھے پھر اس نے ان دونوں حضرات کو وسوسہ کیونکر دے دیا۔ اس کے متعلق تین قول ہیں ایک یہ کہ شیطان زمین پر رہ کر آسمانوں بلکہ وہاں سے بھی وراء وسوسہ ڈال سکتا ہے شیطان اپنی جگہ رہا مگر جنت میں اس نے اپنا کام کر دیا۔ دوسرے یہ کہ جنت کے دروازے کے باہر شیطان رہا وہ دونوں حضرات سیر کرتے ہوئے جنت کے دروازے پر پہنچے اس مردود نے بیرون دروازہ سے ان سے کلام کیا اور دل میں وسوسہ ڈالا۔ تیسرے یہ کہ ابھی تک جنت میں شیطان کا داخلہ بند نہیں ہوا تھا صرف رہنا سہنا بند ہوا تھا وہ چوری چھپے وہاں پہنچ جایا کرتا تھا اس لئے وہ جنت ہی میں پہنچا اور ان دونوں بزرگوں سے کلام کیا وسوسہ بھی ڈالا اس کی پوری تفصیل ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں بہر حال شیطان نے ان دونوں حضرات پر داؤ چلا دیا۔ لہذا من سوا تنہما وری عنہما من سوا تنہما اس عبارت میں لام معنی کہے ہے اور اس کے اس کے وسوسہ کے انجام کا ذکر کیا گیا ہے جیسے کہا جاتا ہے کہ فلاں نے چوری کی جیل جانے کے لئے کیونکہ شیطان نے یہ حرکت ان حضرات کو جنت سے نکلنے کے لئے کی تھی نہ کہ صرف برہنہ کرنے کے لئے چونکہ وہاں سے نکالنا برہنگی کے بعد ہوا لہذا اسے بھی نتیجہ کے طور پر بیان فرمایا گیا بے ہوشی بنا ہے اہداء سے معنی ظاہر کرنا کھولنا اس کا فاعل وہی ابلیس ہے لہذا کا مرجع حضرت آدم و حوا ہیں یہ دونوں حضرات بہت پردہ اور ستر کے ساتھ جنت میں رہتے تھے کبھی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہ ہوئے تھے اگرچہ خاوند بیوی تھے صحبت اور چیز ہے برہنگی کچھ اور چیز ما سے مراد ہے۔ ستر (نگین) اور اس سے مراد ہے ستر فاحش جو بلا ضرورت اکیلے میں کھولنا بھی اچھا نہیں وری بنا ہے مواراة سے جس کا مادہ ہے وری معنی چھپنا یا چھپانا غما میں ہما کا مرجع وہی حضرت آدم و حوا ہیں اور من سوا تنہما میں من بیان ہے یہ ما کا بیان ہے سوآت جمع ہے سوء کی معنی بری چیز یعنی وہ جس کا ظاہر ہونا برا محسوس ہو جسے انسان چھپانا چاہے قرآن مجید میں ہاتل کی لاش کو سوء فرمایا گیا۔ چھپے عیوب کو سوء کہا جاتا ہے یہاں مراد ہے بدن کا وہ حصہ جس کا کھلنا برا معلوم ہوتا ہے۔ حضرت آدم و حوا کا لباس کیا تھا اس کی تحقیق ہم پہلے پارہ میں کر چکے ہیں یا تو نورانی جنتی لباس تھا۔ یا ناخن سارے جسم کا لباس تھا جواب صرف انگلیوں کے پوروں پر رہ گیا ہے مگر یہ بہت سخت ہے وہ نہایت نرم اور خوشنما تھا وہ حضرات گندم کھاتے ہی اس لباس سے علیحدہ ہو گئے اور ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نظر آنے لگے جس سے ان کو سخت تکلیف ہوئی یہاں اس طرف اشارہ ہے قال ما نہا کما ویکما عن هذه الشجرة یہ عبارت وسوس پر معطوف ہے اور اس کا بیان ہے یعنی اس نے یہ کہہ کر ان دونوں کے دلوں میں وسوسہ ڈالا (روح المعانی) اگر ابلیس نے ان حضرات سے ملاقات کی تھی تب تو قال اپنے ظاہری معنی پر ہے اور اگر ملاقات نہیں کی تھی آپ دونوں جنت میں رہے وہ خبیث ہزاروں کو جنت سے دور رہا تو قال سے مراد ہے القاع فی النفس یعنی ان دونوں کے دل میں یہ بات ایسے ڈالی کہ وہ کہہ ہی رہا ہے ما نہا کما میں رب تعالیٰ کی ممانعت کی نفی نہیں بلکہ اس ممانعت کے دوام کی نفی ہے یعنی وہ ممانعت ربانی ہمیشہ کے لئے نہ تھی بلکہ اس وقت کے لئے تھی جسے اب کافی عرصہ گزر چکا ویکما کہہ کر اس مردود نے یہ بتایا کہ تم دونوں اس کے مرہوب بندے ہو وہ ہے تمہارا رب پالنے والا اور پالنے والا غذا میں دو آئیں وقت کے مطابق اپنے پروردگار کو دیتا ہے آج ایک غذا سے منع کرتا ہے کچھ عرصہ بعد اس کی اجازت دیتا ہے هذه الشجرة میں اشارہ اس ممنوعہ درخت کی طرف ہے الا ان

تكونا ملکن او تكونا من الخالدين یہ عبارت ما نہا کما سے استثناء یا تو ان سے پہلے کراہت ”پوشیدہ ہے یا ان کے بعد لا پوشیدہ ہے ملکن سے مراد ہے جنس فرشتہ یا فرشتے کے سے اوصاف والا بندہ کہ کھانے پینے سے بے نیاز ہو لہٰذا اس کی عمر ہو کہ اسے موت قریب قیامت ہی آئے اور خالدين سے مراد یہ ہے کہ اسے بالکل موت آئے ہی نہیں جیسے حوریں غلمان اور خست کی دوسری مخلوق۔ یعنی اس درخت کے پھل میں یہ تاثیر ہے کہ اس کا کھالینے والا بندہ یا تو فرشتہ بن جاتا ہے کہ نہ اسے کھانے پینے کی حاجت ہو نہ جلدی موت آئے یا پھر کبھی اسے موت آئے ہی نہیں ہمیشہ ہمیشہ جنت میں اسی آرام سے رہے جس آرام سے تم دونوں اب یہاں ہو اگر تم نے یہ پھل نہ کھایا تو غنقریب تم کو موت آجاوے گی اور تمہیں یہاں کی نعمتوں سے محروم ہونا پڑے گا اور اے آدم و حواء اس درخت کا پھل ہے بہت قوی جب تم دونوں پیدا ہوئے تھے تو تم تھے کمزور اس وقت تم اسے ہضم نہ کر سکتے تھے اس لئے تم کو رب نے اسی سے اس وقت منع فرمادیا تھا۔ اب تم دونوں ہو گئے قوی اسے بخوبی برداشت اور ہضم کر لو گے لہٰذا وہ ممانعت بھی باقی نہیں رہی۔ (تفسیر عزیزی پہلا پارہ) اس لئے رب تعالیٰ نے تم سے فرمایا تھا لا تقربا یہ نہ کہا تھا کہ لا تقربا ابد یعنی کبھی اس کے قریب نہ جانا۔ اصل دھوکہ اس نے یہ دیا کہ رب تعالیٰ کی ممانعت کو وقتی ممانعت بتایا نہ کہ دائمی۔ خیال رہے کہ بعض قراءتوں میں ملکن لام کے کسرہ سے ہے یعنی تم دونوں یہاں کے بلا شلہ بن جاؤ ہمیشہ یہاں راج کرو گے اس قراءت کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے هل ادلك على شجرة الخلد و ملک لا یبلى ہم نے جو یہ چند باتیں عرض کر دیں وہ خوب یاد رکھی جاویں ورنہ آیت کریمہ اور حضرت آدم علیہ السلام کی عصمت پر سخت اعتراضات وارد ہوں گے جیسا کہ ان شاء اللہ اعتراض و جواب میں ہم عرض کریں گے ولما سمعہا انی لکما لمن الناصحین یہ اس مردود کا دوسرا فریب ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی قسم کھائی اور قسم کھا کر کہا کہ میں تم دونوں کا بد خواہ نہیں ہوں بڑا ہی خیر خواہ ہوں۔ وہ حضرات سمجھے کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم نہیں کھا سکتا لہٰذا ناممکن ہے کہ یہ شخص ہم سے غلط گوئی اور غلط بیانی کر رہا ہو یہاں نا محین جمع کہہ کر یہ بتایا کہ جیسے سارے فرشتے وغیرہم تمہارے خیر خواہ ہیں بد خواہ نہیں ایسے ہی میں بھی ان میں سے ایک ہوں تمہارا خیر خواہ۔ بس جناب آدم علیہ السلام یہی بھول گئے کہ رب نے فرمایا هو عدو لہما ابلیس تم دونوں کا دشمن ہے اس مردود کی قسم سے اس کی دشمنی انہیں یاد نہ رہی اس کے متعلق رب تعالیٰ نے فرمایا فسنی ولم نجد له عذما۔

خلاصہء تفسیر: ان سارے واقعات مذکورہ کے بعد ہوا یہ کہ ابلیس جنت میں حضرت آدم و حواء کے پاس پہنچ ہی گیا اور ان دونوں بزرگوں کے دلوں میں اس نے دوسوہ ڈال ہی دیا جس دوسوہ کا نتیجہ و انجام یہ ہونا تھا کہ وہ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو جاویں اس طرح کہ وہ گندم کھالیں جس کی پاداش میں اولاً ”ان کا نوری لباس ان سے اتار لیا جاوے پھر وہ اس طرح زمین پر بھیج دیئے جاویں جیسے جب کسی کو اس کے عہدے سے الگ کرتے ہیں تو پہلے اس کی وردی پٹی و داخل دفتر کرا لیتے ہیں پھر علیحدہ کرتے ہیں۔ اس مردود نے دوسوہ اس طرح ڈالا کہ اے آدم و حواء واقعی رب تعالیٰ نے تم دونوں کو اس درخت کے کھانے سے تو کیا اس کے پاس جانے سے بھی منع فرمایا تھا مگر وہ ممانعت دائمی نہ تھی بلکہ اس وقت خاص کے لئے تھی جب تم میں اس کے ہضم کرنے کی طاقت نہ تھی اب جبکہ تم دونوں قوی و توانا ہو چکے ہو اسے ہضم کر سکتے ہو اس درخت میں تاثیر یہ ہے کہ اس کے کھانے سے انسان یا تو فرشتہ ہی بن جاتا ہے کہ عرصہ تک زندہ رہتا ہے کھانے پینے سے بے نیاز ہو جاتا ہے یا اس جماعت میں سے ہو جاتا ہے جنہیں موت آتی ہی نہیں جیسے حور و غلمان وغیرہم ابھی تم جنت میں مہمان داخل ہو تمہارا اقامت یہاں عارضی ہے پھر تم یہاں کے

اصلی دائمی باشندے ہو جاؤ گے تمہاری پیدائش کے وقت تم میں فرشتہ بننے کی برداشت نہ تھی۔ یہ کہہ کر رب تعالیٰ کی قسم کھا کر بولا کہ میں تمہارا بد خواہ نہیں ہوں۔ آدم علیہ السلام کو یہ وہم بھی نہ ہوا کہ کوئی بھی اللہ تعالیٰ کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے اس لئے آگئے دھوکے میں۔ خیال رہے کہ شیطان کا دھوکہ دو لفظوں میں پوشیدہ ہے ایک نہا کما میں کہ وہ ممانعت وقتی تھی۔ دوسرے وہ کما میں کہ پالنے والا رب بندے کی حالت کے مطابق غذا کرتا ہے اس وقت تم اس غذا کے لائق نہ تھے اب لائق ہو گئے ہو۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کوئی شخص کسی جگہ بھی شیطان کے وسوسہ سے محفوظ نہیں جو اپنے کو اس سے محفوظ جانے گا وہی تباہ ہو جاوے گا۔ دیکھو آدم علیہ السلام نبی معصوم تھے اور جنت مقام محفوظ تھی جہاں سے شیطان نکالا جا چکا تھا مگر پھر بھی اس مردود نے داؤ مار دیا ہم نہ تو معصوم ہیں نہ دنیا مقام محفوظ ہے ہم کس بنا پر اپنے کو شیطان کی دستبرد سے باہر سمجھیں۔ یہ فائدہ وقال مانہا کما الخ سے حاصل ہوا اللہ ابری جگہ نہ جاؤ بروں کے ساتھ نہ بیٹھو بروں کی کتابیں نہ پڑھو ان کے جلسوں میں نہ جاؤ دولت ایمان کی حفاظت کرو۔ دوسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام کو وسوسہ ہو سکتا ہے ہاں ان سے بد عقیدگی یا گناہ سرزد نہیں ہو سکتے وہ حضرات ان دونوں سے معصوم ہیں یہ فائدہ فوسوس لہما سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: بہتر یہی ہے کہ خاوند بیوی بھی ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں بلکہ بعض بزرگ تو خود اپنا ستر بھی نہیں دیکھتے۔ یہ فائدہ لبیدی لہما الخ سے حاصل ہوا۔ ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہ دیکھا۔ بلکہ انسان اکیلے میں بھی ننگا نہ رہے۔ اللہ سے شرم کرے کاش اس زمانہ کے فیشن اہل لوگ اس سے عبرت پکڑیں۔ چوتھا فائدہ: سب سے پہلا تقیہ ابلیس نے کیا کہ دل میں آدم علیہ السلام کی دشمنی رکھ کر زبان سے ان کی دوستی ظاہر کی اس کا نام تقیہ ہے۔ یہ فائدہ وقاسمہما الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: سب سے پہلے رب کے نام کی جھوٹی قسم کھانے والا ابلیس ہے یہ فائدہ بھی قاسمہما سے حاصل ہوا۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا طریقہ ابلیس پر عامل ہے۔ چھٹا فائدہ: ہر چکنی چپٹی باتیں کرنے والے پر اعتبار نہ کرو ہر وہ شخص جو بغل میں قرآن دبائے پھرے بات بات پر آیتیں پڑھے ہر بات میں قرآن کا سارا لے اس کے فریب میں نہ آ جاؤ ایسے لوگ قرآن کو اپنے شکار کے جل کے طور پر استعمال کرتے ہیں ہر چمکتی چیز سونا نہیں۔ یہ فائدہ بھی وقاسمہما الخ سے حاصل ہوا اس مردود نے اللہ کے نام سے ہی ان دونوں بزرگوں کو دھوکہ دیا۔ ساتواں فائدہ: ابلیس شرعی احکام سے بخوبی واقف ہے عقلی نقلی دلائل کا استاد ہے۔ دیکھو اس نے حضرت آدم و حوا کو ممانعت الیہ کے کیسے معنی سمجھائے اور وہ کما سے کیسا دھوکہ دیا نقلاً ”عقل“ ہر طرح فریب دیا یہ فائدہ مانہا کما سے اور وہ کما کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی بعض مخلوق ابدی ہے جسے کبھی فنا نہیں جیسے حور غلمان جنت کی نعمتیں اور خود جنت مگر رب کے سوا ازلی کوئی نہیں۔ سب اس کی مخلوق ہیں نیست سے ہست ہوئے ہیں۔ یہ فائدہ من الخالدین جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ جو کسی چیز کو ازلی مانے رب کے سوا وہ مشرک ہے۔ ازلی وہ جو ہمیشہ سے ہو ابدی وہ جو ہمیشہ رہے۔ ازلیت کی نفی کے لئے رب فرماتا ہے خالق کل شئی اور ابدیت کے ثبوت کے لئے فرماتا ہے اکلہا دائم اور فرماتا ہے خالدین فیہا ابدان“ نواں فائدہ: ابلیس کے سوا تمام فرشتے وغیرہم حضرت آدم و حوا کے خیر خواہ تھے کوئی ان کا دشمن نہ تھا جو کہے کہ فرشتے ہمارے دشمن ہیں کیونکہ ہم کو رب نے خلافت دیکر انہیں اس سے محروم کر دیا

وہ بے دین ہے۔ یہ فائدہ نا صحیح جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: اس موقع پر حضرت آدم علیہ السلام کامیاب رہے اور شیطان ناکام کیونکہ شیطان نے چاہا تھا کہ حضرت آدم اپنے درجہ سے گر جائیں یہ گندم کھا کر آپ نیچے زمین پر آئے درجہ سے نہ گرے بلکہ ترقی پر آئے کہ خلیفۃ اللہ ہوئے آپ نے چاہا تھا کہ گندم کھائیں چنانچہ گندم ہی آپ کی اور آپ کی اولاد کی غذا ہوئی آپ نے چاہا تھا کہ فرشتہ صفت ہو جائیں کہ ہر دم رب کی عبادت کریں ایسا ہی ہوا کہ آپ کا بلکہ آپ کی بعض اولاد کا کھانا پینا سونا جاگنا ہر حال عبادت قرار دیا گیا۔ فرشتوں سے زیادہ آپ کو دائمی عبادت عطا ہوئیں۔ آپ نے چاہا تھا کہ آپ کو خلود یعنی ہمیشہ کی عبادت نصیب ہوں ایسا ہی ہوا کہ تاقیامت آپ کی اولاد میں عبادت ہوں گی جو آپ کے نامہ اعمال میں لکھی جائیں گی کہ اولاد کی نیکیاں ماں باپ کے ثواب کا ذریعہ ہوتی ہیں۔ جو حضرت آدم کو ناکام اور ابلیس کو کامیاب بنانے وہ بے دین ہے۔

پہلا اعتراض: حضرت آدم علیہ السلام جنت میں تھے اور ابلیس وہاں سے نکالا جا چکا تھا پھر اس مردود کی ملاقات ان سے کیسے ہو گئی اور یہ گفتگو کس طرح ہوئی۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر چکا کہ شیطان کا نکالنا تین وقت ہوا ہے مردود ہونے کے وقت حضرت آدم علیہ السلام کے زمین پر آنے کے وقت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری کے وقت۔ مردود ہونے کے وقت جنت میں اس کا رہنا سہنا بند ہو گیا مگر وہاں آتا جاتا رہتا تھا جیسے گھروں میں کتے بلبے آتے جاتے رہتے ہیں پھر حضرت آدم کے زمین پر آنے کے وقت اس میں آتا جاتا بھی بند ہوا۔ مگر آسمانوں پر جاتا آتا رہتا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری پر اس کا آسمانوں پر جانا بھی بند ہوا اس کا ذکر سورہ جن میں ہے کہ جنات نے کہا تھا انا کنا نقعد منها ملاعد للسمع لمن یستمع الا ان یجد لہ شہا ہا و صدا چنانچہ ابلیس اس وقت جنت میں پہنچا اور آپ سے یہ گفتگو کی۔ دوسرا اعتراض: شیطان نے مردود ہونے کے بہت عرصہ بعد حضرت آدم علیہ السلام کو دھوکہ دیا تھا مگر یہاں ارشاد ہوا فوسوس لہما الشیطان ف سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دھوکہ دینا فوراً ہوا یہ کیونکر درست ہوا۔ جواب: یا تو یہاں فوراً کے معنی میں نہیں صرف بعدیت بیان فرمانے کے لئے ہے یا شیطان نے مردود ہوتے ہی دھوکہ دینے کی پوری اسکیم بنائی تھی ابتداء و سوسہ مردود ہوتے ہی پڑ گئی تھی اس کی تکمیل اس کا ظہور عرصہ کے بعد ہوا لہذا ف فرمایا بالکل درست ہوا۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ لبس لیہما ما وودی عنہما یعنی شیطان نے انہیں برہنہ کرنے کے لئے دھوکہ دیا حالانکہ اس نے تو ان بزرگوں کو جنت سے علیحدہ کرنے کے لئے یہ سب کچھ کیا تھا۔ جواب: ان حضرات سے جنتی لباس اتار دیا جانا جنت سے روانگی کی تمہید تھی جیسے کسی خاص حاضر بارگاہ سے نمغ و ردی بیٹی لے لیا جانا گلے و اقلات کی تمہید ہوتی ہے اس لئے یہاں اس کا ذکر ہوا۔ خیال رہے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے جنتی لباس لے لیا جانا زمین پر آنے کی ابتداء تھی پھر زمین پر تشریف لانا خلافت الیہ عطا ہونے کی تمہید تھی لہذا یہ بظاہر عتاب و حقیقت عنایت بے غایت کی تمہید تھی۔ شیطان سمجھا ہی نہیں وہ اس پر خوش ہوا حالانکہ اسے تو اس واقعہ پر رونا چاہئے تھا۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اس وقت حضرت آدم علیہ السلام کو ممانعت ربانی کا علم تھا بلکہ خود شیطان نے اس کا ذکر کیا تھا مانہا کما ویکما الخ مگر وہ سری جگہ ارشاد ہے لنسی ولم نجد لہ عزما حضرت آدم بھول گئے یعنی انہیں ممانعت یاد نہ رہی آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: حضرت آدم علیہ السلام ممانعت الیہ کو نہ بھولے تھے بلکہ رب کا یہ فرمان بھول گئے تھے کہ ابلیس تمہارا دشمن ہے اس مردود نے کہا کہ میں تمہارا خیر خواہ ہوں اور اس پر تمہیں کھایا آپ اس کی قسم سے دھوکہ کھا کر اسے خیر خواہ سمجھ گئے یہ بھول

ہوئی یا اس موقع پر رب سے پوچھ لینا بھول گئے کہ مولیٰ میں یہ پھل کھاؤں یا نہیں یا یہ بھول گئے کہ اس پھل میں یہ تاثیر نہیں کیونکہ انہیں کل کے ناموں کا علم دیا گیا تھا تو اس کے ساتھ ہر چیز کے فوائد و نقصانات بتا دیئے گئے تھے ان میں اس درخت کے نقصانات بھی تھے۔ لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ پانچواں اعتراض: رب تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ اگر تم اس درخت کے قریب گئے تو ظالمین میں سے ہو جاؤ گے اور ابلیس نے کہا کہ اگر تم نے اس درخت کا پھل کھالیا تو خال الدین میں سے ہو جاؤ گے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے رب کی نہ مانی ابلیس کی مانی ابلیس کو اپنا خیر خواہ سمجھا رب تعالیٰ کو بد خواہ جانا یہ تو صریح کفر ہے پھر انہیں معصوم کیوں کہا جاتا ہے (بعض نئے بے دین)۔ جواب: شیطان نے ان سے عرض کیا کہ رب تعالیٰ کی وہ ممانعت اس وقت تھی جب تم نئے نئے جنت میں آئے تھے واقعی اگر تم اس وقت یہ درخت کھا لیتے تو ظالم بن جاتے کیونکہ اس درخت میں تاثیر ہے کہ یہ اپنے کھانے والے کو فرشتہ بنا دیتا ہے اور تم اس وقت فرشتہ بننے کے لائق نہ تھے اب زمانہ گزر گیا، تمہارے حالات بدل گئے، حکم الہی بھی بدل گیا۔ تم شوق سے کھاؤ۔ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب نے یہی تفسیر فرمائی ہے اور واقعہ بھی یہی ہے اس لئے اس نے کہا مانہا کما دیکما سے یہ معلوم ہو رہا ہے۔ چھٹا اعتراض: شیطان نے بھی لمبی عمر مانگی کہ کہا انظر فی الیوم بیعتون اور آدم علیہ السلام نے بھی لمبی عمر کے لئے گندم کھلایا۔ پھر دونوں میں فرق کیا رہا (بعض بے دین)۔ جواب: شیطان نے لمبی عمر مانگی گناہ کرنے کرانے زمین میں فسوس پھیلانے کے لئے یہ درازی عمر اللہ کا عذاب ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے لمبی عمر چاہی عبادات اور نیک کام کرنے کے لئے جو سراسر رحمت ہے دیکھو رب نے حضرت خضر عیسیٰ و ادریس الیاس علیہم السلام کو بہت دراز عمریں عطا فرمائیں یہ دراز عمریں رب کی رحمت ہی ہیں۔ عمر شیطانی، عمر نفسانی اور عمر ایمانی میں بڑا فرق ہے۔ ساتواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے آدم علیہ السلام سے افضل ہیں کیونکہ آپ نے فرشتہ بننے کی آرزو میں گندم کھلایا گویا آپ نے ترقی کے لئے یہ کام کیا۔ جواب: یہ غلط ہے آدم علیہ السلام فرشتوں سے افضل ہیں کہ آپ مبعود ملائکہ ہیں اور ان سب کے استلو ہیں یہاں آپ نے چاہا تھا کہ ہماری زندگی شریف فرشتوں کی طرح آزلونہ ہو جاوے کہ نہ کھانے پینے کی خواہش ہو نہ آرام وغیرہ کی۔ افضلیت اور چیز ہے آزادی اور غیر ذمہ دارانہ زندگی کچھ اور ہے۔ خیال رہے کہ انسان کا فرشتہ بننا یا فرشتہ کا انسان بننا بالکل ناممکن ہے کہ اس میں تبدیلی حقیقت ہے لہذا اس آیت کا مطلب یہ نہیں کہ آپ دونوں انسانیت سے تبدیل ہو کر فرشتہ بن جاویں گے مطلب وہی ہے جو ہم نے عرض کیا۔ حضرت جبرئیل و سرے فرشتے کبھی شکل انسانی میں آئے ہیں مگر حقیقت تبدیل نہ ہوئی تھی۔ ہاروت و ماروت فرشتے دنیا میں آکر فرشتے ہی رہے تھے ان کو صرف شہوت دیدی گئی تھی اس کی تحقیق پہلے پارہ میں کی جا چکی ہے لہذا الو اکون والے اس پر کوئی اعتراض نہیں کر سکتے۔ خیال رہے کہ جیسے فرشتے انسان کی صورت یا انسان کی سیرت میں آسکتے ہیں۔ مگر حقیقت میں فرشتے ہی ہوتے ہیں ایسے ہی بعض مقبول بندے کبھی سیرت میں فرشتے اور صورت میں فرشتوں سے بھی اعلیٰ ہو جاتے ہیں۔ عیسیٰ علیہ السلام صدیوں سے بغیر کھائے پئے اللہ کی عبادت کر رہے ہیں یہ ہے سیرت ملکی ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے روزہ وصل میں کئی کئی دن نہ کھلایا نہ پیا یہ ہے سیرت ملکی معراج میں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم عین نور ہو کر عرش سے آگے بڑھے یہ ہے صلاوت ملکی مگر ان حالات میں ہوتے ہیں بشری۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ کے مقبول بندے۔ اُنر نیک ارادے سے کوئی خطا بھی کر لیں تو اللہ ان کا ارادہ پورا کر دیتا ہے۔ بدکار لوگ برے ارادہ سے اچھی بات بھی کریں اچھا کام بھی کریں آخر ناکام ہوتے ہیں۔ حضرت آدم علیہ السلام نے اس درخت کا پھل نہایت ہی نیک ارادے سے کھایا ارادہ یہ تھا کہ ہم ابدی زندگی پائیں اور ہمیشہ اپنے رب کی عبادت کریں ہماری عبادت ریاضیات ختم نہ ہوں گندم کھانا خطا تھا مگر ارادہ اچھا تھا انجام یہ ہوا کہ زمین پر بظاہر عثمانیہ انداز میں آئے مگر انہیں خلافت الہیہ کا تاج پہنایا گیا۔ ابوالہریرہؓ نے کیا تا قیامت انبیاء و اولیاء ان کی امتیں جماعتیں انہیں کی اولاد میں رکھی گئیں ان کی اولاد تا قیامت ذکر اللہ جہاد حج وغیرہ کرتی رہے گی گویا وہی من الخالدین ہو گئے ان کا نشانہ پورا ہو گیا اس سب کی بنیاد وہی ممانعت الہیہ ہے ابلیس نے چاہا تھا کہ حضرت آدم کو ان کے مرتبہ سے گرا دے۔ وہ اس ارادہ میں سخت ناکام ہوا ان کا درجہ ان کا مرتبہ دنیا اور آخرت میں اور بھی زیادہ ہو گیا ان حضرات کے منہ سے جو نکلتا ہے رب پورا کرتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جیل میں بادشاہ کے ساتی سے کہا تھا۔ اذ کرنی عند ربک تو بادشاہ سے میرا ذکر کر دینا آپ نے اپنی رہائی اور رہائی کے بعد آزادانہ ذکر الہی کرنے کے لئے یہ تدبیر سوچی تھی کہ ساتی کی معرفت میرا یہ کام ہو جائے اگرچہ کچھ دیر لگی مگر آخر کار اسی ساتی کے ذریعہ آپ کی رہائی ہوئی اور رہائی کے بعد تاج شاہی سر مبارک پر رکھا گیا۔ بہر حال یہ واقعات ان کی کامیابیوں کا پیش خیمہ ہوئے پھر وہ گندم ان کی اولاد کی غذا بنی اور انہیں اس کے ذریعہ جنت میں پہنچانے کا انتظام فرمایا گیا۔ بہر حال آدم علیہ السلام کامیاب اور بابر اور ہے شیطان ناکام ہی رہا شیطان ان کا خیر خواہ نہ تھا رب تعالیٰ ان پر نمران تھا۔

فَدَلَّهِمَا بِغُرُورٍ فَلَمَّا ذَا قَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوَاتُهُمَا وَطَفِقَا

پس نیچے لے آیا وہ ان دونوں کو سافہ دھوکے سے پس جب چکھ لیا انہوں نے پڑ کر توڑا ہر بونہیں واسطے ان تو اتار لیا انہیں نریب سے پھر جب انہوں نے وہ پیڑ چکھا ان پر ان کی شرم کی چیزیں کھل گئیں اور

يَخْصِفْنَ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ وَنَادَاهُمَا رَبُّمَا أَلَمْ أَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكَمَا

دونوں کے متران کے اور لگے پیٹے جنت کے بتوں سے اور ندادی ان کو رب نے ان کے کیا منع کیا تھا میں نے اپنے بدن پر جنت کے پتے چھانے لگے اور انہیں ان کے رب نے فرمایا کیا میں نے تمہیں اس پیڑ سے

الشَّجَرَةَ وَقُلْ لَّكُمَا إِنَّ الشَّيْطَانَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُبِينٌ ﴿١٧﴾

تم کو اس درخت سے اور نہ کہا تھا میں نے تم سے کہ تحقیق شیطان واسطے تمہارے دشمن ہے ظاہر منع کیا اور نہ فرمایا تھا کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کے دھوکہ فریب دینے کا ذکر تھا اب اس آیت میں جناب آدم و حواء کے دھوکہ کھانے کا ذکر ہے گویا ابتداء کا ذکر ہو چکنے کے بعد انتہا کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں شیطان کے جھوٹی قسم کھانے کا ذکر تھا اب حضرت آدم علیہ السلام کے نام الہی کے

احترام فرمانے کا ذکر ہے کہ انہوں نے اس نام پاک کی قسم پر اعتبار فرماتے ہوئے اس پر عمل کر لیا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ شیطان کے دوسوہ کا نتیجہ ان حضرات کی برہنگی تھی اب اس کے ظہور کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ ابلیس نے جناب آدم و حواء کو درخت کا پھل کھانے کی کوشش کی اب ذکر ہے کہ وہ اس کوشش میں ناکام رہا انہوں نے صرف چکھائی تھا کھانا نہ تھا کہ اگلے واقعات نے انہیں کھانے سے روک دیا۔

تفسیر: فدلہما بغرور چونکہ شیطان کے دھوکہ دینے اور آدم علیہ السلام کے گندم کھانے میں کچھ فاصلہ نہ تھا بلکہ فوراً ہی یہ واقعہ ہوا اس لئے یہاں ف ارشاد ہوئی فوراً دلا یا تو بنا ہے دِل سے تو دو سر الام الف سے بدل گیا۔ اصل میں دِل تھا جسے من سماھا اصل دسھا تھا دو سرا سین الف سے بدل گیا یا بنا ہے دلو سے تو واؤ الف سے بدل گیا۔ دونوں کے معنی ہیں لٹکانا ڈول کو دلو اس لئے کہتے ہیں کہ وہ کنویں میں لٹکایا جاتا ہے (کبیر) رب فرماتا ہے فاحلی دلوہ اس نے اپنا ڈول کنویں میں ڈالا۔ کنویں میں پاؤں لٹکا کر بیٹھنے کو تدلیہ کہا جاتا ہے۔ یعنی شیطان نے ان دونوں کو نیچے اتار دیا خیال رہے: کہ یہاں درجے سے اتارنا مراد نہیں جناب آدم علیہ السلام کا درجہ زمین پر آکر اور بڑھ گیا کہ خلافت الیہ کا تاج ان کے سر پر رکھا گیا بلکہ مکمل طور پر نیچے اتارنا مراد ہے یعنی جنت سے زمین پر اتار دیا از ہری کہتے ہیں کہ ناکام کوشش کو تدلیہ کہا جاتا ہے بعض نے فرمایا کہ یہ بنا ہے والد سے معنی جرات و ہمت کرنا شاعر کہتا ہے۔

اظن العلم دل علی قومی وقد سجهل الرجل العلم

(معانی) اگرچہ ترتیب یہ تھی کہ شیطان نے حضرت حواء کو دھوکہ دیا اور حضرت حواء نے جناب آدم علیہ السلام کو اس کھانے کی رغبت دی مگر چونکہ اس کا اثر دونوں حضرات پر یکساں پڑا اس لئے ہما شیعہ ارشاد ہوا بغرور میں ب سبب ہے اور غرور معنی دھوکہ ہے اس سے مراد ابلیس کی جھوٹی قسم ہے۔ نفعی ابلیس نے جھوٹی قسم کے ذریعہ ان دونوں کو اتار دیا شیطان ہی پہلا وہ ہے جس نے اللہ کی جھوٹی قسم کھائی (خازن) یا بغرور کی ب معنی فی ہے اور غرور سے مراد دنیا ہے یعنی دار الغرور دھوکے کی جگہ گویا شیطان نے ان دونوں کو دار السور سے دار الغرور میں اتار دیا فلما اذا قال الشجرة یہ عبارت دلا ہما کی تفصیل ہے لہذا ف ختمید ہے اذا کا بنا ہے ذوق سے معنی چکھنا یہاں مراد ہے تھوڑا سا کھانا صرف چکھ کر تھوک دینا مراد نہیں بلکہ اس قدر کھانا مراد ہے جو گلے سے نیچے اتر جائے پیٹ بھرنا واقع نہ ہو۔ اذا شیعہ فرمانے سے معلوم ہوا کہ ان دونوں بزرگوں نے ایک ساتھ ہی کھایا ترتیب وار نہ کھایا الشجرہ سے مراد ہے اس درخت کا پھل کھانا نہ کہ پورا درخت کھانا بدلتلہما سوا تلہما یہ عبرت خیر ہے اذا کی بدت بنا ہے بدو سے معنی ظاہر ہونا تلہما فرما کر یہ بتایا گیا کہ ان دونوں بزرگوں کے ستر کسی اور پر ظاہر نہ ہوئے صرف ان ہی دونوں پر ظاہر ہوئے کہ خلوند نے بیوی کو ستر دیکھا اور بیوی نے خلوند کا سوا جمع ہے سورۃ کی جس بارہ ہے سوہ سورۃ جسم کا وہ حصہ جس کا ظاہر ہونا غمگین کرے ان دو بزرگوں کے لئے سوا جمع فرمانا ایسا ہی ہے جیسے قد صفت قلوبکما میں دو عورتوں کے لئے قلوب جمع فرمانا بعض نے فرمایا کہ ہر شخص کا ستر ایک نہیں بلکہ چند ہیں قبل علیحدہ سترہ در علیحدہ رن علیحدہ گھونٹا علیحدہ لہذا سوآت جمع فرمانا بالکل درست ہے اس ستر کھانے کی صورت یا تو یہ ہوئی کہ حلہ بہشتی ان سے اتر گیا وہ نور جو لباس کا کام دیتا تھا ختم ہو گیا یا ناخن تمام جسم سے سمٹ کر صوف الکیوں کے پوروں پر رہ گیا جیسا کہ ہم پہلے عرض کر

چکے ہیں وہ بھی خوشنما اور نرم نہیں بلکہ سخت خیال رہے: کہ یہ برہنگی اگلے عتاب اور زمین پر تشریف لانے کی تمہید تھی گندم پیٹ میں پہنچتے ہی اس کا اثر یہ ظاہر ہوا وطفقا بعضفان علیہما من ورق الجنة یہ عبارت معطوف ہے ہمت پر مطلقا فعل مقاربہ ہے بعضفان بنا ہے۔ خصف سے معنی سینا یا زانو پر رکھ کر سینا اس لئے چڑھ سینے والے کو خصاف کہتے ہیں جنت کے پتوں سے مراد ہے انجیر کے پتے اس لئے انجیر بڑا مبارک درخت ہے کہ نے اس کی قسم فرمائی والتن والزیتون کہ ان پتوں نے حضرت آدم و حواء کی ستر پوشی کی آپ نے انجیر کے پتے انجیر کے تنکوں سے سے حتی کہ وہ کپڑے کی طرح ہو گئے (خازن) ونا داہما رہما چونکہ ستر کھٹنا اور رب تعالیٰ کا یہ فرمانا تو ایک ہی وقت میں ہوا یا بالکل متصل اس لئے یہاں ہم یا ف ارشلونہ ہوا ظاہر یہ ہے کہ یہ نداء براہ راست بغیر فرشتے کے ہوئی یا تو ان دونوں بزرگوں سے یہ خطاب ہوا یا صرف آدم علیہ السلام سے خطاب ہوا اور حضرت حواء اس خطاب میں شامل ہوئیں جیسے قرآن مجید کے احکام میں مردوں سے خطاب ہے عورتیں اس میں شامل ہیں اقموا الصلوة واتوا الزکوة رہما فرما کر اشارۃ فرمایا گیا کہ اس خطا سے رب تعالیٰ کی بندہ نوازی بندہ پروری ان سے بند نہ ہوئی اس کا کرم ان دونوں کے شامل حال رہا البتہ ترتیب کی نوعیت بدل گئی اب تک اور طرح کی تربیت و پرورش تھی اب دوسری طرح کی پرورش شروع ہوئی۔ رب شیر خوارگی میں بچہ کو ماں کے دودھ سے پالتا ہے۔ پھر دوسری غذاؤں سے تو اس کریم کر ربوبیت کی نوعیت بدلتی ہے الم انہکما حق تلکما الشجرة یہ عبارت ثلواہما کا بیان ہے یہاں یہ پوچھ گچھ عتاب کی ہے چونکہ اس درخت کا تعلق ان دونوں صاحبوں سے تھا اس لئے تلکما شئہ ارشلوہ۔ لطیفہ کیا یہ ہی لطف ہے کہ رب نے یہ بات ان دونوں سے کھاتے وقت یا کھانے سے پہلے نہ فرمادی کہ خبردار اے آدم اسے نہ کھانا ہم نے اس سے تم کو منع فرما دیا ہے بلکہ اولاً تو کھالینے دیا۔ پھر یہ عتاب فرمایا معلوم ہوتا ہے کہ اس عتاب و خطاب میں صدا راز ہیں حضرات انبیاء کی خطائیں بھی رب کی طرف سے ہوتی ہیں دوسرے کے لئے عطاؤں کا ذریعہ و اقل لکما ان الشيطان لما عد و مبین یہ عبارت معطوف ہے الہی پر اور ہم کے تحت ہے اسی لئے اقل کو جزم ہے گویا رب تعالیٰ کی طرف سے دو سوال ہوئے ایک یہ کہ اے آدم و حواء کیا ہم نے تم کو اس درخت سے منع نہیں کیا تھا ضرور کیا تھا۔ پھر تم نے کیوں کھایا دوسرے یہ کہ کیا ہم نے تم کو یہ نہ بتا دیا تھا کیا نہ دکھایا تھا کہ شیطان تمہارا اکلاد شمن ہے کج سب نے تم کو سجدہ کیا۔ شیطان نے نہیں کیا اور تمہاری وجہ سے وہ مردود ہوا۔ جنت سے نکالا گیا اس کی عبادت رائگاں ہوئیں اتنی باتوں کے ہوتے کیلئے تمہارا کبھی دوست ہو سکتا ہے اس کی عداوت تو بالکل کھلی ہوئی تھی۔ پھر تم نے دھوکہ نہیں بلکہ دھوکے کیوں کھائے اس دشمن کو اپنا دوست اور خیر خواہ کیوں سمجھ لیا اس فرمان میں ہم سب کو بتاؤ کھانا سمجھانا مقصود ہے کہ شیطان کو دوست نہ جانو۔

خلاصہ تفسیر: ابلیس نے حضرت آدم و حوا کو مذکورہ بلا دھوکہ و فریب دیکر عالم بیل سے زمین کی طرف یعنی دار البقاء سے دار الفنا کی طرف عیش و عشرت کی جگہ سے مشقت و کلفت کی جگہ کی طرف اتار دیا ہوا یہ کہ ان دونوں نے اس درخت کا پھل برائے نام ہی کھایا تھا کہ ان پر مشقتوں و محنتوں کی ابتداء ہو گئی کہ ان جنتی نورانی لباس ان سے اتر گیا اور وہ دونوں خلونہ و بیوی ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہو گئے وہ دونوں شرم کی وجہ سے اپنے جسم پر خست (انجیر) کے پتے اسی کے تنکوں میں سی سی کر لپیٹنے لگے تاکہ ستر پوش ہوں اور رب تعالیٰ نے ان کو پکارا کہ اے آدم و حوا کیا ہم نے تم کو اس درخت کے کھانے سے منع نہ فرمایا تھا تم بھول کیوں گئے تم نے کھایوں لیا نیز کیا ہم نے تم کو پہلے ہی خبردار نہ کیا تھا کہ ابلیس تمہارا اکلاد شمن ہے؟

وجہ سے وہ جنت سے نکالا گیا مرد و بارگاہ ہو اس کی عبادات رائیگاں ہوئیں تم نے یہ بھی خیال نہ کیا اور اس کی باتوں میں آگئے۔ حکایت: حضرت آدم علیہ السلام کا جب لباس اتر اتو آپ نہایت ہی پریشانی کی حالت میں جنت میں بھاگنے لگے ایک درخت میں آپ کے سر کے بال الجھ گئے فرمان الہی پہنچا کہ اے آدم کی ہم سے بھاگتے ہو عرض کیا نہیں اے مولیٰ تجھ سے حیا و شرم کرتا ہوں مجھے یہ خیال بھی نہ تھا کہ کوئی تیرے نام کی جھوٹی قسم کھا سکتا ہے فرمایا اب تم دونوں کو زمین پر رہنا سہنا ہو گا یہاں بغیر محنت روزی ملتی تھی وہاں محنت و مشقت سے ملے گی چنانچہ آپ کو لوہاری اور زراعت (کھیتی باڑی سکھادی گئی فرمایا گیا کہ بوؤ کھیت کو پانی دو پھر کاٹو پھر پیسوپکاؤ اور کھاؤ عرض کیا الہی میں نے یہ پھل حواء کے کہنے سے کھایا ارشاد ہو کہ اچھا اب ان کا اور ان کی بیٹیوں کا حمل اور جننا مصیبت سے ہوا کرے گا (تفسیر ابن کثیر، خازن وغیرہ) لطیفہ: حضرت عبداللہ ابن عمر اپنے ہر نمازی پر ہیز گار غلام کو آزاد کر دیتے تھے کسی نے کہا کہ اب تو آپ کے غلام آپ کو دھوکہ دینے آزادی حاصل کرنے کے لئے نمازی بن جایا کریں گے فرمایا جو ہم کو اللہ کی عبادت سے دھوکہ دے گا ہم ضرور دھوکہ کھالیں گے (تفسیر کبیر) یعنی یہ ہمارے دادا حضرت آدم علیہ وسلم کی سنت ہے اس واقعہ کے متعلق ہم بہت کچھ سورہ بقرہ پارہ ۱۴۴ میں عرض کر چکے ہیں وہاں ملاحظہ کرو۔

فائدے: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جناب آدم و حوا نے اس موقع پر کوئی گنا نہیں کیا کیونکہ گناہ میں کیونکہ گناہ میں اردہ گناہ ضروری ہے وہ آپ سے نہیں پایا گیا یہ فائدہ ہما بغرود سے حاصل ہوا اس کا مجرم رب نے ابلیس کو قرار دیا نہ کہ ان دونوں صاحبوں کو جو انہیں گناہ گار مانے وہ گمراہ ہے۔ دوسرا فائدہ: ان دونوں حضرات نے گندم برائے نام ہی کھلایا تھا پیٹ پھر کر یا زیادہ نہیں کھلایا یہ فائدہ ذاقا الشجرة سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے چکھا۔ تیسرا فائدہ: ایک چیز کی تاثیریں مختلف وقتوں مختلف جگہوں میں مختلف ہوتی ہیں سردی کی غذا میں لباس گرمی میں اور گرمی کے سردی میں نقصان دیتے ہیں یہ فائدہ ہدایت لہما الخ سے حاصل ہوا آج ہم سیروں بلکہ منوں گندم کھا جاتے ہیں نہ ننگے ہوتے ہیں نہ سزا پاتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: پردہ اور حیا فطرت انسان کا تقاضا ہے بے حیائی اور ننگاپن بہت شرم کی چیزیں ہیں دیکھو حضرت آدم و حواء آپس میں خلوند بیوی ہیں مگر پھر بھی برہنگی سے شرمائے اب جو عریاں و نیم عریاں رہنا پسند کرتے ہیں وہ فطرت انسانی کا مقابلہ کرتے ہیں یہ فائدہ و طفا بخصفان الخ سے حاصل ہوا۔ خیال رہے: کہ انسان کا پردہ نہ تو اپنی بیوی سے ہے نہ فرشتوں سے نہ جانوروں سے ہاں جنات سے پردہ ہے مگر وہ پردہ لباس سے حاصل نہیں ہوتا وہ تو ذکر الہی سے حاصل ہوتا ہے اسی لئے استنجاء جاتے وقت ذکر الہی حکم ہے آپ کی یہ پریشانی حیا و غیرت کی بنا پر تھی۔ پانچواں فائدہ: بہتر یہ ہے کہ خلوند بیوی بھی ایک دوسرے کے سامنے ننگے نہ رہیں۔ ایک دوسرے کا ستر نہ دیکھیں یہ فائدہ بھی و طفا بخصفان الخ سے حاصل ہوا دیکھو اس وقت کوئی من دونوں کو ننگا نہیں دیکھ رہا تھا مگر انہوں نے ستر چھپانے کی کوشش کی ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے کبھی حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ستر نہ دیکھا۔ چھٹا فائدہ: انجیر کدورت بڑا مبارک ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام نے اس کے پتے لباس کے طور پر استعمال فرمائے یہ فائدہ من ورق الجنة سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے اس درخت سے فرمایا کہ تم میرے خلیفہ آدم کا لباس بنائیں تجھ میں بہت خوبیاں رکھوں گا (روح البیان) ہم پہلے پارہ میں عرض کر چکے ہیں کہ جب آدم علیہ السلام زمین پر تشریف لائے تو تمام جانور آپ کی زیارت کرنے آئے آپ کو ہرن بڑا پسند آیا ایک ہرنی پر محبت سے ہاتھ پھیرا تا قیامت اس ہرنی کی اولاد میں مشک ہوتا رہے گا۔ اس ہاتھ کی برکت ہے۔ ساتواں

فائدہ: حضرات انبیاء کرام کی خطائیں رب تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں جن میں بہت کمکتیں ہوتی ہیں۔ ان کی خطائیں ہماری عبادات سے افضل ہیں یہ فائدہ و نافع د اھما وھما سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے ان دونوں کو کھانے سے پہلے یا کھاتے وقت منع نہ فرمایا بلکہ کھالینے دیا۔ پھر عتاب محبوبانہ فرمایا۔ حضرت محی الدین ابن عربی فرماتے ہیں کہ اگر آدم علیہ السلام کی جگہ میں ہوتا تو سار اور خست گندم کھالیتا کیونکہ یہ کھانا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمین پر تشریف آوری کا ذریعہ تھا۔ آٹھواں فائدہ: انسان کو ہمیشہ اپنے دوست و دشمن کی پہچان چاہئے کہ اس میں کامیابی ہے یہ فائدہ ان الشیطان لکما عدو و مبین سے حاصل ہوا۔ حضرت آدم علیہ السلام صرف ایک بار اپنے دشمن کی دشمنی نہ پہچان سکے مشقت میں پڑ گئے۔ نواں فائدہ: شیطان اور شیطانی لوگ کبھی مومن کے دوست نہیں بن سکتے اگر کبھی دوستی کا دم بھریں بھی تو جھوٹے ہیں اور وہ دوستی ان کی خطرناک دشمنی ہوتی ہے یہ فائدہ عدو و مبین فرمانے سے حاصل ہوا جب سانپ کبھی انسان کا دوست نہیں ہو سکتا اگرچہ کیسا ہی خوبصورت حسین اور خوشنما ہو تو یہ ناری لوگ نوری لوگوں کے دوست کیسے ہو سکتے ہیں۔ دسواں فائدہ: مومنین کی آپس میں عداوتیں اور دشمنیاں عارضی ہیں جب یہ عارضہ اٹھے گا محبت ہو جاوے گی عداوت جاتی رہے گی رب فرماتا ہے و نزلنا مانی صد و دھم من غل اخوانا علی سرد متقابلین اور کفار کی مومنین سے محبت عارضی ہے جب یہ عارضہ دور ہو گا محبت جاتی رہے گی دشمنی ہو جاوے گی آج مومنہ ماں اپنے کافر بیٹے سے خونی رشتہ کی وجہ سے بظاہر محبت کرتی ہے مگر کل قیامت میں یہ ہی ماں اس بچے کی دشمن ہوگی کیونکہ وہ محبت ایمان نہیں جس کی بقاء ہو بلکہ محبت جاتی ہے جس کے لئے فنا ہے یہ فائدہ بھی عدو و مبین سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: یہاں تو ارشاد ہوا اذا قالا اور دوسری جگہ ارشاد ہوا ہے اکلا یعنی ان دونوں نے کھالیا دونوں آیتوں میں تعارض ہے کیونکہ چکھنا وہ ہے جو صرف منہ میں رہے حلق سے نیچے نہ اترے اور کھانے میں حق سے نیچے اترنا ضروری ہے اس لئے چکھنے سے روزہ نہیں ٹوٹا اور کھانے سے ٹوٹ جاتا ہے کوئی آیت درست ہے انہوں نے کھلایا تھا چکھا تھا۔ جواب: عربی میں ذوق کئی معنی میں آتا ہے چکھنا۔ معمولی سا کھالیتا برداشت کرنا چنانچہ دوزخی کافر سے کہا جلاوے ذق انک انت العزیز الکرم دیکھو وہاں ذوق معنی برداشت کرنا ہے یہاں ذوق دوسرے معنی میں ہے یعنی معمولی سا کھالیتا کہ آیت اس آیت کی تفصیل یا شرح ہے لہذا آیتوں میں تعارض نہیں۔ دوسرا اعتراض: گندم کھانے میں برہنہ ہو جانے کی تاثیر نہیں پھر اس وقت وہ دونوں حضرات برہنہ کیوں ہو گئے ہم دن رات گندم کھاتے ہیں برہنہ نہیں ہوتے۔ جواب: وہاں گندم کھانا جنت سے باہر جانے کا سبب تھا اور جنت سے باہر جانے کے لئے وہاں کا لباس اٹاراجانا ضروری تھا جیسے جس حاکم یا وزیر کو علیحدہ کرتے ہیں تو اس سے تمنع و ردی پٹی لے جاتے ہیں سرکاری کوٹھی خالی کرا لیتے ہیں یہ تمام چیزیں اس حاکم کی علیحدگی کی علامات ہوتی ہیں اور اگر غور کرو تو ہم بھی گندم کھا کر استنجے کے لئے ننگا ہونا پڑتا ہے اس کا کچھ نہ کچھ اثر اب بھی موجود ہے۔ تیسرا اعتراض: حضرت آدم و حوا کو برہنہ کر دینا تو بڑی شرم کی بات ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے اس نبی مقبول بندے کے لئے کیوں جاری فرمائی۔ جواب: اجنبی انسانوں کے سامنے ننگا ہونا برا ہے خاوند و بیوی کا کوئی پردہ نہیں ہوتا لہذا یہ چیز غیرت کے خلاف نہ تھی یہ تو ان دونوں بزرگوں کی انتہائی حمیت تھی کہ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ ہونا بھی پسند نہیں کرتے تھے۔ خیال رہے کہ فرشتوں، شیرخوار بچوں، جانوروں سے انسان کا پردہ نہیں۔ چوتھا اعتراض: یہاں نہ تو یہ فرمایا گیا کہ ان دونوں کو کس

درخت سے روکا گیا تھا نہ یہ فرمایا گیا کہ ان دونوں نے کس درخت کے پتے اپنے جسم پر لپٹے قرآن مجید سے ان دونوں چیزوں کا ثبوت نہیں ملتا کلام الہی ناقص کیوں ہے۔ جواب: معاذ اللہ کلام الہی ناقص نہیں ہو سکا وہ بالکل کامل اکمل ہے ہاں بعض جگہ اجمال ہے جس کی تفصیل صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمادی ہے اگر قرآن مجید میں بالکل اجمال نہ ہو تا تو لوگ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے محتاج نہ رہتے مرضی الہی تھی کہ لوگ قرآن پڑھ کر صاحب قرآن سے بے نیاز نہ ہو جاویں دیکھو فرمایا گیا کہ نماز قائم کرو زکوٰۃ دو مگر نہ تو نماز کی تفصیل ہے نہ زکوٰۃ کی کیوں تاکہ قرآن پڑھ کر بھی حضور کی حاجت رہے۔ پانچواں اعتراض: جنت میں احکام شرعیہ نہیں پھر ان دونوں کا احکام شرعیہ جاری کیوں ہوئے کہ فلاں چیز نہ کھاؤ یہ ممانعت حکم شرعی ہے۔ پھر جنت میں انہیں یہ کیوں کما گیا۔ جواب: جب مومنین ثواب و جزاء کے لئے جنت میں جائیں گے تب ان پر شرعی احکام جاری نہیں ہوں گے اس وقت حضرت آدم و حوا کا جنت میں رہنا ثواب کے لئے نہ تھا لہذا یہ حکم ان کو دیا گیا دیکھو۔ دنیا احکام شرعیہ کی جگہ ہے مگر بعض حالات میں انسان پر یہاں بھی شرعی احکام جاری ہوتے جب زمین پر حالات مختلف ہیں تو وہاں مختلف قوتوں میں مختلف حالات ہوں تو کیا بعید ہے۔

تفسیر صوفیانہ: آدم علیہ السلام کا یہ واقعہ ان کی ساری اولاد کے لئے تاقیامت درس عبرت ہے دیکھو آدم علیہ السلام مسجود ملائکہ محسود ابلیس تھے ان کے سر پر وصلت کا تاج تھا۔ جسم شریف پر کرامتہ کالباس کمر قربت کا پکا گلے میں الفت کلبار کوئی مخلوق رتبہ میں ان کی برابر نہ تھی بلندی میں کوئی ان کا ہم پلہ نہ تھا ہر وقت یا آدم یا آدم کی نداء ربانی آتی تھی۔ صرف ایک خطا سے لحظہ میں کاپلاٹ گئی لباس اتر گیا۔ ظاہری الفت سلب ہو گئی جگہ میں تبدیلی ہو گئی وقت نے پلٹا کھالیا جب ایک خطا کا نتیجہ یہ ہے تو غور کرو کہ ہم گنہگاروں کا کیا بنے گا جو ہر وقت گناہوں میں گرفتار ہیں۔

چہ گو نہ دعوائے وصلت کنم بجانکہ شد است لیم وکیل قضا و دلم ضمان فراق صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر اپنی ستر پوشی دنیا و آخرت میں چاہتے ہو تو تقویٰ اختیار کرو تقویٰ و پرہیزگاری دل کالباس ہے عشق و محبت دل کا زیور دیکھو ہمارے جد امجد سے ایک خطا ہوئی تو لباس جنت اتار لیا گیا اللہ تعالیٰ ہم سب کا پردہ دین و دنیا میں رکھے ابھی یہاں توبہ کرے ورنہ پھر بات بنائے نہ بنے گی۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ یہاں ارشاد ہوا فذلہما بغرود جس سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام کا زمین پر آنا ایسا تھا جیسے ڈول کانویں میں ڈالا جانا کہ مالک ڈول کو چھوڑ نہیں دیتا بلکہ اس کی رسی اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے یوں ہی رب نے آپ کو زمین پر رکھ کر چھوڑ نہیں دیا بلکہ آپ کی ڈور اپنے ہاتھ میں رکھی ڈول کانویں میں جا کر پانی لیکر آتا ہے یوں ہی آدم علیہ السلام زمین پر آکر خالی واپس نہ جائیں گے بلکہ اپنے ساتھ کروڑوں اولاد کو جنت میں لے جائیں گے۔ ڈول کو مالک کانویں کیچڑ میں پھنسنے نہ دیا بلکہ اعمال صالحہ کی توفیق دی جو لیکر آپ بارگاہ الہی میں جائیں گے ندامت لیکر وٹا لیکر آئے تھے کرامت لیکر جائیں گے صوفیاء فرماتے ہیں کہ آدم علیہ السلام پہلے صرف فضل کی جنت میں تھے اب فضل اور کسب دونوں جنتوں میں رہیں گے کسب کی جنت کے مکانات پھل پھول دنیاوی مومنہ بی بی کا حسن فضل کی جنت کے پھل پھول وغیرہ سے کہیں زیادہ ہو گا کہ اس میں نیک اعمال کا مزہ بھی ہو گا جنت میں وصل یار کا لطف تھا زمین پر آکر فراق کی لذت درود دل آنسو لذت فراق نصیب ہے جب یہ گنہگار مدینہ پہنچتے ہیں تو انہیں عشق سوز و گداز تڑپ وغیرہ سب کچھ میسر ہوئی تڑپ اور فراق کی لذت عاشقوں سے پوچھو۔ مدینہ والوں کو لذت وصل میسر ہے تو دور افتادگان کو لذت فراق نصیب ہے جب یہ گنہگار

مدینہ پہنچتے ہیں تو انہیں خوشی ہوتی ہے کہ مدینہ آگیا محبوب کو خوشی ہوتی ہے کہ میرے گمنام شفاعت کے طلبکار آگئے علماء فرماتے ہیں کہ بغرور کے معنی ہیں کہ شیطان نے دھوکہ دیکر انہیں اتار اوصوفیاء فرماتے ہیں کہ اس مردود نے دھوکہ دے کر انہیں اتار اور چاہا تھا ان کا تزلزل ہو مگر ہو گئی ان کی ترقی۔

قَالَ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِنْ لَمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ

عرض کیا ان دونوں نے اے ہمارے پلنے والے ہم نے نقصان پہنچایا اپنی ذاتوں کو اور اگر نہ بخشے تو ہم کو اور نہ دونوں نے عرض کی کہ اے ہمارے رب ہم نے اپنا آپ بر کیا تو ہمیں نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ

الْخَيْرِينَ ۝ قَالَ اهْبِطُوا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ وَلَكُمْ فِي الْأَرْضِ

رحم کرے تو ہم بد تو ہو جائیں گے ہم ٹوٹنے والے ہیں دنیا یا اتر جاؤ تم سب کو تم میں سے بعض بعض کے دشمن ہو اور واسطے تمہارے کرے تو ہم ضرور نقصان والوں میں سے ہوئے فرمایا اترو تم میں ایک دوسرے کا دشمن ہے اور تمہیں زمین

مُسْتَقَرٌّ وَمَتَاعٌ ۝ إِلَى حِينٍ ۝ قَالَ فِيهَا تُحْيُونَ وَفِيهَا تَمُوتُونَ وَ

زمین میں جاؤ قرا رہے اور سامان ہے ایک وقت تک فرمایا اس میں جیو گے تم اور اس میں مرد گے تم اور اس سے میں ایک وقت تک ٹھہرنا اور برتنا ہے فرمایا اس میں جیو گے اور اسی میں مرد گے اور اس

مِنْهَا تُخْرِجُونَ ۝

نکالے جاؤ گے

میں اٹھائے جاؤ گے

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے پہلا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت آدم و حواء پر مشقتوں کا ابتداء کا ذکر تھا اب مشقتوں کی انتہا کا تذکرہ ہے یعنی جنتی لباس اتار لئے جانے کے بعد خود ان کے جنت سے اتارے جانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے قول عتاب کا تذکرہ تھا کہ اس نے ان دونوں بزرگوں سے یہ عتابانہ کلام فرمایا اب اس کے فعل عتاب کا ذکر ہے کہ انہیں زمین پر بھیج دیا گیا ایک قسم کے خطاب کے بعد دوسری قسم کے عتاب کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ان بزرگوں سے جنتی لباس اتارے جانے کا ذکر تھا اب ان کی اولاد کے دلوں سے لباس محبت اتار لئے جانے کا تذکرہ ہے بعضکم لبعض عدو گویا جسمانی برہنگی کے بعد اولاد کی جنتی برہنگی کا تذکرہ ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں ان دونوں بزرگوں پر عتاب کا ذکر تھا کہ ان سے جنتی لباس لے لیا گیا اب فرمایا جا رہا ہے کہ یہ عتاب عارضی تھا کہ تم کچھ دن کے لئے زمین پر جاؤ پھر تمہارا ٹھکانہ یہ ہی جنت ہے۔

تفسیر: قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا یہ نیا جملہ جس میں حضرت آدم و حواء کے اس جواب کا ذکر ہے جو انہوں نے رب تعالیٰ کے عتابانہ خطاب کا دیا قَالَا کا فاعل حضرت آدم و حواء دونوں ہیں اور ان بزرگوں کی یہ عرض معروض اس وقت جنت میں ہی

ہوئی کہ رب تعالیٰ کا وہاں عتاب سن کر فوراً یہ عرض کیا چونکہ رب سے عرض کرتے وقت اسے پکارنا بہتر ہے اس لئے پہلے اسے پکارا پھر کچھ عرض کیا چونکہ ربوبیت اور پرورش رحم و کرم کا ذریعہ ہے ماں پر رحم کرتی ہے کیونکہ وہ اس کی مربی ہے اس لئے اسے دہنا کہہ کر پکارا تاکہ دریا رحمت جوش میں آئے اور بخشش ہو جائے یا نہ کہنا زیادہ اوب ہے اس لئے ہا دہنا نہ کہا ظلمنا بنا ظلم سے ظلم کے بہت معنی ہیں۔ کفر و شرک یعنی بد عقیدگی گناہ کبیرہ و گناہ صغیرہ، لغزش و خطا، کسی کا حق مارنا، کسی کو نقصان پہنچانا اس کا کچھ بگاڑنا یہاں آخری تین معنی میں سے کوئی معنی مراد ہیں انفس جمع ہے نفس کی نفس کے بہت معنی ہیں۔ ذات، جان، خون، نفس امارہ، نفس مطمئنہ یہاں معنی ذات یا جان ہے یعنی اے ہمارے پالنے والے واقعی تو نے ہم کو یہ درخت کھانے سے منع فرمایا تھا ہم نے اپنی ذاتوں یا جانوں کو نقصان پہنچایا ہم نے خطا کی۔ ہم نے اپنا حق خود مار دیا کہ دھوکہ کھا گئے خیال رہے کہ ظلم کے چند معنی ہیں کفر و شرک گناہ وغیرہ مگر جب اس کے بعد مفعول مذکور ہو تو اس کے معنی ہوتے ہیں حق مارنا یہاں یہ ہی ہے جیسے ہم پر لولاد، ماں، باپ، قوم، ملک، قرآن، حضور پاک اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ہیں ایسے ہی ہم پر اپنی ذات کے بھی حقوق ہیں اگر خود کشی کرے یا اپنے اعضاء کاٹ ڈالے تو گناہ ہے کہ اس نے اپنی جان کا حق مارا یوں ہی گناہ کرنا بھی ظلم ہے کہ اس نے جان کا حق مارا جان کا حق تھا کہ نیکیاں کر کے اسے جنت میں پہنچایا جاتا لہذا مطلب بالکل واضح ہے۔ و ان لم تغفر لنا و ترحمنا یہاں دو چیزوں کا ذکر ہے مغفرت اور رحمت اور دونوں میں کئی طرح فرق ہے غلطی چھپالینا مغفرت ہے معاف فرمانا رحمت گزشتہ گناہ و خطا معاف کر دینا مغفرت ہے آئندہ گناہوں سے بچنے نیک اعمال کی توفیق دینا رحمت چھوٹے گناہ بخش دینا مغفرت ہے بڑے گناہ بخشا رحمت ہے جرم پر سزا نہ دینا مغفرت ہے بندے سے راضی ہو جانا رحمت ہے تغفر لنا اور ترحمنا میں ضمیر کا جمع ارشاد فرماتا تو اپنے دونوں کے لئے ہے یا اپنے اور اپنی اولاد کے لئے بھی یعنی اے مولا اگر ہم دونوں یا ہم دونوں اور ہماری اولاد کو معافی نہ دے ہم سب پر رحم و کرم نہ کرے تو لنکو ن من الغاسرین یہ عبارت جزاء ہے حرف ان کی تکوین سے مراد یا وہ دونوں حضرات ہیں یا وہ دونوں مع ان کی اولاد کے خاصا معنی بالکین ہے یا معنی مغفرت یا معنی نقصان پالنے والے جو اپنی ساری آخرت کو ایک ساعت کی شہوت کے عوض فروخت کر دیں۔ خیال رہے کہ یہ عرض و معروض در حقیقت رحم و مغفرت کی دعا ہے یعنی اے مولیٰ ہم پر رحم کر ہماری مغفرت فرما دعا کی بہت صورتیں ہیں۔ ما گنا اللہ تعالیٰ کی حمد کرنا، درود شریف پڑھنا، اپنی خطا کا ذکر کرنا یہ سب دعائیں ہیں۔ قال اہبطوا بعضکم لبعض عدو یہ فرمان علی حضرت آدم و حواء کی دعا کا جواب ہے اس میں ان کی دعا کی تردید نہیں بلکہ اس واقعہ کے مقصد کی تمہید کا ذکر ہے کیونکہ حضرت آدم علیہ السلام زمین کی خلافت کے لئے پیدا فرمائے گئے تھے اور یہ واقعہ ان کے زمین پر جانے کی تمہید ہے اہبطوا بنا ہے ہبوط سے معنی اترنا خواہ عزت و عظمت کے ساتھ اترنا ہو یا ذلت و رسوائی کے ساتھ حضرت آدم علیہ السلام کا اترنا عزت و عظمت کے ساتھ کہ زمین ان کی جاء خلافت یا پایہء تخت ہے اہبطوا میں خطاب حضرت آدم و حواء سے بھی ہے اور ان کی پشت کی اولاد سے بھی اس لئے جمع کا صیغہ ارشاد ہوا بعضکم ان اہبطوا کے فاعل انتم سے حال ہے یعنی تم انسانوں میں بعض بعض کے دشمن ہیں کہ کافر و منافق مومنوں کے دشمن فاسق و بدکار نیک کاروں کے دشمن غافلین و ذاکرین کے دشمن نفسانی لوگ رحمانی لوگوں کے دشمن فاسق و بدکار نیک کاروں کا دشمن یا سانپ اور اہلیس انسانوں کے دشمن اس کی تحقیق و تفصیل پہلے پارہ میں گزر چکی خلاصہ یہ ہے کہ تمہاری اولاد کی سرشت میں نفس، غصہ، عداوت بھی ہے جن میں سے نبی سے عداوت کفر ہے

مسلمان سے دنیاوی عداوت حرام ہے کفار سے مذہبی عداوت عبادت ہے کہ اس سے مسلمان غازی شہید سب کچھ مٹا ہے جملہ اسی عداوت سے ہوتا ہے۔ جنت کسی عداوت کی جگہ نہیں ونز عنا مافی صد و دھم من غل لئذا تم دنیا میں جاؤ تاکہ ان عداوتوں کا ظہور وہاں ہو۔ ولکم فی الارض مستقر یہ جملہ نیا ہے جس میں ان بزرگوں کے زمین پر اترنے کا انجام کا ذکر ہے لکم میں خطاب ان دونوں سے ہے ان کی اولاد سے خطاب ہے فی الارض متعلق ہے مستقر کے اس کے مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ حاصل ہوا مستقر باب استفعال کا اسم ظرف ہے اس کے معنی ہیں عارضی ٹھکانہ یا جاء قرار یعنی تم سب انسانوں کا زمین ہی میں ٹھکانہ اور قرار کا مقام ہے کہ جیتے جی اس کے اوپر رہو گے اور بعد مرے اسی میں دفن ہوؤ گے بعض نے فرمایا کہ مستقر مصدر میمی ہے بمعنی قرار و استقرار (روح المعانی) بعض نے کہا کہ یہ اسم مفعول ہی ہے یعنی زمین میں تمہارا ملک اور تمہارا تصرف ہے خلاصہ یہ ہے کہ ہم نے جنت دوزخ اور زمین تینوں مقامات آباد کرنے کے لئے بسانے کے لئے پیدا فرما دیئے زمین کی آبادی عارضی فانی جنت دوزخ کی آبادی دائمی باقی یہ تینوں آبادیاں تمہارے زمین پر جانے پر موقوف ہیں ورنہ اتنی بڑی جنت میں تم اکیلے دو صاحب رہو گے دوزخ اور زمین میں کوئی نہ ہو گا۔ خیال رہے کہ جیسے بازار کی آبادی کاروبار سے مسجد کی آبادی نمازیوں سے میدان جہاد کی آبادی غازیوں سے کعبہ کی آبادی حاجیوں سے ایسے ہی زمین کی آبادی انسانوں سے ہے جنت جانوروں سے زمین آباد نہیں ہوتی مستقر فرما کر یہ بتایا کہ زمین تمہارا اصل وطن نہیں صرف عارضی جاء قرار جاء قیام ہے وہاں دل نہ لگانا ہماری حالات کی تبدیلیاں جسم کی کمزوری بتا رہی ہے کہ یہ سب کچھ عارضی ہے دیکھو عمر زمین پر رہنے سے گزرتی ہے و متاع الی حین یہ عبارت معطوف ہے مستقر پر متاع مصدر ہے بمعنی نفع اٹھانا فائدہ حاصل کرنا الی حین متعلق ہے متاع کے اور حین سے مراد ہے وقت موت یعنی تم کو تمہاری موت تک زمین سے نفع حاصل کرنا ہو گا۔ بعض نفع زمین کے ظاہر سے اور بعض نفع زمین کے اندرون سے خیال رہے کہ سورج اور ہوا سے بھی انسان فائدہ اٹھاتے ہیں مگر بواسطہ زمین کو دھوپ اور ہوا زمین پر اپنا اثر کرتی ہیں اس سے انسان فائدہ اٹھاتے ہیں جیسے درخت کہ پانی کھلا اور دھوپ ہوا سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر بواسطہ جڑ اور جڑ زمین میں ہوتی ہے لہذا یہ فرمان اور یہ حصر بالکل درست ہے متاع فرما کر دو باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ دنیا کا مسلمان ایک برتن کی چیز ہے کہ تم برتن چلے آؤ وہ ویسی ہی رہے دوسرے یہ کہ میں نے زمین میں لاکھوں چیزیں امانت رکھی ہیں۔ تمہارے لئے سونے چاندی لال جواہر کانیں وہاں پھل پھول کے ڈھیر تمہارے لئے ہی بنائے گئے جاؤ انہیں جا کر برتو۔ حضرت آدم علیہ السلام یہ فرمان علی بن کر مغموم ہوئے کہ ہم کو جنت سے ہمیشہ کے لئے جدا کر دیا گیا تو قال فہا تحبون و فہا تموتون و منہا تخرجون یہ کلام ان کی نسل کے لئے ہے جس میں فرمایا گیا کہ تم کو زمین میں عارضی طور سے بھیجا جا رہا ہے وہاں تم سب کے تین حال ہوں گے اپنے زندگی کے زمانہ میں زمین میں جیو گے اور موت آنے پر زمین میں ہی مرو گے پھر صور پھونکنے پر زمین ہی سے نکالے جاؤ گے اور وہاں سے ہی میدان محشر میں پہنچو گے خیال رہے کہ یہ رب کا قانون ہے اس کی قدرت یہ بھی ہے کہ وہ قیامت میں حضرت اور ایں علیہ السلام کو جنت سے محشر میں لائے اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بہت عرصہ آسمان پر رکھے ہمارا ایمان قانون پر بھی ہے اور قدرت پر بھی قانون کے ہم پابند ہیں رب تعالیٰ پر قانون جاری نہیں لہذا آیت کریمہ پر کوء اعتراض نہیں یہ بھی خیال رہے کہ جو لوگ سمندر میں یا ہوائی جہاز میں اڑتے ہوئے فوت ہو جاویں وہ بھی زمین ہی میں مرے کہ سمندر زمین پر ہے ہوا بھی زمین پر ہے انہیں مرنا زمین میں ہے یوں ہی

سمندری جہاز میں رہنا سنا زمین ہی میں رہنا سنا ہے جیسے درخت کی شاخوں میں رہنا سنا زمین ہی میں رہنا ہے۔

خلاصہ و تفسیر: رب العالمین کا یہ عتابانہ خطاب سن کر ان دونوں حضرات نے کوئی بہانہ نہیں بنایا اپنے کام کی تاویل نہیں کی بلکہ نہایت عاجزی سی عرض کیا کہ میرے مولیٰ واقعی تو نے ہم کو سب کچھ بتا دیا تھا ہم سے غلطی ہو گئی ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کر لیا۔ اپنا حق ہم نے خود مار لیا کہ گندم کھالیا اب اگر تو ہماری پردہ پوشی نہ کرے اور ہم پر رحمت کر کے معافی نہ دے تو ہم بالکل خسارہ و نقصان والوں میں سے ہو جائیں گے رحم کر رب العالمین نے ان کی دعا رد نہ فرمائی بلکہ ان کو اس کی حکمت بتاتے ہوئے فرمایا کہ فی الحال تم مع اپنے بچوں کے زمین پر اتر جاؤ مگر تمہاری اولاد مختلف اقسام کی ہوگی کافر، مومن، منافق، مخلص، دنیا دار، دیندار، غافل عاقل ان میں سے ایک دوسرے کے دشمن رہو گے اور تم سب کا زمین میں قرار ہو گا۔ وہاں ہی ہر طرح کا برتاؤ، گریہ، شہ کے لئے نہیں اپنی موت کے وقت تک جب حضرت آدم علیہ السلام اس فرمان عالی پر مغموم ہوئے اور سمجھے کہ شاید ہم کو جنت سے ہمیشہ کے لئے علیحدہ کر دیا تو فرمایا کہ غم نہ کرو تم سب زمین میں جیوؤ گے کہ وہاں ہی مرو گے اور وہاں سے ہی قیامت میں نکالے جاؤ گے اور بقدر اعمال جنت و دوزخ میں بھیجے جاؤ گے۔ یہ قیام عارضی ہو گا خیال رہے کہ حضرت آدم نے یہ دعا نہ کی تھی کہ ہم کو زمین پر نہ زمین پر نہ بھیجا جاوے اس کے جواب میں رب کا یہ فرمان اہبطوا اتر جاؤ اس میں چند حکمتیں ہیں (1) اے آدم جنت جگہ توبہ استغفار اور دعا مانگنے کی نہیں یہ جگہ تو ان کاموں کے ثواب کی ہے گندم بویا جاتا ہے کھیت میں کھایا جاتا ہے گھروں میں اعمال کاشت کئے جاتے ہیں زمین میں ثواب لیا جاتا ہے جنت میں تم زمین پر جا کر عبادت کرو چچ مکہ معظمہ میں ہوتا ہے یوں ہی عبادت زمین پر ہوتی ہیں۔ جیسے بنی اسرائیل سے کہا گیا تھا کہ بیت المقدس میں جا کر توبہ کرو۔ (2) تمہاری پشت میں کافرو مومن کی رو میں مخلوط ہیں جنت میں ان کی چانٹ ناممکن ہے زمین پر جاؤ تاکہ ان میں چھانٹ ہو (3) ابھی تم صرف فضل کی جنت میں رہے زمین پر جا کر اعمال صالحہ کرو تاکہ آئندہ اعمال کے باغات لگیں تم کو وہ نعمتیں بھی عطا ہوں (4) ابھی تم صرف دوسرے صاحب جنت میں ہو زمین پر جاؤ کروڑوں ہو کہ آؤ تاکہ جنت آباد ہو کہ جنت کی آبادی حورو غلمان اور فرشتوں سے نہیں بلکہ مومن انسانوں سے ہے غرضیکہ اس فرمان میں ان کی دعا کارو نہیں بلکہ دعا کی جگہ اس کے وقت کی رہبری ہے۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جو دعائیں اللہ کے مقبول بندے نے مانگی ہوں اور رب تعالیٰ نے وہ قبول فرمائی ہوں اور اسے قرآن کریم نے نقل فرمایا ہو وہ ان دعاؤں سے افضل ہے جو ہم خود اپنی تجویز سے مانگیں کیونکہ ایسی دعا عاثرہ میں تین تاثیریں جمع ہیں الفاظ کی تاثیر، زبان کی تاثیر، رب تعالیٰ کی نقل فرمانے کی تاثیر، ہماری دعاؤں میں صرف لفظ کی تاثیر ہو سکتی ہے باقی دو تاثیریں نہیں یہ فائدہ قالا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اپنے قصور کا اقرار کر لیا کسی قسم کی حجت نہ کرنا ایمان کامل کی علامت ہے اور بہانے بہانا حجت بازیاں کرنا اپنے غلط قول و فعل کی تاویلیں کر کے انہیں ثابت کرنے کی کوشش کرنا بے دینی کی علامت ہے یہ فائدہ دہنا ظلمنا الخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: خطا و قصور کو اپنی طرف نسبت کرنا نیکی و خوبی کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرنا سنت پیغمبری ہے برائیوں کو رب کی طرف نسبت کرنا طریقہ ابلیس ہے دیکھو آدم علیہ السلام نے قصور و ظلم کو اپنی طرف نسبت کیا کہ کہ ظلمنا انفسنا اور ابلیس نے گمراہی کو رب کی طرف نسبت کیا کہ بولاد بھما اھو متنی تو نے مجھے گمراہ کر دیا مولانا عطار فرماتے ہیں۔۔۔

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود کن تو نیکی دیدہ ام و از خویش بد!

یارب لوگ تجھ سے ڈرتے ہیں میں اپنے آپ سے ڈرتا ہوں کیونکہ میں نے ہمیشہ تیری طرف سے بھلائی دیکھی ہے اپنے سے برائی۔ پانچواں فائدہ: جس دعا اور جن کلمات پر حضرت آدم و حواء کی توبہ قبول ہوئی وہ یہ الفاظ نہیں رہنا ظلمنا الخ بلکہ وہ الفاظ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے معافی مانگنے کے تھے جیسے قرآن کریم فرماتا ہے فتلقى ادم من ربه کلمات فتاب علیه یہ فائدہ قال ابطوا الخ سے حاصل ہوا کیونکہ یہ دعا تو آدم علیہ السلام جنت ہی میں مانگ چکے تھے اور اس دعا کے جواب میں ابطوا بعضکم لبعض عدو الخ فرمایا گیا تھا جن مفسرین نے فرمایا کہ وہ دعا رہنا ظلمنا ہے وہ اس آیت کریمہ میں غور کریں جناب آدم علیہ السلام اس کے بعد زمین پر تشریف لا کر بہت عرصہ تک توبہ گریہ و زاری فرماتے رہے چھٹا فائدہ: اپنے تصور کا اقرار رب تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنا یہ سب کچھ دعائی ہے یہ فائدہ رہنا ظلمنا پوری آیت سے حاصل ہوا کیونکہ اس عرض کرنے کا مقصد یہ تھا کہ مولیٰ مجھے بخش دے۔ ساتواں فائدہ: کافر و مومن، دنیا دار و دیندار، غافل و عاقل کبھی ایک دوسرے کے دوست نہیں ہو سکتے ان میں مخالفت لازم ہے یہ فائدہ بعضکم لبعض عدو سے حاصل ہوا جو ان سب میں اتفاق پیدا کرنا چاہے وہ ناممکن چیز کی کوشش کرتا ہے۔ آٹھواں فائدہ: انسان کی اصلی جگہ زمین ہے اس کی زندگی اور موت زمین پر ہی ہوگی کسی انسان کا زمین چھوڑ کر دوسری جگہ چلا جانا ایک عارضی چیز ہے یہ فائدہ ولکم فی الارض الخ سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: قیامت میں انسان زمین سے ہی نکلیں گے خواہ دفن ہوئے یا نہیں جو جلا کر راکھ کر دیئے جاویں یا جنہیں شیر کھا جاوے یا جو سمندر میں ڈوب کر مرے اور انہیں مچھلیاں کھا جاویں سب کا اٹھنا زمین ہی سے ہو گا یہ فائدہ ومنہا تخرجون سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ حضرت آدم و حواء مشرک ہو گئے تھے پھر توبہ کر کے مومن بنے دیکھو فرمایا گیا رہنا ظلمنا انفسنا اور قرآن مجید نے شرک کو ظلم کہا ہے ان الشوک لظلم عظیم (بعض بیدین)۔ جواب: ہم اس اعتراض کا تفصیلی جواب پارہ اول میں دے چکے ہیں یہاں صرف اتنا سمجھ لو کہ قرآن مجید ظلم بہت سے معنی میں استعمال ہوا ہے یہاں معنی خطا ہے اس لئے اس کے ساتھ یہاں انفسنا فرمایا گیا جیسے صلوٰۃ قرآن مجید میں بہت معنی میں استعمال ہوا۔ نماز، دعا، درود شریف، نماز جنازہ وغیرہ جس لفظ کے چند معنی ہوں وہی موقعہ دیکھ کر معنی کرنے پڑتے ہیں رب فرماتا ہے بخادعون اللہ وهو خادعہم اور فرماتا ہے مکروا و مکروا اللہ یہاں خداع اور مکر جو رب کی طرف منسوب ہوئے ان کے معنی ہی کچھ اور ہیں گندم کھا لینا شرک نہیں یہ تو ایک عمل ہے شرک و کفر فسلو عقیدے سے ہوتا ہے اگر گندم کھانا شرک ہو تو کبھی حلال نہ ہوتا کہ شرک کبھی جائز نہیں اور ہم سارے مشرک ہوتے کہ سب ہی کھاتے ہیں۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ نبی کی دعا بھی قبول نہیں ہوتی دیکھو ان حضرات نے معافی مانگی تو یہ درخواست رد کر دی گئی کہ فرمایا گیا ابطوا یہاں سے اتر جاؤ پھر تم بزرگوں کو مقبول الدعاء کیوں مانتے ہو اور ان سے اپنے لئے دعائیں کیوں کراتے ہو۔ جواب: اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گذر چکا کہ اس فرمان عالی میں ان بزرگوں کی دعا کارو نہیں ورنہ یہ فرمایا جاتا کہ ہم نہیں بخشیں گے بلکہ اس واقعہ کی تمہید کا ذکر ہے جس کے لئے یہ خطا سرزد ہوئی یعنی انہیں زمین پر بھیجنا ان کے سر مبارک پر نبوت و خلافت کا تاج رکھنا وغیرہ ان حضرات نے بھی یہ نہیں دعا کی تھی کہ خدا یا تم ہم کو زمین پر نہ بھیج۔ تیسرا اعتراض: حضرت آدم علیہ السلام نے دو دعائیں مانگی تھیں کہ ایک عیب رشی کی دوسری معافی کی جس کا کہ ابھی ان لم تغفلنا اور تو حمتنا کی تفسیر

سے معلوم ہوا مگر رب نے اس واقعہ کا اعلان تمام آسمانی کتابوں میں کر دیا جس کی وجہ سے آج تک اس واقعہ کا چرچا ہو رہا ہے معلوم ہو کہ رب نے چھپایا نہیں ان کی یہ دعا قبول نہ کی۔ جواب: اگر اس دعا کا کوئی جزء رد ہوا ہو تا تو یہ دعا بغیر تردید قرآن مجید میں نقل نہ ہوتی اور ہم کو یہ دعائیں گننے کا حکم نہ ہوتا کسی کے قصور کا اعلان بطور سزا کے ہو تو پردہ درہی ہے اور اگر معافی کے ساتھ اعلان ہو تو عزت افزائی ہے حضرت آدم کا یہ واقعہ مع معافی کے فرمایا انما استزلهم الشيطان ببعض ما كسبوا ولقد عفا الله عنهم چوتھا اعتراض: عیسیٰ علیہ السلام کو چوتھے آسمان پر اور اوریس علیہ السلام کو خست میں موجود ماننا غلط ہے کوئی انسان نہ آسمان پر رہ سکتا ہے نہ جنت میں کیونکہ یہاں ارشاد ہوا ولکم فی الارض مستقر و متاع الی حق تمام انسانوں کا جاء قیام زمین ہی ہے۔ جواب: اس کے جوابات ابھی تفسیر میں گزر گئے کہ یہاں قانون کا ذکر ہے واقعی انسان کے لئے قانون یہ ہی ہے کہ وہ زمین میں رہے مگر رب کی قدرت یہ ہے کہ وہ کسی بندے کو آسمان یا جنت میں بھی رکھ لے جیسے خود حضرت آدم و حواء کو عرصہ دراز تک جنت میں رکھایا یوں کہو کہ ان اصل ٹھکانہ زمین ہی ہے وہاں رہنا عارضی ہے بہر حال قانون کے ہم پابند ہم پر جاری ہے رب تعالیٰ پر قانون جاری نہیں دیکھو قانون یہ کہ انسان مخلوط نطفے سے پیدا فرماتا ہے انا خلقنا الانسان من نطفه امشاج نبتله اس کے باوجود اس قادر مطلق نے حضرت آدم و حواء کو اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو بغیر نطفہ ہی پیدا فرمایا۔ پانچواں اعتراض: اس آیت میں ارشاد ہوا کہ سارے انسانوں کا ٹھکانہ زمین ہے۔ مگر بعض انسان سمندر ہی میں زندگی گزارتے ہیں بعض لوگ عرصہ تک ہوا میں رہتے ہیں پھر یہ آیت کریمہ کیوں درست ہوئی۔ جواب: اس کے جواب ابھی تفسیر میں گزر گئے کہ وہ لوگ بھی زمین ہی پر رہتے ہیں کہ ہوا اور پانی زمین پر ہی ہیں یا یوں کہو کہ ان کا وہاں رہنا عارضی ہے اصلی مقام زمین ہے۔ چھٹا اعتراض: ان آیات میں ایک جواب کے لئے دوبارہ قال کیوں ارشاد ہوا قال اهبطوا الخ دوسرے قال لیھا تعیون جواب: یہ ایک جواب بن ہیں بلکہ دو جواب ہیں ایک جواب میں ارشاد ہوا کہ تم فی الحال جنت سے زمین کی طرف اتر جاؤ دوسرے میں ارشاد ہوا کہ تمہارا زمین پر جانا وہاں رہنا دائمی نہیں ہو گا تم پھر جنت ہی میں آؤ گے لہذا نہ تو جواب میں تکرار ہے نہ دوسرا قائل فرمانا بیکار ہے۔ ساتواں اعتراض: اس آیت میں فرمایا گیا کہ تم لوگ زمین میں سے نکالے جاؤ گے حالانکہ جن کو شیریا مچھلیاں کھا جاویں یا جو جلا دیئے جاویں وہ تو زمین میں دفن ہی نہیں ہوئے وہ زمین سے کیسے نکالے جائیں گے۔ جواب: انسان کے اصل اجزاء جن پر قیامت میں جسم تیار کیا جاوے گا وہ نہ تو فنا ہوتے ہیں نہ بدلتے ہیں وہ ایسے ہی رہتے ہیں لہذا آگ میں جلے ہوئے شیریا مچھلیوں کے کھائے انسانوں کے اصل اجزاء ویسے ہی رہتے ہیں وہ اجزاء گندم، آٹا، خون، منی میں ویسے ہی رہے اور آئندہ جسم انسانی جل جائے، ہضم ہو جانے پر بھی ویسے ہی رہتے ہیں وہ اجزاء زمین ہی سے اٹھائے جائیں گے ان پر آگ وغیرہ کچھ اثر نہیں کرتی اس مسئلہ کی تحقیق علم کلام میں ملاحظہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ: جس پر اللہ برکرم ہوتا ہے اس کو باتیں اور دعائیں بھی اچھی سو جھتی ہیں اور جن پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے اسے باتیں دعائیں بھی اوندھی الٹی ہی سو جھتی ہیں دیکھو شیطان نے عتاب الہی دیکھ کر زیادہ گناہ کرنے کے لئے دراز عمر مانگی یہ تھا اس پر اللہ کا غضب اور حضرت آدم علیہ السلام نے عتاب محسوس کر کے فوراً معافی مانگی ان مختلف دعاؤں کے نتیجے بھی مختلف ہوئے صوفیاء فرماتے ہیں کہ درحقیقت آدم علیہ السلام نے درخت محبت کا پھل کھایا تو محبت کے جال میں پھنسے انہیں جبریا پر صبر کرنے کا حکم دیا گیا اور بعد ہجرت انکی وصال کا ان سے وعدہ کیا گیا۔ سب کچھ نظام عتاب ہے دراصل عفتیت بے غایت ہے اور

ترقی درجات سے۔۔۔
مقام غیش میسر نمی شود بے رنج بے حکم بلا بست انداز حکم است
نیز فرماتے ہیں کہ علم کا درخت وہ ہے جس کے قریب جانا بغیر مکاشفہ مشاہدہ امعانیہ کے ممنوع ہے جو اس درخت کو ان صفات
کے بغیر ہاتھ لگائے گا وہ حقیقت کے پھل کی لذتوں سے محروم رہے گا نیز بغیر تقدیر پر راضی ہوئے تدبیر کے درخت کو ہاتھ لگانا
درست نہیں رضا بالقضاء ہر ایک کے لئے کافی ہے یہاں ارشاد ہوا کہ تم محبت میں جو طلب حق میں مرد شریعت کا راستہ طریقت
کے قدموں سے ملے کر پھر اس سے حقیقت کی طرف نکلو فرماتے ہیں کہ جیسے جو گے ویسے مرو گے۔ پھر جیسے مرو گے ویسے اٹھو
گے۔۔۔

مگوش خواجہ از عشق بے نصیب مباش کہ بندہ را نخر کس بہ عیب بے ہنری
مرادیں ظلمات آنکہ رہنمائی کرو دعاء نیم شی بود و گریہ سحری
اللہ کے بندے عشق سے بے بہرہ نہ رہ کیونکہ بے ہنر غلام کو کوئی نہیں خریدتا دنیا کی ظلمتوں میں صرف دو چیزیں رہنمائی کرتی
ہیں آدمی رات کی دعائیں صبح کے وقت کا گریہ و زاری (روح البیان) غرضیکہ صوفیاء کے نزدیک حضرت آدم علیہ السلام کو زمین
پر اتارنا ان کی معراج تھی اس ہبوط و نزول میں صعود نرمی تھی اس عتاب میں ان کی سعادت و نیک بختی تھی فرماتے ہیں کہ یہ دعا
پہلی وہ دعا ہے جو انسان نے مانگی رب تعالیٰ نے یہ دعا اس لئے قرآن مجید میں نقل فرمائی کہ ان کی اولاد یعنی سارے انسان یہ مانگا
کریں اس حد کے دو جزء ہیں پہلے جزء میں اپنا حال بیان کیا گیا ہے دوسرے جزء میں رب تعالیٰ کے صفات عالیہ کا ذکر آتا ہے مانگنے
والا پہلے اپنا حال بیان کرتا ہے پھر سختی کے صفات مقصد یہ ہے کہ مولیٰ خطائیں ہمارے پاس ہیں عطائیں تیرے پاس۔ ہم درخت پر
پتھر پھینکتے ہیں تو درخت ہم پر پھل ڈالتا ہے جو ہمارے پاس تھا ہم نے کر لیا جو تیرے پاس ہے وہ تو دے نیز فرماتے ہیں کہ ہر انسان
تاجر ہے زندگی اس کی دوکان ہے زندگی کی گھڑیاں اس دوکان کے سودے ہیں اعمال اچھے یا برے اس تاجر کی کمائی ہے۔ تاجر چار
طرح کی تجارت کرتے ہیں نفع کی برابری کی نقصان کی اور خسارہ کی متقی مومن نفع والا تاجر ہے غافل مجرم مومن نقصان والا تاجر
مگر کافر زے خسارہ والا تاجر ہے اگر اللہ تعالیٰ رحم و کرم نہ کرے تو ہم خسارہ والے ہو جائیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے انسانی
روزیاں دھوپ ہو بارش وغیرہ ہم کو زمین سے ہیں تو وہ روزی بنتی ہیں اسی طرح روحانی آسمانی روزیاں قرآن مجید کلمہ طیبہ اگر
حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت ہم کو ملیں تو وہ ہمارے دل جان کی روزی ہے ورنہ نہیں۔

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ لِبَاسًا يُّوَارِي سَوْآتِكَ وَرِيشًا وَّلِبَاسًا

اے اولاد آدم بیشک اتار ہم نے اور پہنہ ہمارے لباس جو ڈھکے تمہارے ستر وں کو اور زینت اور تقویٰ

اے آدم کی اولاد بیشک ہم نے تمہاری طرف ایک لباس اتارا کہ تمہاری خرم کی چیزیں چھپائے

التَّقْوٰی ذٰلِكَ خَيْرٌ ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ يَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۳﴾

کا لباس یہ اچھا ہے یہ نشانیوں میں سے ہے اللہ کی نشانیہ وہ نصیحت پکڑیں

اور ایک۔ وہ جو تمہاری آرائش ہو اور بہتر کاری کا لباس وہ سب سے بھلا یہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے کہ کہیں نصیحت نہیں

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت آدم و حواء کے متعلق ارشاد ہوا تھا کہ جب ان سے جنتی لباس اتار لیا گیا تو انہوں نے جنتی درخت کے پتوں سے اپنا ستر چھپایا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اے اولاد آدم تم بھی ایسی ہی غیرت و حیا اختیار کرو، ایک منٹ کے لئے ننگے نہ رہو ستر پوشی تمہارے والد کی میراث ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے جناب آدم و حواء کو زمین پر بھیجا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ان کے لئے تمام ضرورتیں زمین پر ہی پوری فرمادیں۔ دیکھو لباس بھی انہیں یہاں ہی عطا فرمایا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت آدم سے جنتی لباس اتارے جانے کا ذکر ہوا اب ارشاد ہو رہا ہے کہ ہم نے انہیں دو قسم کا لباس عطا فرمایا تھا جسم کا لباس اور دل کا لباس یعنی تقویٰ و طہارت، ان سے عارضی طور پر صرف جسمانی لباس اتارا گیا تھا دل کا لباس بالکل نہیں اتارا گیا وہ ویسے ہی عارف متقی پر ہیزگار رہے۔ اے اولاد آدم تم بھی دل کا لباس یعنی تقویٰ ہرگز نہ اتارو، یہ لباس تمہارے لئے دین و دنیا میں کار آمد ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ تم کو زمین میں سامان دیا جاوے گا و متاع الیٰ حق اب ارشاد ہو رہا ہے اس دنیاوی سامان میں سب سے اعلیٰ سامان لباس ہے کہ یہ سردی گرمی سے بھی بچاتا ہے اور اس سے ستر پوشی ہوتی ہے جو نماز میں فرض ہے یہ جیتے جی بھی تمہارے لئے ضروری ہے اور مرے بعد بھی کہ اس میں تم کو کفن دیا جاتا ہے۔ گویا پچھلی آیت میں ایک اجمل تھاب اس کی کچھ تفصیل ہو رہی ہے۔

شان نزول : اہل عرب کعبہ معظمہ کا طواف بالکل ننگے ہو کر کیا کرتے تھے مرد و عورتیں سب اسی طرح طواف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ چونکہ ہم لباس میں گناہ کرتے رہتے ہیں لہذا اسے پن کر طواف کرنا کعبہ معظمہ کی بے حرمتی ہے۔ ان کی تردید میں یہ آیت نازل ہوئی۔ (روح المعانی و تفسیر روح البیان کبیر و تفسیر بیضاوی وغیرہ۔)

تفسیر : یا بنی آدم قرآن مجید میں نہ اعلیٰ پکار کے چند مقصد ہوتے ہیں۔ اظہار غضب یا ایہا الکفرون اظہار کرم یا ایہا النبی غفلوں کو بیدار کرنا۔ یا ایہا الذین امنوا اپنی نعمت کی اہمیت کا ظاہر فرمانا کسی خاص حکم کی اہمیت ظاہر فرمانا وغیرہ یہاں یہ نداء یا تو غفلوں کو بیدار فرمانے کے لئے ہے یا اس نعمت لباس کی اہمیت ظاہر کرنے کے لئے۔ قاعدہ یہ ہے کہ جس کے مطلب کی بات ہو اس کو پکارا جائے چونکہ لباس سارے انسانوں کے لئے اتر اس لئے سب کو پکارا گیا۔ اسی لئے رب نے اپنی عبادت کے حکم کے موقع پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی بشارت پر سارے انسانوں کو پکارا یا ایہا الناس اعبدا و انکم یا جیے یا ایہا الناس قد جاءکم برہان من ربکم یا بنی آدم فرمایا یا ایہا الناس نہ کہا تاکہ بتایا جائے کہ پردہ شرم سترؤ حاتمنا تمہارے باپ آدم کی میراث ہے۔ بنی جمع ہے ابن کی معنی بیٹا اس کا مقابل ہے بنت یعنی بیٹی مگر ایسے خطابت میں بنی معنی اولاد ہوتا ہے بیٹا ہو یا بیٹی۔ بنی آدم سے مراد قیامت تک کے انسان ہیں کیونکہ یہ سب بلا واسطہ یا بلا واسطہ حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اس سے حضرت حواء علیہدہ ہیں اس لئے کہ النبی امنوا اور یا بنی آدم یا انسان وغیرہ عمومی خطاب میں یہ حضرات داخل نہیں ہوا کرتے ان کے لئے اور ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے خطاب کے خصوصی الفاظ علیہدہ ہیں یا ایہا النبی، یا ایہا الرسول، یا ایہا المزمّل، یا ایہا المدثر وغیرہ کوئی شخص جب پکارتا ہے اپنے بھائیوں کو اس خطاب میں اپنے باپ کو داخل نہیں کرتا اگرچہ باپ اسلامی، قومی، وطنی، زبانی اور پیشہ

کے رشتہ سے بھائی ہے مگر باپ کے لئے القاب ہی اور ہیں لہذا کوئی شخص حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھائی، بشیر یا بنی آدم کہہ کر نہ پکارے نہ اس میں داخل مانے قد انزلنا علیکم لباسا انسان کے سوا دوسری مخلوق فرشتے جانور وغیرہ لباس نہیں پہنتے اگر فرشتے شکل بشری میں آویں تو ان پر لباس ہوتا ہے مگر وہ لباس یہ ہمارا لباس نہیں بلکہ قدرتی ہوتا ہے جنات کے لباس کی حقیقت کا پتہ نہیں کہ وہ کس چیز کا ہے کیونکہ جنات انسانوں سے پہلے تھے مگر وہ کپاس کی کاشت نہ کرتے تھے نہ ان کے ہاں کپڑا بننے کے کارخانے قائم تھے لہذا انسانوں سے فرمانا کہ ہم نے تم پر لباس اتارنا بالکل درست ہے۔ انزلنا میں تین احتمال ہیں۔ ایک یہ کہ حضرت آدم و حواء زمین پر جنتی پتے لپٹے ہوئے اترے حضرت آدم کو گرمی لگی تو رونے لگے حضرت جبریل نے انہیں روٹی لاکروی فرمایا اسے اس طرح کا تو اس طرح بنو اور پہنو جیسا کہ ابن عساکر نے حضرت انس سے مرفوعاً روایت کی۔ بعض روایات میں ہے کہ حضرت آدم اپنے ساتھ جنت سے چند تخم لائے جن پر ابلیس نے ہاتھ رکھ دیا جو تخم اس کے ہاتھ کے نیچے آئے وہ زہریلے یا بیکار ہو گئے جو اس سے بچ گئے وہ مفید رہے اور آٹھ جوڑے جانور انہیں دیئے گئے مکائے اونٹ، بکری، بھیڑ، یہاں اتارنے سے مراد یہی اتارنا ہے۔ دوسرے یہ کہ آسمان سے بارش اتاری جس سے کپاس اور ان جانوروں کی پیداوار ہوئی اتارنے سے یہ اتارنا مراد ہے۔ جیسے رب فرماتا ہے۔ و انزلنا الحديد یا جیسے و انزل لکم من الانعام ثمانية ازواج ان سب میں انزال بمعنی خلق ہے یا ان چیزوں کا سبب بارش اتارنا مراد ہے۔ تیسرے یہ کہ اتارنے سے مراد ہے ان کے احکام اتارے کہ فلاں لباس حلال ہے فلاں حرام اتنا لباس فرض ہے اتنا سنت (روح المعانی و کبیر وغیرہ) بہر حال اس کی بہت تفسیریں ہیں۔ لباس بوزن فعل مصدر ہے بمعنی پہنا مگر مراد ہے پہننا یعنی پہننے کی چیز۔ لباس کئی قسم کا ہے سوئی، لوئی، ریشی وغیرہ اس میں یہ سارے لباس داخل ہیں۔ ہواری سوا تکم یہ عبارت لباس کی صفت ہے ہواری بنا ہے مواراة سے بمعنی چھپانا چھپانے سے مراد ہے انسانوں کی نگاہوں سے چھپانا کہ ہمارے کپڑے انسانوں سے آڑ بنتے ہیں فرشتوں سے یا رب تعالیٰ سے آڑ نہیں بنتے سوءات کی تحقیق ابھی ہو چکی کہ اس سے مراد ہے ستر یعنی ہم نے ایسے کپڑے اتارے جو ہمارے ستر ایک دوسرے سے چھپائیں و دشا یہ عبارت معطوف ہے لباسا پر اس کا موصوف لباسا پوشیدہ ہے ریش پرندہ کے پر کو کہتے ہیں مگر اس سے مراد ہے زینت کیونکہ پرندے کے پر اس کی زینت ہیں اصل میں لباسا زاریش قلم بعض قراء توں میں ریاش ہے یا تو وہ بھی مصدر ہے جیسے لبس اور لباس ہے یا ریش کی جمع ہے جیسے شعیب کی جمع ہے شعاب زیب کی جمع ہے زیب اور قدح کی جمع قداح۔ حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہاں ریش سے مراد ہے ہل کہ ہل انسان کی زینت ہے عرب کہتے ہیں تریش الرجل یعنی تحول الخش کہتے ہیں کہ ریش سے مراد ہے ارزان اور معاش کی دوسری چیزیں (روح المعانی و کبیر وغیرہ) مگر پہلی تفسیر قوی ہے خلاصہ یہ ہے کہ کپڑے دو قسم کے عطا فرمائے ستر پوشی والے جیسے گاڑھا کھدرا اور دوسرے سوئی کپڑے اور دوسرے زینت والے جیسے باریک ملل ریشی اعلیٰ درجے کے لوئی کپڑے۔ خلاصہ یہ ہے کہ لباس سے ستر بھی زینت بھی۔ اس ستر اور زینت میں چند احتمال ہیں ایک یہ کہ لباس فرضی ستر ہے جو کہ صرف ناف سے گھٹنے تک ہے اور لباس سنت زینت ہے کہ کرتہ تہبند علامہ جو تازہ زینت۔ یہ سنت ہے دوسرے یہ کہ مولے لباس صرف ستر ہیں جیسے ٹاٹ کبیل وغیرہ اعلیٰ درجہ کا لباس لٹھا ملل وغیرہ زینت۔ تیسرے یہ کہ روزانہ اور کام کاج کا لباس ستر ہے خاص موقع کا لباس زینت جیسے جم، عین، شامی، بادشاہی کی ملاقات کا لباس، چوتھے یہ کہ فقیری کا لباس ستر ہے بس میں

میرے امیری کا لباس زینت ہے۔ جس میں رب کا شکر ہے۔ یہ دونوں لباس رب کی نعمت ہیں۔ التقویٰ فالک خیر یہ عبارت نیا جملہ ہے جس میں لباس التقویٰ مبتداء ہے اور فالک خیر جملہ اسمیہ ہو کر خبر لباس تقویٰ کی بہت تفسیریں ہیں۔ (۱) جنگ میں بچاؤ کا لباس ذرہ بکتر وغیرہ یعنی بچاؤ والا لباس اس صورت میں یہاں تین قسم کے لباس کا ذکر ہوا۔ لباس ستر، لباس زینت، لباس جنگ (۲) نیک اعمال کہ وہ دل کا لباس ہیں۔ اللہ کا خوف، ایمان۔ (۳) مونے کپڑے جو متقیوں کا لباس ہیں جن میں تکلف نہ ہو (۴) اچھے اخلاق (۵) پاکدامنی یعنی گناہوں سے بچنا۔ (۶) شرم و حیا (۷) اللہ کا خوف (تفسیر کبیر، خازن، روح المعانی) تقویٰ کے چار درجے میں تقویٰ مومنین یعنی کفر و شرک سے بچنا، تقویٰ مستقین یعنی حرام چیزوں سے بچنا، تقویٰ صالحین یعنی مشبہات سے بچنا، تقویٰ مقربین یعنی جو شے خدا سے غافل کرے اس سے بچنا۔ اوہم نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت کی دعا کی، حضرت خلیل نے جناب اسماعیل کو ذبح کیا یہ اس تقویٰ کا ظہور تھا۔ ایک سوت کے کپڑے صد ہا قسم کے ایک تقویٰ کی قسمیں چار۔ جیسا حیا، متقی و بیا تقویٰ۔ خیال رہے کہ تقویٰ کو خیر فرمایا۔ چند وجہ سے ایک یہ کہ جسمانی لباس پھٹ گل جاتا ہے تقویٰ ابد الابد تک ساتھ رہتا ہے دوسرے یہ کہ جسمانی لباس ہر موسم و کافر کو مل جاتا ہے جیسے دولہا کے سر کی بکھیر ہر ایک لوٹ لیتا ہے مگر لباس تقویٰ خاص پیاروں کو ہی ملتا ہے۔ جیسے برات کا کھانا جوڑے اگرچہ وہ بھی دولہا کا صدقہ ہے مگر ملتا ہے خاص دوستوں خاص کمپنیوں کو، تیسرے یہ کہ جسمانی لباس ہر جگہ مل کارخانوں میں بنتا ہے۔ مگر لباس تقویٰ خاص مدینہ منورہ میں بنتا ہے۔ اولیاء اللہ کی دو کانون ان کے آستانوں سے ملتا ہے جیسا کارخانہ اعلیٰ ویسا کپڑا اعلیٰ، ڈھاکہ کی ململ آدم جی کے مل کاٹھا وغیرہ۔ چونکہ یہ چیزیں انسان کو اللہ کے عذاب، آخرت کی رسوائی وغیرہ سے بچاتی ہیں۔ جیسے جسمانی لباس جسم کو سردی یا گرمی وغیرہ سے بچاتا ہے اس لئے ان چیزوں کو لباس فرمایا (روح البیان) تقویٰ دو طرح کا ہے تقویٰ جسم اور تقویٰ دل تقویٰ جسم کی حقیقت ہے اللہ رسول کی فرمائنداری کے احکام پر عمل کرنا ممنوعات سے بچنا، تقویٰ دل ہے اللہ کی نشانیوں کی تعظیم کرنا۔ رب فرماتا ہے۔ ومن یعظم شعائر اللہ فانہا من تقویٰ القلوب شعائر اللہ یعنی اللہ کی نشانی ہر وہ چیز ہے جسے کسی مقبول چیز سے نسبت ہو جائے۔ قرآن کریم نے ہدی کے جانور کو کعبہ کی نسبت کی وجہ سے شاعر اللہ کہا والبدن جعلنا ہالکم من شعائر اللہ اور صفامروہ پہاڑ کو حضرت ہاجرہ کے قدم پاک لگ جانے کی وجہ سے شعائر اللہ فرمایا ان الصفا و المروۃ من شعائر اللہ یہاں تقویٰ میں دونوں تقوے داخل ہیں۔ فالک من اہات اللہ لعلہم یدکرون یہ نیا جملہ ہے۔ فلک سے اشارہ یا تو مذکورہ انزال کی طرف ہے یا گزشتہ لباسوں کی جانب یعنی ان لباسوں کا نازل فرمانا یا خود یہ لباس معرفت الہی کی نشانیاں اس کی قدرت کی دلیلیں ہیں ان کے نزول میں بڑی حکمت یہ ہے کہ لوگ ان چیزوں کو دیکھ کر عبرت پکڑیں، رب تعالیٰ کا شکر کریں، ناشکری سے بچیں۔ چونکہ معرفت الہی کی نشانیاں بہت ہیں اس لئے لباس کو من اہات اللہ فرمایا لیمن تبعضیہ اور آیات جمع ہے۔

خلاصہ تفسیر : ہماری تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہیں جو آسان بھی ہے اور ظاہر بھی اے اولاد آدم یعنی انسانو تم ہماری ایک خاص نعمت کو یاد رکھو جو صرف تم کو دی گئی دوسری مخلوق کی عطا نہ ہوئی۔ ہم نے تم پر لباس اتارا کہ بارش کے ذریعہ کپاس، لون، ریشم وغیرہ چیزیں پیدا فرمائیں جن سے تمہارے کپڑے بنتے ہیں اور تم کو کپڑا بننا اور کلت کر سنا سکھایا۔ ان میں سے بعض لباس تو تمہاری تن پوشی کے کام آتے ہیں اور

بعض لباس تمہاری زینت کا ذریعہ بھی ہیں۔ مگر تم صرف جسمانی لباس پر قناعت نہ کرنا اپنے دل اور روح کو بھی لباس پہنانا۔ تقویٰ یعنی ایمان، اعمال، حیا، شرم اور خوف خدا وغیرہ جو تمہارے دلوں کا لباس ہے بیان ظاہری لباسوں سے افضل ہے کہ جسمانی لباس تو جسم کی عارضی حفاظت کرتے ہیں مگر یہ لباس دل، روح کی دائمی حفاظت کرتے ہیں یہ لباس یا لباس اتارنا اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ایک بڑی نشانی ہے تاکہ اس کے ذریعے لوگ نصیحت حاصل کریں۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: لباس اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے غذا کے بعد اس کا درجہ ہے بلکہ مرنے پر غذا ختم ہو جاتی ہے مگر لباس پھر بھی ساتھ رہتا ہے یعنی کفن۔ قیامت کے دن غذا نہ ہوگی مگر لباس وہاں بھی ہوگا۔ جنت میں غذا نہ ہوگی کہ وہاں بھوک نہ ہوگی مگر لباس وہاں بھی ہوگا۔ یہ فائدہ قد از لہا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: انسان کے سوا کسی مخلوق کو لباس نہیں دیا گیا نہ فرشتوں کو نہ جانوروں کو۔ اگر جنات لباس پہنتے ہوں اور ان کا لباس بھی یہی انسانوں والا لباس ہو تو وہ انسان ہی کے طفیل ہے۔ یہ فائدہ یا بنی آدم فرمانے سے حاصل ہوا یا علیکم فرمانے سے۔ خیال رہے کہ اگرچہ فرشتے بھی لباس پہنے دیکھے گئے۔ جیسے جنگ بدر میں یا جب کچھ مسائل پوچھنے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت جبریل آئے تو لباس میں تھے جنات بھی لباس پہنے نماز پڑھتے دیکھے گئے مگر وہ لباس وہ نہیں جو اس لباس یا لون یا ریشم سے بنے وہ تو قدرتی یا کسی اور چیز کا لباس تھا۔ جیسے حضرت عیسیٰ کے دسترخوان کی روٹیاں یا بنی اسرائیل کا سن و سلوٹی جو یہاں کے کھی آئے کا نہ تھا۔ یہ لباس انسانوں سے خاص ہے جو ان کارخانوں میں تیار ہو یا یوں کہوں کہ یہ لباس پیدا ہوا انسانوں کے لئے ان کے طفیل جنات بھی پہن لیتے ہیں جیسے مکان بنتا ہے انسان کے لئے مگر اس مکان میں مالک کے جانور بھی رہتے ہیں لہذا لباس کا احسان انسانوں پر جتنا بالکل برحق ہے۔ تیسرا فائدہ: لباس یعنی کپڑا جنتی نعمت ہے اس کی اصل وہاں سے آئی یہ فائدہ از لہا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ جناب آدم علیہ السلام کو حضرت جبریل نے لباس کے بیج عطا کئے۔ چوتھا فائدہ: بعض لباس صرف ستر ڈھانپنے کے لئے ہیں اور بعض لباس زینت کے لئے تہبند، شلوار مرد کے ستر ڈھانپنے کے لئے ہیں، عمامہ، اچکن زینت کے لئے یونہی معمولی کپڑے ستر کے لئے ہیں اعلیٰ درجہ کے کپڑے زینت کے لئے۔ یہ فائدہ ہوا دی سے اور ویشا سے حاصل ہے۔ مسئلہ: ستر ڈھانپنے کا لباس پہننا فرض ہے اور لباس زینت قدرت والے کے لئے مستحب ہے بلکہ کبھی کبھی زینت کا لباس پہننا کہ انسان اس کا عادی نہ ہو جائے کہ اس کے بغیر گزارا ہی نہ کر سکے یہ سنت ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لوری ائو نعمت رہک علیک اور فرمایا رب تعالیٰ نے واما بنعمتہ ربک فحدث جس پر اللہ فضل کرے وہ اچھا کھائے اچھا پہنے کہ اس میں بھی اللہ کی نعمت کا اظہار بلکہ شکریہ ہے اور خوب خیرات کرے کہ یہ رب تعالیٰ کے شکر کی دو سری قسم ہے پانچواں فائدہ: لباس بہت قسم کے ہیں سوتی، لوئی اور ریشمی اور اتبوس وغیرہ کے۔ بہت سی قسموں کے لباس ایسا ہو چکے ہیں یہ سب اللہ کی نعمتیں ہیں۔ یہ فائدہ لباسا کو مطلق فرمانے حاصل ہوا۔ ان کے احکام کی تفصیل صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی کہ ریشم مرد کو پہننا حرام ہے یونہی عورتوں کو مردانہ لباس پہننا اور مردوں کو زنانہ لباس پہننا حرام ہے وغیرہ وغیرہ۔ چھٹا فائدہ: اتنا باریک کپڑا پہننا جس سے ستر نہ ڈھکے یا اتنا چھوٹا کپڑا پہننا جس سے ستر پورا نہ ڈھکے حرام ہے۔ جیسے عورتوں کا تہنیت باریک دوپٹہ لوڑھنا یا انہیں کنٹیوں تک کی قبض پہننا۔ یونہی مردوں کا جانتگیں یعنی ٹیکر پہننا کہ یہ سب حرام ہے کہ اس میں ستر پوشی نہیں ہوتی حالانکہ لباس کا بڑا مقصد ستر پوشی ہے چھٹا فائدہ ہوا دی سوا تکم الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ:

ہمارا لباس جن وانس سے ستر پوشی کا کام دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ یا فرشتوں سے نہیں ان کی نظر کو لباس نہیں روک سکتا یہ فائدہ یواری سے اشارۃً حاصل ہوا مگر شرم و حیا اس میں ہے کہ انسان اکیلے میں بھی بلا ضرورت ننگانہ رہے۔ اللہ تعالیٰ سے شرم کرے نکلتے ام المؤمنین عائشہ صدیقہ کے حجرہ شریف میں جب تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابو بکر صدیق مدفون رہے آپ بے تکلف وہاں حاضر ہو جاتی تھیں دوپٹہ سے بھی اور بغیر دوپٹہ بھی۔ فرماتی تھیں کہ ان حضرات میں ایک میرے والد ہیں دوسرے میرے خاوند مگر جب حضرت عمر وہاں دفن ہو گئے تو بہت حجاب کے ساتھ دوپٹہ وغیرہ سنبھال کر حجرہ شریف میں حاضر ہوتیں فرماتی تھیں کہ عمر سے حیا کرتی ہوں۔ یہ ہے یواری سو اتکم کی زندہ جاوید عملی تفسیر۔ آٹھواں فائدہ: کوئی شخص ایمان اور نیک اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا بڑے سے بڑا ولی ہی کیوں نہ ہو تقویٰ و طہارت سب کو ضروری ہے۔ یہ فائدہ و لباس التقویٰ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ رب نے ایمان کو اعمال کو دل کا لباس قرار دیا جیسے ہر ولی بھی ظاہری جسمانی لباس کا حاجت مند ہے یونہی ایمان و اعمال کا بھی محتاج۔ افسوس ہے کہ بعض لوگ اپنے کو نماز روزے وغیرہ سے بے نیاز جانتے ہیں مگر غزالور لباس ہوا و صوب وغیرہ کے حاجتمند رہتے ہیں ہم کو کوئی ان چیزوں سے بے نیاز ہو کر دکھاوے۔ بے نمازی پیر کہتے ہیں کہ ہم کعبہ جا کر نماز پڑھتے ہیں مگر روٹی نذرانہ اپنے مریدوں کے گھروں سے حاصل کرتے ہیں۔ وہ کعبہ میں ہی روٹی کیوں نہیں کھلایا کرتے اللہ تعالیٰ تقویٰ کا لباس عطا فرمائے۔ نواں فائدہ: جہاد کے موقع پر جنگی بچاؤ کا لباس پہننا ضروری ہے جیسے پچھلے زمانہ میں ذرہ بکتر آج کل لوہے کی ٹوپی وغیرہ یہ فائدہ لباس التقویٰ کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ لباس التقویٰ کے معنی ہوں بچاؤ کا لباس۔ دسواں فائدہ: دل کا لباس یعنی اعمال صالحہ ظاہری لباس سے افضل ہے کہ یہ لباس جسم کی ستر پوشی کرتا ہے لہذا وہ لباس دل کی پردہ پوشی کرتا ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی فائدہ ذالک خیر سے حاصل ہوا۔ لہذا انسان کو چاہئے کہ مرتے دم تک نیک اعمال کرے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔

جی وہابی جس کی کرتا ہے شا
جس کا حسن اللہ کو بھی بھاگیا
مرتے دم تک اس کی مدحت کیجئے
اس پیارے سے محبت کیجئے

نیز یہ لباس خاص نگاہ پاک مصطفیٰ سے بنتا ہے اولیاء اللہ کے دروازوں سے ملتا ہے۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ہم نے لباس اتارا حالانکہ کپڑا زمین پر ہی بنتا ہے۔ یہاں ہی سیا جاتا ہے پھر انزل فرماتا کیونکہ درست ہوا۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ابھی تفسیر میں عرض کئے گئے ایک یہ کہ اصل لباس حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ جنت سے آیا آج کل کے لباس اس کی نقل ہیں دوسرے یہ کہ کپاس، کون، ریشم، سن وغیرہ تمام چیزیں بارش سے ہیں اور بارش آسمان سے۔ یہ بھی کہا جاسکتا ہے کہ دنیا کی ہر چیز کا اصل خزانہ آسمان میں ہے وہاں سے آتی ہے اس کا ظہور یہاں ہوتا ہے۔ ولی السماء رزقکم وما توعدون اس لئے لوہے کے متعلق ارشاد ہوا و انزلنا الحديد لئلا ننزلنا فرماتا بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: تم نے کہا کہ لباس صرف انسانوں کے لئے ہے حالانکہ جنتی حوریں بھی لباس والی ہیں پھر یہ کیونکہ درست ہوا۔ جواب: یہاں زمینی لباس کا ذکر ہے جو انزل ملو والا ہے جنت تو دنیا ہی دوسری ہے وہاں کا لباس بھی دو سرانیز وہاں حورین ہشتی کا لباس فن کے خلوندوں کے لئے ہو گا لہذا وہ لباس بھی انسانوں کی خاطر ہے۔ بعض موقعوں پر فرشتے لباس میں دیکھے گئے وہ لباس کپاس، کون وغیرہ کا نہ تھا بلکہ قدرتی تھا جیسا سن و سلویٰ یا حضرت عیسیٰ کے غیبی آسمانی دسترخوان کی روٹیاں

پھیلیاں۔ پھر وہ لباس بھی جب تھا جبکہ وہ شکل انسانی میں ہوں جیسے عصاء موسوی جب سائب نما تھا تو کھاتا تھا اور نہ جب فرشتے اپنی شکل میں ہوں تو کوئی لباس نہیں پہنتے۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ لباس تمہاری ستر پوشی کرتا ہے حالانکہ اندھیرے میں ستر پوشی ہو جاتی ہے، اندھیرا بھی ستر پوش ہے۔ پھر یواری کیونکر درست ہوا۔ جواب: اس لئے کہ اگرچہ اندھیرے میں ستر نظر نہیں آتا مگر اس کا نام ستر پوشی نہیں اس لئے اندھیرے میں نگے نماز پڑھے نہ ہوگی کہ ستر پوشی نہ ہوئی ستر نظر نہ آتا اور چیز ہے ستر چھپانا کچھ اور چیز ستر چھپانا لباس ہی کا کام ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ میں پرہیزگاری یعنی ایمان و اعمال کو لباس کیوں کہا گیا اسے لباس سے کیا تعلق۔ جواب: جسمانی لباس کے دو فائدے ہیں تن پوشی، ستر پوشی اور سردی گرمی سے حفاظت یونہی ایمان و نیک اعمال کے دو فائدے ہیں انسان کی عیب پوشی دنیا و آخرت اور اللہ تعالیٰ کے قہر و غضب سے حفاظت اس لئے اسے دل کا لباس فرمانا بالکل درست ہے بلکہ یہ بہترین لباس ہے قرآن کریم میں خلوند بیوی کو ایک دوسرے کا لباس کہا گیا ہے۔ ہن لباس لکم وانتم لباس لھن کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے عیب پوش ہیں۔ پانچواں اعتراض: یہاں لباس کے متعلق دو باتیں کیوں ارشاد ہوئیں ستر پوشی اور زینت کیا زینت والا لباس ستر پوشی نہیں کرتا۔ جواب: بعض لباس وہ ہیں جن سے ستر پوشی بھی ہے اور زینت بھی بعض وہ ہیں جن سے زینت تو ہے ستر پوشی نہیں جس کی مثالیں ابھی تفسیر میں عرض کی گئیں یہ دونوں لباس اللہ کی نعمتیں ہیں لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے کرتہ پرواسکٹ اور واسکٹ پر اچکن وغیرہ اس طرح سر پر عمامہ صرف زینت کے لئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ایک ہی لباس کی یہ دونوں صفتیں ہوں کہ انسان بغیر لباس برآمد معلوم ہوتا ہے لباس سے اچھا معلوم ہوتا ہے یہ لباس زینت بھی ہے۔ بہر حال کلام نہایت موزوں ہے۔ چھٹا اعتراض: رب تعالیٰ نے تقویٰ کو لباس کیوں فرمایا وہ تو چند کاموں کا نام ہے۔ جواب: لباس میں تین صفتیں ہوتی ہیں چھپانا، بچانا، زینت دنیا کہ وہ جسم کے عیب چھپاتا ہے اور سردی گرمی سے بچاتا ہے۔ جسم کو زینت بخشتا ہے۔ یہ تینوں صفتیں تقویٰ میں موجود ہیں تقویٰ دل کے عیب دنیا میں ہی چھپاتا ہے آخرت میں بھی چھپائے گا۔ شرابی چور مسجد سے نکلے تو لوگ اسے نمازی کہیں گے شرابی نہیں کہیں گے یہی نماز برائیوں سے روک دیتی ہے ان الصلوۃ تنہی عن الفحشاء والمنکر نیز جیسے دنیاوی چیزوں میں لذت رنگ و بو سب کچھ ہے ایسے ہی تقویٰ میں یہ سب چیزیں ہیں۔ نماز کی لذت اس کا سنگار لہام حسین سے پوچھو۔ قیامت میں اچھے اعمال اچھی شکل میں نمودار ہوں گے برے اعمال بری شکل میں لہذا انہیں لباس فرمانا بالکل درست ہے۔

تفسیر صوفیانہ: یہاں تین لباسوں کا ذکر ہوا ہے دو لباس جسمانی ستر پوشی کا اور زینت کا تیسرا لباس جتنی تقویٰ پر پرہیزگاری۔ یہ تینوں لباس آسمانی ہیں کیونکہ جسمانی لباس آسمانی بارش سے ہیں اور جتنی لباس آسمانی وحی یعنی قرآن و حدیث سے ہے پھر جتنی یعنی دلی لباس بھی دو طرح کا ہے ایک ستر پوشی کا یعنی ایمان دو سرا زینت کا یعنی نیک اعمال تقویٰ ان دونوں کو شامل ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر عضو کا لباس علیحدہ ہے جس سے اس عضو کے عیب ڈھک جاتے ہیں ظاہری عیب ہوں یا باطنی شریعت کا لباس برے اعمال کے عیوب ڈھک لیتا ہے طریقت کا لباس برے صفات کی ستر پوشی کرتا ہے دل کا لباس طلب مولیٰ ہے روح کا لباس محبت مولیٰ ہے سرکار لباس شہود بارگاہ مولیٰ ہے خفی کا لباس بقائے بعد فنا و راہ مولیٰ ہے جس سے سارے روئی کے لباس ختم ہو جاتے ہیں کثرت و وحدت میں فنا ہو کر رہ جاتی ہے پھر اعلان ہوتا ہے۔ لمن الملک الیوم خود ہی جواب ملتا ہے للہ

الواحد القهار اور انسان کا محل یہ ہو جاتا ہے۔
اس طرح سمجھ میں ہو جاؤں میں تم میں
دوری میں کثرت ہے کہ انسان کہتا ہے میں عالم میں فاضل میں بڑا میں امیر میں خاندانی میری یہ شان یہی دوری کی بنا پر ہے جب
قرب ہو تو اتنا ہوتی صرف ہو رہا کسی صوفی نے کیا خوب کہا ہے۔

مالک ملک اوست او خود مالکست
کل شی ما خلا اللہ باطل
ہالک آید بیش و بیش ہست نیست
غیر ذاتش کل شی حاکم است
ان فضل اللہ غیم حاصل
ہستی اندر نیستی خود ظرفہ ایت

کثرت کا لباس وحدت سے نسبت ہے (از روح البیان) خلاصہ یہ ہے کہ جیسے جسمانی لباس میں پاؤں کا لباس موزہ جوتا ہے۔
ٹائٹوں کا لباس پائجامہ ہے پیٹ کا لباس کرتا چکن واسٹ سر کا لباس ٹوپی عملہ پھر سردی کا لباس گرم گرمی کا لباس ٹھنڈا یونی
روحانیات میں دل کا لباس اور ہے دماغ کا لباس اور روح کا لباس اور ہے سر کا لباس کچھ اور یونی زمانہ امیری کا لباس ہے اور ہے
یعنی شکر اور فقیری کے زمانہ کا لباس کچھ اور لیکن یہ سب لباس دنیاوی زندگی کے ہیں دو لباس روحانی وہ ہیں جو ہمیشہ دل و دماغ
روح کے ساتھ رہتے ہیں یعنی عشق رسول اور خوف خدا کا لباس ان سب کو ایک لفظ تقویٰ میں بیان فرمایا گیا۔

يٰۤاٰدَمُ لَا يَفْتِنَنَّكَ الشَّيْطٰنُ كَمَا اَخْرَجَ اٰبَوٰنَكَ مِنَ الْجَنَّةِ يَزِعُ

اے اولاد آدم کی ہرگز فتنہ میں نہ ڈالے تم کو شیطان جس طرح نکالا اس نے تمہارے ماں باپ کو جنت سے اتارتا تھا ان
اے آدم کی اولاد خردار نہیں شیطان فتنہ میں نہ ڈالے جیسا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے نکالا

عَنْ مَّالِبَاسٍ مَّا لِيْ بِهٖمْ سِوَا اَتِمَّ اِنَّهٗ يَرٰكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهُ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْ

دونوں سے لباس ان کے تاکہ دکھا دے ان دونوں کو ستران کے بے شک دیکھتا تم کو وہ اور قبیلہ اس کا رہا ہے
اتر دے ان کے لباس کہ ان کی شرم کی چیزیں انہیں نظر پڑیں بے شک وہ اور اس کا لہجہ نہیں وہاں سے

نَهْمُ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيْطٰنَ اَوْلِيَّاءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۲۰

کہ نہیں دیکھتے تم ان کو بے شک بنایا ہم نے شیطان کو دوست واسطے ان لوگوں کے جو نہیں ایمان رکھتے
دیکھتے ہیں کہ تم انہیں نہیں دیکھتے بے شک ہم نے شیطان کو ان کا دوست کیا ہے جو ایمان نہیں لاتے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ابلیس کی اس وقتی عدوت
کا ذکر ہوا جو اسے آدم علیہ السلام سے تھی اب اس کی اس دائمی عدوت کا ذکر ہے جو اسے اولاد آدم علیہ السلام سے ہے گویا اس کی
وقتی عدوت کے بعد دائمی عدوت کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں شیطان کے ایک فریب کا ذکر تھا۔ جس سے اس

نے آدم علیہ السلام کو جنت سے باہر کیا اب اس کے دو سرے فریب کا ذکر ہے جس سے وہ اولاد آدم کو جنت میں جانے سے روکتا ہے گویا اس کے فریب کی ایک نوعیت کے بعد دوسری نوعیت کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں بتایا گیا تھا کہ جنت کی ہر نعمت حضرت آدم کھا سکتے تھے مگر ممنوعہ درخت کھانا مضر تھا۔ اس کی وجہ سے وہ جنت سے باہر آئے اب فرمایا جا رہا ہے کہ دنیا کی ہر نعمتیں اے انسانو تم بہت سکتے ہو سواء شرعی ممنوع چیزوں کے۔ تمہارے جد امجد نے ممنوعہ درخت کو چکھا جنت سے باہر بھیجے گئے تم اگر شرعی ممنوعات کے قریب جاؤ گے تو جنت کے داخلہ سے محروم ہو جاؤ گے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت آدم علیہ السلام کا تفصیل وار بیان ہوا اب اس کا نتیجہ بتایا جا رہا ہے یعنی اس واقعہ سے تاقیامت عبرت حاصل کرنا گزشتہ قصے بیان فرمانے کا مقصد یہی ہوتا ہے۔ (کبیر)۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیت میں جسمانی اور روحانی لباس عطا فرمانے کا ذکر ہوا اب ارشاد ہے کہ ذرا اپنا لباس سنبھالے رہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تمہارے دل کا لباس تقویٰ تم سے دور کر دے پھر جسمانی لباس بھی دور کر دے تم ننگے ہو جاؤ یا ننگا لباس پہنو۔

تفسیر: ہا بنی آدم اس کلمہ کی تفسیر ابھی پچھلی آیت میں گزر گئی کہ اس میں خطاب تاقیامت انسانوں سے ہے مرد ہوں یا عورتیں نیز اس خطاب میں حضرات انبیاء کرام داخل نہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ نے شیطان کو ان پر قابو نہیں دیا کہ وہ ان حضرات کو جنت سے روک سکے ان عبادی لیس لک علیہم سلطان خصوصاً ہمارے حضور سلطان کو نین صلی اللہ علیہ وسلم کی تو وہ شان ہے کہ جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نظر کرم فرمادیں اس سے شیطان بھگتا ہے۔ ان الشیطان ہر من ظل عمر حضرت عمر کے سایہ سے شیطان بھگتا ہے کیوں اس لئے کہ ان پر خاص نگاہ کرم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پڑ گئی اگرچہ شیطان مومن جنت کا بھی دشمن ہے۔ انہیں بھی بھگاتا ہے مگر اصلی عدوت اسے انسانوں سے ہے کہ وہ انہیں کے جد امجد کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا ہے۔ نیز جنت کے لئے جنت ہے ہی نہیں پھر انہیں جنت سے روکنے کے کیا معنی ان کے ایمان و اعمال کا ثواب یہ ہے کہ وہ دوزخ سے نجات پا جائیں مٹی کر دیئے جائیں دیکھو سورہ احقاف۔ ان وجوہ سے صرف بنی آدم سے خطاب فرمایا گیا۔ لا یفتنکم الشیطان اس عبارت میں بظاہر شیطان کو ممانعت فرمائی جا رہی ہے مگر حقیقت انسانوں کو ممانعت ہے کہ تم اس کے فتنہ میں واقع نہ ہو جانا فتنہ۔ کے لفظی معنی ہیں سونے کو آگ پر پانا گرم کرنا مگر اصطلاح میں محنت و مشقت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے یہاں اس سے مراد بد عقیدگیوں بد کاریوں میں مبتلا ہونا ہے کہ یہ کام مصیبتوں مشقتوں میں پڑ جانے کا سبب ہے یعنی خیال رکھنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو کفر و گناہوں میں مبتلا کر دے جس سے تم مصیبتوں میں پڑ جاؤ اس کی مثل یہ ہے کہ کما اخرج ابوکم من الجنة یہاں ایک عبارت پوشیدہ کما فتن ابوکم یہ عبارت اس کا بیان یعنی اس نے تمہارے ماں باپ آدم و حوا کو مشقت میں ڈال دیا کہ انہیں جنت سے باہر کر دیا اگرچہ جنت سے باہر بھیجنے والا اللہ تعالیٰ ہے مگر چونکہ اس کا سبب شیطان تھا اس لئے یہاں اسے شیطان کی طرف نسبت کیا گیا ابوین سے مراد جدین ہیں یعنی آدم و حوا کیونکہ اب باپ دلو اچھا وغیرہ سب کو کہا جاتا ہے جیسے ام ماں دلو ی ثانی حتیٰ کہ خالہ لور و دودھ کی ماں ساس سب کو کہا جاتا ہے مگر والد لور والدہ صرف حقیقی ماں باپ کو کہتے ہیں خیال رہے کہ حضرت آدم و حوا کا زمین پر تشریف لانا ان حضرات کی عظمت و کرامت کی تمہید تھی کہ وہ یہاں آکر نبی ابوا بشر انبیاء و اولیاء کے باپ خلیفۃ اللہ بنے مگر سورہ شمس تب تک اس طرح ارشاد ہوا (تفسیر کبیر) بنزع عنہما لیا سہما یہ عبارت یا تو اخرج کے فاعل سے حل ہے یا ابوکم سے بنزع حل ہے جو ماضی کو واقعہ

بہ شکل حل بیان فرما رہا ہے (معانی) نزع کے معنی ہیں اتارنا کھینچنا چونکہ اس لباس کے اتارنے کا سبب اور ذریعہ قوی شیطان تھا اس لئے اس کی طرف اسے نسبت کیا گیا کہ شیطان ان کا لباس اتار رہا ہے۔ ہم یہ تحقیق پہلے کر چکے ہیں کہ ان کا لباس یا تو نور تھا یا ناخن اگر نور تھا تو وہ بالکل دور کر دیا گیا اگر ناخن تھا تو وہ سکر کر انگلیوں کے کنارے پر محدود کر دیا گیا۔ لہٰذا سوا تھما یہ عبارت متعلق ہے نزع کے۔ یعنی ان کا لباس شیطان نے اس لئے اتروایا تاکہ ان دونوں کو ان کے ستر دکھا دے۔ خیال رہے کہ پردہ صرف انسانوں سے ہوتا ہے اس لئے لہٰذا ارشاد ہوا ان دونوں حضرات نے آج تک اپنے ستر خود بھی نہ دیکھے تھے نہ ایک نے دوسرے کے لباس اتارنے پر انہیں اپنے ستر خود بھی نظر پڑے اور ایک کو دوسرے کے بھی اس لئے لہٰذا فرمایا گیا۔ اتنا مضمون سننے کے بعد کوئی نہ کہہ سکتا تھا کہ ابلیس نے حضرت آدم کو اس لئے دھوکہ دے دیا کہ وہ ان کے پاس پہنچ گیا ہم سے تو وہ لاکھوں کوس دور ہے ہم کو کیسے برکائے گایا کوئی کہتا کہ اس وقت شیطان جو ان تھا اس کی طاقتیں بہت تھیں اب تو وہ لاکھوں برس کا بوڑھا ہو چکا اس کی طاقتیں ختم ہو چکیں اب کیسے برکا سکتا ہے یہ دونوں شبہ دور فرمانے کے لئے ارشاد ہوا۔ اِنَّہٗ یُرِکُمۡ ہُوَ وَّلِقَبَلُہٗ اِنَّہٗ فِیۡہِ کَامِرَجِ شَیْطٰنٍ ہے یہ آئمہ میں آنکھ سے دیکھنا مراد ہے کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے خواہ وہ کسی درجہ کا ہو۔ خیال رہے کہ ہر جماعت کو قبیل کہتے ہیں مگر قبیلہ ایک خاندان کو کہتے ہیں جو ایک دوا میں جمع ہوں (تفسیر کبیر و معانی) قبیل فرما کر یہ بتایا کہ رب نے اس کی پوری جماعت شیاطین کو یہ قوت دی ہے کہ وہ دنیا بھر کے انسانوں کو دیکھتے ہیں کہ کون کہاں ہے کیا کر رہا ہے اور کیا کرنے کا ارادہ کر رہا ہے۔ خیال رہے کہ کسی میں تصرف کرنے کے لئے تین شرطیں ہیں (1) وہ سامنے والے سے خبردار ہو۔ (2) اس کے پاس آئے۔ (3) اس میں تصرف کر سکے شیطان کو رب نے یہ تینوں طاقتیں دی ہیں اس کی وسعت علم کا ذکر تو اس میں ہوا اس کے پاس ہونے کا ذکر اس آیت میں ہے۔ لَا تَنۡہَمۡ مِّنۡۢ بَعۡنِہُمۡ وَمِنۡ خَلۡفِہُمۡ اَلۡخِ اس کے تصرف کا ذکر اس آیت میں ہوا لَا تُحِیۡنُہُمۡ اَجْمَعِیۡنَ ان آیات میں یہ بتایا گیا کہ اس کی طاقتیں کچھ کم نہیں ہو گئیں لاکھوں سال سے وہ ہے مگر اس کی ساری طاقتیں وہی ہی ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہ حالت دائمی نہیں بلکہ یہ قضیہ مطلقہ عالمہ ہے یعنی ابلیس اور اس کی ذریت ہمیشہ ہر آن ہر انسان کو دیکھے یہ مرلو نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو کوئی بسم اللہ پڑھ کر پاخانے جائے تو شیطان اس کا ستر نہیں دیکھ سکتا۔ بسم اللہ شیطان سے پر وہ آڑ ہے ہاں عموماً وہ ہم سب کو دیکھتا ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ شیطان صرف ہماری صورتوں کو نہیں دیکھتا بلکہ ہمارے ہر عضو اور ہر عضو کی حرکت کو دیکھتا ہے اور یہ بھی کہ انسان کے کسی عضو پر نور ایمان کی چلی کم ہے جہاں اندھیرا ہے وہاں ہی یہ چور پہنچتا ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ شیطان انسان کے جسم میں خون کے ساتھ گردش کرتا ہے۔ خیال رہے کہ ابلیس تمام شیاطین کا سردار ہے اس کا قبیلہ بہت ہے بعض کا نام قرین ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے بعض کا نام خنصب ہے بعض کا نام ولہان ہے جو مسجدوں خانقاہوں میں رہتے ہیں نماز یا وضو میں دوسو ڈالنے کے لئے۔ بعض شیاطین بازاروں میں بعض گندی جگہوں پاخانہ وغیرہ میں رہتے ہیں یہ سب ابلیس کا قبیلہ ہے۔ جس کا ذکر یہاں ہے۔ مَنۡ حِثَّ لَا تَوۡنِہُمۡ اس کا تعلق ہوا کم سے ہے مَنۡ اَبَدَ اَیَّہِ حِثَّ عَرَفَ مَکَانَ یعنی وہ شیاطین تم کو ایسی جگہ سے دیکھتے ہیں کہ تم ان کو نہیں دیکھتے اس طرح کہ وہ ایک جگہ رہ کر تم سب کو دیکھتے ہیں یا تمہارے ساتھ رہتے پھرتے ہیں مگر تم کو نظر نہیں آتے ان کی نظر میں یہ طاقت ہے کہ وہ تم کو دیکھ لیں مگر تمہاری آنکھ میں یہ طاقت نہیں کہ تم انہیں دیکھو بہر حال جو دشمن تم کو دیکھتے مگر وہ ہمیں نظر نہ آوے بہت زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔

خیال رہے کہ یہاں بھی عمومی حالات کا ذکر ہے کہ جب شیاطین اپنی شکل میں ہوتے ہیں تب ہم کو نظر نہیں آتے مگر جب شکل انسانی میں ہوں تو ہم کو نظر آجاتے ہیں نیز بعض مقبول انسان شیاطین کو ان کی شکل میں دیکھ لیتے ہیں۔ لہذا یہ آیت ان احادیث کے خلاف نہیں کہ آج ہم نے شیطان کو پکڑ لیا تھا اگر اسے باندھ دیتے تو مدینہ کے بچے اس سے کھیلنے نہ ان آیات کے خلاف ہے کہ شیاطین پر حضرت سلیمان راج کرتے تھے۔ بعملون لہ ما یشاء من معارہب و تمائل حضرت ابو ہریرہ اور حضرت امیر معاویہ نے شیطان کو پکڑ لیا تو خوشامد ہی کر کے چھوٹا آج بعض عالمین جنات کو قید کر دیتے ہیں بہر حال آیت کریمہ صاف ہے یہاں تفسیر صلوٰی نے فرمایا کہ فرشتے اور جنات دونوں ہی مختلف شکلیں اختیار کر سکتے ہیں۔ اور انسان کو نظر آسکتے ہیں مگر فرشتے اچھی شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ رہے جنات و شیاطین وہ کتے بے سارپ وغیرہ کی شکلوں میں بھی آسکتے ہیں ان پر انسان قابو پاسکتے ہیں فرشتوں پر کوئی قابو نہیں پاسکتا (تفسیر صلوٰی) انا جعلنا الشیاطین اولیاء للذین لا یومنون۔ یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے یا لاہفتنکم کی علت اور وجہ ہے شیاطین سے مراد ابلیس اور اس ذریت ہے۔ جن میں وہ قرن شیطان بھی داخل ہے جو ہر وقت انسان کے ساتھ رہتا ہے بھگانے کے لئے اولیاء جمع ہے ولی کی۔ ولی کے تین معنی ہیں دوست، مددگار، قریب یہاں تینوں معنی درست ہیں۔ شیاطین بے ایمان انسانوں کے دوست بھی ہیں ان کے مددگار بھی ان سے قریب بھی ان کے مقابل مومن متقیوں سے وہ دور بھی ہیں دشمن بھی الذین سے مراد ہیں انسان اور لا یومنون سے مراد ہے سارے کفار۔ مشرکین ہوں یا کوئی اور ممکن ہے کہ ان سے مراد وہ کفار ہوں جن کا ایمان نہ لانا کفر پر مرنا عمل الہی میں آچکا ہے یعنی ہم نے ابلیس اور اس ذریت کو ان انسانوں کا دوست یا مددگار بنایا ہے جو ایمان نہیں رکھتے۔ رہے مومنین صالحین ان سے شیاطین بہت جلتے ہیں یا ہم نے ابلیس اور اس کی ذریت کو ان انسانوں پر قابو اور تسلط دیا ہے جو ایمان سے خالی ہیں۔ رہے مومنین وہ غفلہ تعالیٰ ان کے قابو سے باہر ہیں۔ چور وہاں جاتا ہے جہاں ظلمت بھی ہو غفلت بھی یہ مومنین نہ ظلمت میں ہیں نہ غفلت میں۔

خلاصہ و تفسیر : اے آدم علیہ السلام کی اولاد تم اپنے ولو اولوی آدم وحواکو واقعہ شیطان کا وافر بہ سن چکے یہ خیال نہ کرنا کہ وہ ایک اتفاقی واقعہ تھا جو ہو گیا ذرا ہو شیار رہنا ایسا نہ ہو کہ شیطان تم کو بھی فتنہ اور مصیبت میں پھنسا دے۔ جناب آدم کو تو اس نے جنت سے باہر بھجوا دیا ان سے ان کا جنتی لباس اتروایا۔ ان کو برتا کر لیا اور تمہیں جنت میں جانے کے قاتل نہ رہنے دے تم کو ایسے عقائد و اعمال کی طرف و حکیل دے جو جنت سے دور رکھیں ایک آن بھی اس سے غافل نہ رہو وہ تمہارا ایسا قوی دشمن ہے کہ وہ اور اس کی ذریت تم سب کو ہر وقت ہر طرح ہر حالت میں دیکھتی ہے تمہارے ہر حال ہر نیت ارادے ہر لوے خبردار ہیں مگر تم ان کو نہیں دیکھتے کہ تم کثیف ہو وہ لوگ لطیف ایسا چھپا دشمن جو نظر نہ آئے بہت خطرناک ہوتا ہے۔ خیال رکھو کہ شیطان کا قابو انہیں لوگوں پر ہے جو ایمان سے خالی ہیں مومن متقی بن کر رہو ایمان اس سے بچو کا بہترین قلعہ ہے۔ تقویٰ اس کے مقابلہ بہترین ہتھیار انسان چار قسم کے ہیں مومن متقی، مومن فاسق، کافر بدکار، کافر نیک کردار، مومن متقی کا شیطان سخت دشمن ہے اور ان سے ڈرتا بھی ہے جلتا بھٹتا بھی مومن فاسق سے کچھ امیدیں لگائے رہتا ہے کافر نیک کار سے خوش ہے کہ جب اسے کافر بنا دیا تو اس کی نیکیاں بیکار ہیں مگر کافر بدکار کا گریا رہے یہاں اس جو بھی جماعت کا ذکر ہے۔ مجاہد فرماتے ہیں کہ ابلیس نے کہا ہے کہ ہم میں چار کمل ہے۔ (1) ہم سب کو دیکھتے ہیں۔ (2) ہم کو کوئی نہیں دیکھتا۔ (3) ہم کسی کے قابو میں نہیں آتے چپکے سے نکل جاتے ہیں۔ (4) ہم بوڑھے ہو کر پھر جوان ہو جاتے ہیں۔ (تفسیر کبیر و صلوٰی و خازن) حضرت ابن عباس سے

مرفوعاً" روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا شیطان کا گھر انسانوں کے سینوں میں ہے سواء ان لوگوں کے جنہیں اللہ محفوظ رکھے۔ (خازن صاوی)

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کوئی شخص اپنے کو شیطان سے محفوظ نہ جانے جب تک ایمان پر خاتمہ نصیب نہ ہو جائے تب تک اس سے بے فکر نہ ہو۔ یہ فائدہ لا یتنتکم الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: شیطان نے حضرت آدم و حواء کو نہایت گہری چال سے جنت سے باہر کیا ہم لوگ جو ابھی جنت سے باہر ہیں ہمارے متعلق اس کی یہ کوشش ہے کہ ہم جنت میں نہ جانے پائیں اس کے ساتھ دوزخ میں جائیں۔ یہ فائدہ کما اخراج الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حضرت آدم و حواء جنت میں عتاب سے پہلے نہ تو تنہائی میں رہتے تھے نہ ایک دوسرے کے سامنے کیونکہ انسان کو صرف دو وقت نگاہ ہونا پڑتا ہے استنجاء کے وقت اور صحبت کے وقت وہاں جنت میں استنجاء کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ صحبت بھی بغیر ہنگی کے ہوتی تھی۔ یہ فائدہ منزع عنہما الخ سے حاصل ہوا کہ آج عتاب کے وقت ان کے لباس اترے فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جانوروں کی طرح ننگے ہو کر صحبت نہ کرو۔ اللہ والے کہتے ہیں کہ اس سے اولاد بے حیا پیدا ہوتی ہے۔ چوتھا فائدہ: یہ احکام استجلی ہیں ورنہ خاوند بیوی کا آپس میں پردہ نہیں وہ ایک دوسرے کا ستر و یکس تو گنہگار نہیں یہ فائدہ لہرہما الخ سے حاصل ہوا رب تعالیٰ نے انہیں گناہ سے محفوظ رکھا اگر یہ کام گناہ ہوتا تو وہ ایک دوسرے کے سامنے برہنہ نہ کئے جاتے۔ پانچواں فائدہ: شیطان کلاؤ یہ ہے کہ انسان کا لباس اتار دے پہلے دل کا لباس یعنی تقویٰ دور کرے پھر جسمانی لباس اترا دے آج کل عورتوں کی بے پردگی۔ بہت باریک ننگے لباس۔ جن سے پردہ حاصل نہ ہو یہ سب شیطان کا دلو ہے۔ یہ فائدہ منزع عنہما لباسہما سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: شیطان اور اس کی ذریت انسانوں کو جنت سے دور رکھنے کی کوشش میں ہے تو ضرور ہے کہ اللہ کے بعض بندے ہم جیسوں کو جنت میں لے جانے کی کوشش میں ہوں شیطان جنت سے نکل سکتا ہے ستر ظاہر کر سکتا ہے جنتی لباس اتار سکتا ہے تو حبیب رحمن صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاص خدام جنت میں پہنچا سکتے ہیں ہماری ستر پوشی عیب پوشی کر سکتے ہیں کیونکہ رب نے ہر چیز کا توڑ ضرور پیدا کیا۔ یہ فائدہ اخراج اور منزع اور لہرہما سے حاصل ہوا کہ رب نے ان تینوں فعلوں کا فاعل شیطان کو قرار دیا۔ ساتواں فائدہ: شیطان ہر جگہ حاضر بھی ہے اور ناظر بھی لہذا ہر جگہ حاضر ناظر ہونا رب تعالیٰ کی صفت نہیں وہ تو جگہ سے پاک ہے یہ صفات اس نے بعض بندوں کو بخشی ہیں یہ فائدہ ہوا کم ہوا الخ سے حاصل ہوا کہ کم میں خطاب سارے انسانوں سے ہے اور یری دوام واستمرار کے لئے ہے یعنی وہ ہر وقت ہر حال میں تم سب کو دیکھ رہا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ خدا کے سواء کسی کو ہر جگہ حاضر ناظر ماننا شرک ہے وہ اس آیت میں غور کریں بلکہ دوسری آیت میں تو فرمایا گیا ہے کہ شیطان کو انسانوں پر تسلط بھی حاصل ہے وہ انسانوں کو دیوانہ بھی کر دیتا ہے۔ بتخبطہ الشیطان من اللس جب شیطان جو گمراہ گرے اور نری بیماری اس کو ایسی قوت بخشی گئی ہے تو حضرات اولیاء اللہ انبیاء کرام جو اس بیماری کا علاج ہیں وہ بھی غفلت تعالیٰ اپنے غلاموں کے پاس حاضران کے حالات کے ناظر ہیں وہ شیطان سے بچا کر راہ راست پر لاسکتے ہیں۔ حضور غوث پاک فرماتے ہیں۔

نظرت الی بلاد اللہ جمعا کحروت علی عکر اتصل

حضور سرکار فرماتے ہیں لتجلی لی کل شی و عرفت۔ آصف پر خیا آن کی آن میں تحت بلقیس یمن سے فلسطین میں لے

آئے وہ حاضر ناظر ساتھ ہیں قادر بھی نہ ہوتے تو یہ کام ناممکن ہوتا۔ رب فرماتا ہے انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک میں پلک جھپکنے سے پہلے آپ کی خدمت میں تخت لے آؤں گا۔ پھر جیسے شیطان کی طاقتیں کم نہیں ہو گئیں وہ اسی طرح علم تصرف ہر جگہ پہنچنے کی طاقت رکھتا ہے لہذا حضرات اولیاء اللہ خصوصاً "حضور سید انبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی بعد وفات یہ طاقتیں کم نہیں ہو گئیں وہ قبور میں سے سب کچھ کر رہے ہیں۔ کیسے ہو سکتا ہے کہ بیماری موجود رہے اور طبیب ختم کر دیا جاوے۔ جب مرض باقی ہے تو دوائیں اور طبیب سب کچھ باقی اہل قبور سے مایوسی طریقہ کفار ہے۔ رب فرماتا ہے کما ینس الکفار من اصحاب القبور۔ آنکھواں فائدہ: جہاں ولی من دون اللہ کی برائیاں قرآن مجید میں آئی ہیں وہاں یہ شیطان ہی مراد ہے ولی اللہ اور ہیں ولی من دون اللہ اور یہ آیت ان آیات کی تفسیر ہے یہ فائدہ جعلنا الشیطان اولیاء الخ سے حاصل ہوا مومنوں کے مددگار دوست اولیاء اللہ ہیں کفار کے مددگار دوست اولیاء من دون اللہ ہیں۔ رب فرماتا ہے انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا۔ نواں فائدہ: ایمان و تقویٰ شیطان سے حفاظت کا بہترین مضبوط قلعہ ہے کہ شیطان سے حفاظت چاہتے ہو تو اس قلعہ میں رہو۔ یہ فائدہ للذین لا یومنون سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جب جنت سے نکلنے کی نسبت شیطان کی طرف کر سکتے ہیں تو جنت عطا کرنے کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بھی کر سکتے ہیں۔ کہہ سکتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو جنت میں پہنچائیں گے جنت عطا فرمائیں گے حضرت ربیعہ ابن کعب اسلمی نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ میں آپ سے مانگتا ہوں جنت میں آپ کے ساتھ رہوں۔ اسٹک مولفتک فی الجنت (مسلم شریف) یہ فائدہ اخراج اولکم الخ سے حاصل ہوا کہ اس آیت میں ہی جنت سے نکلنے کپڑے اتارنے ایک دوسرے کو ستر دکھانے ان تینوں کاموں کو شیطان کی طرف نسبت کیا گیا۔ حالانکہ یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہیں رب نے ہر مرض کی دوا پیدا کی ہے۔ شیطان بیماری ہے تو حضرات انبیاء و اولیاء کرام اس کا علاج ہیں لکل داء دواء ہر بیماری کی دوا ہے تو شیطان کی دوا ضرور ہے۔ گیارہواں فائدہ: شیطان دشمن ہے اس سے دور رہو تو اللہ کے مقبول بندے دوست ہیں ان سے قریب رہو انما ولیکم اللہ ورسولہ والذین امنوا بارہواں فائدہ: موزی دشمن یعنی شیطان ہر دم ہمارے پاس ہمارے ساتھ ہے لہذا اللہ کے مقبول بندے بھی ہمارے ساتھ ہمارے پاس ہیں کیونکہ مرض کی جگہ دوا چاہئے رب نے فرمایا النبی ولی بالمومنین من انفسہم یہ فائدہ لا یفتنکم الشیطان الخ سے حاصل ہوا جہاں چالیس متقی مسلمان ہوں وہاں کوئی ولی ضرور ہوتا ہے۔

پہلا اعتراض : شیطان تو ہر مومن کا دشمن ہے خواہ انسان ہو یا جن پھر یہاں صرف انسان سے یہ خطاب کیوں فرمایا گیا کہ ارشاد ہوا یا بنی آدم۔ جواب: اس اعتراض کے بہت جواب ہیں جن میں سے آسان اور قوی جواب یہ ہے کہ ثواب کے لئے جنت کی عطا صرف مومن انسانوں کو ہے اس مردود کی کوشش یہ ہے کہ انسانوں کو جنت سے روکا جاوے انہیں نہ جانے دیا جاوے۔ اس کی یہ دشمنی صرف انسانوں کے لئے ہے مومن جنات کے لئے جنت نہیں اور فرشتوں کے لئے جنت کا ثواب نہیں جو فرشتے وہاں ہیں وہ مومن انسانوں کی خدمت کے لئے ہیں جیسے حور و غلمان۔ دوسرا اعتراض: یہاں بنی آدم کیوں فرمایا گیا انسان کیوں نہ کہا گیا۔ جواب: تاکہ شیطان کی دشمنی کی وجہ بھی بیان ہو جاوے کہ اس کی دشمنی تم سے اس لئے ہے کہ تم آدم علیہ السلام کی اولاد ہو اور وہ مردود آدم علیہ السلام کی وجہ سے جنت سے نکالا گیا لہذا وہ تمہارا دوست کبھی نہیں ہو سکتا تمہارا اولاد

آدم ہونا اس کی دشمنی کی وجہ ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں تین کاموں کا فاعل شیطان کو قرار دیا گیا۔ حضرت آدم و حوا کو جنت سے باہر کرنا۔ ان کے لباس اتارنا۔ ان کے ستر انہیں دکھانا۔ حالانکہ یہ تینوں کام اللہ تعالیٰ کے ہیں، اس مردود نے تو صرف گندم کھلایا تھا۔ جواب: یہاں ان فعلوں کی نسبت سب کی طرف ہے شیطان ان سب کاموں کا سبب بنائے اس میں بارگاہ الہی کا ادب سکھایا گیا ہے کہ تکالیف و مصائب کو رب کی طرف نسبت حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا **وَإِذَا مَرَضْتَ لَهْوَ شَفِيعٍ** جب میں بیمار ہوتا ہوں تو رب مجھے شفاعت ہے حالانکہ بیماری بھی رب تعالیٰ کے حکم سے ہی آتی ہے۔ چوتھا اعتراض: ابلیس اور اس کی ذریت کو رب تعالیٰ نے اتنی قوت کیوں دی کہ وہ لوگ بیک وقت سارے انسانوں کو دیکھتے ہیں ان کے ارادوں و خطرات سے خبردار ہیں یہ تو بڑا ظلم ہے نعوذ باللہ (آریہ)۔ جواب: وہ رب کریم کبھی کسی پر ظلم نہیں کرتا اس نے جہاں اتنا قوی ابلیس پیدا کیا ہے تو اس سے بڑھ کر قوت والے انبیاء اولیاء پیدا فرمائے جو شیطان کا توڑ ہیں اور اس سے زیادہ طاقت والے ہیں اگر اس رحیم نے نہایت تیز دھوپ پیدا فرمائی ہے تو اس کے توڑ کے لئے تیز بارش بھی پیدا کی ہے اگر اس نے سخت بھوک پیاس اور بیماریاں پیدا کی ہیں تو ان کے توڑ کے لئے غذائیں پانی شربت لور و دوائیں بھی پیدا فرمائیں اس جوڑ توڑ سے دنیا کا نظام قائم ہے۔ پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ تم ابلیس اور اس کی ذریت کو نہیں دیکھتے حالانکہ بہت انسانوں نے انہیں دیکھا ہے اسے قید بھی کر دیا ہے پھر یہ فرمان کیونکر درست ہوا؟ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ابھی تفسیر میں گزر گئے کہ بعض انسان شیاطین کو کتے بلے یا انسانوں کی شکل میں دیکھتے ہیں جب وہ مردود اپنی اصلی شکل میں ہوں تو نظر نہیں آتے یا یہ ذکر ہے عام انسانوں اور عام حالات کا کہ ہر آدمی انہیں ہر وقت نہیں دیکھتا وہ ہر آدمی کو ہر وقت دیکھتے ہیں۔ چھٹا اعتراض: یہاں فرمایا گیا کہ شیطان کفار انسانوں کے دوست ہیں مگر دوسری جگہ ارشاد ہے کہ شیطان ہر انسان کا کھلا دشمن ہے مومن ہو یا کافر۔ **إِنَّ الشَّيْطَانَ لِلْإِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِينٌ** دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: اگر یہاں اولیاء معنی مددگار ہو تب تو کوئی اعتراض پڑتا ہی نہیں کہ شیطان انسانوں کی مدد کرتا ہے کفر و گناہ کرنے پر اور اگر معنی دوست ہے تو یہاں ظاہر کا بیان ہے اور ان آیات میں حقیقت کا ذکر ہے یعنی شیطان کفار کا بظاہر دوست ہے ان کے پاس دوستی کے لباس میں آتا ہے اور حقیقت میں وہ ان کا دشمن ہے لہذا دونوں آیتیں اپنی جگہ درست ہیں۔ ساتواں اعتراض: رب تعالیٰ نے گمراہ کرنے والے شیطان کو عمر دراز عطا فرمادی مگر کسی ہادی نبی ولی کو اتنی عمر نہ دی یہ تو انصاف کے خلاف ہے کہ بیماری کو موت نہیں اور علاج کو موت دیدی۔ جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ رب جانتا ہے کہ مقبولوں کی وفات کے بعد ان کے فیوض ختم نہیں ہوتے بلکہ اور زیادہ ہو جاتے ہیں پھر انہیں دنیا کی تکالیف میں زیادہ کیوں رکھا جلائے ابلیس اگر مرجاتا تو اس کے تصرفات وغیرہ سب ختم ہو جاتے مقصود یہ تھا کہ اس مردود کی گمراہ گری باقی رہے تاکہ مسلمانوں کو ان کے اعمال کے ثواب ملتے رہیں۔ اور شیطان باقی اور اللہ والوں کے فیضان غیر فانی رب تعالیٰ کے کاموں میں محنتیں ہوتی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : انسان کو رب تعالیٰ نے دو قسم کے لباس عطا فرمائے ہیں۔ جسمانی لباس جو سوت یا اون یا ریشم وغیرہ سے تیار ہوتا ہے دوسرے جتنی دلی لباس ایمان تقویٰ خوف خدا عشق پاک مصطفیٰ کا لباس جو کارخانہ قدرت میں اطاعت، میلان قلبی وغیرہ سے تیار ہوتا ہے۔ شیطان ایک بار حضرت آدم سے جسمانی لباس اتار چکا مگر ان کی اولاد سے دلی لباس اتار دینے ان کے دل کو ذوق، خوف، شوق، اطاعت سوز و گداز کے لباس سے نکال کر دینے کی فکر میں ہمیشہ لگا رہتا ہے اس لئے یہاں فرمایا گیا کہ لوگو تم یہ

مت سمجھنا کہ لباس اتارنے کا واقعہ ایک بار ہو چکا، نہیں اس کا یہ کام ہمیشہ جاری ہے ذرا ہوش کرنا صوفیاء فرماتے ہیں کہ شیطان ایسا قوی دشمن ہے کہ وہ ہم کو دکھاتا ہے ہم اس کو نہیں دیکھتے تو ایسی ذات کی پناہ لو جو شیطان کو دیکھے شیطان اسے نہ دیکھے یعنی اللہ تعالیٰ اس کی پناہ کے بغیر اس موذی سے نہیں مل سکتی اس لئے ارشاد ہوا **فَاَسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** ہم کہتے ہیں **اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم** اور اللہ کی پناہ یہ ہے کہ اس کے بنائے ہوئے قلعوں کی حفاظت میں ہم آجائیں حضرات انبیاء و اولیاء کے آستانہ اللہ تعالیٰ کے قائم کردہ محفوظ قلعہ ہیں رب فرماتا ہے۔ **وَكُونُوا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ** شیطان چند آدمیوں کا بہت گہرا دوست ہے کفار، ظالم، حاکم، غنی، متکبر، تاجر، خائن، شرابی، فسادی، ریاکار، مال تیم کھانے والا، سود خوار مانع زکوٰۃ، دنیا میں بڑی لمبی امیدیں باندھنے والا اور اس مردود کو چند شخصوں سے بہت ڈر لگتا ہے۔ عادل، حاکم، غنی تو اضع و عجز والا، سچا تاجر، خشوع خضوع والا عالم، خیر خواہ مومن، ہمیشہ توبہ کرنے والا، حرام سے بچنے والا، نخی مومن، اچھے اخلاق والا، لوگوں کو نفع دینے والا، ہمیشہ پاک صاف رہنے والا، حامل قرآن، تہجد گزار۔ دیکھو تفسیر روح البیان یہی مقام۔ لہذا کوشش کرو کہ شیطان کے دوستوں میں سے نہ بنو اس کے دشمنوں میں سے رہو اس لئے یہاں لایو منون ارشاد ہوا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے ہو واجب لطیف ہو تو نظر نہیں آتی مگر جب اس کے ساتھ غبار ہو تو بالواسطہ دیکھ لی جاتی ہے یونہی شیطان جب اپنی شکل میں ہو تو ہم کو نظر نہیں آتا۔ مگر جب حیوانی یا انسانی شکل میں ہو تو نظر آ جاتا ہے کبھی وہ انسان میں اس طرح سرایت کر لیتا ہے کہ انسان کو دیوانہ کر دیتا ہے جب اسے پکڑ کر مارا جاوے تو شیطان کو چوٹ لگتی ہے اس آدمی کو کچھ محسوس نہیں ہوتا اس میں یہ بھی طاقت ہے کہ انسان کے جسم میں سرایت کرے (روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے شیاطین کفار کے دوست مددگار اور قریب ہیں یونہی ان کے مقابل مومنین صالحین کے دوست ان کے مددگار ان سے قریب، حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خدام حضرات اولیاء و علماء۔ گناہ کرو شیطان خوش ہو گا۔ نیکی کرو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خدام خوش ہوں گے۔ اگر تم کفار سے قریب ہو گئے تو شیطان سے قریب ہو جاؤ گے اور اگر اولیاء نبیوں سے قریب ہو گئے۔ تو اللہ سے قریب ہو جاؤ گے فن و حمتہ اللہ قریب من المحسنین اور فرماتا ہے **وَمَا ارْسَلْنَاكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ** مولانا فرماتے ہیں۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا اوشیند در حضور اولیاء

وَ اِذَا فَعَلُوْا فَاجِحَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَیْهَا اٰبَاءَنَا وَ اللّٰهُ اَفْرَا بِهَا قُلْ اِنْ

اور جب کرتے ہیں وہ فحش کام تو بولتے ہیں کہ پایا ہم نے او پر اس کے باپ دادا کو اپنے اور خدا نے حکم دیا اور جب کوئی بے حیائی کرے تو کہتے ہیں ہم نے اس پر اپنے باپ دادا کو پایا اور اللہ نے ہمیں اس کا حکم

اللّٰهُ لَا یَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ اَتَقُوْلُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾

ہم کہ اس کا فرما دے کہ بے شک اللہ نہیں حکم دیتا فحش کا کیا کہتے جو تم او پر اللہ کے وہ جو نہیں جانتے ہو تم دیا تم فرماؤ بے شک اللہ بے حیائی کا حکم نہیں دیتا کیا اللہ پر وہ بات لگاتے ہو جس کی تمہیں خبر نہیں

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں شیطان کے اس فریب کا ذکر تھا جو اس نے آدم علیہ السلام کے ساتھ کیا اب ابلیس کے اس فریب کا ذکر ہے جو برابر وہ اولاد آدم کو دے رہا ہے گویا اس کے ایک فریب کے بعد دوسرے فریب کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں شیطان کے اس فریب کا ذکر تھا جس میں عقل انسانی دھوکہ کھا سکتی ہے یعنی گندم کھا لینا اب اس کے ایسے فریب کا ذکر ہے جو عقل انسانی کے بھی خلاف ہے یعنی شرک کفر ننگے طواف کرنا وغیرہ گویا معمولی فریب کے بعد اس کے بدترین فریب کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں انسانوں کو تنبیہ کی گئی تھی کہ شیطان سے غافل نہ رہنا یہ ہر وقت تمہاری فکر میں ہے اب فرمایا جا رہا ہے کہ انسان اس کے فریب میں آگیا اور ایسی حرکتیں کرنے لگا جو جانور بھی نہ کریں۔

تفسیر : واذا فعلوا الفاحشہ یہ عبارت نیا جملہ ہے اس لئے واو ابتداء ہے ازا طرف دوام کے لئے ہے معنی جب، کبھی فعلوا کا فاعل کفار مکہ ہیں جو بدترین گناہوں کو بہترین عبارت سمجھتے تھے۔ فاحشہ اور فحش شے معنی حد سے بڑھ جاننا فاحشہ سے مراد وہ گناہ ہیں جو برائی میں سے بڑھے ہوں اس سے مراد یا تو ان کفار کی بد عقیدہ گیلیں ہیں شرک کفر وغیرہ تو فعلوا سے مراد ہے اختیار کرنا یا اس سے مراد ہے بحیرہ سائبہ جانور مقرر کرنا یا غیر خدا کے نام پر جانور ذبح کرنا یا ایک دم ننگے طواف کرنا مردوں عورتوں کا ننگے غلط طوطا ہونا۔ بہتر یہ ہے کہ اس سے سارے گناہ کبیرہ مراد ہوں اعتقادی گناہ ہوں یا عملی ان کی عیبات ہوں یا عبادات۔ یہ تفسیر بہت جامع ہے۔ قالوا وجدنا علیہا اہاءنا کفار کا یہ قول مومنین صالحین کے جواب میں ہے یعنی جب مسلمان انہیں ان جرموں پر ملامت کرتے عار دلاتے ہیں تو ان تمام کے متعلق وہ کہتے ہیں کہ یہ کام بہت اچھے ہیں ان کی اچھائی پر وہ دلیلیں پیش کرتے ہیں ایک یہ کہ صدیوں سے ہمارے باپ دلوے یہی کام کرتے چلے آئے ہیں۔ حالانکہ وہ لوگ عاقل سمجھدار بڑے دنیا دار تھے ان کا اس پر کار بند رہنا اس کی علامت ہے کہ یہ کام اچھے ہیں اگر برے ہوتے تو وہ لوگ نہ کرتے ان کی یہ دلیل بہت ہی غلط تھی کیونکہ ہر چیز کا معیار علیحدہ ہے آنکھ سے اچھے برے رنگ جانو، ناک سے اچھی بری بو معلوم کرو، گلن سے اچھی بری آوازیں محسوس کرو، زبان سے اچھے برے محسوس کرو، جو آنکھ سے مزے چکھنا چاہے وہ پاگل ہے یونہی اچھی بری چیزیں محسوس کرنے کے لئے کفار معیار نہیں اس کا معیار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پاک ہے اور مومنین صالحین کا عمل جیسا کہ ہم اعتراض و جواب میں عرض کریں گے اس لئے اس کا جواب رب نے نہ دیا دوسرا عذر یہ کرتے ہیں کہ واللہ امرنا بہا اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ ہمارے باپ دلوں کو اللہ نے ان کاموں کا حکم دیا تھا وہ لوگ خدا تعالیٰ کے حکم سے یہ سب کچھ کرتے تھے تو امرنا سے مراد ہے امرنا ہا، نا۔ دوسرے یہ کہ خود ہم کو رب تعالیٰ نے حکم دیا کہ ہم یہ کام کیا کریں ہم حکم الہی سے بت پرستی، ننگے طواف وغیرہ حرکتیں کرتے ہیں یہ ان کی بالکل دھاندلی تھی وہ یہ نہیں بتا سکتے تھے کہ رب کا حکم ہم تک کیسے پہنچایا ہمارے باپ دلوں کو کیسے معلوم ہوا کہ وہ حکم الہی ہے۔ خیال رہے کہ ان کا پہلا بہانہ تو جواب دینے کے قابل تھالی نہیں کیونکہ عیالات اور کار ثواب کے لئے صرف عقلی دلائل یا باپ دلوں کا قول کافی نہیں عیالات کا تعلق آخرت سے ہے کسی کی عقل یا کفار کی جماعت کا قول فعل انہیں ثابت نہیں کر سکتا۔ دوسرا بہانہ قاتل جواب کے ہے اس لئے ارشاد ہوا۔ قل ان اللہ لا یامر بالفحشاء۔ ظاہر یہ ہے کہ قل میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چونکہ ان کفار

نے رب تعالیٰ پر بہتان باندھا کہ اس نے ہم کو نقش و بدکاریوں کا حکم دیا ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم رب تعالیٰ کے گواہ ہیں انا اور ملناک شاہنا اس لئے ارشاد ہوا کہ اے محبوب چونکہ انہوں نے میری ذات کریم پر حملہ کیا ہے لہذا انہیں تم جواب دو روئے خن انہیں مذکورین کفار کی طرف ہے۔ یعنی ان لوگوں سے یہ کہہ دو کہ تم اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو وہ حکیم ہے اور حکیم کبھی بری باتوں کا حکم نہیں دیتا اس کے احکام حکمت پر مبنی ہوتے ہیں یہ نقش باتیں حکمت سے دور کا تعلق بھی نہیں رکھتیں۔ اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ فاعل کی شان سے فعل کی نسبت ہوتی ہے اگر کوئی کہے کہ حضور خواجہ اجیری نے سود لینے کا حکم دیا ہے کوئی نہ مانے گا کیونکہ خواجہ صاحب تقدس بزرگی میں مانے ہوئے ہیں یا کوئی کہے کہ حضور داتا صاحب نے رشوت کا حکم دیا ہے ہرگز نہ مانا جلاوے گا کیونکہ داتا صاحب یہ کہہ سکتے ہی نہیں یونہی رب تعالیٰ کا عظیم خیر حکیم ہونا جانا پچانا ہوا ہے، حکیم ایسے برے حکم کیسے دے سکتا ہے اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا ہے کہ میں رب کی ذات و صفات کا جاننے والا ہوں کہ لاکھوں سال میں نے اکیلے اس کی عبادت کی ہے میں جانتا ہوں کہ وہ ایسے حکم نہیں دے سکتا۔ اس کی دلیل یوں ارشاد فرمائی ا تقولون علی اللہ ما لا تعلمون اس فرمان علی میں یہ سوال تعجب کے اظہار کیلئے ہے جب قول کے بعد علی آئے تو اس کا مطلب ہوتا ہے اس پر جھوٹ باندھنا کہ اس نے نہ کہا ہو اور یہ کہہ دے کہ فلاں نے یہ کہا ہے گویا دو ہر ا جھوٹ بولے کلام بھی جھوٹا ہو اور نسبت بھی جھوٹی غلط اس لئے اس کی سزا بھی ڈبل ہے۔ ما سے مراد وہ عقائد و نقش گناہ ہیں جنہیں وہ رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے تھے اس فرمان علی کا مقصد یہ ہے کہ تم نے یہ کہاں سے معلوم کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو یہ حکم دیا ہے کہ برہم راستہ تم سے رب تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے یا کسی نبی رسول کی معرفت یہ حکم بھیجا ہے یہ دونوں باتیں تو غلط ہیں کیونکہ تم سے رب نے کلام فرمایا نہیں اور تم تک کسی نبی کی تعلیم پہنچتی نہیں بلکہ تم نبوت کے قائل ہی نہیں۔ پھر تم کو یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں تم بڑے چھوٹے اور خدا تعالیٰ پر افتراء کرنے والے ہو۔ خیال رہے کہ رب تعالیٰ حضرت جبرئیل سے کلام فرماتا ہے اور جناب جبریل حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے اس طرح ہم تک کلام و پیام ربانی پہنچتا ہے مگر ہم تو بہر حال نبی کے بالکل حاکم و جہتمند ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر وسیلہ ہم تک رب کا فرمان پیغام فیضان نہیں پہنچتا۔ مگر نبی جناب جبریل کے حاکم و جہتمند نہیں ان کی وحی کی چار صورتیں ہیں بذریعہ جبریل جو آئے وہ وحی عرش پر معراج میں جا کر بلا واسطہ رب سے کلام ہو وہ وحی ثم دنی فتلی فکان قاب قوسین او اخفی لا وحی الی عبدہ ما وحی نبی کی خواب وحی انی اری فی المقام انی افہمک سے ساختہ زبان پاک پر جو جاری ہو وحی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا الا الا فہو یعنی افہو حرم میں کٹ لیا کرو اگر ہم ہیں کہہ دیتے تو ہر سال حج فرض ہو جاتا۔ نبوت بذریعہ ہے عبدیت کے الوہیت سے فیض لینے کا وحی کا ٹیل فون انہیں کے کان پر ہے لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے نبی کا کان عرشی ہوتا ہے زبان فرشی۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ ابلیس اور اس کی انسان دشمنی کے متعلق بہت کچھ ملاحظہ فرما چکے اب نوان انسانوں کا حال بھی ملاحظہ کیجئے جو اس کے ہمارے میں آگئے کہ کفار مکہ نے گندے عقیدے نہایت گھنوںے کلام اختیار کر رکھے ہیں جیسے شراب خوری زندہ بچپوں کو دفن کرنا حج کے زمانہ میں گھروں میں پیچھے سے آنا اور کعبہ معظمہ کا ننگے بدن طواف کرنا کہ عورتیں مرد سارے کے سارے یکدم ننگے طواف کر لیں جب کوئی ان سے کہتا ہے کہ تم کیا غضب کرتے ہو تمہیں شرم نہیں آتی تو نہایت دیدہ دلیری سے کہتے ہیں کہ ہمارے یہ کلام بہت اچھے ہیں ان کی اچھائی کی ہمارے پاس دو دلیلیں ہیں ایک یہ کہ

صدیوں سے ہمارے باپ دادا یہ کام کرتے چلے آئے ہیں وہ لوگ بہت عقلمند اور نیک لوگ تھے دو سرے یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ان کاموں کا حکم دیا ہے وہ ہمارے ان کاموں سے راضی ہے ہم کو ان پر ثواب ملے گا ان کی پہلی دلیل تو ظاہر ظہور غلط ہے اگر دنیا بھر کے لوگ کسی برے کام پر متفق ہو جاویں تو وہ اچھا نہیں بن جاتا۔ رہی ان کی دوسری دلیل اس کے متعلق فرمادو کہ تم جھوٹے ہو اللہ تعالیٰ علیم ہے خیر ہے حکیم ہے علم و حکمت والا رب کبھی ایسے گندے فحش کاموں کا حکم نہیں دیتا اور اے بے وقوف تم جو کہتے ہو کہ ہم کو اللہ نے اس کا حکم دیا ہے تمہارے پاس اس کا کیا ثبوت ہے کیا براہ راست تم سے رب نے یہ کہا ہے یا کسی نبی اور آسمانی کتب کے ذریعہ تم کو یہ حکم پہنچا ہے ظاہر ہے کہ ان دونوں باتوں میں سے کچھ بھی نہیں تم سے رب کلام نہیں فرماتا تم کسی نبی کو مانتے نہیں نہ کسی رسول کی شریعت کے تم پیرو کار ہو پھر تمہیں رب کا یہ حکم کیسے پہنچا ہو تو فوان حرکت سے باز آؤ اللہ کے نیک بندے بنو۔ خیال رہے کہ قدرت نے مختلف چیزوں کی برائی بھلائی معلوم کرنے کے لئے مختلف معیار بنائے ہیں آنکھ سے برے بھلے رنگ ناک سے بھی بھلی بوزبان سے میٹھے کڑوے مزے کلن سے بری بھلی آوازیں معلوم کی جاتی ہیں جو کوئی کسی چیز کا مزہ معلوم کرنے کے لئے اسے آنکھ میں ڈالے وہ دیوانہ ہے ایسے ہی دنیاوی برائی بھلائی معلوم کرنے کے لئے لوگوں کا قول، کلن کا تجربہ معیار ہے، بنفشہ کا دافع زکام ہونا، سقمونیا کا دست آور ہونا میسوں کے تجربہ سے ثابت ہو سکتا ہے مگر کسی چیز کا عیلت یا رب تعالیٰ کی خوشنودی ناراضی کا ذریعہ ہونا اس کا معیار صرف نبی کا فرمان ہے اس کے لئے باپ دادا کا قول کافی نہیں۔ اسی قاعدے سے اس آیت میں گفتگو کی گئی ہے کہ نبوت ہی معیار حقانیت یا بطلان ہے تم نے بغیر نبی کے فرمان یہ بات کیسے کہہ دی۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: عقل انسانی اچھے برے کاموں کی پہچان میں کافی نہیں اس کو ہر وقت نبوت کی روشنی کی ضرورت ہے۔ دیکھو عرب کے لل عقل جب نور نبوت سے محروم ہو گئے تھے تو بے حیائیوں بد کاریوں کو عیلات سمجھنے لگے تھے یہ فائدہ قالوا وجدنا الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی قوم کی اصلاح فرمائی۔ جن کی اصلاح انسانی طاقت سے باہر ہے کیونکہ جو گناہ قومی رسم بلکہ عیلت بن چکا ہے اسے انسان بہت مشکل سے چھوڑتا ہے یہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اللہ تعالیٰ نے مکمل بخشاکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے صدیوں کا میل دلوں سے دھویا۔

سب چمک والے اجلوں میں چمکائے اندھے شیشوں میں چمکا ہمارا نبی

یہی سیاہ دل تو اندھے شیشے تھے جن میں حضور چمکے بلکہ انہیں چمکادیا (صلی اللہ علیہ وسلم)۔ یہ فائدہ بھی وجدنا علیہا الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جاہل و بدکار باپ داداؤں کی تقلید خصوصاً "شرعی احکام کے مقابلہ میں کفار کا کام ہے تمام جہان ایک کام کو اچھا کہے نبی اسے برا کہیں تو وہ سب جھوٹے ہیں نبی سچے ہیں ان کا فرمان برحق ہے۔ چوتھا فائدہ: جھوٹ بولنا ایک گناہ ہے مگر اسے اللہ رسول کی طرف نسبت کر دینا بہت سے گناہوں کا مجموعہ ہے۔ یہ فائدہ اتقولون علی اللہ الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: بغیر نبی کے واسطے کہ اللہ تعالیٰ کے فرمان و احکام کسی تک نہیں پہنچ سکتے خالق اور مخلوق کے درمیان صرف نبی ہی وہ واسطہ کبریٰ اور وسیلہ عظمیٰ ہیں جن کی معرفت رب تعالیٰ مخلوق سے کلام فرماتا ہے۔ یہ فائدہ بھی اتقولون علی اللہ الخ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: ضدی انسان کو ہدایت ملنا مشکل ہے جو اپنی برائیوں کو اچھائی سمجھے اور

اے اللہ رسول کی طرف نسبت کر دے جب بیمار اپنی بیماری کو صحت سمجھے تو اس کا علاج کون کرے۔

پہلا اعتراض : فاحشہ اور معصیت میں کیا فرق ہے یہاں فاحشہ کیوں ارشاد ہوا۔ معصیت یعنی گناہ کیوں نہیں کہا گیا۔
 جواب : معصیت یعنی گناہ عام ہے ہر چھوٹے بڑے گناہ کو معصیت کہتے ہیں مگر فاحشہ یا تو وہ گناہ ہے جسے عقل انسانی بھی برا سمجھے جیسے زنا، باپ کی نافرمانی، عورتوں مردوں کا برہنہ خلط ملط یہاں کفار کے ایسے ہی گناہوں کا ذکر ہے یا فاحشہ ہر بڑا گناہ یعنی گناہ کبیرہ۔ دوسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ تقلید بری چیز ہے صرف قرآن و حدیث پر عمل چاہئے بزرگوں یا باپ دلوؤں کی تقلید کرنا کفار مکہ کا طہ ہے۔ دیکھو فرمایا گیا وجعلنا علیہا اہاءنا الخ اس سے موجودہ خفی شافعی لوگ عبرت پکڑیں (غیر مقلد)۔ جواب : اس اعتراض کے تفصیلی جوابات ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول و دوم میں ملاحظہ کرو یہاں اتنا سمجھ لو کہ قرآن و حدیث کے مقلد جلیل باپ دلوؤں کی اندھی تقلید بے دینی ہے کفار مکہ اس بیماری میں گرفتار تھے اس کا یہاں ذکر ہے مگر قرآن و حدیث پر عمل کرنے کے لئے کسی امام کی روشنی میں قرآن و حدیث سمجھنا بالکل حق ہے یوں سمجھو کہ کافر جلیل باپ دلوؤں کی پیروی حرام ہے متقی پرہیزگار صالحین کی پیروی اچھی چیز ہے اس کے لئے یہ آیت پڑھو۔ صراط اللین انعمت علیہم یا یہ پڑھو یا ایہا الذین امنوا اتقوا اللہ وكونوا مع الصادقین اچھوں کے ساتھ رہو اچھوں کے راستے ان کے نقش قدم پر چلو شرعی تقلید اچھوں کا ہی راستہ ہے قریباً سارے محدثین فقہاء صالحین لولاء اللہ مقلد ہی گزرے۔ تقلید شرعی ہی مقبولوں کا راستہ ہے اس پر چلو قرآن مجید کو حدیث کی روشنی میں دیکھو اور سمجھو حدیث شریف کو امام مجتہد کی روشنی میں سمجھو۔ قرآن و حدیث سمندر ہیں اسے کسی امام کے جواز کے ذریعے طے کرو۔ تیسرا اعتراض : جب اللہ تعالیٰ بغیر واسطہ پیغمبر کسی سے کلام فرماتا ہے تو ائمہ مجتہدین اپنے قیاس سے مسائل کیوں نکالتے ہیں کیا خدا تعالیٰ ان سے کلام کرتا ہے اتقولون علی اللہ ما لا تعلمون۔ جواب : قیاس مجتہد سے جو مسئلہ حاصل ہو وہ درحقیقت قرآن و حدیث سے ہی حاصل ہوتا ہے قیاس کی حقیقت یہ ہے کہ منصوص حکم کو کسی علت مشترکہ کی وجہ سے غیر منصوص میں جاری کرو یا جلوے، حکم قرآن و حدیث کلی ہوتا ہے اسے یہاں جاری کرنے والا قیاس مجتہد ہوتا ہے حکم منصوص ہے اور دیئے ہوئے حکم کو جاری کرنا کچھ اور بات دیکھو گندم اور جو میں سود کا حرام ہونا حدیث شریف میں مذکور ہے مگر چاول باجرے جواریں سود کا حرام ہونا مجتہد فقیہ قول سے ہم کو معلوم ہوا ان مذکورہ چیزوں میں سود کی حرمت فقیہ کا حکم نہیں، حکم اللہ رسول ہی کا ہے اسے جاری کیا ہے امام مجتہد نے۔ اگر ہم سرکاری حکم سے سرکاری تار سے ایک تار اپنے گھر میں لا کر بجلی کی روشنی اپنے گھر میں حاصل کریں تو مجرم نہیں۔ پاور حکومت کا ہے یہ تار ہمارا ہے جو ہم تک وہ پاور پہنچاتا ہے۔ رب فرماتا ہے فاعتبروا ہا اولی الابصار۔ غرض کہ اس آیت کو تقلید امام سے کوئی تعلق نہیں کفار کی آیات مسلمانوں بزرگوں پر چسپاں نہ کرو۔ چوتھا اعتراض : جیسے کفار مکہ اپنے کفریات پر اپنے باپ دلوؤں کا فعل و قول پیش کرتے تھے کہ جو تکہ انہوں نے یہ کام کئے لہذا یہ اچھے ہیں ایسے ہی تم بھی اپنی بدعات پر بزرگوں کے قول و فعل پیش کرتے ہو کہ جو تکہ نیاز فاتحہ عرس مولود بزرگوں نے کئے ہیں لہذا یہ اچھے ہیں یہ سب کفار کی دلیلیں ہیں۔ جواب : کفار کا قول و فعل حقانیت کا معیار نہیں اللہ تعالیٰ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حقانیت کا معیار بنایا جو آپ حکم دیں وہ اچھا ہے جس سے منع فرمادیں وہ برا ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ خود رب نے مومنین و صالحین کو حقانیت کا معیار قرار دیا کہ فرمایا ما اتاکم الرسول فخذواہ

وما نھا کم عنہ فانتھوا اور مومنوں کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما راء المومنون حسنا لھو عند اللہ حسن اور فرمایا انتم شہداء اللہ فی الارض رب نے فرمایا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہداً۔ در مختار نے فرمایا مستحب وہ ہے جسے سلف صالحین اچھا سمجھیں یہ فرق یاد رہے۔

تفسیر صوفیانہ : طلب دنیا، محبت دنیا، جمع دنیا کی حرص و ہوس یہ ہے اہل طرقت کے نزدیک فاحشہ۔ یعنی بڑے سے بڑا گناہ کیونکہ جب دنیا ہر شرکی جڑ ہے فرمایا جارہا ہے کہ طالبین دنیا اور اہل غفلت شیاطین کے چکر میں ہیں جب کوئی طالب مولیٰ طالب آخرت سمجھتا ہے کہ اس فاحشہ سے باز آ جاؤ تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا یہ سب کچھ کرتے چلے آئے ہیں۔ دیکھو فلاں راجہ ہمارا بے لین لارڈ کیسے آرام میں ہیں اللہ رسول نے بھی ہم کو طلب دنیا کا حکم قرآن و حدیث میں دیا ہے آپ ان سے فرما دو کہ تمہارا طلب دنیا غفلت، نفسانی خواہش رب سے دوری کے لئے ہے رب تعالیٰ ان باتوں کا حکم نہیں دیتا جس طلب کا اس نے حکم دیا ہے وہ دنیا ہے جو ذریعہ بنے آخرت حاصل کرنے کا تم اللہ تعالیٰ پر جھوٹ کیوں باندھتے ہو یہ سب کچھ شیطانی فریب ہے۔ مولانا فرماتے ہیں۔

ایں جہاں جینہ است و مردار و حیض ہر چنیں مردار چو باشم حریص!
جس جانور کو ذبح کر کے اللہ کے نام پر اس کا خون نکال دیا جاوے وہ حلال ہے اور مردار جانور حرام مومن کی دنیا۔ ذبیحہ جانور ہے تمہاری دنیا مراد جانور (از روح البیان) اس لئے کافر کی دنیا فحشاء ہے مومن کی دنیا رب کی رضا ہے۔

قُلْ اَمْرٌ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ وَاَقِمْ وُجُوْہَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ

آپ فرمادے کہ حکم دیا رب نے میرے عمل کا اور قائم کرو چہرے اپنے نزدیک ہر مسجد کے اور پوچھو اس کو خالص کرتے تم فرماؤ میرے رب نے انصاف کا حکم دیا ہے اور اپنے منہ سپیدھے کرو ہر نماز کے وقت اور اس کی عبادت کرو

فَخُلِّصِیْنَ لَہُ الدِّیْنِ ذَکُمَا بَدَا کُمُ تَعُوْدُوْنَ ﴿۲۹﴾ فَرِیْقًا هَدٰی وَفَرِیْقًا

ہوئے واسطے اس کے دین کو جیسے شروع کیا تم کو لوٹو گئے تم ایک فریق کو ہدایت دی اور ایک فریق

نہرے اس کے بندے ہو کر جیسے اس نے تمہارا آغاز کیا ویسے ہی پلو گئے ایک فرقے کو راہ دکھائی اور ایک فریق

حَقَّ عَلَیْہِمُ الضَّلٰلَۃُ اِنَّہُمْ اتَّخَذُوْا الشَّیْطٰنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَ

لازم ہو گئی اُد پر ان کے گمراہی بے شک انہوں نے بنایا شیطانوں کو دوست مقابل اللہ کے اور گمان کرتے

کہ گمراہی ثابت ہوئی انہوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو والی بنایا اور سمجھتے ہیں کہ

یَحْسِبُوْنَ اَنَّهُمْ قٰہِتُوْنَ

ہیں وہ کہ بے شک وہ ہدایت یافتہ ہیں،

marfat.com

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ان بری باتوں کا ذکر تھا جن کا اللہ نے حکم نہیں دیا بلکہ ان سے ناراض ہے اب ان اعمال کا ذکر ہے جن کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اور جن سے وہ راضی ہے تاکہ بندے پہلی قسم کے کاموں سے بچیں اور دوسری قسم کے کام کریں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں مشرکین کے ان اعمال کا ذکر تھا جن کا ماخذ ان کے جہل باپ داداؤں کی تقلید تھی اب ان اعمال کا ذکر ہے جن کا ماخذ وحی الہی اور نبی کی ذات ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں انتہائی برے اعمال کا ذکر تھا اب انتہائی اچھے اعمال کا ذکر ہے گویا انتہائی ظلمت و تاریکی کے بعد اعلیٰ درجہ کے نور کا تذکرہ ہے۔

تفسیر : قل امر دہی بالقسط ظاہر یہ ہے کہ قل میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ اس مضمون کو قل سے شروع فرمانے کے دو مقصد ہیں۔ ایک یہ کہ پچھلی آیت میں حمد الہی تھی اس سے عیوب کی نفی تھی ان اللہ لا یامر باللفحشاء اور اس آیت میں حمد الہی ہے اس کے لئے صفات ثابت کر کے۔ اور حمد وہی قبول ہے جو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فیضان سے ہو اس لئے دونوں جگہ قل ارشاد ہو۔ دوسرے یہ کہ عدل و انصاف نماز و عارب کی عبادت ہے مگر یہ قبول جب ہوگی جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بتانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ماتحت ہو اس لئے قل فرمانا نہایت موزوں ہے اور روئے سخن انہیں کفار سے ہے جن کا اب تک ذکر ہوا یعنی آپ ان کفار سے فرما دو اور ہو سکتا ہے کہ تاقیامت سارے انسانوں سے اس کا تعلق ہو یعنی تاقیامت سب سے کہہ دو چونکہ رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان سب تک پہنچا دینے کا ذمہ لیا ہوا ہے اس لئے سب سے فرمانا درست ہو اٹیپ ریکارڈ میں بولنے والے کے الفاظ آواز محفوظ رہتی ہے قرآن مجید میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم محفوظ ہے۔ حضرت خلیل نے ایک بار کہہ دیا تھا کہ اللہ کے بند و بیت اللہ کی طرف آؤ آج تک اس کے جواب میں لبیک لبیک کی آوازیں آرہی ہیں۔ امر سے مراد مطلقاً حکم ہے خواہ وجوب کے لئے ہو یا مستحب قرار دینے کے لئے امر کا مفعول پوشیدہ ہے امونی یا امرکم یا امر عبودہ تیسرا احتمال قوی ہے کیونکہ جو چیزیں پہلے مذکور ہیں ان کا حکم سارے ہی بندوں کو ہے اور ہو سکتا ہے کہ امر کا مفعول سارے انبیاء کرام ہوں یعنی انصاف اور نماز وہ حکم ہے جو تمام دینوں میں رہا اس میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام نبیوں کے نام ان کے کام ان کی دعائیں دنیا میں مشہور ہوئیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نور ہیں۔ سب کو چمکانے والے۔ ربی فرما کر یہ بتلایا کہ چونکہ وہ رب ہے اس لئے اس نے جسمانی غذاؤں و دلوں کے ساتھ روحانی غذائیں و دوائیں پیدا فرمائیں یہ قسط نماز و غیرہ روحانی غذائیں ہی تو ہیں اللہ تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی رب ہے اور سب بندوں کا بھی مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلا واسطہ اور ہمارا رب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت۔ جیسے رب نے عالم اجسام سورج سے وابستہ کیا یونہی عالم روحانیات کا سارا نظام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے وابستہ فرمایا خدا سورج و بادل کا رب ہے اور یہاں زمین کا بھی مگر شان ربوبیت میں فرق ہے۔ لسط کے معنی حصہ بھی ہیں اور عدل و انصاف بھی اور درمیانی چیز بھی جس میں زیادتی کمی یعنی افراط و تفریط نہ ہو اس میں لطف یہ ہے کہ اگر یہ مجرباب سے آوے تو معنی ظلم ہوتا ہے یعنی کسی کا حصہ مار لینا رب فرماتا ہے واما القاسطون فکا نوالجہنم خطبا ظالم لوگ دوزخ کا ایندھن ہیں اور جب باب افعال سے ہو تو معنی انصاف ہوتا ہے یعنی حصہ اس کے

قدر حصہ دار کو دینا۔ فرماتا ہے ان اللہ بحسب المقسطین یہاں معنی انصاف و عدل ہے یہ لفظ بہت چیزوں کو شامل ہے عقائد میں عدل و انصاف کرو افراط و تفریط سے بچو۔ عبادات میں عدل کرو۔ معاملات میں عدل کرو بادشاہ ہو تو عدل کرو فقیر ہو تو انصاف کرو اولاد میں قربت داروں میں اپنے نفس کے معاملہ میں عدل کرو۔ ہر حال یہ ایک لفظ ہزار ہا احکام کو شامل ہے شریعت و طریقت کے سارے مسائل اس میں داخل ہیں والہموا وجوہکم عند کل مسجد یہ عبارت معطوف ہے۔ امر پر اس سے پہلے قتل یا امر پوشیدہ ہے یعنی خبر کا خبر بر عطف ہے والہموا بنا ہے الفامند سے معنی سیدھا کرنا جوہ جمع ہے وجہ کی معنی ذات یا چہرہ یہاں معنی چہرہ ہے عند معنی فی ہے اور مجد مصدر میسی ہے معنی سجدہ جس سے مراد ہے نماز یعنی ہر نماز میں اپنا چہرہ کعبہ معظمہ کی طرف سیدھا کرو اس صورت میں یہ حکم فرضیت کے لئے ہے کیونکہ نماز میں کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے یا عند کے معنی ہیں پاس اور مسجد سے مراد یہی مسجد مراد ہے یعنی یہ طرف مکان ہے یا اس سے مراد ہے وقت نماز (طرف زمان) یعنی ہر مسجد میں نماز لو اکر لیا کرو یہ نہ سوچو کہ ہم اپنے محلہ کی مسجد میں ہی نماز پڑھیں گے یا ہر نماز کے وقت سارے کاروبار چھوڑ کر نماز کی طرف متوجہ ہو جایا کرو ہر حال اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں وادعوا مخلصین لدین - یہ تیسرا حکم ہے اور معطوف ہے والہموا پر۔ ادعو بنا ہے دعا کے لغوی معنی ہیں پکارنا بلانا اصطلاحی معنی ہیں عبادت کرنا جیسے صلوات کے لغوی معنی ہیں دعا اصطلاحی معنی ہیں نماز۔ دین کے بہت معنی ہیں جو ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر مالک یوم الدین میں عرض کر چکے ہیں یہاں دین یا معنی فرمانبرداری ہے یا معنی اعتقاد ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو اپنے عقائد کو شرک و کفر سے خالص کر کے مخلص مومن بن کر یا اللہ کی عبادت کرو خالص اس کی فرمانبرداری کرتے ہوئے یا اللہ سے دعا کرو خالص اس کی عبادت کرتے ہوئے اگر اپنی دعائیں قبول کرانی ہیں تو اس کی عبادت اخلاص سے کرو ان شاء اللہ دعائیں قبول ہوں گی یا اس کے معنی یہ ہیں کہ انصاف کرو نمازیں پڑھو دعائیں کرو مگر اللہ کے زے بندے بن کر زے بندے کی پہچان یہ ہے کہ دنیا کی کوئی چیز اسے رب کے دروازے سے ہٹانہ سکے جب بندہ خالص ہو جائے تو اس کے ہر کام ان شاء اللہ خالص ہی ہوں گے اخلاص چاہتے ہو تو خود مخلص ہو غرضیکہ اس جملہ کے بھی کئی معنی ہیں۔ کما ہذا کم تعودون یہ نیا جملہ ہے جس میں رب تعالیٰ کی قدرت اور انسان کی مجبوریوں معذوریوں کا ذکر ہے اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ نے جیسے تمہاری ابتداء فرمائی تھی کہ بعض کو مومن پیدا کیا تھا بعض کو کافر ایسے ہی تم قیامت میں بارگاہ الہی میں لوٹو گے مومن مومن بن کر اور کافر کافر بن کر اس کی تفسیر وہ آیت کریمہ ہے خلقکم لمنکم کافر و مومن نیز اگلی عبارت اس کی تفسیر کر رہی ہے لربقا "ہدی و لربقا الخ" (۲) جیسے پہلے تم نیست تھے پھر اس نے تمہیں ہست کیا ایسے ہی آئندہ تم نیست ہو جاؤ گے یعنی نیستی سے ہی تمہاری ابتدا ہے اور نیستی پر ہی تمہاری انتہاء تم پہلے کچھ نہ تھے نہ کسی کے باپ بھائی تھے نہ حاکم افسر یہاں آکر سب کچھ بنے پھر بعد موت کچھ نہ رہو گے۔ لہذا ان عارضی چیزوں پر پھول کر اپنی اصل کو نہ بھولو۔ (۳) جیسے تم ننھے بے ختنہ پیدا ہوئے ایسے ہی ننھے بے ختنہ قیامت میں اٹھو گے۔ (۴) جیسے تم بے عقل بے علم بے زور پیدا ہوئے تھے ایسے ہی برہمچارے میں ہو جاؤ گے اس کی تفسیر وہ آیت ہے لکھے لا یعلم بعد علم شینا (۵) جس سعادت و شعلت پر تمہاری ابتدا ہوئی ہے اس پر تمہاری انتہاء ہوگی اور میان میں تم کچھ بھی رہو دیکھو شیطان کی ابتداء عبد بخنثی پر تھی تو انتہاء بھی اسی پر ہوئی اگرچہ بیچ میں وہ بڑا عابد و زاہد ہو گیا اور فرعون جلود گروں کی ابتداء عند اللہ سعادت پر ہوئی تھی تو ان کی انتہاء سعادت پر ہوئی اگرچہ وہ لوگ بیچ میں کافر ساحر وغیرہ رہے اس کی تفسیر وہ

حدیث ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روحیں پیدا فرما کر ان پر نور کا چھینٹا مارا جس روح پر بڑا گیلوہ مومن ہو اجواس چھینٹے سے محروم رہلوہ کافر ہوا۔ لہذا ہر شخص کو اللہ سے خوف چاہئے (6) جیسے رب تعالیٰ نے تم کو ابتدا پیدا کیا ایسے ہی تم کو دوبارہ پیدا فرمایا گا تم قیامت کا انکار کیوں کرتے ہو ہر چیز کی ابتداء سے دوبارہ بنانا آسان ہوتا ہے (7) تم پہلے مٹی تھے آئندہ مٹی ہی بنو گے تو درمیانی حالت میں جبکہ تم سب کچھ ہو کچھ کر لو یہ موقعہ پھر نہ ملے گا۔ (8) تمہاری جہاں سے ابتداء ہے وہاں ہی انتہا ہوگی جہاں سے گئے تھے وہاں ہی لوٹ کر آؤ گے۔ یعنی ہمارے پاس سے گئے تھے۔ ہمارے پاس ہی آؤ گے تو اجیالا منہ لے کر گئے تھے کلام نہ لے کر نہ آنا تو کما ہذا کم کی تفسیر ہے یا نیا جملہ ہے اس میں پہلا فرقہ تو منصوب ہے ہدی سے اور دوسرا فرقہ منصوب ہے اصل پوشیدہ سے فریق سے۔ مراد انسان کا ٹولہ ہے۔ ہدایت سے مراد ہے ایمان و نیک اعمال کی ہدایت اور ضلالت سے مراد ہے ان دونوں سے محرومی۔ ہدی اور حق دونوں ماضی ہیں ان میں اس ازلی فیصلہ کی طرف اشارہ ہے۔ ہدایت اور گمراہی کی بہت تفسیریں ہیں جو ہم سورہ فاتحہ میں اھدنا الصراط المستقیم اور ولا الضالین کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں یعنی روز ازل ہی میں یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ نہ سارے انسان مومن ہوں گے نہ سارے کافر۔ ایک جماعت مومن ہوگی دوسری کافر۔ لہذا بعض لوگوں کے کافر رہنے سے غم نہ کرو یہ تو سرکاری فیصلہ ہے۔ ہدایت یافتہ جماعت میں تین قسم کے حضرات ہیں بعض وہ جو صرف ہدایت کسی بندے کے ذریعے لیتے ہیں کسی کو ہدایت دے نہیں سکتے یعنی مہدی ہیں ہادی نہیں جیسے عام مومنین بعض وہ جو کسی بندے سے ہدایت لیتے ہیں کسی کو ہدایت دیتے ہیں یعنی ہادی بھی ہیں مہدی بھی جیسے حضرات انبیاء کرام اور خاص اولیاء اللہ کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت لی خلقت کو ہدایت دی ایک ذات کہ وہ ہے جو کسی بندے سے ہدایت نہیں لیتی بلکہ سب کو ہدایت دیتی ہے وہ ذات پاک مصطفیٰ ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) حضور سورج ہیں دو سرے نبی چاند تارے عام مومنین کو یا زمین لہذا ہدی ان سب کو شامل ہے۔ انہم اتخذوا۔ الشیاطین اولیاء من دون اللہ۔ اس فرمان علی کا منشاء یا تو گمراہوں کی علامت بیان فرماتا ہے کہ جن کی ابتداء گمراہی پر ہو چکی ہے وہ ہمیشہ مومنوں سے نفرت کریں گے کفار سے محبت:

نوریاں مر نوریاں را طالب اند! ناریاں مر ناریاں را جذب اند!!

یابہ بتانا مقصود ہے کہ ہم نے کسی کو جبراً گمراہ نہیں کیا بلکہ یہ لوگ اپنی خوشی و رغبت سے شیاطین کو دوست بنا کر گمراہ ہو گئے شیاطین سے مراد یا تو جنات شیاطین ہیں چونکہ وہ بہت ہیں اور بہت قسم کے ہیں اس لئے جمع ارشاد ہوا یا انسانی شیاطین مراد ہیں بے نورے بے پیرے لوگ۔ اولیاء جمع ہے ولی کی معنی دوست یا مددگار دون معنی مقلد ہے یعنی گمراہوں کی علامت یہ ہے کہ وہ اولیاء اللہ سے رشتہ محبت توڑتے ہیں اور اولیاء من دون اللہ سے محبت جوڑتے ہیں یا ان کے گمراہ ہونے کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اولیاء اللہ سے کٹتے ہیں اور اولیاء من دون اللہ سے جڑتے ہیں۔ محسوبون انہم مہتدون یہ ان کے دوسرے عیب کا بیان ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ ان کے ہدایت پر آنے کی امید نہیں کیوں کہ وہ اپنی اس حرکت کو ہدایت جانتے ہیں اور اپنے کو ہدایت یافتہ سمجھتے ہیں پھر انہیں راہ حق ملے تو کیسے جو بیمار اپنے کو صحت مند سمجھے اور طبیب کے پاس حاضر نہ ہو بلکہ دو الور پر ہیز سے جی چڑائے وہ شفا کیسے پائے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: ہر شخص پر عدل و انصاف کرنا فرض ہے خواہ مومن ہو یا کافر یہ فائدہ امر وی بالقسط سے حاصل ہوا اچھے عقیدے اچھی عبادت اچھے معاملات ہر شخص کو اس کا حق

وہ لو انسا ہی قسط میں داخل ہے اسی لئے قرآن مجید میں کفر شرک بلکہ ہر عمل کو ظلم فرمایا گیا ہے ان الشرک لظلم عظیم۔ دوسرا فائدہ: انسان کو چاہئے کہ سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں انصاف کرے یہ انصاف ہزارہاں پہلے تین طرح کے انصاف کرے ایک یہ کہ وہ ہمارا بڑا محسن ہے اس کے احسان شمار سے باہر ہیں اور محسن کی اطاعت کرنا قرین انصاف۔ نوکر آقا کی تحنؤ لے کر کتنا انسانوں کا نکر اٹھا کر اس کی فرمانبرداری کرتا ہے دوسرے یہ کہ رب نے ساری کائنات ہمارے لئے بنائی اس نے اپنے نفع کے لئے کچھ نہ بنایا تو ہم کو بھی چاہئے کہ سارے کام حتیٰ کہ کھانا پینا سونا جانا اللہ کے لئے کریں سنت رسول سمجھ کر کریں۔ تیسرے یہ کہ اگر وہ کبھی کوئی تکلیف بھیجے تو شکایت نہ کریں کہ یہ بے انصافی ہے اس نے ہمیشہ آرام سے رکھا اب بھی سارے اعضا تندرست ہیں صرف ایک عضو میں بیماری ہے تو انصافی ہے کہ ان آراموں کا شکر ذکر نہ کریں ایک تکلیف کی شکایت حکایت کرتے پھریں۔ تیسرا فائدہ: انسان کو چاہئے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معاملہ میں انصاف سے کام لیں وہ ہمیں کبھی نہ بھولے وہ ہماری خاطر راتوں کو غاروں میں روئے انہوں نے ہماری خاطر ہم کو ہدایت دینے کے لئے بستہ کھ اٹھائے بے انصافی ہے کہ ہم انہیں بھول جائیں انہیں ہر وقت یاد رکھنا ان کی فرمانبرداری کرنا ان کی سنتوں پر عمل کرنا ان کے دین کی خدمت کرنا انصاف کا تقاضا ہے۔ یہ فائدہ بھی بالقسط سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: اللہ رسول کے معاملہ میں انصاف کرنے کے بعد انسان پر لازم ہے کہ اپنے ماں باپ کے معاملہ میں انصاف کرے کہ جب وہ بوڑھے ہو کر کم عقل ہو جائیں تم جوان ہو تو خیال کرو کہ کبھی تم بھی ایسے ہی تھے جیسے تم کو بھی انہوں نے پالا تم بھی اب ان کی خدمت کرو کسی سے کبھی ایسا معاملہ یا ایسی بات نہ کرو کہ اگر وہ تم سے یہ کرتا یہ کہتا تو تم کو ناگوار ہوتی نیز یہ خیال رکھو کہ تمہارے اعضاء اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ انہیں اس کی معصیت میں صرف نہ کرو کہ یہ خیانت ہے اور انصاف کے خلاف یہ سب باتیں امر دینی بالقسط میں شامل ہیں۔ پانچواں فائدہ: نماز میں کعبہ کو منہ کرنا فرض ہے۔ یہ فائدہ والہموا وجوہکم الخ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: جماعت کی نماز کے لئے مسجد بہتر ہے نماز کے لئے جماعت کبھی فرض ہے کبھی واجب کبھی مستحب کبھی مکروہ جمعہ عیدین کے لئے جماعت فرض ہے۔ ہجگنہ کے لئے واجب نوافل و تہجد کے لئے اہتمام سے جماعت ممنوع ہے مسجد کی حاضری ان نمازوں کے لئے افضل ہے۔ جن کے لئے جماعت فرض یا واجب ہے (روح البیان)۔

مسئلہ : نماز ہجگنہ یا جماعت اکیلی نماز سے ستائیس گنا زیادہ ثواب والی ہے۔ ساتواں فائدہ: عقائد کی اصلاح عبادات سے پہلے ہے یعنی پہلے سچے مسلمان بنو۔ پھر عبادات کرو بغیر ایمان عبادات بیکار ہیں۔ یہ فائدہ مخلصین لہ الدین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: ہر عمل میں اخلاص ضروری ہے۔ سارے اخلاصوں کی اصل یہ ہے کہ بندہ خود غلط بنے یعنی نرا بندہ بنے۔ یہ فائدہ مخلصین کی آخری تفسیر سے حاصل ہوا بعض چیزیں بعض رشتے تعدد برداشت کر لیتے ہیں مگر بعض چیزیں بعض رشتے تعدد سے وراہ ہیں۔ انسان متعدد کا باپ بھائی دوست خاوند ہو سکتا ہے مگر چند باپوں کا چند ملاؤں کا بیٹا نہیں ہو سکتا۔ ماں باپ ہو ناوہ رشتہ ہے جس میں تعدد کی گنجائش نہیں سر میں بل، جسم کے سارے اعضاء چند ہو سکتے ہیں مگر دل و دماغ ایک ہی ہو گئے۔ درخت کے پتے شاخیں بہت ہو سکتی ہیں مگر جڑ ایک ہی ہوگی یونہی استدلال اور بھائی بر لور بہت ہو سکتے ہیں مگر معبود لور نبی صرف ایک ہی نبی کے امتی۔ نواں فائدہ: سارے انسان نہ تو دینی لحاظ سے برابر ہو سکتے ہیں نہ دنیاوی لحاظ سے جو سب کو برابر کرنے کی کوشش کرے وہ قدرت سے مقابلہ کرتا ہے۔ یہ فائدہ لہذا ہدی الخ سے حاصل ہوا حضور صلی اللہ علیہ

و سلم دنیا بھر میں بڑے ہلوی بڑے سخی ہیں مگر ابو جہل ہدایت پر نہ آیا صدیق و زندیق کا فرق باقی رہا حضرت عثمان غنی رہے حضرت بلال و عمار فقیر یہ حکم نہ دیا کہ فقراء امیروں کو لوٹ لیں زکوٰۃ فطرے کے دینے والا امیر بھی چاہئے لینے والا فقیر بھی۔ دسواں فائدہ: کبھی سارے انسان مومن نہیں ہونگے ان میں کچھ کافر بھی رہیں گے سب کو مسلمان بنانے کی کوشش نہ کرو جتنے بن سکیں بنالو۔ یہ فائدہ فریقا حق علیہم الضلالة سے حاصل ہوا۔ گیارہواں فائدہ: جو اللہ کے ولیوں سے عداوت رکھے اس کے دشمنوں سے محبت کرے اسے ہدایت کبھی نہیں مل سکتی۔ کیونکہ ہدایت کا مرکز تو اللہ کے ولی ہیں یہ فائدہ انہم اتخذوا الشیاطین الخ سے حاصل ہوا۔ بارہواں فائدہ: جہاں کہیں قرآن مجید میں اولیاء من دون اللہ فرمایا گیا ہے وہاں شیاطین و کفار مراد ہیں اس آیت نے ان سب آیات کی تفسیر فرمادی جیسے اولیاء من دون اللہ سے بچنا نفرت کرنا فرض ہے ایسے ہی اولیاء اللہ سے محبت کرنا ان کی اطاعت کرنا ضروری ہے۔ رب فرماتا ہے کونوا مع الصالحین اور فرماتا ہے صراط اللین انعمت علیہم۔ تیرہواں فائدہ: جو بے دین ہو مگر اپنے کو ہدایت پر سمجھے وہ کبھی ہدایت پر نہیں آ سکتا۔ یہ فائدہ ویحسبون انہم مهتدون سے حاصل ہوا۔

مسئلہ: مسلمان کبھی اپنے کو کافر نہ کہے ہاں متقی اپنے کو گنہگار کے اور توبہ کرتا رہے اپنے کفر کا اقرار کفر ہے۔

پہلا اعتراض: لفظ مسجد نصر۔ نصر کا اسم ظرف ہے تو اس کے عین کلمہ یعنی میم کو کسرہ کیوں آیا جس کا مضارع مضموم العین ہو اس کے ظرف کا عین مفتوح ہوتا ہے۔ (صرفی) جواب: اس کا جواب تفسیر روح المعانی نے یہ دیا ہے کہ قاعدے سے مسجد کی جیم کو فتحہ چاہئے اس پر کسرہ آنا خلاف قیاس ہے۔ قرآن مجید قانون صرفی کلابند نہیں مگر فقیر کے نزدیک جواب قوی یہ ہے کہ مسجد معنی سجدہ گاہ جہاں نمازی اپنا سر رکھے اب بھی جیم کے فتحہ سے آتا ہے مگر مسجد معنی پوری عمارت جس میں بیرون مسجد اور اندرون مسجد غسل خانہ پیشاب خانے مینار وغیرہ سب داخل ہوں یہ میم کے کسرہ سے آتا ہے چونکہ یہ لفظ دو معنی میں استعمال ہونے لگا اس لئے جیم کے فتحہ اور جیم کے کسرہ کے ذریعہ اس میں فرق کر دیا گیا جو سجدہ کا ظرف ہے وہ جیم کے فتحہ سے ہی ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ صرف خدا تعالیٰ ہی کو پکارنا چاہئے کسی اور کو پکارنا شرک ہے وہ کھو فرمایا گیا وادعوه مخلصین لا اللین پھر تم نبیوں ولیوں کو کیوں پکارتے ہو۔ جواب: اس اعتراض کے بہت جوابات تفصیل کے ساتھ ہم نے اپنی کتاب جاء الحق حصہ اول میں دیئے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ قرآن مجید کی ان جیسی آیتوں میں دعا سے مراد صرف پکارنا نہیں بلکہ عبادت کرنا پوجنا ہے۔ واقعی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کی عبادت کرنا ہرگز جائز نہیں خالص شرک ہے اگر کسی کو پکارنا شرک ہو تو رب تعالیٰ نے اپنے بندوں کو رسولوں کو بلکہ پہاڑوں کو آسمان کو زمین کو پکارا ہے یا ایہا اللین امنوا۔ یا ایہا الناس۔ یا ایہا النبی وغیرہ نیز ہم کو پکارنے کی اجازت دی بلکہ حکم دیا فرمایا ادعوا ہم لا ہاء ہم حضرات انبیاء کرام نے اپنے خاص دوستوں کو مدد کے لئے پکارا ہے من انصاری الی اللہ بہر حال عبادت غیر خدا کی شرک ہے۔ پکارنا شرک یا ناجائز نہیں۔ تیسرا اعتراض: یہاں ہدایت کے لئے تو ہدی ارشاد ہوا مگر گمراہ کے لئے اضل نہ فرمایا بلکہ وراہ عبادت حق علیہم الضلالة فرمایا اس فرق کی کیا وجہ ہے۔ جواب: اس میں اشارہ فرمایا کہ انسان کی اصل حالت گمراہی ہے ہدایت رب کا فضل ہے اضل اور فضل کا فرق ظاہر فرمانے کے لئے کیوں ارشاد ہوا حق کے معنی ہیں ثابت۔ رہی گمراہی خیال رہے کہ یہ قاعدہ عام انسانوں کے لئے ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل نور ہے ہدایت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی

فطرت ہے انبیاء کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے نور لیا دنیا کو دیا عام نے نور لیا دیا نہیں سورج کی اصل فطرت نور ہے چاند تارے نور لینے والے بھی زمین کو دینے والے بھی زمین صرف لینے والی ہے دینے والی نہیں چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ایک گروہ پر گمراہی ثابت ہو گئی جب اس گروہ کی گمراہی کا فیصلہ ہو چکا تو اب وہ تو لامحالہ گمراہ ہوں گے پھر وہ گمراہی پر مجرم کیوں ہوئے۔ انہیں اس پر سزا کیسی۔ جواب: اس اعتراض کا تفصیلی جواب اس تفسیر کے تیسرے پارہ میں ولولنا اللہ ما اتلوا کی تفسیر میں گزر گیا۔ یہاں اتنا سمجھ رہے ہیں کہ فیصلہ یہ ہو چکا ہے کہ فلاں گروہ اپنی خوشی اپنے اختیار اپنے ارادے سے گمراہ ہو گا جیسے ان کی گمراہی ارادہ الہی میں آچکی ایسے ہی ان کا اختیار ارادہ بھی رب کے فیصلہ میں آچکا۔ اسی اختیار پر پکڑ ہے اسی کا بیان اس جگہ یوں فرمایا گیا۔ انہم اتخذوا الشیاطین اولیاء۔ پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ گمراہ لوگ شیطانوں کو اپنا دوست بناتے ہیں حالانکہ کوئی کافر بھی اسے دوست نہیں بناتا۔ سب اس پر پھٹکار لعنت ہی کرتے ہیں تو یہ مان کیوں نہ کر درست ہو۔ جواب: اگر یہاں شیاطین سے مراد ہے انسانی شیطان یعنی کفار اور گمراہ لوگ تب تو مطلب ظاہر ہے۔ واقعی گمراہ اپنے گمراہ سرداروں سے محبت کرتے ہیں مرزائی لوگ مرزا کو اپنا پیارا بنی مانتے ہیں اور اگر شیاطین سے مراد ہیں جن یعنی ابلیس کی ذریت تو چونکہ وہ لوگ اس کے بتائے راستے پر چلتے ہیں تو اگرچہ وہ منہ سے اس پر لعنت کریں مگر عمل سے اس کو دوست ہی بناتے ہیں۔ محبت کئی قسم کی ہوتی ہے زبانی عملی اور دلی یعنی لسانی، جناتی، ارکانی۔

تفسیر صوفیانہ: انسان پر لازم ہے کہ سب سے پہلے اپنے رب کے معاملہ میں انصاف کرے یہ انصاف ایمان کی اصل ہے۔ اس رب کریم نے ساری چیزیں ہمارے لئے بنائیں تو بے انصافی ہے کہ ہم اعمال کسی اور کے لئے کریں وہ ہمارا ہے تو ہم غیر کے کیوں ہوں خلق لکم ما فی الارض جمعا۔ اس نے ہماری خاطر چاند، سورج، ہوا، بادل کام میں لگا دیئے تو بے انصافی ہے کہ ہم اس کے کام نہ لگیں۔

ابو بلو و مہ و خورشید و فلک در کارند
تا تو تانے بخت آری و غفلت نہ خوری
سہ از بھر تو سرگشتہ و فرماں بردار
شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں بہ بری

اس کریم نے ہماری خاطر ہمارے گھر یعنی جنت سے ہمارے دشمن ابلیس کو نکالا تو بے انصافی ہے کہ ہم اس کے گھر یعنی اپنے دل میں ابلیس کو بسائیں امر دہی بالقسط۔ ہم کو چاہئے کہ ہم سر کا سجدہ اور ظاہری نماز تو ان کے اوقات میں ادا کریں مگر دل اور توجہ کا سجدہ ہر وقت اس کی طرف کریں کہ ہماری توجہ ہر وقت الی اللہ رہے دست بکار اور دل بیار کی ہمارا ہوا اقموا وجوہکم اپنی ہر قسم کی توجہ سجدہ دل کے وقت اس طرف رکھو اگر تمہارا یہ حال ہو گیا تو جیسے جو گے ویسے ہی مرو گے اور جیسے مرو گے ویسے ہی قیامت میں اٹھو گے ان شاء اللہ کما ہذا کم تعودون مگر یہ درجہ ہر شخص کو نصیب نہیں ہوتا اس راہ میں راہ مار ہزار در ہزار ہیں جو راہداروں کے پھندوں میں آیا وہ گیا۔ کفار ریاکار لوگوں کا حال یہ ہے کہ وہ راہ زنون کو راہبر سمجھ کر ان کی محبت کو اپنے دلوں میں جگہ دیتے ہیں کاشانہ یار کو پاخانہ اغیار بناتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ وہ ہدایت پر ہیں ہدایت پر وہی ہے جو ہدایت کے مرکزوں سے وابستہ رہے۔

واقف نمی شوند کہ گم کردہ اندر را!
تار ہرواں بر لہ نمائے نمی رسند!
گمراہوں کی تقلید، شک، ریاکاری، محبت دنیا، محبت خلق یہ سب دل کی بیماریاں ہیں انہیں کسی روحانی ہسپتال میں کسی روحانی

طیب سے پہنچاؤ تاکہ شفا پاؤ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اقموا وجوہکم عند کل مسجد کے معنی ہمارے مشرب میں یہ ہیں کہ وجوہ جمع ہے وجہ کی معنی توجہ یعنی دل کا رخ پھیرنا۔ مطلب یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنی توجہ اللہ رسول کی طرف کرو کہ اس وقت کسی کا تفتان دل سے نہ رہے تاکہ تم زندگی میں ترک دنیا کے عادی رہو اور مرتے وقت اس ترک پر کوئی تکلیف نہ ہو۔ اعتکاف حج نماز پنجگانہ سب میں ترک دنیا کا عادی بنایا گیا تاکہ دائمی ترک دنیا آسان ہو نماز میں سر تو کعبہ کی طرف رہے دل کعبہ والے کی طرف تب نماز کا مزہ ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اخلاص کے معنی ہیں ملاوٹ سے محفوظ ہونا ملاوٹ چار طرح کی ہوتی ہے ایک وہ جس سے چیز کار آمد ہوتی ہے جیسے آٹے میں پانی کی ملاوٹ کہ اس ملاوٹ سے ہی وہ روٹی بسکٹ وغیرہ بننے کے قابل ہوتا ہے دوسرے وہ جس سے شے کامل ہوتی جیسے آٹے میں گھی دودھ کی ملاوٹ کہ اس سے آٹا پراٹھا بنتا ہے۔ تیسری وہ جس سے شے ناقص ہو جلوے جیسے آٹے میں مٹی کی ملاوٹ۔ چوتھے وہ جس سے شے فنا ہو جاتی ہے جیسے آٹے میں زہر کی ملاوٹ کہ اس سے آٹا آٹا نہیں رہتا یونہی عبادات الہیہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں اخلاص کی جان ہیں دیکھو توحید کے ساتھ نبوت کی ملاوٹ ہو تو ایمان بنتا ہے اس لئے کلمہ میں خدا کے نام کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام کی ملاوٹ ہے سارے فرائض میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتیں شامل بلکہ داخل ہیں لہذا مخلصین لہ اللعن کے معنی یہ نہیں کہ عبادات کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنتوں سے خالص کرو کہ یہ اخلاص نہیں افسوس ہے جس سے عبادت فنا ہو جاتی ہے اگر جسم میں روح کی ملاوٹ نہ رہے تو موت ہو جاتی ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ ربی نام نمود سے دین اور عبادات کو خالص کرو۔

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذْ وَاٰزِيْنَتَكَ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا وَلَا تُسْرِفُوْا

اے اولاد آدم کی لو اپنی آرائش پاس ہر مسجد کے اور کھاؤ اور پیو اور نہ فضول خرچی کرو

اے آدم کی اولاد اپنی زینت کو جب مسجد میں جاؤ اور کھاؤ اور پیو اور حد سے نہ بڑھو

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۵ قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِينَةَ اللّٰهِ الَّتِي اُخْرِجَ

تحقیق نہیں محبت کرتا فضول خرچوں کو فرماؤ کون ہے وہ جس نے حرام کی آرائش اشرف کی جو نکالی

بیک حد سے بڑھنے والے اے پسند نہیں تم فرماؤ کس نے حرام کی اشرف وہ زینت جو اس نے

لِعِبَادِ ۙ وَالطَّيِّبَاتِ مِنَ الرِّزْقِ قُلْ هِيَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّ

اس نے واسطے بندوں کے اپنے اور حلال روزی فرماؤ کہ وہ واسطے ان لوگوں کے ہے جو ایمان لائے زندگی

اپنے بندوں کے لئے نکالی اور پاک رزق تم فرماؤ کہ وہ ایمان والوں کے لئے ہے دنیا میں اور

نَبَا خَالِصَةٍ يُّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ كَذٰلِكَ نَفْصِلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُوْنَ ۝۶

دنیاوی میں خالص ہے قیامت کے دن اسی طرح تفصیل دے بیان کرتے ہیں آیتیں واسطے قوم کے جو جانتی ہے

قیامت میں خالص انہیں کی ہے ہم یوں ہی آیتیں مختلف بیان کرتے ہیں علم والوں کے لئے

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں قسط یعنی انصاف کا حکم دیا گیا تھا اور اپنے لباس کھانے پینے میں حکم الہی کی اتباع بھی ایک طرح کا انصاف ہے اس لئے اس آیت کریمہ میں لباس کھانے وغیرہ کے احکام ارشاد ہوئے گویا پچھلی آیت میں اجمال تھا اس آیت میں اس کی تفصیل ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں نماز اور مسجد کی حاضری کے احکام تھے اب لباس و ستر کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ نماز کے لئے تن پوشی ضروری ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں رب تعالیٰ کو پکارنے اس سے دعا مانگنے اس کی عبادت کرنے کا حکم تھا وادعوه مخلصین لہ الدین اب حلال لباس حلال غذا کا حکم ہے کہ ان کے بغیر دعائیں اعمال قبول نہیں ہوتے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ ایک ٹولہ ہدایت پر ہے ایک ٹولہ گمراہی پر اب ارشاد ہو رہا ہے کہ اگر ہدایت یافتہ ٹولے میں سے ہونا ہے تو اپنے ظاہر و باطن کی اصلاح کرتے رہو لباس اور حلال روزی صلاح و ہدایت کی طرف ایک قدم ہے۔

شان نزول : (۱) کفار عرب کعبہ معظمہ کا طواف بالکل ننگے ہو کر کرتے تھے دن میں مرد کرتے تھے رات میں عورتیں بعض شرمیلی عورتیں اپنی شرمگاہ پر ایسی جھال سی ڈال لیتی تھیں جیسے گھوڑوں کی پیشانی پر کمٹیوں سے حفاظت کے لئے ڈالی جاتی تھی اور عورتیں طواف میں یہ شعر گاتی جاتی تھیں۔

اليوم بيد و بعضہ او کلہ وما ہذا منہ فلا احلہ

اس کا ترجمہ نہایت ہی دواہیات ہے اس رسم کو تبدیل فرمانے کے لئے یہ آیت کریمہ خذوا زینکم نازل ہوئی (تفسیر کبیر روح المعانی 'خازن بیان وغیرہ) حد تھی کہ اگر کوئی مرد یا عورت کپڑے پہن کر طواف کرتے تھے تو کفار اسے مارتے تھے اور اسے جبراً ننگا کر دیتے تھے قربان جاؤں اس رحمتہ للعالمین کے جس نے ان کو انسانیت سکھائی۔

انسانیت کا درس دیا تیری ذات نے! بے نور تھا خرد کا ستارہ تیرے بغیر

(۲) قبیلہ بنی عامر حج کے زمانہ میں کھانا بہت ہی تھوڑا اور بہت ہی سادہ کھاتے تھے حتیٰ کہ چربی اور روغن کھانا نہ کھاتے تھے خشک روٹیاں چباتے تھے اسے وہ بہترین عبادت سمجھتے تھے ان کی اس بری رسم کو توڑنے کے لئے آیت کریمہ کُلُوا وَاَشْرَبُوا نازل ہوئی۔

(۳) کفار عرب جب مسلمانوں کو کپڑے پہن کر طواف کرتے اور زمانہ حج میں ہر قسم کا اعلیٰ یا معمولی کھانا کھاتے دیکھتے تھے تو ان پر اعتراض کرتے تھے کہ یہ لوگ کعبہ معظمہ کا احترام نہیں کرتے یہ تن پرور شکم پرور ہیں اللہ والوں کو اعلیٰ غذا وغیرہ سے کیا کام۔ ان کی تردید میں آیت کریمہ قل من حرم زینتہ اللہ نازل ہوئی جس میں بتایا گیا 'ترک دنیا کا نام تقویٰ نہیں کتنا چھوڑنے نیکی کرنے کا نام تقویٰ ہے (روح البیان) وغیرہ۔

تفسیر : مابنی ادم : چونکہ سیاسی اخلاقی احکام سارے انسانوں پر جاری ہیں مومن ہوں یا کافر ہوں عبادات صرف مسلمانوں پر ہیں اس لئے اس قسم کے احکام میں سارے انسانوں کو خطاب ہوتا ہے نماز روزہ صرف مسلمانوں پر فرض ہے مگر چوری ڈکیتی سے بچنا 'برہنگی' بد معاشی سے پرہیز ہر انسان پر لازم کہ سلطان اسلام کسی ذمی کافر کو چوری یا فحاشی ننگا پھرنے وغیرہ کی اجازت نہیں دے گا ایسی حرکتیں کرنے والوں کو سزا دے گا اس لئے یہاں مذہب اسلام انسانوں کو کی گئی فرشتے لباس و غذا سے مستثنیٰ

ہیں جنات ہمارے سامنے نہیں نہ ان پر یہ احکام جاری ہیں اس لئے صرف انسانوں سے خطاب ہوا۔ یا نبی آدم میں مرد و عورتیں سب داخل ہیں کہ قرآنی خطابات عموماً "مردوں سے ہوتے ہیں مگر عورتیں ان میں داخل ہوا کرتی ہیں" خذوا زینتکم زینت کے لفظی معنی ہیں آرائشی مگر کبھی آرائش و آرائشی کے سلمان کو بھی زینت کہہ دیتے ہیں وہی یہاں مراد ہے قرآن مجید میں زینت بہت معنی میں استعمال ہوا ہے "زیور جیسے لا یلبس زینتھن الا لبعولتھن (2) محل زینت یعنی وہ اعضاء جن پر زیور استعمال ہوتا ہے لعلہ ما یخفف من زینتھن (3) اعلیٰ درجہ کالباس (4) ستر ڈھانپنے والا لباس۔ یہاں آخری دو معنی میں سے کوئی معنی مراد ہیں اگر نفیس لباس مراد ہے تو یہ حکم استجبالی ہے کہ عمدہ لباس میں نماز پڑھنا اعلیٰ لباس پہن کر مسجدوں میں آنا مستحب ہے امام اعظم ابو حنیفہ نعمان ابن ثابت رضی اللہ عنہ نماز تہجد کے لئے نہایت بیش قیمت قمیص پاجامہ، علمہ، چادر پہنتے تھے جس کی قیمت ڈیڑھ ہزار درہم تھی ہر رات تہجد ایسے لباس میں پڑھتے تھے اور فرماتے تھے کہ جب ہم لوگوں سے اچھے لباس میں ملتے ہیں تو اللہ تعالیٰ سے اعلیٰ لباس میں ملاقات کیوں نہ کریں (روح البیان) اور اگر ستر ڈھانپنے والا لباس مراد ہے تو خذوا زینتکم وجوبی ہے کیونکہ نماز کے لئے ستر ڈھانپنا فرض ہے (عام تفسیر) عند کل مسجد یہ عبارت خذوا کا ظرف ہے مسجد سے مراد یا تو نماز ہے اس طرح کہ مسجد سے سجدہ مراد ہو اور سجدے سے نماز مقصود تو معنی یہ ہیں کہ ہر نماز کے لئے ستر ڈھانپنا فرض ہے رات کے اندھیرے والی نمازیوں کی اجیالے والی نماز ہو کیونکہ ستر اندھیرے سے نہیں بلکہ لباس سے حاصل ہوتا ہے یا مسجد سے مراد عام مسجدیں ہیں تو معنی یہ ہیں کہ کعبہ معظمہ اور مسجد حرام تو بڑی اعلیٰ ہیں کسی مسجد میں بھی ننگے نہ جاؤ اللہ تعالیٰ سے شرم و حیا کرو یا مسجد میں اچھے لباس سے آؤ خصوصاً جمعہ اور عیدین کے دن۔ ہر حال یہ آیت بہت جامع ہے وکلوا و اشربوا یہ دو سرائح حکم ہے جس میں عرب کی اس رسم کو توڑا گیا ہے کہ حج کے زمانہ میں اچھے کھانے نہ کھاؤ پیٹ بھر کر نہ کھاؤ لہذا کلو اور اشربوا کا مفعول بہ پوشیدہ ہے یعنی ہر قسم کا حلال کھانا حلال پانی شربت وغیرہ کھاؤ پیو اور یہ حکم اباحت کا ہے یعنی تم حج و عمرہ اور عام حالات میں ہر حلال طیب چیز کھا پی سکتے ہو کوئی ممانعت نہیں ولا تسرفوا یہ عبارت معطوف ہے کلو و اشربوا پر تسرفوا بنا ہے اسراف سے معنی حد سے بڑھنا و طرح کا ہوتا ہے جسمانی و روحانی اس لئے کفر و گناہ کو بھی اسراف کہا جاتا ہے ربنا اغفر لنا فنونا و اسرافنا فی امرنا یہاں دونوں قسم کا اسراف مراد ہو سکتا ہے جسمانی بھی روحانی بھی اور اس کا تعلق لباس، غذا، پانی سب سے ہی ہے لہذا اسراف کی بہت تفسیریں ہیں طحال چیزوں کو حرام جانا (2) حرام چیزوں کا استعمال کرنا (3) ضرورت سے زیادہ کھانا پینا یا پسینا (4) جو دل چاہئے وہ کھا پی لینا (5) دن رات میں بار بار کھاتے پیتے رہنا جس سے معدہ خراب ہو جائے بیمار پڑ جائے۔ (6) مغز اور نقصان دہ چیزیں کھانا پینا (از روح البیان و کبیر و معانی و خازن وغیرہ) (7) ہر وقت کھانے پینے پہننے کے خیال میں رہنا کہ اب کیا کھاؤں آئندہ کیا پیوں (روح البیان)۔

خواجہ راہیں کہ از سحر تا شام دارو اندیشہ شراب و طعام
شکم از خوش دلی و خوش حالی گاہ پرے کند گے خالی
فارغ از غلبہ اعنی از دوزخ جائے اور قدیل است یا مطبوع!

(8) غفلت کے لئے کھانا (9) گناہ کرنے کے لئے کھانا اچھے کھانے پینے کا عادی بن جانا کہ کبھی معمولی چیز کھا پی نہ سکے اعلیٰ غذاؤں کو اپنے کمال کا نتیجہ جانا غرضیکہ اس ایک لفظ میں بہت سے احکام داخل ہیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہر دم شکم میر رہنے سے بچو کہ یہ بدن کو بیمار معدہ کو خراب نماز سے ست کرتا ہے کھانے پینے میں میانہ روی اختیار کرو کہ یہ

انہوں نے تو حرام کی نہیں پھر تم کیوں حرام سمجھتے ہو۔ قل ہی للنفین امنوا فی الحیوة الدنیا اس فرمان عالی میں یہ وہم دور کیا گیا ہے کہ ترک زینت اور ترک دنیا تقویٰ و پرہیزگاری ہے یہاں کی زینت کو کفار ہی اختیار کریں مسلمانوں کو اس سے پرہیز چاہئے یہاں بھی قل میں خطاب یا مسلمانوں سے ہے یا صحابہ کرام سے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی کا مرجع زینت اللہ اور طہیات رزق سب ہی ہیں للنفین میں لام خصوصیت کا ہے یعنی ہم نے دنیا میں یہ تمام نعمتیں صرف مسلمانوں کے لئے پیدا فرمائی ہیں کفار ان کے طفیل استعمال کرتے ہیں جیسے برات کی تمام نعمتیں صرف دولہا کی خاطر ہوتی ہیں براتی لوگ اس کے طفیل استعمال کرتے ہیں پھر تم مسلمانوں پر کیوں اعتراض کرتے ہو کیونکہ یہ سب نعمتیں اس لئے پیدا کی گئی ہیں کہ بندے ان کے ذریعے عبادت اور اطاعت الہی پر قوت حاصل کریں کفار ان کے ذریعہ گناہوں اور کفر پر قوت حاصل کرتے ہیں 'مومن اعلیٰ نعمتیں کھا کر رب اعلیٰ کی عبادت کرتا ہے کافر یہ سب کھا کر بت پرستی کرتا ہے لہذا ان کا مقصد مومن ہی پورا کرتا ہے پھر اسے حرام کیوں ہو۔ خالصتہ یوم القیامت یہ عبارت حال ہے گزشتہ مضمون سے اس کا مطلب یہ ہے کہ دنیا میں تو کفار ابھی یہ نعمتیں برت لیں مومنوں کی طفیل مگر آخرت کی ساری نعمتیں صرف مومنوں کے لئے ہوں گی کفار کو ان میں سے ایک شائبہ بھی نہ ملے گا یوم قیامت سے مراد قیامت اور بعد قیامت جنت میں قیام کا زمانہ سب ہی ہے مسلمانوں کو قیامت میں بھی اللہ کی بہت نعمتیں ملیں گی حتیٰ کہ عالم دین کے والد کے سر پر ایسا تاج ہو گا جس کے موتیوں کی چمک سے سورج ماند پڑ جائے کذا لک فی فصل الاماات لقوم یعلمون یہ عبارت گزشتہ مضامین کا تہہ ہے یعنی جیسے ہم نے کھانے پینے لباس کے احکام بہت تفصیل سے بیان فرمادیئے یوں ہم ساری آیتیں سارے احکام بالتفصیل بیان فرماتے ہیں مگر اس تفصیلی بیان سے صرف لیل علم ہی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ علم سے مراد علم دین یا معرفت الہی ہے جیسے ساری غذائیں زائستیں صرف مومنوں کے لئے ہیں دوسرے ان کے تابع یونہی ساری شریعت و طریقت کے احکام صرف علماء کے لئے ہیں دوسرے لوگ ان کے تابع ہیں کہ ان کے ذریعہ لوگ ان سے فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

خلاصہ و تفسیر : اے آدمیو! ہر نماز کے وقت ستر پوشی کا لباس ضرور پہن لیا کرو یا جس مسجد میں جاؤ تو ستر پوشی کا لباس پہن کر جاؤ یا اے آدمیو ہر نماز یا ہر مسجد میں اعلیٰ لباس پہنو اور تم ہر حلال غذا ہر حلال پانی شربت وغیرہ پیا کرو تمہیں کوئی روک ٹوک نہیں ہاں لباس غذا وغیرہ میں فضول خرچی نہ کیا کرو درمیانی چال اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والوں فضول خرچوں کو پسند کرتا ہے اے محبوب ان کفار عرب سے پوچھ لو کہ اللہ کی پیدا کی ہوئی زینت و آرائش جو اس نے اپنے بندوں کے لئے پیدا فرمائی اور حلال روزیاں کس نے حرام کی ہیں اس کی حرمت کی کوئی آسمانی کتاب کی آیت یا کسی نبی کا فرمان پیش کرو محض عقلی قیاس آرائیوں سے کوئی چیز حرام نہیں ہو جاتی یہ خیال غلط ہے کہ مومنوں کو اچھی غذائیں اچھی پوشاک نہیں استعمال کرنی چاہئے یہ چیزیں کافروں کے لئے ہیں 'یہ محض تمہارے وہم ہیں اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں دنیا میں مومنوں ہی کے لئے تو پیدا فرمائی ہیں کافروں کے طفیل کھاپی لیتے یا پہن لیتے ہیں یہ روزیاں ان کے لئے حلال ہیں جو استعمال کر کے ہماری اطاعت کریں ان کے لئے نہیں جو کھا کر ہماری نافرمانی کریں دنیا میں تو کفار پھر کچھ کھاپی لیتے ہیں مومنوں کے طفیل قیامت میں اور اس کے بعد تو ساری نعمتیں صرف مسلمانوں ہی کے لئے ہوں گی کسی کافر کو نعمت کا ایک قطرہ نہ ملے گا جیسے ہم نے غذا لباس کے احکام تفصیل وار بیان فرمائے یونہی ہم سارے احکام ساری آیتیں تفصیل وار بیان فرماتے ہیں مگر کس کے لئے علم والوں کے لئے کہ اولاً ان سے

وہ فائدہ اٹھاتے ہیں پھر ان کی معرفت دوسرے عام لوگ فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

حکایت : ایک عیسائی ڈاکٹر نے علی ابن حسین ابن واقد سے کہا کہ تمہارے دین میں علم طب بالکل نہیں لہذا یہ دین ناقص ہے انہوں نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ نے سارا علم طب آدمی آیت میں بیان فرمادیا ہے اور آپ نے یہی آیت پڑھی کلووا و اشربوا ولا تسرفوا عیسائی بولا کہ تمہارے نبی نے بھی علم طب کا ذکر کیا ہے یا نہیں انہوں نے فرمایا کہ چند لفظوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری طب جمع کر دی ہے فرمایا ہے کہ معذہ ساری بیماریوں کا گھر ہے اور پرہیز سارے علاجوں کا سردن کے ہر حصہ کو اس کا حق دو نصرانی بولا کہ تمہاری کتاب اور تمہارے رسول نے جالینوس کے لئے طب کا کوئی مسئلہ چھوڑا ہی نہیں سب کچھ بیان کر دیا (مدارک روح البیان و معانی و کبیر وغیرہ)

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: نماز میں ستر ڈھانپنا فرض ہے اگر بقدر ادائے رکن کسی عضو کا چوتھا حصہ کھلا رہا تو نماز نہ ہوگی۔ یہ فائدہ ذمتکم اور کل مسجد کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ زینت سے مراد ہو تن پوشی والا لباس اور مسجد سے مراد ہو نماز۔

مسئلہ : مرد کا ستر ناف سے گھٹنے تک ہے عورت کا ستر سر سے پاؤں تک سوا چہرے کے کلائیوں تک ہاتھوں اور ٹخنوں نیچے پاؤں کے دیکھو کتب فقہ۔ دوسرا فائدہ: اچھے لباس میں نماز پڑھنا بہتر ہے یہ فائدہ خذوا ذمتکم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ زینت سے مراد ہو آرائشی لباس اور مسجد سے مراد ہو نماز۔ مگر خیال رہے کہ جو لباس مرد کے لئے پھنسا حرام یا مکروہ ہیں وہ ہرگز نہ پنے چنانچہ مرد ریشم نہ پنے یونہی مرد زنانہ لباس اور عورت مردانہ لباس نہ پنے یونہی مسلمان کفار کے لباس سے بچیں جیسے دھوٹی، ٹیٹ وغیرہ۔ تیسرا فائدہ: مسجد میں جہاں تک ہو سکے اچھے لباس میں جاؤ وہاں نگے بدن یونہی ردی لباس پہن کر نہ جاؤ اگر اللہ نے دیا ہے تو اچھے لباس میں جاؤ یہ فائدہ عند کل مسجد کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ مسجد سے مراد ہوں یہ عام مسجدیں۔

مسئلہ : جمعہ کے دن غسل کرنا کپڑے بدل کر خوشبو مل کر مسجد میں جانا سنت ہے یونہی عیدین میں۔ چوتھا فائدہ: تقویٰ اس کا نام نہیں کہ انسان اچھا کھانا پینا اچھا لباس چھوڑ دے بلکہ تقویٰ یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دے یہ فائدہ و کلووا و اشربوا سے حاصل ہوا حضرت عبداللہ ابن عباس نے فرمایا کہ جو چاہو کھاؤ پیو دو چیزوں سے بچے رہو فضول خرچی اور تکبر و غرور (مدارک)۔ پانچواں فائدہ: بھوک سے زیادہ کھانا، نقصان دہ غذا، کھانا، بلا ضرورت مال خرچ کرنا، ناجائز چیزیں کھانا، پینا، پھنسا، حلال چیزوں کو حرام سمجھ لینا، فخر و تکبر کے لئے لباس فاخرہ پھنسا، ہمیشہ اچھے کھانے اچھے لباس کا عادی ہو جانا کہ معمولی غذا اور لباس استعمال ہی نہ کر سکے ہر وقت کھانے پینے پھنسنے کی فکر میں لگے رہنا ممنوع ہے۔ یہ تمام مسائل ولا تسرفوا سے حاصل ہوئے دیکھو تفسیر اللہ دے تو اچھا کھاؤ پینو مگر کبھی معمولی غذا، موٹا لباس بھی لیا کرو اس میں عار نہ کرو ماکہ غریبی آنے پر تم کو تکلیف نہ ہو۔ چھٹا فائدہ: ہر چیز میں اصل اباحت ہے حرام ہونا کسی ممانعت کی دلیل سے ہو گا یعنی جس چیز سے شریعت میں منع نہ فرمایا خاموشی فرمائی وہ مباح ہے ہاں جس چیز کو منع فرمایا وہ حرام یا مکروہ ہے۔ یہ فائدہ قل من حرم سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے حرام نہ کرنے کو حلال ہونے کی دلیل قرار دیا کہیں یہ حرام نہ فرمایا کہ من احل فلاں چیز کس نے حلال کی حلال

ہونے کی دلیل حرام نہ ہونا ہے ہم آم، مالٹا، آس کریم وغیرہ کھاتے ہیں کہاں لکھا ہے کہ یہ چیزیں حلال ہیں مگر چونکہ شریعت نے انہیں حرام نہ کہا، معلوم ہوا حلال ہیں، معلوم ہوا کہ فاتحہ ختم میلاد شریف وغیرہ کو حرام یا مکروہ نہیں کہہ سکتے کیونکہ شریعت نے ان کی ممانعت نہ فرمائی، دیکھو تفسیر خازن وہ فرماتے ہیں ولی الایۃ دلیل علی ان الاصل فی جمیع الاشیاء الا باحتیال ما خطرہ الشرع و ثبت تحریمہ بلیل بتفصیل۔

مسئلہ : جن بزرگوں نے فرمایا کہ چیزوں کی اصل حالت حرمت یا خاموشی ہے ان کا اختلاف شریعت کے احکام آنے سے پہلے کے متعلق ہے یعنی جب دنیا میں اسلام نہیں آیا تھا تب تمام چیزیں بعض کے نزدیک مباح تھیں بعض کے نزدیک حرام اور بعض کے نزدیک ان میں خاموشی تھی۔ چنانچہ یہاں تفسیر روح البیان نے فرمایا وتفسیر الوقف عنہم ان من فعل شینا قبل ورود الشرع لم یسغن بفعله من اللہ نواہا ولا عقابا اس کی تفصیل رسالہ راہ جنت میں مطالعہ کرو۔ ساتواں فائدہ: دنیا میں اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ غذائیں اعلیٰ لباس مسلمانوں کے لئے پیدا فرمائے کہ وہ یہ چیزیں برتیں اور اعلیٰ درجہ کی عبادت کریں، کفار یہاں مسلمانوں کی طفیل نعمتیں کھاپی رہے ہیں، بعض جاہل کہتے ہیں کہ فقیری یہ ہے کہ انسان اچھی اور مزید چیزیں کھانا پینا چھوڑ دے وہ جھوٹے ہیں رب فرماتا ہے کلاوا من الطیبات واعملوا صالحا، مزید چیزیں کھاؤ اور اچھے اعمال کرو۔ آٹھواں فائدہ: دنیا میں تو کفار مومنوں کے طفیل اچھی چیزیں کھاپی لیتے پس لیتے ہیں مگر قیامت میں کسی کافر کو کوئی نعمت نہیں ملے گی ساری نعمتیں صرف مومنوں کے لئے ہوں گی۔ کسی کافر کو کسی نعمت سے ایک حبہ بھی نہیں ملے گا یہ فائدہ خالصتہ یوم القیمۃ سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: کوئی شخص صرف قرآن پر بغیر حدیث کی مدد کے عمل نہیں کر سکتا، قدم قدم پر حدیث کی ضرورت ہے دیکھو ان آیات میں زینتہا للہ اور طیبات من الرزق اس مبہم طریقہ سے ارشاد ہوا کہ پتہ لگتا ہی نہیں کہ زینتہا للہ کیا چیز ہے اور طیبات کونسی نعمتیں ہیں ان کی تفصیل حدیث نے فرمائی کہ مردوں کے لئے سونا چاندی کے زیور زینت اللہ نہیں بلکہ زینتہا لشیئا طین ہے اور عورتوں کے لئے یہی چیزیں زینتہا للہ ہیں گائے، بکری، مرغی وغیرہ طیبات روزی ہیں کتا، بلا وغیرہ خبیث روزی غرضیکہ الفاظ قرآن مجید سے ملتے ہیں ان کی شرح ملتی ہے حدیث پاک سے۔ دسواں فائدہ: قرآنی آیات اور نبوی احادیث علماء کے لئے ہیں اور علماء دین کے ارشادات عوام کے لئے ہیں اگر عوام مسلمین خود قرآن و حدیث میں غوطہ لگائیں گے ایمان کھو بیٹھیں گے یہ فائدہ لقوم معلومون سے حاصل ہوا سلطنت کے قوانین صرف احکام کے لئے ہیں اور احکام کے فیصلے عوام کے لئے یونہی طب جسمانی کی کتابیں صرف میسوں کے لئے ہیں میسوں کی تشخیص و تجویز بیماروں کے لئے اگر عوام قانون ہاتھ میں لے لیں تو مجرم ہیں بیمار خود اپنا علاج یونہی کتابوں سے کرنے لگیں تو مریں گے یونہی اگر عوام قرآن و حدیث پر براہ راست عمل کرنے لگیں تو بے دین ہو جائیں گے لہذا تقلید مجتہدین ہم عوام کے لئے بہت ضروری ہے اس کی تفصیل ہماری کتاب جاء الحق میں دیکھو۔

پہلا اعتراض : خنوا زینتکم کی پہلی تفسیر سے معلوم ہوا کہ نماز یا مسجد میں حاضری کے وقت ستر چھپانا ضروری ہے تو کیا ان دونوں وقتوں کے سوا ہم ننگے رہا کریں یہاں عند کل مسجد کیوں فرمایا۔ جواب: ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہ آیت کریمہ ننگے طواف کرنے والوں کے متعلق اتنی ہے وہ لوگ مسجد حرام میں ننگے آتے تھے ویسے عام حالات میں لباس پہنتے تھے

اس لئے کل مسجد کی قید لگائی گئی یہ قید ان لوگوں کے عمل کے لحاظ سے ہے جیسے رب فرماتا ہے کہ دو گنا تکنا سو دنہ کھاؤ تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ سوایا ڈیوڑھا کھالیا کرو یا یوں کہو کہ عام حالات میں تن پوشی فرض ہے مگر نماز و مساجد میں ستر پوشی بہت اہم فرض ہے کہ اس پر نماز کی درستی موقوف ہے۔ دوسرا اعتراض: کفار پر شرعی احکام جاری نہیں ہوتے تو یہاں خطاب بنی آدم کو کیوں کیا گیا، صرف مومنوں کو خطاب چاہئے تھا ستر پوشی حکم شرعی ہے جس کے مکلف صرف مسلمان ہی ہیں؟ جواب: تمہارا یہ قاعدہ غلط ہے شرعی احکام بہت قسم کے ہیں 'عقائد' 'عبادات' 'معاشرتی احکام' سزائیں وغیرہ ان میں سے کفار صرف عبادات کے مکلف نہیں یعنی ان پر روزہ نماز فرض نہیں باقی ساری چیزوں کے مکلف ہیں ستر پوشی اخلاقی حکم ہے اس کے وہ بھی مکلف ہیں ہم اپنی حکومت میں کسی کافر عیار کو ننگے رہنے چوری کرنے کی اجازت نہیں دیں گے لہذا یہاں بنی آدم سے خطاب کرنا بہت ہی مناسب ہے۔ تیسرا اعتراض: ستر پوشی تو فرشتوں جنات وغیرہ سب پر فرض ہے پھر یہاں صرف انسانوں سے خطاب کیوں ہے۔ جواب: فرشتوں کو ستر دیا ہی نہیں نہ وہ مرد ہیں نہ عورتیں پھر ستر پوشی ان پر فرض کیونکر ہو جب وہ حضرات شکل انسانی میں آتے تھے تو کپڑے ان پر آتے تھے جنات اکثر جانوروں دھوئیں غبار کی شکل میں ہوتے ہیں تب ان پر ستر پوشی فرض نہیں ہوتی اگر وہ کتے یا سانپ کی شکل میں آئیں تو کپڑے نہیں پہنتے اور جب وہ اپنی خاص شکل میں ہوں تب ان کے ستر پوشی کے لئے یہ کپڑا ہمارے کارخانوں کا بنا ہوا ضروری نہیں ہوتا ان کی غذا میں بھی اور ہیں ان کے لباس بھی اور یہاں زینت سے مراد ہیں یہ لباس لہذا انسانوں سے خطاب نہایت موزوں ہے۔ دیکھو آدم علیہ السلام نے زمین میں کپاس کی کاشت کی اور کپڑا تیار کیا گویا آپ اس کپڑے کے موجد ہیں جنات آپ سے پہلے زمین میں آباد تھے وہ یہ کپڑا کیسے پہن سکتے تھے کہ یہ کپڑا بھی اہل جہنم نہیں ہوا تھا چوتھا اعتراض: یہاں عند کل مسجد کیوں ارشاد ہوا مسجد حرام کیوں نہ فرمایا کفار عرب صرف مسجد حرام میں ہی ننگے آتے تھے اس کا ذکر چاہئے تھا۔ جواب: چونکہ احترام اور احکام میں ساری مسجدیں مسجد حرام کے برابر ہیں اس لئے عند کل مسجد فرمایا گیا کہ مسجد خواہ مسجد حرام ہو یا دوسری مسجد سب کا ہی ادب و احترام کرو پانچواں اعتراض: قرآن مجید میں اسراف سے بھی منع فرمایا گیا ہے اور تبذیر سے بھی مگر ان دونوں کی ممانعت میں بڑا فرق ہے تبذیر کے لئے فرمایا گیا ان المبذون کا نوا اخوان الشیاطین اور اسراف کے لئے فرمایا گیا لا یحب المسرفین یعنی تبذیر پر بہت سختی فرمائی ہے ان دونوں میں کیا فرق ہے اور ان کے احکام میں نہ کوہ فرق کیوں ہے۔ جواب: اسراف عام ہے تبذیر خاص۔ اسراف کے معنی ہیں فضول خرچی مگر تبذیر کے معنی ہیں بے جا خرچی۔ حلال چیزیں ضرورت سے زیادہ کھالینا اسراف ہے تبذیر نہیں مگر حرام چیزیں کھانا یا تبذیر ہے پاؤ بھر غذا کی ضرورت تھی کھالیا آوہ سیر بکری کا گوشت یہ ہوا اسراف سو یا شراب پی ناچ رنگ میں میسر خرچ کیا یہ ہے تبذیر۔ اس وجہ سے اسراف کے لئے ہلکے الفاظ ارشاد ہوئے تبذیر کے لئے سخت الفاظ کہ مبذر یعنی بیجا خرچ کرنے والا بڑے سخت قانون کا توڑنے والا ہے فضول خرچی کبھی ہلکا قانون توڑتا ہے۔ چھٹا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ دنیا کی نعمتیں صرف مومنوں کے لئے پیدا فرمائی گئی ہیں کفار ان کے طفیل کھاتے ہیں مگر دیکھا یہ جارہا ہے کہ کافروں کو مسلمانوں سے زیادہ نعمتیں ملتی ہیں عجیب بات ہے کہ طفیلی کو زیادہ اور اصل مقصود کو تھوڑی عطا۔ جواب: اس کے بہت جواب ہیں کچھ علما نے کچھ عاشقانہ جواب عالمانہ تو یہ ہے کہ کفار کو مال دولت غذائیں زیادہ ملتی ہیں طیب رزق زیادہ نہیں ملتا۔ یہاں طیب رزق کا ذکر ہے کافر کامل رزق اگرچہ اللہ کی نعمتیں ہے مگر وہ استعمال کرتا ہے خبیث بنا کر۔ جواب عاشقانہ یہ ہے کہ

طیب روزی پیدا تو کی گئی ہے مسلمانوں ہی کے لئے مگر کسی کے استعمال کرنے کے لئے اور کسی کے پرہیز کرنے کے لئے۔ اگر رب تعالیٰ کسی مسلمان کو غریب کرے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے لئے امیری مضر ہے غریبی مفید ہمارے گھر کی ساری نعمتیں ہمارے پیاروں کے لئے ہیں مگر بیمار کو صرف ساگودانہ دیتے ہیں یا مونگ کی دال چپاتی ان سے پرہیز کرنا بھی تو ثواب ہے پھر ہمارے غسل بسیار است مگر سر گرمی دار است۔ باپ کے پاس شہد بہت ہے مگر بچہ کو گرمی کی بیماری ہے تیسرے یہ کہ طیب روزی مسلمانوں کے لئے پیدا کی گئی ہیں دنیا میں کفار ان کی طفیل کھا لیتے ہیں جیسے پانی و کھلو کھیت کی پیداوار کے لئے ہیں مگر خود روگھاس وغیرہ بھی اس سے نفع اٹھا لیتے ہیں۔ چوتھے یہ کہ مومن کے لئے طیب روزیاں اللہ کی رحمت ہیں کافر کے لئے عذاب جیسے بلا شلہ کے مہمان کو لذیذ غذا میں ملتی ہیں کرم کے لئے مگر پھانسی کے ملزم کو لذیذ غذا میں دی جاتی ہیں عذاب کے طور پر۔ ساتواں اعتراض: اگر مسلمان کفار سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم ننگے بدن طواف کیوں کرتے ہو تو کفار بھی مسلمانوں سے پوچھ سکتے ہیں کہ تم ننگے سر اور ننگے کندھے بغیر سلعے کپڑے میں طواف کیوں کرتے ہو۔ جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ مسلمانوں کے یہ کام بے حیائی نہیں ان کا ننگے بدن طواف بے حیائی ہے دوسرے یہ کہ ہم کہہ سکتے ہیں ہم یہ سب کچھ اللہ رسول کے حکم سے کرتے ہیں تم اپنی قوم برادری کے حکم سے حرام کرنے کا حق اللہ رسول کو ہے اباجی یا دواجی کو نہیں۔

تفسیر صوفیانہ : بدن کی زینت شریعت اور اس کے آثار سے ہے نفس کی زینت آداب اور اقدار سے ہے دلوں کی زینت مشاہدہ اور انور سے ہے روح کی نیت معرفت اور اسرار سے ہے سر کی زینت طوابع اور اس کے اثمار (پھلوں) سے ہے ظاہر کی زینت توفیق سے ہے باطن کی زینت تحقیق سے ظاہر کی زینت شہود سے ظاہر کی زینت آثار وجود سے ہے باطن کی زینت انوار وجود سے۔ فرمایا جا رہا ہے کہ شہودی نماز کے وقت بدن روح دل سب کی یہ مذکورہ زینت استعمال کرو تاکہ تمہاری نمازیں بارگاہ واجب الوجود کی درگاہ کے لائق ہوں جسمانی لباس و زیور دنیا کے کارخانوں میں بنتے ہیں روحانی لباس و زیور مدینہ منورہ کے کارخانہ میں تیار ہوتے ہیں جسمانی لباس و زیور دنیا کے بازاروں بزازوں کی دوکانوں سے ملتے ہیں روحانی لباس و زیور اولیاء اللہ کے آستانوں سے خریدے جاتے ہیں جسمانی لباس ظاہری نقدی یعنی روپیہ سے ملتے ہیں مگر روحانی لباس و زیور عقیدت و محبت و عشق کی نقدی سے۔ جسمانی لباس میں سر کا لباس اور ہے ٹوپی و علامہ پیٹ کا لباس کچھ اور یعنی قمیص اچکن و اسٹ ٹانگوں کا لباس کچھ اور۔ یعنی پاجامہ اور شلوار اور پیر کا لباس جو تہ یونی دل و دماغ روح کے لباس و زیور مختلف ہیں جیسے عام لباس مختلف اعضاء کے مختلف ہوتے ہیں سر کے لئے ٹوپی پیٹ کے لئے قمیص وغیرہ مگر بحالت احرام ایک چادر سر سے پاؤں تک سارے جسم کا لباس ہے یونی شریعت کے لباس مختلف ہیں مگر عشق رسول کی ایک چادر جسم دل روح سب کے لئے کافی ہے۔ ولباس التوہی خالک خیر اللہ نصیب کرے صوفیاء کے نزدیک طیب رزق وہ ہے جو نفس یا دنیا کے لئے استعمال نہ ہو صرف رب کے لئے استعمال ہو ایسی روزی دنیا میں صرف مسلمانوں کو ہی میسر ہوتی ہے کافر نفس کے لئے کھاتا ہے لہذا اس کی روزی طیب نہیں اللہ کے مقبولوں کو دنیا میں طیب روزی تو ملتی ہے مگر وہ صفات نفسانیہ کی آفتوں سے اور صفات نفسانیہ کی کدورتوں سے خالص ہو کر انیس قیامت ہی میں ملے گی فرماتا ہے ونزعنا ما فی صدورہم من غل مومن کو چاہئے کہ دنیا میں اللہ کی نعمتیں یعنی ذکر شغل وغیرہ خود کھالے اہل کو کھلائے نااہلوں کے حوالہ نہ کرے کہ یہ اسراف ہے اللہ تعالیٰ اسراف

خلاصہ یہ ہے کہ صوفیاء کے نزدیک طیب روزی میں تین شرطیں ہیں، حلال ذریعہ سے آئے، حلال جگہ خرچ ہو۔ حلال جگہ خرچ ہو، اچھی نیت سے استعمال ہو یہ تو جسمانی روزیوں کا حال ہے روحانی روزیاں اس کے علاوہ ہیں۔

قُلْ إِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّي الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْإِثْمَ وَالْبَغْيَ

فرمائیے اس کے سوا نہیں کہ حرام کیا رب نے فحش باتیں وہ جو ظاہر ہیں ان میں سے اور وہ جو مخفی ہیں اور تم فرماؤ میرے رب نے تو بے حیائیاں حرام فرمائی ہیں جو ان میں کھلی ہیں اور جو چھپی اور گناہ اور ناحق زیادتی

بِغَيْرِ الْحَقِّ وَأَنْ تُشْرِكُوا بِاللَّهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهِ سُلْطَانًا وَأَنْ تَقُولُوا عَلَى

گناہ اور زیادتی کرنا ناحق اور یہ کہ شریک ٹھہراؤ تم اللہ کے ساتھ اسے کہ نہیں اتاری اور اس کے کوئی دلیل اور یہ کہ اللہ کا شریک کرو جس کی اس نے سند نہ اتاری اور یہ کہ اللہ پر وہ بات کہو جس کا علم نہیں

اللَّهُ مَا لَا تَعْلَمُونَ ۚ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ

اور یہ کہ کہو تم اللہ پر وہ جو نہیں جانتے تم اور واسطے ہر امت کے ایک مدت ہے تو جب آتی ہے مدت رکھتے اور ہر گروہ کا ایک وعدہ ہے تو جب ان کا وعدہ آئے گا ایک گھڑی نہ تیجھے

سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝۳۳

ان کی تو نہیں تیجھے پہلے ایک گھڑی اور نہیں آئے بڑھتے

ہو نہ آگئے

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیت سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں ان چیزوں کا ذکر تھا جو رب تعالیٰ نے حرام نہیں فرمائیں مگر کفار مکہ انہیں حرام سمجھتے تھے اب ان چیزوں کا ذکر ہے جو رب تعالیٰ نے حرام کی ہیں مگر کفار مکہ انہیں اچھا سمجھتے ہیں گویا ان آیتوں میں تصویر کے دوسرے رخ کا ذکر ہے کہ لباس پہن کر طواف اللہ نے حرام نہیں کیا بلکہ وہ حرکتیں حرام فرمائیں جو تم کرتے ہو بے حیائی شرک وغیرہ۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیتوں میں طواف اور نماز میں ستر پوشی کا حکم دیا گیا اب برہنگی کی حرمت کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ کام فحش بھی ہے گناہ بھی بے حیائی بھی گویا جرموں کے بعد وجہ جرموں کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق : اب تک شرعی حرام و حلال چیزوں کا ذکر ہوا اب اس حرام و حلال کی مدت کا تذکرہ ہے کہ یہ احکام تم پر موت تک جاری ہیں موت آنے پر ایک منٹ کی مہلت نہ ملے گی۔ تاکہ تم اس مہلت میں پھر کوئی نیکی کر سکو اس موقعہ کو غنیمت جانو گویا اعمال کے ذکر کے بعد وقت اعمال کا ذکر ہے ولکل امت اجل۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں نعمتوں کے متعلق ارشاد ہوا کہ یہ دنیا میں مومنوں کے لئے پیدا کی گئیں ان کے طفیل کافر بھی برت لیتے ہیں آخرت میں صرف مومنوں کو ملیں گی کفار کو ان کے طفیل بھی نہیں ملیں گی اب ارشاد ہے کہ نعمتیں وہ ہیں جنہیں رب نے حلال فرمایا حرام کام حرام چیزیں

نعمتیں نہیں بلکہ یہ تورب کی طرف سے آزمائشیں ہیں گویا نعمتوں کا ذکر پہلے ہو اور نعمتوں کا تعین اب ہو رہا ہے کہ نعمتیں ہیں کیا اور ان کی پہچان کیا۔

تفسیر: قل انما حرم ربی یہ نیا جملہ ہے قل میں خطاب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے چونکہ یہ احکام مخلوق کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے پہنچے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان عالی سے پہلے لوگوں پر شرعی احکام جاری نہ تھے صرف شرک سے بچنا نجات کے لئے کافی تھا جیسے زمانہ فترت کے لوگ نیز شرعی احکام پر عمل جب ہی باعث ثواب ہے جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کے ماتحت ہو ان وجوہ سے انہیں قل سے شروع فرمایا گیا اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرام و حلال مقرر نہ فرماتے تو کسی کو ان کی پہچان کیسے ہوتی لہذا کالفظ حصر کے لئے آتا ہے یہاں حصر یا تو اضافی ہے مذکورہ ستر پوشی وغیرہ کے مقابلہ میں یا حصر حقیقی ہے کیونکہ سارے گناہ اور سارے محرمات اس آیت میں داخل ہیں کس پر حرام فرمائیں اس میں تین احتمال ہیں ایک یہ کہ مجھ پر حرام فرمائیں یعنی ازل سے رب نے مجھے شرعی احکام سکھا دیئے اسی لئے میں اول پیدائش سے تمام حرام چیزوں سے بچا رہا دوسرے یہ کہ سب مسلمانوں پر حرام فرمائیں کوئی مسلمان کسی درجہ پر پہنچ کر احکام شرعیہ سے الگ نہیں ہو سکتا جیسے سورج کی روشنی ہو غذا کی حاجت ہر شخص کو ہے ایسے ہی شرعی احکام کی پابندی سب پر لازم ہے تیسرے یہ کہ سارے انسانوں پر حرام فرمائیں لہذا آخرت کی سزا و جزا کے لحاظ سے ہر مومن و کافر پر یہ چیزیں حرام ہیں۔ ربی فرما کر یہ بتایا کہ جیسے ماں باپ بچے کے ظاہر مربی ہیں تو وہ بچہ کو مضر چیزوں سے بچاتے مفید چیزیں استعمال کراتے ہیں بچہ سمجھے یا نہ سمجھے یونہی رب تعالیٰ حقیقی رب ہے وہ اپنے بندوں کو بری چیزوں سے بچاتا ہے انہیں حرام فرماتا ہے اچھی چیزیں حلال کرتا ہے یہ بھی اس کی ربوبیت کا ظہور ہے چونکہ یہ حرمت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہوئی اس لئے یہاں ربی ارشاد ہوا اور حکم نہیں فرمایا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ربوبیت الہیہ کا مظہر اتم ہیں اللہ تعالیٰ بلا واسطہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا رب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطے سے سارے عالم کا رب جیسے رب تعالیٰ ماں باپ کے وسیلہ سے ہمارا رب ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دینے والے بندے ہیں جیسے سورج و بادل ہم سب لینے والے بندے ہیں جیسے زمین الفواحش ما ظہر منها وما بطن یہ عبارت حرم کا مفعول بہ ہے الفواحش معنٰی مجن ہے اور ما ظہر اس کلیان ہے جس نے فواحش کی دو قسمیں فرمادیں ظاہری اور چھپی ہوئی فواحش جمع ہے فاحشہ کی جس کا مادہ ہے فحش معنٰی حد سے بڑھ جانا اسی سے ہے مباشرة فاحشہ اور غبن فاحش یعنی بہت زیادہ نقصان فاحشہ کیا چیز ہے اور ما ظہر سے کیا مراد ہے اور ما بطن سے کیا مراد اس میں چند قول ہیں۔ (۱) فاحشہ وہ گناہ ہے جسے عقل بھی برا سمجھے اور اس کی برائی حد سے زیادہ ہو جیسے زنا اور دوسری بدکاریاں ان کا علانیہ کرنا ما ظہر ہے جیسے بدکار عورتوں کا بر سر بازار بیٹھ کر لوگوں کو دعوت زنا دینا خفیہ کرنا ما بطن ہے جیسے اجنبی عورتوں سے خفیہ ناجائز تعلقات (۲) فاحشہ ہر کبیرہ گناہ ہے جو علانیہ کیا جائے وہ ما ظہر ہے اور جو خفیہ کیا جائے وہ ما بطن ہے (۳) فاحشہ وہ گناہ ہے جس میں شرعی سزا (حد) لازم ہو یہ دو قسم کا ہے علانیہ اور خفیہ۔ (۴) فاحشہ صرف زنا کو کہتے ہیں زنا کی دو صورتیں ہیں علانیہ اور خفیہ یا رانہ کے طور پر۔ رب تعالیٰ نے زنا کے متعلق فرمایا لا تقربوا الزنا انہ کان فاحشہ وہ آیت اس کی تفسیر ہے (خازن کبیر وغیرہ) چونکہ علانیہ گناہ بدتر ہے خفیہ گناہ سے کیونکہ علانیہ گناہ میں رب کا مجرم بھی اور اللہ کے بندوں کو اس کا گواہ بنانا بھی خفیہ گناہ میں رب تعالیٰ کا مجرم تو ہے مگر اس میں اللہ کے بندوں کو گواہ بنانا نہیں اس لئے یہاں ما ظہر

کا ذکر پہلے فرمایا گیا اور ماہی کا ذکر بعد میں یونہی علانیہ نیکی بہتر ہے اور نیکی سے بشرطیکہ علانیہ میں رہا نہ ہو کیونکہ علانیہ نیکی میں رب تعالیٰ کی رضا بھی ہے اور اس کے بندوں کو اس پر گواہ بنانا بھی ہے، اس لئے نماز جمعہ عیدین میں جماعت شرط ہے باقی ہجگاہ میں جماعت واجب حج کا اعلان ضروری ہے۔ والا لائم یہ لفظ معطوف ہے فواحش پر اور حرم کا معقول بہ جیسے فواحش کی تفسیر میں چند قول ہیں ایسے ہی اثم کی تفسیر میں بھی چند قول ہیں (1) اثم وہ گناہ ہے جو شرعاً تو گناہ ہو مگر عقل اسے برائہ سمجھے جیسے جوا، سود وغیرہ (2) اثم ہر صغیرہ گناہ ہے (3) اثم وہ گناہ ہے جس پر شرعی سزا (حد) واجب نہ ہو (4) اثم ہر گناہ ہے صغیرہ ہو یا کبیرہ اس لئے شراب کو اثم یعنی گناہ کہتے ہیں کیونکہ یہ بہت سے گناہوں کا باعث ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

شربت الائم حتی ضل عقلی! کذا لک الائم بنهب بالعقول!

نہانا رسول اللہ ان تقرب الزنا وان نشرب الائم النی یوجب الوزا

ان دونوں شعروں میں اثم شراب کو کہا گیا (روح المعانی، خازن) نیز رب تعالیٰ نے شراب کو اثم فرمایا قل لہما اثم کبیر (خازن) بہر حال فاحشہ اور اثم کی بہت تفسیریں ہیں۔ خیال رہے کہ ہر صغیرہ گناہ ہمیشگی سے کبیرہ بن جاتا ہے کبھی ایک گناہ صغیرہ بڑے گناہ کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ ان وجوہ سے اثم یعنی گناہ صغیرہ کے لئے بھی حرم ارشاد ہوا۔ والبعی بنہم الحق یہ عبارت معطوف ہے والا لائم پر اور حرم کا معقول بنی کے لفظی معنی ہیں زیادتی و ظلم یعنی کسی انسان کا حق مارنا بنہم الحق بنی کا بیان ہے کیونکہ ظلم ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے (روح المعانی) فواحش اور اثم میں حقوق اللہ مارنے کی طرف اشارہ تھا اور بنی میں حق عبد مارنے کی طرف اشارہ ہے، خیال رہے کہ بنی بنہم الحق کی تین صورتیں ہیں کسی مسلمان کا جانی، مالی، آبرو کا حق مارنا کہ اس کی جان یا مال ناحق لیا جائے یا اس کی آبرو ریزی کی جائے دوسرے یہ کہ کسی انسان حق کہ کفار حرمی کامل ناحق مارا جائے، حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی امانتیں حضرت علی کے ذریعہ ادا کرائیں جو ہجرت کی رات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر گھیرے کھڑے تھے۔ غنیمت اور چیز ہے امانت یا قرض کچھ اور چیز۔ تیسرے یہ کہ کسی انسان یا جانور کو ستایا جائے جس جانور کو پالو اسے پہلے کھلاؤ پلاؤ بعد میں خود کھاؤ پیو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے اس عورت کو دوزخ میں دیکھا جس نے ایک بلی بھوکی مار دی تھی وان تشرکوا باللہ مالہ منزل بہ، سلطاناً: یہ عبارت معطوف ہے یعنی اور حرم کا معقول بہ پچھلے الفاظ میں عملی گناہوں کا ذکر تھا اس فرمان علی میں اعتقادی گناہوں کا ذکر ہے تشرکوا بنا ہے شرک سے معنی حصہ اور شرکت اشراک کے معنی ہیں کسی کو اللہ تعالیٰ کا حصہ دار شریک سمجھنا ملے مراد ہر غیر اللہ ہے انسان ہو یا فرشتہ چاند تارے ہوں یا زمینی چیزیں سلطان کے معنی ہیں غلبہ۔ اس سے مراد ہے دلیل کیونکہ دلیل بھی مدعی کے غلبہ کا ذریعہ ہوتی ہے اس سے مراد ہے عقلی و عقلی دونوں قسم کی دلیلیں یعنی رب تعالیٰ نے یہ بھی حرام فرمایا کہ تم کسی کو اللہ کا شریک مانو جس کی شرکت پر نہ عقلی دلیل قائم ہے نہ قولی نبی نہ کتاب آسمانی کا فرمان۔ عقل کہتی ہے کہ جو تیرے سوا ہے وہ تیرا بندہ ہے ہر چیز میں تغیر و تبدیلی ہے جو اس کی بندگی کی دلیل ہے نیز سارے نبیوں ساری آسمانی کتابوں نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ واحد لا شریک لہ ہے۔ وان تقولوا علی اللہ ما لا تعلمون یہ عبارت معطوف ہے ان تشرکوا پر اور حرم کا معقول ہے یعنی جس جس کے متعلق تم کو یہ علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حکم دیا ہے اسے تم اللہ کا حکم نہ کہو کہ یہ رب تعالیٰ پرستان ہے یا جس کے متعلق تم کو یہ علم نہیں کہ یہ اللہ نے نہ فرمایا اسے رب کی طرف نسبت نہ کر دو کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ ہے ولکل امتہ اجل مذکورہ احکام بیان

فرمانے کے بعد لوگوں کو ان کی موت یا رب کا عذاب یاد دلایا گیا تاکہ لوگ اس کے خوف سے ان احکام پر عمل کریں یا یہ مقصد ہے کہ مذکورہ احکام تم پر ہمیشہ نہ رہیں گے بلکہ فقط تمہاری زندگی تک ہی تم مر گئے سارے احکام شرعیہ تم سے الگ ہو گئے۔ لہذا زندگی کو غنیمت جانو اور ان احکام پر عمل کرو۔ بعض لوگ لالچ سے اطاعت کرتے ہیں، بعض خوف سے اور بعض عشق محبت سے بعض دنیا کی بے ثباتی اور موت کی یاد سے اس لئے قرآن کریم احکام کے بعد ان میں سے کوئی چیز بیان فرماتا ہے کیونکہ قرآن کریم سب کی ہدایت کے لئے آیا ہے یہاں آخری چیز کا ذکر ہے کہ دنیا بے ثبات ہے۔ امت سے مراد تو گزشتہ عذاب والی امتیں ہیں اور اجل سے مراد ان کا وقت عذاب ہے یا امت سے مراد ساری جماعتیں ہیں اور اجل سے مراد ان کی موت ہے یعنی گزشتہ ساری عذاب والی امتوں کے عذاب کے لئے ایک وقت مقرر تھا جب وہ وقت آگیا ان پر عذاب نازل ہو گیا یا ہر جماعت کے لئے موت کا ایک وقت ہے فاذا جاء اجلہم اس عبارت کی بھی دو تفسیریں ہیں جب گزشتہ امتوں کا وقت عذاب آگیا جب کسی جماعت کا وقت موت آجاتا ہے تو لا یستأخرون ماعندہ ولا یستسلمون یہ عبارت فاذا جاء کی جزا ہے ساعتہ کا ترجمہ ہے پل یا گھڑی جو منٹ کا بھی ساٹھواں حصہ ہے جسے آج کل سیکنڈ کہتے ہیں یعنی موت آجانے پر کوئی قوم پل بھر آگے پیچھے نہیں ہو سکتی اسے اس وقت مرنا پڑتا ہے اس وقت عمل کرنے کے لئے مہلت مانگنا بے کار ہو گا ابھی جو گھڑیاں ملی ہیں انہیں غنیمت جانو۔

خیرے کن اے فلاں و غنیمت شمار عمر زماں بیشتر کہ بانگ برآید فلاں نہ ماند

خلاصہ و تفسیر : یہ آیت کریمہ احکام اور ترغیب کی جامع آیت ہے اس میں سارے اعتقادی عملی گناہ اور عملی گناہوں میں سارے حقوق اللہ اور حقوق العباد بلکہ سارے اخلاقی معطلاتی گناہوں کا اجمالی ذکر فرما دیا گیا ہے، چنانچہ فرمایا گیا کہ اے محبوب ان نادان کفار سے کہہ دو جو برائیوں کو خوبیاں سمجھے ہوئے ہیں کہ میرے رب نے حلال غذا میں طواف میں لباس پہننا حرام نہیں فرمایا بلکہ اس نے تو ہر علانیہ و خفیہ فحش باتیں بے حیائیاں اور ہر قسم کے گناہ لوگوں پر ناحق زیادتی و ظلم حرام کئے ہیں جو تم دن رات کرتے ہو نیز اس نے یہ حرام کیا ہے کہ تم بلادلیل عقلی اور بغیر دلیل نقلی چیزوں کو اللہ کا شریک جانو مانو ان کی عبادت کرو اور یہ حرام کیا کہ جھوٹی اور بری باتیں اللہ کی طرف نسبت کرو یہ کہہ دو کہ ہم کو اللہ نے شرک بت پرستی ننگے طواف اور حج کے زمانہ میں معمولی غذا میں کھانے کا حکم دیا ہے یہ اللہ تعالیٰ پر ہتان باندھنا ہے جو سخت جرم ہے۔ یہ بھی خیال رکھو کہ ہر جماعت بلکہ ہر شخص کی موت کا وقت مقرر ہے جب وہ وقت آجاتا ہے تو کوئی اس سے ایک پل آگے پیچھے نہیں ہو سکتا لہذا اپنی زندگی کا زمانہ غنیمت جانو اس زمانہ میں نیکیوں کا ختم بولو پھر یہ وقت ہاتھ نہ آئے گا موت آجانے پر کف افسوس ملو گے اور اس افسوس سے کچھ نہ بنے گا خیال رہے کہ شرک کی حقیقت ہے کسی کو خدا کی طرح ماننا یا خدا کو کسی کی طرح ماننا "الوہیت کلد ارغنا اور بے نیازی پر ہے عبدیت کلد ارغنا اور نیازی مندی پر جو کسی بندے کو بے نیازی ماننے وہ مشرک ہے اور جو خدا تعالیٰ کو کسی کا نیاز مند یا جہنم مانے وہ مشرک ہے اس کے بغیر شرک ہو سکتا نہیں اس کی تحقیق ہماری کتب اسلام کی چار اصولی اصطلاحوں میں ملاحظہ کرو۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : سارے شرعی احکام جزا و سزا کے لئے سارے کفار پر جاری ہیں ان پر فرض ہے کہ شرک و کفر اسی طرح گناہ صغیرہ و کبیرہ سے بچیں یونہی نیک کام کرنا ان پر فرض ہے قیامت میں ہر جرم پر ان کو سزا ملے گی یہ فائدہ انعامِ حرم کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ اس میں روئے عن کفار سے ہو کیونکہ وہ ننگے

طواف کرنے کو نیکی جانتے تھے۔ دوسرا فائدہ: انسان کو چاہئے کہ علانیہ خفیہ یونہی چھوٹے بڑے سارے گناہوں سے بچے کہ کبھی چھوٹی چنگاری گھر جلا دیتی ہے یہ فائدہ لفظ فواحش اور اثم یونہی ما ظہورا وریطن سے حاصل ہوا دیکھو ان لفظوں کی تفسیر جوابی کی گئی۔ تیسرا فائدہ: گناہ کبیرہ سے بچنے کی بہت کوشش کرنی چاہئے اگرچہ ہر گناہ صغیرہ سے بھی بچے رہنا ضروری ہے یہ فائدہ فواحش کو اثم سے پہلے بیان فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: بمقابلہ حقوق اللہ کے حقوق العباد کا معاملہ بہت سخت ہے ان سے بچنا بہت ضروری ہے یہ فائدہ فواحش اور اثم کے بعد والی بقیہ فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہ بھی گناہوں میں داخل تھا مگر خصوصیت سے اسے علیحدہ بیان فرمایا۔ خیال رہے کہ گناہ صغیرہ کی معافی اس سے بھی ہو جاتی ہے کہ انسان گناہ کبیرہ سے بچے رب فرماتا ہے ان تعجبوا کبائر ما تنہون عنہ نکفر عنکم مما تکفرونہ کر لینے نیک اعمال کر لینے کی برکت سے بھی ان کی معافی ہو جاتی ہے گناہ کبیرہ کی معافی تو بہ سے ہوتی ہے مگر حقوق العباد ان میں سے کسی چیز سے معاف نہیں ہوتے وہ تو یا لو اکر نے سے معاف ہوتے ہیں یا حق والے کے معاف کر دینے سے۔ نیز خیال رہے کہ از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کسی شریعت میں کسی بندے کا حق مار لینا جائز نہیں ہوا بعض دنوں میں شراب حلال رہی۔ آدم علیہ السلام کی شریعت میں بن سے نکاح حلال رہا مگر یہ جرم کسی شریعت میں حلال نہ ہوا نیز صحابیت ہجرت ہجرت شہادت یہ تمام مل کر بھی حق عبد معاف نہیں کراتے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے الا اللعن۔ نیز فرماتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کہ اگر کوئی شخص کسی کا حق مارے اور اپنی تیز زبان چالاکی سے مجھ سے اپنے حق میں فیصلہ کرا لے تب بھی وہ حق اس کے لئے حلال نہ ہو گا یعنی اسے نبی کا فیصلہ بھی حلال نہیں کر سکتا افسوس کہ لوگوں نے پر ایسا حق مارنا آج بہت معمولی بلکہ اپنا مکمل سمجھ رکھا ہے۔ پانچواں فائدہ: کسی پر جھوٹ باندھنا بڑا گناہ ہے مگر اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا تو بہت ہی بڑا گناہ ہے۔ یہ فائدہ وان تقولوا علی اللہ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: بغیر علم مسئلہ بتانا بے علم وعظمت کہنا بے علم کوئی عقیدہ اختیار کرنا سخت ممنوع ہے کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ پر ستم باندھنا ہے کہ جھوٹا غلط مسئلہ یا وعظمت کہنا پھر یہ کہنا کہ اللہ رسول کا یہی حکم ہے بڑی دیدہ دلیری ہے۔ ساتواں فائدہ: ہماری کسی تدبیر کسی علاج سے موت نہیں ٹل سکتی موت نہ وقت سے پہلے آئے نہ وقت کے بعد۔ یہ فائدہ لافا جاہ اجلہم سے حاصل ہوا۔ لہذا علاج معالجہ دو ادویہ بطور سنت کرنا چاہئے نہ کہ موت کو ٹالنے کی نیت سے۔ آٹھواں فائدہ: انسان موت کے ڈر سے جملویا حج سے محروم نہ رہے کہ اگر میں حج کو گیا یا مجاہد بنا تو مراؤں گا کیونکہ موت وقت سے پہلے نہیں آسکتی اگر وقت آگیا ہے تو گھر میں رہ کر بھی مرحلوں کے۔ اور اگر وقت نہیں آیا حج یا جملویا بھی نہ مرو گے۔

پہلا اعتراض: فواحش یعنی گناہ کبیرہ اور ہنی یعنی ظلم یہ سب اثم یعنی گناہ میں داخل ہیں پھر انہیں علیحدہ علیحدہ کیوں بیان کیا۔ صرف ا لا اثم فرمایا کافی تھا اثم تو ہر گناہ کو کہتے ہیں۔ جواب: اس اعتراض کے جوابات ابھی تفسیر سے معلوم ہو گئے کہ اگر اثم سے مراد حقوق اللہ کے چھوٹے گناہ ہیں تب تو گناہ کبیرہ اور ظلم اس میں داخل ہی نہیں اور اگر اثم سے مراد سارے گناہ ہیں چھوٹے ہوں یا بڑے حق اللہ ہوں یا حق العباد تو ان دونوں کو علیحدہ بیان فرماتا بیان اہتمام کے لئے ہے تاکہ لوگ ڈر کر ان دونوں سے بہت احتیاط رکھیں جیسے کہا جائے کہ چوری شراب خوری اور سارے گناہوں سے بچو۔ دوسرا اعتراض: ہنی یعنی ظلم تو ہمیشہ ناحق ہی ہوتا ہے پھر ہنی کے ساتھ ہنوا الحق کی قید کیوں لگائی دیکھو ظلم کسی کو قتل کرنا ہنی ہے مگر قصاص یا زانی کی سزا میں قتل کرنا ظلم نہیں کیونکہ یہ قتل برحق ہے ناحق نہیں۔ جواب: اس اعتراض کا جواب بھی ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ

بغیر الحق، بھی کی تفسیر ہے اس کی قید نہیں یعنی رب نے ظلم حرام کیا جو کہ ناحق تھا۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ جب موت آجائے تو کوئی آگے پیچھے نہیں ہو سکتا موت آنے پر پیچھے نہ ہونا تو ظاہر ہے مگر آگے نہ ہونے کے کیا معنی۔ جب وقت موت آگیا تو اس سے آگے بڑھنا کیا معنی۔ جواب: اس کا جواب تفسیر کبیر نے یہ دیا ہے کہ موت آنے سے مراد ہے موت کا قریب آجانا یعنی اگر کسی کو کل موت آنی ہے تو نہ آج مرے نہ پرسوں کل ہی مرے گا لہذا آیت واضح ہے اردو میں کہتے ہیں وعدہ کم نہ زیادہ۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ موت وقت مقررہ سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتی مگر قرآن کریم فرماتا ہے کہ شیطان نے اپنے لئے زیادتی عمر کی دعا کی جو قبول ہوئی۔ حدیث شریف میں ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنی عمر میں سے چالیس سال داؤد علیہ السلام کو عطا فرمادیئے دیکھو حضرت داؤد کی موت چالیس سال پیچھے ہٹ گئی اور آدم علیہ السلام کی موت چالیس سال آگے بڑھ گئی نیز ارشاد فرماتے ہیں کہ نیک اعمال سے عمر بڑھتی ہے اپنے قرابت داروں سے سلوک عمر اور روزی یہ تمام چیزیں اس آیت کریمہ کے خلاف ہیں۔ جواب: اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے قانون کا ذکر ہے اور ان واقعات میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا ظہور ہے اگر اللہ تعالیٰ کسی کی موت آگے پیچھے کر دے تو وہ قادر ہے۔ ان تمام واقعات میں خود اللہ تعالیٰ نے موت کو آگے پیچھے کیا نہ کہ ان لوگوں نے اسی لئے یہاں لا ہستا خون اور لا ہستلمون جمع مذکر عتاب کا صیغہ ارشاد ہوا۔ ان کا قائل بندے ہیں یعنی وہ لوگ خود موت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے۔ یہ نہیں فرمایا کہ ان کو ہم آگے پیچھے نہیں کر سکتے۔ پانچواں اعتراض: جن مردوں کو عیسیٰ علیہ السلام نے زندہ کیا یونہی جن پرندوں کو ابراہیم علیہ السلام نے ذبح کر کے زندہ کیا یونہی حضرت عزیر علیہ السلام کا گدھا جو مرنے کے سو برس بعد زندہ ہوا۔ یہ سب اپنے وقت پر مرے تھے یا وقت سے پہلے اگر وقت سے پہلے مرے تھے تو اس آیت کے خلاف ہے اگر اپنی زندگی پوری کر کے اپنے وقت پر مرے تھے تو دوبارہ زندہ کیسے ہوئے۔ جواب: اس کے تفصیلی جوابات ہم تیسرے پارے میں واحی الموتی باذن اللہ کی تفسیر میں دے چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ وہ سب اپنے وقت پر اپنی عمر پوری کر کے مرے تھے مگر اللہ تعالیٰ نے اپنے ان پیارے بندوں کی برکت سے انہیں دوبارہ عمر بخش دی جو رب انہیں ایک بار عمروں سے دے سکتا ہے وہ دوبارہ بھی دے سکتا ہے جب چراغ کا تیل جلی ختم ہو گیا وہ بجھ گیا اگر مالک چاہے تو اس میں دوبارہ تیل جلی ڈال کر روشن کر دے رب قادر مطلق ہے۔ چھٹا اعتراض: ان مذکورہ چیزوں کو جب دوبارہ عمر میں ملیں تو کیا انہیں پھر دوبارہ موت آئی یا نہیں جو ان کی اپنی موت تھی وہ تو آچکی پھر ان کا کیا ہوا۔ جواب: ان کی جان بدن سے دوبارہ نکال گئی مگر انہیں جانکشی کی شدت دوبارہ نہیں ہوئی کہ شدت جانکشی صرف ایک بار ہوگی اب ان کی جان ایسے نکلی جیسے نیند آجاتی ہے یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ لن یجمع اللہ علیک الموت مدتن۔ رہی وہ آیت کریمہ واما امتنا اثنتین واحبتنا اثنتین خدایا تو نے ہم کو دوبارہ موت دی اور دوبارہ زندگی بخشی۔ لن شاء اللہ اس کی تحقیق اسی آیت کریمہ کی تفسیر میں ہوگی۔ ساتواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ لوگ اپنی خوشی اپنے ارلوے سے موت سے آگے پیچھے نہیں ہو سکتے مگر حدیث شریف میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا کہ آپ نیل کی کھل پر ہاتھ پھریں جتنے بل آپ کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے فی بل ایک سل ملے گا یہ حدیث اسی آیت کے خلاف ہے دیکھو وہاں موسیٰ علیہ السلام اپنی خوشی اپنے اختیار سے اپنی موت پیچھے کر سکتے ہیں۔ جواب: نہیں وہاں بھی موت کا پیچھے ہٹنا اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہوتا یعنی موسیٰ علیہ السلام نیل کی کھل پر ہاتھ پھیرتے تو رب تعالیٰ فی بل ایک سل عطا فرماتا رہا بھی عمر کی زیادتی موت کی تاخیر رب تعالیٰ

کے ارادہ سے ہوتی۔

تفسیر صوفیانہ : فاحشہ ہو وہ چیز ہے جو بندہ کو رب تک پہنچنے سے روک دے اس کی راہ مار دے عوام کا ظاہری فاحشہ گناہ کرنا ہے اور باطنی فاحشہ دل کا برے خیال سے بھرنا ہے خواص کا ظاہری فاحشہ اپنی خود غرضی ہے یعنی اپنے نفس کے لئے کچھ کرنا ہے باطنی فاحشہ محبوب سے صبر کر لینا ہے اگرچہ پل بھر کے لئے ہو اور خاص الخواص کا ظاہری فاحشہ ترک آداب تعلق بلا سبب ہے باطنی فاحشہ غیر اللہ کی طرف التفات ہے یعنی داریں میں سے کسی چیز کی طرف دل کا میلان اہم یعنی گناہ یہ ہے کہ بندہ پل بھر کے لئے اللہ سے غافل ہو جائے۔ غیر اللہ کی محبت اس کے دل میں آجائے شرک یہ ہے کہ اللہ سے غیر اللہ کو مانگے چاہے یہ کہ اللہ سے اللہ کو ہی مانگے غیر اللہ کی طلب وہ چیز ہے جس پر کوئی حجت و دلیل نہیں اتاری گئی۔ فرمایا گیا ففروا الی اللہ اللہ پرستان باندھنا یہ ہے کہ نفس اور اس کی خواہشات سے فتویٰ لیا جائے یا اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو نظر عقل سے دیکھا جائے یا عارفین عاشقین کی رمزوں کو عاقلین کے طریقہ سے سمجھنے کی کوشش کی ان سب کو میرے رب نے حرام فرما دیا عاقلین در حقیقت عاقلین ہیں نہ کہ عارفین ہر چیز کے دیکھنے جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ نے علیحدہ عینکیں بنائی ہیں دل کی آنکھ پر وہی عینک لگاؤ جو وہاں کام دے انسان مسافر ہیں کوئی راہ الہی طے کر رہا ہے کوئی راہ جنت پر گامزن ہے اور کوئی دوزخ کا راستہ طے کرتا ہوا دھروڑ رہا ہے ان سب کے لئے ایک وقت مقرر ہے جس وقت وہ اپنا سفر طے کریں گے۔ جب سفر ختم ہونے کا وقت آجائے گا تو یہ سب ایک پل آگے پیچھے نہ ہو سکیں گے اپنی اپنی منزل پر پہنچ جائیں گے۔ مسافرین راہ خدا کو چاہئے کہ دوران سفر غافل نہ رہیں دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہ پھنسیں کہ اس کے لئے بقائیں شیخ سعدی نے فرمایا۔

آنکہ قرارش نہ گزرتے و خواب! ماکل و نسرین نشانہ نخت
گردش گیتی گل رویش برینخت خاریناں بر سر خاش برست
یعنی جن نازک مزاجوں کو بغیر پھولوں کے چین بلکہ نیند نہ آتی تھی بعد موت ان کی قبروں پر کانٹے اگے ہوئے ہیں۔ (از روح البیان)۔

کیسے حسین کہ قبر پر کاتھوں کی باڑ ہے وہ پھول سا بدن وہ نزاکت کہاں گئی

يٰبَنِي آدَمَ اَقِمَّا يَتِيكَمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّونَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ فَمِنْ اَتَقٰ

اے آدمیو اگر کبھی آئیں ہمارے پاس رسول تم میں سے جو بیان کریں اور تمہارے آیتیں میری ہیں اے آدم کا نسل اگر تمہارے پاس تم میں سے رسول آئیں میری آیتیں بڑھتے تو جو بد ہیز کاری کرے اور سزا لے

وَأَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ ۝ وَالَّذِينَ كَذَبُوا

وہ جو بد ہیز گاری کرے اور درست کرے پس نہیں ہے کون ڈران بداندہ وہ نیکین ہوں گے۔ اور وہ جو تو اس بداندہ کچھ خوف اور نہ کچھ شرم۔ اور جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی

بَايْتِنَاوَاَسْتَكْبِرُوَاعَنْهَا اُولٰٓئِكَ اَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خٰلِدُونَ ﴿٣٠﴾

بھٹلا میں آئیں گی ہماری اور غرور کریں ان سے یہ ہی لوگ ہیں آگ داسے وہ اس میں ہمیشہ رہتے رہیں گے۔
اور ان کے مقابل تکبر کیا وہ درزخی ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے۔

تعلق : ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیتوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام کا ذکر تھا کہ اس نے فحش باتیں گناہ وغیرہ حرام فرمائیں اب احکام لانے والے رسولوں نبیوں کا ذکر ہے جو خالق و مخلوق کے درمیان برزخ کبریٰ ہیں گویا احکام کے بعد حکام الہیہ کا تذکرہ ہے جو یہ احکام مخلوق پر جاری فرمائیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فحش گناہ، ظلم، شرک وغیرہ کی حرمت کا ذکر تھا اب حضرات انبیاء کرام کی تشریف آوری کا تذکرہ ہے جو یہ چیزیں مخلوق کو بتائیں کہ فلاں چیز فحش ہے فلاں چیز گناہ یہ ظلم ہے یہ شرک گویا اجمال کے بعد تفصیل فرمانے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں بچنے والے کاموں کا ذکر تھا کہ فحش گناہ وغیرہ سے بچنا اب کرنے والے کاموں کا ذکر ہے کہ اللہ کے رسولوں کی فرمانبرداری کرو گویا تقویٰ کے ایک رکن کے بعد دوسرے رکن کا تذکرہ ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیتوں میں بندوں کو گناہوں سے بچنے کا تاکید حکم دیا گیا تھا اب حضرات انبیاء کرام کی اتباع و اطاعت کا حکم دیا جا رہا ہے کیونکہ اگر ان حضرات کے فرمان کے ماتحت گناہوں سے بچا جائے تو دوزخ سے نجات ہے جو نبی کی اطاعت چھوڑ کر محض اپنی عقل سے کام لے کر ان تمام مذکورہ گناہوں سے بچے وہ نہ مومن ہے نہ اس کی نجات۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ موت آتی ہے اور ضرور آتی ہے وہ ٹل نہیں سکتی اب ارشاد ہے کہ کامیاب موت اس کی ہے جسے رسول کی اطاعت نصیب ہو ناکامی کی موت اس کی ہے جو ان سے منہ پھیرے گویا موت کے بعد نوعیت موت کا ذکر ہے (کبیر) تاکہ لوگ کامیابی کی موت مرنے کی کوشش کریں ناکامی کی موت سے بچیں۔ چھٹا تعلق: پچھلی آیات میں دنیا کی بے وفائی بے ثباتی اس کی فنا کا ذکر تھا اب ان مقدس ذاتوں کا ذکر ہے جن کے تعلق سے دنیاویانہ رہے بلکہ دین بن جائے موت فنانہ کر سکے بلکہ مومن موت کے بعد بھی باقی رہے یعنی حضرات انبیاء کرام۔ جو ان کے قدموں سے لگاؤ باقی اور لازوال ہو گیا خواہ انسان ہو یا مل یا عمل غرضیکہ فنانہ کرنے والی چیز کے بعد باقی رکھنے والی چیز کا تذکرہ ہے۔

پکیا کے پاٹن دیکھ کر دیا کبیرا روئے جو پاٹن میں آگیا ان میں بچا نہ کوئے
پکیا پکیا سب کہیں کلیا کئے نہ کوئے جو کلیا سے لاگا اس کا بل نہ بیکا ہوئے

تفسیر : یا ہنی ادم اس خطاب میں بہت قول ہیں (1) صرف مکہ والوں سے خطاب ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ پاک میں موجود تھے (2) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم زمانہ سارے اہل عرب سے خطاب ہے (3) حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے لے کر قیامت سارے عرب والوں سے خطاب ہے ان تینوں صورتوں میں رسل سے مراد حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور منکم سے مراد ہے من قومکم من قبلیکم (4) ان دو صورتوں میں رسل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور منکم سے مراد ہے من جنسکم کیونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم جنس بشر سے ہی آتا جنسی فرشتہ یا جنس جنات سے نہیں (6) اس میں خطاب ہے از آدم تا روز قیامت سارے انسانوں سے اور رسل سے مراد ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم

و سلم (7) اس میں اولین و آخرین سارے انسانوں سے خطاب ہے اور رسل سے مراد ہیں سارے نبی از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان دونوں صورتوں میں یہاں اس عہد و پیمان کا ذکر ہے جو میثاق کے دن سارے انسانوں سے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق لیا گیا تھا یا سارے نبیوں کی اطاعت کے متعلق لیا گیا۔ روح المعانی سے اس آخری تفسیر کو اختیار فرمایا اور یہی ظاہر ہے باقی مفسرین نے گزشتہ تفسیروں کو ترجیح دی چونکہ حضرات انبیاء کرام انسانوں میں ہیں انہیں کی جنس سے تشریف لائے اس لئے انسانوں سے ہی یہ خطاب فرمایا گیا جنت و فرشتے اس خطاب میں داخل نہیں کئے گئے اما ما تنکم و صل منکم اما اصل میں ان اور ما کا مجموعہ ہے ان شرطیہ ہے اور ملایا تو زائدہ ہے شرط کے معنی کی تاکید کے لئے یا ظرفہ ہے وقت کو عام فرمانے کے لئے ان کے نون کو ما کے میم میں ادغام کر دیا گیا یعنی اگر ضرور یا اگر کبھی یا تنکم بنا ہے اتنی سے معنی آتا یہاں مراد ہے ان حضرات کا مبعوث ہونا یہ شان رسالت و نبوت ان لوگوں میں پہنچنا اگرچہ حضرات انبیاء کرام کی تشریف آوری یقینی تھی مگر اسے شرط کے ساتھ بیان کرنا ان کی اطاعت کی ترغیب کے لئے ہے جیسے کوئی باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر میں تیرا باپ ہوں اور اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری اطاعت کر اور ہو سکتا ہے کہ یہاں اگر شک ہی کے لئے ہو کیونکہ بعض انسان بچپن میں فوت ہو جاتے ہیں بعض دیوانہ مجنون رہتے ہیں بعض کو پیغمبر کی تعلیم نہیں پہنچتی جیسے زمانہ جاہلیت میں فترت والے لوگ اس لئے اگر فرمایا یعنی تم میں سے اگر کسی کو نبوت کی روشنی پہنچے۔ اگر اس میں خطاب اہل عرب یا مسلمانوں سے ہے تو رسل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں آپ کی اطاعت سارے رسولوں کی اطاعت ہے یا جمع فرمایا تعظیم کے لئے۔ منکم سے مراد ہے من قوم یا من قبلیکم یا من جنسکم چونکہ سارے نبی صرف انسانوں میں آئے کوئی بنی فرشتہ یا جن میں سے نہ آیا اس لئے منکم فرمانا بہت ہی موزوں ہے بقصون علیکم اما تنی یہ عبارت رسل کا مل ہے بقصون بنا ہے قص سے معنی بیان کرنا اسی لئے کہانی حکایت کو قصہ کہا جاتا ہے کہ وہ بار بار بیان کی جاتی ہے سنائی جاتی ہے چونکہ سارے نبیوں کے پاس آسمانی کتاب یا صحیفے نہ تھے اور جن کے پاس تھے انہوں نے بھی صرف کتاب نہ سنائی بلکہ اور احکام بھی دیئے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی امت کو صرف قرآن نہیں سنایا بلکہ اپنے فرمان بھی سنائے ان وجوہ سے بتلون نہ فرمایا بقصون فرمایا اور قرآنی یا کتبھی نہ فرمایا بلکہ آیاتی فرمایا تاکہ ان سب کو شامل ہو جائے لمن اتقی و اصلاح یہ عبارت لسانی جزا ہے لہذا ای جزائیہ ہے من یا شرطیہ ہے یا موصولہ من سے مراد ہر وہ انسان ہے جسے نبی کی تبلیغ پہنچے اتقی سے مراد ہے شرک و کفر بلکہ تمام بد عقیدگیوں سے بچنا اصلاح سے مراد ہے تمام برے کاموں سے بچنا (2) تقویٰ سے مراد ہے برے کاموں سے بچنا اصلاح سے مراد ہے نیک کام کرنا (3) تقویٰ سے مراد ہے اچھے کام کرنا اصلاح سے مراد ہے اپنے گناہ کا کفارہ ادا کرنا (4) تقویٰ سے مراد ہے حضرت انبیاء کرام کی مخالفت سے بچنا اصلاح سے مراد ہے ان کے احکام پر عمل کرنا (5) تقویٰ سے مراد ہے آئندہ گناہوں سے بچنے کا عہد کرنا اصلاح سے مراد ہے گزشتہ گناہوں سے توبہ کرنا (6) تقویٰ سے مراد ہے دل کا تقویٰ یعنی اللہ کے محبوب بندوں کا لب و احترام کرنا و من معظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور اصلاح سے مراد جسم کا تقویٰ یعنی برے کاموں سے بچنا اچھے کام کرنا (7) تقویٰ سے مراد ہے عبادت درست کرنا اصلاح سے مراد ہے معاملات ٹھیک کرنا تقویٰ کی مکمل بحث پارہ اہم کے شروع میں کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ تقویٰ عوام ہے بد عقیدگیوں سے بچنا تقویٰ خواص سے گناہوں سے بچنا تقویٰ خاص الخواص سے اغیار سے بچنا جو یار تک پہنچنے کے لئے آڑیں

کے ایک عارف نے کہا۔

ولو خطرت کافی سواک ارادة علی خاطری ہوما حکمت برہنی

فلا خوف علیہم ولا ہم یحزنون یہ عبارت من اتقی کی جزا ہے اس کی مکمل تفسیر ان شاء اللہ گیارہویں پارہ میں الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم ولا ہم یحزنون میں کی جائے گی یہاں اتنا سمجھ لو کہ خوف کے معنی ہیں اندیشہ خطرہ آئندہ کالور خوف کے معنی ہیں رنج و غم گزشتہ پر پھر خوف چند قسم کا ہے خوف ایذاء خوف نفرت خوف اطاعت وغیرہ ان میں سے بعض خوف مفید ہیں اور بعض خوف مضر یہاں اس خوف کی نفی ہے جو کسی مخلوق کی اطاعت پر مجبور کرے اور ہو مضر اور ہو سکتا ہے کہ یہ قیامت کے متعلق ہو لہذا اس کی دو تفسیریں ہیں یعنی ایسے مومنوں کو دنیا میں کسی بندے کا ایسا خوف نہیں ہوتا جس سے وہ اللہ تعالیٰ کے خلاف اس کی اطاعت کریں اور نہ دنیا میں وہ اپنے کئے پر پچھتائیں کیونکہ وہ برے کام کرتے ہی نہیں یا قیامت میں نہ انہیں آئندہ کا خطرہ ہو نہ گزشتہ دنیاوی زندگی کا غم کیونکہ وہ کرامت اور رضاء الہی کی لذتوں میں غرق ہوں گے۔ قرآن مجید اچھے عقائد و اعمال کے ساتھ برے عقائد و اعمال کا ذکر بھی فرماتا ہے تاکہ لوگ اچھے کام کریں برے کاموں سے بچیں جیسے قابل طبیب اپنے مریض کو کھانے کی دوائیں بھی بتاتا ہے بچنے کے پرہیز بھی۔ نیز دنیا کی اعلیٰ چیز سے سب فائدہ نہیں اٹھاتے سورج سے چمکوڑ بارش سے شورہ زمین فائدہ حاصل نہیں کرتی یونہی نی سے سب لوگ فائدہ نہیں اٹھاتے اس لئے آگے ارشاد ہوا کہ والذین کذبوا یا ہتتا یہ تصویر کا دو سرا رخ ہے جس میں مومنوں کے مقتل کفار کا حل بیان ہوا کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے جب الذین کے ساتھ لوگوں اور ان کی جزا جنت کا ذکر ہو تو اس سے صرف نیک انسان مرلو ہوتے ہیں کیونکہ جنت صرف مومن انسانوں کے لئے ہے لیکن جب الذین کے بعد بدکاروں اور ان کی سزا دوزخ کا ذکر ہو تو وہاں کافر انسان اور کافر جن دونوں مرلو ہوتے ہیں لہذا یہاں الذین سے کافر جن و انس دونوں مراد ہیں کذبوا سے مراد ہے عقیدہ تا جھوٹا سمجھنا اور مرتے وقت تک جھوٹا سمجھتے رہنا کیونکہ جو مرتے وقت نبی کی تصدیق کر دے وہ مومن اور جنتی ہو جاتا ہے لہذا سے مراد ہیں اللہ تعالیٰ کی ساری آیتیں خواہ کتب اللہ کی آیتیں ہوں یا نبیوں کے فرمان یا ان کے احکام یا ان کے معجزات یہ ایک کلمہ ان سب کو شامل ہے بلکہ قوی یہ ہے کہ آیات سے مراد نبی کی ذات ہو کہ ان کا ہر وصف ہر لوا آیت الہیہ یعنی رب تعالیٰ کو پہچاننے کی نشانی ہے کیونکہ ہر نبی کے ساتھ کتاب نہیں اور معجزات نہ تھے نبی کے لئے وحی الہی ضروری کتاب آسمانی یا معجزہ ضروری نہیں جو نبی دوسرے نبی کی تائید یا ان کی وزارت کے لئے معیث ہوئے جیسے حضرت ہارون جناب موسیٰ علیہ السلام کے لئے ان کے لئے کتاب یا معجزہ لازم نہیں بہر حال اس آیت میں سارے ایمانیات کے جھٹلانے اور کفر کی ساری قسموں کا اجمالی ذکر ہے۔ واستکبروا عنہا یہ عبارت معطوف ہے کذبوا پر اس میں کفر کی وجہ کا ذکر ہے استکبار کے معنی ہیں اپنے کو غلط طریقہ پر بڑا جانا یعنی ہو جھوٹا مگر اپنے کو سمجھے بڑا اس لئے حق تعالیٰ کی صفت متکبر تو ہے مگر متکبر نہیں۔ عنہا کا مرجع وہی آیات ہیں یعنی انہوں نے آیات الہیہ قبول کرنے سے تکبر و غرور کیا یہ سمجھا کہ نبی کی اطاعت ہماری عزت کے خلاف ہے ہماری اس میں شان گھٹتی ہے اس لئے وہ کافر ہوئے اور کافر رہے اولئک اصحاب النار یہ خبر ہے والذین کذبوا کی۔ اصحاب جمع ہے صاحب کی معنی والا یا ساتھی نار سے مراد دوزخ ہے کیونکہ وہاں کے ہر طبقہ میں آگ کھلی عذاب ہے گرم طبقوں میں آگ کے قرب کا عذاب ہے اور ٹھنڈے طبقوں میں آگ کی دوری کا عذاب جیسے دنیا کی گرمی سردی دونوں سورج کے قرب و بعد کے اثر سے ہیں یعنی یہ متکبر

کفار حقیقتہً ”دوزخ والے ہیں دوسرے لوگ ان کے طفیل دوزخی ہوں گے۔ خیال رہے کہ دوزخ بنی ہے کفار کے لئے انہوں نے ہی وہاں رہنا ہے گنہگار مسلمان چونکہ ان کے سے کام کرتے تھے اس لئے وہ بھی کچھ دن کے لئے دوزخ میں جائیں تو جائیں مگر وہ دوزخ والے نہیں جس کے لئے گھر بنے وہ مکان والا ہے دو ایک دن کا سہماں مکان والا نہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ کافر دنیا میں بھی دوزخ میں ہے اس کا گھر دوزخ کی کوٹھڑی اگرچہ کوٹھی ہو اس کا کھانا پینا لباس اگرچہ اعلیٰ ہو مگر دوزخ کی غذا ہے جیسے چھانسی والے ملزم کاجیل میں اچھا کھانا مومن اگرچہ جھوپڑے میں رہے معمولی کھائے پئے اس کا گھر جنت کی کیاری اس کی غذا جنتی طعام ہے کہ اس کے منہ میں اس کے گھر ہر وقت اللہ رسول کا نام ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ٹوٹا ہوا حجرہ اور منبر و حجرے کے درمیان کی جگہ بہشت بریں ہے اگرچہ بظاہر معمولی تھے لہذا اصحاب النار وہ آج بھی ہیں۔ ہم فیہا خالدون یہ ان کی دوسری سزا کا ذکر ہے یعنی دوزخ میں ہمیشہ رہنا وہاں سے کبھی نہ نکلنا یعنی کفار ہی ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے اگر النار سے دوزخ کا کوئی خاص طبقہ مرلو ہو جہاں سرداران کفر اور مشکبرین رہیں گے تب اس کا مطلب بالکل واضح ہے۔ خیال رہے کہ مومنوں کی جزا و ثواب کے لئے دو چیزیں بیان ہوئیں۔ تقویٰ اور اصلاح ان کافروں کے عذاب کے لئے بھی دو چیزیں ارشاد ہوئیں جھٹلانا اور غرور کرنا مگر فرق یہ کیا گیا کہ وہاں ف لائی گئی فلا خوف مگر یہاں ف نہیں ارشاد ہوئی، بلکہ فرمایا گیا ولشک اصحاب النار اس میں بڑا ہی عجیب نکتہ ہے کہ تقویٰ اور اصلاح کے بعد بے خوفی بے غمی لازم ہے بغیر کسی مہلت و تراخی کے مگر کفر و تکبر کے بعد دوزخی ہو نا فوراً نہیں ہو جاتا اسے توبہ کی مہلت دی جاتی ہے اب بھی توبہ کر لے اب بھی مان جا اس میں شان عظامی ستاری کا نظارہ ہے۔

اے کہ بچہ رفت در خواب! مگر اس پنج روز دریابی!

خلاصہ تفسیر: ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو آسان بھی ہے اور قوی بھی رب فرماتا ہے کہ ہم نے ميثاق کے دن سارے انسانوں سے عہد لیا کہ اے لوگو اگر کبھی تمہارے پاس ہمارے پیغمبر پہنچیں جو ہماری آستیں تمہیں سنائیں ہمارے احکام تم تک پہنچائیں تو خیال رکھنا کہ جو کوئی ان کی اطاعت سے بچے ان کی اطاعت کرے اپنے حال کو درست کرے کہ ایمان لا کر بقدر طاقت نیک اعمال کرے ان کا ثواب یہ ہے کہ انہیں آخرت میں نہ آئندہ کا خوف و ڈر ہو نہ گزشتہ پر رنج و مٹال وہ غم و خوف دونوں سے آزاد ہوں گے رب کی رحمتوں کی لذت میں سرشار ہوں گے اور ان کے مقابل جو لوگ ہماری آیات کو جھوٹا جانیں کہیں اور ان آیات کے ماننے میں اپنی ذلت سمجھیں ان کی اطاعت میں اپنی توبہ جانیں تو جان لو کہ دوزخ کے بدترین طبقہ والے وہ ہیں یہ اس میں ہمیشہ رہیں گے وہاں سے کبھی نکل نہ سکیں گے وہ عہد بیان تم کو یاد دلایا گیا اسی پر قائم رہو اب قیامت میں تمہارا بے علمی کا بہانہ کام نہ دے گا خلاصہ یہ ہے کہ ان آیات میں چند باتیں بیان ہوئیں۔ (1) اللہ تعالیٰ کی دین کہ وہ صرف تمہارا خالق نہیں کہ تمہیں پیدا فرما کر چھوڑ دے بلکہ تمہارا رب بھی ہے کہ تمہاری پیدائش کے بعد تمہاری جسمانی روحانی پرورش کرتا ہے اس بات کا بیان ہا ما یا تمکم وصل الخ میں ہوا (2) ہمارا اس دین کو قبول کرنا فتن اتقی و اصلح (3) اس دین کے لانے کا نتیجہ فلا خوف علیہم (4) رب کی دین کو قبول نہ کرنا اس کی ناکداری کرنا والذین کنہوا ہا یا تننا (5) اس ناکداری کا نتیجہ ولشک اصحاب النار کہ ہم قدر دونوں میں سے ہوں بتا دیا ہے۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: میثاق کے دن عام انسانوں سے رسولوں کی پیروی کا بھی عہد و پیمان لیا گیا۔ یہ فائدہ ہابنی ادم کی ساتویں تفسیر سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا اس صورت میں کل چار عہد و پیمان لئے گئے (1) سارے لوگوں سے رب تعالیٰ کی ربوبیت کا عہد الست ہر کم قالوا اہلی (2) حضرات انبیاء کرام سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے آپ کی مدد کرنے کا عہد ولقد اخذ اللہ میثاق النبین (3) علماء نبی اسرائیل سے کتب الہیہ نہ چھپانے کا عہد واذا اخذ اللہ میثاق بنی اسرائیل (4) سارے لوگوں سے حضرات انبیاء کرام کی فرمانبرداری کا عہد یا بنی اوم، دوسرا فائدہ: از آدم علیہ السلام تا حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی وقت کوئی ساعت نبوت سے خالی نہ رہی ہر وقت کسی نہ کسی کی نبوت ضروری رہی ہاں بعض وقت نبی کے ظہور سے خالی رہے۔ دیکھ لو آج بھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور نہیں مگر آپ کی نبوت قائم ہے۔ یہ فائدہ ہاتھ منکم وصل سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: سارے نبی انسانوں میں ہی تشریف لائے، فرشتوں، جنات میں کوئی نبی نہ ہوئے یہ فائدہ وصل منکم کی تفسیر سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ ارسلوا واما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحي اليهم صرف رجل سے مراد انسانی مرد ہوتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: تمام نبیوں پر تبلیغ من جانب اللہ ضروری تھی سب کے پاس نیا دین اور نئی کتاب نہ تھی مگر تبلیغ سب پر لازم تھی۔ یہ فائدہ بقصون علیکم سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: پیغمبر صرف کتاب اللہ ہی کی تبلیغ نہیں فرماتے بلکہ سارے فرمان الہیہ کی تبلیغ کرتے ہیں کتاب کے احکام ہوں یا سنت کے۔ یہ فائدہ ایا تاتی فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں کتابی نہیں فرمایا گیا۔ چھٹا فائدہ: نجات کا ذریعہ صرف ایک ہے ایمان۔ اس کے بغیر کوئی نجات نہیں پاسکتا۔ یہ فائدہ لمن اتقى واصلاح سے حاصل ہوا۔ کوئی شخص صرف نبی کی اولاد ہونے سے نجات نہیں پاسکتا جب تک کہ مومن نہ ہو اس کے لئے نوح علیہ السلام کے فرزند کنعان کا انجام نمونہ ہے، شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

چو کنعان را طبیعت بے ہنر بود پیبر زاوگی قدرش نہ افزود

ساتواں فائدہ: ہر متقی مومن ولی اللہ ہے یہ فائدہ فلا خوف علیہم سے حاصل ہوا کہ یہی بشارت اولیاء اللہ کو بھی دی گئی ہے الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیہم بھی ارسلوا کہ الذین امنوا وکانوا یقون مگر خیال رہے کہ ولایت اسی طرح ایمان و تقویٰ ان سب کے بہت درجے ہیں، علم، خاص، خاص القلم، یونہی ایمان غیبی، ایمان شہودی، ایمان ترک و جوہی یونہی تقویٰ، بد عقیدہ گروں سے بچنا گناہوں سے بچنا، ہر غافل کرنے والی چیز سے بچنا ہر ماسویٰ اللہ سے بچنا، ان شاء اللہ یہ بحث مکمل سورہ یونس میں آئے گی۔ نیز ہماری کتاب شان حبیب الرحمن کے ضمیمہ میں ملاحظہ کرو۔ آٹھواں فائدہ: دوزخ میں ہمیشگی صرف کفار کے لئے ہے مومن کیسا ہی گنہگار ہو دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہے گا یہ فائدہ والذین کذبوا بایاتنا سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: اگرچہ بعض مومن اپنے گناہوں کی وجہ سے دوزخ میں جائیں گے مگر وہ اصحاب النار نہیں ہوں گے دوزخ میں جانا اور بات ہے دوزخ میں ہونا دوسری بات۔ مومن، غفلت تعالیٰ دوزخی نہیں دوزخی وہ جس کے لئے دوزخ بنی جو ہمیشہ وہاں رہے جیسے بھٹی میں کوئلہ۔ گیارہواں فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے انسانوں کے رسول ہیں۔ یہ فائدہ وصل کی چھٹی تفسیر سے حاصل ہوا کہ بنی آدم میں خطاب سارے انسانوں سے ہوا اور رسل سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں۔ کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم خلاصہ انبیاء ہیں۔ ارسلوا فائدہ: نبی پر تکبر کفر بلکہ بدترین کفر ہے۔ یہ فائدہ واستکبروا

سے حاصل ہوا جبکہ ابھی تفسیر سے معلوم ہوا یہی تکبر شیطان نے کیا سب سے پہلا جرم نبی پر تکبر ہے۔

پہلا اعتراض : اس آیت میں اگر نبی آدم سے ہی مراد ہے انسان ہیں اور رسل سے مراد سارے نبی تو اما کیوں ارشاد ہوا انبیاء کرام کی تشریف آوری یقینی تھی پھر اگر فرمانے کے کیا معنی۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ اس طرح اگر مکر سے ارشاد فرمانا ترغیب کے لئے ہوتا ہے یا یہ کہ سارے انسانوں تک نبوت کے احکام پہنچانا یقینی نہ تھے بعض لوگ بچپن میں فوت ہو جائیں گے بعض دیوانہ رہیں گے بعض کو نبوت کی خبر نہ ہوگی بعض تک نبوت کے اصلی احکام نہیں پہنچیں گے مسخ شدہ احکام پہنچیں گے اس لئے ارشاد فرمانا بالکل درست ہوا۔ **دوسرا اعتراض :** یہاں آیاتی کیوں فرمایا بتلون علیکم کتبہ کیوں نہیں فرمایا نبی کتاب ہی سناتے ہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ حضرات انبیاء صرف کتاب اللہ ہی نہیں سنایا کرتے بلکہ اپنے فرمان بھی لوگوں تک پہنچاتے ہیں وہ فرمان بھی آیات الہیہ ہی ہوتے ہیں جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن مجید کے ساتھ اپنے فرمان یعنی سنت کی بھی تعلیم دی۔ **تیسرا اعتراض :** یہاں واستکبروا کیوں فرمایا گیا جو کافر متکبر نہ ہوں عاجز ہوں وہ دوزخی نہیں ہیں؟ جواب: یا تو ہر کافر متکبر ہے کفر خود تکبر کی ایک قسم ہے لہذا واستکبروا تفسیر ہے کنہوا کی ہر کافر نبی کا انکار کر کے اپنے کو ان کے سامنے جھکاتا نہیں یہی تکبر ہے یا یوں کہو کہ یہاں دوزخ کے سخت طبقہ کا ذکر ہے جہاں صرف متکبر ہی جائیں گے غیر متکبر کافر بلکہ طبقوں میں رہیں گے۔ چوتھا اعتراض: اصحاب النار اور فیہا خالدون میں کیا فرق ہے۔ جواب: اصحاب النار وہ جن کے لئے دوزخ بنی خالدون وہ جو وہاں سے کبھی نکل نہ سکیں۔ **پانچواں اعتراض :** قرآن مجید میں ہر جگہ مومن متقی کے مقابل کفار کا ذکر ہوتا ہے مومن فاسق کی سزا کا ذکر کیوں نہیں ہوا کرتا۔ جواب: اس لئے کہ مومن فاسق کو سزا ملنا یقینی نہیں۔ ممکن ہے وہ شفاعت کے ذریعہ معافی پا جائے اور ممکن ہے کچھ دن دوزخ کی آگ میں پکا کر پاک کر کے جنت میں پہنچایا جائے نیز مومن فاسق کے لئے دوزخ سزا نہیں بلکہ اس کی پاکی کا ذریعہ ہے جیسے گندے سونے کے لئے آگ یا ہتھوڑے کی چوٹ نیز اس میں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر انکار کر رہا ہے کہ ان کی امت کی پردہ پوشی کی جاتی ہے۔

تفسیر صوفیانہ : حضرت انبیاء کرام اگرچہ لولاد آدم علیہ السلام ہیں مگر وہ ہا بنی آدم کے خطاب میں داخل نہیں ہوا کرتے دیکھو یہاں ہا بنی آدم میں حضرات انبیاء کرام ہرگز داخل نہیں کیونکہ ان کے پاس رسول نہیں آتے بلکہ وہ لوگوں کے پاس رسول بن کر آتے ہیں اسی طرح اللہ انہما منوا کے خطاب سے انبیاء کرام علیحدہ ہوتے ہیں ان کے خطابات کچھ اور ہی ہیں ہا ایہا النبی ہا ایہا الرسل وغیرہ لوگوں کے دل دماغ میں پہلے نبی کی جلوہ گری ہوتی ہے پھر کتاب اللہ احکام الہیہ ان تک پہنچتے ہیں شریعت طریقت احکام آیات شعاعیں ہیں وہ حضرات سورج اس لئے یہاں یہ نہ فرمایا کہ تمہارے پاس میری آیتیں آئیں بلکہ فرمایا تمہارے پاس رسول آئیں اور تم کو میری آیات سنالیں۔ حضرات انبیاء کرام دنیا و آخرت کی مصیبتوں سے رب کا خافقی قلعہ ہیں اگر امن چاہتے ہو تو ان قلعوں میں آ جاؤ جو ان کے دامن میں آگیلوہ دنیا و آخرت کے خوف و غم سے محفوظ ہو گیا تقویٰ اور اصلاح نفس یہ دو بازو ہیں جن کے ذریعہ انسان ان کے قدموں تک پہنچتا ہے ہماری بڑی ترقی یہی ہے کہ ان کے قدم تک پہنچ جائیں۔

جو لوگ نبی کے قدموں میں آنے سے تکبر کریں ان کا ٹھکانہ دوزخ ہی ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ کفار کے مقابل تکبر کرنا علوت ہے مسلمان کے مقابل تکبر حرام ہے نبی کے مقابل تکبر کرنا کفر بلکہ بدترین کفر ہے۔ شیطان اس تیسری قسم کا متکبر ہے ایسے ہی متکبرین کا یہاں ذکر ہے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ جو عمل رسول کو راضی کرے وہی تقویٰ اور ہمارا جو جذبہ انہیں پسند آجائے وہ اصلاح اگر نبی نماز پڑھنے سے راضی ہیں تو پڑھنا تقویٰ ہے اگر نماز چھوڑنے سے راضی ہیں تو وہی تقویٰ حضرت علی کا خیر کے مقام صبا میں نماز عصر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نیند پر قربان کرنا تقویٰ تھا، حضرت صدیق اکبر کا غار ثور سے اپنے پاؤں میں سانپ سے کٹوا لینا خود کشی نہ تھا تقویٰ تھا، بلکہ اگر وہ محبوب کفریات بولنے سے راضی ہوں تو قسم رب کی اس کے لئے وہی تقویٰ ہے دیکھو جندع ابن ضمیرہ رضی اللہ عنہ نے کفر بول کر کفار سے رہائی حاصل کی اور مدینہ منورہ پہنچے۔ ان کے متعلق یہ آیت آئی

الا من اکره و قلبه مطمئن بالايمان یہ واقعات فمن اتقى واصلح کی تفسیر میں کہ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر چیز کا شکریہ الگ ہے نہت سب سے بڑی نعمت ہے اس کا شکریہ ہے کہ ہم دل کے متقی بھی بنیں اور جسم کے متقی بھی۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں آیات الیہ جھٹلانے والوں کو دوزخی فرمایا گیا اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ یہ بڑے مجرم ہیں اس لئے دائمی دوزخی ہیں گویا پہلے ان کی سزا کا ذکر تھا اب ان کی فرد جرم کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ان متکبرین اور جھٹلانے والوں کی اخروی سزا کا ذکر تھا اب ارشاد ہے کہ انہیں یہ سزا آخرت میں ملے گی دنیا میں انہیں مہلت دی جائے گی کہ یہاں کھا کھیل لیں بنا لہم نصیبہم گویا اخروی سزا کے بعد دنیاوی ڈھیل کا ذکر ہے کیونکہ یہ ڈھیل بھی ایک طرح کی سزا ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں کفر کی سزا کا ذکر تھا اب ان کی پکڑ کا یعنی موت کا ذکر ہے جو مذکورہ سزا کی ابتداء ہے کفر کی موت اس کی سزا کی ابتدا ہوتی ہے مومن کی موت اس کے انعام کی ابتداء موت ایک ہے مگر نوعیت موت میں فرق ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی گزشتہ آیت میں مومن صالح کی بے خونی بے غمی کڑا کر تھا اب متکبر کافر کی بے کسی بے بسی کا تذکرہ ہے۔ قالوا ضلوا عنا بے کسی بھی اللہ کا عذاب ہے۔

تفسیر : لمن اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً ظاہریہ ہے کہ یہ عبارت ہم لیہا خالسون کی وجہ ہے لہذا ف تعلیل ہے من سوال کے لئے ہے اور یہ سوال اقرار کرانے کے لئے۔ من سے مراد کافر انسان ہے یا کافر جن وانس اظلم ہوتا ہے ظلم سے ظلم کے بہت معنی ہیں کسی کا حق مرانا کسی کو بلا تصور سزا دینا کافر اللہ رسول کا حق ادا نہیں کرتا لہذا اظالم ہے نیز اپنے نفس کا حق مارتا ہے کہ کفر کر کے اسے دائمی دوزخی بناتا ہے لہذا اظلم ہے چونکہ دوسرے جانی مالی ظلموں سے ایمانی ظلم بدترین ہے اس لئے یہاں اظلم تفصیلی ارشاد ہوا اللہ پر جھوٹ باندھنے کے معنی یہ ہیں کہ جو اللہ نے نہ فرمایا ہو اسے اس کی طرف نسبت کر دے کہ یہ اس نے فرمایا ہے جیسے بتوں کو معبود ماننا غیر نبی کا دعویٰ نبوت کرنا جھوٹے مسئلے بیان کرنا یہ کہ کر کہ اللہ کا یہی حکم ہے وغیرہ (کیسے) لہذا اس میں کفار جھوٹے نبی غلط فتوے دینے والے علماء سب ہی داخل ہیں یہاں تک تو اس جرم کا ذکر ہوا کہ جو بات رب نے نہیں فرمائی وہ اس کی طرف منسوب کر دی جائے۔ او کذب ہا یا تدیہ تصویر کا دو سرا رخ ہے جس میں دوسری قسم کے کفر کا ذکر ہے کہ جو احکام رب نے دیئے ان کا انکار کیا جائے کہ یہ رب کا فرمان نہیں ہے اس میں سچے نبی کی نبوت کا انکار ان کی آسمانی کتابوں کا جزوا یا کلا انکار ان کے معجزات کا انکار ان کے فرمان ان کے احکام کا انکار سب ہی داخل ہیں کہ یہ سب کچھ آیات اللہ ہیں یعنی رب کی پہچان اس کی معرفت کا ذریعہ اس لئے کتا ہدیا احکامہ نہیں فرمایا بلکہ ایا تد فرمایا تاکہ ان سب کو شامل ہو خلاصہ یہ ہے کہ اپنی طرف سے بات کہے یا کلام کرے اور کہہ دے کہ یہ رب کی طرف سے ہوا یہ بھی کفر ہے اور نبی کوئی کلام فرمائیں یا عمل کریں یہ کہہ دے کہ یہ رب کی طرف سے نہیں نبی نے غلط کیا غلط کیا یہ بھی کفر ہے نبی کا ہر قول و فعل رب کی طرف سے ہوتا ہے اولئک بنا لہم نصیبہم من الکتاب اولئک سے اشارہ ہے من کی طرف چونکہ من معنی جمع ہے اس لئے اولئک جمع ارشاد ہوا اور لفظاً واحد ہے اس لئے افتری اور کذب واحد ارشاد ہوئے بنا لہ بنا ہے نیل سے معنی پہنچایا پانا نصیب اور کتاب کی بہت تفسیریں ہیں۔ (1) کتاب سے مراد ہے لوح محفوظ اور نصیب سے مراد ہے ان کے اخروی عذاب کا حصہ جیسے قیامت کے دن منہ کالا آنکھیں نیلی ہونا گلے میں طوق اور دوزخ کا داخلہ یعنی لوح محفوظ میں ان کے عذاب کا جو حصہ ان کے لئے لکھا جا چکا ہے وہ انہیں پہنچ کر رہے گا۔ یہ قول ہے حضرت ابن عباس کا (2) کتاب سے مراد لوح محفوظ اور نصیب سے مراد ہے ان کی دنیاوی بد بختی یہاں کافر اور شرک وغیرہ۔ یہ قول ہے مجاہد اور سعید ابن جبیر وغیرہم کا (3) کتاب

سے مراد ہے لوح محفوظ اور نصیب سے مراد ہے ان کی دنیاوی بد عملیاں بد کرداریاں۔ یہ قول ہے ضحاک اور ربیع ابن انس کا (4) کتاب کے معنی ہیں مکتوب یعنی مقرر شدہ طے شدہ نصیب سے مراد ہے ان کی روزی 'عمر' دنیاوی رزق وغیرہ یہ قول ہے محمد ابن کعب فرقی 'اور ابن زید وغیرہ مفسرین کا (کبیر 'خازن' معانی) یہی آخری قول قوی ہے کیونکہ آگے اس کی انتہا کا ذکر ہے حتیٰ اذا جاء تھم موت سے کفار کی روزی عمر رزق ختم ہوتا ہے نہ کہ ان کا کفر بد بختی وغیرہ (کبیر و معانی وغیرہ) ہر حال اس جملہ کی بہت تفسیریں ہیں۔ حتیٰ اذا جائتھم و سلنا بتوفونھم یہ عبارت ہنا لھم کی انتہاء ہے یعنی کفار کو ان کی روزی رزق عمر برابر طے کی حتیٰ کہ ان کی موت آجائے موت پر یہ چیزیں ختم ہوں گی آنے سے مراد ہے جان نکلنے کے لئے آنا 'آنا فرمانے سے تین باتیں بتائیں ایک یہ کہ ان فرشتوں کا ہیڈ کوارٹر کسی اور جگہ ہے جہاں سے وہ ہر مرنے والے کے پاس آتے ہیں اس طرح کہ ایک ہی وقت لاکھوں جگہ مختلف جگہوں میں لاکھوں مرنے والوں کے پاس پہنچ جاتے ہیں مومنین کے پاس اچھی جگہوں میں کافرن کے پاس ڈراؤنی جگہوں میں دوسرے یہ کہ انہیں ہر ایک کے مرنے کی جگہ کا پتہ ہے 'تیسرے یہ کہ انہیں ہر ایک کی موت کے وقت کا علم ہے ورنہ صحیح وقت اور صحیح جگہ نہ پہنچ سکتے و صل جمع ہے رسول کی معنی بھیجے ہوئے کارندے اس سے مراد ہیں حضرت مالک الموت عزرائیل علیہ السلام اور ان کے معاون و مددگار فرشتے ان کی تعداد چھ یا نو ہے وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ مرنے والا تاحد نظر فرشتے دیکھتا ہے ان سے مراد استقبال کرنے والے یا پھٹکار کرنے والے فرشتے ہیں خیال رہے کہ نبی وہ جو رب کی طرف سے کچھ کہنے آئے رسول وہ جو کچھ دینے کے لئے آئے انما انا رسول ربک لا ھب لک خلا ما زکما فرشتوں کو قرآن مجید نے رسول تو کہا ہے مگر نبی نہیں کہا پھر فرشتے بے اختیار دینے والے ہیں اور پیغمبر اختیار دینے والے اس لئے صحابہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جنت مانگی دین و دنیا کی نعمتیں مانگیں حضرت جبرئیل سے کسی نے کچھ نہ مانگا دوسرے رسولوں کی عطا دقتی تھی جو ان کی نبوت منسوخ ہونے کے بعد ختم ہو گئی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عطا دقتی یہ فرق ہے فرشتوں کی رسالت اور دوسرے نبیوں کی رسالت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت میں تین رسالتوں کا فرق یاد رہے۔ بتوفونھم بنا ہے توفی سے معنی وفات دینا موت دنیا وفات کے لفظی معنی ہیں پورا ہونا یا پورا کرنا چونکہ موت سے زندگی 'دنیاوی روزی وغیرہ ختم ہوتی ہے اس لئے اسے وفات کہتے ہیں یعنی ان کفار کا حصہ رزق وغیرہ اس وقت تک نہیں ملے گا جب کہ ان کی موت آئے موت آنے پر سب کچھ بند ہو جائے گا قالوا این ما کتم تدعون من دون اللہ عبارت اذا جاءت کی جزا ہے اس میں وہ کلام مذکور ہے جو فرشتے کفار سے جان نکلنے سے پہلے کرتے ہیں اس کا مقصود ان بد نصیبوں کو شرمندہ کرنا ان کی بے کسی بے بسی کو ظاہر کرنا تاکہ انہیں موت کی شدت کے ساتھ حسرت و یاس کی تکلیف بھی ہو ملے مراد ہیں کفار کے بت تدعون بنا ہے دعا سے جس کے لغوی معنی ہیں پکارنا اصطلاحی معنی ہیں پوجنا عبادت کرنا یہی اصطلاحی معنی ہیں مراد ہیں دون معنی سوا بھی آتا ہے معنی دور بھی اور معنی مقابل بھی یہاں معنی سوا ہے یعنی اے کافرو جن معبودوں کی تم پوجا کرتے تھے جن کی مدد کی تم آس لگائے تھے اب تم پر بہت سخت وقت ہے دنیا چھوٹنے کی شدت جاگنی کی شدت متاؤ تمہارے بت کہاں ہیں اب وہ تمہاری مدد ایسے آڑے وقت میں کیوں نہیں کرتے انہیں بلاؤ اس فرمانِ علی کی اور تفسیریں بھی کی گئی ہیں مگر یہ تفسیر قوی ہے کہ و صل سے مراد ہے موت کے فرشتے اور یہاں کفار کی نزاع کا ذکر ہے ان کی جاگنی کا نقشہ کھینچا گیا ہے تاکہ مومن اور کافر کی

معنی گم ہونا غائب ہونا ہے اور گم ہونے سے مراد ہے ضرورت کے وقت ان کا نظر نہ آنا یہ مطلب نہیں ہے کہ پہلے بت ان کے پاس رہتے تھے اب غائب ہو گئے کیونکہ ان کے بت تو کبھی ان کے پاس نہ تھے نہ مدد کرتے تھے وشہدوا علی انفسہم انہم کانوا کافرون یہ عبارت معطوف ہے قالوا ضلوا پر اور اس میں ان کے دوسرے کلام کا ذکر ہے یہاں شہادت معنی اقرار ہے چونکہ یہ اقرار اپنے خلاف ہے اس لئے اس کے بعد علی ارشاد ہوا یعنی کفار اس وقت اپنے خلاف اقرار کر لیں گے کانوا فرما کر یہ بتایا گیا کہ وہ زندگی بھر تو کافر رہے اب سارے کفر چھوڑ دیئے ایمان قبول کر لیا مگر اب ایمان لانا مفید نہیں کہ اس کا وقت نکل چکا کافرن فرما کر یہ بتایا کہ یہ ساری گفتگو مشرکین و کفار کی ہے وہ اپنے بتوں ہی کے غائب ہونے کا ذکر کر رہے ہیں اس کا تعلق مومنوں سے نہیں ما کتم تدعون سے حضرات لولیا اللہ وانبیاء کرام مراد نہیں لہذا اسے مومنوں پر چسپاں کرنا سخت جرم اور بے دینی ہے مومنوں کی مدد جاگنی اور قرب و حشر ہر جگہ ہوگی جیسا کہ بارہایان کرچکے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اس آیت کریمہ کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر کا خلاصہ عرض کرتے ہیں جو قوی بھی ہے اور آسان بھی غور تو کرو کہ اس سے بڑھ کر ظالم کون ہو سکتا ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے کہ اپنی بت پرستی شرک و کفر گناہوں کے متعلق کہے کہ ہم کو اللہ نے ان چیزوں کا حکم دیا رب تعالیٰ ان سے رنجی ہے ہم اس کے حکم سے یہ سب کر رہے ہیں یا اللہ کی آیتوں یعنی نبیوں کی نبوت ان کے معجزات ان کی کتابوں ان کے احکام ان کے فرمان کا انکار کرے کہ یہ رب کی طرف سے نہیں ہیں یعنی جھوٹ کو سچ کہے اور سچ کو جھوٹ، بڑے ظالم یہی لوگ ہیں ان کافروں کو ان کا مقرر شدہ رزق، عمر روزی تو انہیں ملے گی ہی ہم دنیا میں کفر و بد کاری کی وجہ سے کسی کا رزق بند نہیں فرماتے۔

ولیکن خداوند بلا و پست! بہ عصیاں در رزق بر کس نہ بست

وہ اس روزی ملنے سے دھوکا نہ کھائیں یہ نہ سمجھیں کہ اگر خدا تعالیٰ ہمارے کفر سے ناراض ہوتا تو ہم کو عیش آرام و وسیع رزق کیوں دیتا یہ روزی وغیرہ انہیں موت تک ملے گی جب انہیں موت دینے کے فرشتے آئیں گے تو ان سے پہلے یہ پوچھیں گے کہ بتو تمہارے بت کھل گئے جن کی تم پرستش کرتے تھے اور ان کی مدد کی آس لگائے بیٹھے تھے اب ایسے آڑے وقت میں تمہاری مدد کیوں نہیں کرتے اس سے زیادہ سخت وقت اور کون سا ہو گا تب وہ کہیں گے کہ افسوس وہ سب ہم سے اس وقت غائب ہی ہیں لبوہ اقرار کریں گے کہ وہ دنیا میں کافر رہے ہم کو خبر نہ تھی کہ ہمارا انجام یہ ہو گا مگر ان کا اس وقت کا یہ اقرار فائدہ نہ دے گا۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : دنیاوی جھوٹ سے دینی جھوٹ بہت ہی برا ہے یونہی دنیا والوں پر جھوٹ باندھنے سے دین والوں پر جھوٹ باندھنا بدتر ہے یہ فائدہ من الظلم سے حاصل ہوا پھر دینی ہستی کا جتنا درجہ بلند اتنی ہی اس پر جھوٹ باندھنا سخت جرم ہے عالم دین پر جھوٹ باندھنا کسی دلی پر جھوٹ باندھنا نبی پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھنا یہ سب ہی ظلم ہیں مگر ان کے درجات مختلف۔ دوسرا فائدہ : آیات قرآنیہ، معجزات مصطفوی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات گرامی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات و صفات کا انکار سب ہی بدترین کفر ہیں۔ یہ فائدہ و کتب ہا یا تم سے حاصل ہوا کیونکہ اہل تمہیں یہ تمام کورہ چیزیں شامل ہیں۔ تیسرا فائدہ : اصلی سزوں جزا کی جگہ دنیا نہیں بلکہ آخرت ہے دنیا میں کافروں منافقوں کو بھی روزی عمر رزق وغیرہ مل جاتے ہیں یہ فائدہ ہنا لہم نصیبہم کی چوتھی تفسیر سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ دنیا کے عیش و آرام دولت و صحت سے دھوکا نہ کھلو یہاں امام

حسینؑ شہید ہوتے ہیں اور یزیدی بدکار رنگ رلیاں مٹاتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: جان نکلنے کے لئے مرنے والے کے پاس ملک الموت علیہ السلام بھی آتے ہیں اور ان کے معلون دوسرے فرشتے بھی۔ یہ فائدہ جاء تنہم ولسنا سے حاصل ہوا کہ رسول جمع فرمایا گیا ملک الموت کی تشریف آوری اس آیت میں مذکور ہے بتولا کم ملک الموت الذی وکل ہکم۔ پانچواں فائدہ: حضرت ملک الموت اور ان کے مددگار جان نکلنے والے فرشتے ایک وقت میں ہزاروں جگہ پہنچ جاتے ہیں اور بیک وقت تصرف کر لیتے ہیں کہ ہزاروں کی جان نکل لیتے ہیں یہ فائدہ جاء تنہم ولسنا سے اور بتولا فونہم م سے حاصل ہوا۔ جانتہم سے ان کا ہزار ہا جگہ پہنچنا اور بتولا فونہم سے ان کا ہر جگہ تصرف کرنا ثابت ہوا ایسے ہی حساب قبر لینے والے فرشتے اور ماں کے پیٹ میں بچہ بنانے والا فرشتہ تقدیر لکھ جانے والا فرشتہ بیک وقت ہزار ہا جگہ موجود ہو جاتے ہیں اپنی ڈیوٹی اور اپنا تصرف کر جاتے ہیں ہر جگہ حاضر ناظر ہو جانا بعض بندوں کی صفت ہے۔ آصف برخیا کا جسم شریف دربار سلیمانی سے غائب نہیں ہوا اور پلک جھپکنے سے پہلے ملک یمین سے تخت بلقیس اٹھالائے۔ امت کا درود شریف پہنچانے والا فرشتہ لاکھوں درود خوانوں اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ہر آن گردش کرتا رہتا ہے کہ اگر کوئی شخص ہزار بار درود پڑھے تو وہ ہزار بار حاضر بارگاہ ہو کر پیش کرتا ہے رب نے اپنے بندوں کو بڑی طاقتیں بخشی ہیں۔ اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو۔ چھٹا فائدہ: جیسی میت ویسی ان فرشتوں کی شکل و شبہت ویسی ہی ان کی گفتگو مومن میت کے پاس یہ فرشتے نہایت اچھی شکل میں آتے ہیں اس سے نہایت ہی عمدہ اور بشارت والا کلام کرتے ہیں کہتے ہیں یا ایہا النفس المطمئنتہ ارجعی الی ربک راضیہ مرضیہ اور کفار کے پاس نہایت ہیبت ناک شکل میں آتے ہیں اور اس سے بہت ہی سخت کلام فرماتے ہیں یہ فائدہ قالوا این ما کنتم تدعون سے حاصل ہوا اللہ تعالیٰ وہ مشکل آسان کرے۔ ساتواں فائدہ: موت کے وقت اور موت کے بعد بے یار و مددگار ہونا کفار کے لئے خاص ہے مومن۔ غفلت تعالیٰ ان وقتوں میں یکس و بے بس نہیں ہوتا یہ فائدہ قالوا ضلوا عنا سے حاصل ہوا مسلمان اپنے مرنے والے کے پاس بیٹھ کر کلمہ طیبہ پڑھتے ہیں اسے پانی پلاتے شہد چلاتے ہیں بعد موت اس پر نماز جنازہ پڑھتے اس کے لئے ایصال ثواب وغیرہ کرتے ہیں یہ ہے مومنوں کی مدد بہر حال اس آیت کو مومن سے کوئی تعلق نہیں ان مشکلوں میں کسی کی مدد نہ پہنچنا کفار کا عذاب ہے۔ آٹھواں فائدہ: مرتے وقت کفار سارے اسلامی عقائد پر ایمان لے آتے ہیں اپنے کفر کا اقرار کر لیتے ہیں مگر اس وقت کا یہ اقرار قبول نہیں کہ ایمان بالغیب چاہئے اس وقت یہ غیوب شہادت بن چکے۔ یہ فائدہ و شہدوا علی انفسہم سے حاصل ہوا آج وقت ہے جو کرنا ہے کر لو۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفر سے دینی گناہوں کی وجہ سے عمر اور دنیاوی روزی کم نہیں ہوتی مگر احادیث شریفہ سے معلوم ہوتا ہے کہ گناہوں سے عمر اور رزق گھٹتے ہیں اور نیکیوں سے بڑھتے ہیں آیت و حدیث میں تعارض ہے۔ جواب: یہاں اس آیت میں وہ اصلی رزق و عمر مراد ہیں جن کی تحریر لوح محفوظ میں ہو چکی اور ان کی قضاء مبرم واقع ہو چکی اس لئے یہاں من الکتاب بار شلو ہوا اور حدیث شریف میں وہ عمر و رزق عارضی مراد ہیں جو قضاء معلق کے طریقہ سے ملتے ہیں ان میں کمی زیادتی ہوتی رہتی ہے قضاء مبرم اور قضاء معلق کا فرق ہم تیسرے پارے میں عرض کر چکے ہیں ان دونوں تقدیروں کا ذکر اس آیت میں ہے بمعوا اللہ ما یشاء و ثبت و عندہ ام الکتاب جس سے معلوم ہوا کہ محو و اثبات والی تقدیر اور ہے اور ام الکتاب والی تقدیر کچھ اور لہذا یہ آیت بھی برحق ہے اور حدیث پاک بھی برحق۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے

معلوم ہوتا ہے کہ جان نکلنے والے فرشتے بہت سے ہیں کہ یہاں دس ملنا جمع ارشلو ہوا۔ دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فرشتہ ہے ارشلو ہوا بتوفاکم ملک الموت الذی وہاں ملک واحد ارشلو ہوا دونوں آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: جان نکلنے والا فرشتہ ایک ہی ہے مگر اس وقت ان کی خدمت و تعاون کرنے والے فرشتے بہت ہیں ان میں سے بعض جان کو اعضاء سے کھینچتے ہیں اور بعض بعد قبض اس کو قبضہ میں لے لیتے ہیں جیسے مریض کے آپریشن کے وقت ڈاکٹر ایک ہی ہوتا ہے مگر اس کی مدد کو کپوٹڈر اور نرسیں بہت سے ہوتے ہیں۔ حضرت عزرائیل علیہ السلام کا کام یہ ہے کہ جب جان سینہ تک کھچ کر آجائے تو اسے قبض کر کے رحمت یا عذاب کے فرشتوں کے حوالہ کر دیتے ہیں یہاں اور خدام فرشتوں اور افسر سب کا ذکر ہے وہاں اس آیت میں صرف افسر اعلیٰ یعنی حضرت عزرائیل کا ذکر ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا 'مرتے وقت کوئی پیر فقیر ولی' نبی کام نہیں آتے سب غائب ہو جاتے ہیں اور فرشتے اس پیر پرستی ولی پرستی نبی پرستی پر ملامت کرتے ہیں 'لہذا زندگی میں مدد کے لئے پیروں فقیروں کو پکارنا ان سے مدد نامناسب شرک ہے اور عذاب کا باعث (دہائی)۔ جواب: یہاں نبیوں ولیوں کا ذکر نہیں بلکہ بتوں اور جھوٹے معبودوں کا ذکر ہے اور یہ خطاب مشرکین و کفار سے ہے اسی لئے یہاں تدعون ارشلو ہوا یعنی تعبدون اور آگے ارشلو ہوا انہم کانوا کافرین مشرکوں کی آیات مسلمانوں پر اور بتوں کی آیات حضرات انبیاء کرام پر پڑھنا خاں جیوں کا طریقہ ہے (بخاری شریف) اگر غیر اللہ کو پکارنے والوں پر یہ عتاب ہو تو ہر نمازی اس آفت میں گرفتار ہو گا، کیونکہ وہ ہر التیمات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتا ہے السلام علیک ایہا النبی نیز پھر تمہاری بھی خیر نہیں کہ تم دن رات ایک دوسرے کو پکارتے ہو۔ نزاع، قبر و حشر میں حضرات انبیاء کرام اولیاء اللہ خصوصاً حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حسن خاتمہ، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہچان پر قبر میں کامیابی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت پر حشر میں چھٹکارا موقوف ہے۔ ہر وقت موت حضرات اولیاء اللہ کی مدد کلمہ طیبہ کی تلقین کرنا بعض نفل دل سے ثابت ہے بلکہ زندہ مومنین ظاہر ظہور تلقین کر کے حسن خاتمہ میں مدد دیتے ہیں اسی لئے مرنے والے کے پاس کلمہ طیب پڑھنا سنت ہے بلکہ بعد دفن تلقین بھی مسنون ہے اس کے لئے ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول کا مطالعہ فرماؤ اگر مومنین بھی کفار کی طرح نزاع اور آخرت میں بے کس ہوں تو اس بے کسی کی سزا میں مومن و کفار برابر ہوئے پھر یہ بے کسی ان کفار کے عذاب کے سلسلے میں کیوں بیان کی گئی۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار مرتے وقت اپنے کفر کا اقرار کر لیتے ہیں مگر دوسری جگہ ارشلو ہے کہ وہ قیامت میں بھی اپنے کفر کا انکار کریں گے کہیں گے واللہ دہنا ما کنا مشرکین آیات میں تعارض ہے۔ جواب: کفار کے مختلف وقتوں میں مختلف حالات اور مختلف جوابات ہوں گے مرتے وقت اپنے کفر کا اقرار قیامت میں پہلے وقت انکار بعد میں اقرار روزخ میں داخل ہوتے وقت اقرار۔ ان مختلف آیات میں ان مختلف حالات کا ذکر ہے۔ لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت میں ارشلو ہوا ضلوا عنا لوربت اور شیاطین ہم سے غائب ہو گئے مگر حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ نزاع کے وقت شیاطین آکر مردے کو ہرکاتے ہیں بلکہ قبر میں بھی بھگانے کے لئے پہنچتے ہیں اس آیت لور ان احادیث میں تعارض ہے بلکہ قرآنی آیات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ شیطان مرتے وقت تک گمراہ کرتا ہے پھر وہ غائب ہوتا ہے تو ضلوا عنا کیونکر درست ہوا۔ جواب: یہاں مدد کے لئے حاضر ہونے کا انکار ہے جس کی کفار کو اس تھی شیاطین اس وقت مدد کے لئے نہیں بلکہ گمراہ کرنے کو حاضر ہوتے ہیں مدد کی حاضری اور ہے اور

گمراہ کرنے کے لئے موجودگی کچھ اور ثبوت اور چیز کا ہے نفی دوسری چیز کی۔ لہذا آیات میں اور آیت و حدیث میں تعارض نہیں۔ چھٹا اعتراض: تم نے ابھی تفسیر میں کہا کہ فرشتوں کی ایک ہی جماعت ہے جو کفار کی جان نکالنے کے لئے ڈراؤنی شکل میں جاتے ہیں اور مومنین کی جان نکالنے کے لئے نہایت حسین شکل میں یہ کیسے ہو سکتا ہے شکل تبدیل نہیں ہو سکتی۔ جواب: فرشتے تو پر نور مخلوق ہیں انسان کی شکلیں مختلف ہوتی ہیں غصہ کی شکل اور ہوتی ہے سکون کی شکل اور بیماری کی صورت اور تندرستی کی صورت اور۔ یوسف علیہ السلام کو جب قافلہ والے نے کنویں سے نکالا تو آپ اتنے ہلکے تھے کہ اسے پانی کا ڈول معلوم ہوا مگر چند روز کے بعد جب عزیز مصر نے سونے وغیرہ سے وزن کر کے خرید تو آپ قریباً "پانچ من" تھے کنویں پر آپ کا حسن اور تھابازار مصر میں اور مگر جب مصری عورتوں نے دیکھا تو ایسا حسن تھا کہ انہوں نے اپنی انگلیاں کاٹ لیں۔

تفسیر صوفیانہ: کفار اہل انکار ہیں جنہوں نے اختیار یعنی مقبولوں کے ارشادات سے منہ پھیرا اچھی خصلتوں سے دور ہو گئے برے طریقے اختیار کر لئے انبیاء و اولیاء کے طریقے سے ہٹے بروں کے طریقوں پر چلے اس کا انجام یہ ہوا کہ اپنی غلطیوں کا اقرار اس وقت کریں گے جب اقرار کام نہ آئے گا۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ آجل (موت) سے پہلے اپنے حل کی اصلاح کر لو وہ جو حدیث شریف میں ہے کہ جو دوا ایمانکم اپنا ایمان نیا کرتے رہو وہاں یہ مطلب ہے کہ ایمان کے ایک مرتبہ سے دوسرے مرتبہ کی طرف ترقی کرتے رہو ایمان کے اٹھارہ درجے و مراتب ہیں جو تصوف کی کتب میں مذکور ہیں مولانا فرماتے ہیں۔

تازہ کن ایمان نہ از قول زبان اے ہوا را تازہ کردہ درنہاں

تا ہوا تازہ است و ایمان تازہ نیست کیس ہوا جز قفل آں دروازہ نیست

مومن اپنے ایمان کا اقرار کرتا ہوا کلمہ پڑھتا ہوا مرنے کا کفر اپنے کفر کا اقرار کرتا ہوا مرنے کا فرشتے ان دونوں کے گولہ ہوتے ہیں۔ مومن اللہ رسول نبیوں ولیوں کو نہیں بھولتے تو وہ بھی مومن کو نہیں چھوڑتے۔ کفار دنیا میں ہی مصیبت کے وقت اپنے بتوں کو بھول جاتے ہیں ان کی رسی کمزور ہے مومن کی رسی مضبوط۔ رب فرماتا ہے لَعَنَ الْكَافِرَ بِالطَّاعُوتِ وَيَوْمَئِذٍ يَلْمُؤُا لِقَدْ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ مومن کو ہوشیار رہنا چاہئے (از روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ ان فرشتوں کی صفت ہے موت و نیت و فونہم اس کے مقلد نبی خصوصاً "نبی الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق کو زندگی بخشے ہیں عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا و احي الموتى باذن اللہ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق رب نے فرمایا لعلہم وہ تم کو زندگی بخشے ہیں جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے زندگی مل جائے وہ موت سے بھی نہیں مٹا اس کی موت اسے چھپاتی ہے مٹاتی نہیں بل احياء ولكن لا تشعرون حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مرنے والے کو مرنے کے لئے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرنے والے کو بھی زندہ کئے اور بے جان لکڑیوں کنکروں پتھروں کو جان بخش کر کلمہ پڑھوایا۔

قَالَ ادْخُلُوا فِي اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ مِنَ الْجِنِّ وَالْانْسِ فِي

فرمایا داعی جو جاؤ تم ان گروہوں میں کہ بے شک گزر گئے تم سے پہلے جن اور انسان سے آگے

اللہ ان سے فرماتا ہے کہ تم سے پہلے جو اور جماعتیں جن اور آدمیوں کی آگے میں نہیں

النَّارُ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَعَنَتْ أُخْتَهَا حَتَّىٰ إِذَا كُوفِيَهَا جَمِيعًا

میں جب سبھی داخل ہو گا ایک گروہ تو لعنت کرے گا اپنے جس پر حتیٰ کہ جب جمع ہو جائیں گے وہ سب اس میں تو انہیں میں جاؤ جب ایک گروہ داخل ہوتا ہے دوسرے بد لعنت کرتا ہے یہاں تک کہ جب سب اس میں جا پڑے

قَالَتْ أَخْرِصْهُمْ وَلَا يَهْمُ رَبَّنَا هَؤُلَاءِ أَضَلُّونَا فَاتَّزِمُوا عَذَابَ بَاطِلٍ مِّن

کہیں گے آہستہ ہی لوگ ان کے انگوں سے ان کے اے رب ہمارے یہ لوگ وہ ہیں کہ گمراہ کیا انہوں نے ہم کو پس تو بچھلے پہلوں کو کہیں گے اے رب ہمارے انہوں نے ہم کو نہ بھٹایا تھا تو انہیں آگ کا دُکھنا عذاب

النَّارِ قَالَ لِكُلِّ ضِعْفٌ وَلَكِنْ لَا تَعْلَمُونَ ۖ وَقَالَتْ أُولَٰئِكَ لَإِخْرَاجِهِم

وہ انکو سزاؤں کی آگ سے فرمائے گا کہ واسطے ہر ایک کے دو گنا ہے لیکن تم نہیں جانتے۔ اور کہیں گے اگلے ان واسطے بچھلوں سے فرمائے گا سب کو دو گنا ہے مگر نہیں خبر نہیں اور پہلے تو بچھلوں سے کہیں گے

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فذُوقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُونَ ۚ

کے ان کے پس نہیں تھا واسطے تمہارے اوپر ہمارے کوئی بزرگی پس چکھو عذاب اس وجہ سے کہ تمھے تم کہاتے تو تم بکھ ہم سے اپنے نہ رہے تو چکھو عذاب بدلا اپنے کئے کا

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں اس جواب کا ذکر تھا جو کفار مرتے وقت جان نکالنے والے فرشتوں کو دیتے ہیں اب ان فرشتوں کے جواب الجواب کا تذکرہ ہے کہ فرشتے ان کے جواب میں کیا فرماتے ہیں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کی جانکنی اور ان کی اس وقت کی بے بسی کا ذکر ہوا اب ان کے اخروی عذاب کا ذکر ہے جو مرنے بلکہ بعد قیامت انہیں دیا جائے گا۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں فرمایا گیا کہ مرتے وقت کفار کا دوست کوئی نہیں ہوتا وہ سب بے کس و بے بس رہ جاتے ہیں اب ارشاد ہے کہ ان کی دوستیاں و دشمنیاں میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں اشارہ ”معلوم ہوا تھا کہ دنیا میں کفار و شیاطین جمع تھے نزع کے وقت علیحدہ ہو گئے اب ارشاد ہوتا ہے کہ اس کے بعد پھر یہ سب دوزخ میں دائمی طور پر جمع ہوں گے مگر ان کی آپس میں عداوت ہو گئی۔

تفسیر : قَالَ ادْخُلُوا فِي أُمَمٍ قُل میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہ کفار کی جانکنی کے وقت کی گفتگو کا ایک حصہ ہے اور قل کا قائل رب تعالیٰ ہے یا جان نکالنے والا فرشتہ ادخلوا سے مراد ہے عالم برزخ میں ان امتوں سے جا ملو اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ اسی طرف اشارہ کر رہا ہے۔ دوسرے یہ کہ یہ گفتگو قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد کی ہے اس کا قائل رب تعالیٰ ہے چونکہ دوزخ میں کفار کا داخلہ ایک ساتھ نہ ہو گا بلکہ ترتیب وار ہو گا سرداران کفر پہلے وہاں پہنچیں گے ماتحت بعد میں اس لئے فی اُمم ارشاد ہوا عام مفسرین نے یہی احتمال اختیار کیا کیونکہ اگلے مضمون سے یہ تفسیر زیادہ موافقت رکھتی ہے اُمم جمع ہے امت کی امت کے معنی ہم بار بار عرض کر چکے ہیں قد خلت من قبلكم یہ عبارت اُمم کی صفت ہے خلت معنی دخلت ہے

اور ہو سکتا ہے کہ یہاں بھی غلت معنی مضت ہو یعنی جو جماعت کفار تم سے پہلے یہاں سے گزر کر دوزخ میں داخل ہو گئی یعنی رب تعالیٰ قیامت میں حساب و کتاب کے بعد تابع کافروں سے فرمائے گا کہ جو کفار کی جماعتیں تم سے پہلے دوزخ میں چلی گئیں تم بھی ان میں جا کر شامل ہو جاؤ من الجن والانس فی النار اس عبارت میں من بیان یہ ہے اور جن و انس بیان ہے اسم کافی النار کا تعلق اذ خلوا سے ہے چونکہ جنات کافر بہت زیادہ ہیں مومن بہت تھوڑے نیز جنات کافر انسانوں کے کفر سے پہلے ہے کیونکہ زمین میں پہلے جن آباد تھے انہوں نے کفر سرکشی فساد بہت ہی پھیلانے تب رب تعالیٰ نے ابلیس کی سرکردگی میں فرشتوں کی ایک فوج بھیجی جس نے اکثر جنات کو ہلاک کیا بچے کچھوں کو کھلی زمین سے نکال دیا پھر آدم علیہ السلام پیدا ہوئے ان وجہ سے جنات کا ذکر پہلے ہوا اور انسانوں کا ذکر بعد میں (روح البیان) انسانوں میں بھی کافر و مومن رہے اور اب بھی ہیں اور آئندہ بھی رہیں گے کفر کی ابتدا قابیل سے ہوئی اور انتہا قیامت پر ہوگی۔ (روح) کلما دخلت امتہ لعنت اختہا یہ جملہ نیا ہے جس میں کفار کے ایک اور خاص عذاب کا ذکر ہے یعنی آپس کی نا اتفاقی اور ایک دوسرے کو لعن طعن 'کلما آتا ہے عموم ظرف یا عموم شرط کے لئے یعنی جب کبھی دوزخ میں ایک جماعت جائے گی تو اپنے ہم جنس پر لعنت کرے گی اس طرح کہ یہودی یہودیوں پر لعنت کریں گے عیسائی عیسائیوں پر مجوسی مجوسیوں پر اخت معنی ہم جنس ہے لعنت معنی پھٹکار رحمت سے دوری کی بددعا۔ اس جملہ میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ جانے والی جماعت ان پر لعنت کرے گی جو دوزخ میں پہلے پہنچ چکے ہیں۔ دوسرے یہ کہ پہلے پہنچے ہوئے دوزخی ان نو وارد دوزخیوں پر لعنت کریں گے کہ تمہارا بیڑا غرق ہو ہم تو یہاں تھے ہی تمہاں کیوں آگئے یا تو سردار ان کفر دوزخ میں پہلے پہنچیں گے تابعین اور ماتحت بعد میں یا اس کے برعکس بہر حال دوزخ میں جاتے ہی ان کی پہلی تواضع خاطر بدارت لعنت و پھٹکار سے ہوگی۔ حتی اذا اذارکوا لہا جمعا۔ یہ لعنت کی انتہاء ہے یعنی یہ لعن طعن کا سلسلہ اس وقت تک رہے گا جب کہ سارے دوزخی اپنے اپنے ٹھکانوں میں پہنچ جائیں اذا رکوا اصل میں تلوا کوا تھا باب تفاعل کا ماضی ت کو دال کر کے دال میں لو غام کر دیا الف لول میں لگوا اس کا لودہ درک ہے معنی پالیٹال جانا جمع ہو جانا تفسیر کبیر) لہا کا مرجع نار ہے اور جمعا اذا رکوا کے فاعل سے حل قالت اخرهم لا ولہم یہ عبارت اذا کی جزا ہے اخری سے مراد ہے نیچے درجے کے کفار اولیٰ سے مراد ہیں اونچے درجے کے کفار یعنی سردار اور پوپ پادری پنڈت وغیرہ جنہوں نے اپنے ماتحتوں کو کافر بنایا تھا یا اخری سے مراد کفار کی اولاد ہو لورا ولی سے مراد ان کے باپ دلوے یعنی کفار کی اولاد اپنے باپ دادوں کی شکایت اور زیادتی عذاب کی بددعا کرے گی لور ہو سکتا ہے کہ اخری سے مراد دوزخ میں پہچے پہنچنے والے کفار ہوں لور اولیٰ سے مراد وہاں پہلے پہنچ جانے والے کفار ہوں کفار کے سردار دوزخ میں پہلے پہنچیں گے تابعین پیچھے یا اخری سے مراد وہ کفار ہوں جو دنیا میں پیچھے آئے اور اولیٰ سے مراد وہ کفار جو دنیا میں پہلے آئے جنہیں دیکھ کر سن کر پچھلے لوگ کافر بنے جیسے لولاد اپنے باپ دلوؤں کے دین پر ہوتی ہے لہذا اخری اور اولیٰ میں تین تفسیریں ہیں لا ولی میں لام صلہ کا نہیں یعنی اس کے معنی یہ نہیں کہ پچھلے اگلوں سے کہیں گے بلکہ یہ ہیں کہ پچھلے اگلوں کے محتق کہیں گے 'کس سے کہیں گے رب تعالیٰ سے جیسا کہ آگے آ رہا ہے رہنا هولاء اذلونا' هولاء سے اشارہ انہیں سرداروں کی طرف ہے یعنی اولیٰ کی جانب اذلوا کے معنی ہیں انہوں نے ہم کو کافر بنایا یا کہ وہ ہمارے کافر بننے کا سبب بنے کہ ان کی وجہ سے ہم کافر ہوئے لہذا ہم یہ قول اخری اولیٰ کی تینوں تفسیروں پر منطبق ہے فاتہم عنا ہا "ضعنا منہ لنا دیہ عبارت ایک پوشیدہ شرط سے تعلق رکھتی ہے یعنی چونکہ

ہم کو بہکانے والے گمراہ کرنے والے یہ لوگ ہیں لہذا انہیں سزا ہم سے زیادہ دے۔ ضعفاً ایک گنا کو بھی کہتے ہیں اور بہت گنا کو بھی یہاں دونوں احتمال ہیں۔ خیال رہے کہ ضعف ض کے فتح سے مصدر ہے اور ض کے کسرہ سے اسم۔ دس گنا بلکہ سو گنا کو بھی ضعف کہتے ہیں ایک عربی شاعر کہتا ہے۔

جزيتك ضعف الود لما اشتكتہ وما ان جزاك الضعف من احد قبلہ

اس شعر میں دونوں جگہ ضعف معنی بہت گنا ہے مطلب یہ کہ ہم نے صرف ایک گناہ کیا کہ ہم دنیا میں کافر ہوئے مگر یہ لوگ خود بھی کافر رہے اور ہم سب کو انہوں نے کافر بنایا ہم صرف گمراہ ہیں مگر یہ لوگ خود بھی کافر رہے اور ہم سب کو انہوں نے کافر بنایا۔ ہم صرف گمراہ ہیں مگر یہ گمراہ گر بھی پھر ان میں سے ہر ایک نے ہم جیسے سینکڑوں کو گمراہ کیا ان کا جرم ہم سے صد ہا گنا زیادہ ہے لہذا ان کی سزا ہم سے صد ہا درجہ زیادہ ہونا چاہئے۔ جب کسی پر غصہ آتا ہے تو پہلے تو اسے مارنے کی کوشش کرتا ہے اگر نہ مار سکے تو اسے گالیاں دیتا ہے پھر کوستا اور بدعائیں دیتا ہے وہ لوگ پہلے تو مارنے کی کوشش کریں گے مگر فرشتوں کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے ہونے کی وجہ سے یہ نہ کر سکیں گے تو لعن طعن پھٹکار کریں گے اور انہیں بدعائیں دیں گے کہ خدا یا انہیں دو گنا عذاب دے لیکن وہاں ان کی دعا یا بدعاقبول نہ ہوگی وما دعاء الكافرين الا في ضلال اس لئے ارشاد ہو گا کہ قال لكل ضعف ولكن لا تعلمون یہ عبارت ان کی دعا کا جواب ہے قال کفا عل رب تعالیٰ ہے کہ وہ یا براہ راست یا فرشتوں کی معرفت انہیں یہ جواب دے گا لکل ضعف کی بہت تفسیریں ہیں ان میں سے آسان تفسیریں دو ہیں ایک یہ لکل کا مضاف الیہ کم ضمیر ہے جو حذف کر کے اس کے عوض کل پر ثنویں آئی اور ضعف کے معنی ہیں ہر اگلی گھڑی میں پچھلی گھڑی سے عذاب دو گنا ہے مقصد یہ ہے کہ سرداروں نے بھی دو جرم کئے خود گمراہ ہونا اور تم کو گمراہ کرنا اور تم لوگوں نے بھی دو گناہ کئے خود گمراہ ہونا اور ان گمراہوں کی اطاعت کرنا جیسے بہکانا جرم ہے ویسے ہی بہکانے والوں کے پاس جانا ان سے دوستی رکھنا ان کی بات ماننا بھی جرم ہے لہذا تم سب کو عذاب اس طرح دیا جائے گا کہ اگلا عذاب پچھلے عذاب سے دو گنا ہوتا رہے گا۔ عذاب میں بجائے کمی کے زیادتی ہوتی رہے گی یہ معنی عام مفسرین نے کئے۔ یا یہ کہ انہوں نے تم کو کافر بنایا اور تم نے کافر ہو کر اپنے بال بچوں بلکہ اپنی نسل کو کافر بنایا لہذا تم بھی گمراہ کر ہوئے دو سرے یہ کہ لکل کا مضاف الیہ ہم ضمیر ہے اور معنی یہ ہیں کہ ان سرداروں میں سے ہر ایک کو تم سے دو گنا عذاب ہو رہا ہے واقعی وہ سخت سزا کے مستحق ہیں اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے الذین کفروا وصدوا عن سبیل اللہ وذنابہم عذابا لوزلحملون اثمنا لہم واثقالا مع اثمنا لہم۔ یہ دو سری تفسیر مذکورہ تفسیر ابن کثیر نے کی اب لا تعلمون کے معنی یہ ہوئے کہ تم ان سرداروں کی شدت عذاب کو جانتے نہیں انہیں تم سے سخت تر عذاب ہو رہا ہے (ابن کثیر) خیال رہے کہ گناہ کرنے والا کرانے والا اور گناہ ایجلا کرنے والا سب ہی مجرم ہیں مگر کرنے والے سے کرانے والا بڑا مجرم پھر گناہ کا موجد سب سے بڑا مجرم کہ جب تک لوگ یہ جرم کریں گے سب کا گناہ اس موجد کے ذمہ ضرور ہو گا لہذا یہاں ضعف کی ثنویں تعلق ہے۔ وقالت اولہم لا خراہم اس عبارت میں ماتحتوں کی دعا کا وہ جواب ہے جو انہیں سرداروں کی طرف سے ملے گا ولی سے مراد سردار ہیں اور آخری سے مراد ماتحت کفار ہیں لام کا صلہ ہے کیونکہ سرداروں کا یہ کلام خود ان ماتحتوں سے ہو گا نہ کہ رب تعالیٰ سے یعنی سردار اپنے ان ماتحتوں سے جوابا کہیں گے۔ معلوم ہوا کہ انہوں نے بلند آواز سے انہیں کو سا تھا جس کا جواب انہوں نے یہ دیا لہذا کان حکم علینا من فضلہن سرداروں کا یہ کلام اللہ تعالیٰ کا

جواب سننے کے بعد ہو گا لہذا اس میں ف تعلیل ہے اس سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے یعنی تم بلکہ عذاب کے مستحق نہیں کیونکہ دنیا میں تم کو ہم پر کوئی بزرگی حاصل نہ تھی کفر میں ہم تم برابر تھے یہ بات کہ غم نے تم کو برکایا تو تم نے بھی ہم کو برکایا تم نے ہماری باتیں مان کر ہم کو سردار بنا کر ہم میں تکبر و غرور پیدا کر دیا جس سے ہم اور بھی کفر میں سخت ہو گئے رب فرماتا ہے **يعوذون برجال من الجن فزادوهم وهما لئذ اثم** تم دونوں جرموں میں برابر ہیں جب یہ ہے **توفئو قوا العذاب بما كنتم تكسبون** یہ عبارت جواب ہے **فما كان لكم** یعنی جب ہم تم دونوں جرموں میں برابر ہیں تو سزائیں بھی برابر ہونے چاہئیں تم اپنا عذاب برداشت کئے جاؤ ہم اپنا عذاب برداشت کئے جائیں تم بھی خاموش رہو ہم بھی خاموش رہیں۔

خلاصہ تفسیر : ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ ان آیات کریمہ کی دو تفسیریں ہیں اگر یہ کلام کفار کی موت کے وقت کا ہے تو اس کی تفسیر کچھ اور ہوگی کہ اس میں عالم برزخ کا ذکر ہے اور اگر قیامت کے فیصلہ کے بعد کا ذکر ہے تو اس کی تفسیر دوسری ہے ہم یہاں دوسری تفسیر کا خلاصہ بیان کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کفار سے قیامت کے حساب و کتاب کے بعد براہ راست یا بذریعہ فرشتوں کے فرمائے گا کہ تم سے پہلے جن و انس کی بہت سی جماعتیں اپنا فیصلہ سن کر دوزخ میں چلی گئیں تم بھی اپنا فیصلہ سن چکے دوزخ میں جاؤ اور اپنی اپنی جماعت میں داخل ہو جاؤ چنانچہ یہ لوگ مختلف ٹولیاں بن کر دوزخ میں جاتی رہیں گی۔ کیفیت یہ ہوگی جب ایک ٹولی اپنے دوزخی ٹھکانہ میں پہنچے گی تو یہ ٹولی ان پر یا اگلی ٹولی جو پہلے سے وہاں موجود ہے ان پر لعنت و پھینکار کرے گی کہ ہم تو یہاں تھے تم یہاں کیوں آ گئے۔ ان کی آپس میں نا اتفاقی لعن طعن پھینکار بھی ان پر عذاب ہو گا حتیٰ کہ یہ سب لوگ دوزخ میں جب جمع ہو جائیں گے تو پیچھے جانے والے یعنی متبعین اپنے سرداروں کے متعلق رب سے عرض کریں گے جو ان سے پہلے وہاں پہنچے تھے کہ خدایا اگرچہ ہم سب کافر ہیں مگر ہم صرف کافر ہیں اور یہ مردود کافر بھی ہیں اور کافر گھر بھی کہ انہوں نے ہی دنیا میں ہم کو برکایا تھا لہذا اے مولیٰ انہیں ہم سے چند در چند عذاب زیادہ دے۔ رب تعالیٰ جواباً فرمائے گا کہ بے فکر رہو تم دونوں کو چند در چند عذاب دیا جائے گا کہ ہر اگلی آن کا عذاب پچھلی گھڑی کے عذاب سے زیادہ ہو گیا ہم نے پہلے سے ہی ان سرداروں کا عذاب تم سے زیادہ کر دیا ہے مگر تمہیں خبر نہیں تم سمجھ رہے ہو کہ تم کو عذاب بہت سخت ہے۔ یہ سن کر سردار کہیں گے کہ یو قوفوا! تم ہم سے افضل نہ تھے تم بھی اپنی اولاد بیویوں کے کافر گھر تھے کہ تمہارے کفر کی وجہ سے تمہارے متعلقین کافر بنے نیز تم نے ہمیں سردار بنا کر ہم میں تکبر پیدا کر دیا لہذا اب سب ہی ہے کہ تم خاموش رہو اپنی حرکتوں اپنے جرموں کی سزا بھگتے جاؤ۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے : پہلا فائدہ : دوزخ میں سارے کفار یکدم نہیں جائیں گے بلکہ نمبر وار آگے پیچھے داخل ہوں گے سردار ان کفر پہلے پہنچیں گے ان کے ماتحت لوگ بعد میں۔ یہ فائدہ لی اسم للعلت سے حاصل ہوا رب فرماتا ہے **وسقى الذين كفروا الى جهنم زمرا**۔ دو سر فائدہ : دوزخ میں کفار جن و انس دونوں ہی جائیں گے یہ فائدہ من الجن والانس سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے **لا ملین جہنم من الجنۃ والناس اجمعین** تیسرا فائدہ : قیامت میں ہر ایک اس کے ساتھ ہو گا جس سے دنیا میں اس کے دل کا تعلق رہا ہو گا ان کے زمانے اور مقلات ایک ہوں یا مختلف۔ یہ فائدہ **ادخلوا لی اسم** سے حاصل ہوا ان شاء اللہ جنتیوں کا بھی یہی حال ہو گا۔ چوتھا فائدہ : اللہ تعالیٰ گنہگار مسلمان کو اگر عارضی طور پر دوزخ میں بھیجے گا تو اس کی پردہ دہری بھی نہ ہوگی اور ایک دوسرے پر لعن طعن پھینکار بھی نہ ہوگی صدقہ سے اپنے حبیب کے اس کی پردہ پوشی فرمائے گا کہ یہ فائدہ لعنت اختہا سے حاصل ہوا یا بحول فائدہ : کفار

کی دنیاوی دوستیاں آخرت میں دشمنی میں تبدیل ہو جائیں گی حتیٰ کہ وہاں باپ بیٹے کا اور ماں بیٹی کی دشمنی یونہی سردار ماتحتوں کے دوست دوست کے دشمن ہو جائیں گے یہ فائدہ فائزہم عذابا ضعفا سے حاصل ہوا۔ رب فرماتا ہے الا خلاء يومئذ بعضهم لبعض عدوا الا المتقين۔ چھٹا فائدہ: بروں کی صحبت اللہ کا بڑا عذاب ہے باقی عذاب اس سے ہلکے یہ فائدہ فی امہ قد خلت فرمانے سے حاصل ہوا۔ کہ رب نے کافر قوموں کے زمرہ میں داخل ہونے کا ذکر پہلے کیا تاہم یعنی آگ کا ذکر بعد میں یونہی اچھوں کی صحبت اللہ کی بڑی رحمت ہے جنت اس کے بعد رب نے فرمایا اذخلی فی عبادی و اذخلی جنتی وہاں بھی عباد اللہ کی جماعت میں داخلہ کا ذکر پہلے ہے اور جنت میں داخلہ کا ذکر بعد میں دنیا و آخرت میں صحبت عجیب ہے۔ ساتواں فائدہ: دنیا میں ہر تکلیف پہلے زیادہ محسوس ہوتی ہے بعد میں زیادہ نہیں مگر دوزخ میں کفار کے لئے یہ نہ ہو گا وہاں ہر آن تکلیف یا تکلیف کا احساس زیادہ ہو جائے گا۔ یہ فائدہ لکل ضعف کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: ہر دوزخی کافر سمجھے گا کہ سب سے زیادہ تکلیف میں ہوں اگرچہ اسے ہلکا عذاب ہی ہو یہ فائدہ ولكن لا تعلمون سے حاصل ہوا دنیا میں دیکھ لو کہ ہر مصیبت زدہ اپنے کو بڑی مصیبت میں سمجھتا ہے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھے۔ نواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کفار کے ناسمجھ بچوں اور پاگلوں کو عذاب نہ دے گا جو ناسمجھی اور دائی دیوانگی میں فوت ہو گئے ہوں کیونکہ دوزخ صرف کسی ہے یہ فائدہ بما کنتم تکسبون سے حاصل ہوا کیونکہ انہوں نے کفر و گناہ کا کسب نہیں کیا بلا جرم سزا دے دینا ایک قسم کا ظلم ہے رب تعالیٰ ظلم سے پاک ہے۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پچھلے کافراگلے کافروں کے لئے زیادتی عذاب کی دعا کریں گے پچھلے اگلوں میں فرق کیا ہے کافر سب ہی ہیں پچھلے ہوں یا اگلے تو اگلے کافر پچھلوں کے لئے یہ بد دعا کیوں نہیں کریں گے۔ جواب: یہاں اگلے پچھلوں سے زمانہ کے اگلے پچھلے مراد نہیں بلکہ درجے کے اگلے پچھلے مراد ہیں پچھلوں سے مراد ہیں متبعین کفار اور اگلوں سے مراد ہیں سرداران کفر۔ ماتحت لوگ سرداروں کے لئے زیادتی عذاب کی بد دعا کریں گے جیسا کہ اضلونا سے معلوم ہو رہا ہے۔

دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ سارے کافروں کا عذاب یکساں ہو گا کہ فرمایا ضعف مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا وذلنا ہم عذابا جس سے معلوم ہو رہا ہے کہ سرداران کفر کو عذاب زیادہ ہو گا۔ ان آیات میں تعارض ہے۔ جواب: اس کے جوابت ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکے ایک یہ کہ لکل ضعف کے معنی ہیں لکلہم ضعف ان سارے سرداروں کو عذاب زیادہ ہو رہا ہے یعنی جس زیادتی کا تم مطالبہ کر رہے ہو وہ زیادتی پہلے ہی سے موجود ہے لہذا تمہارا یہ مطالبہ بیکار ہے دوسرے یہ کہ لکل کے معنی ہیں لکلہم یعنی تم سب کو عذاب زیادہ ہے تب اس کے کئی مطلب ہیں ایک یہ کہ ہر اگلی ساعت میں تم سب کو پچھلی ساعت سے زیادہ عذاب ہو گا دوسرے یہ اے تابعین کافرو تم بھی خود کافر اور دوسروں کو کافر بنانے والے ہو کہ تم میں سے ہر شخص اپنے بیوی بچوں دوستوں کو کافر بناتا ہے لہذا تم سب کافر ہو تم سب کو زیادہ عذاب ہے فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ تم میں سے ہر شخص جو ابابہ اس سے اپنی ماتحتوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی رب فرماتا ہے قوا انفسکم و اہلیکم ناوا بہر حال ہر کافر گمراہ بھی ہے اور گمراہ کن بھی۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ ہر کافر کو سزا اپنے کسب و عمل کا بدلہ ملے گا کما کنتم تکسبون دوسرے کے عمل کا بدلہ نہیں ملے گا۔ مگر دوسری آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ سرداران کفر کو اپنے ماتحت کافروں کے کفر کا بھی عذاب ہو گا کہ کفر کہیں گے وہ ماتحت سزا جہنم میں یہ سرداران میں تعارض

ہے۔ جواب: دو سروں کو گمراہ کرنا اس گمراہ کن کا اپنا کسب ہے اب وہ گمراہ لوگ جو بھی جرم کریں گے اس جرم میں اس گمراہ کر کا حصہ بھی ہو گا کہ اس کی تعلیم سے اس نے یہ جرم کیا اس لئے تمام ماتحتوں کے جرم اس پیشوا کے اپنے کسب کا نتیجہ ہیں اس لئے ان سب کی سزا سے زیادہ اس کی سزا ہے جو اس کے اپنے کسب کی سزا ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا میں حجاب ہے آخرت میں کشف ہو گا جو یہاں بیان ہے وہ وہاں عیاں ہو گا۔ دنیا میں ہر کافر اپنے مثل کی طرف مائل ہے اور مومنوں بلکہ نبیوں ولیوں سے بیزار ہے مگر نہ میلان الی الکفر اس وقت تک ہے جب تک جسم میں جان ہے اس جان کے نکلنے ہی سب کچھ عیاں ہے اب ایمانی دوستیوں کے لئے قرار ہو گا اور نفسانی شیطانی دوستیوں سے فرار پھر ایک دوسرے پر لعنت و پھٹکار ہو گی اس کے بعد رب تعالیٰ کی پکار ہو گی کہ خدایا ان کو دو گنا عذاب دے اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت مخلوق کو اپنی طرف بلایا جس نے یہ بلاوائے سنا اس پر دھیان نہ دیا وہ دوزخ میں گر اوصوفیاء فرماتے ہیں کہ دوزخ اور اس کی آگ بھی اللہ کی رحمت ہے جیسے بادشاہ اپنی رعایا کی شاندار دعوت کرے اور اعلان کرے کہ جو اس دعوت میں نہ آئے گا اس کو سخت سزا ملے گی تو یہ سخت سزا بھی اس کی شفقت و محبت کی بنا پر ہے ماکہ رعایا اس ڈر سے میری نعمتیں کھالیں نمود کی آگ بظاہر شر تھی درحقیقت خیر انسان کو چاہئے کہ زندگی کو غنیمت جانے دوست و دشمن کو پہچانے اللہ کے پیاروں کو اپنا دوست سمجھے ان سے رشتہ غلامی جوڑے اس کے دشمنوں سے ہر قسم کا رشتہ توڑے کہ اس میں نجات ہے۔ ان تمام سعادتوں کی اصل صالحین کی محبت ہے یہ سودے ان کی دکانوں سے ملتے ہیں سورج کی شعاعیں آنا "فانا" رات بھر کپالا شبنم کو پانی بنا کر بہا دیتی ہے۔ اللہ والوں کی نگاہیں دل کی زمین سے عمر بھر کے گناہوں کی شبنم پانی بنا کر بہا کر رحمت کے پانی سے دل دھو دیتی ہیں "اچھوں کی محبت دنیا و آخرت میں اللہ کی رحمت ہے بروں کی محبت اللہ کا عذاب۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں محبتیں تین طرح کی ہیں محبت جسمانی، محبت نفسانی، محبت ایمانی۔ رشتہ یا محبت یا ملاقاتوں کی وجہ سے جو محبت ہو وہ جسمانی ہے جیسے اولاد میں باپ یا دوستوں بلکہ اپنے پالے ہوئے جانوروں رہائش کے مکان و وطن ملک سے محبت کہ یہ سب محبت جسمانی ہیں جن پر نہ ثواب نہ عذاب محبت نفسانی وہ جو گناہوں کی وجہ سے ہو جیسے کافر کو کافر سے محبت چور کو چور سے شرابی کو شرابی سے محبت ایمان وہ جو ایمانی رشتہ کی وجہ سے ہو۔ نفسانی محبت یا گنہ ہے یا کفر ایمانی محبت بہترین عبادت جسمانی نفسانی محبتیں دیکھ کر رت کر ہوتی ہیں مگر ایمانی محبت بغیر دیکھے بھی ہو جاتی ہے۔ جیسے نبی ولی سے مومنوں کی محبت نیز محبت جسمانی کے لئے فناء ہے بعد موت ختم محبت نفسانی عداوتوں میں تبدیل ہو جائے گی مگر محبت ایمانی دنیا، برزخ، قیامت جنت ہر جگہ رہے بلکہ بڑھے گی یہ آیت نفسانی محبت کا انجام بیان کر رہی ہے جس کا انجام عداوت اور شکایت ہے ایمانی محبت کا نتیجہ شفاعت ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ كَذَبُوا بِآيَاتِنَا وَاسْتَكْبَرُوا عَنْهَا لَا تَفْتَحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَاءِ

بے شک وہ لوگ جھوٹا کہا جنہوں نے ہماری آیتوں کو اور غرور کیا ان سے نہ کھولے جائیں گے واسطے انکے دروازے
و جنہوں نے ہماری آیتیں جھٹلائی ہیں اور ان کے مقابلے میں کبر کیا ان کے لئے آسمان کے دروازے نہ کھولے جائیں

وَلَا يَدْخُلُونَ الْجَنَّةَ حَتَّى يَلْبِغَ الْجَمَلُ فِي سَمِّ الْخِيَاطِ وَكَذَلِكَ

آسمان کے نہیں داخل ہوں گے وہ جنت میں حتیٰ کہ گھسی جائے اونٹ نیکے میں سون کے اور اسی طرح

گئے جب تک سون کے ناکے میں اونٹ نہ داخل ہوں اور مجرموں

نَجْزَى الْمُجْرِمِينَ ۝ لَّهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَمِّنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ

بدل دیتے ہیں ہم مجرموں کو واسطے ان کے دوزخ سے ہے بستر اور ان کے اوپر چادریں

کو ہم ایسا ہی بدل دیتے ہیں۔ انہیں آگ ہی بچھونا اور آگ ہی ارٹھنا

وَكَذَلِكَ نَجْزِي الظَّالِمِينَ ۝

اور اسی طرح ہم بدل دیتے ہیں ظالموں کو

اور ظالموں کو ہم ایسا ہی بدل دیتے ہیں

تعلق : ان آیات کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کی دوزخی سزاؤں کا ذکر ہوا اب ان کے رحمت الہی سے بالکل محرومی کا تذکرہ ہے کہ وہ کسی قسم کی رحمت کے مستحق ہوں گے ہی نہیں یعنی ملنے والی سزا کا ذکر پہلے ہوا نہ ملنے والی رحمت کا ذکر اب ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں کفار کے دوزخ میں بیرونی عذاب کا ذکر تھا۔ یعنی آپس کی لعن طعن پھٹکار ایک دوسرے کو کو سنا اب ان کے اندرونی دوزخی عذاب کا ذکر ہے یعنی آگ کا اوڑھنا بچھونا وغیرہ۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کے عذابوں اور رحمت سے محرومیوں کا ذکر تھا اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان کا نعمتوں سے محروم رہنا واجب ہے اور رحمتوں کا پانا بالکل ناممکن ہے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں کفار کے دوزخ میں ہمیشہ رہنے کا ذکر تھا اب پہلی کی نوعیت کا ذکر ہے۔ (کبیر)

تفسیر : ان الذین کذبوا باہاتنا ظاہر یہ ہے کہ الذین سے مراد ساری قسموں کے کافر انسان مراد ہیں کذبوا بنا ہے کذب سے معنی جھوٹا کہنا۔ جھوٹا جانا لوگوں سے جھوٹا کہلوانا کذبوا باب تفعیل مبالغہ کے لئے ہے یعنی انہوں نے خوب ہی جھٹلایا کہ دل سے زبان سے عمل سے جھٹلایا۔ اس صورت میں منافقین اور سائرین اس سے خارج ہیں کہ ان کی سزا کچھ اور ہے یا معنی یہ ہیں کہ جھٹلاتے رہے یعنی مرتے دم تک کفر کرتے رہے کہ ان کا خاتمہ کفر پر ہوا ظاہر یہ ہے کہ الذین میں کفار جن داخل نہ ہوں کہ جس شدت کا کفر انسان کرتا ہے اس شدت کا کفر جن نہیں۔ آیات جمع ہے آیت کی معنی نشانی آیات جمع فرما کر ہر قسم کی نشانیاں مراد لی گئیں۔ دہریئے رب کی ذات و صفات کے دلائل و آیات کے منکر ہیں۔ مشرکین دلائل توحید کے انکاری ہیں دوسرے کفار دلائل نبوت کے منکر یہود و نصاریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے دلائل کے انکاری آیات میں یہ ساری چیزیں شامل ہیں وامتکبروا عنہا یہ ان کا دوسرا جرم ہے جو سرداران کفر نے کیا یہ کہ انہوں نے آیات الہیہ میں غور کرنے کو اپنی توہین سمجھا انہیں قابل التفات نہ جانا حتیٰ کہ مومنوں کو حقیر جانا اور مومنوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے میں اپنی ذلت جانی۔ یہ سب چیزیں ایک امتکبروا میں داخل ہیں۔ یہاں تک کفار کے دوسروں کا ذکر ہوا ایک جرم عام جس میں سارے چھوٹے

بڑے کفار گرفتار ہیں جھٹلاتا۔ دو سراجرم خاص جو خاص ان کے سرداروں کا ہے یعنی آیات الہیہ سے تکبر و غرور کرتا اب ان کی سزا کا ذکر ہے لا تفتح لہم ابواب السماء یہ عبادات الذین کی خبر معنی جزا ہے۔ اس فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔ (1) ان کی نیکیوں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے اور وہ نیکیاں رب کی بارگاہ تک نہیں پہنچتیں کیونکہ وہ طیب نہیں الہ بصعد الکلم الطیب والعمل الصالح برفعه (2) ان کی دعاؤں کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے ان کی دعائیں بارگاہ عالی تک نہیں پہنچتیں (3) ان پر آسمان کے دروازے نزول خیر کے لئے نہیں کھلتے ان پر رب کی طرف سے خیر نہیں آتی (4) بعد موت ان کی روحوں کے لئے دروازے آسمان کے نہیں کھلتے وہ روحیں آسمان کے نیچے سے ہی واپس زمین پر پھینک دی جاتی ہیں۔ (5) سماء سے مراد جنت میں جانے کے راستے ہیں یعنی بعد قیامت ان کے لئے جنت کے راستے نہیں کھلیں گے (از تفسیر کبیر و خازن وغیرہ) اور ہو سکتا ہے کہ سماء سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کریمہ ہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرح عرش و فرش عرشی فرشتوں پر سایہ فگن ہیں سب کو اپنے گھیرے میں لئے ہوئے ہیں اور جیسے آسمان سے زمین پر بارش سورج کے چاند تاروں کی روشنی وغیرہ آتی ہے ایسے ہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے تمام جہان کو قرآن ایمان عرفان رحمت رحمان وغیرہ ملتی ہے ہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سایہ زمین پر نہیں پڑا کہ پاؤں کے نیچے نہ آئے ہن کا سایہ ساروں کے سروں پر ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر آپ کا کرم آپ کے دست سخا وغیرہ یہ اس آسمان کے دروازے ہیں جو مومنوں کے لئے کھلے ہوئے ہیں کفار کے لئے بند ہیں بلکہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سجدہ شفاعت کا دروازہ ہو گا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا جنت میں داخلہ لوگوں کے لئے جنت کے داخلہ کا دروازہ ہو گا۔ ولا یدخلون الجنة حتی یلج الجمل فی سم الخياط۔ اس فرمان عالی میں ان کی اس سزا کا ذکر ہے جو بعد قیامت انہیں ملے گی بلج بنا ہے ولج سے معنی داخل ہونا یولج الہل فی النہار ہماری قراءت میں جمل ج اور میم کے فتح سے ہے معنی لونٹ حضرت ابن عباس کی قراءت میں جمل جیم کے پیش اور میم کے شد سے بر وزن قمل معنی کشتی یا جہاز کی موٹی رسی جس سے کشتی کو ٹکرایا کنارے کے تیغ سے باندھا جاوے سم کے لغوی معنی ہیں لطیف باریک سوراخ اس لئے ہر کو سم کہتے ہیں کہ وہ جسم کے ہر باریک سے باریک سوراخ میں داخل ہو جاتا ہے اس کی جمع ہے سموم (کبیر) خیاط اور مضطربون خیط کا اسم آلہ ہیں۔ خیط معنی سینا سی سے ہے خیاط (درزی) خیاط کے معنی ہوئے سینے کا آلہ یعنی سوئی چونکہ عرب میں سب سے زیادہ جسیم لونٹ ہے اس لئے اسی کا ذکر فرمایا چونکہ سوئی کا سوراخ بہت ہی چھوٹا ہوتا ہے اور لونٹ کا جسم بہت موٹا موٹے جسم کا چھوٹے سوراخ میں داخل ہونا محال بلذات ہے کہ اس میں دو ضدوں کا اجتماع ہے اہل عرب ناممکن چیز پر کسی کو معلق کر کے یہ بتاتے ہیں کہ یہ موقوف چیز بھی ناممکن ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا شاب الغرب اتت اہلی و صار النار کا لبن الحلب

میں اپنی بیوی کے پاس جب آؤں گا جبکہ کو ابوڑھا ہو جاوے اور تار کول دودھ کی طرح سفید ہو جاوے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر سوئی کے سوراخ میں لونٹ داخل ہو سکتا ہے تو یہ کفار بھی جنت میں جا سکتے ہیں مگر لونٹ تو ناکہ میں داخل ہو نہیں سکتا لہذا یہ کفار جنت میں بھی نہیں جا سکتے و کذا لک نعزی المعجریٰ یہ جملہ مستعمل ہے جس میں گزشتہ سزا کی وجہ اور اس کا قاعدہ بیان کیا گیا ہے کذا لک میں ذالک سے اشارہ گزشتہ سزا کی طرف ہے معزی بنا ہے جزاء سے اور جزا سے مراد سزا ہے المعجریٰ معنی سے

مراد کفار ہیں جو اول درجہ کے مجرم ہیں جن کا قلب و قالب دونوں مجرم۔ قلب تو بد عقیدہ کیوں کا مجرم ہے اور قالب بد عملیوں کا مجرم یعنی ہم کفر کے مجرموں کو ایسی ہی سخت سزا دیتے ہیں ان کے لئے آسمانوں کے دروازے کھلتے نہیں تاکہ ان کی رو میں ہماری بارگاہ میں باریاب ہو سکیں اور ان کا جنت میں داخلہ ناممکن ہے لہم من جہنم مہادومن فوقہم غواش اس فرمان عالی میں کفار کے تیسرے عذاب کا ذکر ہے یعنی دوزخ میں ہمیشہ رہنا اور دوزخ میں ہی ہر طرف سے گھرا ہوا ہونا لہم خبر ہے مہاداور غواش مبتداء من جہنم اور من فوقہم کا تعلق مہاداور غواش سے ہے لہم کے مقدم کرنے سے حصر کا فائدہ ہوا کیونکہ یہ محیط عذاب صرف کفار کو ہو گا مہادینا ہے مد سے معنی گوارہ یا بستر فی المہد و کھلا اسی سے ہے تمہید غواش جمع ہے غاشمہ کی معنی پردہ اسی سے ہے غشا و تہ حق یہ ہے کہ غواش غیر منصرف ہے اس کی تین جوار کی تین کی طرح ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے لہم من فوقہم ظلل من النار ومن تحتہم ظلل مطلب یہ ہے کہ انہیں ہر طرف سے دوزخ کی آگ گھیرے ہوگی۔ خیال رہے کہ من جہنم ارشاد ہوا نار ارشاد نہ ہوا کیونکہ دوزخ کے جو طبقے ٹھنڈے ہیں وہاں کفار کا اوڑھنا پھونٹنا ٹھنڈک کا ہو گا نہ کہ آگ کا۔ یہ بھی خیال رہے کہ یہاں نیچے کے بستر اور اوپر کے خلاف یا لحاف کا ذکر ہوا جس میں دامنایاں خود ہی آگیا کیونکہ بستر اور چادر ہر چار طرف سے گھیرے ہوتا ہے مقصد یہ ہے کہ ہر طرف سے انہیں دوزخ گھیرے ہوگا آگ یا ٹھنڈک۔ چونکہ کفار ہر طرف جرموں میں گھرے تھے۔ اس لئے انہیں ہر طرف سے عذاب گھیرے گا وکنک نجزی الظالمین سے مراد کافرن و مشرکین ہیں۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے ان الشرک لظلم عظیم۔ خیال رہے کہ اس جگہ کفار کے دو جرموں کا ذکر تھا آیات الیہ کا جھٹلانا اور تکبر و غرور کرنا اس لئے انہیں مجرمین بھی فرمایا اور ظالمین بھی یعنی تکذیب کی وجہ سے وہ مجرمین ہیں اور تکبر کی وجہ سے ظالمین انہیں دو جرموں کی وجہ سے وہ لوگ جنت سے بالکل محروم رہے اور دوزخ کے عذاب میں ہر طرف سے گھرے۔

خلاصہ تفسیر : جن لوگوں نے ہماری آیات قرآنیہ، معجزات نبویہ، توصیف مصطفویہ کا انکار کیا اور ان کے قبول کرنے سے تکبر و غرور کیا اس قبول میں اپنی توہین جانی ان کی سزائیں حسب ذیل ہیں۔ (1) ان کی زندگی میں ان کے نیک اعمال بارگاہ الہی میں پیش نہیں ہوتے، ان کے اعمال کے لئے دروازہ آسمانی کھولے نہیں جاتے کہ سب نامقبول ہیں اور یا ان کے مرنے پر ان کی روحوں کے داخلہ کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھولے جاتے گے ویسے ہی لئے زمین کی طرف ان کی رو میں واپس کر دی جائیں گی نہ وہ آسمانوں میں داخل ہوں نہ بارگاہ الہی میں حاضری کا شرف پائیں۔ (2) ان کا بعد قیامت جنت میں داخلہ ایسا ہی ناممکن ہے جیسے سوئی کے ناکہ میں اونٹ کا داخلہ بالکل ناممکن ہے کہ اس میں اجتماع ضدین ہے ہم کفر کے مجرموں کو ایسی ہی سخت سزا دیتے ہیں یعنی حاضری بارگاہ سے بھی محرومی اور جنت سے بھی دائمی محرومی۔ (3) یہ لوگ دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے اس طرح ہمیشہ رہیں گے کہ ان کا پھونٹنا اوڑھنا سب دوزخ ہی کا ہو گا کہ ہر چار طرف بلکہ ہر چھ طرف سے انہیں دوزخ کی آگ یا وہاں کی ٹھنڈک گھیرے ہوگی ہم تکبر و غرور کے مجرموں ظالموں کو ایسی ہی سزا دیتے ہیں لہذا انسانوں کو چاہئے کہ کفر اور تکبر دونوں عیبوں سے بچیں اور ان سخت تر سزائوں کے مستحق نہ بنیں۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کفار کے لئے ان کی زندگی میں اور بعد موت قبر میں، حشر میں اللہ کی رحمت کے سارے دروازے بند ہیں نہ ان کے نیک اعمال قبول ہوں نہ ان پر اللہ کی رحمت آوے نہ ان کی

روح بارگاہ الہی میں حاضری کا شرف حاصل کر سکے نہ وہ جنت میں جا سکیں جیسا کہ لا تفتح لہم الخ کی تفسیروں سے معلوم ہوا۔
 دوسرا فائدہ: تکبر والا کفر دوسرے کفروں سے سخت تر ہے اور اس کی سزا بہت زیادہ۔ یہ فائدہ کذب اور استکبر و اسے حاصل ہوا غفلت بے خبری تقلیدی کفر والوں کی سزا ان کفار سے ہلکی ہوگی۔ تیسرا فائدہ: انشاء اللہ ان مذکورہ سزاؤں سے گنہگار مومنین محفوظ ہیں۔ یہ فائدہ لا تفتح لہم الخ میں لہم فرمانے سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: بعد موت مومن کی روح بارگاہ الہی میں پیش ہو کر اس سے ہم کلام ہو کر پھر قبر میں سوال و جواب کے لئے آتی ہے کافر کی روح آسمان تک جاتی تو ہے مگر ذلت و خواری کے ساتھ آسمان سے ہی واپس کر دی جاتی ہے جیسا کہ احمد، نسائی، حاکم، بیہقی وغیرہ کی احادیث میں ہے۔ یہ فائدہ لا تفتح لہم الخ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: آسمان کے دروازے بہت ہیں جن سے مختلف چیزیں آسمان میں جاتی اور وہاں سے آتی ہیں روزی کا دروازہ ہر مومن و کافر کے لئے کھلا ہے توبہ کا دروازہ کھلا ہے مگر مقبولیت، برکت رحمت کے دروازے کفار کے لئے بند ہیں مومنوں کے لئے کھلے ہیں۔ یہ فائدہ ابواب السماء جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: انسان پر اللہ کی بڑی نعمت یہ ہے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم میں رہے اور سب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر سے گر جائے اسے پھر کوئی نہیں اٹھا سکتا آج سارے جہان ابو جہل کو عزت نہیں دے سکتے حضرت بلال کو ذلت نہیں دے سکتے۔ یہ فائدہ ابواب السماء کی آخری تفسیر سے حاصل ہوا کہ سماء سے مراد حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں ابواب سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات ہوں۔ رب تعالیٰ کفار کے متعلق فرماتا ہے۔
 فاعرض عن المشركين اے محبوب مشرکوں سے منہ پھیر لو اور فرماتا ہے وفذنی والمکذبین کفار کو مجھ پر چھوڑ دو۔ یہ ہے کفار پر عذاب، حضور کا منہ پھیر لینا۔ مسلمانوں کے متعلق فرماتا ہے ولا تعد عيناك عنهم اے محبوب مسلمانوں سے آپ کی نظر عنایت دور نہ ہو اور فرماتا ہے واخفض جناحك للمؤمنين اپنے بازوئے رحمت مسلمانوں پر کھول دے یہ ہے مومنوں پر اللہ کی رحمت۔ ساتواں فائدہ: کفار کا جنت میں داخلہ بالکل ناممکن ہے۔ یہ فائدہ حتی بلع الجمل الخ سے حاصل ہوا۔

مسئلہ: کفار کے لئے رحمت، مغفرت جنت کے داخلہ کی دعا کرنا انہیں مرحوم مغفور کہنا حرام ہے کہ یہ باتیں ناممکن ہیں اور ناممکن کی دعا ناجائز ہے۔ آٹھواں فائدہ: ہر طرف سے دوزخ کے عذاب کا گھیرنا، بعض کفار کے لئے خاص ہے اس سے مومنین بلکہ بعض ہلکے کافر محفوظ ہیں۔ یہ فائدہ لہم من جہنم الخ میں لہم کے مقدم فرمانے سے حاصل ہوا حتی کہ ابو طالب دوزخ کی آگ سے دور رہیں گے ان کے پاؤں میں آگ کی ایک چنگاری ہوگی جس سے ان کا دماغ کھولے گا مگر جہنم انہیں گھیرے گی نہیں۔ نواں فائدہ: کفار کے نام مجھ بچے جو نا کجی میں فوت ہو جاویں یونہی وہ کفار جو دیوانگی پاگل پن میں جئیں۔ اسی میں فوت ہو جاویں وہ نہ تو دوزخی ہیں نہ وہاں کے عذاب کے مستحق۔ یہ فائدہ المعجومین اور الظالمین فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ وہ تو مجرم ہیں نہ ظالم قرآن کریم دوسری جگہ فرماتا ہے هل تجزون الا ما كنتم تعملون بغیر جرم سزاں بصورتاً ظلم ہے اور بغیر عمل جنت دے دینا کرم ہے۔ اللہ تعالیٰ ظلم سے پاک ہے وہ کریم ہے وہ رحیم ہے یہ بات خیال رہے۔

سپلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں کفار کے دو جرموں کا ذکر کیوں ہوا کفر اور تکبر یہاں جو سزاؤں کو رہے وہ ہر کافر کی ہے تکبر کرے یا نہ کرے کوئی کافر جنت میں کبھی نہیں جاسکتا۔ جواب: یہ دونوں جرم ان دو تین سزاؤں کے مجموعہ کے لئے ہیں جو

یہاں مذکور ہیں جو لوگ صرف کافر ہوں متکبر نہ ہوں انہیں دوزخ کا وارثنا پھونانہ ملے گا۔ یونہی جو صرف متکبر ہوں مگر کافر نہ ہوں وہ دوزخ میں ہمیشہ نہ رہیں گے لہذا آیت واضح ہے۔ خیال رہے کہ مومن اگرچہ اپنی حماقت سے متکبر ہو جاوے مگر وہ آیات الہیہ سے متکبر نہیں ہوتا اگر ہو گا تو کافر ہو جاوے گا جو بد نصیب نمازیان حج کو اپنے لئے ذلت جانے وہ کافر ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ کفار کے لئے آسمان کے دروازے نہیں کھلتے تو پھر انہیں روزی کہاں سے آتی ہے۔ رب فرماتا ہے **وَلَفِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تَوَعَّدُونَ** آیات میں تعارض ہے ہر مذہب کی روزی کا دروازہ آسمان میں ہے جہاں سے اس کی روزی آتی ہے۔ (بعض بے دین) جواب: اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ یہاں دروازے سے مراد یا تو رحمت کا قبولیت اعمال یا قبولیت دعا کا دروازہ ہے یا بعد موت ان کی روحوں کے چڑھنے کا دروازہ ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے 'روزی کا دروازہ مراد نہیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا۔ متکبر کفار کا جنت میں جانا فی الواقع ممکن ہے کیونکہ اسے معلق کیا گیا ہے اونٹ کے سوئی کے ناکہ میں داخل ہونے پر اور اونٹ کا سوئی کے ناکہ میں داخل ہونا ممکن ہے کہ یا تو سوئی کا ناکہ چوڑا کر دیا جاوے یا اونٹ پٹلا کر دیا جاوے اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے۔ جواب: یہ بات بالکل ناممکن ہے کہ اونٹ بڑا رہے اور سوئی کا ناکہ چھوٹا رہے پھر اس میں اونٹ سما جاوے کیونکہ یہ دو ضدوں کا اجتماع ہے وہی یہاں مراد ہے اگر سوئی کا ناکہ پھاٹک بنا دیا جاوے تو وہ ناکہ نہ رہا اور اگر اونٹ کو گھٹا کر چوٹی بنا دیا جاوے تو وہ اونٹ نہ رہے گاہے بات قدرت سے خارج ہے کہ اونٹ تو اونٹ رہے اور سوئی کا ناکہ ناکہ رہے پھر اونٹ اس میں سما جاوے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت میں کفار کے لئے نیچے لوہے کے عذاب کا تو ذکر ہوا مگر آگے پیچھے دابنے بائیں کھڑکرنہ ہوا کیا انہیں ان دو طرف سے ہی عذاب گھیرے گا ان کی باقی سمتیں عذاب سے محفوظ ہوں گی۔ جواب: عربی زبان بلکہ اردو میں بھی لوڑھنا پھوننا فرما کرچہ سمتیں مراد لی جاتی ہے کیونکہ لوڑھنا پھوننا آدمی کو ہر طرف سے ہی گھیرتا ہے یہاں وہی محلوہ استعمال ہوا۔ پانچواں اعتراض: ان آیات میں اولاً ہوتا انہیں مجرمین فرمایا پھر ظالمین جرم اور ظلم میں کیا فرق ہے۔ جواب: ان دو لفظوں میں ان کے دو جرموں کفر اور تکبر کی طرف اشارہ ہے یا تو جرم سے مراد ہے کفر اور ظلم سے مراد ہیں دل بد عقیدہ گئیں ہر حال ان لفظوں کی بہت تو جہیں ہو سکتی ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : نبیوں کی سنتیں ولیوں کی کرامتیں اللہ تعالیٰ کی آیات بلکہ دل والوں کی نظر میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم آیات اللہ ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر عضو بلکہ ہر حال بلکہ خود نام شریف اللہ کی ایک آیت بلکہ آیتوں کا مجموعہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہر چیز میں بہت سے معجزے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ یاد آتا ہے اس کی ذات و صفات کا پتہ چلتا ہے رب فرماتا ہے **لَقَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ**۔ جو ان کا انکار کریں ان پر ایمان لانے میں اپنی ذلت سمجھیں ان کے لئے آسمان یعنی دل کے دروازے رب کی طرف نہیں کھلتے اور وہ قرب الہی کی جنت میں نہیں جاسکتے وصل نہیں پاسکتے حتیٰ کہ نفس امارہ متکبرہ کا اونٹ سوئی کے ناکہ یعنی طریقت کی راہ میں داخل ہو کر مطمئن نہ بن جاوے نفس امارہ گویا موٹا اونٹ ہے۔ جو قرب وصل کی جنت میں داخل نہیں ہو سکتے اسے شریعت کے احکام طریقت کے آداب کے ذریعہ پاک و صاف کرو حتیٰ کہ وہ بری صفت سے پاک ہو کر بل سے زیادہ باریک ہو جاوے اور فنا کی سوئی میں داخل ہو کر بقاء کی جنت میں جانے کے لائق ہو جاوے جو لوگ اپنی ذاتوں پر جرم کریں کہ اپنے نفوس کو گناہوں کی حرام غذا سے موٹا کرتے رہیں ہم انہیں ایسی ہی سزا دیتے ہیں ان کا علاج یہ ہے کہ یہ لوگ مخالفت نفس کا بہتر اور خواہشات سے علیحدگی کا ایسا استعمال کریں جو انہیں ہر طرف سے گھیرے اور ان کی

انانیت کو جلاؤا لے تب وہ جنت میں داخلہ کے مستحق ہوں گے ہم ایسے ظالموں کو دنیا میں ایسی سزا دے کر آخرت کے عذاب سے نجات دیتے ہیں۔ مجاہدہ اور صفائی قلب مقبولوں کا عمل ہے۔

نرفع دینانا بتعزق ونا! فلا بدنا بقی ولا ما نرفع!
نطوی لعد اثر اللہ وہا! و جاء ببناء لما بتوقع!

جو دین برباد کر کے دنیا بنائے اس کا نہ دین رہتا ہے نہ دنیا مبارک ہے وہ بندہ جو اللہ کو اختیار کرے اور اپنی دنیا کو آخرت کے لئے استعمال کرے (روح البیان) صوفیاء فرماتے ہیں کہ یومین خواہ کتنا ہی گنہگار ہو مگر وہ گناہوں میں گھرا نہیں ہوتا اس کا دل گناہ یعنی بد عقیدگی سے پاک و صاف ہوتا ہے اس لئے اسے دوزخ گھرے گی نہیں وہاں کی آگ اس کے دل و دماغ بلکہ اعضاء و جود بلکہ اعضاء و نضو کو نہیں جلا سکے گی اسی پہچان سے انہیں جنتی لوگ دوزخ سے نکال کر جنت میں پہنچائیں گے۔ دل یار کی جگہ ہے اسے پاک رکھو۔

دیکھ اے سوزاں مرا گلشن نہ جلے چاہے رگ رگ جلے پر یار کا مسکن نہ جلے
اس لئے یہاں کنہوا کے ساتھ استکبر و فرمایا گیا۔ نیز صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت دنیا کے ہر ذرہ سے ظاہر ہے ہر چیز رب کی آیت یعنی نشانی ہے اے انسان خود تو اور تیرے حالات رب تعالیٰ کی آیات ہیں و فی انفسکم افلا تبصرون ان کا انکار کفر ہے ان میں غور نہ کرنا غفلت ہے ان میں تدبر کرنا عرفان پونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی ہزار ہا لیلیں ہیں جن میں غور کرنا ایمان کے کمال کا باعث ہے سارا قرآن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برہان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر دیکھے محبت عامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برہان ہے۔ آپ کا ذکر کثیر کہ آج کوئی ایسی زبان نہیں۔ جس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت نہ ہو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دین کا بقاء یہ سب آیات نبوت رسول اللہ ہیں ان کا انکاری کافر ہے اور ان وعیدوں کا مستحق جو یہاں نہ گور ہیں۔

وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا أُولَٰئِكَ

اور وہ جو ایمان لائے اور کام کئے نیک نہیں تکلیف دیتے ہم کسی جان کو بھگنا نہیں
اور وہ جو ایمان لائے اور طاقت بھر اچھے کام کئے ہم کسی پر طاقت سے نہ بارہ بوجھ نہیں

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ ﴿۴۰﴾

اسکی یہ لوگ بہشت والے ہیں وہ اس میں ہمیشہ رہتے والے ہیں

رکھتے وہ جنت والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا ہے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کے سخت عذابوں کے ذکر تھا اس کی رحمتوں کرم نوازیوں کا تذکرہ ہے گویا وعیدوں کے ذکر کے بعد اس کرم کے وعدوں کا ذکر ہے کہ ہر چیز اپنی ضد سے اچھی طرح پہچانی جاتی ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں کفار کے عیوب کا ذکر تھا جو ان کے دوزخی ہونے کا سبب بنے

اب اہل ایمان کی صفات کا تذکرہ ہے جس سے یہ لوگ جنت اور وہاں کی نعمتوں کے مستحق ہوئے تاکہ لوگ ان عیوب سے بچیں اور یہ صفات اختیار کریں گویا بچنے والے عیوب کے بعد اختیار کرنے والے صفات کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق: پہلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ ایسے کفار کا جنت میں جانا غیر ممکن ہے اور انہیں دوزخ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ہے اب ارشاد ہے کہ نیک مسلمانوں کا دوزخ میں جانا غیر ممکن ہے اور وہ اللہ کی نعمتوں میں گھرے ہوں گے گویا عذاب والے گروہ کا ذکر فرمانے کے بعد رحمت و بخشش والے گروہ کا تذکرہ ہے۔

تفسیر: واللہن امنوا یہ جملہ نیا ہے اس میں دو ابتدا یہ ہے اللہن سے مراد انسان ہیں فرشتے اور مومن بنات اس سے خارج ہیں کیونکہ ان کے ایمان و اعمال کی جزا وہ نہیں جو یہاں مذکور ہے جنت اور وہاں کی نعمتیں صرف انسانوں کے لئے ہیں۔ امنوا میں شرعی ایمان مراد ہے جو نبی کی تعلیم سے حاصل ہوتا ہے مثلاً ایمان یعنی لست بربکم کے جواب میں ہلی کہنے سے جو ایمان ملا تھا وہ تو سب انسان کو ملا تھا۔ مگر نجات وہ فطری ایمان نہیں بلکہ یہ شرعی ایمان ہے۔ خیال رہے کہ نجات توحید سے نہ ملے گی بلکہ ایمان سے ملے گی اسی لئے قرآن مجید میں ہر جگہ ایمان کا ذکر ہے اسی کا حکم ہے اسی خطاب سے مومنوں کو پکارا گیا ہے صرف توحید کا قرآن کریم میں نہ ذکر ہے نہ حکم نہ اس خطاب سے ہم کو پکارا گیا۔ یا ہا اللہن امنوا فرمایا وحدوا نہ فرمایا ایمان اور توحید کا فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ایمان ذریعہ نجات جب ہے جبکہ اس پر انسان کا خاتمہ ہو جاوے اگر کوئی عمر بھر مومن رہے مگر کافر ہو کر مرے وہ دوزخی ہے اور اگر کوئی عمر بھر کافر رہے مگر مومن ہو کر مرے وہ جنتی ہے جیسے فرعون جلد گرفتار ہوا میں یہ سب باتیں ملحوظ ہیں۔ وعملوا الصالحات یہ عبارت معطوف ہے۔ امنوا پر جو تکہ ایمان اعمال سے پہلے ہے بلکہ اعمال کی شرط ہے جیسے وضو نماز کے لئے اس لئے ایمان کا ذکر پہلے ہوا عمل کا ذکر بعد میں۔ عملوا ماضی مطلق ہے اس میں بہت گنجائش ہے عمر بھر میں ایک بار کرے جیسے حج یا سال میں ایک بار کرے جیسے روزے اور زکوٰۃ روزانہ پانچ بار کرے جیسے نماز۔ ہر گز ایک کلمہ عملوا ان سب کو شامل ہے صالحات جمع ہے صالحہ کی معنی نیکی اس میں بدنی مال ہر قسم کی نیکی شامل ہے۔ اعمال چار قسم کے ہیں رحمانی، ایمانی، نفسانی، شیطانی۔ رحمانی کام جو رضاء الہی کے لئے کئے جاویں وہ صالحات ہیں۔ نفسانی کام جو نفس کے لئے کئے جاویں وہ مباحات ہیں جیسے تجارت، نوکری وغیرہ شیطانی کام یعنی گناہ مباحات ہیں جیسے جو شراب وغیرہ جیسے ہر اچھی بری چیز کے لئے ایک معیار یا کسوٹی ہے ایسے ہی صالحات ہے اور سیئات کے لئے کسوٹی وقت پاک اور زبان پاک رسول ہے جو کام حضور صلی اللہ علیہ وسلم کریں یا کہیں وہ صالحات ہے جس سے منع کریں وہ سیئات طلوع آفتاب کے وقت نماز۔ عید بقر عید کے دن روزے سیات ہیں کہ زبان مصطفوی نے ان سے منع فرمایا پھر صالحات جمع فرما کر بتایا گیا کہ ہر قسم کی نیکی کرے صرف ایک قسم پر قاعدت نہ کرے۔ خیال رہے کہ اگرچہ ایمانیات بہت ہیں مگر ایمان ایک ہی ہے نور نیکیاں بہت ہیں اور اعمال بھی بہت اس لئے صالحات جمع ارشاد ہوتا ہے بلکہ بعض آیات میں اعمال جمع ارشاد ہوا ہے۔ خیال رہے کہ بعض نیکیاں وقتی ہیں جن کے لئے اوقات شرائط بلکہ جگہ مقرر ہیں جیسے نماز روزہ حج وغیرہ اور بعض اعمال دائمی جن کے لئے کوئی وقت شرط وغیرہ کی پابندی نہیں جیسے کلمہ، درود، ذکر اللہ دونوں قسم کی نیکیاں کرنے کی کوشش کرے تاکہ بوقت مرنے کے کوئی نیک اعمال کرتا ہو اور اسی حال میں موت آئے جیسے حضرت سلیمان علیہ السلام کی وفات مسجد تعمیر کراتے نماز پڑھتے ہوئے ہوئی یا جیسے حضرت عمرو علی کی شہادت محراب مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے ہوئی۔ لا نکف نفسا

۱۔ وسعها یہ جملہ معترضہ ہے جو اللہ انما مبتدا اور اولئک خبر کے درمیان ارشاد ہوا۔ چونکہ صالحات جمع فرمانے سے شبہ ہوتا تھا کہ جنت ملنے کے لئے ہر قسم کی ساری نیکیاں کرنا ضروری ہیں تو وہ غریب مساکین جو زکوٰۃ و حج نہ ادا کر سکیں وہ جنتی نہیں ہو سکتے اس لئے یہ ارشاد ہوا۔ تکلف بنا ہے تکلیف سے جس کے معنی ہیں کسی کے ذمہ کلفت و مشقت والی چیز لازم کر دینا (مدارک) نفس کے بہت معنی ہیں۔ یہاں معنی ذات ہے الا وسعها میں بقدر پوشیدہ ہے اصل میں قدر و سعادت قادر مضاف کو پوشیدہ کر دیا اور وسعها کو فتح دے دیا اور ہو سکتا ہے کہ وسع سے مراد آسان اعمال ہوں اس صورت میں یہ لا تکلف کا دوسرا مفعول ہو تفسیر کبیر نے فرمایا کہ وسع وہ اعمال ہیں جنہیں انسان آسانی سے کر سکے ان کے کرنے میں انسان پر تنگی اور شدت نہ ہو۔ خلاصہ یہ ہے کہ وسع کے معنی ہیں گنجائش یا گھیرنا۔ جن کاموں کو انسان کی طاقت بہ آسانی گھیرے کہ انہیں آوی آسانی سے کر سکے وہ وسع ہے۔ خیال رہے کہ اس جملہ معترضہ کا تعلق عملوا الصالحات سے ہے کیونکہ ایمان ہر شخص پر فرض ہے رہے نیک اعمال وہ بقدر گنجائش فرض ہیں حتیٰ کہ فقیر پر زکوٰۃ، فطرہ قربانی لازم نہیں۔ اندھے پر نماز جمعہ و عیدین ضروری نہیں کہ اسے مسجد میں پہنچنے جماعت پانے میں تکلف ہو گا یہ ہے رب تعالیٰ کی کریمی۔ اس فرمان عالی میں کفار پر عتاب ہے کہ جب جنت جیسی اعلیٰ نعمت نہایت آسان کاموں سے مل جاتی ہے تو تم اس سے محروم کیوں رہتے ہو۔ اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

وہ تو نہایت سستا سودا بیچ رہے ہیں جنت کا! ہم مفلس کیا مول چکائیں ہاتھ ہی اپنا خلل ہے! اولئک اصحاب الجنت یہ عبارت خبر ہے واللہ انما کی اولئک سے انہیں لوگوں کی طرف اشارہ ہے جو مومنین صالحین ہوں اصحاب جمع ہے صاحب کی معنی ساتھی والا اور مالک یا مستحق یہاں آخری تین معنی مراد ہو سکتے ہیں۔ جنت والے جنت کے مالک یا جنت کے مستحق جنت کے معنی بارہا بیان ہو چکے معنی چھپا ہوا گھٹا بلوغ عشق کہتے ہیں کہ متقی مومن کا قلب دنیا قبر حشر ہر جگہ جنتی ہے کہ جنت کی لذتوں میں ہے قالب بعد قیامت جنتی ہو گا۔ چنانچہ مومن کے دل میں محبت رسول ہوتی ہے۔ دنیاوی آلائش وہاں نہیں ہوتی یہ سب جنت کی نعمتیں ہیں غرض کہ ان کے قلب جنتی ہیں قالب جنت والے ہوں گے۔ ہم لہا خالدون یہ جملہ یا تو علیحدہ ہے یا اولئک کی دوسری خبر ہم سے مراد وہی مومنین صالحین ہیں اور فیما سے مراد ہے جنت خالدون بنا ہے خلود سے معنی دوام و ہیئگی یعنی جنسی لوگ ان جنتوں میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے نہ مریں نہ وہاں سے نکالے جاویں نہ وہاں سے منتقل کئے جاویں کہ کبھی جنت کے کسی حصہ میں رکھے جاویں اور کبھی دوسرے حصہ میں کرلیہ دار کی طرح خالدون میں دو باتیں بتائی گئیں جنتیوں کا فائدہ ہونا اور جنت کا فائدہ ہونا یہ انہیں خلود ہے اور جنت وہاں نعمتوں کو دوام۔ کلہا دائم عشق کہتے ہیں کہ متقی مومن اپنی ہمیشہ جنت میں ہے کہ زندگی میں سوتے جاگتے اٹھتے بیٹھتے چلتے پھرتے پھر مرتے جیتے قبر میں حشر میں بعد حشر ہر وقت جنت میں ہے کہ اس کا کوئی وقت ذکر و فکر وغیرہ سے خللی نہیں۔

خلاصہ تفسیر : جو انسان ایمان لائے اس طرح کہ ایمان پر مرے اور ہر قسم کے نیک اعمال کرتا رہے مگر بقدر طاقت کیونکہ ہم کسی کو طاقت سے زیادہ اعمال کا حکم نہیں دیتے اتنے اور اس قسم کے اعمال لازم فرماتے ہیں جنہیں نفس انسانی بہ آسانی کر سکے اس قسم کے لوگ جنت والے ہیں یا جنت کے مالک ہیں یا جنت کے مستحق ہیں وہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے کہ نہ تو ان کو موت آئے نہ جنت فنا ہو نہ وہ جنت سے نکالے جاویں نہ جنت حکم ایک مقام پر دوسرے مقام پر منتقل کئے جاویں وہ جنت کے اور جنت

ان کی۔ خیال رہے کہ مومن متقی دنیا میں یہ سمجھتا رہا کہ میرا کچھ بھی نہیں حتیٰ کہ میں بھی اپنا نہیں میری زندگی اور موت سب اللہ رسول کی ہے تو اس کا اجر یہ ملا کہ جنت لور وہاں کی نعمتیں اس کی ہو گئیں لطف یہ ہے کہ بندہ کہے کہ میرا کچھ نہیں رب کہے کہ۔

کی محمد سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں یہ جمل چیز ہے کیا لوح و قلم تیرے ہیں اگرچہ جنت میں فرشتے حور غلمان سب کچھ ہوں گے مگر جنت کے مالک یہ مومنین ہی ہوں گے اس لئے اصحاب الجنتہ انہیں کو کہا جاوے گا جیسے مالک کے خدام گھروالے نہیں ہوتے پھر ان کی خاطر تواضع ہمیشہ مہمانوں کی سی ہوگی اس لئے فرمایا گیا ہے نزلا من غفور رحیم۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: نیک اعمال پر ایمان مقدم ہے پہلے ایمان لاؤ پھر نیک اعمال کرو یہ فائدہ ایمان کو اعمال پر مقدم فرمانے سے حاصل ہوا۔ خیال رہے کہ ایمان بعض اعمال کے لئے شرط جواز ہے اور بعض کے لئے شرط قبول نماز حج کے لئے ایمان شرط جواز ہے مگر صدقات و خیرات لوگوں سے اچھے سلوک کے لئے شرط قبول ہے لہذا کافر ایمان لانے کے بعد حج کرے اگر زمانہ لغریں حج کر چکا ہے تو وہ معتبر نہیں مگر اس کے کفر کے زمانہ کے صدقات و خیرات کا اب ثواب مل جاوے گا۔ دوسرا فائدہ: کوئی شخص نیک اعمال سے بے نیاز نہیں ہو سکتا خواہ کسی طبقہ کا ہو اور کسی جماعت سے تعلق رکھے۔ جیسے ہر شخص ہو او غذا کا محتاج ہے ایسے ہی ہر شخص ایمان و اعمال کا محتاج ہے۔ یہ فائدہ وعملوا الصالحات سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: مومن کو ہر قسم کے نیک اعمال کرنا چاہئیں صرف ایک نیکی پر قناعت نہ کرے۔ یہ فائدہ صالحات جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ جسمانی زندگی کے لئے ہر قسم کی غذا اور پانی ضروری ہے روحانی زندگی کے لئے ہر قسم کی نیکیاں ضروری ہیں۔ چوتھا فائدہ: کسی شخص پر طاقت سے باہر یا طاقت سے زیادہ نیکی کرنا واجب نہیں مومن امیر صدقہ دے کر جنتی بنے گا اور مومن فقیر صدقہ لے کر۔ یہ فائدہ لا نکلف الخ سے حاصل ہوا اس کی مکمل بحث تیسرے پارہ میں لا نکلف اللہ نفسا الخ کی تفسیر میں گزر چکی وسعت و طاقت کے اقسام اور کسی عمل کے لئے کونسی طاقت ضروری ہے یہ سب چیز وہاں مطالعہ فرماؤ۔ پانچواں فائدہ: ہر جنتی اپنی جنت لور وہاں کی نعمتوں کا مالک ہو گا۔ صرف مہمان نہ ہو گا یہ فائدہ اصحاب النار کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: جو شخص بھی جنت میں جزا کے لئے داخل ہو جاوے گا وہ وہاں سے کبھی نہ نکلا جاوے گا۔ یہ فائدہ خال الدون سے حاصل ہوا حتیٰ کہ وہاں کے پھل موسمی نہیں بلکہ دائمی ہیں بلکہ حق یہ ہے کہ وہاں کے پھل شخص بھی دائمی ہیں صرف نوعاً دائمی نہیں یعنی جو پھل کھالیا جاوے گا وہ کھا چکنے کے بعد ویسا ہی رہے گا ختم نہ ہو جاوے گا جیسے ہو اللور دھوپ استعمال کر لینے پر بھی ویسے ہی رہتی ہے ختم نہیں ہو جاتی علم خرچ کرنے پر بھی نہ ختم ہونہ کم۔ مادی چیزوں کے لئے فنا ہے نورانی چیزوں کے لئے فنا کمال فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اگر ہم جنتی خوشہ توڑ لیتے تو ہم ہمیشہ اسے کھاتے رہتے۔

پہلا اعتراض : اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ فرشتے لور مومن صلح جنت بھی جنتی ہیں کیونکہ والذین میں کوئی قید نہیں۔ جواب: یہاں الذین کے معنی ہیں وہ انسان ہیں انسان مطلق ہے اس میں کوئی قید نہیں کسی طبقہ کا انسان ہو جب ایمان و اعمال سے موصوف ہو جاوے تو وہ جنتی ہے قرآن کریم مومن جنت کے لئے فرماتا ہے یا قومنا اجبوا داعی اللہ

وامنوا به بغفر لكم من ذنوبكم و بجرکم من عذاب الیم۔ اس سے پتہ لگا کر مومن صالح جنات کی جزا صرف عذاب سے بچ جاتا ہے۔ رہے فرشتے وہ تو اہل جنت کی خدمت کے لئے ہیں رب فرماتا ہے وعد اللہ النین امنوا منکم و عملوا الصلحت لیستخلفنہم فی الارض دیکھو مومن صالح انسانوں کے لئے خلافت زمین ہے نہ کہ فرشتوں کے لئے انی جاعل فی الارض نبوت خلافت جنت یہ سب نعمتیں مومن صالح انسانوں کے لئے ہیں۔ دوسرا اعتراض: نجات کے لئے فطری ایمان معتبر کیوں نہیں۔ جواب: اس کی چند وجہیں ہو سکتی ہیں ان میں سے قوی وجہ یہ ہے کہ فطری ایمان میں براہ راست رب نے بندوں سے اقرار وحدانیت کرایا الست ہوکم نبی کا واسطہ درمیان میں نہ تھا یعنی بندوں نے رب کو رب کے کہنے سے مانا نبی کے کہنے سے نہ مانا لہذا وہ ایمان معتبر ہی نہیں ایمان وہ ہے جو نبی کے واسطے سے اختیار کیا جاوے اس لئے ابلیس کی توحید ایمان نہیں اور جن اسرائیلیوں نے کہا تھا ونا اللہ جہوتما نہیں ہلاک کر دیا گیا نبی گویا دیوار ہے اور بندے اور بندوں کے تمام عقیدے اس دیوار کا سایہ جیسے سایہ دیوار دیوار سے قائم ہے ایسے ہی سارے عقائد ایمان عرفان بلکہ خود قرآن نبی سے قائم ہے نبی کی زبان وہ سانچہ ہے جس میں سارے عقائد ایمان بنتے ہیں۔ سونا پھٹنے کے قتل جب ہی ہے جب سانچہ میں زیور بن جائے۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ فاسق بد عمل مسلمان جنتی نہیں کیونکہ یہاں جنتی ہو تو وہ چیزوں پر موقف کیا گیا ایمان اور نیک اعمال۔ جواب: اس اعتراض کے بہت جواب ہیں۔ آسان تر جواب یہ ہے کہ فاسق مسلمان کا اصحاب جنت ہونا یقینی نہیں اصحاب جنت وہ ہیں جو دوزخ میں بالکل نہ جائیں اول ہی سے جنتی ہوں یہ بات فاسق کے لئے لازم نہیں۔ ممکن ہے کہ اول ہی سے بخشش ہو جاوے اور ممکن ہے کہ سزا پا کر جنت میں جاوے۔ خیال رہے کہ جنت کے استحقاق کے لئے ایمان ضروری ہے اور اول ہی سے جنت کا مستحق ہونے کے لئے نیک اعمال ضروری ہن کے بغیر دخول اول کا حق نہیں ہوتا وہ کرم کرم کر دے تو اس کی بھر پوری ہم بھلی آیات میں بتا چکے ہیں کہ کافر کا دوزخی ہونا یقینی مومن متقی کا جنتی ہونا مگر مومن فاسق کا دوزخ میں جانا ہمارے لئے مشکوک ہے اس لئے ان کا ذکر نہیں ہوا اگر تائید فاسق کے لئے دوزخ عذاب نہیں بلکہ پاکی کا ذریعہ ہے۔ چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنتی ہونے کے لئے ایمان و اعمال ضروری ہیں تو مسلمانوں کے ناجائز فوت شدہ بچے جنتی نہ ہونے چاہئیں کہ انہوں نے عمل نہیں کئے یونہی جو لوگ ایمان لاتے ہی فوت یا شہید ہو جاویں وہ بھی جنتی نہیں ہونے چاہئیں کہ انہوں نے نیک اعمال نہیں کئے۔ جواب: اس کا جواب اسی آیت میں دیدیا گیا ہے کہ لا یمکف اللہ نفسا الا وسیعہا نیز ان جیسی تمام آیات میں جنت کسی کا ذکر ہے جنت وہی اور جنت عطائی کا ذکر و سری آیت اور احادیث میں ہے فرماتا ہے العفنا بہم فذبتہم ما التنا من عملہم من شئ۔ پانچواں اعتراض: تم نے کہا کہ کلمہ 'دروود' ذکر اللہ دائمی نیکی ہے ہر وقت کی جاوے تو کیا نپاکی کی حالت میں بھی کی جاوے اس سے تو درود شریف کلمہ طیبہ نپاک ہو جاوے گا۔ جواب: ہاں نپاکی کی حالت میں بھی یہ چیزیں تلاوت کی جاویں ورنہ مرتے وقت کس کا وضو ہو گا ہے یہ ورد کنواں نہیں بلکہ سمندر ہیں جو گندے کو پاک کر دیتی ہیں خود نپاک نہیں ہوتیں بلکہ پاس انھیں اور سلطان الاذکار ہر جگہ ہی جائز ہے اگرچہ جگہ نجس ہو۔

تفسیر صوفیانہ : مقبول ایمان کی دو شرطیں ہیں ایک یہ کہ دنیا میں اگر شرعی طور پر نبی کے ذریعہ حاصل کیا جاوے عالم ارواح سے لایا ہوا ایمان یعنی میثاق والا معتبر نہیں دوسرے یہ کہ دنیا ہی میں نہ رہ جاوے بلکہ ساتھ جائے کہ ایمان پر خاتمہ میسر ہو اگر ان

میں سے کوئی شرط نہ ہو ایمان قبول نہیں اس سے نجات میسر نہیں ہوتی غرض کہ ایمان کی جڑ زمین پر شاخیں اس عالم میں مثل کلمہ طیبہ کشجرتہ طیبہ اصلها ثابت و فرعها فی السماء اگر وہ سوئے چاندی موتی جواہرات میں دبایا جاوے کبھی نہیں اگے گامنی میں دباؤ اگے کا پھل دے گا ایسے ہی ایمان کا تخم اس زمین کا ہونا چاہئے مٹی زمین سوئے چاندی سے افضل ہے کہ یہ اصل انبیاء ہے تمام اعمال جسم کے کام میں ایمان دل کا کام دل بادشاہ ہے جسم رعایا۔ لہذا ایمان افضل ہے اور مقدم اعمال اس کے بعد ہیں اس لئے ایمان کا ذکر پہلے عمل کا ذکر بعد میں ہے۔ پھر جیسے نیک اعمال بہت قسم کے ہیں اس لئے صالحات جمع ارشاد ہوا۔ ایسے ہی جنتیں بہت قسم کی ہیں جیسے اعمال کی جنت چنانچہ قدیم الاسلام کی جنت اس نو مسلم کی جنت سے افضل ہے جو نیکیاں کم کر سکا کبھی زمان سے فرق ہو جاتا ہے رمضان اور جمعہ کے دن نیکیاں کرنے والے کی جنت دو سرے زمانہ میں نیکیاں کرنے والے کی جنت سے اعلیٰ ہے کبھی مکان سے فرق ہو جاتا ہے چنانچہ مسجد حرام میں عبادت کی جنت دو سری جگہ کی عبادت کی جنت سے اعلیٰ افضل ہے کبھی احوال سے فرق ہو جاتا ہے چنانچہ جماعت کی نماز کی جنت اکیلے نماز کی جنت سے افضل ہے کبھی صرف اعمال سے ہی فرق ہو جاتا ہے۔ چنانچہ نماز کی جنت دو سرے اعمال کی جنتوں سے اعلیٰ ہے۔ متقی فقیر کو صدقہ دینے کی جنت فاسق فقیر کو صدقہ دینے کی جنت سے اعلیٰ ہے۔ یہ بحث ایک دریا ٹاپیدا کنار ہے یہی حال دوزخ کے طبقات اور گناہوں کا ہے یہ تفصیل جنت عملی کی ہے (روح البیان) جنت اختصاصی جو عشق والوں کو عطا ہوگی وہ تو ان کے علاوہ ہے سب سے زیادہ قرب الہی اس جنت والوں کو عطا ہو گا کہتے ہیں۔

جنت نقداست انجا عشرت و عیش و حضور! زانکہ درخت خدا بر بندہ نہ نو۔ سد گناہ!

اس آیت کریمہ میں ان سب جنتوں کی طرف اجمالی اشارہ ہے و عملوا الصالحات فرما کر چونکہ مومنین صالحین کے ایمان و اعمال کو لازم کر لیا کہ کبھی نیک اعمال سے علیحدہ نہ ہوئے اس لئے انہیں جنت اور وہاں کی نعمتیں لازم و ملزوم عطا ہوئیں کہ ہم لہا خالدون للہ تعالیٰ اس قل کو حل بناوے۔

وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غَلٍّ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهِمُ الْأَنْهَارُ وَقَالُوا

اور دُور کر دیں گے ہم وہ جو سینوں میں ان کے کینہ جاری ہوں گی بیچے ان کے ہنریں اور کہیں گے

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لئے ان کے لئے پیچھے ہنریں بھیں گی اور کہیں گے

الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدَانَا لِهَذَا وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِيَ لَوْلَا أَنْ هَدَانَا اللَّهُ

وہ شکر ہے اس اللہ کا جس نے ہدایت دی ہم کو اس کی اور نہ تھے ہم کہ ہدایت پاتے اگر نہ ہوتے یہ بات کہ ہدایت

سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ نہ

لَقَدْ جَاءَتْ رَسُولٌ رَبِّنَا بِالْحَقِّ وَنُودُوا أَنْ تَتْلُوا جَنَّةُ أَوْ تَتَّبِعُوا

کی ہم کو اللہ نے اپنے نوحی لائے پیغمبر کے حق کو اور پکارے ہمیں کہ یہ جنت کے وارث بنائے گئے

دکھا تا بے شک ہمارے رب کے رسول حق لائے اور ندا ہوئی کہ جنت ہمیں میراث میں

بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۳۳﴾

تم ان کے اعمال کی وجہ سے جو کرتے تھے تم

صلہ تمہارے اعمال کا

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں جنت کا ذکر تھا جو صالح مسلمانوں کو عطا ہوگی اب جنت کی نعمتوں کا ذکر ہے۔ جو جنت میں ہو گئی گویا گھر کا ذکر پہلے تھا اور اس گھر کے ساز و سامان و اسباب کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں عطاء جنت کا ذکر تھا اب جنتیوں کے دلوں کی صفائی سینوں کی پاکی کا ذکر ہے کہ وہاں سینے کہنے سے پاک ہوں گے گویا آرام و چیز کی عطا کا ذکر پہلے تھا تکلیف و چیز دور کر دینے کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ان کے دنیاوی نیک اعمال اور ایمان کا ذکر تھا جو جنت ملنے کا سبب ہیں اب ان جنتیوں کی اس شکر گزاری کا ذکر ہے جو وہ جنت میں پہنچ کر کریں گے گویا دنیا میں ختم ہو جانے والے نیک اعمال کا ذکر فرمانے کے بعد اس شکر گزاری کا ذکر ہے جو جنت میں بھی جاری رہے گی کہ وہ اپنے اعمال پر فخر نہ کریں گے بلکہ رب کا شکر کریں گے۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیات میں ذکر ہوا کہ کفار دوزخ میں پہنچیں گے تو آپس میں لعن طعن کریں گے یعنی ان کے دلوں سے دنیا کی محبتیں رشتے عداوتوں اور بیگانگی میں تبدیلی ہو جائیں گی اب ارشاد ہو رہا ہے کہ جنتی جب جنت میں جائیں گے تو ان کی دنیا کی عداوتیں کہنے محبتوں میں بدل جائیں گے۔

شان نزول : حضرت عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق عمر فاروق عثمان و علی طلحہ زبیر ابن مسعود عمار ابن یاسر سلمان فارسی اور ابوذر غفاری رضی اللہ عنہم کے متعلق نازل ہوئی کہ ان حضرات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ فرمانے کے بعد اختلافات واقع ہوئے۔ مگر آخرت میں اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ دور فرمادے گا اور یہ سب حضرات بھائیوں کی طرح جنت میں جائیں گے آمنے سامنے تختوں پر بیٹھا کریں گے (تفسیر روح البیان) گویا اس آیت میں ان بزرگوں کے آئندہ اختلافات دنیاوی کی بھی خبر دی گئی ہے اور آخرت میں ان کے دور کرنے کی بھی۔ ورنہ یہ آیت یکہ ہے اور حضرت سلمان فارسی بعد ہجرت ایمان لائے اور یہ واقعات حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد نمودار ہوئے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ میں یقین کرتا ہوں کہ میں اور عثمان طلحہ زبیر انیس لوگوں میں سے ہیں جن کے متعلق ارشاد ہے ونزعنا مافی صدور ہم الخ (تفسیر کبیر بیضاوی مدارک وغیرہ) ہر حال اس آیت کا تعلق ان حضرات سے بہت قوی ہے۔

تفسیر : ونزعنا مافی صدور ہم من خل۔ نزع بنا ہے نزع سے معنی اکھیرنا اور کسی جی ہوئی چیز کو مضبوطی سے ہلا کر نکالنا اس لئے جانکنی کو نزع کہتے ہیں کہ جان بدن سے رگ رگ سے کھینچ کر نکالی جاتی ہیں۔ چونکہ نفس انسانی میں آپس کے بغض و عناد گھر کئے ہوتے ہیں۔ بغیر رب کے کرم کے نہیں نکلتے اس لئے نزع ارشاد ہوا اور اسے رب نے اپنی طرف نسبت فرمایا دوسری جگہ فرماتا ہے۔ لو انفتحت مافی الارض جمیعاً ما الفت بین قلوبہم ولكن الله الف بینہم یعنی اگر

آپ دنیا بھر کے خزانے خرچ کر دیتے تو انہیں جمع نہ کر سکتے اللہ نے انہیں جمع کر دیا ان کے دل ملا دیئے صدور جمع ہے صدر کی معنی سینہ مگر اس سے مراد ہے دل کہ دل سینہ ہی کے قریب رہتا ہے۔ غل کے لفظی معنی ہیں خفیہ طریقہ سے کسی چیز کا کہیں داخل ہو جانا اس لئے خیانت کو غلول کہتے ہیں کہ آدمی کسی کاماں چکے سے اپنے قبضے میں کر لیتا ہے۔ کینہ حسد عداوت جو دل میں چھپا ہوا ہے بھی غل کہتے ہیں کہ وہی یہاں مراد ہے کہا جاتا ہے تغفل فیہ (تفسیر کبیر) اس جملہ کی چار تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اہل جنت یعنی مومنین صالحین کی آپس میں جو دنیاوی عداوتیں کہنے بغض تھے وہ ہم دور فرمادیں گے کہ وہ سب صاف دل ہو کر جنت میں داخل ہوں گے۔ دوسرے یہ کہ ہم اہل جنت کے دلوں سے حسد و کینہ وغیرہ کی طاقت دور کر دیں گے لہذا جنت میں بعض جنتی بعض سے اعلیٰ ہو گئے مگر نیچے والوں کو کبھی اپنے اوئی ہونے دو سروں کے اعلیٰ ہونے کا خیال تک نہ آوے گا حسد تو بہت دور رہیں۔ بلکہ اوئی جنتیوں کو اعلیٰ جنتی حضرات سے یعنی اولیاء انبیاء سے محبت ہوگی اس کی مثال دنیا میں موجود ہے کہ بڑے لوگوں کے مال اور منزل یعنی درجے عمدے دیکھ کر حسد ہوتا ہے مگر اعمال کمال دیکھ کر حسد نفرت نہیں بلکہ اس سے محبت والفت ہوتی ہے اس کے پاس بیٹھنے بلکہ ان سے مرید ہو جانے کو دل چاہتا ہے ان کی وفات کے بعد لوگ ان کی قبروں کی نہیں چھوڑتے بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ آپس میں ایک دوسرے پر لعن طعن کرتے رہیں گے چونکہ یہ واقعہ یقیناً ہوتا ہے اس لئے نزعنا ماضی ارشاد ہوا۔ صواعق معوقہ میں ہے کہ یہ آیت کریمہ حضرت ابو بکر صدیق کے متعلق نازل ہوئی کہ رب نے ان کے سینہ بے کینہ میں کسی کی طرف سے حسد کینہ نہ چھوڑا حضرت علی فرماتے ہیں کہ یہ آیت اصحاب بدر کے متعلق نازل ہوئی رب نے گواہی دی کہ ان کے سینے حسد و بغض وغیرہ سے پاک کر دیئے گئے۔ ان صورتوں میں نزعنا اپنے معنی میں ہے یعنی ہم نے ان کے سینوں سے دنیا میں ہی حسد و بغض وغیرہ دور کر دیئے تجوی من تحتہم الانہار یہ عبارت صدور ہم کی ضمیر ہم سے حال ہے تحتہم سے مراد ہے تحت ہستا نہم یا تحت غولہم چونکہ ہر جنتی کو دودھ، شراب، طور، شہد، پانی کی مختلف نہریں عطا ہوں گی اس لئے یہاں انہار جمع فرمایا یعنی ہم اہل جنت کو تکلیف دہ چیزوں سے تو اس طرح دور کر دیں گے کہ ان کے سینے کہنے حسد، بغض وغیرہ سے صاف کر دیں گے اور انہیں عیش و آرام یہ دینگے کہ ان کے باغوں کے یا ان کے محلوں کے نیچے پانی، دودھ، شہد، شراب طور کی نہریں ہر وقت بہتی رہیں گی۔ نہر بحر کافرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں وہاں دریا نہ ہو گئے خوشنما نہریں ہوں گی وہ بھی چھوٹی اور نیلی جیسے بعض شاہی محلوں اور بعض امیروں کے باغوں میں دیکھی گئی ہیں یہ ان کے ساز کا نمونہ ہیں وقالوا الحمد للہ الذین ہدانا لهذا یہ عبارت تجوی پر معطوف ہے اور اسی میں اہل جنت کی شکر گزاریوں خوشی منانے کا ذکر ہے یا تو وہ آپس میں ایک دوسرے سے یہ کہیں گے فخر کے لئے نہیں بلکہ شکر کے لئے یا رب تعالیٰ سے عرض کریں گے ہدایت کے معنی اس کے اقسام ہم سورہ فاتحہ کی تفسیر میں عرض کر چکے ہذا سے اشارہ جنت کی طرف ہے اس سے مراد ہے کہ اعمال صالح جو جنت میں پہنچنے کا سبب و ذریعہ ہیں برے عقیدوں برے اعمال سے بچایا۔ ما کنا لنہتدی لولا ان ہدانا اللہ۔ یہ عبارت معطوف ہے الحمد للہ پر اور قالوا کا مفعول ہے اس عبارت میں اپنے عجز و انکسار کا ذکر ہے یعنی اگر اللہ تعالیٰ ہم کو دنیا میں ایمان و نیک اعمال کی ہدایت نہ دیتا تو ہم ہر گز ہر گز ہدایت نہ پاسکتے تھے یہ تو اس کریم کی مہربانی تھی جو ہم کو ہدایت ملی ایمان پر خاتمہ نصیب ہوا اور حساب محشر میں کامیاب ہوئے صراط سے بخیریت تمام گزرے یہاں پہنچ گئے۔ لقد جاءنا رسول و بنا بالحق یہ عبارت یا تو ہدانا اللہ کا بیان ہے کہ رب نے ہم کو براہ راست ہدایت نہیں دی بلکہ انبیاء کرام کے

ذریعہ عطا فرمائی وہاں بادی حقیقی کا ذکر تھا یہاں واسطہ ہدایت کا تذکرہ ہے اس جملہ میں حمد الہی تھی اور اس جملہ میں نعت انبیاء کرام کہ نعت کے بغیر حمد مکمل نہیں ہوتی بالحق کی بیا تو تعدیہ کی ہے یا مصاحبت کی یعنی وہ حضرات ہمارے پاس حق لائے یا حق کے ساتھ آئے حق کے معانی اس کے درجات بارہا بیان کر چکے حضرات انبیاء کرام خود بھی سراپا حق ہوتے ہیں ان کی ہر ادا حق ان کا ہر

عمل حق ہوتا ہے اور حق لاتے بھی ہیں ونودوا ان تلکم الجنة یہ جملہ نیا ہے جس میں رب تعالیٰ کی کرم نوازی کا ذکر ہے یعنی وہ اہل جنت تو اللہ کا شکر یہ مذکورہ الفاظ سے ادا کریں گے اور ادھر سے رب تعالیٰ ان پر یہ کرم نوازی فرمائے گا نہ دینے والا یا تو خود اللہ تعالیٰ ہے یا اس کے حکم سے فرشتے تلکم مذکر ہے تلک کی اور تلک اشارہ بعید ہے چونکہ جنت بہت ہی اعلیٰ نعمت ہے نیز اس کا وعدہ ان لوگوں سے دنیا میں کیا گیا تھا اور دنیا اب بہت دور ہو چکی ہے اس لئے تلک اشارہ بعید لایا گیا ان یا تو بیان یہ اور مفسرہ ہے جس میں مذاک بیان ہے یا ان مشبہ بالفعل کا مخفف ہے۔ ایسی صورت میں اس کا الم پوشیدہ ہے اصل میں اندہ تھا (روح المعانی) ہر حال تلکم الجنة مبتدا ہے اور تتموها بما کتم تعملون۔ یہ عبارت تلکم الجنة کی خبر ہے اس کی اور تفسیریں بھی ہیں۔ اور تتموها بنا ہے امرث سے جس کا مادہ ارث معنی وراثت ہے جنت کو وراثت فرمانے کی دو جہیں ہیں ایک یہ کہ جیسے میراث کامل کسب سے نہیں بلکہ نسب یعنی رشتہ سے ملتا ہے ایسے ہی جنت محض اپنے اعمال سے نہیں بلکہ رب تعالیٰ کے قرب اس کے کرم اس کے نبی کی نسبت سے ملے گی لہذا یہ گویا میراث ہے یعنی غیر کسی چیز۔ دوسرے یہ کہ ہر جنتی اپنی جنت بھی لے گا اور کفار کے حصہ کی جنت بھی جیسے ہر روز خنی اپنی روز خ بھی لے گا اور مسلمان کے حصہ کی بھی کیونکہ ہر مومن و کافر کے لئے جنت اور روز خ دونوں جگہ حصے رکھے گئے ہیں لہذا اسے میراث فرمانا بالکل درست ہے (روح المعانی و خازن وغیرہ) مومن زندہ ہے کافر مردہ لہذا وراثت فرمایا۔ بما کتم تعملون یہ عبارت متعلق ہے اور تتموها ہے اس میں ب سیہ ہے ما موصولہ اس سے مراد ہیں نیک اعمال یعنی تم کو جنت کی میراث ان نیک اعمال کی وجہ سے ملی جو تم دنیا میں کیا کرتے تھے۔ وہ اعمال رب کی رضا کا ذریعہ تھے اور رب کی رضا جنت ملنے کا ذریعہ۔

خلاصہ و تفسیر : تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ اس آیت کریمہ کے پہلے جملہ کی چار تفسیریں ہیں۔ (۱) ہم قیامت میں جنت کے داخلہ کے وقت جنتیوں کے سینوں سے وہ تمام حسد کہنے وغیرہ نکال لیں گے جو دنیا میں ایک دوسرے سے تھے لام سدی فرماتے ہیں کہ جب جنتی دروازہ جنت پر پہنچیں گے تو وہاں ایک درخت پائیں گے جس کی جڑ میں دو نہریں ہوں گی یہ حضرات ایک نہر کا پانی پیئیں گے اس سے ان کے سینے کینوں عدوتوں سے پاک و صاف ہو جائیں گے اس کا نام شراب طہور ہے یعنی سینہ پاک کرنے والا پانی دوسرے چشمے سے غسل کریں گے تو ان کے چہرے چمک دک جائیں گے پر نور ہو جائیں گے (خازن معانی کبیر وغیرہ)۔ (۲) ہم جنتیوں کے سینوں سے حسد وغیرہ کا مادہ دور کر دیں گے چنانچہ ان میں کالونی اپنے سے اعلیٰ کو دیکھ کر اس پر حسد نہ کرے گا بلکہ خوش ہو گا۔ (۳) ہم نے دنیا میں حضرات صحابہ کے سینوں سے کہنے دور کر دیئے اگر وہ لڑیں گے بھی تو رب کے لئے نہ کہ ذاتی عدوتوں کی بنا پر۔ (۴) ہم نے اہل بدر کے سینوں سے کہنے نکال دیئے ان کے دل ایک دوسرے سے صاف ہیں ان کی آئندہ لڑائیاں نفسانی نہیں۔۔

راہ حق میں تھی دوڑ اور بھاگ ان کی! شریعت کے قبضہ میں تھی باگ ان کی
جہاں کر دیا گرم گرما گئے وہ! جہاں کر دیا نرم نرم گئے وہ
کنیز اور بانو تھیں آپس میں ایسی زمانہ میں مل جاتی بہنیں ہوں جیسی

ان کا حال ہو گا کہ ان کے مخلوں یا باغوں کے نیچے دودھ، شہد، پانی، شراب، مہر کی نہریں بہتی ہوں گی جن سے ان کے گھروں
باغوں کا حسن اور بھی زیادہ ہو جاوے گا وہ حضرات یہ نعمتیں پا کر فخر نہ کریں گے بلکہ بطور شکر یہ یہ کہیں گے کہ اس اللہ کا شکر ہے
جس نے ہم کو دنیا میں یہاں جنت تک پہنچنے والے اعمال کی ہدایت فرمائی۔ یہ ہدایت اس کریم کا خاص عطیہ تھی اگر وہ ہم کو ہدایت
نہ دیتا تو ہم کبھی ہدایت نہ پاتے ہم سے بڑے عاقل ہو شیاد دوزخی رہے پھر اس نے یہ ہدایت ہم کو اس طرح بخشی کہ اس کے
رسول پیغمبر ہمارے پاس حق پیغام لائے ہمیں سنائے ہمیں پہنچائے اور ہر تو یہ لوگ اس طرح رب کا شکر کرتے ہوں گے اور ہر رب
کی طرف سے انہیں ندامت ہوگی کہ اے جنتیو تم کو یہ جنت بطور میراث دی گئی کہ تم نے نیک اعمال کے ذریعہ ہم کو راضی کیا اور ہم
نے راضی ہو کر تم کو جنت عطا کی جیسے میراث کسب سے نہیں بلکہ نسب سے ملتی ہے ایسے تم کو یہ جنت محض اعمال سے نہیں بلکہ
ہمارے قرب اور وصل سے میسر ہوئی یا ہم نے تم کو دو جنتیں دیں ایک تمہاری اپنے حصہ کی دوسری ان کفار کے حصے کی جو کافر مر
کر دوزخ میں گئے اور ان کا بچا ہوا حصہ تم کو عطا ہوا ان کے حصے کی حوریں باغات وغیرہ سب تم نے لئے۔

فائدہ: اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: آپس کی محبتیں سینوں کی صفائی جنتی نعمتیں ہیں
اور آپس کے بغض و عناد دوزخ کے عذاب ہیں۔ یہ فائدہ و نزاعنا ما لی صلہ و ہم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جن
جھوٹوں میں اتفاق ہے وہ دنیا میں جنت ہیں جن مخلوں میں نا اتفاقی ہے وہ دنیا میں دوزخ ہیں اللہ تعالیٰ سینے کہنے سے پاک کرے
یہ رب کی بڑی نعمت ہے۔ دوسرا فائدہ: حضرات صحابہ کرام میں اگرچہ آپس میں جنگیں واقع ہوئیں مگر ان کے سینے عداوتوں
سے پاک و صاف تھے جنگ کی وجہ ان کے اختلاف تھے نہ کہ ان کی عداوتیں۔ اس کی نہایت نفیس تحقیق ہماری کتاب ”امیر
محلویہ پر ایک نظر“ میں دیکھوان کی حالت یہ تھی۔ ع

جھگڑے تھے لیکن نہ جھگڑوں میں شر تھا!

یہ فائدہ و نزاعنا الخ کی تیسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جنتی لوگ دنیا میں گنہگار بھی ہو سکتے ہیں اور ان کے
آپس میں جھگڑے فساد بھی ہو سکتے ہیں یہ عیوب مومن ہونے یا جنتی ہونے کے خلاف نہیں ہاں جنت میں جانے سے پہلے ان
کے یہ عیوب دور کر دیئے جائیں گے۔ یہ فائدہ بھی و نزاعنا الخ کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا کیونکہ نکالی وہ چیز جاتی ہے جو پہلے
موجود ہو دنیا میں جن جنتی لوگوں کے دلوں میں کہنے تھے جو اس وقت دور کئے گئے۔ چوتھا فائدہ: اہل جنت کو کبھی کسی پر حسد
نہ ہو گا ان میں ادنیٰ اعلیٰ پر نہ حسد کریں گے نہ رشک۔ یہ فائدہ و نزاعنا کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا چنانچہ اہل جنت
میں کوئی عداوت روزہ، نماز، حج، جہاد، زکوٰۃ وغیرہ نہ ہو گا مگر تلاوت قرآن، حمد الہی، اللہ کا شکر، پردہ، غیرت وغیرہ وہاں بھی ہوں گے
یہ فائدہ وقالوا الحمد للہ الخ سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: ہدایت نیک اعمال کی توفیق اللہ کی خاص نعمت ہے جو محض
اس کے فضل و کرم سے ملتی ہے یہ سودا کسی دکان سے نہیں ملتا۔ اس لئے انسان اس پر ناز نہ کرے شکر کرے۔ یہ فائدہ وما
کنا لنهتدی الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: ہاں اسی نعمت یعنی ہدایت اور توفیق کا ڈپو حضرات انبیاء کرام کے

آستانے ہیں اللہ تعالیٰ جسے یہ نعمت دیتا ہے ان بزرگوں کے ذریعہ دیتا ہے۔ یا فائدہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق سے حاصل ہوا۔ ان کے بغیر کوئی ہدایت نہیں پاسکتا۔

پسندار سعدی کہ راہ صفا نواں یادت جز در پے مصطفیٰ
جیسے دھوپ سورج ہی سے ملتی ہے چاندنی چاند ہی سے ملتی ہے ایسے ہی ہدایت نبی سے خصوصاً "حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم" ہی سے مل سکتی ہے نعمت رب کی ہے دروازہ حضور محمد مصطفیٰ کا ہے (صلی اللہ علیہ وسلم) اعلیٰ حضرت نے کیا خوب کہا۔
وہی رب ہے جس نے تجھ کو ہمہ تن کرم بنایا ہمیں بھیک مانگنے کو ترا آستان بتایا!
رب کی نعمت ان کا صدق دیتا وہ ہے دلاتے وہ ہیں

آٹھواں فائدہ: مومن دنیا میں حضرات انبیاء کی تصدیق سن کر کرتے ہیں وہاں آنکھوں سے دیکھو کر کریں گے یعنی نبیوں کی حقانیت پر علم الیقین ہے وہاں عین الیقین ہو گا۔ یہ فائدہ بھی لقد جاء نتائج سے حاصل ہوا کہ وہ لوگ دنیا میں بھی کہتے تھے کہ ہمارے رسول ہمارے پاس حق لائے وہاں بھی کہیں گے۔ نواں فائدہ: جنت محض اپنے اعمال سے نہیں ملے گی بلکہ عطاء ذوالجلال سے ملے گی یہ فائدہ اور متموہا فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو اس کی پہلی تفسیر۔ دسواں فائدہ: ہر جنتی دو جنتیں سنبھالے گا اپنی اور کافر کی یہ فائدہ اور متموہا کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ گیارہواں فائدہ: کوئی شخص اعمال نیک سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ دوزخ کے اعمال کر کے جنت کی امید کرنا خیال خام ہے جیسا بوؤ گے ویسا کاٹو گے۔ یہ فائدہ ہما کنتم تعملون سے حاصل ہوا۔ تعجب ہے کہ بھنگی چری فقیر یہ تو کہتے ہیں کہ سانوں لوڑ نہیں روزہ نمازاں دی 'سانوں لوڑ نہیں حج' زکوٰۃ دی مگر یہ کوئی نہیں کہتا کہ سانوں لوڑ نہیں روٹی پانی دی 'سانوں لوڑ نہیں زمین آسمان دی۔ ایسے فقیروں کو چاہئے کہ زمین و آسمان سے نکل کر دکھائیں روٹی پانی ہو ادھوپ سے بے نیاز ہو کر دکھائیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم آسمان کی طرح سارے عالم کو محیط ہیں انسان مرے بعد ان مذکورہ چیزوں روٹی پانی وغیرہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے مگر حضور کی حاجت وہاں بھی رہتی ہے (صلی اللہ علیہ وسلم)۔

پہلا اعتراض: بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اونٹنی جنتی اعلیٰ جنتی کو اپنے سے بہتر حالت میں دیکھے اور پھر اسے رشک یا حسد نہ ہو یہ بات تو فطرت انسانی کے خلاف ہے پھر و نذ عنا مافی صدور ہم من عمل کی دوسری تفسیر کیونکہ درست ہوئی۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک عقلی دوسرا حسی 'عقلی جواب تو یہ ہے کہ دل میں حسد کینہ یا نفس امارہ کی وجہ سے ہوتا ہے یا شیطان کے برکانے سے جنت میں نفس امارہ رہے گا نہیں نفس مطمئنہ بن چکا ہو گا یا شیطان وہ دوزخ میں اپنی آفت میں گرفتار ہو گا وہ جنتی کو برکانے کا خیال بھی نہ کر سکے گا۔ کیونکہ اب وہ دوزخ میں سزا پارہا ہو گا وہ بھی دائمی لہذا اب اہل جنت کو حسد ہو تو کیونکر۔ جواب حسی یہ ہے کہ آج دنیا میں بعض اللہ والے ایسے دیکھے جاتے ہیں جن کے دل میں کسی سے کسی قسم کا حسد یا کینہ نہیں ہوتا جب دنیا میں آج ایسے لوگ موجود ہیں تو وہ جگہ تو جنت ہے وہاں حسد یا کینہ نہ ہو تو کیا تعجب ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ کینہ در اور حاسد لوگ بھی جنت میں جائیں گے حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ حاسد جنتی نہیں یہ آیت اور وہ حدیث متعارض ہیں۔ جواب: اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ حاسد حاسد رہتے ہوئے جنت میں نہیں جا سکتا یہ حاسد بن جب جنت میں جائیں گے تو حسد وغیرہ سے پاک ہو جائیں گے اس وقت حاسد نہ رہیں گے یہ ضروری نہیں کہ دنیا

میں جنتی لوگ معصوم یا محفوظ ہوں گنہگار بھی گناہوں سے پاک و صاف ہو کر جنت میں جائیں گے۔ تیسرا اعتراض: یہاں فرمایا کہ اے ارشاد ہوا اسلبنایا اخرجنا کیوں نہ فرمایا گیا۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزرا جو چیز کسی جگہ سرایت کر چکی ہو اسے دشواری سے کھینچ کر نکالا جاوے تو اسے نزع کہتے ہیں جیسے جسم میں سے جان کا نکلنا نزع کہلاتا ہے چونکہ کینہ حسد انسانی طبیعت میں سرایت کئے ہوئے ہیں اس لئے اس کے دور کرنے کو نزع فرمایا گیا اس میں اشارۃً بتایا گیا کہ کوئی شخص خود اپنے کو حسد کینہ سے پاک و صاف نہیں کر سکتا یہ محض توفیق خداوندی سے ہی ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمائے۔ چوتھا اعتراض: یہاں جنت کو میراث کیوں فرمایا گیا وہ تو اپنی کمائی ہے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ابھی بھی تفسیر میں گزر چکے کہ یا تو اس حصہ کو میراث کہا گیا جو کفار کا حصہ تھا اس کو دیا گیا ہوا حصہ میراث ہے یا یہ مطلب ہے کہ جنت درحقیقت عبدیت کی وجہ سے ملے گی جیسے باپ کی میراث انیت کی وجہ سے ملتی ہے اعمال جنت کا مستقل سبب نہیں۔ پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ جنت نیک اعمال سے ملے گی ہما کنتم تعملون مگر حدیث میں ہے کہ جنت صرف رب کے فضل سے ملے گی اپنے اعمال سے نہ ملے گی حدیث اور قرآن میں تعارض ہے۔ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ کہ جنت اعمال سے ملے گی اور اعمال کی توفیق فضل ذوالجلال سے ملتی ہے تو اصل ذریعہ اس کا فضل ہوا دوسرے یہ کہ جنت اعمال سے ملے گی مگر اعمال کی قبولیت رب کے کرم سے ہے لہذا بات وہی ہوئی تیسرے یہ کہ جنت ملنے کا سبب اعمال ہیں مگر اس کی علت فضل رب ذوالجلال ہے جیسے کپڑے کی صفائی کا سبب صابن و پانی ہے مگر علت کسی کا ہاتھ ہے جو کپڑے کو دھوئے غلہ کی پیداوار کا سبب بیج کھلا پانی ہے مگر اس کی علت اللہ کی مہربانی ہے ورنہ یہ سب کچھ بیکار ہے یہاں آیت میں سبب جنت کا ذکر ہے اور حدیث شریف میں علت جنت کا تذکرہ ہے۔ چھٹا اعتراض: اگر جنت کا سبب نیک اعمال ہیں تو بد عمل لوگ یونہی بے عمل بچے و دیوانہ جنت میں نہیں جانے چاہئیں۔ حالانکہ وہ بھی جنتی ہیں۔ جواب: اس اعتراض کے جوابات بارہا عرض کئے جا چکے ہیں کہ ان جیسی آیات میں جنت کسی کلمہ کے عمل کو دخل ہے جنت وہی اور جنت عطائی کے لئے وہ آیت ہے الحقانا ہم فوتم الخ اکثر پھل پھول کاشت سے پیدا ہوتے ہیں مگر بعض محض بارش سے خود رو ہوتے ہیں۔ بنی اسرائیل پر طوفان اور کباب آسمان سے برستے تھے قانون اور قدرت دونوں پر اعتقاد ضروری ہے ہم گنہگاروں کو اس کے دست عطا پر ناز ہے۔

کشلوہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے نیاز مند نہ کیوں عاجزی پہ ناز کرے!

ساتواں اعتراض: تم نے کہا کہ یہ آیت حضرات صحابہ کرام یعنی اہل بدر کے لئے ہے کہ ان کے سینے کینوں سے پاک ہیں ان میں عدوتیں نہیں مگر حضرت عثمان کی نصف خلافت اور حضرت علی کی پوری خلافت کے واقعات بتاتے ہیں کہ ان میں سخت عدوتیں تھیں ان میں بڑی خوریز جنگیں ہوئیں۔ جواب: اس کا جواب ہماری کتاب امیر مکاویہ میں دیکھو خلاصہ یہ ہے کہ ان کی جنگیں اختلاف کی تھیں۔ عدوتوں کی نہ تھیں جیسے برادران یوسف علیہ السلام کے معاملات حضرت یوسف سے اور حضرت سارہ کا معاملہ حضرت باجرہ اور حضرت اسماعیل سے یہاں غل کی نفی ہے اختلاف کی نفی نہیں۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے رحماء بینہم۔

تفسیر صوفیانہ: حسد کینہ، بغض و غمہ بشری کہ دور نہیں ہیں جو من کے قلب پر عارضی طور پر ایسی آجاتی ہیں جیسے سونے

پر گرد و غبار دلوں کی طہارت نور ایمان سے ہے اور روحوں کی پاکیزگی پانی عرفان سے سر کی طہارت تجلی صفات کے شراب طہور سے۔ اہل حقیقت اہل معرفت کے دلوں میں نہ تو دنیا میں حسد کینہ ہوتے ہیں نہ آخرت میں۔ رہے دو سری عالم مومنین ان کے سینہ میں کینہ نہیں ہو تا بلکہ کبھی سینہ کینہ میں آجاتا ہے دودھ میں پانی آتا اور ہے سونے پر غبار آتا کچھ اور یہاں اہل حقیقت اہل معرفت کا ذکر ہے کہ ارشاد ہے کہ ہم نے روز ازل سے ہی ان کے سینے کینوں سے خالی کر دیئے وہاں یار رہتا ہے اغیار پھر کیسے آویں وہاں سخت چوکی پہرہ ہے شیطان چور کی وہاں گزر نہیں۔ دیکھ لو حضرت یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے آپ کے ساتھ بہت ظلم کئے مگر آپ کے دل میں کینہ نہ ہوا نہ آپ نے بدلہ ہی لیا۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ بندہ وحشی نے بہت زیادتیاں کیں مگر آپ کے دل میں کینہ نہ ہوا نہ آپ نے بدلہ لیا۔ یہ ہے ونزعنا ما فی صدور ہم من غل کی تفسیر دنیا ہی میں ان کے سینوں میں نہری جاری ہیں پھر وہاں میل کیسا وہ کہتے رہتے ہیں کہ یہ سب کچھ محض عطاء رب ذوالجلال سے ہے ہمارے کمال سے نہیں انبیاء کرام خصوصاً حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر نے ہم تک حق یعنی صفائی قلب پہنچادی اور ہر سے بھی آوازیں آرہی ہیں کہ اے محبوب بندو تم اپنے ان اعمال یعنی شکر گزاری وغیرہ کی بنا پر جنت کے وارث بنے ہو یعنی ہمارے قرب کی وجہ سے اس کے مالک ہوئے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ مومن زندہ ہے کافر مردہ کافروں کے حصہ کی جنت جو مومنوں کو عطا ہوگی وہ میراث ہوگی۔ کیونکہ میراث دینے کے لئے موت شرط ہے اور میراث لینے کے لئے زندگی شرط ہے مردہ کی میراث زندہ لیتا ہے کافر کی میراث مومن لے گا۔ رب تعالیٰ کفار کے متعلق فرماتا ہے اموات غورا حواء خاص مومنوں کے لئے فرماتا ہے ہل احبا ولكن لا تشعرون اور فرماتا ہے وان النار الاخرة لہی الحيوان لو کانوا يعلمون صوفیاء فرماتے ہیں کہ مال کی میراث نسب سے ملتی ہے اور کمال یعنی جنت کی میراث نبی کی نسبت سے اجنبی آدمی خواہ کتنی ہی خدمت کرے مگر وہ اس کا وارث نہیں کہ اس کو نسبى رشتہ حاصل نہیں اپنا بیٹا اگرچہ خدمت نہ کرے مگر وارث ہے کیونکہ اسے خونی نسبى رشتہ میر ہے یونہی کافر کتنی ہی نیکیاں کرے جنتی نہیں کیونکہ اسے نبی سے نسبت نہیں مومنوں کے چھوٹے بچے پاگل دیوانے اور وہ نو مسلم جو ایمان لاتے ہی مرحلوں کی عمل کا انہیں موقعہ نہ ملے مگر جنتی ہیں کیونکہ انہیں نبی کی نسبت امتی ہونے کی ہے ہاں خدمت موقعہ دے تو نیک اعمال اس نسبت کے قوی ہونے کا سبب ہیں ہما کتم تعملون۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَصْحَابُ النَّارِ أَنِ قَدْ وَجَدْنَا مَا وَعَدَنَا

اور نہادیں گے بہشت والے آگ والوں کو یہ کہ بے شک پایا ہم نے وہ جو وعدہ کیا تھا ہم نے

اور جنت والوں نے دوزخ والوں کو پکارا کہ ہمیں تو مل گیا جو سجا وعدہ ہم سے ہمارے

رَبَّنَا حَقًّا فَمَلَّ وَجَدْتُمْ مَا وَعَدَ رَبُّكُمْ حَقًّا قَالُوا نَعْدُ فَإِنَّ مَوْزِنًا

ہمارے رب نے ٹھیک تو کیا یا بیاتم نے وہ جو وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے درست ہمیں گے ہاں پھر اعلان کر دیا

رب نے کیا خا تو کیا تو نے پایا جو ہمارے رب نے سچا وعدہ دیا تھا بولے ہاں اور بیچ میں سنا دی نے

إِنَّهُمْ أَنْ لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى الظَّالِمِينَ ۝ الَّذِينَ يَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

ایک اعلانی درمیان ان کے یہ کہ پھٹکار ہو اللہ کی اور پر ظالموں کے۔ وہ جو خود رکھتے ہیں اللہ کے راستے سے پکار دیا کہ اللہ کی لعنت ظالموں پر جو اللہ کی راہ سے روکتے ہیں اسے کبھی جاہت

وَيَبْغُونَهَا عِوَجًا وَهُمْ بِالْآخِرَةِ كَفُورُونَ ۝

اور تلاش کرتے ہیں اسے ٹیڑھا اور آخرت کے منکر ہیں۔

ہیں اور آخرت کا انکار رکھتے ہیں۔

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں جنتی لوگوں کی اس گفتگو کا ذکر تھا جو وہ آپس میں کریں گے اب ان کی اس گفتگو کا ذکر ہے جو وہ دوزخیوں سے کریں گے گویا آپس کی محبت بھری شکرانہ کی گفتگو کے بعد کفار سے لعن طعن کی گفتگو کر رہے۔ دوسرا تعلق : گزشتہ پچھلی آیات میں اس لعن طعن کا ذکر ہوا تھا جو دوزخی ایک دوسرے پر کریں گے کلمہ دخلت امتہ لعنت اختہ اب اس لعن طعن کا ذکر ہو رہا ہے جو جنتی لوگ ان پر کریں گے اور ان پر آوازے کیس گے۔ تیسرا تعلق : ابھی پچھلی آیت میں اہل جنت کی داخلی نعمتوں کا ذکر تھا اب ان کی بیرونی نعمتوں کا تذکرہ ہے یعنی اہل دوزخ کی تکالیف دیکھ کر انہیں ملامت کرنا مصیبت زدوں کو دیکھ کر آرام والوں کو آرام و راحت کی قدر ہوتی ہے۔

تفسیر : ونادی اصحاب الجہنہ اصحاب النار یہ واقعہ جب ہو گا جب کہ سارے جنتی جنت میں پہنچ کر مطمئن ہو جائیں گے (معانی کبیر وغیرہ) یعنی گنہگار مومنین بھی اپنی سزا بھگت کر جنتیوں کی شفاعت وغیرہ سے جنت میں آجائیں گے اہل جنت پہلے تو اپنے دوزخی مومنوں کو بخشوانے انہیں دوزخ سے نکلنے کی کوشش کریں گے اس سے فارغ ہو کر دائمی دوزخیوں یعنی کفار سے یہ کلام کریں گے نادیدنی بنا ہے ندا سے معنی پکارنا اعلان کرنا کسی کو دور سے بلانا یہاں معنی پکارنا ہے اصحاب جنت سے سارے مومنین مراد ہیں خواہ پہلے ہی سے جنت میں پہنچ گئے ہوں یا بعد میں پہنچے ہیں اور اصحاب النار سے مراد کفار دوزخی ہیں کیونکہ گنہگار مومن تو دوزخ سے نکل چکے جنت میں پہنچ چکے اگرچہ یہ نداء پکار آئندہ ہوگی مگر چونکہ یہ واقعی یقینی ہوتا ہے اس لئے نادیدنی ماضی ارشاد ہوا۔ خیال رہے کہ کبھی تو سارے جنتی لوگ سارے دوزخیوں سے یہ کلام کریں گے اور کبھی جنتیوں کی ایک جماعت دوزخیوں کی ایک جماعت سے اور کبھی ایک ایک جنتی ایک ایک دوزخی سے یہ کلام کرے گا جسے وہ دنیا میں جانتا پہچانتا تھا مثلاً "وہ اس کا عزیز قرابت دار تھا یا اس پاس والا یا ویسے ہی واقف کار اس کی تفسیر وہ آیت ہے فہو لم یصدق اور وہ کہ فاطم فراء فی سوا الجہنم قال تالہ ان کلت لترہن یہ آیت کریمہ ان تینوں کاموں کو شامل ہے اور یہ کلام دوزخی کافروں کو زیادہ شرمندہ کرنے انہیں حسرت دلانے کے لئے ہو گا جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ان قد وجدنا ما وعدنا ربنا حقاً یہ ہے اس کا مضمون۔ اس میں ان یا تو تفسیر یہ ہے جو نداء کو بیان کر رہا ہے یا ان مشبہ بالفعل کا مخفف ہے اصل میں اند تھا وجدنا یا تو دو مفعول چاہتا ہے پہلا مفعول ما وعدنا ہے دوسرا حقاً یا ایک مفعول چاہتا ہے اور حقاً

ما وعدنا کما لہ ہمارا ترجمہ پہلے احتمال پر ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ دوسرے احتمال پر یعنی اے دوزخی کافرو دنیا میں ہم سے ہمارے رب نے بواسطہ انبیاء کرام جو وعدہ کیا تھا وہ تو ہم نے بالکل درست پالیا جنت یہاں کی نعمتیں اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں ہم کو مل گئیں یا اے دوزخیو! ہم سے رب نے جو سچا وعدہ کیا تھا وہ ہم نے پالیا ہمارے عیش و آرام دیکھ لو فہل وجدتم ما وعد ربکم حقا یہ سوال کفار کو شرمندہ کرنے ان کی حسرت اور زیادہ کرنے کے لئے ہے ورنہ مومنین تو انہیں بھی ان کے عذاب کو بھی دیکھ رہے ہیں چونکہ ما وعدہ کے ما سے مراد رب کے سارے وعدے ہیں جو کفار سے کئے گئے تھے قیامت وہاں کا حساب و کتاب دوزخ اور وہاں کا عذاب سب کچھ مراد اس لئے اسے وعدہ فرمایا و عید نہ کہا نیز اس لئے یہاں وعدہ کم نہ فرمایا کیونکہ اس کے بعض وعدے تو مسلمانوں سے بھی کئے گئے تھے (از تفسیر بیضاوی) اور ہو سکتا ہے کہ کفار مردود بندے ہیں مردودوں سے خطاب نہیں کیا جاتا کہ اس میں ان کی عزت افزائی ہے اس لئے وعدہ کم نہ فرمایا (خازن وغیرہ) قالوا انعم یہ دوزخی کفار کا جواب ہے جو وہ جنتیوں کو دیں گے قالوا کا فاعل یہی کفار ہیں نعم ہلی جب مثبت سوال کے جواب میں آئیں تو بالکل ہم معنی ہوتے ہیں مگر منفی سوال کے جواب میں ہوں تو نعم نفی کا اقرار ہوتا ہے اور ہلی منفی کا اقرار یعنی تب ان دونوں میں فرق ہوتا ہے جیسے الست برکم کیا میں تمہارا رب نہیں قالوا ہلی وہ بولے ہاں تو ہمارا رب ہے اگر نعم کہتے تو معنی یہ ہوتے کہ ہاں تو ہمارا رب نہیں۔ اس کی تحقیق پہلے پارہ میں کی جا چکی ہے یہاں چونکہ مثبت سوال تھا لہذا انعم اور ہلی ایک ہی معنی میں ہیں۔ فان مؤذن بنہم یہ واقعہ اس سوال و جواب کے بعد ہو گا اس لئے یہاں ارشاد ہوئی افذ بنا ہے افان سے معنی اعلان عام رب فرماتا ہے وافان من اللہ۔ مؤذن یعنی اعلان کرنے والا کوئی فرشتہ ہو گا حضرت اسرائیل یا مالک یعنی دوزخ کلا اور وہ شیعہ کہتے ہیں کہ یہ اعلان کرنے والے حضرت علی ہوں گے مگر یہ درست نہیں وہ تو جنت میں ان سوال کرنے والوں میں ہوں گے نہ کہ جنت دوزخ کے درمیان کسی مقام پر۔ (معانی) بنہم یا تو افذ کا ظرف ہے یا مؤذن کی صفت یعنی اس سوال و جواب کے فوراً بعد ایک اعلانی اعلان کرے گا۔ جو جنتیوں دوزخیوں کے درمیان اعراف وغیرہ پر ہو گا یہ اعلان ان دونوں جماعتوں کے درمیان ہو گا جسے یہ دونوں سن لیں گے ان لعنتہ اللہ علی الظالمین یہ عبارت اذن کا مفعول ہے ان یا تو مباخذ ہے یا اندھا تھا وہ کو پوشیدہ کر کے ان کا شدہ دور کر دیا۔ لعنت جب اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت ہو تو اس کے معانی ہوتے ہیں رحمت سے دور کر دینا یعنی پھٹکار یہاں بھی معنی ہیں۔ ظالمین سے مراد ہیں کافرن جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ خیال رہے کہ اس اعلان میں صرف ایک جماعت یعنی کفار کی پھٹکار کا ذکر ہے مومنین پر رحمت الہی کا ذکر نہیں کہ وہ تو خود سمجھ میں آجاتی ہے چونکہ یہ جملہ اسمیہ ہے اس میں دوام ہے تو معنی یہ ہوئے کہ ظالموں پر دنیا کی زندگی موت قبر حشر اور دوزخ میں ہمیشہ ہر جگہ لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دوری ہے کہ اس کا دنیا میں کھانا پینا سونا جاگنا چلنا پھرنا سب ہی شیطانی تھا یعنی گناہ کرنے کے لئے نفسانی یا رحمانی نہ تھا اس کی موت رب تعالیٰ کا وارنٹ اس کی قبر دوزخ کی بھٹی تھی ہر جگہ ہی ہر رحمت سے دور تھا اور ہے اور رہے گا۔ اس کے برعکس مومن ہر وقت ہر جگہ اللہ کی رحمت میں ہے اس کا ہر کام رحمانی یعنی اللہ کے لئے ہے ان صلواتی ونسکی و معای و معانی للرب العلمین۔ المنین بصلون عن سبیل اللہ یہ عبارت صفت ہے الظالمین کی اس نے بتایا کہ اس سے مراد کفار ہیں۔ صلون بنا ہے صدمے۔ صدمے کے معنی رکنا بھی ہیں اور دوسرے کو روکنا بھی یہاں دونوں احتمال ہیں۔ سرداران کفار تو اپنے ماتحتوں کو روکتے ہیں عوام کفار اپنی نسل کو کافر بناتے ہیں کہ ان کی وجہ سے ان کی اولاد کافر ہوتی ہے۔

اگرچہ خود رکنا اور دوسروں کو روکنا دنیا میں ہو چکا تھا مگر چونکہ اس کا نتیجہ آج ظاہر ہو رہا ہے اس لئے بصدون حال کے صیغہ سے ارشاد ہوا۔ سبیل اللہ سے مراد یا تو اسلامی عقائد ہیں جو تمام انبیاء کرام نے بنائے یا نیک اعمال ہیں چونکہ یہ دونوں چیزیں خدا رسی کا ذریعہ ہیں اس لئے انہیں سبیل اللہ کہتے ہیں۔ نیک اعمال میں شریعت و طریقت دونوں کے اعمال داخل ہیں۔ شریعت سیدھا مگر دراز راستہ ہے جس پر ہر شخص آسانی سے چل سکے اور طریقت وہ پیچیدہ چھوٹی گلیاں ہیں جن پر صرف واقف راہ ہی چل سکے۔ عشاق کے نزدیک سبیل اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات بابرکات ہے راستہ کا ایک کنارہ مبدا پر ہوتا ہے دوسرا کنارہ مستاء مقصود پر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ہاتھ مخلوق کی طرف ہے دوسرا ہاتھ رب تعالیٰ کی طرف آج بہت سے اسلامی فرقے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کی طرف بلا تے ہیں مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے روکتے ہیں یہ سب اس آیت میں داخل ہیں۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سبیل اللہ بھی ہیں اور جبل اللہ بھی یعنی اللہ کی رسی بھی اس راستہ پر چلنے کے معنی ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم سے وابستہ رہنا یعنی ان ظالموں پر خدا کی پھٹکار جو دنیا میں اللہ کی راہ دین اسلام سے خود رکے یا دوسروں کو روکتے رہے۔ و یغونہا عوجا یہ عبارت بصدون پر معطوف ہے یغونہا بنا ہے بغی سے معنی چاہنا، ڈھونڈنا، تلاش کرنا، کامر جمع وہی سبیل اللہ ہے عوجا ہا کا حال ہے۔ خیال رہے کہ عوج عین کے کسرہ سے بھی آتا ہے اور فتح سے بھی مگر ان دونوں میں فرق یہ ہوتا ہے کہ عوج عین کے کسرہ سے دین میں عقل میں کجی اور عوج عین کے فتح سے بدن میں کجی کہا جاتا ہے۔ لی ساقہ عوج اس لی پنڈلی میں کجی ہے یا آنکھوں سے محسوس کجی عوج ہے عین کے فتح سے۔ اس عبارت کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ یہ لوگ خدا رسی کے لئے سیدھا راستہ چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے تھے دوسرے یہ کہ یہ لوگ اللہ کی راہ یعنی اسلام میں ٹیڑھ اور کجی تلاش کرتے تھے۔ لوگوں سے کہتے تھے کہ اسلام میں یہ خرابی ہے یا اسلام کو بدلنے اس میں خرابیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہے غرضیکہ یہ جملہ مستدسج ہے۔ وہم بالآخرتہ کافرون یہ عبارت یا تو یغونہ کے فاعل سے حل ہے اور وادو حالیہ ہے تب اس میں ان دونوں عیبوں کی وجہ کا ذکر ہے یعنی ان کفار میں یہ دونوں عیوب اس لئے ہیں کہ وہ آخرت کے انکاری ہیں اس لئے ان کے دل میں خوف خدا نہیں آخرت سے مراد برزخ قیامت، جنت، دوزخ وغیرہ سب ہی ہیں۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب آپ دوزخی کفار کے اندرونی عذاب جنتی مومنوں کے اندرونی ثواب تو سن چکے اب ایک اور پر لطف بات سنیں کہ جنتی لوگ کبھی سارے کے سارے کبھی بعض جماعتیں کبھی ایک ایک شخص دوزخ میں جھانک کر کفار کو پہچان کر انہیں پکاریں گے یا پکارا کریں گے کہ بولو جو ہم سے رب نے وعدے کئے تھے جنت کے جنت کی نعمتوں کے وہ تو ہم نے بالکل ہو بہو درست پالنے اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے استعمال کر لئے تم سے رب نے بواسطہ انبیاء وعدے و وعید کئے تھے تم نے بھی پورے پورے پالنے یا نہیں۔ حضرات انبیاء کرام کی سچائی آنکھوں سے دیکھ لی یا نہیں تب کفار بادل نخواستہ شرمندہ ہوتے ہوئے کہیں گے ہاں۔ ان دونوں کی یہ گفتگو ہو ہی رہی ہوگی کہ دوزخ و جنت کے درمیان اعراف سے ایک فرشتہ پکارے گا جسے یہ دونوں فریق سن لیں گے کہ ان کافروں پر اللہ کی پھٹکار ہو یا پھٹکار ہے جن کا طریقہ دنیا میں یہ رہا کہ اللہ کی راہ یعنی اسلامی عقائد اور سیدھا راہ چھوڑ کر ٹیڑھا راستہ اختیار کئے رہے یا اسلام میں کجی خرابی نکالتے رہے یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم میں کجی یعنی عیوب ڈھونڈتے رہے جسے خدا بے عیب بنائے اس میں عیب ڈھونڈنا بدترین جرم ہے ان سب حرکتوں کی وجہ یہ تھی کہ یہ لوگ

آخرت یعنی عذاب برزخ قیامت دوزخ وغیرہ کے انکاری تھے ان کے دلوں میں رب کا خوف نہ تھا۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قیامت میں اور بعد قیامت جنت دوزخ میں کوئی اندھا بہر یا گونگانہ ہو گا اگرچہ بعض لوگ دنیا میں بہرے یا اندھے یا گونگے رہے ہوں۔ یہ فائدہ ونادی اصحاب الجنت الخ سے حاصل ہوا دیکھو سارے جنتی پکاریں گے اور سارے دوزخی سنیں گے۔ جنتی لوگوں کا جواب دیں گے یہ کام زبان کن آنکھوں سے ہی ہو سکتے ہیں۔ دوسرا فائدہ: دوزخ کی چیز دیکھ لینا دوزخ کی بات سن لینا دوزخ والوں سے بات کر لینا عطاء الہی بندوں کو بھی حاصل ہوتے ہیں۔ اللہ کی دی ہوئی قدرت سے یہ کام بندے بھی کر لیتے ہیں دیکھو جنت ساتوں آسمانوں سے اوپر ہے دوزخ ساتوں زمینوں کے نیچے مگر جنتی لوگ اتنے فاصلے سے دوزخیوں کو دیکھ بھی لیں گے ان سے باتیں بھی کر لیں گے۔ آصف برزخا نے فلسطین میں بیٹھے ہوئے ملک یمن کے شہر سبامیں رکھے ہوئے تخت بلقیس کو دیکھ بھی لیا اور آن کی آن میں اسے لا کر حاضر بھی کر دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مرض وفات میں فرمایا کہ میں یہاں سے اپنا حوض کوثر دیکھ رہا ہوں۔ جو کہے کہ دوزخ کی بات سننا دوزخ کی خبر دینا اللہ تعالیٰ کی ہی صفت ہے بندوں میں یہ صفات ماننا شرک ہے۔ وہ جھوٹا ہے ان آیات و احادیث کا منکر ہے۔ تیسرا فائدہ: بعد موت انسان کی قوت سامعہ وغیرہ بہت قوی ہو جاتی ہیں دیکھو جنتی لوگ کتنی دور سے بات چیت کریں گے بعد دفن میت دفن کرنے والوں کی قدم کی آہٹ سنتی ہے یہ فائدہ بھی ونادی اصحاب الجنت الخ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: دنیا میں حضرات انبیاء کرام کے وعدے اللہ تعالیٰ ہی کے وعدے ہیں ان کلمات رب کو ماننا ہے ان کا انکار رب کا انکار ہے۔ یہ فائدہ وعدنا ربنا الخ سے حاصل ہوا دیکھو وعدے کئے تھے نبیوں نے مگر فرمایا گیا ہم سے رب نے وعدے کئے۔ پانچواں فائدہ: کفار کو لعن طعن کرنا ہر امتی اہل جنت کی سنت ہے دیکھو جنتی لوگ کفار پر بطور طعن یہ گفتگو کریں گے بلکہ یہ عمل سنت رسول اللہ بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح بدر کے بعد ابو جہل وغیرہ کی لاشوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا بولو اے کافر جو کچھ میں نے کہا تھا وہ حق ہے یا نہیں یہ خطاب بھی طعن اور عتاب کے طور پر تھا۔ میں بھی کل مقام محمود کے پاس دہلیوں سے پوچھوں گا کہ دیکھو میرے آقا کی شان ایسی ہی ہے جیسی میں بیان کرتا تھا۔ چھٹا فائدہ: سوال ہمیشہ معلوم کرنے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ اس کے مقصد اور بھی ہوتے ہیں۔ دیکھو یہاں سوال ہے مگر اس سے مقصود دوزخیوں پر طعن کرنا ہے ورنہ جنتی لوگ تو جانتے ہیں کہ دوزخیوں کو سزا مل رہی ہے اور انہوں نے رب کے کئے ہوئے وعدے وعید ہو ہو دور ست پالئے۔ ساتواں فائدہ: تمام گناہوں کی جزا اللہ سے بے خوفی اور قیامت کا انکار ہے۔ یہ فائدہ وہم ہالا خرتہ سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض : یہاں ارشاد ہوا کہ جنت والے آگ والوں سے کہیں گے آگ میں تو بعض گنہگار مومن بھی ہوں گے کیا ان پر بھی یہ طعن ہو گا۔ جواب: ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہ گفتگو ان گنہگاروں کے دوزخ سے نکل جانے جنت میں پہنچ جانے کے بعد ہوگی جنتی لوگ ان گنہگاروں پر طعن نہ کریں گے بلکہ ان کی شفاعت کر کے انہیں دوزخ سے نکالیں گے جب تک ان سب کو نکل نہ لیں گے چین سے نہ بیٹھیں گے۔ یہ گنہگار مومن اگرچہ کچھ دن آگ میں رہیں گے مگر آگ والے نہ ہوں گے۔ بھئی کا کوئلہ آگ والی چیز ہے وہاں تپنے والا سونا آگ والی چیز نہیں مگر میں مستقل رہنے والا گھروالا ہے ملاقات اور مہمان جو کچھ دیر کے لئے گھر میں گیا وہ گھروالا نہیں کہلاتا۔ دوسرا اعتراض: یہاں دو جگہ وعدہ کا ذکر ہے مگر پہلی جگہ تو ہے ما وعدنا اور دوسری جگہ ہے ما وعد ربکم یعنی وعدہ کم نہیں ہے اس فرق کی کیا وجہ ہے یا تو دونوں جگہ وعدہ کا مفعول نہ کو رہنا ہوتا

یادوںوں جگہ ہوتا یعنی وعدہ کم و بہکم ہوتا۔ جواب: اس اعتراض کا جواب تفسیر بیناوی نے تو یہ دیا ہے کہ رب تعالیٰ نے کفار سے قیامت حساب و کتاب دوزخ اور وہاں کے عذاب سب ہی کے وعدے کئے تھے ان میں قیامت اور حساب و کتاب کے وعدہ کفار سے خاص سے نہ تھے بلکہ مومنوں سے بھی تھے اس لئے وعدہ کم نہ فرمایا مگر مومنوں سے جنت وہاں کی نعمتوں کے وعدے تھے جو کفار سے نہ تھے اس لئے وعدہ کم نہ فرمایا دو سری تفسیروں نے یہ جواب دیا ہے کہ اس میں بھی کفار کو ذلیل کرنا ہے گویا وہ رب تعالیٰ کے خطاب کے لائق نہ تھے اس لئے وعدہ کم نہ فرمایا واللہ ورسولہ اعلم۔ تیسرا اعتراض: حضرت امام علی رضا فرماتے ہیں کہ یہ اطلاخی اور موزن حضرت علی ہوں گے جو یہ اعلان کریں گے کہ لعنت اللہ علی الظالمین نہ کہ کوئی فرشتہ۔ جواب: یہ روایت بالکل من گھڑت ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ تو اصحاب جنت میں سے ہیں وہ تو کفار سے یہ سوال کریں گے یہ اطلاخی جنت میں نہیں ہو گا بلکہ اعراف پر ہو گا جیسا کہ ہم سے معلوم ہو رہا ہے تمہارے اس قول میں حضرت علی شیر خدا کی توہین ہے کہ تم نے انہیں اصحاب جنت سے علیحدہ مان کر انہیں درمیانی جگہ کا باشندہ مانا۔ چوتھا اعتراض: اس اطلاخی نے صرف ایک بات کیوں کہی کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے دو سری بات کیوں نہ کہی کہ مومنوں پر اللہ کی رحمت ہے۔ جواب: اس اطلاخی نے خطاب جنتی لوگوں سے کیا اور انہیں کفار کا حال سنایا دوزخیوں کو لائق خطاب سمجھائی نہیں انہیں سننا تو برا مگر ان سے خطاب نہیں کیا نیز ایک گروہ یعنی کفار کا حال بیان کرنے سے دوسرے گروہ یعنی مومنین کا حال خود بخود معلوم ہو گیا اس ظہور کی وجہ سے ان کا ذکر نہیں کیا۔ پانچواں اعتراض: جنتیوں کی زبان تو عربی ہوگی دوزخیوں کی زبان جیسا کہ مشہور ہے فارسی ہوگی پھر وہ ایک دوسرے کی بات کیسے سمجھ لیں گے اور سوال و جواب کیونکر ہوں گے؟ جواب: یہ زبانیں ان دونوں جماعتوں کی آپس میں بولنے کی ہوں گی مگر وہ دونوں ایک دوسرے کی بولی سمجھا کریں گے بولنے کی زبان اور ہو سکتی ہے سمجھنے کی دوسری۔ آج حرمین مسین کے دوکاندار بولتے ہیں عربی مگر سمجھتے ہیں ہر ملک کی زبان اور بہ آسانی ہر ایک سے تجارت کر لیتے ہیں۔ حضرت سلیمان بولتے تھے اپنی زبان مگر سمجھتے تھے جانوروں کی زبان بھی۔ چھٹا اعتراض: یہاں کفار کے تمن عیب بیان ہوئے پہلا عیب بصلون عن سبیل اللہ و سرائیب و یغونها عوجا تیسرا عیب وہم بالآخرة ہم کافروں ان میں پہلے دو عیب حل کے صفحے سے ارشاد ہوئے حالانکہ یہ دونوں واقعات تو دنیا میں ہوئے تھے لہذا صلو اور یغوا ماضی فرما چاہئے تھا۔ جواب: چونکہ ان دونوں عیوب کا ظہور اس وقت ہو رہا ہے ان کی سزائیں مل رہی ہے نیز کبھی ماضی کو حل سے تعبیر کرتے ہیں وہ واقعہ ذہن میں حاضر کرنے کے لئے ان وجوہ سے یہاں حل کے صفحے ارشاد ہوئے۔ ہم کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک جنگل میں جا رہا ہوں مجھ سے ایک آدمی یہ کہہ رہا ہے میں یہ جواب دے رہا ہوں دیکھو یہاں گزشتہ واقعہ حل سے تعبیر ہوا کیوں وہ سب کچھ ذہن میں حاضر کرنے کے لئے۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا میں جنتی لوگ یعنی اہل محبت دوزخیوں یعنی اللہ تعالیٰ سے کئے ہوؤں سے بہ زبان حل کہتے ہیں کہ ہم سے رب نے وعدہ کیا تھا من طلبی و جلدنی جو مجھے تلاش کرے گپالے گا ہم نے تو رب کا یہ وعدہ پایا۔ بولو تم سے جو رب نے وعدہ کیا تھا کہ من بطلب عیری لم یجلدنی جو میرے غیر کو تلاش کرے گا وہ مجھے نہیں پاسکتا کیا تم نے بھی یہ وعدہ پایا وہ بزبان حل کہتے ہیں کہ ہاں پایا اسی دوران میں کشف ربانی سے کہا کہ اللہ کی پھٹکار ہے ان ظالموں پر جو کھائیں اللہ کی نعمتیں اور تلاش کریں اس کے غیر کو اور اس کی دی ہوئی طاقتیں اس کی ناراضی میں صرف کریں یہ لوگ اپنی روح اپنے دل کو اللہ کی طلب

سے روکتے ہیں۔ اور ٹیڑھا راستہ یعنی طلب دنیا اختیار کرتے ہیں یہ لوگ آخرت یعنی انجام کار کے انکاری ہیں اہل محبت پر طعن کرتے ہیں صرف محسوسات کے پیچھے پڑے ہیں۔ خیال رہے کہ لوگ اقرار انکار، سلوک اور قعود میں مختلف درجات رکھتے ہیں۔ مولانا فرماتے ہیں۔

کو دکاں گرچہ بہ یک کتب در اند! در سبق ہر یک زیک بالا ترند!
خود ملائک نیز تابستا بودند! زیں سب بر آسمان صف صف شدند!

یعنی مدرسہ ایک ہوتا ہے مگر وہاں پڑھنے والے طلباء مختلف درجات میں ہوتے ہیں ایسے ہی دنیا ایک ہے۔ مگر یہاں کے رہنے والے لوگ جنت و دوزخ کے مختلف درجات والے ہیں۔ (روح البیان) اللہ تعالیٰ اچھے درجوں والا بنائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ساری رحمتیں خاصہ ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم رحمت عامہ وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین کافر چونکہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے کہ دنیا میں مرتے وقت قبر میں حشر میں اور دوزخ میں ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہے اس لئے حقیقی لعنت یعنی اللہ کی رحمت سے دوری اسی کے لئے ہے گنہگار مسلمان اگرچہ رحمت خاصہ یعنی نیک اعمال سے دور ہو مگر رحمت عامہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے دور نہیں کہ وہ بد عقیدہ نہیں حرم کعبہ تین تین میل تک ہے جو اس میں آ جائے امن پائے ومن دخلہ کان امنا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم سارے عالم میں ہے بزرگوں کے آستانے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم ہیں لہذا لعنت یعنی رحمت عامہ سے دوری کفار ہی کے لئے ہے۔

وَبَيْنَهُمَا حِجَابٌ وَعَلَى الْأَعْرَافِ رِجَالٌ يَعْرِفُونَ كُلًّا بِسِيمَاهُمْ وَنَادُوا

اور درمیان ان دونوں کے ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ لوگ ہوں گے جو پہچانے ہونگے ہر ایک کو نشانوں سے انکی اور جنت و دوزخ کے پہنچ میں ایک پردہ ہے اور اعراف پر کچھ مرد ہوں گے کہ دونوں طریق کو انکی نشانوں

أَصْحَابُ الْجَنَّةِ أَنْ سَلَامٌ عَلَيْكُمْ لَمْ يَدْخُلُوهَا وَهُمْ يَطْمَعُونَ ﴿٦٠﴾

اور وہ ندادیں گے بہشت والوں کو یہ کہ سلامتی ہو اور پرتھارے نہ داخل ہو ڈے ہوں گے وہ اس بہشت میں اور وہ سے پہچانیں گے اور وہ جنتیوں کو پکاریں گے کہ سلام تم پر جنت میں نہ گئے اور اس کی طمع رکھتے

وَإِذَا صُرِفَتْ أَبْصَارُهُمْ تِلْقَاءَ أَصْحَابِ النَّارِ قَالُوا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ

کرتے ہوں گے۔ اور جب پھیری جائیں گی نکائیں ان کی جانب آگ والوں کے تو کہیں گے اے رب ہمارے نہ ہیں۔ اور جب انکی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھرے گی کہیں گے اے ہمارے رب ہمیں

الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ ﴿٦١﴾

منا تو ہم کو ساتھ قوم ظالم کرنے والی کے

ظالموں کے ساتھ نہ کر

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں اس گفتگو کا ذکر ہوا جو اہل جنت اور اہل دوزخ کے درمیان ہوگی اب اس گفتگو کا ذکر ہے جو ان دونوں جماعتوں سے ایک تیسری جماعت کرے گی یعنی آپس کی گفتگو کے بعد ایک غیر جانب دار جماعت کی گفتگو کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ جنتی لوگ دوزخیوں کو دیکھیں گے بھی ان سے گفتگو بھی کریں گے جس سے معلوم ہوا تھا کہ دونوں جماعتیں آنے سامنے ہوا کریں گی۔ اب ارشاد ہے کہ اس آنے سامنے ہونے کے باوجود نہ تو جنتیوں کو آگ سے تکلیف ہوگی نہ دوزخیوں کو جنت کی ہوائ لگے گی کیونکہ ان کے درمیان اب بھی حجاب رہے گا گویا پہلے آنے سامنے ہونے کا ذکر تھا اب حجاب رہنے کا تذکرہ ہے تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ بعض بیرونی حضرات دوزخیوں پر لعنت کریں گے۔ اب ارشاد ہے کہ یہ لوگ کفار دوزخیوں پر لعنت کے ساتھ جنتی مومنوں کو بشارات بھی دیں گے گویا ان کے ایک کلام کے بعد دوسرے کلام کا ذکر ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں اجمل تھا کہ ایک موزن اعلا نچی اعلان کرے گا اب اس اعلا نچی کی تفصیل ارشاد ہو رہی ہے کہ وہ اعراف والے ہوں گے گویا یہ آیت پچھلی آیت کی تفصیل ہے۔

تفسیر : وینہما حجاب یہ مضمون نیا ہے جس میں ایک شبہ دور کیا گیا ہے یہ شبہ یہ تھا کہ جب جنت دوزخ اوپر تلے اس طرح ہیں کہ جنتی لوگ جہانک کر دوزخیوں کو دیکھ لیں گے اور دوزخی انہیں دیکھ لیں گے۔ ایک دوسرے سے باتیں کر لیں گے تو جنتیوں کو دوزخ کی لو بدبو، تپش وغیرہ پہنچے گی اور دوزخیوں کو جنت کی ٹھنڈی ہوا خوشبو وغیرہ پہنچ جائے گی اس شبہ کو اس ایک جملہ میں دور فرمایا کہ نہیں بلکہ آوازیں نکالیں تو ایک دوسرے تک پہنچ سکیں گی ہوائیں وغیرہ نہیں پہنچ سکیں گی کیونکہ جنت اور دوزخ کے درمیان یا جنتیوں دوزخیوں کے درمیان پردہ "آڑ نہایت مضبوط ہے اس حجاب کی حقیقت نہیں معلوم۔ دوسری جگہ ارشاد ہے لضرب ہنہم بسورۃ باب ہا طنہ لہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب جس سے معلوم ہوا کہ جنت دوزخ کے درمیان ایک دیوار حائل ہے جو آڑ مضبوط ہے۔ دیوار کس چیز کی ہے یہ رب جانے یا ان شاء اللہ دیکھ کر بتائیں گے۔ دیکھو کھاری اور پیٹھے سمندر کے بیچ آڑ ہے جس سے پانی ایک دوسرے سے نہیں ملتے مگر اس آڑ کی خبر نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے فرماتا ہے۔ ہنہما ہوزخ لا ینہان بلکہ دنیا میں دوزخیوں اور جنتیوں کے درمیان قدرتی آڑ ہے جس کی وجہ اہل جنت کی آواز دوزخیوں کے دل میں اثر نہیں کرتی وعظ و نصیحت کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ حجاب بنا ہے جب سے معنی روک آڑ۔ پردہ کو حجاب اور ڈیوڑھی بان کو حاجب کہتے ہیں کہ یہ چیزیں روک اور آڑ ہوتی ہیں۔ وعلى الاعراف رجال یہ دو سرانیا مضمون ہے جس میں حجاب کی قدرے تفصیل ہے اعراف جمع ہے عرف کی معنی اونچائی بلندی ظہور اس لئے مرغ اور گھوڑے کی گردن کے بالوں کو عرف اللہک یا عرف اللانہ کہا جاتا ہے اسی سے ہے معروف معنی مشہور۔ الاعراف میں لام عوضی ہے اصل میں اعراف الحجاب تھا یعنی اس حجاب کی بلندیوں پر کچھ لوگ ہیں اعراف دراصل اس ہی حجاب کی بلندی کا نام ہے جو جنت و دوزخ کے درمیان ہے۔ اعراف پر کون لوگ ہیں اس میں مفسرین کے سولہ قول ہیں۔ (1) وہ کچھ فرشتے ہیں جو مرد انسانوں کی شکل میں ہوں گے جنتیوں کو خوش خبری دوزخیوں کی ملامت کرنے کے لئے (بیضاوی) (2) وہ حضرات انبیاء کرام ہیں جو کچھ روز وہاں رہیں گے اس کام کے لئے (3) وہ حضرات شہداء عظام ہیں۔ (4) اعلیٰ درجہ کے مومنین

ہیں (5) وہ اس امت کے فقہاء علماء ہیں۔ (6) وہ قیامت کے خاص گواہ ہیں جو اس کام کے لئے مقرر کئے جائیں گے (7) وہ حضرت علی، عباس، حمزہ، جعفر ہیں جو اپنے محبوبوں کو ان کے چہرے کی سفیدی سے، مردود دشمنوں کو سیاہی سے پہچانیں گے۔ (8) یہ وہ شہید و غازی ہیں جو اپنے ماں باپ کی اجازت کے بغیر جہاد میں گئے۔ یہ لوگ جہاد کی برکت سے دوزخ سے بچ گئے۔ ماں باپ کی بددعا سے جنت میں نہ گئے۔ (9) یہ وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ میں سے ایک راضی رہا اور سرانجام راضی۔ (10) یہ لوگ اسلام میں حرامی بچے ہیں کہ تھے مومن مگر ہوئے حرامی (11) یہ لوگ مشرکین و کفار کی اولاد ہیں جو بچپن میں فوت ہوئے۔ (12) یہ لوگ فترت والے ہیں یعنی جو حضرت عیسیٰ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیانی زمانہ میں ہوئے۔ جب نبوت کی روشنی گل ہو چکی تھی۔ (13) یہ لوگ وہ مومنین ہیں جنہیں دنیا میں کبھی کوئی تکلیف نہ پہنچی جس سے ان کے گناہ صغیرہ معاف ہو جاتے (14) یہ گناہ کبیرہ والے مسلمان ہیں جو بغیر توبہ مر گئے۔ (15) یہ وہ لوگ ہیں جن کے نیک و بد اعمال برابر تھے کوئی کم و بیش نہ تھا (16) یہ لوگ متکبر مومنین ہیں (تفسیر روح البیان و معانی و کبیر وغیرہ) فقیر کے نزدیک پندرہواں قول قوی ہے باقی قول ضعیف ان سب کے ضعف کی وجہ بیان کرنے میں بہت طوالت ہے۔ صرف اتنا سمجھ لو کہ اعراف والوں کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے لم یدخلوها و ہم بطمعون کہ وہ لوگ جنت کے امیدوار ہوں گے مگر اب تک داخل نہ ہوئے ہوں گے تو پھر یہ لوگ فرشتے یا انبیاء کرام یا اعلیٰ درجہ کے مومنین کیسے ہو سکتے ہیں۔ خیال رہے کہ جنت دوزخ کے درمیان یہ حجاب تو دائمی ہو گا مگر اعراف پر ان لوگوں کا قیام عارضی ہو گا کچھ مدت کے بعد یہ سب جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے اور اعراف خالی ہو جائے گا۔ جب یہ جنت میں جانے لگیں گے تو انہیں جنت کے دروازے پر نہریات میں ایک غوطہ دیا جاوے گا جس سے یہ لوگ نہایت ہی حسین و جمیل ہو کر داخل کر صاف ہو کر جنت میں پہنچیں گے۔ (تفسیر خازن) یعرفون کلا بسما ہم یہ عبارت اعراف والے مردوں کی ہے یہ لوگ میدان محشر ہی پر جنتی دوزخی کو ان کے چہروں کے ہاتھ کھلے بندھے ہوئے، ننگے اعمال و اپنے یا پائیں ہاتھ میں ہوئے وغیرہ سے ہی پہچان لیں گے یہ جنتی ہے یہ دوزخی۔ یہ مطلب نہیں کہ اب جنتی دوزخی کو علامات سے پہچانیں گے اب تو جنتی جنت میں ہیں۔ دوزخی دوزخ میں اب علامات کی ضرورت ہی نہیں۔ سما بنا ہے سمت سے جس کی اصل و سم ہے معنی نشانی رب فرماتا ہے سما ہم لی وجوہہم من اثر السجود اور اگر اعراف والے لوگ حضرات انبیاء یا خاص اولیاء اللہ ہوں تو مطلب یہ ہے کہ دنیا سے ہی یہ حضرات جنتیوں دوزخیوں کو جانتے پہچانتے ہیں وہ حضرات دنیا میں ہر ایک کے انجام سے باخبر ہیں۔ خیال رہے کہ یہاں یعرفونہم فرمایا یعلمونہم نہ کہا تاکہ معلوم ہو کہ اعراف والے سارے جنتیوں دوزخیوں کو صرف جانیں گے نہیں بلکہ پہچانیں گے علم اجمالی بھی ہوتا ہے مگر معرفت تفصیلی ہی ہوتی ہے نیز جانتا ایک دو علامات کا بھی ہوتا ہے مگر معرفت یعنی پہچان پورے حالات کی ہوتی ہے جس سے پتہ لگا کر اعراف والے ہر جنتی دوزخی کے الگ الگ سارے حالات سے خبردار ہوں گے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فتجلی لی کل شیء و عرفتنا ونا دوا اصحاب الجنت ان سلام علیکم اعراف والوں کا لیل جنت کو یہ سلام پیش کرنا سلام ملاقات یعنی سلام تحیت نہیں بلکہ سلام بشارت ہے۔ سلام بہت قسم کا ہوتا ہے۔ سلام تحیت، سلام وداع، سلام بشارت، سلام بیزاری، سلام اجازت داخلہ وغیرہ یہاں تو دعاء سلامتی کے لئے ہے یا بشارت سلامتی کے لئے۔ سلام کے معنی ہیں سلامتی، امن، عاقبت، یعنی تم پر سلامتی ہے یا سلامتی ہو، ہم جو اہم جو اہم تہنیت یا درود شریف میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرتے ہیں وہ سلام، اجازت لینے یا ملاقات یا رخصت کا نہیں بلکہ دعا کا ہے کہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دعائیں دین رب سے بھیک ملے ابراہیم علیہ السلام نے آذر سے کہا تھا۔ سلام علیک ما ستغفر لک
 دی یہ سلام بیزاری تھا لم یدخلوها وہم بطمعون اس عبارت کی بہت ترکیبیں ہیں۔ آسان ترکیب یہ ہے کہ لم یَدْ
 خلوا تو نادوا کے فاعل سے حل ہے اور وہم بطمعون لم یدخلوها کے فاعل سے حل ہے۔ طمع سے طمع سے معنی
 امید مگر یہاں امید یقینی مراد ہے جیسے ابراہیم علیہ السلام فرماتے ہیں واللہ اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین یعنی
 جس وقت اعراف والے جنتیوں سے یہ کہیں گے اس وقت وہ جنت میں گئے نہیں ہوں گے ہاں انہیں وہاں جانے کی امید یقینی ہو
 گی اس عبارت سے معلوم ہوا اعراف والے فرشتے یا انبیاء کرام کمال مومنین صالحین نہ ہوں گے بلکہ وہی لوگ ہوں گے جو اپنی
 کسی کمی کی وجہ سے ابھی جنت میں نہ پہنچ سکے اس کے امیدوار ہیں۔ واذا صرفت ابصارہم تلقا اصحاب النار اس
 عبارت میں اعراف والوں کی دوسری حالت کا ذکر ہے چونکہ یہ لوگ جنت دوزخ کے بیچ میں ہوں گے اس لئے یہ دونوں چیزیں ان
 کے سامنے ہوں گی اور نہ کیا تو جنت کا نظارہ کیا اور نہ نگاہ کی تو دوزخ دیکھ لی مگر جنت کو دیکھنا رغبت سے ہو گا دوزخ کو دیکھنا مجبوراً
 اور نفرت ہے رغبتی سے اس لئے یہاں صرفت ابصارہم ارشاد ہوا کہ جب ان کی نظریں دوزخ کی طرف پھیری جائیں گی
 وہ خود خوشی سے لوہر نگاہ نہ کریں گے صرفت اور ابصار فرمانے سے دو باتیں بتائیں ایک یہ کہ کبھی کبھی وہ دوزخ کی طرف
 دیکھیں گے ہمیشہ نہیں دوسرے یہ کہ جب اوہر دیکھیں گے تو صرف نگاہ ہی اس طرف کریں گے چہرہ یا پورا رخ اوہر نہ کریں گے
 گویا نگاہوں سے ہی لوہر دیکھیں گے خیال رہے کہ لفظ تلقاء مصدر ہے بروزن تفاعل اس وزن پر صرف دو ہی مصدر آتے
 ہیں تلقاء اور تلبان یہاں معنی طرف مکن ہے معنی جانب سمت طرف (تفسیر روح المعانی) قالوا ربنا لا تجعلنا مع
 القوم الظالمین یہ عبارت جزا ہے اذا صرفت کی اس میں دوزخیوں سے خطاب نہیں بلکہ انہیں سنا کر رب تعالیٰ سے دعا
 اس کی پناہ لینا ہے جس میں دوزخیوں کی انتہائی لہت و ذلت و خواری کا اظہار ہے انہیں ظالم فرما کر ان کے دوزخی ہونے کی وجہ
 بیان کر دی۔ ظالمین سے مراد کافرین ہیں۔ یا اللہ اس ظالم قوم کے ساتھ ہم کو نہ رکھنا دوزخ بھی عذاب ہے اور ان کی ہمراہی بھی
 عذاب۔ ان دونوں عذابوں سے تیری پناہ نہ ہم کو دوزخ میں بھیجنا نہ انہیں اعراف میں۔

خلاصہ تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ان تل جنت اور تل دوزخ کی گفتگو سے کوئی یہ دھوکہ نہ کھائے کہ دوزخ کی
 چشم جنت میں یا جنت کی ٹھنڈی ہوا خوشبو دوزخ میں پہنچے گی یہ نہ ہو سکے گا کیونکہ جنت دوزخ کے درمیان ایک مضبوط پردہ ہے
 جس کی وجہ سے لوہر کی کوئی چیز لوہر نہیں پہنچ سکے گی بلکہ جب جنتی لوگ دوزخیوں گنہگار مسلمانوں کو نکالنے دوزخ میں جائیں
 گے تب بھی ان کی نورانیت ایمان دوزخ کی آگ کیلئے حجاب بن جاوے گی جس سے وہ ان میں بالکل اثر نہ کرے گی اس پردہ اور
 دیوار کے اپری حصہ پر کچھ لوگ ہوں گے جو ابھی نہ جنت کے قاتل ہوئے نہ دوزخ کے لائق وہ ان جنتی دوزخی لوگوں کو میدان
 محشر سے ہی پہچانتے ہوں گے ان کی خاص نشانیوں سے وہ تل جنت کو دیکھ کر انہیں پکاریں گے کہ تم پر ہر طرح کی سلامتی ہو تم ہر
 آفت سے محفوظ رہو اللہ کی امن و لہن میں رہو یہ اعراف والے ابھی جنت میں داخل نہ ہوئے ہوں گے اس کے امیدوار ہوں
 گے کہ رب تعالیٰ ہم پر بھی کرم کرے اور ہم کو جنت میں پہنچا دے۔ اس لئے وہ جنتیوں کو دعائیں دیں گے کہ ان دعاؤں کی برکت
 سے اللہ ہم کو بھی جنت میں داخل کر دے اللہ کے بندوں کو دعائیں دے اللہ تعالیٰ سے مانگتا ہے پھر جب انہیں دوزخ کی طرف دیکھنا
 پڑے گا کہ ان کی نگاہیں لوہر پھیری جائیں گی تو وہ دوزخیوں سے برہم رہت خطاب کے بجائے انہیں سنا کر رب کی پناہ مانگیں گے

کہ خدا یا ہم کو ظالم و کافر قوم کے ساتھ نہ کر دے تاہم کو ان سے دور رکھ کر کرم فرما اس دعا سے دوزخیوں کو اور بھی تکلیف ہوگی۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: جنت دوزخ میں ایک دوسرے کی آوازیں نکالیں تو پہنچیں گی۔ مگر ہوائیں خوشبو بدبو وغیرہ کچھ نہ پہنچ سکے گی یہ فائدہ وینہما حجاب سے حاصل ہوا کہ یہ حجاب ان چیزوں کی روک کے لئے ہے۔ دوسرا فائدہ: جنت دوزخ میں مرد و عورتیں دونوں ہوں گے مگر اعراف میں صرف بالغ مرد ہی ہوں گے نہ کوئی عورت ہوگی نہ کوئی بچہ۔ یہ فائدہ رجال سے حاصل ہوا نیز وہاں کوئی جن بھی نہ ہو گا یہ فائدہ بھی رجال سے حاصل ہوا کیونکہ مطلق رجال صرف مرد انسانوں کو کہا جاتا ہے ہاں جب رجال من الجن کہا جاوے تو جن مرد مراد ہوتے ہیں یہاں رجال مطلق ہے۔ خیال رہے کہ اعراف یا تو اس حجاب ہی کا نام ہے یا اس حجاب کے اعلیٰ حصہ کا نام۔ ظاہر یہی ہے اعراف عین حجاب نہیں ورنہ علیہ فرمایا جاتا علی الاعراف نہ کہا جاتا۔ تیسرا فائدہ: قیامت میں جنتی دوزخی علامات نشانیوں سے پہچانے جائیں گے۔ یہ فائدہ ہسما ہم سے حاصل ہوا لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی قیامت میں سب کو پہچانیں گے۔ رب فرماتا ہے يعرف المعز مون ہسما ہم قیامت میں دوزخی ادگ اپنی نشانیوں سے پہچانے جائیں گے کہ ان کے منہ کالے آنکھیں نیلی ہاتھ پیچھے بندے ہوئے ہائیں ہاتھ میں نامہ اعمال جنتی ان کے برعکس لور فرماتا ہے لیومئذ لا یستل عن فنبہ انس ولا جان جو کہے کہ قیامت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پرانے کافر و مومن کی پہچان نہ ہو گی۔ وہ دراصل ان جیسی آیات کا منکر ہے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق میں مطالعہ فرماؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض غلام دنیا میں جنتی دوزخی لوگوں کو پہچانتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: نورانی مخلوق کروڑوں میل سے معمولی آواز سن لیتی ہے اور باریک سے باریک چیز دیکھ لیتی ہے دیکھو اعراف جنت اور دوزخ دونوں سے لاکھوں کروڑوں میل دور ہے مگر وہاں کے لوگ جنتی جہنمی کو دیکھیں گے بھی اور ان سے کلام بھی کریں گے اہل جنت کو سلام بھی کریں گے دنیا میں نورانی لوگ دور سے سن لیتے ہیں اور دیکھ لیتے ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے میلوں دور سے چیونٹی کی آواز سن لی لبسم ضاحکا من لولہا یہ فائدہ و نادوا اصحاب الجنتہ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: اللہ والوں کو دور سے سلام کرنا جائز ہے دیکھو اعراف کے لوگ کروڑوں میل سے اہل جنت کو سلام کریں گے۔ یہ فائدہ ان سلام علیکم سے حاصل ہوا۔ ہم لوگ نماز میں کہتے ہیں السلام علیک ایہا النبی۔ اگرچہ یہ سلام ملاقات کے سلام نہیں۔ لہذا مسلمانوں کا یہ پڑھنا یا نبی سلام علیک بالکل درست ہے۔ چھٹا فائدہ: اعراف والے درجہ میں جنتی لوگوں سے کم ہوں گے کہ وہ تو جنت میں پہنچ چکے مگر حضرات ابھی وہاں کے امیدوار ہیں۔ یہ فائدہ وہم بطعمون سے حاصل ہوا۔ حضرت صدر الافاضل قدس سرہ نے فرمایا کہ اعراف پر صالحین و انبیاء کرام اور یہ کم درجہ لوگ سب ہی ہوں گے مگر مختلف مقصودوں سے۔ ساتواں فائدہ: بروں کی سنگت بھی بری ہے اللہ ہر مسلمان کو اس سے بچائے۔ یہ فائدہ لا تجعلنا مع القوم الظالمین سے حاصل ہوا۔ اسی طرح اچھوں کی سنگت بھی اچھی ہے رب فرماتا ہے لا ولشک مع النین انعم اللہ علیہم لکڑی کے ساتھ لوہا بھی تر جاتا ہے۔

پہلا اعتراض : یہ مذکورہ حجاب اور اعراف ایک ہی چیز ہے یا مختلف چیزیں۔ جواب: اس کے متعلق مجھے تین قول ملتے ہیں ایک یہ کہ دونوں ایک ہی چیز ہے نام مختلف ہیں۔ دوسرے یہ کہ اس حجاب کے اوپری حصہ کا نام اعراف ہے تیسرے یہ کہ دونوں مختلف چیزیں ہیں حجاب اور ہے اعراف کچھ اور نہ علی الاعراف نہ فرمایا جاتا بلکہ علیہ کہا جاتا واللہ و رسولہ

اعلم۔ دوسرا اعتراض: جب جنت اور دوزخ اوپر نیچے واقع ہے تو درمیان میں حجاب یعنی پردہ ہونا کیا معنی پردہ تو دو برابر کی چیزوں میں ہوتا ہے۔ جواب: اس کی وجہ ہم ابھی عرض کر چکے کہ یہ حجاب اس لئے ہو گا کہ جنت کی خوشبو ٹھنڈی ہو اور دوزخ میں نہ پہنچے اور دوزخ کی لوبدو جنت میں نہ آئے باقی لوگوں کی نگاہیں آوازیں وہاں پہنچ سکیں اوپر نیچے کی چیزوں میں بھی حجاب ہو سکتا ہے ہانڈی چولے پر ہو تو ہانڈی کا تلہ آگ اور پانی کے درمیان حجاب ہے حالانکہ یہ دونوں وہاں اوپر تلے ہوتے ہیں۔ تیسرا اعتراض: اعراف میں صرف مرد ہی کیوں ہوں گے عورتیں کیوں نہ ہوں گی جب جنت دوزخ دونوں جگہ مرد عورتیں سب ہیں تو اعراف پر بھی سب چاہئے تھے۔ جواب: دو وجہ سے ایک یہ کہ عورتوں کی وہاں بے پردگی ہوتی کہ وہ جنتی دوزخیوں کو دیکھتیں اور وہ لوگ ان عورتوں کو۔ دوسرے یہ کہ اعراف کی ڈیوٹی وہ ادا نہ کر سکتیں ان کی ڈیوٹی جنتیوں کو بشارات دینی اور دوزخیوں پر پھنکار کرنی ہے عورت کی آواز کا بھی پردہ ہے۔ دیکھو دنیا میں عورت امام، موزن، سلطان، حاکم نہیں بن سکتی کہ ان چیزوں میں عورت کے چہرے یا آواز کی بے پردگی ہے۔ چوتھا اعتراض: تم نے کہا کہ اعراف پر بچے نہ ہوں گے حالانکہ قیامت لو اس کے بعد سب جوان ہوں گے کوئی بچہ نہ ہو گا پھر اس کا کیا مطلب ہے۔ جواب: مطلب یہ ہے کہ جو دنیا میں بچے مرے وہ اعراف میں نہ ہوں گے کیونکہ اعراف میں وہ جائیں گے جن کی نیکیاں بدیاں برابر ہوں گی بچے اعمال کے مکلف ہی نہیں پھر وہاں وہ کیسے رہیں۔ پانچواں اعتراض: اعراف کے لوگ جنتیوں کو پکاریں گے مگر دوزخیوں کے متعلق ارشاد ہوا واذا صرفت ابصارہم جب ان کی آنکھیں دوزخیوں کی طرف پھیری جائیں گی ان دونوں بیانون میں فرق کیوں ہے۔ جواب: اس فرق کو ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے کہ اعراف کے لوگ جنت کو بخوشی دیکھیں گے مگر دوزخ کو بخوشی نہ دیکھیں گے بلکہ انہیں دکھنا پڑے گی اس لئے بنظر وایا وارشاد نہیں ہوا بلکہ صرفت ابصارہم فرمایا گیا۔ چھٹا اعتراض: دعا کی جگہ تو دنیا ہے پھر اعراف کے لوگ وہاں یہ دعا کیوں مانگیں گے کہ خدا یا ہم کو ظالم قوم کے ساتھ نہ رکھ۔ عبادات، ریاضات، توبہ، دعا یہ سب چیزیں دنیا کی ہیں۔ جواب: یہ قاعدہ غلط ہے دعائیں وہاں بھی ہوں گی حتیٰ کہ انبیاء کرام اپنی امت کے لئے عرض کریں گے اللہم سلم سلم بعض عبادات جنت میں ہوں گی جیسے اللہ کل ذکر تلاوت قرآن۔ ہاں ثواب اس عبادت پر ملے گا جو دنیا میں کر لی جاوے وہاں عبادات لذت کے لئے ہوں گی اگر مان لیا جاوے تو ان کی یہ دعا دوزخ والوں کو زیادہ ذلیل کرنے کے لئے ہو گی۔

نوٹ: بعض لوگ کہتے ہیں کہ اعراف میں راحت بھی ہوگی اور تکلیف بھی کبھی جنت کی، ہوا آگنی تو باغ باغ ہو گئے دوزخ کی لوہاں گئی تو تکلیف پائے ان کا خد یہ آیت بن سکتی ہے کہ اس میں واذا صرفت ارشاد ہوا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

حورن بہشتی را دوزخ بود اعراف از دوزخیاں پرس کہ اعراف بہشت است

تفسیر صوفیانہ: دنیا میں بعض حجاب و پردہ نظر کے لئے ہوتے ہیں بعض سماعت یعنی کانوں کے لئے بعض دل کے لئے بعض روح کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر دیدار گفتار سب میں فیض و تجلی تھی اور ہے اور تاقیامت رہے گی مگر ابو جہل اور تاقیامت کفار ایسے حجاب میں ہیں جس سے وہ یہ فیض نہیں لے سکتے ہیں رب فرماتا وجعلنا من بینہم سدا ومن خلفہم سدا لا غشیمہم لہم لا یبصرون وہ حجاب ہماری سمجھ سے باہر ہے یونہی دنیا میں نفسانی لوگ دوزخی ہیں اور ایمانی لوگ جنتی ان دونوں کے درمیان قدرتی حجاب ایسا ہے جس سے ایک دوسرے کو اس حجاب کی وجہ سے نہیں دیکھتے وہ حجاب

پسری اوصاف اور نفسانی اخلاق ہیں۔ ان دونوں گروہوں کے درمیان اہل اللہ ہیں جو ان دونوں کو جانتے پہچانتے ہیں یہی لوگ اعراف یعنی جان پہچان والے معرفت والے ہیں یہ حضرات جنتیوں کو ان کے نور قلب کے آثار سے جانتے پہچانتے ہیں یونہی دوزخ والوں کو ان کے دل کی ظلمت کی نشانی سے پہچانتے ہیں یہ لوگ درحقیقت مرد ہیں اس لئے انہیں رجال فرمایا کہ وہ ماسویٰ اللہ میں مردوں کی طرح تصرف کرتے ہیں مگر کوئی چیز ان میں اثر نہیں کر سکتی فرماتا ہے۔ رجال لا تلهيهم تجارتهم ولا بيع عن ذكر الله اور فرماتا ہے رجال صدقوا اور فرماتا ہے فله رجال يحبون ان يتطهروا خواص اور عوام میں یہ لوگ مردی بلندی ہمت ہی کی وجہ سے ممتاز ہوتے ہیں یہ اعراف والے جب دنیا میں جنتی لوگوں کو جنتی نعمتوں یعنی ذکر و فکر میں مشغول دیکھتے ہیں تو انہیں مبارکباد دیتے ہیں مگر خود ان کا اپنا یہ حال ہے کہ جنت میں داخل نہیں ہوتے وہ تو اپنے رب کے وصال کی طمع رکھتے ہیں اور وہ اس جنت میں داخلہ کی امید میں ہیں۔ جو رب کی اپنی جنت و داخلی جنتی اور جب یہ لوگ دوزخ والوں یعنی نفسانی انسانوں کو دیکھتے ہیں تو رب سے عرض کرتے ہیں کہ خدایا ہم کو ان سے بلکہ ان کی صحبت سے بچا صوفیاء فرماتے ہیں۔ ان اعراف والوں کی نظر میں اللہ تعالیٰ نفسانی لوگوں کی طرف پھیرتا ہے تاکہ یہ لوگ اللہ کا شکر کریں کہ اس نے انہیں آفت فراق سے بچالیا (روح البیان)۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ الْأَعْرَافِ رَجُلًا يَعْرِفُونَهُمْ بِسِيمَاهُمْ قَالُوا مَا أَغْنَىٰ

اور ندادیہا گئے اعراف والے ان لوگوں کو کہ پہچانتے ہیں وہ ان کو نشانی سے ان کی کہیں گے نہیں دے

اور اعراف والے کچھ مردوں کو پکارے گئے جنہیں ان کی نشانی سے پہچانتے ہیں کہیں گے تمہیں کیا کام آیا

عَنْكُمْ جَمْعَكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تُسْكِبُونَ ۖ أَهَؤُلَاءِ الَّذِينَ أَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُ

کیا تمہیں تمہاری جماعت سے اور وہ جس کو تم بڑا سمجھتے تھے۔ کیا یہ وہ لوگ ہیں کہ قسم کھائی تھے نہ دینا

تمہارا جمعہ اور وہ جو تم غرور کرتے تھے۔ کیا یہ ہی وہ لوگ جن پر تم قسمیں کھاتے تھے

لَهُمُ اللَّهُ بِرَحْمَةٍ أَدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَا أَنْتُمْ تَحْزَنُونَ ۝

ان کو اللہ رحمت کچھ داخل ہو جاؤ تم لوگ جنت میں نہیں ہے ڈر او پر تمہارے اور نہ تم لوگ ٹھیکس ہو گئے

کہ اللہ انہیں رحمت کچھ نہ کرے گا ان سے تو کہا گیا کہ جنت میں جاؤ نہ تم کو اندیشہ اور نہ کچھ غم

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں اعراف والوں کو وہ کلام بیان ہوا جو وہ جنت والوں سے کریں گے اب ان میں اعراف والوں کی وہ گفتگو بیان ہو رہی ہے جو وہ دوزخیوں سے کریں گے یعنی لعن طعن اور پھنکار کیونکہ ہر چیز اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں اس دعا کا ذکر تھا جو اعراف والے

دوزخیوں کو دیکھ کر رب تعالیٰ سے دعا کریں گے مگر ان دوزخیوں کو سنا کر اب انہی اعراف والوں کے اس طعنہ کا ذکر ہے جو وہ براہ راست دوزخیوں کو دیں گے گویا بالواسطہ طعنوں کے بعد بلاواسطہ طعنوں کا ذکر ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں اعراف والوں کی مختلف گفتگو ہے کا ذکر تھا اب ان کی ایک جامع کلام کا ذکر ہے جو وہ جنتی دوزخیوں کے درمیان کریں گے کہ دوزخیوں کو جنتی لوگ اور ان کے عیش و آرام دکھا کر ان سے یہ خاص گفتگو کریں گے انہیں ان کی دنیاوی نعمتیں ان کے عیش ان کے تکبر و دلائیں گے تاکہ ان کا غم اور زیادہ ہو۔

تفسیر: و نادى اصحاب الاعراف رجالا يعرفونہم بسماہم یہ جملہ نیا ہے اس لئے اس کا اول ابتدائیہ ہے اور چونکہ یہ پکارنا یقینی و قطعی ہے اس لئے نادى ماضی ارشاد ہوا۔ اگرچہ یہ پکار آئندہ قیامت میں ہوگی اعراف والوں سے مراد وہی لوگ ہیں جو عارضی طور پر اس وقت اعراف میں قیام پذیر ہوں گے جیسے کرایہ دار کو مکان والا یا دکان والا کہا جاتا ہے یعنی مکان یا دکان میں فی الحال رہنے والا رجال فرما کر بتایا کہ اعراف والے نہ تو دوزخی جنات سے یہ کلام کریں گے کیونکہ وہ اگرچہ کافر تھے مگر مسلمانوں کے ساتھ وہ برتاؤ نہ کرتے تھے جو یہاں مذکور ہے اور نہ خطاب کافر دوزخی عورتوں سے ہے کیونکہ وہ نامحرم عورتوں سے گفتگو نہ کریں گے یہ ہے ان کی شرم و حیاء کافر بچوں سے کیونکہ کفار کے بچے دوزخ میں نہیں جائیں گے کیونکہ انہوں نے کفر و شرک و گناہ کئے ہی نہیں۔ رب فرماتا ہے وما تعززون الا ما کتم تعملون اس لئے رجال فرمایا نیز عام کفار سے خطاب نہ کریں گے جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے۔ بلکہ رجال سے مراد سرداران کفر ہیں جیسے ابو جہل، ابولہب، امیہ ابن خلف اور تاقیامت کفار کے سردار اس لئے انہیں رجال کہا گیا يعرفون کا مطلب یہ ہے کہ انہیں دنیا سے ہی پہچانتے تھے یا قیامت میں یا اس نداء کے وقت پہچانیں گے کہ یہ فلاں کافر ہے یہ فلاں ان کی دنیاوی علامات سے جو وہ دنیا میں دیکھتے تھے یعنی اعراف کے باشندے سرداران کفر کو پکاریں گے انہیں اور ان کی سرداری کو ان کی خاص علامات سے پہچانتے ہوں گے کیونکہ عام کافروں کی علامات تو سب میں ہوں گی جیسے منہ کالا ہونا ہاتھ بندھے ہونا وغیرہ مگر سرداران کفر کی ان کے علاوہ خصوصی علامات ہوں گی جس سے وہ پہچانے جائیں گے کہ یہ سردار ہیں جیسے عام مسلمانوں کی علامات سب میں ہوں گی مگر حضرات اولیاء، علماء، صحابہ، تنبیاء کرام کی علامات خصوصی علاوہ ہوں گی عالم دین کے باپ کے سر پر تاج ہو گا جس کا ہر موتی آفتاب سے روشن ہو گا۔ قالوا ما احنی عنکم جمعکم یہ عبارت قالوا کا بیان ہے احننا بنا ہے احناء سے معنی بے نیاز کرنا دفع کرنا اس کا مفعول پوشیدہ ہے عذاب اللہ جمعکم سے مراد یا تو ان کا جہنم ان کی جماعت ہے جس کے وہ دنیا میں سردار تھے یا معنی جمع کرنا ہے ما احنی میں ما یا تو استفہامیہ ہے یا تانیہ یعنی تمہاری جماعت یا تمہارے مل جمع کرنے نے کیا عذاب الہی دفع کیا یا کچھ بھی دفع نہیں کیا وما کتم تستکبرون بعض قرات میں ہے تستکبرون ث سے تب ما سے مراد مل یا اولاد خدا ہو غیرہ ہیں یعنی وہ مل و اسباب خدا و غیرہ جنہیں تم دنیا میں برہانے کی فکر میں رہے مگر ہماری قرات میں تستکبرون ہے ب سے اس صورت میں ما سے مراد یا تو ان کے بت اور معبودان باطلہ ہیں اور ما موصولہ یعنی وہ بت جنہیں تم بہت بڑا سمجھتے تھے یا وہ چیزیں جن کی وجہ سے تم بڑے بنتے تھے یا ما مصدریہ ہے یعنی تمہارے تکبر و غرور نے غرضیکہ اس جملہ کی تین تفسیریں ہیں تم سے عذاب دور نہ کیا اس مل و اسباب نے جسے تم مرتے وقت تک برہانے رہے یا ان بتوں نے جنہیں تم بہت بڑا یعنی رب سمجھتے تھے یا اس مل و اولاد نے جس کی وجہ سے تم اپنے کو بڑا سمجھتے تھے یا تمہارے غرور و تکبر نے اھولاء النین اقستم لا ینالہم اللہ

برحمتہ ظاہر یہ ہے کہ یہ کلام بھی اعراف والوں کا ہے اور خطاب دوزخی سرداروں سے ہے ہولا میں اشارہ ان فقراء مومنین کی طرف ہے جو اب جنت میں پہنچ کر عیش کر رہے ہیں جیسے حضرت بلال، عمار، سلمان فارسی وغیرہم جنہیں کفار دنیا میں حقیر سمجھتے تھے ان کی غریبی کی وجہ سے یعنی اے دوزخی سردارو! ان جنتی مساکین کو دیکھو کیا یہ وہی لوگ ہیں جن کے متعلق تم دنیا میں قسم کھا کر کہتے تھے کہ جیسے یہ دنیا میں کمزور ہیں ایسے ہی آخرت میں رہیں گے انہیں اللہ تعالیٰ کوئی رحمت و نعمت دے گا ہی نہیں اگر خدا ان سے راضی ہو تا تو یہ لوگ یہاں فقیر مسکین کیوں ہوتے مگر بعض مفسرین نے فرمایا کہ اعراف والوں کا گزشتہ کلام سن کر دوزخی انہیں جواب دیں گے کہ تم بھی تو جنت میں نہیں ہو ہماری طرح تم بھی وہاں سے خارج ہو جیسے ہم کبھی جنت میں نہیں جا سکتے ایسے تم بھی ہمیشہ اعراف میں ہی رہو گے۔ جنت میں کبھی نہ جاؤ گے تم ہم کو طعن کیوں دے رہے ہو تب دوزخیوں کو فرشتے یہ جواب دیں گے اس صورت میں ہولا سے اشارہ ان اعراف والوں کی طرف ہے یعنی اے مردود کیا تم قسمیں کھا کر کہہ رہے ہو کہ ان اعراف والوں کو اللہ اپنی رحمت نہ دے گا انہیں جنت میں داخل نہ کرے گا تم جھوٹے ہو۔ ادخلوا الجنة لا خوف علیکم ولا انتم تعزون اس فرمان میں بھی وہی دو احتمال ہیں اگر یہ اعراف والوں کا قول ہے تو ادخلوا میں خطاب جنت والوں سے ہے اور ادخلوا کے معنی ہیں داخل رہو کیونکہ وہ حضرات جنت میں داخل تو پہلے ہی ہو چکے ہیں یعنی اے جنتیو! اب تم جنت میں ہی رہو سو بے کھٹکے اور بے غم تمہیں نہ یہاں سے نکالا جاوے نہ موت آوے گویا داخل معنی خلود ہے اور اگر یہ فرشتوں یا رب تعالیٰ کا کلام ہے تو ادخلوا میں خطاب اہل اعراف سے ہے یعنی اے اعراف والو! تمہارے متعلق دوزخی تو کہتے ہیں کہ تم کو اللہ رحمت کبھی نہ دے گا۔ ہم فرماتے ہیں جاؤ جنت میں داخل ہو جاؤ۔ بے کھٹک بے خوف اس وقت اعراف والے جنت میں داخل کئے جائیں گے۔ (معانی۔ خازن) خوف اور حزن کے معنی ان میں فرق ان کے اقسام، ہم بارہا بیان کر چکے ہیں لا خوف فرما کر ہر قسم کے خوف کی دائمی نفی فرمادی اور لا انتم تعزون فرما کر ہر قسم کے غم کی دائمی نفی کر دی چونکہ غم گھڑی گھڑی نئے نئے زالے ہوتے رہتے ہیں لہذا خوف اور غم کو فرق کے ساتھ بیان فرمایا لا تعزون نہ فرمایا لا حزن علیکم ارشاد نہ ہوا۔ خوف آئندہ پر ہوتا ہے۔ دنیا میں بعض خوف و غم صالحین کو بھی ہوتے ہیں جسے اللہ کی ناراضی عذاب کا خطرہ وہاں جنت میں یہ بھی نہ رہے گا۔

خلاصہ تفسیر : ابھی تفسیر سے معلوم ہوا کہ ان آیات کی بہت تفسیریں ہیں ہم ان میں سے ایک تفسیر عرض کرتے ہیں جو کہ قوی بھی ہے ظاہر بھی۔ جن اعراف والوں کا ذکر تم سن چکے ان کا مقام چونکہ جنت و دوزخ کے درمیان ہے اس لئے انہیں جنتی اور جنتیوں دوزخی اور دوزخیوں سب نظر آتے ہوں گے وہ دوزخی سردار ان کفر کو آواز دیں گے جنہیں وہ ان کی خاص نشانیوں سے پہچانیں گے کہ یہ فلاں سردار ہے اور یہ فلاں انہیں پکار کر کہیں گے کہ بولو تمہارے وہ دھڑے دوستوں کے مجمع اور وہ ساز و سلان جن پر تم غرور کرتے تھے کیا ان میں سے کسی چیز نے تم سے عذاب الہی دفع کیا وہ سب چیزیں بالکل بے کار ثابت ہوئیں بلکہ وہ تمام چیزیں بھی دوزخ میں جھونک دی گئیں ولودھا الناس والحجارة اس کا جواب دوزخی نہ دے سکیں گے بلکہ شرمندہ ہو جائیں گے پھر وہ کہیں گے کہ اے دوزخیو! دیکھو وہ ہیں جنت میں جنتی فقراء و مساکین جنہیں تم نظر حقارت سے دیکھا کرتے تھے دیکھو وہ ہیں بلال وہ ہیں خبیب وہ ہیں سلمان فارسی وہ ہیں سیب وہ ہیں عمار (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) جو کہ عیش کر رہے ہیں تم ان کے متعلق بتوں کی قسمیں کھا کر کہا کرتے تھے کہ انہیں اللہ تعالیٰ کبھی کسی نعمت سے نوازے گا ہی نہیں

کیونکہ اللہ ان سے ناراض ہے اس لئے تو انہیں غریب و مساکین رکھا ہے یہ کہہ کر پھر دوزخیوں کو سنا تے ہوئے ان جنتیوں سے کہیں گے کہ خوب مزے سے جنت میں رہو سو نہ تم پر کوئی خطرہ و ڈر اور نہ تم کبھی غمگین ہوؤ گے نہ مرو گے نہ نکالے جاؤ گے نہ تیار پڑو گے نہ کبھی رب تم سے ناراض ہو گا۔ غرض کہ ہر طرح کی امن و امان میں ہو۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اعراف والے لوگ جنت والوں اور دوزخ والوں سب کو الگ الگ پہچانتے ہوں گے کہ یہ فلاں مومن ہے اور یہ فلاں کافر۔ یہ فائدہ معروفون فرمانے سے حاصل ہوا کہ معلومون نہیں فرمایا۔ علم کلیات کے جاننے کو بھی کہتے ہیں مگر معرفت جزئی کے تفصیلی علم کو ہی کہتے ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں فتجلی لی کل شی و عرفت بلکہ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اعراف والوں کو دوزخیوں جنتیوں کے اعمال۔ احوال سارے اقوال کی بھی خبر ہوگی دیکھو وہ کہہ رہے ہیں کہ اے دوزخی سردارو! تم ان مساکین کے متعلق یہ یہ باتیں کہا کرتے تھے یہ ہے ان کا علم۔

نوٹ : قیامت کی وحشت میں لوگ ایک دوسرے کو نہ پہچان سکیں گے مگر حالات کے نارمل ہونے پر اپنی جان پہچان پھر قائم ہو جاوے گی حتیٰ کہ جنتی لوگ جب دوزخ سے گنہگاروں کو نکالنے جائیں گے تو ان کے دل ایمان کی مقدار و کیفیت کو بھی جانیں گے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ دوسرا فائدہ: بعض کافر انسان کافر انسان جنت بلکہ شیطان سے بدتر ہیں کیونکہ اعراف والے شیطان یا کافر جنت سے یہ کلام نہیں کریں گے بلکہ کافر انسانوں سے۔ یہ فائدہ درج بالا الخ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: مومنوں کو ان کے دوست۔ اولاد ان کے بزرگ اسی طرح ان کا مل وغیرہ سب کچھ کام آوے گا کہ ان کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کا عذاب یا ہلکا کر دے گا یا ختم فرما دے گا متقیوں کے درجات برحادثے گا کیونکہ وہاں ان چیزوں کا کام نہ آنا کفار پر عذاب ہے۔ یہ فائدہ ما احنی عنکم الخ سے حاصل ہوا جو شے کفار کے لئے عذاب ہے مومنین اس سے محفوظ ہیں ان شاء اللہ۔ چوتھا فائدہ: قیامت میں مومن کا تکبر بھی ان شاء اللہ فائدے دے گا مگر وہ تکبر جو مومن جہلوں میں کفار کے مقابل کرتا ہے یہ تکبر عیلت ہے مومن کے مقابل تکبر حرام ہے نبی کے مقابل تکبر کفر ہے ولیوں اور علماء کے مقابل تکبر کفر تک پہنچا دیتا ہے یہ فائدہ وما کتم تستکبرون سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: دنیا میں مومن کی فقیری یا کافر کی امیری سے یونہی مومن کی تکلیف کافر کے عیش سے دھوکہ نہیں کھانا چاہئے۔ اصل عیش آخرت کا ہے اللہ تعالیٰ حبیب کے صدقہ وہ نصیب کرے۔ یہ فائدہ اھولاء الذین الستم الخ سے حاصل ہوا۔

شدت بلا مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کیلئے
چھٹا فائدہ: ان شاء اللہ حقیقی دائمی بے خونی بے غمی جنت میں داخلہ ہوگی اس سے پہلے تو ہر دم دھڑکا کا ہے یہاں کا خوف و غم وہاں کی بے خونی بے غمی کا ذریعہ ہے یہاں کی گریہ زاری وہاں کی خوشی کا اور یہاں کی بے خونی یہاں کی ہنسی خوشی غفلت والی وہاں کے خوف و غم کا باعث ہے۔ یہ فائدہ لا خوف علیکم الخ سے حاصل ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

از پس ہر گریہ آخر خندہ زیست مرد آخر میں مبارک بندہ ایست

پہلا اعتراض : دوزخیوں کو دجال کیوں فرمایا گیا یہ لفظ تو عظمت و احترام کا ہے۔ جواب: یا تو یہ بتانے کے لئے کہ اعراف

والے دوزخی عورتوں سے کلام نہ کریں گے صرف مردوں سے کلام کریں گے اجنبی عورتوں سے وہاں بھی احتراز کریں گے یا یہ بتانے کے لئے کہ جن دوزخیوں سے یہ گفتگو ہوگی وہ دنیا میں اپنی قوم کے سردار تھے ان کی رجائیت دنیا کے لحاظ سے ہے۔ دوسرا اعتراض: یہاں ہسما ہم کیوں فرمایا کہ وہ دوزخیوں کو نشانیوں سے پہچانیں گے وہ لوگ تو دوزخی ہی ہیں انہیں نشانیوں سے پہچاننے کے کیا معنی۔ جواب: یہ حضرات علامات سے یہ جانیں گے کہ یہ فلاں سردار ہے اور یہ فلاں ان کا دوزخی ہونا نہیں پہچانا جاوے گا بلکہ ان کا فلاں فلاں ہونا علامات سے جانا جاوے گا۔ تیسرا اعتراض: اعراف کے لوگ اہل جنت سے یہ کیوں کہیں گے کہ ادخلوا الجنة وہ تو جنت میں پہلے ہی داخل ہو چکے ہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر چکا کہ اگر یہ کلام اعراف والوں کا جنتیوں سے ہے تو دخول کے معنی ہیں داخل رہنا یعنی وہاں رہنا اور اگر فرشتوں کا یا رب تعالیٰ کا کلام ہے جو اعراف والوں سے ہو گا تب تو ظاہر ہے کہ اس گفتگو پر رب تعالیٰ اعراف والوں سے فرمائے گا کہ جنت میں جاؤ۔ چوتھا اعتراض: یہاں خوف اور حزن دونوں کی نفی کی گئی ہے مگر طرز بیان مختلف ہیں لا خوف اور لا ہم یحزنون دونوں کو یکساں کیوں بیان نہ فرمایا لا خوف لا حزن یا کہ لا یخافون اور لا یحزنون۔ جواب: اکثر خوف و حزن دوام ہوتا ہے اور رنج و غم میں تعجل یعنی غم آتے جاتے رہتے ہیں مومن کو ایک خوف قیامت اول سے آخر تک رہتا ہے اسی طرح خوف خدا خوف خرابی خاتمہ مگر غم ہر دن ہر ساعت نئے نئے آتے۔ اس دوام اور تعجل کو ظاہر کرنے کے لئے مختلف عبارتیں ارشاد ہوئیں۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا میں نیک بختی کی علامات چند ہیں 'نیک لوگوں سے محبت' 'نیک لوگوں کی صحبت' تلاوت قرآن مجید' شب بیداری' علماء دین سے قرب۔ اس کے مقابل بد بختی کی علامات بھی چند ہیں۔ برے لوگوں سے محبت' بدوں سے خلط و ملط' قرآن مجید سے غفلت' دن کھیل کود میں' رات غفلت میں گزارنی' علماء دین سے نفرت' بد بخت لوگوں اللہ والوں کو بے وقوف اور ان کی صحبت کو بیکار بلکہ مضر سمجھتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم لوگ عاقل ہیں یہ بے عقل ہیں ہم نے عقل کے ذریعہ دنیا کمالی ایسے ہی دین بھی عقل ہی سے کمائیں گے قیامت میں اعراف والے ان بد نصیبوں سے یہی کہیں گے کہ آج اپنی عقل سے جنت میں جا کر دیکھ لو آج تم عاقل دوزخ میں ہو یہ لوگ جنہیں تم بے عقل کہتے تھے جنت میں ہیں بے دین کے پاس ملایا ہے جیسے گدھے پر قیمتی جھول جیسے قیمتی جھول سے گدھا گھوڑا نہیں بن جاتا ایسے ہی بے دین مل سے دیندار بن نہیں جاتا۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

نہ منعم بمل از کے بہتر است خراو رجل اطلس پوشد خراست
بدیں عقل و ہمت نخوانم کست و گر میرود صد غلام از پست

جس چیز کی بنیاد محبت ہے اس کی ہر چیز میں محبوبیت ہے دیکھو مکہ معظمہ کی آبادی کی بنیاد آب زمزم ہے کہ قبیلہ جرہم اس بانی کی وجہ سے یہاں آئے بے مگر نہ منورہ کی آبادی کی بنیاد عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے کہ حضرت سلمان علیہ السلام سے بیچ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر سنا اور یہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں بیس گئے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق و محبت میں اس دیر ان جنگل میں آئے بے دیکھ لو آج مکہ معظمہ میں عظمت تو ہے مگر نہ منورہ میں عظمت کے ساتھ محبوبیت بھی ہے کہ ہر شخص اس کے فراق میں رو رہا ہے جتنے قصیدے مدینہ پاک کے لئے لکھے گئے۔ اتنے مکہ معظمہ کے لئے نہ لکھے گئے جیسا تخم دیے پھل پھول شاخیں وغیرہ جس بستی کا تخم محبت و عشق ہے اس کے ہر ذرہ میں محبوبیت و معشوقیت ہی ہوگی اللہ جنت

کی اصل عشق ہے دوزخیوں کی اصل عقل۔ انجام ظاہر ہے اس لئے اعراف والے کہیں گے کہ ما اھنی عنکم الخ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کافر انسان کافر شیطان سے بدتر ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نجدیوں کو قرن الشیطان یعنی شیطان کا سینک فرمایا۔ ہناک مطلع قرن الشیطان وہاں شیطانی گروہ نکلے گا تین و جموں سے ایک یہ کہ سینک والے جانور ہیں سارے جسم میں زیادہ سخت سینک ہی ہوتا ہے یہ شیطان سے زیادہ سخت ترین کہ شیطان تو اللہ والوں سے ڈرتا بلکہ ان کے سایہ سے بھاگتا ہے۔ حضرت عمر کے سایہ سے شیطان بھاگتا ہے مگر یہ ہمیشہ اللہ والوں ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں کہ نبیوں کے پاس کچھ نہیں دلوں میں کوئی کمال نہیں۔ دوسرے یہ کہ سینک والا جانور ہمیشہ سینک ہی سے لڑتا ہے کہ آگے سینک کرتا ہے پیچھے سے زور خود لگاتا ہے۔ شیطان بھی اللہ والوں کے آگے انہیں کو کرتا ہے پیچھے سے زور اپنا لگاتا ہے تیسرے یہ کہ سینک والا جانور جب کسی گھر میں داخل ہوتا ہے تو پہلے اپنے سینک داخل کرتا ہے بعد میں باقی جسم۔ ابلیس دوزخ میں پہلے ان کو داخل کرے گا تب سے پیچھے خود جائے گا۔

وَنَادَىٰ أَصْحَابُ النَّارِ أَصْحَابَ الْجَنَّةِ أَنْ أَفِضُوا عَلَيْنَا مِنَ الْمَاءِ أَوْ

اور پکاریں گے آگ والے بہشت والوں کو یہ کہ ڈالو ہم پر کچھ پانی یا

اور دوزخی بہشتیوں کو پکاریں گے ہمیں اپنے پانی کا کچھ فیض دو یا

مِمَّا رَزَقَكُمُ اللَّهُ قَالُوا إِنَّ اللَّهَ حَرَّمَ مَا عَلَى الْكَافِرِينَ ۝۱۰۱

کچھ وہ نعمتیں جو دی تم کو اللہ نے کہیں گے وہ تحقیق اللہ نے حرام کیا ان دونوں کو اور کافروں کے وہ

اس کھانے کا جو اللہ نے تمہیں دیا کہیں گے بے شک اللہ نے ان دونوں کو کافروں پر حرام

اتَّخَذُوا دِينَهُمْ أَهْوَاءَ وَلَعِبًا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ نَنُصِّرُهُم

جنہوں نے بنایا دین کو اپنے کھیل اور کدو اور دھوکے میں ڈال دیا انکو دنیاوی زندگی نے پس آج

کیا ہے جنہوں نے اپنے دین کو تماشا بنا لیا اور دنیا کی زیست نے انہیں فریب دیا تو آج

كَمَا نَسُوا لِقَاءَ يَوْمِهِمْ هَذَا وَمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَجْحَدُونَ ۝۱۰۲

جھٹلا دیں گے ہم ان کو جیسے کھول گئے تھے وہ ملنا اپنے اس دن کا اور وہ کہ تھے ہماری آیتوں کا انکار کرتے

ہم انہیں جھوٹے دیں گے جیسا انہوں نے اس دن کے ملنے کا خیال چھوڑا تھا اور جیسا ہماری آیتوں کا انکار

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے: پہلا تعلق: پچھلی آیات میں جنت والوں کی نعمتوں اور دوزخی لوگوں کے عذابوں کا اجمالی طور پر ذکر ہوا اب فرمایا جا رہا ہے کہ دوزخی لوگ جنتیوں سے بھیک مانگیں گے مگر نہ پاسکیں گے۔ گویا ان کی ناشادی کا ذکر پہلے ہوا اور ان کی نامرادی کا ذکر اب ہو رہا ہے دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں سرداران کفر کی اس

برائی کا ذکر تھا جو وہ دنیا میں لوگوں پر جتاتے تھے کہ ہم بڑے ہیں مومن لوگ چھوٹے اب اس تکبر کے نتیجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ یہی سرداران جنتی مساکین سے دست سوال دراز کریں گے اور محروم رہیں گے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ دوزخی لوگ جنتی نعمتوں کے اپنے اعمال کی وجہ سے مستحق نہ ہوئے اب ارشاد ہے کہ انہیں یہ نعمتیں بغیر استحقاق یعنی بھیک سے بھی نہیں مل سکیں گی کہ جنتیوں سے مانگیں گے مگر محرومی کا جواب نہیں گے۔

تفسیر: و نادى اصحاب النار اصحاب الجنة یہ جملہ نیا ہے اس کی واؤ ابتدا یہ ہے یہ واقعہ اس وقت ہو گا جبکہ اعراف والے جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے دوزخی رب تعالیٰ کی یہ کرم نوازی دیکھ کر بارگاہ الہی میں درخواست کریں گے کہ مولا ہم کو اپنے قربت دار جنتیوں سے کچھ کہنے کی اجازت دے رب کی طرف سے اجازت ملے گی اور اہل جنت سے فرمایا جائے گا کہ تم سے تمہارے عزیز قربت دار جو دوزخ میں ہیں کچھ کہنا چاہتے ہیں چنانچہ جنتی لوگ دوزخ کی طرف جائیں گے۔ تب دوزخی یہ عرض کریں گے یہاں بھی اصحاب النار سے مراد دوزخی کفار و مشرکین ہیں اور اصحاب الجنة سے مراد ان دوزخیوں کے عزیز قربت دار جنتی ہیں۔ دوزخی بیٹا اپنے جتنی باپ کو دوزخی بیٹی بیوی اپنے جتنی ماں اور خاوند کو پکارے گی۔ حضرت ابن عباس نے یہی تفسیر فرمائی۔ (حازن روح البیان، تفسیر کبیر وغیرہ) خیال رہے کہ ان آیات میں چند نواں کا ذکر ہوا جنتیوں کا دوزخیوں کو پکارنا پھر اعراف والوں کا دوزخیوں کو پکارنا اب مذکور ہے۔ دوزخیوں کا پکارنا پہلا پکارنا اور کارنے پھٹکارنے کے لئے تھا دو سر پکارنا شرمندہ کرنے کے لئے اب یہ پکارنا لجاجت اور بھیک مانگنے کے لئے ہے جیسا پکارنے والا وہی پکار ہم کو رب پکارتا ہے ایسے جیسے حاکم رعایا کو پکارتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پکارتے ہیں جیسے داتا بھکاریوں کو پکارتا ہے کچھ دینے کے لئے ہم رب کو پکارتے ہیں جیسے مجرم حاکم کو پکارتا ہے معافی مانگنے کے لئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارتے ہیں جیسے بھکاری داتا کو پکارتا ہے مانگنے کے لئے۔ چونکہ دنیا میں دوزخی کفار متکبر تھے فقراء مومنین سے بات کرنا گوارا نہیں کرتے تھے اب اس کے عوض میں یہ متکبرین ان جنتیوں کو پکاریں گے بھیک مانگنے کے لئے ایسی آواز سے جیسے بھکاری سختی کو پکارتے ہیں یہ ہے تکبر کا عوض۔ ان المضا علینا من الماء یہ ہے نہ کا مقصود المضا بنا ہے افات سے جس کا لہو ہے فیض معنی اوپر سے کوئی پتلی چیز بھانا چونکہ جنت اوپر ہے دوزخ نیچے اس لئے وہ یہ عرض کریں گے اگرچہ دوزخی بھوکے بھی ہوں گے مگر انہیں پیاس اور تشنگی کی سخت تکلیف ہوگی اس لئے پانی پہلے مانگیں گے۔ علینا کہہ کر یہ بتایا کہ پانی ہم پر بہاؤ تاکہ جنت کے ٹھنڈے پانی سے ہم غسل بھی کر لیں جس سے ہمارے جھلے ہوئے بدن کچھ ٹھنڈے ہو جائیں اور پی بھی لیں جس سے ہماری پیاس بجھے اس لئے المضا بھی کہا یعنی ہم پر کثرت سے جنت کا پانی بہاؤ۔ خیال رہے کہ واقعہ کے معنی بھی ہیں بہانہ اور افاضہ کے معنی بھی ہیں بہانا مگر واقعہ میں بہانے سے برتن خالی ہو جاتا ہے مگر افاضہ میں برتن خالی نہیں ہوتا جسے چھلکنا کہتے ہیں وہ افاضہ کہہ کر یہی بتا رہے ہیں کہ کچھ پانی اور دوسری نعمتیں ہم کو دے دو ہمارا بھلا ہو جائے گا تمہارے ہاں کوئی کمی نہ ہوگی کہ جنت کی نعمتیں دائمی ہیں خرچ کرنے دینے سے کم نہیں ہوتیں جیسے دنیا میں سمندر کا پانی ہو یا سورج کا نور یا علم۔ اوما رزقکم اللہ عبارت معطوف ہے من الماء پر اس میں گفتگو ہے کہ اس سے کیا مراد ہے بعض نے فرمایا کہ اس سے مراد جنت کی دوسری چیزیں ہیں جیسے دودھ شراب طہور وغیرہ کیونکہ پتلی چیزیں بھائی جاتی ہیں بعض نے فرمایا کہ اس سے جنت کے میوے کھانے مراد ہیں جیسے شاعر کہتا ہے علینا ہا تناء و ماء ہا راء ہم نے اونٹنی کو بھوسہ اور ٹھنڈا پانی چاہا حالانکہ پانی چاہا نہیں جاتا پلایا جاتا

ہے۔ (مدارک) یعنی تغلباً یہ کہا گیا جب یہ روز فی نہایت عاجزی لجاجت سے یہ بھیک مانگیں گے تو اہل جنت کی طرف سے چالیس سال تک کوئی جواب نہ ملے گا یہ لوگ برابر آہ و زاری سے مانگتے رہیں گے چالیس سال کے بعد اہل جنت کو حکم ہو گا کہ انہیں جواب دو (روح البیان) تب وہ کہیں گے ان اللہ حرمہما علی الکافرین نہایت بے نیازی سے جنتی لوگ کہیں گے کہ ہم تم کو یہ بھیک نہیں دے سکتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کی یہ چیزیں کافروں پر حرام کر دی ہیں۔ خیال رہے کہ یہ تحریم شرعی نہیں بلکہ تکوینی ہے جیسے حرمنا علیہ المراضع ہم نے موسیٰ علیہ السلام پر دایاں حرام کر دیں کیونکہ وہاں شرعی احکام حرام حلال جاری نہ ہوں گے (مدارک) یعنی ایسے مہ قعوں پر حرام معنی محروم کر دینا محفوظ کر دینا ہوتا ہے یہاں معنی محروم کرنا وہاں معنی موسیٰ علیہ السلام کو محفوظ کرنا کافرین فرمانے سے صراحت "معلوم ہوا کہ یہ واقعہ کافر دوزخیوں سے ہو گا اللعین اتعنوا دنہم لہوا ولعبا یہ الکافرین کی صفت ہے اس میں کفار کا دنیاوی حال بیان ہوا یعنی وہ کفار جنہوں نے دنیا میں کھیل تماشوں کو اپنا دین بنالیا تھا کہ گناہ بے ڈھول ڈھما کے تالیاں سیٹیاں وغیرہ کو عبادت سمجھ بیٹھے تھے نیز ان کا کعبہ معظمہ کی حفاظت کرنا مسجد حرام کو آباد کرنا حجاج کی خدمت کرنا اگرچہ نیکیاں ہیں مگر ان کے لئے کھیل کود ہیں کیونکہ وہ یہ کام نبی کی اطاعت کے ماتحت نہیں کرتے لہذا ان کا کوئی نتیجہ نہیں اور جس کا نتیجہ کوئی نہ ہو وہ کھیل کود ہوتا ہے لہذا یہ فرمان بالعموم درست ہے لہوا اور لعب قریباً ہم معنی ہیں بعض نے کہا کہ ناجائز باتوں میں مشغول ہو کر اپنا غم غلط کرنا ہو ہے اور بری باتوں کے ذریعہ خوشی و سرور حاصل کرنا لعب ہے (روح البیان) بعض نے فرمایا کہ یہاں دین سے مراد عید ہے یعنی وہ کفار جو اپنے عید اور تیوہاروں میں بجائے عبادت کرنے کے کھیل تماشے کرتے تھے یا انہوں نے دین کا دار اپنے نفس پر رکھا کہ جسے چاہا حلال کر لیا اور جسے چاہا حرام سمجھ لیا وغیرتہم الحیوة النہایہ ان کفار کا دوسرا عیب ہے جو ان کی جنت سے محرومی کا سبب ہوا غرور بنا ہے غرور سے معنی دھوکہ ہم کا مرجع وہی روز فی لوگ ہیں۔ حیوة دنیا کے معنی اور دنیا کی زندگی دنیا میں زندگی۔ دنیا کے لئے زندگی ان کا فرق ہم بیان کر چکے ہیں انبیاء و اولیاء بلکہ ان کے صدقہ سے عام متقی مومنوں کی زندگی حیوة دنیا نہیں ہوتی کفار کی زندگی حیوة دنیا ہے یعنی ورازی عمر عیش و آرام کثرت مل و عزت خواہشات نفسانی میں مشغولیت نے انہیں دین سے حجاب میں رکھا اللہ رسول پر ایمان لانے سے روکا حتیٰ کہ انہیں اسی حالت میں موت آگئی (خازن) ان دونوں عیبوں کا انجام یہ ہوا کہ فالیوم ننساہم یہ کلام رب تعالیٰ کا اپنا ہے اس فرمان علی کی دو تفسیریں ہیں ایک یہ کہ الیوم سے مراد ان کی دنیاوی زندگی کا زمانہ ہے ننساہم ہے نسیان سے معنی بھول جانا رب تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے لہذا اس کے معنی ہیں چھوڑ دینا ان کی دستگیری نہ کرنا انہیں نیک اعمال کی توفیق نہ دینا سرے یہ کہ الیوم سے مراد قیامت ہے یا دوزخیوں کے بھیک مانگنے کا وہ وقت جس کا ذکر ابھی ہوا تو ننساہم کے معنی یہ ہیں کہ ہم ان کو دوزخ میں بھوکا پیا سا چھوڑ دیں گے دنیاوی جیلوں میں میعاد قیدیوں کے لئے تین رعایتیں ہوتی ہیں ان کے قید کے دن شمار کرنا کسی خوشی کے موقع پر انہیں چھوڑ دینا جب ان کی جیل کی میعاد قریب ہو تو ان پر آسانی کر دینا ان سے کام نہ لینا مگر غدار جنہیں عمر قید کی سزا ملے ان کے لئے یہ کوئی رعایت نہیں پڑے رہیں یہی اصل دوزخ کا ہے کہ مومن گنہگاروں کی میعاد کی حساب اگر جنتی لوگ سفارش کر دیں تو چھٹکارا مگر کافر غداروں کے لئے یہ کچھ نہیں وہ پڑے رہیں ان کے لئے ہے ننساہم بہر حال مطلقاً چھوڑنا مراد نہیں خواہ دنیا کا ذکر ہو یا دوزخ کا دنیا میں کفار کو رزق ملتا ہے دوزخ میں وہ اللہ تعالیٰ کی پکڑ میں رہیں گے کما ننساوا لفاء یومہم ہذا اس کا تعلق ننساہم سے ہے یعنی جسے کفار دنیا میں قیامت کو وہاں کی سزا جزا کو رب کی بارگاہ

میں پیش ہونے کا خیال چھوڑ بیٹھے تھے ایسے ہی ہم آج دنیا میں انہیں ان کے نفس و شیطان کے حوالے کر دیں گے ان کی دھمکیری نہ کریں گے یا آج قیامت میں انہیں دوزخ سے نہیں نکالیں گے ان کی بات نہ پوچھیں گے۔ خیال رہے کہ یہاں نسیان سے مراد بھول چوک نہیں یاد کا مقابل بلکہ دیدہ دانستہ قیامت کا انکار کرنا اس کا خیال تک چھوڑنا مراد ہے اس لئے ارشاد ہوا کہ وما کانوا یحسدون۔ یہ عبارت معطوف ہے مانسوا پر۔ آیات سے مراد یا تو کتب الہیہ کی آیتیں ہیں یا دلائل قدرت ہیں یا حضرت انبیاء کرام خصوصاً "حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات یحسدون نہا ہے محود سے معنی دانستہ طور پر یہ انکار کرنا یعنی ہم انہیں اس لئے بھی چھوڑ دیں گے کہ وہ ہماری آیات و نشانیوں کا دیدہ دانستہ انکار کرتے رہے اسی انکار پر مرے اب وقت نکل جانے پر کیوں روتے چلاتے بھیک مانگتے ہیں۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ وہ گفتگو تو سن چکے جو جنتی لوگ دوزخیوں سے کریں گے اور وہ کلام بھی سن چکے جو اعراف والے دوزخیوں جنتیوں دونوں سے کریں گے اب تیسری قسم کا وہ کلام بھی سن لیں جو دوزخی لوگ اپنے جنتی عزیزوں قرابت داروں سے دوزخ میں سے پکار کر کریں گے جب یہ لوگ اعراف والوں پر رب تعالیٰ کی کرم نوازی دیکھیں گے تو اپنے عزیز قریبی جنتیوں کو نہایت لجاجت خوشامد سے پکاریں گے اباجی، اباجی، اور چچامیاں، تائے میاں ہم جل گئے بھن گئے بھوکے پیاسے ہیں کچھ تم مہربانی کرو کہ جنت کا ٹھنڈا پانی یا وہاں کی اور چیزیں دودھ شراب طہور یا وہاں کے پھل وغیرہ جو تمہیں رب نے دے رکھے ہیں ان میں سے ہم پر بھی کچھ بہا دو کہ ہم بھی کھاپی لیں نہالیں بہت عرصہ کے بعد جنتی لوگ نہایت بے رخی سے جواب دیں گے کہ دور ہو جاؤ اللہ نے یہ چیزیں کفار پر حرام کر دیں انہیں ان سے یکسر محروم فرمادیا پھر تم ہم سے یہ سوال کیوں کرتے ہو ان کفار کا یہی حال تھا کہ انہوں نے دنیا میں کھیل تماشوں کو اپنا دین سمجھ لیا ناچنے گانے کودنے کو عبادت جان لیا انہیں ان کی دنیاوی زندگی نے دھوکہ دے دیا وہ سمجھے کہ بس جو کچھ مزے اڑاتے ہیں دنیا میں اڑا لیں قیامت ہوگی نہ حساب و کتاب نہ سزا جزا تو جیسے وہ دنیا میں آخرت کا خیال چھوڑ بیٹھے تھے آج ہم بھی انہیں دوزخ میں چھوڑ دیں گے اور جیسے وہ ہماری آیات کا انکار کرتے رہے ہم بھی انہیں اسی طرح بھوکا پیاسا رکھیں گے۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے : پہلا فائدہ : دنیا کا غرور یہاں کا تکبر آخرت کی ذلت خواری اور رسوائی کا سبب ہے دیکھو وہ غرور و تکبر والے کفار جو دنیا میں غریب مسلمانوں سے بہت کرنا اپنی ذلت سمجھتے تھے وہ دوزخ میں پہنچ کر ان سے کھانے پینے کی بھیک مانگیں گے یہ نتیجہ ہے غرور کا قطبی فرعون بنی اسرائیل کو بہت ذلیل سمجھتے تھے مگر جب ان پر خون کا عذاب آیا تو قطبی سبلی نے ایک برتن میں کھایا مگر قطبی کی طرف خون اور سبلی کی طرف سالن آخر کار حکم دیا کہ سبلی اپنے منہ میں روٹی پانی لے کر فرعون بنی اسرائیل کے منہ میں ڈالے مگر پھر بھی سبلی کے منہ میں پانی قطبی کے منہ میں خون یعنی رب نے اسرائیلیوں سے قبطیوں کے منہ میں تھو کو ادیا، کلیاں کر دیں یہ ہے غرور کا انجام۔ دوسرا فائدہ : اس کے برعکس مومنوں کا رب کے سامنے عجز و انکسار مخلوق سے تواضع نرمی کا نتیجہ وہاں کی عزت و سرخروئی کا ذریعہ ہے۔ یہ دونوں فائدے ان المصنوعینا سے حاصل ہوئے۔ تیسرا فائدہ : جنت اوپر ہے دوزخ نیچے۔ یہ فائدہ بھی المصنوعینا سے حاصل ہوا کیونکہ المصنوعینا کے معنی ہیں اوپر سے نیچے کی طرف بہنا۔ چوتھا فائدہ : جنتی مومن کو دوزخی کافر سے قطعاً "محبت نہ ہوگی نہ اس کے

حل زار پر رحم آئے گا اگرچہ وہ اس کا بیٹا بنی۔ بن بھائی یا ماں باپ بیوی یا کوئی اور قریبی عزیز ہو۔ یہ فائدہ ان اللہ حرمہما سے حاصل ہوا کہ جنتی لوگ رب سے وعادہ کریں گے کہ خدایا ہم کو اجازت دے کہ ہم اپنے ان دوزخی عزیزوں کو کچھ کھادیں۔ وہاں محبت ایمانی ہوگی جان خونی رشتے سب ٹوٹ چکیں گے۔ رب فرماتا ہے الا خلاء یومئذ بعضہم لبعض عدوا لا المتقین۔ پانچواں فائدہ: مومن کی زندگی حیوۃ دنیا نہیں ہوتی بلکہ اس کی آخرت کی کھیتی ہوتی ہے کہ وہ دنیا میں جوتا ہے آخرت میں کاتا اور اس سے نفع حاصل کرتا ہے اللہ وہ زندگی نصیب کرے مومن کی زندگی کا نام ہے حیوۃ طیبہ۔

لطیفہ : ایک بار ابو جہل نے مذاق و دل لگی کے طور سے ایک شخص کو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بھیجا کہ آپ اپنی جنت سے ایک خوشہ انگور کچھ میوے مجھے بھیج دیں جب قاصد نے یہ بکواس حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں کی تو حضرت صدیق اکبر نے فوراً فرمایا ان اللہ حرمہما علی الکافرین اللہ نے یہ چیزیں کفار پر حرام کی ہیں تو کیسے کھاپی سکتا ہے (روح البیان) یہ ہے کفار کی غفلت۔ دوسرا لطیفہ: ایک بار قاری احمد حسین مرحوم پاک پٹن شریف سے آرہے تھے راستہ میں انہیں ایک وہابی ملا بولا آپ کہاں سے آرہے ہیں بولے پاک پٹن شریف سے۔ تو وہ مذاق میں قاری صاحب کو سو گھننے لگا قاری صاحب بولے کیا سو گھنتے ہو وہ بولا کہ پاک پٹن میں بہشتی دروازہ ہے آپ وہاں سے آرہے ہیں آپ کے جسم سے بہشت کی خوشبو سو گھنا چاہتا ہوں۔ قاری صاحب نے فرمایا کہ بہشت کی خوشبو کافروں پر حرام ہے وہابی بالکل خاموش ہو گیا۔ چھٹا فائدہ: جنت سے دوزخیوں تک یہاں کی آوازیں نکلیں گی مگر یہاں کی خوشبو ٹھنڈی ہو اور غیرہ مطلقاً نہیں پہنچے گی۔ یہ فائدہ حرمہما سے حاصل ہوا دیکھو ریڈیو کے ذریعہ آواز اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ بولنے والے کی شکل جگہ محسوس ہوتی ہے مگر ان کے اسٹیشنوں کی دوسری چیزیں وہاں کی ہوا خوشبو ٹھنڈک گرمی وغیرہ نہیں پہنچتی۔ مومن کی قبر میں جنت کی ہوا خوشبو فرشتے وغیرہ پہنچتے ہیں مگر وہاں کے حورو غلمان نہ پہنچتے ہیں نہ ان کا نظارہ ہوتا ہے۔ ساتواں فائدہ: کھیل تماشوں کو دینی کام اور عبادت سمجھنا اور اصل عبادت سے غافل ہو جانا طریقہ کفار ہے اور جنت کی نعمتوں سے محرومی کا باعث۔ یہ فائدہ اتعذوا فہم لہوا ولعبا سے حاصل ہوا۔ افسوس کہ موجودہ زمانہ کے بہت سے بے دین پیر اور ایسے بے دین پیروں کے مرید یہ تعلیم بھول گئے بھنگ چرس ڈھوم ڈھماکے گانا چٹان چیزوں کو اصل عبادت سمجھ بیٹھے۔ نماز روزے اور دوسرے دینی کاموں سے بیکسر غافل ہو گئے پھر اپنے آپ کو ولی اللہ سمجھتے ہیں گھنے بھنگ تو چڑھے رنگ یا علی مدو یہ ہے ان مردودوں کی عبادت رب تعالیٰ ان کے شر سے مسلمانوں کو بچائے۔ آٹھواں فائدہ: کامیاب زندگی وہ ہے جو اللہ کے ذکر اور اپنی عاقبت کی فکر محشر کی یاد وغیرہ میں گزرے تاکہ زندگی وہ ہے جو غفلت میں کٹے رب فرماتا ہے فاذا کرونہ اذ کو کم ”تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا“ یہ فائدہ فہم الخ سے حاصل ہوا۔

زندگی بہت از برائے زندگی! زندگی بے زندگی شرمندگی

نواں فائدہ: اللہ کاسب سے بڑا عذاب یہ ہے کہ بندے سے اللہ رسول کی نگاہ کرم ہٹ جائے یہ فائدہ فہم الخ سے حاصل ہوا اگر گھر میں ماں باپ مدرسہ میں استاذ پچے سے تنگ آکر اس کو اس کے حل پر چھوڑ دیں تو اس کا انجام یہی ہے رب کفار کے متعلق حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرماتا ہے فہم لا کلاوا وحتمتوا اے محبوب انہیں چھوڑ دو کھائیں پیئیں مومنوں کے متعلق فرماتا ہے ولا تعدعنا ک عنہم مسلمانوں سے آپ کی جگہ نہ ہٹائیں۔

پہلا اعتراض : دوزخی کفار اہل جنت سے پانی وغیرہ ملنے کی امید پر مانگیں گے یا مایوس ہیں۔ جواب: سیدنا عبد اللہ ابن عباس کے فرمان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امید سے مانگیں گے اعراف والوں کا بہشت میں پہنچ جانا اور جنت میں ان کے عزیزوں قربت واروں کا ہونا انہیں امید دلائے گا وہ لوگ دوزخ سے نکلنے سے تو ناامید ہوں گے مگر دوزخ میں جنت کی نعمتیں پہنچ جانے کے امیدوار دو سرے مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ ناامیدی کے باوجود یہ سب کچھ مانگیں گے جیسے ڈوبتا ہوا آدمی پانی کے جھاگ میں ہاتھ مارتا ہے حالانکہ جانتا ہے کہ جھاگ مجھے پانی سے نکال نہیں سکتے یہ اضطراری حالت ہوتی ہے ویسے ہی ان کی حالت ہوگی کہ سخت گھبراہٹ میں ان ہونی چیز مانگنے لگیں گے (تفسیر کبیر، روح المعانی)۔ دوسرا اعتراض : یہاں ارشاد ہوا کہ اللہ نے جنت کی نعمتیں دوزخیوں پر حرام کر دی ہیں، حالانکہ حرام حلال اور دوسرے شرعی احکام کی جگہ تو دنیا ہے وہاں احکام شرعیہ کیسے جاری ہو گئے۔ جواب : ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے کہ یہاں حرام معنی محرومی ہے حلال کا مقتل حرام مراد نہیں جیسے وحرمتنا علیہ المراضع یا جیسے وحرام علی قرنتہ اہلکناھا انہم لا يرجعون۔ تیسرا اعتراض : یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مومن ماں اپنے کافر بیٹے کو دوزخ میں جلا دیکھے اور اسے ترس نہ آئے یہ تو فطرت ملوری کے خلاف ہے۔ جواب : دنیا میں محبتیں خونی رشتے سے بھی ہیں مگر وہاں محبتیں صرف ایمان روحانی رشتے سے ہی ہوں گی بلکہ دنیا میں بھی رب نے اس کا نظارہ کرا دیا ہے دیکھو کفار عرب کا حال کہ ماں اپنی بیٹی کو اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کر دیتی تھی، ناگن اپنے بچوں کو خود کھا لیتی ہے مرغی اولاد اپنے بچوں پر جان چھڑکتی ہے مگر کچھ دن بعد ان کی دشمن ہو جاتی ہے اگر وہاں بھی محبت نفرت میں تبدیل ہو جائے تو کیا تعجب ہے۔ چوتھا اعتراض : رب فرماتا ہے واما السائل فلا تنهر بھکاری کو جھڑکو نہیں کچھ دے دو وہاں جنتی اس پر عمل کیوں نہ کریں گے وہ ان بھکاریوں کو کیوں نہ دیں گے۔ جواب : یہ حکم دنیا میں ہے وہاں نہ ہو گا دنیا میں بھی اگر بھکاری ایسی جج مانگے جس کا وہ اہل نہ ہو تو اسے نہ دیا جائے بے ادب کافر قرآن مجید کی بھیک مانگے تو نہ دوزخ کی کفار ان نعمتوں کے لال نہ ہوں گے۔ پانچواں اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ دوزخیوں پر جنت کاپانی وغیرہ حرام ہے مگر بخاری شرف کتب الرضلع کی حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ابولہب کو اس کی کلمہ کی انگلی سے دوزخ میں پانی ملتا ہے اور دوشنبہ کو عذاب ہلکا ہوتا ہے وہ پانی کا ہوتا ہے جواب : اگر وہ پانی جنت کا ہی ہو تو اس آیت میں قانون کا ذکر ہے اور اس حدیث میں خصوصی عطیہ کا ذکر ہے چونکہ اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت کی خوشی میں ثوبہ کو آزلو کیا تھا اس لئے خصوصی طور پر یہ کرم خسروانہ ہوا۔ چھٹا اعتراض : اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ہم دوزخیوں کو بھول جائیں گے حالانکہ اللہ تعالیٰ بھول چوک سے پاک ہے؟ جواب : یہاں بھولنے سے مراد ہے اس کا نتیجہ یعنی ان کو چھوڑ دیں گے جیسے بھولی بسری چیز چھوڑ دی جاتی ہے اس کی مفصل تفسیر الرحمن الرحیم کے تحت عرض کی جا چکی ہے۔ ساتواں اعتراض : یہاں چھوڑنے کے معنی بھی درست نہیں ہوتے کیونکہ دوزخی کفار ہمیشہ اللہ کی پکڑ میں ہوں گے پھر انہیں چھوڑا کیسے گیا۔ جواب : چھوڑنے سے گرفت اور پکڑ سے چھوڑنا مراد نہیں بلکہ مطلب یہ ہے کہ ہم انہیں عذاب میں بھوکا پیاسا چھوڑ دیں گے ان کی دستگیری نہیں کریں گے۔ آٹھواں اعتراض : یہاں ارشاد ہوا کہ کفار قیامت کو بھول گئے تھے وہ اسے بھولے کب تھے وہ تو اس کے منکر تھے۔ جواب : یہاں بھولنے سے مراد ہیں اس کے لازمی معنی یعنی قیامت کی تیاری نہ کرنا خواہ اس کا انکار کر کے خواہ اس سے غافل رہ کر بعض کافر قیامت کو مانتے ہیں مگر کرتے ہیں شرک و کفر وہ بھی درحقیقت اسے بھولے ہوئے ہیں اس کی کچھ تفصیل ہم آیت کریمہ لا تواخننا ان نسبنا او اخطانا

کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں اللہ تعالیٰ اپنا خوف قیامت کاڑوہاں کی تیاری کی توفیق دے آمین۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا میں مومن بھی رہتا ہے اور کافر بھی مگر کی دنیا مومن کے لئے سلامتی کی جگہ ہے اور کافر کے لئے ہلاکت کا مقام کہ مومن دنیا کو عارضی نزول سمجھ کر سماں اعمال کی کاشت کرتا رہتا ہے مرتے دم تک نیکیاں برعطا رہتا ہے کافر اسے اپنا اصلی مقام سمجھ کر آخرت سے غافل ہو جاتا ہے دریا کاپانی مچھلی کے لئے زندگی کا باعث ہے خشکی کے جانوروں کے لئے ہلاکت کا سبب کیونکہ مچھلی کو قدرت نے ایسا غصہ بخشا ہے جس سے پانی اس کے پیٹ میں داخل نہیں ہوتا وہ بے تکلف پانی والی ہوتا تو اندر لے لیتی ہے سانس لیتی رہتی ہے مگر پانی اندر نہیں آنے دیتی دو سرے جانوروں کے پیٹ میں ہوا کے ساتھ پانی بھی داخل ہو جاتا ہے ان میں ہو پانی میں چھانٹ کرنے کا مادہ نہیں یونہی مومن دنیا کی نعمتیں استعمال کرتا ہے مگر غفلت دل میں نہیں آنے دیتا مگر کافر کے پیٹ میں نشت دل میں غفلت دونوں چیزیں جاتی ہیں اس فرق کی وجہ سے مومن جنت کا مستحق ہوا کافر دوزخ کا مستحق غافل دل والے کے پیٹ میں جنت کی نعمتیں سما نہیں سکتیں کسی نے دنیا کا نقشہ کس عمدگی سے کھینچا ہے۔

در دیدہ اعتبار خواہیت ہر رہگذر سراپے است!
مشغول مشوبہ سرخ وز روش اندیشہ مکن ز گرم و سردش
سرماء آفت است ز نمار خود راز فریب او نگہدار

اس آیت کریمہ میں انہیں غفلوں کے انجام کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔

وَلَقَدْ جِئْنَاهُمْ بِكِتَابٍ فَصَّلْنَاهُ عَلَىٰ عِلْمٍ هُدًى وَرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُؤْمِنُونَ ﴿٥٧﴾

اور ابہ تحقیق لئے ہم ان کے پاس ایک کتاب تفصیل دار بیان کیا ہم نے اسے مطابق علم کے ہدایت اور رحمت واسطے قوم کے جو ایمان رکھتے اور بیکہ ہم ان کے پاس کتاب لائے جس میں ہم نے ایک بڑے علم سے مفصل کیا ہدایت رحمت ایمان والوں کے لئے۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں جنتی دوزخیوں اور اعراف والوں کے حالات ان کی گفتگو سوال و جواب وغیرہ کا ذکر ہوا اب قرآن مجید کی عظمت بیان ہو رہی ہے جس نے ان سب کو قبل از وقت ان چیزوں سے خبردار فرمایا تاکہ وہ اس وقت سے پہلے اس کا انتظام کر لیں مومن بن کر وہاں پہنچیں کافر بن کر نہ پہنچیں گویا حالات بیان فرمانے کے بعد ان حالات کا بیان کرنے والی کتاب کے کمالات بیان ہو رہے ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ دوزخی کفار جنتی مومنوں سے پانی وغیرہ کی بھیک مانگیں گے مگر نہ پائیں گے اب اس کی وجہ بیان ہو رہی ہے کہ اس محرومی کا سبب یہ ہے کہ وہ دنیا میں کتاب الہی میں یہ ساری باتیں سن کر بھی ایمان نہ لائے تھے۔ ایسے ڈھیٹ لوگوں کی سزا یہی ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا تھا کہ یہ کفار دنیا میں آخرت کو بھول گئے تھے اب بھولنے کے معنی بتائے جا رہے ہیں کہ وہ بے خبر نہ تھے ہم نے حضرات انبیاء کرام اور آسمانی کتب کے ذریعہ انہیں سب کچھ بتا دیا تھا مگر وہ دیدہ دانستہ ان چیزوں پر ایمان نہیں لائے اس وجہ سے عذاب کے مستحق ہوئے۔

تفسیر : ولقد جئنا ہم بکتاب چونکہ دنیا میں آسمانی کتابوں کا آنا اللہ کی بڑی ہی رحمت ہے جیسے زمین پر آسمانی بارش کا نزول نیز قیامت میں کفار انبیاء کرام کی تبلیغ آسمانی کتب کے نزول کا انکار کریں گے ان وجوہ سے اس مضمون کو لام اور قد کی ڈبل تاکیدوں سے شروع فرمایا۔ خیال رہے کہ آسمانی کتاب کا نبی پر لانا حضرت جبریل کا کام ہے اور مخلوق کے پاس کتاب لانا نبی کا کام ہے اللہ تعالیٰ بذات خود نہ تو نبی کے پاس کتاب لاتا ہے نہ لوگوں کے پاس مگر چونکہ مقبول بندوں کا کام در حقیقت رب تعالیٰ کا کام ہوتا ہے اس لئے جئنا ہم فرمایا یعنی ان کے پاس کتاب ہم لائے ہم کا مرجع یا تو سارے جہان کے کافر ہیں یا سارے مومن و کافر اور کتاب سے مراد ہے آسمانی کتاب خواہ کوئی بھی ہو توریت و انجیل و قرآن ہو یا اور صحیفے یعنی ہم لوگوں کے پاس آسمانی کتاب مختلف اوقات میں مختلف نبیوں کے ذریعہ لائے یا ہم کا مرجع اہل عرب ہیں اور کتاب سے مراد قرآن مجید یعنی ہم بواسطہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اہل عرب کے پاس قرآن مجید لائے کتاب کے معنی اور اس کی قسمیں اور کتاب و صحیفے میں فرق اور کونسی کتاب کس نبی پر کس کس تاریخ میں آئی ہم پہلے پارے میں فالک الکتاب کی تفسیر میں اور دوسرے پارے میں شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں فصلانہ عبارت یا تو کتاب کی صفت یا محل ہے یا جتنا کی ضمیر سے حل ہے۔ یہ بنا ہے تفصیل سے جس کلامہ فصل ہے معنی جدا کرنا چونکہ تفصیل میں ہر مضمون دوسرے سے جدا اور ممتاز ہو جاتا ہے اس لئے اسے تفصیلی کہا جاتا ہے یعنی ہم نے اس کتاب کے ہر مضمون کو تفصیل وار جدا جدا کر کے بیان فرمایا۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں تو ہر قسم کے مضامین ہیں۔

حلال حرام محکم مشابہ بشیر نذیر قسۃ عتۃ مثل (صلوی بیان)

یہ سب مضامین تفصیل سے بیان فرمائے گئے ہیں بعض تو بلا واسطہ اور بعض حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کے قرآن میں مجمل تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تفصیل فرمادی جیسے نماز روزہ حج و زکوٰۃ کہ انہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ رب نے مفصل کیا جیسے ہم کو قرآن رب نے دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے واسطہ سے اور فرمایا جئنا ہم ہم ان کے پاس لائے یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت یونہی رب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت قرآن مجید کی تفصیل فرمائی مگر فرمایا فصلانہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے صفات حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احوال سب قرآن کریم کی تفصیل ہے یا یہ مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو کتاب تفصیل وار سبحادی الرحمن القرآن۔ علی علم یہ عبارت یا تو فصلانہ کے فاعل سے حل ہے یعنی ہم نے عالم کل ہو کر اس کتاب کو مفصل فرمایا جس کتاب کی تفصیل فرمانے والے ہم عالم کل ہوں تو سمجھ لو کہ کتاب کیسی شاندار ہوگی اور تفصیل کیسی اعلیٰ اور یا یہ عبارت فصلانہ کی ضمیر مفعول سے حل ہے یعنی مشتما "علی علم دونوں صورتوں میں علم کی تئین تعظیم کے لئے ہے یعنی یہ کتاب بہت بڑے علم پر شامل ہے اس صورت میں کتاب کی چار صفتوں کا یہاں بیان ہوا معصل ہونا اس میں بڑے علوم کا ہونا اور تیسری چوتھی صفت ہدی و رحمت ہماری قراۃ میں و رحمت کے فقہ سے ہے اور یہ عبارت کتاب کا محل ہے یا مفعول لہ بعض قراتوں میں ت کے پیش سے ہو پوشیدہ کی خبر اور جملہ کتاب کا محل یا صفت ہے بعض قراءتوں میں و رحمت کے کسر سے ہے علم کا بدل غرضیکہ اس جملہ کی چار تفسیریں ہیں ہدایت کے معانی اور اس کی اقسام اور کون سی ہدایت کے ملتی ہے نیز رحمت کے معنی اور اس کے اقسام ہم پہلے پارے میں عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ قرآن کریم ایمان کی ہدایت کفار کے لئے ہے عمل و تقویٰ کی ہدایت

مومنین کے لئے ہے عرفان کی ہدایت اولیاء اللہ اور کاملین کے لئے ہے اور ان شاء اللہ لقاء رحمن کی ہدایت قیامت میں سب کے لئے ہوگی یہی حال ہونے کا ہے کہ قرآن مجید سارے انسانوں کے لئے رحمت عامہ ہے اور مومنین کے لئے رحمت خاصہ اور عارفین کے لئے رحمت خاص الخاصہ۔ اس لئے آگے ارشاد ہوا القوم یومنون یہ عبارت ہدی ورحمت دونوں کے متعلق ہے قوم سے مراد انسان و جنات دونوں ہیں یومنون یا تو معنی حال ہے تو مطلب یہ ہے کہ جو قوم ایمان رکھتی ہے اس کے لئے یہ کتاب ہدایت اور رحمت دونوں ہے اور معنی استقبال ہے یعنی جو لوگ ایمان لانے والے ہیں جن کے نصیب میں یہ لکھا ہے کہ وہ آگے چل کر ایمان قبول کر لیں گے ان کے لئے ہدایت بھی ہے اور رحمت بھی مگر جو بد نصیب ایمان لانے والے ہی نہیں ان کے لئے قرآن عذاب ہے بارش تمام کھیتوں درختوں کے لئے رحمت ہے مگر بعض پودوں کے لئے عذاب کہ اس سے وہ جل جلتے ہیں بہر حال اس کتاب کے چار صفات یہاں بیان ہوئے۔ خیال رہے کہ لقوم یومنون فرما کر بتایا کہ قرآن مجید مومنوں کے لئے رحمت و ہدایت ہے نہ کہ اے محبوب آپ کے لئے آپ تو خود رحمت عالمین ہیں اور ہماری طرف سے ہدایت یافتہ ہیں پھر مومنوں میں جس درجہ کا مومن اس درجہ کی رحمت و ہدایت ہے۔

خلاصہء تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم ہم ان دوزخی کفار کو غافل رکھ کر یہ مذکورہ عذاب نہیں دیں گے ہم نے ان لوگوں کے پاس آسمانی کتاب یا یہ قرآن مجید پہنچا دی ہے جس میں یہ چار صفات ہیں اس میں رحمت عذاب غیبی چیزیں احکام وغیرہ تفصیل وار بیان فرما دیئے آپ نے وہ سب کھول دیئے دوسرے یہ کہ یہ کتاب عظیم علم پر شامل ہے اس میں ہمارے علوم موجود ہیں تیسرے یہ کہ یہ کتاب مومنوں کے لئے ہدایت ہے۔ چوتھے یہ کہ یہ کتاب ان کے لئے رحمت ہے جب ہم نے ان کو دنیا میں سب کچھ بتا دیا فرما دیا پھر یہ کافر ہی رہے تو اب ان کو عذاب دیا جانا بلا وجہ اور بلا قصور بے خبری کی حالت میں نہ ہو گا اور نہ وہ کوئی عذر کر سکیں گے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : اللہ کے مقبول بندوں کا کام اور حقیقت اللہ تعالیٰ کا کام ہے دیکھو بندوں تک کتاب الہی اللہ تعالیٰ نے نہیں پہنچائی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک حضرت جبریل نے پہنچائی اور مخلوق تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مگر رب تعالیٰ نے ان دونوں کاموں کو اپنا کام قرار دیا کہ فرمایا جتنا ہم۔ دوسرا فائدہ : تمام انسانوں کو انبیاء کرام کی معرفت کتاب الہی ضرور پہنچی، خولہ صحیفہ کی شکل میں ہوئی یا مکمل کتاب کی صورت میں۔ یہ فائدہ جتنا ہم ہر کتاب کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا کہ ہم سے مراد سارے کفار یا سارے انسان ہوں اور کتاب سے مراد ہر آسمانی کتاب۔ تیسرا فائدہ : اہل عرب یہ اللہ تعالیٰ کا براہ احسان ہے کہ قرآن مجید ان کی زبان میں ان کے ملک میں نازل ہوا جس سے انہیں بہت عزت ملی۔ یہ فائدہ جتنا ہم ہر کتاب کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ ہم سے مراد اہل عرب ہوں اور کتاب سے مراد قرآن مجید ہو۔ چوتھا فائدہ : اللہ تعالیٰ نے جو جس کو دیا یوں اتفاقاً نہ دیا بلکہ جان کر دیا اپنے علم کے مطابق دیا، بندے کی جھولی کے مطابق عطا فرماتا ہے۔ یہ فائدہ علی علم کی پہلی تفسیر سے حاصل ہوا۔ جب علم سے مراد علم الہی ہو پانچواں فائدہ : قرآن کریم اللہ تعالیٰ کے علوم کو شامل ہے اس میں علوم غیبیہ علوم احکام وغیرہ سب موجود ہیں۔ یہ فائدہ علی علم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا کہ علی علم سے مراد ہو شاملاً "مشتما" علی علم اور علم سے مراد ہو قرآنی جو قرآن مجید میں ہے۔ رب فرماتا ہے ونزلنا علیک الكتاب تبیاناً لکل شئی۔ چھٹا فائدہ : قرآن مجید ہدایت بھی ہے رحمت بھی مگر اس سے

صرف مومن قوم ہی فائدہ اٹھاتی ہے اور اٹھائے گی جیسے بارش رحمت ہے مگر اس سے فائدہ صرف اچھی زمین ہی اٹھاتی ہے۔ ساتواں فائدہ: جب قرآن مجید میں یہ خوبیاں اور کمالات ہیں تو صاحب قرآن صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات کا کیا پوچھنا اسی لئے رب نے قرآن کریم کو بھی رحمت فرمایا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ارشاد فرمایا وما ارسلناک الا رحمتہ للعالمین۔

پہلا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید کفار کے لئے بھیجا کہ فرمایا ولقد جئناہم بکتاب ہم۔ کامرجع کفار ہیں۔ بتاؤ کہ قرآن کفار کے لئے آیا ہے یا سونوں کے لئے یا سارے جہان کے لئے۔ آیات اربعہ میں مختلف ہیں؟ جواب: قرآن مجید سارے جہان کے لئے آیا مگر کفار کے لئے اتمام حجت کے طور پر آیا مومنوں کو ہدایت دینے کے لئے متقیوں کو خاص رحمت دینے کے لئے جیسے بارش تری اور سیرابی دینے کے لئے ساری زمین پر برستی ہے پھول دینے کے لئے باغوں پر دانہ دینے کے لئے کھیتوں پر موتی دینے کے لئے سمندر پر لہذا اساری آیات درست ہیں۔ دوسرا اعتراض: جب قرآن مجید میں ہر چیز ہے ولا وطب ولا یاس الا فی کتاب مبین اور قرآن مجید تفصیل بھی ہے تو اب حدیث ماننے کی کیا ضرورت ہے؟ جواب: قرآن مجید میں ہر چیز اور ہر چیز کی تفصیل ہے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ تفصیل ہم کو بتاتے ہیں سمندر میں موتی ہیں مگر غواص اور غوطہ خوروں کے لئے۔ طب کی کتابوں میں سارا علاج ہے مگر حکیموں کے لئے۔ پھر غواص موتی نکال کر طبیب نسخے طبی نکال کر ہم کو دیں ہم استعمال کریں۔ رب فرماتا ہے نزلنا علیک الکتاب تبانا لکل شئ۔ رب فرماتا ہے فی علمہم الکتاب والحکمۃ نبی لوگوں کو کتب اور حکمت سکھاتے ہیں۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ قرآن مجید مومن قوم کے لئے ہدایت اور رحمت ہے چاہے تو یہ تھا کہ یہ کافروں کے لئے ہدایت اور رحمت ہو انہیں ہدایت کی بہت ضرورت ہے کہ وہ بہت گمراہ ہیں۔ جواب: اس اعتراض کے بہت سے جوابات پہلے پارہ کے شروع میں ہدی للمتقین کی تفسیر میں گزر گئے کہ قرآن کریم اعمال صالحہ کی ہدایت ہے مومنوں کے لئے یا ہدایت تو سب کے لئے ہے مگر اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں صرف مومن لوگ۔

باراں کہ در لطافت طبش خلاف نیست! در بلغ لالہ روید و در شورہ یوم خس! اللہ تعالیٰ قرآن مجید سے ہدایت اور رحمت لینے کی توفیق بخشے۔

تفسیر صوفیانہ: قرآن مجید کسی کے صرف کان تک پہنچتا ہے کسی کے دماغ تک کسی کے دل تک کسی کی روح تک کسی کے سر تک اگر فقط کان تک پہنچے اور دل و دماغ و روح میں جگہ نہ کرے تو قرآن اس کے لئے عذاب اور گمراہی کا ذریعہ ہے اور اگر دل و دماغ روح تک پہنچے تو یہی قرآن ہدایت بھی ہے رحمت بھی بھل بہ کھڑا و بھدی بہ کھڑا دیکھو یہاں جتنا ہم میں ہم ضمیر کفار کی طرف بھی ہے کہ قرآن ان کے پاس بھی پہنچا مگر ہدایت اور رحمت کے متعلق ارشاد ہو اللہ یومنون پھر ایمان بہت قسم کا ہے۔ اسی طرح قرآن کی ہدایت اور رحمت بھی بہت قسم کی جیسا مومن کا ایمان ویسی اس کے لئے قرآن مجید کی ہدایت اور رحمت۔ اسی ایک جملہ میں شریعت و طریقت حقیقت و معرفت کے سمندر موجیں مار رہے ہیں قرآن مجید کسی کو شریعت کی ہدایت دیتا ہے کسی کو طریقت کی کسی کو حقیقت کی کسی کو معرفت کی۔ روح المعانی نے فرمایا کہ صوفیاء کے نزدیک کتب اللہ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو کہ ہر چیز کے جامع ہیں اور علم الہی کے مظہر اتم ہیں رب نے مطابق اپنے علم کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض صفات لوگوں کو ظاہر فرمائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مخلوق پر اللہ کی رحمت بھی ہیں اور ہدایت بھی۔ ڈاکٹر اقبال نے فرمایا۔

لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب!

یا کتاب خود جسم انسانی ہے جس کے تمام اعضاء و حواس تفصیل وار اپنے اپنے موقع پر لگائے یہ اعضاء مومنوں کے لئے رحمت ہیں کہ وہ ان سے اعمال نیک کی کمائی کر لیتے ہیں کفار کے لئے عذاب کہ وہ ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ لقوم یومنون فرما کر یہ بتایا کہ قرآن مجید سے ایمان کی ہدایت نہیں ملتی یہ ہدایت تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ملتی ہے ہدایت ایمان کے بعد قرآن مجید سے ہدایت اعمال ملتی ہے زمین میں تم کسان ڈالتا ہے بارش اسے اگاتی ہے دل میں تخم ایمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نظر پڑتی ہے قرآن اس تخم کو اگاتا ہے اس لئے ارشاد ہو لقوم یومنون۔

هَلْ يَنْظُرُونَ إِلَّا تَأْوِيلَهُ يَوْمَ يَأْتِي تَأْوِيلَهُ يَقُولُ الَّذِينَ نَسُوهُ

نہیں انتظار کرتے تھے کہ لوگ مگر اس کے نتیجہ کا جس دن آنے کا نتیجہ اس کا تو کہیں گے وہ لوگ جو بھول گئے تھے اُسے
کا ہے سارا دیکھتے ہیں مگر اس کی کہ اس کتاب کا کہا ہوا انجام سامنے آئے جس دن اس کا بتایا انجام

مِنْ قَبْلُ قَدْ جَاءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ فَهَلْ لَنَا مِنْ شُفَعَاءَ

اس سے پہلے تحقیق لائے تھے ہمارے رب کے پیغمبر کو حق تو کیا ہے واسطے ہمارے کو شفاعت کرنے والے کہ
واقع ہو گا بول اٹھیں گے وہ جو اسے بھلائے بیٹھے تھے کہ بیشک ہمارے رب کے رسول حق لائے

فَيَشْفَعُونَ لَنَا أَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلْ غَيْرَ الَّذِي كُنَّا نَعْمَلُ قَدْ خَسِرُوا

سفارش کرے وہ ہماری یا بڑھادیے جائیں ہم تاکہ ہم عمل کریں سوا اس کے جو عمل کرتے تھے ہم تحقیق
تھے تو ہم کو نہ سفارش جو ہماری شفاعت کریں یا ہم واپس بھیج جائیں کہ پہلے کاموں کے خلاف کام کریں

أَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَا كَانُوا يَفْتَرُونَ

گھاٹے میں ڈالا انہوں نے جانوں کو اپنی اور غیب ہو گئے ان سے وہ جنہیں وہ گھڑتے تھے۔
بے ٹک انہوں نے اپنی جانیں نقصان میں ڈالیں اور ان سے کھوئے گئے وہ بہتان اٹھاتے تھے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ قرآن مجید سے ہدایت اور رحمت صرف مومن ہی حاصل کریں گے۔ اب ارشاد ہے کہ مشرکین و کفار بجائے رحمت حاصل کرنے کے عذاب و عتاب کا انتظار ہی کریں گے گویا نفع حاصل کرنے والوں کے بعد نفع حاصل نہ کرنے والوں کا ذکر ہو رہا ہے۔ دوسرا

تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں اس کی وجہ بیان ہوئی تھی کہ قیامت یا دوزخ میں کفار کی چیخ و پکار رونا زاری کرنا اہل جنت سے بھیک مانگنا وغیرہ کام نہ آوے گا ارشاد ہوا تھا کہ ہم نے تفصیلی کتاب دنیا میں بھیج دی تھی اب اس وجہ کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے کہ ان لوگوں نے قرآن کریم نہ مانا نہ قبول کیا گویا وجہ عذاب کے بعد وجہ کی وجہ کا ذکر ہو رہا ہے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ کفار قیامت کو بھول گئے تھے حالانکہ انہیں یاد دلانے والی کتاب ان کے پاس پہنچ چکی تھی اب ارشاد ہے کہ ان کی بھول کی انتہاء جب ہوگی جب یاد کرنا کچھ کام نہ آوے گا گویا بھول کا ذکر پہلے تھا اور اس بھول کی انتہاء کا ذکر اب ہے۔

تفسیر: هل ينظرون الا تاويله اس فرمان عالی میں هل انکاری سوال کے لئے ہے معنی نہیں اور ينظرون معنی منتظرون ہے یعنی نظر معنی انتظار اس کا فاعل وہی کفار ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے اس کے بعد ایک کلمہ پوشیدہ ہے یعنی بعد ایمان نہم۔ تاویل بنا ہے اول سے، معنی رجوع کرنا اس سے مراد ہے نتیجہ یا انجام و عاقبتہ کا مرجع کتاب ہے یعنی کفار اب بھی قرآن مجید پر ایمان نہیں لاتے تو یہ کسی چیز کا انتظار نہیں کرتے۔ بجز اس کے کہ قرآن کریم کی خبروں وعدے و وعیدوں اور کفار کے انجام کا ظہور ہو اور یہ لوگ یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں یعنی قیامت آجولے اور اس دن ہر بیان عیاں ہو جولوے اگرچہ کفار قیامت کے منکر تھے مگر چونکہ قیامت کا آنا یقینی ہے اس لئے اسے ان کے کفر کا انجام قرار دیا گیا۔ گویا یہ لوگ عذاب کے منتظر ہیں۔ ہوم ہا تی تاویلہ یہ عبارت نئی ہے۔ ظاہر یہ ہے کہ یہاں اس واقعہ کا ذکر ہے۔ جب کفار دوزخ میں پہنچ چکے ہونگے اور روزانہ دوزخی مسلمانوں کو شفاعتوں کے ذریعہ دوزخ سے نکلتے دیکھیں گے تب یہ کہیں گے کیونکہ قبر میں تو وہ سب کچھ بھول چکے ہونگے۔ قیامت میں رسولوں کی تبلیغ کا بار کریں گے یعنی جس دن قرآن مجید کی خبروں وعدے و وعیدوں کا انجام سامنے آوے گا اور کفار اپنی آنکھوں سے وہ سب کچھ دیکھیں گے جو قرآن مجید نے بیان فرمایا تھا تو بقول الذین نسوہ اور قول سے مراد زبانی اقرار ہے یا دل سے اعتراف الذین نسوہ سے مراد وہی کفار ہیں جن کا ذکر ہو رہا ہے نسیان سے مراد بھول جانا غافل ہو جانا ہے یا انکار کرنا یعنی تب یہ بھولنے والے زبان سے یا دل سے اقرار کرتے ہوئے کہیں گے۔ من قبل اس کا تعلق نسوا سے ہے قبل کا مضاف الیہ یعنی ضمیر پوشیدہ ہے یعنی قیامت کے آنے سے پہلے یا مرنے سے پہلے یا دنیا میں بھولے ہوئے تھے قد جاء ت رسل ربنا بالحق یہ عبارت بقول کا مفعول ہے یعنی ان کفار کا مقولہ۔ اس کلام میں چند باتوں کا اقرار ہے قد کہہ کر بتایا کہ ہم نے نبیوں کے متعلق دنیا میں شک بلکہ انکار کیا تھا آج ہمارا شک دور ہو گیا۔ جاہت کہہ کر بتایا کہ نبی ہماری طرح صرف پیدا نہیں ہوئے تھے بلکہ رب کی طرف سے بھیجے ہوئے آئے تھے۔ رسول ہونے کی شان سے آئے تھے یعنی فیضان رساں ہو کر بالحق میں چند احتمال ہیں سچائی کے سات متلبس ہو کر آئے تھے جیسے سورج سے نور آگ سے گرمی وابستہ ہے ایسے ہی ان سے حق و سچائی وابستہ تھی یا حق یعنی سچائی لائے تھے یا وہ دین لائے تھے جو قتل قبول تھا حق معنی حقیق یا مقبول یا پائدار۔ مضبوط دین لائے تھے حق معنی ثابت مضبوط کہ دنیا، برزخ، آخرت ہر جگہ ساتھ رہتا ہے ہمارا دین ہمارے ساتھ نہ رہا کیوں نہ ہو کہ اس دین کی زمین پختہ تھی یعنی توحید کی بنیاد مضبوط تھی یعنی نبوت۔ ہمارے دینوں میں یہ کچھ نہ تھا بالحق کی مہیا تو متحدی کرنے کی ہے یا تلبیس کی یعنی اب ہم اقرار کرتے ہیں کہ دنیا میں ہمارے رب تعالیٰ کے پیغمبر سچائی کے ساتھ آئے تھے کہ وہ سچے تھے یا حق اور سچائی لائے تھے انہوں نے قیامت، حساب، کتب، جنت، دوزخ، غر تکہ جن غیبی چیزوں کی خبریں دی تھیں وہ بالکل حق تھیں ہم سے غلطی ہو گئی کہ ان کا انکار کرتے رہے ہم نے آج ان کی سچائی اپنی آنکھوں سے دیکھ لی اور ہو سکتا

ہے کہ اس سے مراد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری سب نبیوں کی تشریف آوری ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سب پر ایمان ہے اور یہ کہنے والے کفار عرب ہوں جیسے سو کاعد تمام اکائیوں دہائیوں کا جامع ہے جس کے پاس سو ہیں اس کے پاس ساری اکائیاں دہائیاں ہیں۔ یونہی سارے انبیاء کرام گویا اکائیاں دہائیاں ہیں۔ حضور انور سو کاعد ہیں ان پر ایمان سب پر ایمان۔ خیال رہے کہ کفار مرتے وقت عذاب کے فرشتے دیکھ کر اور قبر میں پہنچ کر یہ سب کچھ مان لیتے ہیں مگر قیامت میں یہ اقرار اگلے مضمون کی تمہید کے لئے ہے یعنی شفاعت یا دنیا میں واپسی کی تمنا یہ قیامت ہی کے دن ہوگی **فهل لنا من شفعاء فشفعوا لنا** کفار کا یہ قول مسلمانوں کی شفاعت دیکھ کر ہو گا انہیں انبیاء کرام قرآن مجید کعبہ معظمہ، ماہ رمضان بلکہ خود ان کے اپنے بچے، اولیاء اللہ، علماء دین بارگاہ الہی میں شفاعت کر کے بخشواتے ہوں گے ان کا کوئی حامی نہ ہو گا اس لئے **شفعاء** جمع لایا گیا **شفعاء** سے مراد یا تو یہ مذکورہ حضرات ہیں یا ان کے بت وغیرہ یعنی یہ حضرات کیا ہماری بھی شفاعت کریں گے یا جیسے مسلمانوں کی شفاعت ان کے شافعیین کر رہے ہیں کیا ہمارے بت، پوپ، پادری پنڈت بھی ہماری شفاعت و سفارش کریں گے یہ یہ سوال تمنا اور آرزو کے لئے ہے **او نرد فنعمل غیر الذی کنا نعمل** یہ ان کفار کی دوسری تمنا ہے یہ بھی مذکورہ ہل کے ماتحت۔ نرد بنا ہے رد سے معنی لوٹنا واپس کرنا یہاں دنیا میں لوٹنا مراد ہے کیونکہ عمل کی جگہ وہی ہے اس لئے یہ نہ کہیں گے کہ خدا یا ہم آج یہاں ہی ایمان و اعمال اختیار کئے لیتے ہیں ہم کو اجازت دے ہم تجھے لاکھوں سجدے کر لیں **فنعمل** کی لغت کا جواب ہے اور نرد استفہام کے تحت ہے اس لئے یہاں ان پوشیدہ ہے اور **نعمل** کو فتح ہے **الذی الخ** سے مراد ان کے تمام وہ عقائد و اعمال ہیں جو دنیا میں کرتے تھے یعنی کیا اب ہم کو دنیا میں واپس کیا جاوے گا تاکہ وہاں جا کر اب ہم بچھلے اعمال و عقائد کے سوا دوسرے عقائد و اعمال اختیار کریں یعنی ایمان اور تقویٰ **قد خسروا انفسهم** یہ کلام رب تعالیٰ کا اپنا ہے **خسروا** بنا ہے خسارہ سے جس کے معنی ہیں وہ نقصان جس میں اصل پونجی بھی ختم ہو جاوے عمر انسان کی اصل پونجی ہے۔ جسے کفار کفر اور بد عملیوں میں صرف کر کے اسے برباد کر لیتے ہیں اور یہ وہ پونجی ہے جو دوبارہ ہاتھ نہیں آتی جو سوت کلت لیا وہ اپنا ہے پھر **خز خز** والے کا ہے کاتنے کے جو چند دن ملے ہیں انہیں غنیمت سمجھو یعنی انہوں نے اپنی ذاتوں یا اپنی جانوں کو پورے پورے ٹوٹے خسارہ میں ڈال دیا۔ **و فل عنہم ما کانوا یفترون** یہ بھی رب تعالیٰ کا اپنا کلام شریف ہے اس میں کفار کے دوسرے عذاب کا ذکر ہے۔ **فل** بنا ہے ضلال سے معنی گم ہو جانا غائب ہو جانا **ما** سے مراد ان کے وہ بت وغیرہ ہیں جنہیں وہ اپنا حمایتی کچے بیٹھے تھے **افتراء** بنا ہے لوری سے معنی بہتان نرا جھوٹ یعنی وہ بت وغیرہ جنہیں کفار نے اپنا شفاعتی سفارشی سمجھا ہوا تھا وہ آج سب کے سب ان سے غائب ہو گئے یا تو اس طرح کہ ان کے پاس پہنچے ہی نہیں کہ وہ اپنی مصیبتوں میں گرفتار ہیں یا اس طرح کہ ان کے پاس پہنچے انہوں نے ان بتوں سے سفارش کا مطالبہ کیا تو انہیں صاف جواب دے دیا کہ ہم خود گرفتار ہیں تمہاری سفارش کیا کریں۔ خیال رہے کہ اس سے کفار کے بت اور ان کے پنڈت جوگی پوپ پادری مراد ہیں اسے حضرات انبیاء کرام یا اولیاء اللہ اور مسلمانوں سے کوئی تعلق نہیں جو اس آیت کو ان پر چسپاں کرے وہ بے دین ہے۔

خلاصہ و تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے پاس تفصیلی کتاب پہنچ چکی آپ نے تبلیغ فرمادی اب یہ لوگ جو ایمان نہیں لاتے وہ کس چیز کے انتظار میں ہیں اب انہیں انتظار صرف اس بات کا ہے قرآنی چیزیں ظہور میں آجائیں جو نہاں ہے وہ عیاں ہو جائے جس دن ان چیزوں کا ظہور ہو گا تو یہ لوگ جو اس سے پہلے اس دن کو بھولے بیٹھے تھے کہیں گے کہ آج ہم اقرار

کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سارے رسول ہمارے پاس پہنچے تھے وہ بھی سچے تھے ان کے سارے فرمان بھی سچے تھے ہم سے غلطی ہوئی کہ انہیں نہ مانا پھر جب گنہگار مسلمانوں کا حال دیکھیں گے کہ ان کے رسول ان کے اولیاء علماء صالحین چھوٹے بچے انہیں بخشتا رہے ہیں ان کے دھکیر مشکل کشاہت ہیں تب یہ کف افسوس ملتے ہوئے کہیں گے کہ کیا آج ہمارے بھی سفارشی نہیں جو پختہ وعدہ کرتے ہیں کہ اگر اب ہم دنیا میں بھیجے گئے تو اب ان عقائد و اعمال کو ہرگز اختیار نہ کریں گے جو پہلے کرتے تھے بلکہ ان کے علاوہ دوسرے کام کریں گے خدا یا ہم سچے بچے مسلمان متقی پرہیزگار بنیں گے ایک بار ہم کو واپس فرما کر دیکھ لے رب فرماتا ہے کہ ان لوگوں نے اپنے کو بالکل ہی خسارہ میں ڈال دیا کہ اپنی عمریں برباد کر ڈالیں بجائے نیکوں کے گناہ کماے عرشی نعمتیں اعضاء عمر صحت سے گئے تھے مگر فرشی اعمال کما کر نہ لائے وہ ساعتیں برباد کر آئے اور جن بتوں پادریوں پوپوں پنڈتوں کی شفاعت کی آس لگائے تھے آج کوئی کام نہ آیا وہ سب ان سے غائب بلکہ ان کے دشمن ہو گئے اب کف افسوس ملنے سے کیا بنتا ہے۔

جو کل کرنا ہے آج ہی کر جو آج کرے سواب کر لے جب چڑیوں نے چک کھیت لیا پھر ہو ہو سے کیا ہودت ہے

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: دنیا میں جسے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت نہ ملے ایمان نہ ملے اسے کہیں سے ہدایت و ایمان نہیں مل سکتے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہدایت کا آخری ذریعہ ہیں۔ یہ فائدہ ہل بنظرون الا تاویلہ سے حاصل ہوا کہ فرمایا گیا کہ جو لوگ آپ سے ہدایت نہیں پاتے وہ اب قیامت ہی کے منتظر ہیں۔ دوسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یا آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آپ آخری نبی ہیں۔ یہ فائدہ بھی اسی ہل بنظرون سے حاصل ہوا یہ نہ فرمایا گیا کہ وہ ایمان لانے کے لئے اور نبی کے منتظر ہیں بلکہ فرمایا کہ وہ اب قیامت ہی کے منتظر ہیں۔ تیسرا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا تشریف لانا گویا تمام رسولوں کا تشریف لانا ہے یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان سارے رسولوں پر ایمان ہے۔ یہ فائدہ قد جاء ت و سل و بنا سے حاصل ہوا کہ عرب میں سوائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کوئی نبی نہ آئے۔ حضرت اسماعیل اور آپ کے درمیان کوئی نبی نہیں مگر فرمایا گیا قد جاء ت و سل و بنا جمع ہے رسول کی۔ چوتھا فائدہ: آخر کار نادان بھی سمجھ جاتا ہے مگر وقت نکال کر جب کہ سمجھنا کچھ کام نہیں آتا دیکھو قیامت میں کفار بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کا اقرار کریں گے مگر بے سود، عاقلوں نے دنیا میں اقرار کر لیا۔

آنچه دانا کند، کند نادان! لیک بعد از خرابیء بسیار

پانچواں فائدہ : قیامت میں مومنوں کی شفاعت کرنے والے بہت ہوں گے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا، بے پارو بے مددگار ہونا کفار پر عذاب ہو گا۔ یہ فائدہ لہل لنا من شفعاء سے حاصل ہوا کہ کفار مسلمانوں کے مددگاروں سفارشیوں کو دیکھ کر کف افسوس ملیں گے اور یہ کہیں گے۔ چھٹا فائدہ: کفار کے بہت اور ان کے پیشوا قیامت میں ان کا ساتھ چھوڑ دیں گے مگر مومنوں کے نبی ولی ہر پیغمبران کا ساتھ ہرگز نہیں چھوڑیں گے ہر جگہ ان کی مدد کریں گے۔ یہ فائدہ و سل و بنا سے حاصل ہوا اگر مومنوں کے نبی ولی بھی انہیں چھوڑ دیتے تو کفار کے عذاب کے سلسلہ میں یہ نہ فرمایا جاتا۔ یہ بات خوب خیال رہے۔ ساتواں فائدہ: ایمان و کفر بھی ایک عمل ہے یعنی دل کا عمل۔ یہ فائدہ لنعمل غموا الذی کنا نعمل سے حاصل ہوا کہ پہلے نعمل میں ایمان اور نیک عمل مراد ہیں اور دوسرے نعمل سے کفر و گناہ مراد ہیں جب ایمان کا ذکر عمل کے ساتھ ہوتا ہے وہاں

عمل سے جسٹنی عمل مراد ہوتے ہیں جیسے ان الذین امنوا وعملوا الصالحات

پہلا اعتراض : اس آیت میں فرمایا گیا کہ کفار قیامت کے انتظار میں ہیں حالانکہ وہ کفار قیامت کے انکاری تھے اس کے منکر نہ تھے پھر یہ فرمان کیونکر درست ہوا۔ جواب : یہ فرمان عالی انتہائی غضب کے اظہار کے لئے ہے جیسے چور سے کہا جائے کہ اب تو جیل ہی کا انتظار کرتا ہے حالانکہ چور جیل کا انتظار نہیں کرتا وہ تو اپنے کو اس سے محفوظ سمجھتا ہے یہاں بھی ایسا ہی ہے۔ دوسرا اعتراض : اگر یہ تمنا کفار عرب کی ہے تو جاعت و مسل و ہنا فرمانا کیونکہ درست ہو اعراب میں صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی تشریف لائے تھے حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک کوئی نبی وہاں تشریف نہ لائے۔ جواب : اس صورت میں صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو بہت سے رسولوں کی تشریف آوری قرار دیا گیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام رسولوں کی اصل ہیں۔

تواصل وجود آدمی از نخست دگر ہرچہ موجود شد فرع تست

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سب رسولوں کی آمد ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار تمام رسولوں کا انکار ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت سب کی اطاعت ہے یہ ایسا ہے جیسے ارشاد الہی ہے ولقد کذب أصحاب العجر المرسلین حالانکہ حجر والوں نے اپنے ایک رسول ہی کا انکار کیا تھا مگر ایک نبی کے انکار کو سب نبیوں کا انکار قرار دیا گیا۔ تیسرا اعتراض : تم نے کہا کہ قیامت میں مومنوں کی شفاعت کرنے والے بہت ہوں گے اس لئے اس آیت میں ارشاد ہوا فہل لنا من شفعاء یعنی شفعاء جمع ارشاد ہوا تو پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو شفیع المذنبین کیوں کہتے ہیں شفیع تو بہت ہیں۔ جواب : اس اعتراض کا جواب بارہا دیا جا چکا ہے کہ شفاعت کبریٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کریں گے بعد میں چھوٹی شفاعتیں اور حضرات بھی کریں گے شفاعت کبریٰ کا سوا صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی پر ہے اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو شفیع المذنبین کہا جاتا ہے دروازہ شفاعت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر کھلے گا۔

تفسیر صوفیانہ : ہر کام وقت پر مفید ہے وقت سے پہلے مصروفیت کے بعد بیکار روزہ وقت پر کھو لو اس کا نام ہے افطار دوپہر کو کھاتو پو تو اس کا نام ہے روزہ توڑنا جمعہ عید وقت پر پڑھو تو عبادت ہے پہلے یا بعد پڑھو تو بیکار یونہی ایمان کا بھی ایک وقت ہے اس سے پہلے یا بعد ماننا ایمان نہیں، ميثق کے دن سب نے سارے ایمانیات کو مان لیا تھا وہ ماننا ایمان نہ بنا بعد موت سب مان جائیں گے وہ بھی ایمان نہیں دنیا میں ماننا ایمان ہے کیونکہ ميثق کے دن بلا واسطہ ہی رب کے براہ راست کہنے سے مانا تھا۔ قیامت میں آنکھوں دیکھ کر مانیں گے نبی کا واسطہ نہ جب تھا نہ آئندہ ہو گا اس لئے یہ دونوں ایمان نہ بنے۔ دنیا میں رسول کی معرفت ان سب کو مانا جاتا ہے لہذا یہ ایمان ہے کھل کا پاور مفید ہے بشرطیکہ محفوظ تار کے ذریعہ آئے بغیر تار کے ہلاک کر دیتا ہے توحید پاور ہے نبوت محفوظ تار چنانچہ کفار قیامت میں رسولوں کی حقانیت کا اقرار کریں گے لیکن اگر یہ اقرار دنیا میں کر لیتے تو اس اقرار کا نام ہوتا ایمان یا عرفان اس وقت یعنی قیامت میں اس اقرار کا نام ہو گا طغیان یا کفران کیونکہ انہوں نے انبیاء کرام پر اعتبار و اعتماد نہیں کیا بلکہ اپنی آنکھوں پر اعتماد کیا کوئی مومن جسے رب تعالیٰ بخش دے دنیا میں واپس آنے کی تمنا نہیں کرے گا اگرچہ یہاں کیسے ہی آرام میں رہا ہو سوائے شہداء کے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آنے کے نام پر سرکٹانے کی تمنا کرتے ہیں شہداء کی یہ تمنا اچھی ہوگی مگر کافر کی یہ تمنا جھوٹی ہوئی شہداء کی اس تمنا کا نام ہے رجاء کفار کی تمنا کا نام ہے لمنہد جو کچھ کر کے امید لگائے

اس کی امید کا نام وجہ ہوتا ہے بغیر کرے اس لگانا منہ کھلاتا ہے بیچ بوج کر پیداوار کی امید کرنا وجہ ہے بغیر بوجے اس لگانا منہ ہے وجہ اچھی چیز ہے امید بری چیز مومن تدارک حال کرتا ہے کافر طول آمل یعنی لمبی امیدیں ہیں۔

حکایت : کسی پانی میں تین مچھلیاں رہتی تھیں ایک شکاری نے انہیں دیکھا اور بولامیں نے ان تینوں کا شکار کرنا ہے۔ مچھلی یہ سنتے ہی جال آنے سے پہلے دریا میں نکل گئی۔ نمبر دو کی مچھلی نے غفلت کی جب شکاری آگیا تو اس نے اپنے کو مروہ بنا کر پانی پر تیرا دیا، ماہی گیر نے اسے پکڑا مگر مردار سمجھ کر پانی میں پھینک دیا وہ بھی جان سلامت لے گئی تیسرے بہ وقوف تھی جال میں پھنس کر خوب ترپتی بہت ہاتھ پاؤں مارے مگر بے فائدہ وہ شکار ہو گئی مولانا نے یہ قصہ بہت طویل بیان فرمایا ہے فرماتے ہیں۔

سوئے دریا عزم کن زیں آب گیر بحر جو ترک اس گرداب گیر!

اگر تو بچاؤ چاہتا ہے تو سمندر میں چھلانگ لگا۔ یہ حال ہے مومن عاقل کا غافل کا اور کافر کا اللہ تعالیٰ اس زندگی میں ہماری آنکھیں کھول دے غفلت سے بیدار ہونے کی توفیق بخشے۔ آج کچھ کر لو ورنہ کل روو پیو گے مگر بے سود۔

اترتے چاند ڈھلتی چاندنی جو ہو سکے کر لے اندھیرا پاکھ آتا ہے یہ دو دن کی اجالی ہے!

صوفیاء فرماتے ہیں کہ غم تین قسم کے ہیں گناہوں کا غم کہ معافی نہ ہو نیکیوں کا غم کہ قبول نہ ہوں اپنے ایمان کا غم کہ کہیں چھن نہ جائے ایک دن ابو سفیان بہت رو رہے تھے کسی نے پوچھا کہ کیوں روتے ہو کیا گناہوں کا ڈر ہے آپ نے ایک تنکا لے کر فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سارے گناہ اس تنکے کی طرح ہیں مغفرت کے ایک جھونکے میں اڑ جائیں گے مجھے ڈر ہے ایمان کا بیانا نہ چھن جائے (روح البیان)

إِنَّ رَبَّكُمُ اللَّهُ الَّذِي خَلَقَ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضَ فِي سِتَّةِ أَيَّامٍ ثُمَّ

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان اور زمین چھ (۶) دن میں پھر

بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے آسمان و زمین چھ لاکھ دن میں بنائے

اسْتَوَى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشَى اللَّيْلَ النَّهَارُ يَطْلُبُهُ حِينُ الشَّمْسِ وَ

غلبہ فرمایا اور پر عرش کے ڈھانپتا ہے رات سے دن کو طلب کرتا ہے یہاں لگا تا اور پیدا کیا سورج کو اور چاند کو اور

پھر عرش پر استواء ہوا جیسا اس کی شان کے لائق ہے رات کو ایک دوسرے سے

الْقَبَرِ وَالنُّجُومَ مَسْخَرَاتٍ بِأَمْرِهِ ۚ أَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْأَمْرُ تَبَرَّكَ اللَّهُ

تاروں کو سب تابع ہیں اسی کا ہے عالم خلق اور عالم امر برکت والا ہے اللہ پالنے والا

ڈھانپتا ہے کہ جلد اس کے پہنچے لگا آتا ہے اور سورج اور چاند اور تاروں کو بنایا اس کے حکم کے

رَبُّ الْعَالَمِينَ ۝

جہانوں کا

دلے ہوئے میں سن لو اسی کے ہاتھ سے ہے پیدا کرنا اور حکم دینا بڑی برکت والا ہے اللہ رب سارے جہان کا

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں انتہا کا ذکر ہوا یعنی قیامت اور بعد قیامت کا اب اس آیت میں ابتدا کا ذکر ہے تاکہ انسان ان باتوں میں غور کر کے ایمان اختیار کرے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں کفار کے بتوں کی مجبوری مقموری معذوری کا ذکر ہوا کہ وہ قیامت میں مصیبت کے وقت اپنے پیجاریوں کی کوئی مدد نہ کر سکیں گے اب معبود حقیقی اللہ جل شانہ کی قدرت کا ذکر ہے تاکہ کفار جھوٹے معبودوں کی عبادت سے توبہ کر کے اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں نبوت و رسالت کا ذکر ہوا اقدجاءت رسول و ہنا اب توحید الہی کا ذکر ہے گویا ایمان کے ایک رکن کا ذکر پہلے ہوا اور دوسرے رکن کا ذکر اب ہے چونکہ نبوت توحید اختیار کرنے کا وسیلہ ہے اس لئے وسیلہ کا ذکر پہلے ہوا اور مقصود کا ذکر بعد میں۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں خوف و دلائل لوگوں کو رب کی اطاعت کی طرف دعوت دی گئی تھی اب رب کے احسانات یاد دلا کر اس کی اطاعت کی طرف دعوت دی جا رہی ہے کیونکہ بعض لوگ خوف سے مانتے ہیں بعض لالچ سے بعض دلائل سے بعض انعام و اکرام یاد کر کے اور قرآن مجید سب کی ہدایت کے لئے آیا ہے۔

تفسیر : ان ربکم اللہ چونکہ اس مضمون کے کافر منکر تھے وہ دوسروں کو اپنا رب سمجھتے تھے اس لئے اس مضمون کو فیض سے شروع فرمایا لفظ رب کی تحقیق سورہ فاتحہ میں رب العالمین کی تفسیر کے تحت کی جا چکی اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی کچھ تفصیل اس کی نو عتیں اور کس قسم کی ربوبیت سے کس بندے کو حصہ ملتا ہے رب اور اب یعنی پالنے والے اور یا اب میں فرق ہم اسی جگہ بیان کر چکے ہیں اتنا سمجھ لو کہ باپ ہم کو دنیا میں آنے کے بعد کچھ دن پرورش کرتا ہے وہ بھی لالچ سے کہ میرے برہا پے میں یہ مجھے پرورش کرے گا مگر اللہ کریم وہ ہے جو ہمیشہ سے ہمیشہ تک پالتا ہے ہر طرح پالتا ہے اور بلا غرض پالتا ہے جہاں سب چھوڑ دیتے ہیں وہاں وہ ہماری خبر رکھتا ہے اعلیٰ حضرت نے کیا خوب فرمایا۔

اے کریم کار ساز و بے نیاز دائم الاحسان شرمندہ نواز

کم میں خطاب کفار سے ہے جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے اور ہو سکتا ہے کہ سارے انسانوں سے ہو فرشتے اس خطاب میں داخل نہیں کیونکہ آسمان زمین سورج چاند تارے ان کی پرورش کے لئے نہیں بنائے گئے وہ تو ان چیزوں سے پہلے ہی پیدا ہو چکے تھے اور یہاں انہیں چیزوں کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ سارے انسانوں کا رب ہے اور سب اس کے بندے ہیں مگر کوئی بندہ دینے والا ہے کوئی لینے والا سورج و بارش بھی اللہ کے بندے ہیں زمین کھیت باغ بھی بندے مگر سورج و بارش فیض رساں بندے ہیں اور زمین و باغ فیض یاب۔ یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے ہیں مگر دینے والے ہم اللہ کے بندے ہیں مگر لینے والے۔ لفظ اللہ کی تحقیق بسم اللہ کی تفسیر میں ہو چکی ہے کہ عربی زبان میں یہ اسم ذات ہے باقی سارے نام اسماء صفات اللہی خلق السموت والارض یہ عبارت لفظ اللہ کی صفت ہے خلق کے معنی ہیں اندازہ لگانا اصطلاح میں اس کے معنی ہیں بغیر مثل کسی چیز کو نیست سے ہست کرنا وجود بخشنا اگرچہ آسمان بھی سات ہیں اور زمینیں بھی سات مگر چونکہ آسمان علیحدہ علیحدہ ہیں زمینیں متصل اور ملی ہوئی نیز ہر آسمان کی حقیقت جداگانہ ہے مگر ہر زمین کی حقیقت مٹی ہے اس لئے قرآن مجید آسمانوں کے لئے جمع اور زمین کے لئے لفظ واحد ارشاد ہوتا ہے و مستماہام اس کا تعلق خلق ہے ستہ کے معنی ہیں چھ یہ اصل میں سد ستہ ہے اسی سے ہے سلاس۔ پہلے سین کو ستہ سے بدلا چونکہ دال اور ت کا مخرج ایک ہی ہے اس لئے دال کو بھی ت سے بدل دیا اور ت کا ت میں اوغام کر دیا ستہ ہو گیا (تفسیر کبیر) ایام جمع ہے یوم کی معنی دن مگر یہاں معنی وقت ہے کیونکہ اس وقت نہ سورج تھا نہ دن

رات پیدائش کی ابتداء اتوار سے ہوئی اور انتہاء جمعہ کو چنانچہ زمین کی پیدائش اتوار اور پیر کو اور آسمان جمعرات و جمعہ کو پہاڑ درخت و وحشی جانور کھیت وغیرہ منگل اور بدھ کو۔ بعض روایات میں ہے کہ جمعہ کی اول گھڑیوں میں اوقات مقرر فرمائے دو سری ساعت میں لوگوں کے درمیان الفت ڈالی آخری ساعت میں آدم علیہ السلام سے جناب حوا کو پیدا کیا اسی ساعت میں ابلیس کو مردود کیا گیا اس کے متعلق اور بہت روایات ہیں (تفسیر صلوٰی وغیرہ) اسی جمعہ کے دن چاند تارے سورج فرشتے پیدا ہوئے غرضیکہ خلق کی ابتداء اتوار کے دن ہوئی اس لئے اسے ہومالا خذ کہتے ہیں یعنی پہلادان اور جمعہ کو جمعہ کہتے ہیں یعنی مخلوق کی اجتماع کا دن ہفتہ کو یوم السبت کہا جاتا ہے یعنی کام بند ہو جانے کا دن (تفسیر خازن) واللہ و سولما علم خیال رہے کہ رب تعالیٰ قادر تھا کہ یہ سب چیزیں ایک آن میں پیدا فرمادے مگر آہستگی سے چھ دن میں پیدا فرمائیں تاکہ قیامت تک مثل قائم کر دی جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کام آہستگی سے ہوتے ہیں بندے جلدی نہ کیا کریں نیز اپنے کام آہستگی سے کیا کریں مولانا فرماتے ہیں

مکر شیطان ست بغیل و شتاب
خوئے رحمانت صبر و اصاب
باتنی گشت موجود از خدا!
تلبہ شش روز این زمین و چرخا!
ورنہ قلور بود کز کن فیکون
صد زمین و چرخ آوردے بوں
اس تانی از پئے تعلیم تست
میر کن درکار دہر بہر درست

ثم استوی علی العرش۔ یہاں ہم بیان کی تاخیر کے لئے ہے نہ کہ واقعہ کی تاخیر کے لئے کیونکہ عرش اعظم ان سب سے پہلے پیدا ہوا یعنی پھر یہ بھی سن لو استواء کے لفظی معنی ہیں برابر ہونا وہ معنی یہاں مراد نہیں کیونکہ برابری اور چھوٹا بڑا ہونا جسم کے لئے ہوتا ہے رب تعالیٰ جسم سے پاک ہے نیز اس صورت میں اس کے بعد علی نہ آتا رہی یہ بات کہ یہاں استواء سے کیا مراد ہے اس میں تین قول ہیں ایک یہ کہ یہ تشابہات سے ہے اس کے معنی رب تعالیٰ کے سپرد کرو اس پر ایمان لاؤ تحقیق نہ کر دیکھی طریقہ بہت سلامتی کا ہے دوسرے یہ کہ اس سے مراد ہے غلبہ فرمانا قبضہ کرنا ایک شاعر کہتا ہے۔

قد استوی بشر علی العراق من غیر سيف دوم مہراق

میں استواء معنی غلبہ و قبضہ ہے۔ تیسرے یہ کہ استواء سے مراد ہے احکام جاری فرمانا اور اس میں جیسے چاہے تصرف فرمانا یعنی عرش اعظم کو رب نے اپنی حکومت کا دار الخلافہ بنایا جہاں سے سارے تلوینی و تشرعی احکام جاری ہیں فیصلے بھی ہیں تو وہاں سے احکام ہیں تو وہاں سے عرش کے لغوی معنی ہیں شہی تخت اور ہر سایہ گلن چیز فرماتا ہے و دفع ابوبہ علی العرش اور فرماتا ہے ولہا عرش عظیم اور فرماتا ہے اہکم یا تہنی بعروشہا قبل ان یا تونی مسلمین اصطلاح فلاسفہ میں عرش نواں آسمان ہے جسے فلک اطلس بھی کہتے ہیں۔ فلاسفہ تو آسمان مانتے ہیں سات یہ آسمان آٹھواں کرسی نواں عرش اصطلاح شریعت میں سارے عالم اجسام کو گھیرنے والا جسم جس کی حقیقت رب ہی جانتا ہے کبھی سلطنت کو بلکہ عزت و عظمت کو بھی عرش کہہ دیتے ہیں ایک شاعر کہتا ہے۔

اذا ما بنی مرہ ان ثلث عروشہم

واوت کما احدث اہاء و حمیر

ان بقتلوك فقد ثلث عروشہم

بمعنہ ان العارث ان شہاباً

marfat.com

دیکھ ان شعروں میں عروش جمع عرش کی معنی ملک و عزت استعمال ہوا ہے۔ یعنی پھر یہ بھی سنو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ سب کچھ بنا کر یونہی نہیں چھوڑ دیا بلکہ عرش پر اپنا تصرف و قبضہ قائم فرمایا جس سے لازم آیا کہ سارا عالم اجسام اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے بغشی الہل النهار یہ نیا جملہ ہے جس میں رب نے اپنے دائمی قبضہ و تصرف کا مشاہدہ و ثبوت دیا ہے بغشی بنا ہے غشا وۃ ہے معنی پر وہ یعنی ڈھانپ دیتا ہے رات سے دن کو۔ عام مفسرین نے اس عبارت کے یہی معنی فرمائے۔ تفسیر جلالین و صاوی وغیرہ نے اس کے معنی یہ کئے کہ رات سے دن کو اور دن سے رات کو ڈھانپتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ کا ترجمہ بھی یہ بتا رہا ہے یا تو اس لئے کہ یہاں بغشی مقابلہ کے لئے استعمال ہوا ہے یا اس لئے کہ یہاں ایک عبارت پوشیدہ ہے بغشی النهار الہل خیال رہے کہ رات دن کو یا دن رات کو نہیں ڈھانپتا کیونکہ رات آنے پر دن مٹ جاتا ہے اور دن آنے پر رات ختم ہو جاتی ہے پھر ڈھانپنا کیسا بلکہ مطلب یہ ہے کہ جس فضا کو دن نے روشن کیا تھا اس فضا کو رات تاریک کر دیتی ہے اور جس فضا کو رات نے تاریک کیا تھا اس کو دن روشن کر دیتا ہے لہذا یہاں اسناد مجازی ہے (روح المعانی)۔ قرآن کریم فرماتا ہے **يَكُوِّرُ الْهَلْ عَلَى النَّهَارِ وَيَكُوِّرُ الْهَلْ عَلَى اللَّيْلِ**۔ وہ آیت اس آیت کریمہ کی تفسیر ہے بطلبہ حشیا۔ یہ عبارت پچھلی عبارت کی گویا شرح ہے اس کے دو معنی ہیں ایک یہ کہ رات دن کو تیزی سے ڈھونڈتی رہتی ہے دوسرے یہ کہ رات دن اور دن رات کو تیزی سے ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ ایک گویا دو سرافورا "آیا بیچ میں فاصلہ کوئی نہیں حشیا بنا ہے حث سے معنی تیزی و سرعت یا تو طلب کے فاعل سے حال ہے یا اصل میں طلبا حشیا تھا طلبا پوشیدہ ہے (معانی) یہ حالت رب تعالیٰ کے قبضہ و قدرت کی کھلی دلیل ہے **وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ** یہ عبارت معطوف ہے 'سماوات پر یعنی رب تعالیٰ نے ہی سورج چاند اور سارے تارے پیدا فرمائے کہ انہیں نیست سے ہست کیا مسخرات ہا مرہ یہ عبارت شمس و قمر و نجوم سے حال ہے مسخرات بنا ہے تسخیر سے جس کلمہ ہے سخر معنی تابع فرمان ہونا یعنی یہ سورج چاند وغیرہ اللہ کے حکم کے تابع ہیں کہ اس کے فرمان سے ہر وقت دوڑ رہے ہیں ایک آن کے لئے آرام نہیں کرتے ٹوٹے پھوٹے نہیں کبھی ان کی مرمت کی ضرورت نہیں پڑتی یہاں امر معنی ارلہ ہے اور ہو سکتا ہے کہ معنی حکم ہو کہ چاند سورج وغیرہ کو ہر دم احکام الہی پہنچتے ہوں اور وہ ان پر عمل کرتے ہوں احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ ان سب میں سمجھ فہم ہے اور وہ اللہ کا حکم سنتے ہی اس پر عمل کرتے رہتے ہیں۔ (معانی) خیال رہے کہ چاند تارے صرف سورج سے ہی نور لیتے ہیں سورج فیض رسان ہے اور باقی فیض یاب چاند زیادہ نور لیتا ہے تارے کم اس لئے سورج کا ذکر پہلے ہوا چاند کا اس کے بعد تاروں کا اس کے بعد **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ**۔ یہ عبارت گزشتہ مضمون کا گویا نتیجہ بیان کر رہی ہے کہ بندوان حالات سے نہ نتیجہ نکالو کہ خلق بھی رب کی ہے امر و حکم بھی اس کا اس کے احکام اس کی مخلوق میں جاری ہیں یہاں بھی امراتو معنی ارلہ ہے یا معنی حکم یا خلق معنی عالم اجسام ہے اور امر معنی عالم ارواح عالم انوار اور عالم امکان ہے جو صرف امر کن سے پیدا ہوئے اور ہو سکتا ہے کہ خلق سے مراد ہمارے جسمانی واردات ہوں جیسے ظاہری عملات جس میں ہمارے کسب کو دخل ہو اور امر سے ہمارے دلی واردات مراد ہوں جس میں ہمارے کسب کو دخل نہ ہو جیسے دل کا گاؤ عشق رسول خوف خدا آنکھوں کے آنسو جو محض عطاء ربانی ہیں تبارک اللہ رب العلمین۔ تبارک کے بہت معنی کئے گئے ہیں (1) برکت والا ہے کہ اس کے نام میں برکت ہے جس چیز پر اس کا نام لے دیا جائے وہ مبارک ہو جائے (2) الوہیت ربوبیت و عزت و عظمت میں اکیلا ہے (3) ہر نقص و عیب سے پاک اور منزہ ہے (بیان معانی) خازن وغیرہ) عالمین کے معنی ہم

سورہ فاتحہ میں عرض کر چکے کہ عالم وہ جس سے کسی چیز کو جانا پہچانا جائے، علم کا صفت مشبہ یعنی نشانی علامت۔ اللہ کے ماسوئی عالم ہے کہ اس سے خدا کو پہچانا جاتا ہے عالم جنس ہے اس کی نوعیتیں بہت عالم انسان، عالم حیوان، عالم اشجار وغیرہ اس لحاظ سے عالمین جمع ارشاد ہوتا ہے بہر حال یہ آیت کریمہ بہت طرح سے حمد الہی ہے۔

خلاصہ و تفسیر : اے کافر تو تم انتہاء تو سن چکے اب ابتداء سنو تمہارا رب تم کو پالنے والا وہ تمہارا رب ہے جس نے تمہاری پرورش کے لئے بہت سے انتظام فرمائے کہ چھ دن یا چھ وقتوں میں آسمان زمین بنائے اس طرح کہ اتوار کے دن سے خلقت کی ابتداء فرمائی جمعہ کو انتہاء کسی وقت آسمان بنائے کسی وقت زمین پھر یہ بھی سن لو کہ اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں پیدا فرما کر یوں چھوڑ نہ دیں بلکہ اس سب کو جو عرش اعظم گھیرے ہوئے ہے اس پر اپنا قبضہ و تصرف رکھا جب عرش پر اس کا قبضہ و تصرف ہے تو دنیا کی ہر چیز پر اس کا تصرف ہے رب کے قبضہ کی بہت دلیلیں ہیں ایک یہ کہ دیکھ لو وقت یکساں نہیں رہتا کبھی عالم کو دن روشن کرتا ہے کبھی رات اس کی روشنی دور کر کے ان پر اندھیرا ڈال دیتی ہے کبھی اس کے برعکس یہ کام نہایت تیزی سے ہو رہا ہے کہ دن و رات ایک دوسرے کے اسی طرح پیچھے پڑے ہوئے ہیں کہ ایک کے جاتے ہی دوسرا آجاتا ہے اس کے قبضہ و تصرف کی دوسری دلیل یہ ہے کہ سورج چاند تارے پیدا فرمائے وہ اپنی پیدائش سے آج تک اس کے حکم کے ماتحت اپنی ڈیوٹی پر لگے ہوئے ہیں اس کے تابع امر ہیں۔ ان چیزوں میں غور کرو اور نتیجہ نکالو کہ ساری چیزیں اس کی مملوک و مخلوق ہیں اور اس کے زیر فرمان ہیں خلق بھی اس کی فرمان بھی اس کا ان تمام چیزوں سے تم یہ نتیجہ نکالو کہ اللہ تعالیٰ برکت والا عزت و عظمت والا اور ہر عیب و نقص سے پاک ہے وہ تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ خیال رہے کہ دنیا کی زندگی کے لئے رب نے زمین کی تقسیم ملکوں، صوبوں، شہروں، بستیوں میں فرمائی اور زمان کی تقسیم برسوں، مہینوں، ہفتوں، دن رات گھنٹوں، منٹوں میں کی کہ دنیا جگہ ہے کالم کی اس تقسیم کے بغیر انسان کام نہیں کر سکتا مگر جنتی زندگی کے لئے نہ جنت کی زمین تقسیم کی گئی نہ زمان کی وہاں اتنی بڑی جنت میں ملک، شہر، محلے نہیں نہ وہاں دن رات مہینے سال ہیں کیونکہ وہ جگہ انعام اور آرام کی ہے وہاں کی دائمی زندگی اس کے بغیر بھی ہو سکے نیز وہاں فنا نہیں زندگی کے زمانہ کی شمار کی ضرورت نہیں۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : انسان کو چاہئے کہ جلد بازی سے پرہیز کرے اطمینان اور تحمل سے کام کرے یہی سنت الہیہ ہے یہ فائدہ فی مستہ امام سے حاصل ہو اور رب تعالیٰ قلدور تھا کہ ایک آن میں سارے زمین و آسمان بلکہ سارا جہان بناتا مگر بنائے چھ دن میں اس سہلت میں ہم کو یہی تعلیم دی گئی ہے۔

مسئلہ : چند کاموں میں جلدی کرنا ثواب ہے گناہوں سے توبہ، لواء قرض، مسلمان کی خاطر، باغی لڑکی کا نکاح، میت کا دفن، جنابت سے غسل وغیرہ باقی تمام کاموں میں اطمینان و تحمل چاہئے (روح البیان) دو سرا فائدہ : ہر چھوٹی بڑی چیز کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے جو کسی اور کو ایک ذرہ کا خالق مانے وہ مشرک ہے یہ فائدہ خلق السموات سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ : عرش اعظم آسمانوں کے علاوہ اور کوئی محیط جسم ہے کسی آسمان کا نام عرش نہیں۔ یہ فائدہ ہم استوی علی العرش سے حاصل ہوا کہ عرش کو سموات کے علاوہ بیان فرمایا۔ خیال رہے کہ آسمان سات ہیں نہ کہ نو دوسری جگہ ارشاد ہے خلق سبع سموات طباقاً لئلا فلاسفہ کانوا آسمان ماننا محض غلط ہے۔ چوتھا فائدہ : عالم کے حالات کی تبدیلی، دن رات کا آنا جانا سورج چاند

تاروں کی گردش خدا تعالیٰ کی قدرت کے دلائل ہیں کہ یہ چیزیں کسی گھمانے والے گردش دینے والے کے قبضہ میں ہیں۔ یہ فائدہ بخشی الہل النہار سے حاصل ہوا اس کی نفیس تحقیق دوسرے پارے میں السموات والارض کی تفسیر میں ہو چکی ہے۔ پانچواں فائدہ: وقت دو ہی ہیں رات اور دن ان کے علاوہ اور کوئی وقت نہیں شام رات کا حصہ سورہ اون کا حصہ ہے۔ یہ فائدہ بخشی الہل النہار سے حاصل ہوا اس لئے صبح سے روزہ شروع ہوتا ہے شام کو افطار کر دیا جاتا ہے۔ چوتھا فائدہ: رات دن سے افضل ہے اور دن سے پہلے ہے سورج ڈوبتے ہی تاریخ بدل جاتی ہے یہ فائدہ لیل کو نماز پر مقدم کرنے سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ رب نے آسمان و زمین چھ دن میں بنائے مگر دوسری جگہ ارشاد ہوا امرہ اذا اراد شینا ان بقول له کن لہکون اس سے معلوم ہوا کہ تمام چیزیں محض کن فرمانے سے پیدا ہوئیں آیات میں تعارض ہے۔ جواب: اس کے بہت جواب دوسرے پارے میں دیئے جا چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ اس آیت کریمہ میں وقت پیدائش کا ذکر ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں طریقہ خلق کا ذکر ہے یعنی چھ دن میں یہ چیزیں پیدا کیں مگر کن فرما کر پیدا کیں کسی چیز کو ٹھونک پیٹ کرنے بنائیں یا یوں کہو کہ اس آیت میں فعل خلق کا ذکر ہے اور تمہاری پیش کردہ آیت میں قدرت خلق کا ذکر ہے یعنی وہ اس پر قادر ہے کہ آن کی آن میں کن فرما کر ہر چیز پیدا کر دے مگر اس نے چھ دن میں پیدا فرمائے قدرت اور ہے عمل کچھ اور۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ عرش آسمانوں زمین کے بعد پیدا کیا گیا مگر حدیث شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ عرش اعظم پہلے پیدا فرمایا گیا۔ جواب: یہاں استوی کے معنی پیدا فرمانا نہیں بلکہ عرش پر قبضہ اور تصرف رکھنا مراد ہے مقصد یہ ہے کہ ہم نے آسمان و زمین بنا کر یونہی چھوڑ نہ دیا بلکہ ان پر اپنا قبضہ تسلط قائم دائم رکھا اور نعم تراخی بیان کے لئے ہے نہ کہ تراخی زمین کے لئے یعنی پھر یہ بھی سن لو کہ ہم نے عرش پر قبضہ و تسلط قائم رکھا۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ رب رات سے دن کو ڈھانپتا ہے تو کیا رات کے وقت دن ہوتا ہے اگر نہیں ہوتا تو ڈھانپنے کے کیا معنی ڈھانپنا یہ ہوتا ہے کہ چیز کسی غلاف کے اندر موجود ہو ظاہر ہے کہ دن رات کی ضد ہے ڈھانپنے کے معنی کیونکر درست ہوئے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ یہاں اسلوب مجازی ہے مقصود یہ ہے کہ جس چیز کو دن روشن کئے ہوئے تھا اسے رات اپنی تاریکی میں ڈھانپ لیتی ہے دن سے مراد ہیں وہ چیزیں جنہیں دن منور کرتا ہے۔ (روح المعانی) چوتھا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ سورج چاند تارے اللہ تعالیٰ کے حکم کے تابع ہیں یہ کیونکر صحیح ہو اللہ تعالیٰ حکم تو عاقل مخلوق کو دیتا ہے اس نے انسانوں کے سوا کسی بے عقل مخلوق کو روزے نماز وغیرہ کا حکم نہیں دیا ان چیزوں میں جب سمجھ ہی نہیں ہے تو انہیں حکم کیسا؟ جواب: یہاں حکم سے مراد ہے حکمی یعنی ارادہ الہی رب جو چاہتا ہے چاند سورج تارے وہی کرتے ہیں شرعی حکم یعنی ممانعت کا مقابل حکم مراد نہیں اور اگر یہی حکم مراد ہو تب بھی درست ہے کیونکہ ہر عاقل و غیر عاقل مخلوق میں اور اک سمجھ بوجھ وغیرہ ہے رب فرماتا ہے وان من شئ الا بسبح بحمدہ لہذا آیت واضح ہے۔ پانچواں اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ خلق بھی اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور حکم بھی صرف اسی کا ہے تو پھر انبیاء اولیاء بلکہ بادشاہوں اور حکام کو حاکم مانتے ہو حاکم صرف رب تعالیٰ ہے جیسے خالق رب کے سوا کوئی نہیں دیئے حاکم اس کے سوا کوئی نہیں۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ رب تعالیٰ فرماتا ہے انہما هم الکتاب والحکم والنبوة ہم نے

انبیاء کرام کو کتاب اور حکم اور نبوت بخشی اور فرماتا ہے۔ سخرنا لہ الریح تجری ہا مودہ ہم نے ہوا حضرت سلیمان کے تابع کر دی جو ان کے حکم سے چلتی تھی اور فرماتا ہے لتحكم بین الناس ہم نے آپ کو اس لئے نبی بنایا کہ آپ لوگوں میں حکم جاری کریں اور فرماتا ہے لا یبعثوا حکما من اھلہ و حکما من اھلھا خاند بیوی میں نا اتفاقی ہو جانے کی صورت میں ایک حکم خاند والوں کی طرف سے اور دوسرا حکم بیوی والوں کی طرف سے بھیجیو۔ ان جیسی تمام آیات میں اللہ کے بندوں کے لئے حکم ثابت ہے جو اب تحقیقی یہ ہے کہ حقیقی حکم صرف اللہ تعالیٰ کا ہے، عارضی مجازی اور عطاء الہی سے حکم اس کے بندوں کا بھی ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں، حقیقی مجازی کا فرق ہر جگہ ہی کیا جائے گا۔

تفسیر صوفیانہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت کا ظہور اس سے ہے کہ اس نے آسمان و زمین پیدا فرمائے اور اس حکمت کا ظہور اس سے ہے کہ اس نے یہ سب چھ دن میں بنائے، صوفیاء فرماتے ہیں کہ رب نے چھ قسم کی مخلوق بنائی (1) ارواح (2) ملکوتی چیزیں جیسے فرشتے، جنات، عقول مفرد اور عقول مرکبہ (3) نفوس جیسے تاروں انسان حیوانات کی نفوس (4) اجسام مفرد جیسے عرش و کرسی، جنت و دوزخ، (5) مفرد اجسام جیسے آگ پانی ہوائیں جنہیں چار عناصر کہا جاتا ہے، مرکب اجسام چونکہ عرش اعظم تمام لطیف اجسام کا مبداء ہے، فیض رحمانی کا قائل ہے اس لئے اس پر تسلط فرمایا یہ تسلط تمام عالم پر تسلط ہے۔ اے انسان اگر تو اپنے میں غور کرے تو سارا عالم تجھ میں ہے تیرا بدن زمین ہے تیرا سر آسمان ہے تیرا دل عرش ہے تیرا سر کرسی ہے ان سب میں روح کا حکم جاری و ساری ہے رب نے تیرے دل کو اپنی تجلی گاہ بنایا تم استوی علی العرش تجھ پر کبھی نفس کی رات کی تاریکی چھا جاتی ہے کبھی قلب کے انوار کا دن تجلی کرتا ہے اس نے عالم ارواح میں انبیاء کرام اولیاء اللہ علماء دین گویا روشنی والے چاند تارے بھیجے اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سورج ہیں یہ تمام حکم الہی سے اپنا کام کر رہے ہیں حاجتمندوں کو فیوض دے رہے ہیں، دنیا کے دن و رات اس سورج سے بنتے ہیں دن کی دنیا کے دن و رات حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نگاہ کرم سے ہوتے ہیں ان کی نگاہ کرم سے ہوتے ہیں ان کی نگاہ دل پر پڑی دل کا دن نکل آیا بیداری آگئی ہم ان کی نگاہ سے ہٹ گئے تو دل میں رات آگئی غفلت پیدا ہو گئی۔ خدا کرے ہم دن یعنی بیداری میں مریں رات یعنی غفلت میں نہ مریں اسی لئے مرتے وقت گلہ پڑھاتے ہیں کہ میت کا دن نکل آئے بیدار مریں جائے ورنہ وہ کلمہ تو پڑھتا ہی تھا۔ مخلوق دو قسم کی ہے ایک وہ جو صرف امر کرم سے پیدا ہوئی بلا واسطہ وہ عالم امر کہلاتی ہے جیسے روح وغیرہ دوسری وہ جو امر الہی سے بواسطہ ملوہ پیدا ہوئی وہ عالم خلق ہے کہ جس انبیاء خلق ہیں اور روحانیات عالم امر لہ الخلق والامر اللہ تعالیٰ ان سارے عالمین کا رب ہے تبارک اللہ رب العالمین (روح البیان) دوسری تفسیر صوفیانہ آسمان زمین کو گھیرے ہوئے ہیں اور ہمیشہ اسے فیض دیتے ہیں مگر عرش علی آسمانوں کو گھیرے ہوئے ہے احکام ایہ کا ہیڈ کوارٹر ہے سلطنت ایہ کا دار الخلافہ جہاں سے عالم میں احکام جاری ہوتے ہیں آسمانوں اور زمین میں، یونہی حضرات انبیاء کرام گویا مختلف آسمان ہیں جو اپنی امتوں کو گھیرے ہوئے ہیں اور ان کو ہزار ہا فیض دیتے ہیں ان کی امتیں گھری ہوئی فیض لینے والی زمین ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم گویا عرش الہی ہیں جن کے گھیرے میں حضرات انبیاء بھی ہیں۔

ادْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً إِنَّهُ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِينَ ۝ وَلَا تُفْسِدُوا فِي

پکارے رب کو اپنے عاجزی سے اور خفیہ طور پر بلے شک وہ اللہ نہیں پسند فرماتا حد سے بڑھنے والوں کو اور نہ بگاڑ
اپنے رب سے دعا کرو گڑ گڑاتے اور آہستہ بلے شک حد سے بڑھنے والے اسے پسند نہیں اور زمین میں فساد

الْأَرْضِ بَعْدَ إِصْلَاحِهَا وَادْعُوهُ خَوْفًا وَطَمَعًا إِنَّ رَحْمَتَ اللَّهِ قَرِيبٌ

ڈالو زمین میں بڑھچھے اسکی رستی اور دعا مانگو اس سے خوف کرتے اور امید کرتے بلے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے
نہ پھیلاؤ اس کے سوارنے کے بعد اور اس سے دعا کرو ڈرتے اور طمع کرتے بلے شک اللہ کی رحمت قریب

مِّنَ الْمُحْسِنِينَ ۝

نیک کاروں سے

نیکوں سے قریب ہے

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں رب تعالیٰ نے بندوں کو ایمان اور اعتقادی چیزوں کی تعلیم دی اب عبادات کی تعلیم دی جا رہی ہے چونکہ ایمانیات عبادات پر مقدم ہیں کہ ایمان و رستی اعمال کے لئے شرط ہے نیز ایمان سے دل و روح کی اصلاح ہوتی ہے عبادات سے جسم کی اصلاح۔ نیز ایمان کے لئے دوام ہے اعمال کے لئے فلاح ان وجوہ سے ایمانیات کو پہلے بیان فرمایا گیا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی رحمت 'قدرت' حکمت کا ذکر تھا اب اس کے نتیجہ کا بیان ہے کہ جب وہ ایسی رحمت 'قدرت' حکمت والا ہے اور تم مجبور رہے پس ہو لہذا اس کے سامنے جھکو اس سے دعائیں مانگو تاکہ اس کی قدرت و رحمت و حکمت سے تم کو بھی حصہ ملے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کے آخر میں فرمایا گیا کہ سورج چاند تارے سب اس کے تابع فرمان ہیں اب حکم ہے کہ اے انسانو تم بھی اس کے تابع فرمان اس کے دروازے کے بھکاری بنو یہ سارا کارخانہ تمہارے لئے بنایا گیا تم بھی اپنے کو اللہ کے لئے بنادو۔

امد بلوہ و خورشید و فلک در کارند

ہمہ از بحر تو سرست و فرماں بردار

تو تانے بکت آری و غفلت نہ خوری!

شرط انصاف نہ باشد کہ تو فرماں نہ دہی

چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں ارشاد ہوا کہ کفار قیامت میں دو تمنائیں کریں گے دنیا میں لوٹا جانا کسی شفیع کی شفاعت میسر ہونا مگر ان کی کوئی تمنا پوری نہ ہوگی اب ارشاد ہے کہ اے لوگو جن نیک اعمال کی تمنا تم قیامت میں کرو گے وہ نیک اعمال آج ہی کرو تاکہ تمہارے یہ اعمال کل قیامت میں تمہارے کام آویں۔

تفسیر: ادعوا ربکم ظاہر یہ ہے کہ اس فرمان عالی میں خطاب مومن انسانوں سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ اس میں مومن جن بھی شامل ہوں فرشتے اپنے لئے دعائیں کرتے ہیں مومن انسانوں کے لئے دعاء مغفرت کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں دو جگہ ان کی دعا ذکر ہے ويستغفرون للنین امنوا ربنا وسعت کل شیء رحمتہ و علما فاغفر للنین تابوا و اتبعوا سبیلک ولہم عذاب الجہیم ربنا و اخلیم جنات عدن ادعوا بتا ہے دعاء سے خیال رہے کہ

ادعوا کے خطاب میں کفار داخل نہیں کیونکہ دو سری عبادات کی طرح دعا بھی ایک عبادت ہے کفار عبادات کے مکلف نہیں نیز اس خطاب میں سارے ایمان والے داخل ہیں نیک کا ربہ کار سب ہی رب سے دعا مانگیں اولیاء سے لے کر ہم گنہگاروں تک سب کو دعوت عامہ ہے اور دعا قرآن مجید میں تین معنی میں ارشاد ہوا ہے پکارنا، مانگنا، عبادت کرنا یہاں تینوں معنی درست ہیں مگر قوی یہ ہے کہ معنی مانگنا ہے اور ادعوا امر استجاب کے لئے ہے رب معنی مربی ہے جو توبہ سے بنا ہے معنی پالتے رہنا کسی چیز کو آہستگی سے کمال تک پہنچانا اللہ تعالیٰ ظاہر کو نعمت سے پالتا ہے نفس کو رحمت سے، عابدین کو شریعت سے پالتا ہے مشاقوں کو طریقت سے معجبین کو انوار حقیقت سے بعض عارفین فرماتے ہیں کہ رب اللہ تعالیٰ کا اسم اعظم ہے باقی سارے نام الٹے کئے جائیں تو بے معنی ہو جاتے ہیں رب وہ نام ہے کہ اسے الٹا کر تو برن جاتا ہے وہ ابھی اسم الہی ہے دیکھو تفسیر روح البیان ادعوا کے معنی یہ نہیں کہ ایک بار دعا مانگ لو بلکہ دعا مانگتے رہو۔ دعا مومن کا ہتھیار ہے۔ تضرعا "و خفیتہ" یہ عبارت یا تو ادعوا کے فاعل سے حال ہے اور تضرع اور خفیہ دونوں معنی اسم فاعل ہیں یعنی متضرعین اور خافین یا یہ پوشیدہ فعل کا معقول مطلق ہے یعنی تضرعو اور اخفوا پہلا احتمال قوی ہے تضرع بنا ہے ضراعتہ سے جس کے معنی ہیں زاری کرنا عاجزی کرنا خوشامد کرنا ضراعتہ فتح - فتح سے ہے عرب کہتے ہیں ضرع الرجل مگر امام ابو مسلم فرماتے ہیں کہ تضرع کے معنی ہیں اعلان کرنا ضراعتہ فتح - فتح سے ہے عرب کہتے ہیں ضرع الرجل مگر امام ابو مسلم فرماتے ہیں کہ تضرع کے معنی ہیں اعلان کرنا اور اس کے معنی یہ ہیں کہ اللہ سے دعا کرو اعلانیہ اور خفیہ ہر طرح (معانی، تنویر المقیاس) خفیہ کے معنی چھپ کر آہستہ رب فرماتا ہے افا فادی وہ نفا "خفیا یا اس کے معنی ہی خوف کرتے ڈرتے ہوئے (تفسیر تنویر المقیاس) اس صورت میں اگلی عبارت اس کی تفسیر ہے و ادعوه خوفا "و طمعا" بہر حال اس جملہ کی بہت تفسیریں ہیں اپنے رب کو پکارو یا اس کی عبادت کرو یا اس سے دعا مانگو عاجزی سے اور چپکے سے اعلانیہ اور چپکے سے عاجزی سے اور ڈرتے ہوئے کہ کہیں رو نہ ہو جائے انہ لا یحب المعتدین یہ فرمان علی یا تو پہلے فرمان کا معقول لہ ہے یا یہ نیا جملہ ہے معتدین بنا ہے اعتداء سے جس کا لہوہ عدو ہے معنی حد سے بڑھ جانا اسی لئے دشمن کو عدو کہا جاتا ہے کہ وہ دوستی کی حد سے نکل جاتا ہے یہاں حد سے بڑھ جانے سے مراد تو ہے چیخ کر دعائیں مانگنا یا رب سے ناممکن یا اپنی حیثیت سے زیادہ مانگنا جیسے خدا یا مجھے نبی رسول بنا دے مجھے آسمانی کتاب بذریعہ وحی بھیج کہ یہ چیزیں اب بالکل ناممکن ہیں یا دعائیں بہت قیدیں لگانا کہ خدا یا مجھے جنت کا سفید محل جو جنت کی داہنی طرف ہو جس میں پچاس درخت سیب کے ہوں وغیرہ وغیرہ عطا فرمائیے دعا میں حد سے بڑھنا۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ناممکن چیزوں کی دعا مانگنا کفر ہے جیسے خدا یا ایلہس کو یا ابو جہل کو بخش دے یا مجھے نبی بنا دے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کو جھٹلانا ہے (معانی) اب تک عبادات دعاؤں کا حکم دیا گیا جو اللہ کی رحمت ملنے کا ذریعہ ہے اب اس چیز سے روکا جا رہا ہے جو اللہ کے عذاب آنے کا ذریعہ ہے یعنی زمین میں فسلو پھیلا نا نیز اب تک عبادتوں دعاؤں کا ذکر ہوا اب وہ چیز بتائی جا رہی ہے جس کی نحوست سے دعائیں رو ہو جاتی ہیں یعنی زمین میں فسلو کہ باغی، خارجی، فسوی لوگوں کی دعائیں رو ہو جاتی ہیں۔ ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحها یہ نیا حکم ہے افسلونا ہے فسو سے معنی بگاڑنا فسلا پھیلا نا اصلاح بنا ہے صلاح سے معنی درستی یعنی زمین کی درستی کے بعد اس میں فسلا نہ پھیلاؤ۔ اس فرمان علی کی چند تفسیریں ہیں ایک یہ کہ اے عرب والوں زمین عرب میں کفر و شرک و گنہگاروں کے بعد کہ یہ زمین ہزاروں برس سے فسو میں گہری ہوئی تھی اللہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اس کی اصلاح فرمادی کہ اسے ایمان و تقویٰ کا گوارہ بنا دیا دوسرے یہ کہ اے دنیا

کے لوگو! اللہ کی زمین میں کفر و فسق و گناہ نہ کرو کہ اس سے زمین میں فساد پھیلتا ہے ان سے دنیاوی مسیحتیں آتی ہیں زکوٰۃ نہ دینے سے قحط زنا سے خوریزی اور وبا میں پھیلتی ہیں جبکہ اللہ زمین کی حضرات انبیاء اولیاء علماء کے ذریعہ اصلاح فرما چکا یا اس کے معنی یہ ہیں کہ زمین میں چوری، قتل، ڈکیتی، غصب، لوگوں کے حق مارنا، زنا وغیرہ نہ کرو کہ اس سے فساد پھیلتے ہیں (خازن) تیسرے یہ کہ مسلمانوں کو برادریوں پیشوں میں تقسیم کر کے انہیں نہ لڑاؤ جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں اسلام کے ذریعہ ایک کرو یا سارے فرق مٹا دیئے۔ **ہو سنا کم المسلمین** چوتھے یہ کہ دل کی زمین میں برے عقائد برے خیالات حسد و کینہ کی وجہ سے فساد نہ پھیلاؤ اس کے بعد کہ اللہ نے کلمہ طیبہ کے ذریعہ اس کی اصلاح کر دی زمین میں دو صفات ہیں ایک یہ کہ لوہے پیتل وغیرہ دھاتوں کو گھلا دیتی ہے کھا کر مٹی بنا دیتی ہے مگر وہ نہ کو کھاتی گھاتی نہیں بلکہ اگاتی ہے نیز ہمیشہ آسمانی مدد یعنی بارش دھوپ وغیرہ کی محتاج رہتی ہے یوں ہی مومن کا دل حسد بغض اور بری صفات کو فنا کر دیتا ہے اچھی صفات کو اگاتا بر دھاتا ہے نیز یہ ہمیشہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ کرم کا محتاج ہے اس لئے قلب مومن کو زمین کہا گیا **ادعوه خوفا** و طمعا یہاں بھی دعائیں وہ تمین احتمال ہیں جو پہلے عرض کئے گئے یعنی رب کو پکارو یا اس کی عبادت کرو یا اس سے دعا مانگو اور **خوفا** و طمعا کی وہی دو تفسیریں ہیں جو ابھی مذکور ہوئیں یعنی اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے رو ہو جانے سے ڈرتے ہوئے اور اس کی کرم نوازی سے طمع کرتے ہوئے کہ وہ اپنے کرم سے قبول فرمائے پچھلی آیت میں دعا کے ظاہری ارکان کا ذکر تھا یہاں اس کے باطنی ارکان کا تذکرہ ہے یعنی وہاں شرائط جواز کا ذکر تھا یہاں شرائط قبول کا تذکرہ وہاں جسمانی شرائط کا ذکر تھا یہاں قلبی اور دلی شرائط کا تذکرہ ہے لہذا آیت میں تکرار انہیں۔ خیال رہے کہ یہاں خوف کا ذکر پہلے ہے طمع کا بعد میں یعنی ڈر مقدم ہے طمع بعد میں خوف زیادہ چاہئے نیز یہاں وجاعہ فرمایا معنی امید بلکہ طمع فرمایا معنی اس کی عطا سے دل نہ پھرتا ہمیشہ ملتے رہتا تاکہ معلوم ہو کہ بندہ کبھی رب کی عطا سے سیر نہ ہو اس کا پیاسا رہے خواہ کتنی ہی عطا ہو مخلوق سے طمع کرنا بری اللہ رسول سے طمع اچھی مخلوق سے سو لینا حرام رب تعالیٰ سے لینا بہت ہی اچھا ایک پیسہ خیرات پر سات سو بلکہ زیادہ کی امید ہے۔ یہ بھی خیال رہے کہ ہم حرص ہیں لینے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم حرص ہیں دینے پر فرماتا ہے **حرص علیکم**۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا کے عذاب سے ڈرتے ہوئے اس کی رحمت کی امید کرتے ہوئے یا رب کے عدل سے ڈرتے ہوئے اس کے فضل کی امید کرتے ہوئے یا اپنی ریا وغیرہ سے ڈرتے ہوئے اس کی کرم نوازی کی امید کرتے ہوئے رب سے دعا کرو **ان رحمۃ اللہ قریب من المحسنین** : یہ عبارت یا تو علیحدہ جملہ ہے یا پہلے جملوں کا مفعول لہ ہے یہاں رحمت اللہ سے مراد یا تو دعا کی یا عبادات کی یا نداء کی قبولیت ہے اور احسان سے مراد ہے مذکورہ شرائط سے دعا وغیرہ کرنا تب تو اس کا تعلق پچھلے مضمون سے ظاہر ہے یعنی تم لوگ ان شرائط سے دعا کیا کرو تو اللہ تعالیٰ کی قبولیت تمہاری دعا سے بہت ہی قریب ہے ایسی دعائیں رد نہیں ہوا کرتیں یا رحمت سے مراد ہے اللہ تعالیٰ کی بخشش اور محسنین سے مراد ہیں متقی لوگ یعنی اللہ تعالیٰ کی مغفرت بخشش کرم نوازی معافی۔ متقی مسلمانوں سے قریب ہے۔ یا اللہ کی رحمت سے مراد ہیں حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کہ رب نے انہیں رحمت للعالمین فرمایا **وما ارسلناک الا رحمۃ للعالمین** اور محسنین سے مراد ہیں اچھے عقیدے والے لوگ یعنی مومنین سے محمد مصطفیٰ بہت قریب ہیں ان کے جلوے مومنوں کے دلوں میں دماغوں میں ہیں بلکہ مومنوں کی روح میں جلوہ گر رہتے ہیں اس کی تفسیر وہ آیت ہے **النبی اولی بالمومنین من انفسہم** نبی مسلمانوں سے ان کی جان سے بھی زیادہ قریب ہیں قرآن جاؤ رب تعالیٰ شہ رگ سے زیادہ قریب ہے اور اس کے محبوب جان

سے زیادہ نزدیک۔ چونکہ رحمت معنی رحم ہے اس لئے قریب مذکور لایا گیا قل بعتہ ارشاد ہو اور ہو سکتا ہے کہ محسنین سے مراد وہ لوگ ہوں جو خشوع و خضوع سے اس کی عبادت کریں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ رب کی عبادت اس طرح کر کہ تو اسے دیکھتا ہے یا اس طرح کہ وہ تجھے دیکھ رہا ہے یہ احسان ہے تب رحمت سے مراد رب کی توجہ کرم ہے غرضیکہ فرمان عالی کی بہت تفسیریں ہیں۔

خلاصہ تفسیر : یہ آیت کریمہ شریعت و طریقت کی جامع ہے اس میں کچھ احکام ہیں کچھ ممانعتیں اور ان پر کچھ وعدے ہیں کچھ وعیدیں ابھی تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ اس کی بہت تفسیریں ہیں اے مسلمانوں اپنے پالنے والے کی عبادت کرو یا اسے پکارا کرو یا اس سے دعائیں مانگتے رہو مگر اس میں دو باتوں کا خیال رکھو ایک یہ کہ تمہاری عبادت پکارنا دعائیں مانگنا عجزی زاری سے گزر کر ہوا کرے کہ جیسے پانی ہمیشہ پستی کی طرف جاتا ہے یونہی رحمت باری ہمیشہ عجز و انکسار کی طرف آتی ہے دوسرے یہ کہ بلاوجہ ان چیزوں کا اعلان نہ کیا کرو خفیہ کیا کرو کہ علانیہ میں ریا کا اندیشہ ہے نیز اپنی عبادات اپنی دعاؤں میں حد سے آگے نہ بڑھو اعتدال سے کیا کرو اللہ تعالیٰ حد سے آگے بڑھنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔ یہ بھی خیال رہے کہ اللہ نے حضرات انبیاءؑ کو لیاۓ علماء کے ذریعہ زمین کی اصلاح و درستی فرمادی تم اس کی درستی کے بعد کفر و فسق و گناہوں کے ذریعہ فساد نہ پھیلاؤ کہ تمہاری بری حرکتوں سے محروم میں فساد پھلتے ہیں۔ اور یہ بھی خیال رہے کہ جب بھی دعایا عبادات کرو تو اس کے عدل اپنی کوتاہیوں پر نظر سے ڈرتے رہو اس کے فضل و کرم سے امید رکھو رب کے ہاں عبادات اور دعاؤں کی قبولیت کے لئے خوف و امید گویا دو بازو ہیں دنیا میں نیک کار بن کر رہو اللہ کی رحمت نیک کاروں کے قریب رہتی ہے اس کی رحمت چاہتے ہو تو نیک کار بنو اور نیک کاروں سے قریب رہو کہ نیکی اور نیک لوگ اللہ کی رحمت کے دروازے ہیں۔ خیال رہے کہ اللہ کی رحمت کروڑوں ہیں مگر ہر قسم کی ہیں دنیاوی رحمت عامہ جیسے سورج کی روشنی ہوا زمین آسمان وغیرہ دنیاوی رحمت خاصہ جیسے سلطنت دولت صحت وغیرہ اخروی روحانی رحمت عامہ جیسے ایمان قرآن ظاہر عبادات وغیرہ جو ہر مومن کو عطا ہوئی روحانی رحمت خاصہ جیسے نبوت ولایت خصوصی قرب الہی یہاں رحمت اللہ سے مراد یا روحانی رحمت عامہ ہے اور محسنین سے مراد مومنین ہیں یا روحانی رحمت خاصہ مراد ہے اور محسنین سے متقین مراد۔

نوٹ ضروری : بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ذکر دعا عبادت خفیہ کرنا افضل ہے ان کی دلیل یہ آیت کریمہ ہے بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان کا اعلان افضل ان کی دلیل وہ آیات میں ان تبدوا الصلوات لنعماہی اور فاذا ذکرنا اللہ کذا کم اباہ کم او اشد ذکرنا اور واذا قرء القرآن لستمعوا لہ یہ دونوں حضرات اللہ کے مقبول بندے ہیں مگر ان میں فیصلہ یہ ہے کہ کبھی ان چیزوں کے خفیہ کرنا افضل ہے کبھی علانیہ کرنا بہتر فرضی عبادات خصوصاً نماز جمعہ عیدین حج علانیہ کرو نفلی عبادات خصوصاً تہجد کی نماز خفیہ اور اگر نیز ریا کا اندیشہ ہو تو ذکر و دعائیں خفیہ کرو اگر ریا کا احتمال نہ ہو تو علانیہ کرو کہ شاید دوسرے بھی تمہیں دیکھ کر عبادات کریں ذکر کی آواز سے شیطان بھاگتا ہے دل غافل بیدار ہوتا ہے جہاں تک ذکر کی آواز پہنچے وہاں تک کی چیزیں اس ذکر کے ایمان کی گواہ بنتی ہیں دوسروں کو ذکر کی ترغیب ہوتی ہے غرضیکہ دونوں قسم کی مذکورہ آیتیں حق ہیں قابل عمل ہیں جیسا موقعہ اور جیسی عبادات ویسا عمل ایک حکم مطلقاً نہیں لگا سکتے اذان خفیہ طور پر آہستہ نہیں کہہ سکتے، تکبیر تشریق حج کا تلبیہ آہستہ نہیں کہہ سکتے بہر حال حالت کے مطابق عمل چاہئے اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء

الحق حصہ اول میں دیکھو اور یہاں کچھ بحث تفسیر خازن وغیرہ نے بھی کی ہے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ ایسا کریم و رحیم ہے کہ اسے بندوں کا مانگنا پسند ہے نہ مانگنا پسند دنیا کے امیر لوگ مانگنے والوں سے تنگ پڑ جاتے ہیں مگر وہ رحیم مانگنے والے سے خوش ہوتا ہے۔ یہ فائدہ ادعوا رکھم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: دعا اصولی طور پر خفیہ مانگنا افضل ہے علانیہ سے۔ رب تعالیٰ حضرت زکریا علیہ السلام کے متعلق فرماتا ہے اذ نادى ربه نداء خفياً۔ یہ فائدہ خفیہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: دعائیں بہترین الفاظ استعمال کرنے کی کوشش نہیں کرنی چاہئے بلکہ دلی عجز و انکسار اور حضور قلبی کی کوشش چاہئے۔ یہ فائدہ تضرعاً فرمانے سے حاصل ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

زور را بگداز زاری را بگیر! رحم سوئے زاری آید اے فقیر!
در بہاراں کے شود سر سبز سنگ خاک شومال برید رنگ رنگ!

چوتھا فائدہ: دعائیں اللہ تعالیٰ کو دینا کہہ کر پکارنا اچھا ہے۔ یہ فائدہ رکھم فرمانے سے حاصل ہوا اس لفظ سے رحمت کا دریا جوش میں آتا ہے۔ پانچواں فائدہ: ذکر باہر میں حد سے زیادہ چیخنا ممنوع ہے فقہاء فرماتے ہیں کہ لام ضرورت سے زیادہ قرأت میں نہ چھٹے نماز میں لاؤڈ اسپیکر استعمال کرنا ٹھیک نہیں کہ اس میں ضرورت سے زیادہ جبر ہے۔ یہ سب مسائل لا محب المعتدین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوئے۔ خیال رہے کہ حد سے بڑھنے کی تین صورتیں ہیں اور تینوں ممنوع ایک یہ ناجائز یا ناممکن دعائیں مانگے خدا یا مجھے موت کبھی نہ آئے یا خدا یا مجھے نبی بنا دے۔ دوسرے جہاں اعلان مضر ہو وہاں اعلان کرنا جیسے مجاہدین جب کفار پر چپکے سے حملہ کرنا چاہیں تو وہاں نعرۂ تکبیر وغیرہ نہ لگاؤ کہ یہ موقعہ کے خلاف ہے۔ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی اس حدیث کا یہی مطلب ہے کہ تم ہرے کو نہیں پکارتے تم علیم و خبیر کو پکارتے ہو لہذا امت چیخو یہ فرمان عالی ایک جملہ کے سفر میں ہوا تھا۔ تیسرے یہ کہ جائز دعائیں غیر ضروری قیدیوں لگانا جیسے خدا یا مجھے جنت کا سفید محل دے جس میں پچاس درخت سیب کے ہوں وغیرہ۔ چھٹا فائدہ: بدکاریوں گناہوں سے زمین میں فسلو پھلتے ہیں نہ فائدہ لا تفسدوا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: اگرچہ فسلا پھیلانا ہر حال برا ہے مگر اسن ولان کی جگہ فسلا پھیلانا بہت ہی برا ہے۔ یہ فائدہ لا تفسدوا کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: دعا کے وقت نہ تو قبولیت کا یقین کرے نہ بالکل مایوس ہو بلکہ اپنے حال سے دعا کا خوف ہو رب کی رحمت پر نظر کر کے قبولیت کی امید ہو ان شاء اللہ دعا قبول ہوگی۔ یہ فائدہ خوف و طمعا سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: دنیا کی طمع دنیا والوں سے طمع بری ہے رب تعالیٰ سے طمع اس کی رحمت کی طمع بہت اچھی ہے یہ فائدہ خوف و طمعا سے حاصل ہوا۔

چوں طمع خواہد زمن سلطان دین خاک برفرق قناعت بعد ازیں
دوسواں فائدہ: اللہ کی رحمت چاہئے تو نیک بنو بد کاری کر کے رحمت کی امید کرنا گویا شریعت کا مذاق اڑانا ہے۔ یہ فائدہ رحمتہ اللہ علیہ من المحسنین سے حاصل ہوا مولانا فرماتے ہیں۔

گندم از گندم برید جو ز جو از مکافات عمل غافل مشو
جو بد کر گندم کاٹنے کی امید کرنا امید نہیں بلکہ امانیہ ہے یعنی ناجائز خواہش

پہلا اعتراض : دعامانگنا محض بیکار ہے جو رب نے مقدر میں لکھ دیا ہے وہ ہو کر رہے گا کیا دعا مقدر بدل سکتی ہے (بعض بے دین)۔ جواب : اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دو سرا تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو دعا علاج کرنا بلکہ روٹی پانی کھانا پینا بالکل بے کار ہے اگر مقدر میں شفا لکھی ہے تو ویسے ہی ہو جائے گی نہیں لکھی ہے تو دعا سے بھی نہ ہوگی، یونہی اگر موت آگئی تو کھاپی کر بھی آجائے گی، اگر ابھی وقت نہیں آیا تو بھوکے پیاسے رہنے سے بھی ہم نہیں مر سکتے اس طرح تو عالم کا نظام ہی درہم برہم ہو جائے گا جواب تحقیقی یہ ہے کہ مقدر میں یہی لکھا ہے کہ بندے پر یہ مصیبت آئے گی اور اس دعا سے جائے گی یعنی مصیبت اور اس کا دفعیہ دعا کا اثر سب کچھ مقدر میں لکھا ہے۔ دو سرا اعتراض : دعامانگنے میں رب کے فیصلہ سے ناراضی ہے کہ اس نے بیماری بھیجنے کا فیصلہ کیا اور اس کے دفعیہ کی دعا کر رہے ہو۔ جواب : اس کے بھی دو جواب ہیں ایک الزامی دو سرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر وہ غذا پانی استعمال کرنے میں بھی رب کے فیصلے سے ناراضی ہے کہ رب نے تمہارے بیمار رہنے بھوکا پیاسا رہنے کا فیصلہ کر دیا اور تم اس کے فیصلہ سے ناراض ہو کر ان چیزوں کے دفعیہ کی کوشش کرتے ہو وہ اسے مرض، غذا سے بھوک، پانی سے پیاس دفع کرنا چاہتے ہو۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ دعائیں اپنی بندگی کا اظہار ہے بندے کی شکر یہ ہے کہ اس کے ہاتھ اپنے رب کے سامنے پھیلے رہیں یہ تو بندہ نوازی کی بندہ نوازی پر بندہ کا ناز ہے۔

کشلہ دست کرم جب وہ بے نیاز کرے نیاز مند نہ کیوں عاجزی پر ناز کرے
تیسرا اعتراض : اگر یہ ہے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے نمود کی آگ میں جاتے وقت دعائیں نہ مانگی بلکہ حضرت جبریل کے کہنے پر فرمایا کہ اے میری حاجت کی خود خبر ہے رعا کی کیا ضرورت۔ جواب : حضرت ابراہیم علیہ السلام نے رب سے بہت دعائیں مانگی ہیں جو قرآن مجید میں بہت جگہ منقول بلکہ ان دعاؤں کو نماز میں رکھا گیا جیسے رب اجعلنی مقیم الصلوٰۃ آگ نمود حضرت ابراہیم علیہ السلام کا امتحان تھی اور امتحان کے موقعہ پر دعا نہ مانگنا بہتر ہے کہ کہیں دعا بے صبری میں شمار نہ ہو جائے غرضیکہ اظہار عبدیت کے لئے دعامانگنا بہتر ہے اور امتحان پر دعا نہ مانگنا افضل۔ چوتھا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی عبادت اللہ کا ذکر اللہ سے دعا سب نہایت خفیہ چاہئیں ان کا اعلان اظہار قرآن مجید کی اس آیت کے خلاف ہے کہ ارشاد ہوا تضرعاً و خفیہ۔ (بعض سر پھرے وہابی)۔ جواب : اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک الزامی باقی تحقیقی جواب الزامی تو یہ ہے کہ پھر تو اذان، تکبرات، تشریق، حج کا تلبیہ بھی آہستہ کہنے چاہئے اور نماز جمعہ، عیدین، اور حج بھی چھپ کر اکیلے لو کرنا چاہئے اس کا کوئی قائل نہیں۔ جواب تحقیقی ایک تو یہ ہے کہ بعض مفسرین نے تضرع کے معنی علانیہ کئے ہیں اور آیت کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ اب اپنے رب سے دعا کرو علانیہ بھی اور خفیہ بھی جیسا کہ ابھی ہم تفسیر میں حوالہ سے بیان کر چکے لہذا بات صاف ہو گئی کہ ہر طرح رب کا ذکر کرو اور دو سرا جواب تحقیقی یہ ہے کہ بندوں کے حالات مختلف ہوتے ہیں اور عبادت و ذکر بھی مختلف بعض ذکر اور بعض حالات میں اعلان افضل ہے بعض میں خفیہ بہتر یہاں دو سری حالت کا ذکر ہے اور اعلان کہ جو آیات ہم نے پیش کیں وہاں پہلی حالت کا تذکرہ ہے لہذا دونوں قسم کے ذکر موقعہ کے مطابق بہتر ہیں۔ پانچواں اعتراض : یہاں ارشاد ہوا کہ زمین میں اصلاح کے بعد فساد نہ پھیلاؤ تو کیا اصلاح سے پہلے فساد پھیلاؤ درست ہے فساد تو بہر حال برا ہے پھر یہ قید کیوں لگائی کہ بعد اصلاح۔ جواب : اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ اے کفار عرب اب جبکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے زمین میں ایمان، تقویٰ، عدل و انصاف قائم ہو چکا تو تم کفر و شرک ظلم و ستم نہ کرو اس حالت کے مطابق یہ فرمایا گیا جیسے لا تا کلو

الربوا اضاعا مضاعفہ و گنا گنا سود نہ کھاویا جیسے لا تکرہوا لہا تکم علی البغاء ان اردن تحصنا تمہاری لونڈیاں اگر پاک دامنی چاہیں تو انہیں تو انہیں زنا پر مجبور نہ کرو۔ ان آیات کا مقصد یہ نہیں کہ سوایا یا ڈیوڑھا سود کھالیا کرو یا اگر لونڈیاں پاک دامنی نہ چاہیں تو انہیں زنا کرانے دو۔ قرآن کریم کی فہم کے لئے عقل سلیم کی ضرورت ہے۔ چھٹا اعتراض: یہاں پہلی آیت میں دعا کے ساتھ تضرع اور خفیہ کو حکم فرمایا اور دوسری آیت میں خوف و طمع کا حکم دیا ان دونوں میں کیا فرق ہے آیت میں تکرار معلوم ہوتی ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ پہلی آیت میں دعا درست ہوتی ہے اور خوف و طمع سے دعا قبول ہوتی ہے جیسے نماز کے لئے وضو وقت وغیرہ شرائط جواز ہیں اور حضور قلبی عجز و نیاز شرائط قبول ہیں لہذا آیات میں تکرار نہیں۔ ساتواں اعتراض: نحوی قاعدہ سے قرابتہ فرمانا چاہئے تھا کیونکہ رحمت مونث ہے نہ کہ مذکر پھر قریب مذکر کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: مفسرین نے اس اعتراض کے بہت جواب دیئے ہیں دو جواب عرض کئے جاتے ہیں ایک یہ کہ یہاں رحمت معنی ثواب ہے اور ثواب الذکر جیسے طو لفظ مونث ہے مگر معنی مذکر تو اس کے لئے قریب مذکر لایا گیا دو سرا جواب یہ ہے کہ رحمت مونث حقیقی نہیں ہے بلکہ مونث لفظی ہے لہذا اس کے لئے قریب مذکر لانا بھی جائز (تفسیر خازن) تفسیر کبیر نے یہ جواب بھی دیا کہ رحمت مصدر ہے اس کے لئے مذکر مونث دونوں صیغے لائے جاسکتے ہیں۔ تفسیر روح المعانی نے اور بہت جوابات دیئے۔ آٹھواں اعتراض: یہاں خوف کے ساتھ طمع کا ذکر کیوں ہوا وجہ یعنی امید کا ذکر کیوں نہیں ہوا۔ جواب: اس کی حکمت ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے کہ طمع میں ہونا دل نہ بھرنا ہمیشہ امید زیادتی کی رکھنا رب تعالیٰ کو یہی پسند ہے کہ بندہ کسی درجہ پر پہنچ کر رب سے مانگنا نہ چھوڑے حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت کے اعلیٰ درجہ میں ہیں مگر پھر رب سے بہت سی دعائیں مانگتے رہتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : اگر زمین میں تخم درست طریقہ سے بویا جائے تو پیداوار اچھی ہوتی ہے غلط طریقے سے کاشت کرنے سے یا پیداوار ہوتی نہیں یا ناقص ہوتی ہے دعا ایک قسم کا تخم ہے جس کا پھل رحمت و مغفرت ہے اس تخم کو عاجزی زاری کے ساتھ کاشت کرو ماکہ پیداوار اچھی ہو مولانا فرماتے ہیں۔

گفت لو عوا اللہ بے زاری مباش تلباید فیضائے دوست فاش
تسقاہم ربہم آید خطاب! تشنہ باش اللہ اعلم بالصواب

جو کوئی دعا کا ختم اس کے علاوہ اور طریقہ سے کاشت کرے گا وہ معتدی یعنی حد سے بڑھنے والا ہو گا اللہ تعالیٰ حد سے بڑھنے والے کو پسند نہیں فرماتا اس باغ میں پھل اچھے اور زیادہ نہیں ہوتے صوفیاء فرماتے ہیں کہ تضرع وہ ہے جس پر خلق مطلع ہو خفیہ وہ ہے جس پر حق تعالیٰ مطلع ہو یعنی اعضاء کے ذریعہ تضرع کرو اور دل کے ذریعہ خفیہ دعا کرو ہر چیز میں ظاہر و باطن یعنی اعلانیہ و خفیہ ہے اسی سے اس کی ہستی قائم ہے۔ درخت کی جڑ باطن یعنی خفیہ ہے اس کی شاخیں ظاہر یعنی اعلانیہ ہیں ہمارا جسم ظاہر یعنی اعلانیہ ہے ہمارا دل خفیہ یعنی باطن ہے یہ دونوں ملیں تو عبادت دعا رب کو پکارنے کا لطف آجائے۔ جڑ کے لئے کھاؤ پانی ہے شاخوں کے لئے دھوپ و ہوا ہے یہاں بھی شریعت ظاہر کے لئے ہے طریقت دل کے لئے ہے اللہ سے اللہ کے ماسوا کو مانگنا یہ دعا میں تعدی یعنی حد سے زیادہ بڑھنا ہے اے مومنو دل کی زمین میں گناہ کے ذریعہ فساد نہ پھیلاؤ جب کہ رب نے وہاں ایمان عرفان عشق رسول رکھ کر اس کی اصلاح کر دی ہے اور رب سے خوف کرو انقطاع کی امید رکھو وصل کی دیکھو پھر دعائیں کیا لطف آتا

ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اگر اللہ کی رحمت چاہئے تو محسنین یعنی نیکوں سے قریب رہو کیونکہ رب کی رحمت ان سے قریب ہے اور وہ تم سے قریب تو اس ذریعہ سے رحمت تم سے قریب ہو جائے گی اچھوں کے قرب میں جو ان کے قریب دفن ہو ان کے ساتھ محشر میں اٹھو اللہ کی رحمت میں رہو گے کیونکہ ان رحمۃ اللہ قریب من الحسنین خیال رہے کہ اللہ کی رحمت بہت قسم کی ہے اور محسن لوگ بھی بہت طرح کے جس درجہ کا محسن اس درجہ کی رحمت اس سے قریب ہے یہ بھی فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کی رحمت اللہ کی نعمت اللہ کا فضل ہیں اور مفضلہ تعالیٰ ہر محسن ہر مومن سے قریب ہیں اس سے مسئلہ حاضر ناظر بھی حل ہو جاتا ہے۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے فرمایا۔
و شرف کہ قطع ہیں نسبتیں وہ کرم کہ سب سے قریب ہیں کوئی کہہ دو یاس و امید سے وہ کہیں نہیں وہ کمال نہیں غرضیکہ یہ آیت کریمہ بہت ہی ہمت افزا ہے۔

وَهُوَ الَّذِي يُرْسِلُ الرِّيحَ بُشْرًا يَبْلُغُنَّ عَلَيْكُمْ أَقْلُتُ

اور وہ اللہ ہے جو بھیجتا ہے ہوائیں خوشخبریاں دینے والی آگے آگے اس کی رحمت کے حتیٰ کہ جب اٹھاتا ہیں

اور وہ ہی ہے جو ہوائیں بھیجتا ہے اس کی رحمت کے آگے مزدہ نجات یہاں تک کہ

سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنَاهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَأَنْزَلْنَاهُ الْمَاءَ فَأَخْرَجْنَا بِهِ مِنْ

بارل بھاری تو چلاتے ہیں ہم اسے طرف ہر مردہ کے پھر اتارتے ہیں ہم اس سے پانی پھر نکالتے ہیں

جب اٹھائیں بھاری بارل ہم نے اسے کس مردہ شہر کی طرف چلا یا پھر اس سے پانی

كُلِّ الثَّمَرَاتِ كَذَلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتَى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُونَ ﴿٥٠﴾

ہم اس سے ہر قسم کھیتوں میں سے اس طرح نکالیں گے ہم مردوں کو تاکہ تم نصیحت پکڑو

۱۰۱۔ پھر اس سے طرح طرح کے پھل نکالے اسی طرح ہم مردوں کو نکالیں گے کہیں تم نصیحت مانو

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں آسمانی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و ملکیت و تصرف کا ذکر فرمایا گیا تھا کہ سورج چاند تارے وغیرہ اس کے تابع فرمان ہیں اب اس آیت میں زمینی چیزوں میں رب کی ملکیت و تصرف و قدرت کا ذکر ہے۔ گویا علویات کے بعد سفلیات کا ذکر ہو رہا ہے چونکہ آسمانی چیزیں اثر کرنے والی ہیں اور زمینی چیزیں اثر لینے والی اس لئے پہلے آسمانی چیزوں کا ذکر ہوا پھر زمینی چیزوں کا۔ دوسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی ہستی پر دلائل قائم کئے گئے کہ اس نے آسمان و زمین وغیرہ اس طرح پیدا فرمائے اب حشر و نشر کو دلائل سے ثابت فرمایا جا رہا ہے گویا مبتداء کے ذکر کے بعد اب مستاء کا ذکر ہے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ایمانیات کا مبداء ہے قیامت اور اس کے حالات ایمانیات کا منتہی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں بندوں کو دعا مانگنے کا حکم دیا گیا اور دعا کا طریقہ سکھایا گیا۔ اب بارش کا ذکر

ہے تاکہ بتایا جاوے کہ جیسے زمین کبھی بھی بارش سے بالکل بے نیاز نہیں ہو سکتی ایسے ہی تم لوگ کبھی رب کے فضل و کرم سے بے نیاز نہیں ہو سکتے تم ہر وقت ہر حال میں اس کے کرم کے محتاج ہو جیسے زمین ہر وقت بارش کی حاجت مند ہے۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں بندوں کو دعا کا حکم دیا گیا۔ اب بتایا جا رہا ہے کہ دعا لگنا اپنی بندگی کا اظہار ہے ورنہ ہماری عطا تمہاری دعا پر موقوف نہیں دیکھو خشک زمین کو مانگنا نہیں آتا مگر اس کے بغیر مانگے اس پر بارشیں برتی ہیں۔ جب ہم کو مانگنا نہ آتا تھا وہ کرم ہماری حاجات پوری فرماتا تھا۔

ما نودیم و تقاضا مانود فضل تو دل داو اے رب دود
اے کریم کار ساز و بے نیاز دائم الاحسان شہ بندہ نواز

تفسیر: **وہو الذی یوصل الریح** یہ عبادت معطوف ہے الذی خلق السموات الخ سے مراد ہے اس کی صفت کاملہ **ہو الذی** وہاں ارشاد ہوتا ہے جہاں رب تعالیٰ کی خاص قدرت کا ذکر ہو یا خاص رحمت و کرم کا یا مطلقاً شان کا یعنی وہ قدرت والا ہے یا وہ رحمت والا ہے یا وہ شان والا یہاں یا قدرت کے اظہار کے لئے ہے یا رحمت کے اظہار کے لئے اور **ہو الذی ارسل رسولہ بالہدی و ذن الحق** میں اظہار شان کے لئے یعنی اللہ وہ شان والا ہے جس نے اپنے ان رسول کو بھیجا الخ یعنی حضور اللہ تعالیٰ کی تمام صفات اور اس کی ذات کا مظہر ہیں، نمونہ ہیں۔ **لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ** رسول بنا ہے ارسل سے معنی بھیجتا یا معنی چھوڑنا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں عربی میں عموماً "ٹھہری ہوئی ہو اکو ہوا کہتے اور چلتی ہوئی متحرک ہو اکو رخ کہا جاتا ہے قرآن پاک میں عموماً "رحمت کی ہو اکو ریح کہتے ہیں اور غضب کی ہو اکو رخ یہاں چونکہ رحمت کی ہو اکو رخ ہے اس لئے ریح ارشاد ہوا۔ حضرت عبداللہ ابن عمر فرماتے ہیں کہ ہوائیں آٹھ ہیں چار رحمت کی اور چار غضب کی ہوائیں تاصف، عاصف، صرصر اور عقیق ہیں رحمت کی ہوائیں ناشرات، مبشرات، مرسلات اور زاریات ہیں (تفسیر خازن، معانی، صلاوی، کبیر وغیرہ) ہر حال یہاں بارش لانے والی ہوائیں مراد ہیں یعنی رحمت کی ہوائیں۔ رسول فرما کر یہ بتایا کہ یہ کرم نوازیں ہمیشہ ہی ہوتی رہتی ہیں وہ ہوائیں اور بارشیں بھیجتا ہی رہتا ہے زمین کو بارش کی ضرورت پڑتی رہتی ہے وہ کرم ضرورت پوری کرتا رہتا ہے رسول کے معنی ہیں بھیجتا رہتا ہے یا چھوڑتا رہتا ہے اگرچہ ہوا ہر وقت ہر جگہ موجود ہے سمندر کی طرح مگر اس کی قدرت نے اپنے قبضہ میں رکھا ہے کہ تیزی نہیں دکھاتی۔ جب وہ چاہتا ہے تو اس میں سمندر کی طرح موجیں پیدا ہوتی ہیں بھیجنے کے یہی معنی ہیں **بشرا بن ہدی** رحمتہ یہ عبارت مفعول لہ ہے **بشرا** کا اور **بشرا** مصدر ہے معنی بشارت و خوشخبری اور یہ رسول کا مفعول لہ ہے یہ عبارت ریح کا حال ہے اور **بشرا** جمع ہے **بشرا** اسم فاعل کی۔ خیال رہے کہ **بشرا** کی قراتیں پانچ ہیں۔ (1) **نشرا** نون کے پیش اور ش کے سکون سے۔ (2) **نشرا** نون اور ش کے پیش سے جمع **ناشرہ** کی (3) **نشرا** نون کے فتح اور سین کے سکون سے یہ سب بنے ہیں **نشر** معنی پھیلانے بکھیرنے سے اسی سے ہے **ناشر** اور **انتشار** (4) **بشرا** ب اور ش کے پیش سے (5) **بشرا** ب کے پیش اور شین کے سکون سے یہ مشتق ہے بشارت سے معنی خوشخبری جمع ہے **بشیر** کی۔ جیسے **رغف** جمع ہے **رغیف** کی (روح البیان) ہماری قرات میں یہ ہی آخری ہے **بن ہدی** کے لفظی معنی ہیں ہاتھوں کے نیچے۔ مراد ہے سامنے رحمت سے مراد ہے بارش کہ اس سے عالم کا بقاء ہے ہو اخود بھی رحمت ہے اور دوسری رحمت یعنی بارش کا پیش خیمہ ہے یہ ہوائیں رب تعالیٰ کے رحم و کرم کا مظہر ہیں۔ حضرت کعب احبار فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ تین

دن ہو روک دے تو دنیا کا بیشتر حصہ سڑ جاوے (خازن) اگرچہ کنویں تلاب نہریں دریا تمام کے پانی اللہ کی رحمت ہیں مگر بارش کو خصوصیت سے رحمت فرمایا چند وجوہوں سے (1) دو سرے پانیوں پر انسان کدو عوئی اس کا قبضہ ہوتا ہے حتیٰ کہ انسان بوہ پانی فروخت کر سکتے ہیں مگر بارش پر نہ کسی کدو عوئی نہ قبضہ (2) دو سرے پانی انسان روک بھی سکتا ہے مگر بارش کو نہ کوئی روکے نہ چھوڑے یہ سورج کی طرف صرف رب کے قبضہ میں ہے (3) تیسرے یہ کہ دو سرے پانی خاص مفید زمین کو دیئے جاتے ہیں مگر بارش وہ رحمت عامہ ہے جو ناقص کامل مفید غیر مفید ہر جگہ پر برستی ہے خواہ زمین فائدہ لے یا نہ لے حتیٰ **اذا اقلت سحابا ثقالا** یہ ہوسل کی انتہاء ہے اقلت بنا ہے اقلال اس جس کا مادہ ہے قلت معنی کی اقلال کے معنی ہیں کم یا معمولی سمجھنا اصطلاح میں اس کے معنی ہیں اٹھانا ہر شخص کسی چیز کو ہلکا سمجھتا ہے پھر اٹھاتا ہے اس لئے اقلال اٹھانے کو کہا جاتا ہے (خازن روح المعانی بیان وغیرہ) **سحابا بنا** ہے سحاب سے معنی کھینچنا چلنا چونکہ بادل کھینچ کر چلا کر اٹھا کر لائے جاتے ہیں اس لئے انہیں سحاب کہا جاتا ہے **ثقال** جمع ہے ثقیل کی معنی بو جھل یا بھاری یا معنی ثقل ہے کہا جاتا ہے **ثقل** 'ثقالا' (معانی) **ثقلنا** لبلد میت یہ عبارت **اذا قلت** کی جزا ہے سقنا بنا ہے سوق سے معنی چلنا لے جانا لانا اسی سے ہے سائق (ہانکنے والا) اور سواق (ڈرائیور) ہ کامر جمع ہے سحاب لام بمعنی الی ہے یعنی طرف یا معنی لئے ہے بلکہ زمین کے حصہ کو کہتے ہیں آبلو ہوا یا غیر آبلو شہر ہوا گاؤں یا جنگل اس کی جمع ہے بلاد عربی شعراء نے جنگل کو بلد کہا ہے ایک شاعر کہتا ہے۔

وبلدته مثل ظهر الترس موحشتہ للجن بالبل فی حالتها وجل

یعنی ہم وہ بلول مردہ زمین کی طرف یا مردہ زمین کے لئے لے جاتے ہیں۔ میت سے مراد خشک ہے۔ (روح المعانی کبیر وغیرہ) **فانزلناہ الماء** یہ عبارت معطوف ہے سقنا ہ ہر ہد کامر جمع یا تولد ہے اور بمعنی فی یا سحاب ہے اور ب سیہ ماء سے مراد ہے بارش یعنی ہم اس شہر میں بارش اتارتے ہیں یا اس بلول سے بارش برساتے ہیں یعنی یہ سب کچھ ہمارے حکم ہمارے ارادے سے ہوتا ہے **فأخرجناہ من کل الثمرات** یہ عبارت انزلنا پر معطوف ہے اخراج سے مراد ہے عدم سے ہستی کی طرف نکالنا یعنی پیدا فرمانا ہد کامر جمع یا تو ماء یعنی بارش ہے اور ب سیہ یا بلد ہے اور بمعنی فی کل کا استغراق عرفی ہے من حیثیت کے لئے ہے یا جنس کے بیان کے لئے (معانی) **ثمرات** سے مراد ہے مطلقاً پھل خولہ دانہ ہوں جیسے گندم جو وغیرہ یا فروٹ جیسے آم انگور انار وغیرہ چونکہ انسان عموماً پودوں اور درختوں کے دانہ اور پھل ہی کھاتے یا استعمال کرتے ہیں اس لئے یہاں خصوصیت سے پھلوں کا ذکر ہوا ورنہ گھاس اور ہر سبزی بارش سے ہی ہوتی ہے اور سمندر میں بارش کے قطروں سے موتی بنتے ہیں اور یہی قطرے دریائی جانوروں کی آنکھوں کی روشنی کا ذریعہ بنتے ہیں اگرچہ سل بارش نہ ہو تو دریائی جانور اندھے ہو جلیں جیسا کہ ہم پچھلے پاروں میں عرض کر چکے ہیں۔ خیال رہے کہ بعض الثمرات اور من کل الثمرات میں بڑا فرق ہے من کل الثمرات میں دو باتیں ظاہر ہوتی ہیں ایک ہر قسم کا پھل دو سرے ہر قسم کے پھل کے بعض افرلو کیونکہ بارش سے ہر قسم کے پھل پیدا ہوتے ہیں اگلے سل دو سرے بعض اسی طرح یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا بعض الثمرات فرمانے سے یہ بات حاصل نہ ہوگی۔ کذلک نخرج الموتی یہ ہے اس تمام بیان کا نتیجہ فالک سے اشارہ یا تو مردہ زمین کے زندہ فرمانے کی طرف ہے یا پھلوں کے نکالنے کی جانب موتی جمع ہے میت کی ان کے نکالنے سے مراد ہے انہیں زندہ کر کے قبروں وغیرہ سے اٹھانا یعنی جیسے ہم خشک زمین پر بارش برسا کر اسے تری سبزی بخشے ہیں اسی طرح قیامت میں ہم قبروں

سے مردوں کو نکالیں گے۔ حضرت ابو ہریرہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ صور کے پہلے نفع پر تمام زندہ مخلوق مردہ ہو جاوے گی پھر بہت عرصہ کے بعد عرش اعظم سے قدرتی بارش برے گی سارے مردے اپنی قبروں وغیرہ میں ایسے آگیں گے جیسے بارش سے گھاس وغیرہ اگتی ہے پھر دو سرے نفع پر یہ سب انھیں گے اس صورت میں یہ تشبیہ بالکل ظاہر ہے (خازن، معانی وغیرہ) اور اگر دو سرے نفع سے یہ کام ہو تو تشبیہ صرف دوبارہ زندہ کرنے میں ہے اس کی نوعیت میں تشبیہ نہیں بلکہ تذکرون اس میں روئے سخت قیامت کے منکر کافرون سے ہے تذکرون اصل میں تذکرون قیامت سے باب تفضل کا مضارع۔ ایک دور کردی گئی اس عبارت سے پہلے ایک عبارت پوشیدہ ہے یعنی ہم نے یہ باتیں تم کو اس لئے سنائیں تاکہ تم نصیحت حاصل کرو ان مذکورہ باتوں پر قیاس کر کے قیامت کے قائل ہو جاؤ اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاؤ تاکہ قیامت میں بخشے جاؤ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے بغیر قیامت کو مان لینا کچھ فائدہ نہیں دیتا۔

خلاصہ و تفسیر : اے لوگو! تم آسمان اور آسمانی چیزوں میں اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا بیان سن چکے اب جہاں تم رہتے ہو یعنی زمین اور زمینی چیزوں کے حالات ان میں غور کرو اور رب کی قدرت پر ایمان لاؤ۔ رب وہ قدرت والا ہے جو رحمت کی بارش سے پہلے بارش کی خوشخبریاں دینے والی ہوائیں بھیجتا ہے جن سے تم کو بارش کی امید بندھ جاتی ہے حتیٰ کہ جب یہ ہوائیں بارش سے لدے ہوئے بھاری بادل اٹھا کر اڑا کر لاتی ہیں تو ہم یہ بادل خشک زمینوں کی طرف لے جاتے ہیں وہاں ان سے بارش برساتے ہیں کبھی ہلکی کبھی تیز پھر ہماری ہی قدرت ہے کہ اس بارش کے ذریعہ ہر قسم کے دانہ اور پھل پیدا فرماتے ہیں جو تمہاری اور تمہارے جانوروں کی بقاء کا ذریعہ ہے جیسے ہم بارش کے ذریعے مردہ اور خشک زمین کو زندگی و تری بخشتے ہیں ایسے ہی ہم قیامت کے دن مردوں کو زندگی بخش کر قبروں سے اٹھائیں گے جب تم دن رات یہ واقعات دیکھتے رہتے ہو تو قیامت کے دن مردے زندہ ہونے کا انکار کیوں کرتے ہو ان میں غور کرو اور قیامت کو مانو۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : قیاس برحق ہے یعنی دیکھی چیز کے حالات دیکھ کر فن دیکھی چیز کے حالات معلوم کرنا بالکل درست ہے دیکھو بارش اور اس کے نتیجے ہماری دیکھی چیزیں ہیں قیامت اور وہاں کے حالات فن دیکھے ہیں بارش کے ذریعہ قیامت کے پتہ لگانے کا حکم دیا گیا لہذا مجتہدین علماء کا شرعی قیاس بھی برحق ہے یعنی منصوص چیز کے احکام غیر منصوص میں جاری کرنا گندم میں سود حرام ہے تو چاول میں بھی حرام گندم میں سود کی حرمت حدیث شریف میں آگئی۔ چاول باجرہ مکئی میں سود کی حرمت قیاس سے ثابت کی گئی۔ اسی طرح یہ کہنا بھی درست ہے کہ جب رب نے ملک الموت کو حاضر بنا کر بتایا اے علم غیب بھی بخشا تو اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی یہ صفات عطا فرمائیں وہ قلندر مطلق ہے جسے جو صفت چاہے بخش دے۔ دوسرا فائدہ : ہوا خود بادل نہیں بن جاتی بلکہ سمندر کلابانی بھاپ بن کر طبقہ زمہریر میں پہنچتا ہے پھر ہواؤں کے ذریعے دوسری جگہ منتقل ہوتا ہے یہ فائدہ اللہ سبحانہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ : بھاپ میں وزن ہے کیونکہ بادل جمی ہوئی بھاپ ہی تو ہے اسے قرآن مجید نے ہماری فرمایا یہ فائدہ سبحانہ تعالیٰ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ : ہر چیز کی موت علیحدہ ہے ایسے ہی اس کی زندگی علیحدہ ہمارے جسم کی موت بے جان ہونا ہے اس کی زندگی جاندار ہونا روح کی موت بے ایمان ہونا ہے اس کی زندگی ایمان والا ہونا۔ دل کی موت غفلت ہے اس کی زندگی بیداری زمین کی موت خشکی ہے اس کی زندگی اس کی سبزی ہے۔ یہ فائدہ بلند میت سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ : صرف بارش ”بیج“ اچھی بوائی پیداوار کے لئے

کافی نہیں یہ سب چیزیں پیداوار کے اسباب ہیں پیدا فرمانے والا مسبب الاسباب یعنی اللہ تعالیٰ ہے انسان کو چاہئے کہ یہ سب کچھ کرے مگر نظر مسبب الاسباب پر رکھے۔ یہ فائدہ فائدہ کے بعد فائدہ خارجنا فرمانے سے حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: اگرچہ زمینی پانی یعنی کنوئیں دریا نہروں سے بھی کھیتی باڑی میں مدد ملتی ہے مگر پھر بھی بارش کی ضرورت ہے اگر بارش نہ ہو تو لاکھ کوشش کر کے زمینی پانی کھیتوں باغوں کو دو مگر پیداوار درست نہیں ہوگی۔ یہ فائدہ فائدہ خارجنا ہد فرمانے سے حاصل ہوا۔ کنوئیں وغیرہ کے پانی بارش کا کام نہیں دیتے۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ بارش سے آگے ہوا ضرور ہوتی ہے مگر یہ مشاہدہ کے خلاف ہے بہت دفعہ ہوا بالکل بند ہوتی ہے سخت جس ہوتا ہے مگر بادل آجاتا ہے بارش ہو جاتی ہے پھر یہ آیت کیونکہ درست ہوئی؟ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دو سرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ تم نے کہا بادل آجاتا ہے بادل کیسے آجاتا ہے کیا ریل یا ہوائی جہاز کے ذریعہ آتا ہے اسے کون سی چیز لاتی ہے جسے یقیناً ہوا ہی لاتی ہے۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ بارش اور بادل کے آگے آگے ہوا ضرور ہوتی ہے جو بادل کو لاتی ہے ہاں کبھی وہ ہم کو محسوس نہیں ہوتی ہوا ہونا اور ہے ہوا کا محسوس ہونا کچھ اور لہذا آیت کریمہ بالکل درست ہے (کبیر)۔ دو سرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ بادل بوجھل بھاری ہوتے ہیں مگر آج ہوائی جہاز بادل میں سے گزر جاتے ہیں انہیں کوئی بوجھ محسوس نہیں ہوتا پھر یہ آیت کریمہ کیونکہ درست ہوئی؟ جواب: اس اعتراض کا جواب بھی وہی ہے کہ بوجھ ہونا اور ہے بوجھ کا محسوس ہونا کچھ اور کبھی بارش کپانی تول کر دیکھو اس میں بوجھ ہے یا نہیں لاکھوں کروڑوں من پانی کون ہوا میں اڑائے پھرتا ہے۔ صرف پروردگار عالم۔ آپ پانی کے حوض میں بیٹھ جاویں قطعاً پانی کا وزن محسوس نہ ہو گا لیکن اگر وہی پانی گھڑا بھر کر سر پر رکھ لیں تو بوجھ ضرور محسوس ہو گا۔ آج سائنس بتاتی ہے کہ ہوائیں بوجھ ہے ہمارے سر پر ہزاروں من ہوا دی ہوئی ہے۔ جسے ہم اٹھائے پھرتے ہیں مگر ہم کو بوجھ محسوس نہیں ہوتا کیوں اس لئے کہ ہم ہوا کے اندر رہتے ہیں اگر ٹیوب یا ٹائر میں ہوا بھر کر وزن کریں تو یقیناً بوجھ معلوم ہو گا۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ پھلوں دانوں کی پیداوار بارش سے ہوتی ہے حالانکہ کنوئیں دریا نہروں کے پانی سے بھی پیداوار ہو جاتی ہے تو فائدہ خارجنا ہد فرمانا کیونکہ درست ہوا۔ جواب: دیکھا گیا ہے کہ کنوئیں دریاؤں کے پانی سے کھیت ہر اہر اتور رہتا ہے سو کھیت تو نہیں مگر بدھتا بھی نہیں اور پھل بھی نہیں دیتا کھیتوں کی بدھوار پھلوں پھولوں کی پیداوار بارش سے ہی ہے اگر مان بھی لیا جاوے تو دریا اور کنوئیں میں پانی بارش سے ہی آتا ہے اگر ایک سال بارش نہ ہو تو کنوئیں بھی خشک ہو جاتے ہیں۔ دریا بھی خشک لہذا وہ پانی بھی بارش سے ہی ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں من کل السموات کیوں ارشاد ہوا بعض السموات نہ فرمایا گیا بعض میں اور من کل میں کیا فرق ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ پھلوں کی نوعیت کے لحاظ سے کل فرمایا گیا اور افراد کے لحاظ سے من۔ حقیقت والا ارشاد ہوا یعنی بارش سے ہر قسم کے پھل پیدا فرمادیے مگر ہر سال بعض پھل یہ سلسلہ قیامت تک رہے گا کہ ہر سال بارش سے پھل پھول دانے پیدا ہوتے رہیں گے۔ پانچواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ ہم یونہی مروے نکالیں گے تو وہاں بارش کمال ہوگی وہاں تو صور کی آواز سے سب جی انھیں گے پھر تشبیہ کیونکہ درست ہوئی فرمانا ہے نفع لہذا آخری فائدہ فائدہ فائدہ فائدہ منظور۔ جواب: بعض روایات میں ہے کہ پہلے عرش اعظم سے چالیس دن تک قدرتی پانی بر سے گا۔ جس سے تمام مردوں کے اجزاء بدنی درست ہو کر ان میں روح پڑ جاوے گی مگر وہ سوئے ہوئے ہوں گے صور پھونکنے

پروہ بیدار ہو کر اٹھ کھڑے ہوں گے دیکھو تفسیر خازن کبیر وغیرہ یہ مقام تو زندگی بارش سے ہوگی بیداری صور کی آواز سے۔ لہذا تشبیہ درست ہے اور اگر صرف صور کی آواز سے ہی زندگی ہو تب بھی مطلب ظاہر ہے کہ جو رب پانی سے خشک زمین تر اور سبز کر سکتا ہے وہ صور کی آواز سے زندگی بھی دے سکتا ہے لہذا اس کی قدرت پر اعتراض نہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ : ہمارے غافل دل گویا خشک زمین ہیں ولایت کافضان گویا رحمت کی ہوائیں ہیں نبوت کافضان گویا رحمت کی بارش ہے جب دل کی معرفت نبی کی نگاہ کرم غافل دل پر پڑتی ہے تو اس غافل دل میں ایمان، احسان، عرفان وغیرہ کے پھل پھول گتے ہیں اور اس سے غافل دل بیدار ہو کر دوسروں کو نفع دیتے ہیں۔ غایت کی ہوا۔ ہدایت کا بادل محبت کا پانی جب ہو تو اس سے مشاہدات مکاشفات کمالات کے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں اسی طرح رب تعالیٰ مردہ قلوب کو سینے کی قبور سے نکالتا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔

دوسری تفسیر : از آدم علیہ السلام تا عیسیٰ علیہ السلام تمام انبیاء گویا رحمت کی ہوائیں تھے جنہوں نے اپنے اپنے زمانوں میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بشارتیں دیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہ عالمگیر رحمت ہیں جن سے کوئی محروم نہ رہا وہ بعد میں تشریف لائے بشیر وہ حضرات تھے مبشر یہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ پھر جیسے بادل کو ہوائیں لاتی ہیں۔ یونہی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا میں نبیوں ولیوں، غریبوں، مسکینوں کی دعائیں لائیں پھر جیسے بادل خالی نہیں آتے پانی سے بوجھل آتے ہیں حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم خالی نہ آئے۔ اللہ کی رحمتوں سے بھرپور آئے اور پسماندہ ملک یعنی عرب پر برسے جس کی برکت سے اس ملک میں ہر قسم کے پھل پھول صحابیت ولایت، ایمان و تقویٰ کے پھل پیدا ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم دلوں کی دنیا کے لئے ابر رحمت ہیں قرآن ایمان اس کی بارش اعمال صالحہ پھل پھول۔

وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرِجُ نَبَاتَهُ يَادْنِ رَبِّهِۦ ۖ وَالَّذِي خَبَتْ لَا يُخْرِجُ إِلَّا

اور علاقہ پاکیزہ نکلتا ہے بزرگ اس کا حکم سے اس کے رب کے اور جو علاقہ گندہ ہے نہیں نکلتا مگر مشکل سے

اور جو اچھی زمین ہے اس کا بزرگ اس کے حکم سے نکلتا ہے اور جو خراب ہے اس میں نہیں

نکدًا ۚ كَذٰلِكَ نَصْرَفُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ۝۵۵

تھوڑا اس ہی طرح ہم پھر پھر کر بیان فرماتے ہیں آیتیں واسطے ایسی قوم کے جو شکر گزار ہیں
نکلتا مگر تھوڑا مشکل ہمیں ہی طرح طرح سے آیتیں بیان کرتے ہیں ان کے لئے جو احسان مانیں۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں فیض دینے والے بادلوں کا ذکر تھا اس کے ذریعہ رب تعالیٰ نے اپنی قدرت ظاہر فرمائی تھی۔ اب فیض لینے والی زمین کے حصوں کا ذکر ہے اور اس کے ذریعے رب تعالیٰ کی قدرتوں کا نظارہ کرایا گیا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں بارش کی یسائیت سے رب کے فضل و

کرم کا ذکر کیا گیا کہ وہ رب کریم ہر قسم کی زمین پر یکساں بارش بھیجتا ہے اب زمین کے اختلاف سے اس کی قدرت دکھائی جا رہی ہے کہ بارش ایک مگر زمین کی پیداوار میں مختلف معلوم ہوا کہ یہ سب کسی کے محکوم ہیں یکسانیت سے بھی اس کی قدرت معلوم کرو اور اختلاف حالات سے بھی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں بارش کے عام فیض کا ذکر تھا یعنی خشک زمین کو تر کر دینا زمین خواہ آباد ہو یا بنجر اب اس بارش کے خاص اور مختلف فیوض کا تذکرہ ہے یعنی پیداوار کا جو کہیں ہوتی ہے کہیں نہیں پھر کہیں زیادہ ہوتی ہے کہیں کم کہیں کوئی چیز پیدا ہوتی ہے کہیں اور چیز۔ چوتھا تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ رب تعالیٰ بارش کے ذریعے ہر قسم کے پھل پیدا فرماتا ہے اب ارشاد ہے کہ یہ پھل ہر جگہ پیدا نہیں ہوتے بلکہ طیب زمین میں گویا خلق کا ذکر پہلے ہوا اور محل خلق یعنی جگہ کا ذکر اب ہے۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیت میں ارشاد ہوا کہ ایک ہی ہوا اگر شمال سے چلے تو ریاہ ہے جو بارش کی خوشخبری لاتی ہے جس سے معلوم ہوا کہ ایک ہوا مختلف حرکتوں سے مختلف تاثیر رکھتی ہے۔ اب ارشاد ہے کہ ایک ہی زمین کے مختلف طبقے مختلف تاثیریں رکھتے ہیں گویا ہوا کی تاثیروں کے بعد زمین کی تاثیروں کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر: والبلد الطیب عربی میں بلد تین معنی میں استعمال ہوتا ہے شہر جیسے لا اقسام بھنا ابلد مطلقاً بستی گلوں ہو یا شہر جیسے لم یخلق مثلها فی البلاد حصہ 'زمین' آبادی ہو یا جنگل یہاں تیسرے معنی مراد ہیں۔ عربی میں طیب بہت معنی میں آتا ہے مزے دار جیسے حلالا طیباً خوشبودار یعنی طیب معنی خوشبو کا صفت مثلاً 'زمین قاتل پیداوار یہاں تیسرے معنی میں ہے کیونکہ بلد کی صفت ہے یعنی زمین طیب معنی اچھی یہاں اس سے وہ زمین مرلو ہے جو پتھر ملی، کنکر ملی اور بنجر شور نہ ہو بلکہ قاتل کاشت اور قاتل پیداوار اعلیٰ درجہ کی ہو جس میں ہر قسم کے پھل پھول دانہ بوٹے کاٹے جاسکیں۔ بخروج نبا تہ باذن ربہ یہ عبارت خبر ہے البلد الطیب کی بخروج بنا ہے خروج سے معنی ظاہر ہونا، نکلتا یا پیدا ہونا، نبات مصدر ہے نبات نبات کا معنی آنا یہاں اس سے مرلو ہے اگنے والی چیز یعنی ہر قسم کی ہنری اس میں گھاس بیل بوٹے، درخت وغیرہ سب شامل ہیں اگر اس زمین میں کچھ بویا جلوے تو اس کی پیداوار ہو جلوے ورنہ گھاس و چارہ ہی پیدا ہو باذن ربہ سے مرلو اور لودہ الٹی ہے وہ میں وہ کامرجع البلد الطیب ہے باذن ربہ فرما کر یہ بتلایا کہ زمین خلوہ کیسی ہی اعلیٰ ہو اور بارش کیسی ہی ہر وقت ہو محم کیسی عہد ہو مگر پیداوار رب تعالیٰ کے ارادے سے ہی ہوتی ہے سب چیزیں تابع فرمان الٹی ہیں یعنی اچھی زمین میں رب کے حکم سے خوب ہنر پیدا ہوتا ہے والذی خبت یہ تصویر کلو سر اسخ ہا الذی سے مراد ہے حصہ زمین خبت بنا ہے خبت سے ب کے جزم سے معنی برائی و خرابی دل گندگی اندرونی برائی کو بھی خبت کہا جاتا ہے یہاں اس سے مراد ہے بنجر زمینیں جس میں کچھ پیداوار نہ ہو یا کنکر ملی و پتھر ملی زمین جو قاتل کاشت نہ ہو طیب کا مقل لا بخروج الانکما یہ عبارت خبر ہے والذی خبت کی نکمون کے کسو سے صفت مثلاً ہے نکد سکون نون کا نکد کے بہت معنی ہیں کم۔ غیر نافع، بمشکل، بخل و کجسوس، نحوست، ملامت کہا جاتا ہے۔ وجل نکما ایک شاعر کہتا ہے۔

واعط ما اعطته طیباً لاخیر لی المنکود والنا کد

دوسرا شاعر کہتا ہے۔

لانجز الوعدان و عت وان اعطت اعطت تالها نکما

marfat.com

یہاں نکلیا تو حال ہے یا پوشیدہ مصدر خروجا کی صفت اور مفعول مطلق ہے اور لا یمخرج کا فاعل حو ہے جو نبات کی طرف راجع ہے یعنی خبیث بخر زمین میں سبزہ نہیں آتا مگر تھوڑا بمشکل اور غیر نافع جس میں نہ پھل ہوں نہ پھول بارش ایک ہے مگر زمین کی تاثیریں مختلف کمالک نصرف الایات اس عبارت میں اس مذکورہ مثال کا مقصد بیان فرمایا گیا یعنی جس طرح ہم نے یہاں مختلف زمینوں کا حال بیان فرمایا اس طرح ہم آتیں پھیر پھیر کر مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں نصرف لہذا ہے تعریف سے جس کا لہوہ ہے صرف معنی پھیرنا گردش دینا آیات سے مراد قرآنی آتیں ہیں لقوم مشکرون اس کا تعلق نصرف سے ہے چونکہ ان آیتوں سے فائدہ صرف شاکر مومن ہی اٹھاتے ہیں اس لئے انہیں کا ذکر فرمایا قوم کے معانی اور شکر صبر کے معنی ان کے اقسام اور احکام ہم دو سرے پارے کی تفسیر میں واشکروا لی ولا تکفرون کے ماتحت عرض کر چکے ہیں یعنی ہم آیات قرآنیہ ہر طرح پھیر پھیر کر بیان کرتے ہیں مگر کس کے نفع کے لئے اس قوم کے لئے جو شاکر ہیں۔ ناشکرے کافران سے فائدہ نہیں اٹھاتے۔

خلاصہ تفسیر : اے مسلمانو تم آسمانی حالات تو سن چکے کہ ہماری قدرت سے ہوائیں بارشیں کس طریقہ سے آتی ہیں اب زمینی حالات سنو اور غور کرو کہ زمین دو طرح کی ہے اچھی قلیل کاشت ہری اور قلیل کاشت یا ناقابل پیداوار اچھی زمین میں سبزے پھل پھول اللہ کے حکم سے خوب نکلتے ہیں جن سے جانور انسان فائدے اٹھاتے ہیں مگر جو زمین خبیث خراب ناقابل کاشت یا ناقابل پیداوار ہے۔ اس میں بمشکل تھوڑی سی غیر نافع گھاس نکلتی ہے بارش ایک ہے مگر زمین کے حصوں میں اس کی تاثیریں مختلف ہیں آسمان سے بارشوں کا آنا یہ بھی ہماری قدرت سے ہے اور زمین میں مختلف اثر کرنا یہ بھی ہماری قدرت سے ہم شکر گزار لوگوں کے نفع کے لئے آیات قرآنیہ اس طرح پھیر پھیر کر مختلف انداز سے بیان کرتے ہیں رہے ناشکرے کفار وہ ان آیات اور ان کے مختلف طرز بیان سے کوئی فائدہ نہیں اٹھاتے ان میں غور کرو اور ہماری قدرت کے قائل ہو جاؤ۔

باراں کہ در لطافت بعض خلاف نیست در بلخ لالہ روید و در شورہ بوم و خس
زمین شورہ سنبل بر نیارد در و تخم عمل ضائع مگر دواں

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: زمین کو طیب او خبیث کہنا جائز ہے اچھی پیداوار والی زمین طیب ہے ناقابل کاشت یا کم پیداوار والی زمین خبیث اسی طرح انسان کو بھی طیب و خبیث کہہ سکتے ہیں اوب والا انسان طیب ہے بے اوب خبیث ہے جو مقصد حیات پورا کرے وہ طیب ہے جو پورا نہ کرے وہ خبیث ہے۔ یہ فائدہ والبلد الطیب اور والذی خبت سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ دوسرا فائدہ: ساری زمین بظاہر یکساں ہے اور سب کی حقیقت مٹی ہے مگر فطرت اور طبیعت میں مختلف۔ ظاہر سے دھوکہ نہ کھاؤ یو کسی سارے انسان شکل و صورت میں یکساں ہیں سب کی حقیقت حیوان ناطق ہے مگر طبیعت و فطرت میں ان میں بڑا فرق ہے ان میں زندیقین بھی ہیں اور صدیقین بھی۔

گربہ صورت آدمی انسان بدے احمد و بو جمل ہم یکساں بدے

یہ فائدہ بھی اسی الطیب اور الذی خبت سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: زمین اگرچہ کیسی ہی اعلیٰ ہو مگر پیداوار رب تعالیٰ کے حکم پر موقوف ہے اسی طرح انسان کیسے ہی بہتر ہو مگر فضل رب تعالیٰ کے کرم پر موقوف ہے۔ یہ فائدہ بلون

ربہ سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: سعید یعنی نیک بخت شقی نہیں بن سکتا اور شقی یعنی بد بخت سعید نہیں بن سکتا قسم ازلی نے جسے جیسا بنا دیا وہی رہے گا لہذا لوگوں کی حقیقت بدلنے کی کوشش نہ کرو بلکہ اپنی فکر کرو۔

پر تو نیکیاں نہ کیرو ہر کہ بنیادش بدست تربیت نالک راچوں گرد گل برگنبد است

یہ فائدہ تفسیر کبیر نے بیان فرمایا۔ پانچواں فائدہ: بارش یا زمین بوائے ہوئے تخم کو اگا تو سکتے ہیں مگر اسے بدل نہیں سکتے یعنی اعلیٰ درجہ کی زمین اور ہر وقت بارش سے کیکر کے تخم سے آم کا درخت پیدا نہیں ہو سکتا یونہی قرآن و حدیث کسی کی فطرت نہیں بدل سکتا اسی سے کوئی محبوب بن جاتا ہے کوئی مردود۔ یہ فائدہ لقوم بشکرون حاصل ہوا۔ چھٹا فائدہ: قرآن کریم کی تعلیم نہایت ہی مکمل ہے اس میں ہر قسم کے لوگوں کا لحاظ رکھا گیا، طرح طرح سے سمجھایا گیا ہے، مثالوں سے، خوف سے، امید سے، محبت سے یہ فائدہ حاصل ہوا انصرف الایات سے۔

پہلا اعتراض: اس آیت میں ارشاد ہوا کہ بری زمین تھوڑی پیداوار کرتی ہے حالانکہ بنجر زمین میں کچھ بھی نہیں ہوتا پھر یہ فرمان کیونکر صحیح ہوا۔ جواب: یہاں خراب زمین سے تین قسم کی زمین مراد ہیں۔ کنکریلی، پتھریلی اور زمین شورہ بنجر۔ ان میں سے زمین شورہ میں واقعی کچھ نہیں پیدا ہوتا مگر اور زمینوں میں تھوڑا سا پیدا ہوتا ہے ہم نے بنجر زمینوں میں خشک گھاس لگی ہوئی دیکھی ہے لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: اس آیت سے معلوم ہوا کہ قرآن کریم صرف شاکر قوم کے لئے ہدایت ہے حالانکہ دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ہدی للعالمین اور ارشاد ہے ذکری للعالمین ان آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: قرآن کریم کی رہبری یعنی راہ دکھانے کے لئے ہے مگر راہ دیکھنا اور ہدایت پر آجانا سب کے لئے نہیں تمہاری پیش کردہ آیات میں راہ نمائی کا ذکر ہے اور اس آیت میں راہ یابی کا تذکرہ ہے بادل پانی زمین کو دیتا ہے مگر ساری زمین اس سے فیض نہیں لیتی سورج روشنی سب پر پھینکتا ہے مگر چمکاوڑ کی آنکھ روشنی نہیں لیتی لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ تیسرا اعتراض: اچھی زمین کے لئے البلد الطیب ارشاد ہوا اور بری زمین کے لئے فرمایا گیا والذی خبت فعل ماضی۔ اس فرق بیان میں کیسی حکمت ہے یہاں بھی والبلد الخبیث ارشاد ہونا چاہئے تھا۔ جواب: اس فرق بیان میں نہایت ہی لطیف صوفیانہ نکتہ کی طرف اشارہ ہے جسے اس حدیث نے واضح فرمایا کہ ہر بچہ اسلام پر پیدا ہوتا ہے پھر اسے اس کے مل باپ یہودی، نصرانی، مجوسی بنادیتے ہیں طیب ہونا اصل ہے خباثت عارضی چیز جو دنیا میں آکر حاصل ہوتی ہے نیز لوب یہ کہ اچھائی کو رب تعالیٰ کی طرف نسبت کرے برائی کو اپنی طرف مولانا عطار منطق الطیر میں فرماتے ہیں۔

خلق ترسد از تو من ترسم ز خود! کز تو نیکی دیدہ ام وز خویش بد

چوتھا اعتراض: قوم واحد ہے تو اس کے لئے بشکرون جمع کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: قوم لفظاً واحد ہے مگر معنی جمع کیونکہ قوم بہت سے افراد کے مجموعہ کو کہتے ہیں۔ جنہیں ملک، دین یا پیشہ یا نسب جمع کرتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم گویا رحمت الہی کا بادل ہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات فیوض و برکات گویا رحمت کی بارش ہے لوگوں کے دل گویا اچھی بری طیب و خبیث زمین ہے۔ یہ بارش جب مومن کے دل پر پڑتی ہے تو اس میں طاعتوں کے انوار عبوات کے آثار نمودار ہو جاتے ہیں جن سے وہ خود بھی فائدہ اٹھاتا ہے اور منافق کے دل پر جب پڑتی ہے تو اس کی زبان پر اقرار ہوتا ہے دل میں فرار (بھاگنا) نمودار ہوتا ہے اس آیت کریمہ میں اسی کا بیان ہے۔ حافظ شیرازی فرماتے ہیں

کو ہر پاک بیاید کہ شود قابل فیض ورنہ ہر سنگ و گلے لولوء مرجان نشود

حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ہماری تعلیم اس بارش کی طرح ہے جو طیب زمین پر پہنچتی ہے تو وہاں رنگارنگ پھول و پھل پیدا کر دیتی ہے نشیبی زمین میں پہنچ کر تلاب بنا دیتی ہے۔ جس سے لوگ اپنے کھیتوں باغوں کو سیراب کرتے ہیں اور کھاری زمین میں کچھ فائدہ نہیں پہنچاتی مومن کے دل میں اس تعلیم سے ایمان و تقویٰ کے پھل پھول پیدا ہوتے ہیں۔ علماء کے سینے اس سے تلاب بن جاتے ہیں جن سے لوگ اپنی ضروریات پوری فرماتے ہیں۔ منافقین کے سینے نہ پانی روکیں نہ گھاس وغیرہ گائیں دیکھو مسلم بخاری وغیرہ۔ (از تفسیر خازن و روح البیان) خیال رہے کہ چند و ہوں سے انسانی دل کو زمین کہا جاتا ہے (1) زمین ہمیشہ ہی پیداوار کرتی ہے کبھی تھکتی نہیں یہ دل کا حال ہے کہ اس میں اچھے برے ارادے پیدا ہوتے ہی رہتے ہیں۔ (2) مٹی کو جیسی صحبت ملے اس کا اثر لیتی ہے گندگی کے پاس رہے تو بدبودار ہو جاتی ہے پھولوں سے مسک جاتی ہے یہی ہمارے دل کا حال ہے صحبت کا اثر لیتا ہے۔ (3) زمین ہر وقت بارش کی محتاج کبھی اس سے بے نیاز نہیں دل ہر وقت نگاہ نبی کا محتاج کبھی ان سے بے نیاز نہیں (4) زمین سے عالم انسانی کی بقاء ہے دل سے عالم روحانی کا بقاء۔

لَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِّنْ إِلَٰهٍ

ابنہ تحقیق بھیجا ہم نے نوح کو طرف قوم ان کی سے پس فرمایا اے قوم میری عبادت کرو نہیں ہے واسطے تھا سے

بے شک ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف بھیجا تو اس نے کہا اے میری قوم اللہ کو پوجو جو اس کے سوا تمہارا

غَيْرُكَ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ۝ قَالَ الْمَلَأُ مِنْ قَوْمِهِ إِنَّا

کوئی مجھ کو سوا اس کے تحقیق میں خوف کرتا ہوں اوپر تمہارے عذاب بڑے دن کا کہا نہ داروں نے قوم میں سے ان

کوئی مجھ کو نہیں بے شک مجھے تم پر بڑے دن کا عذاب کا ڈر ہے۔ قوم کے سردار بولے ہم تمہیں

لَنُرِيكَ فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝ قَالَ يَقَوْمِ لَيْسَ بِي ضَلٰلَةٌ وَلٰكِنِّي رَسُولٌ

کی بیشک ہم دیکھتے ہیں آپ کو کھلی گمراہی میں آپ نے فرمایا اے میری قوم نہیں ہے مجھ میں کوئی گمراہی اور یکس میں

کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں کہا اے میری قوم مجھ پر گمراہی کچھ نہیں میں تو رب العالمین

مِّن رَّبِّ الْعَالَمِينَ ۝

پیغمبر ہوں طرف جہانوں کے پائے والے کے

کا رسول ہوں -

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : بہت دور سے اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا ذکر چلا آ رہا تھا اب حضرات انبیاء کرام کی نبوت کا تذکرہ ہے کیونکہ توحید جب نبوت سے ملے تو ایمان بنتی ہے گویا ایمان کے ایک رکن یعنی توحید کا ذکر پہلے تھا اس کے دوسرے رکن یعنی نبوت کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ

ظاہری بارش سے ساری زمین فیض نہیں لیتی بعض حصہ فیض سے محروم بھی رہتا ہے اب ارشاد ہے کہ باطنی بارش یعنی نبوت سے سارے انسان فیض نہیں لیتے بعض لوگ بے نورے بے پیرے بے فہمے بھی رہتے ہیں گویا ظاہری بارش کے بعد روحانی باطنی بارش کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق: گزشتہ پچھلی آیت میں ارشاد ہوا تھا کہ اللہ کی رحمت محسنین یعنی نیک کاروں سے قریب ہے اب ارشاد ہو رہا ہے کہ نیک کار وہ ہوتا ہے جو نبی کے قریب ہو گویا رحمت کے قریب ہونے کا ذکر پہلے ہوا۔ اب رحمت کے ملنے کی جگہ اس کے اسٹیشن کا ذکر ہو رہا ہے یعنی آستانہ نبی۔ چوتھا تعلق: گزشتہ پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ محسنین یعنی نیک کاروں سے اللہ کی رحمت قریب ہے اب ارشاد ہے کہ محسن وہ ہے جو نبی کا حکم مانے۔ یہ وصف نبی سے ملتا ہے خود اپنی کوشش سے حاصل نہیں ہوتا۔ پانچواں تعلق: پچھلی آیات میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کے دلائل بیان ہوئے آسمانی دلائل بھی اور زمینی دلائل بھی اب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کی قوی دلیلیں ارشاد ہو رہی ہیں کہ آپ باوجود کسی سے نہ پڑھنے کے اور باوجود علماء کی صحبت میں نہ بیٹھنے کے گزشتہ نبیوں کے ایسے سچے واقعات بیان کر رہے ہیں جو تورات و انجیل کے بیان کردہ واقعات کے بالکل مطابق ہیں جس سے پتہ چلا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم صاحب وحی نبی رسول ہیں گویا کلمہ طیبہ ایک جزا لا الہ الا اللہ کا ثبوت پچھلی آیات میں تھا اور کلمہ طیبہ دوسرے جز محمد رسول اللہ کا ثبوت ان آیات میں ہے۔

تفسیر: لقد ارسلنا نوحا چونکہ اس واقعہ کے مشرکین انکاری تھے اور آئندہ بھی پیدا ہونے والے تھے کیونکہ تورات و انجیل عرب میں خصوصا "مکہ معظمہ میں عام طور پر پہنچی نہ تھیں۔ حضرت ابراہیم کی تعلیم قریبا "مکہ ہو گئی تھی اس لئے دنیا کے لوگ خصوصا "لہل عرب ان واقعات کو بھول چکے تھے ان واقعات کے عرب منکر تھے اس لئے اسے لام ماکید اور لہل تحقیق سے شروع فرمایا۔ چونکہ یہاں اس آیت سے پہلے آپ کا ذکر نہ صراحہ "گزر رہا ہے نہ اشارہ "نہ کوئی ایسا جملہ گزر رہا ہے جس پر اسے معطوف کہا جائے ان وجوہ سے یہاں واو عاطفہ نہیں لایا گیا۔ سورہ ہود میں قصہ نوح سے پہلے آپ کا ذکر صراحہ "گزر چکا ہے اور سورہ مومنون میں نمنا "واشارہ "اس لئے وہاں واو عاطفہ لایا گیا۔ بعثت کے معنی بھی ہیں بھیجتا اور ارسل کے معنی بھی ہیں بھیجتا ان میں کبھی فرق یوں کیا جاتا ہے کہ مطلقا بھیجتا بعثت ہے کچھ دے کر کسی کے پاس بھیجتا ارسل۔ بعثت اور ارسل سے عموما "مرلو ہوتا ہے نبی بنانا اور قوم کی طرف بھیجتا نوح علیہ السلام کا نام شریف۔ شکریا عبد الغفار ہے نوح لقب ہے حق یہ ہے کہ یہ عجی نام ہے بعض نے فرمایا کہ یہ لفظ عربی ہے نوحہ معنی گریہ و زاری سے بنا ہے آپ کا نسب شریف یہ ہے نوح ابن الملک ابن متوشلح ابن اخنوخ (اور یس علیہ السلام) ہر دا بن ملائیل ابن قینان ابن انوش ابن آدم علیہ السلام۔ آپ دنیا میں چوتھے نبی ہیں پہلے نبی حضرت آدم دوسرے شیث تیسرے اور یس چوتھے نوح علیہ السلام (روح البیان و معانی و صلاوی وغیرہ) آپ چالیس سال کی عمر شریف میں نبی بنائے گئے اور ساڑھے نو سو سال اپنی قوم کو تبلیغ فرماتے رہے طوفان کے بعد وحالی سو سال زندہ رہے اس حسب سے آپ کی عمر ساڑھے بارہ سو سال ہوئی تقریبا "یہ قول تفسیر صلاوی کا ہے ان سالوں میں اور بھی بہت سے قول ہیں۔ اعلیٰ حضرت قدس سرہ نے ایک جگہ فرمایا کہ آپ کی عمر پندرہ سو سال ہوئی۔ آپ لکڑی کا پیشہ کرتے تھے یعنی نجاری (بڑھئی) اس پر سب متفق ہیں کہ بعد طوفان آپ سارے باقی ماندہ لوگوں کے نبی تھے اس میں گفتگو ہے کہ طوفان سے پہلے بھی تمام انسانوں کے نبی تھے یا نہیں۔ روح المعانی کی تحقیق یہ ہے کہ پہلے بھی آپ ان سب کے نبی تھے واللہ ورسولہ اعلم۔ الی قومہ یہ متعلق ہے ارسلنا کے لغت میں قوم وہ لوگ ہیں جو ایک مویشی اعلیٰ اور والے دلو کی لولاد ہوں مگر کبھی انہیں بھی قوم کہہ دیتے ہیں جو

ایک جگہ رہتے ہوں یا ایک کام کرتے ہوں اگرچہ ایک دوسرے کے قرابت دار نہ ہوں (تفسیر صلی) یہاں قوم کے دوسرے معنی مراد ہیں آپ کی یہ قوم قاتل کی لولاد تھی جو یمن کے علاقہ میں پھیلی ہوئی تھی قاتل پہلا وہ انسان ہے جس نے بت پرستی کی شیطان کے بتانے سے (روح البیان) فقال يا قوم اعبدا للہ یہ عبارت اولسنا الخ پر معطوف ہے آپ کا ان لوگوں کو یا قوم کہہ کر پکارنا اے کافروں اے مشرکوں اے بے دینوں نہ فرمانا انہیں بذریعہ اخلاق حمیدہ اپنی طرف مائل فرمانے کے لئے ہے اولاً "تبلیغ نرمی سے چاہئے۔ جب اس سے کام نہ چلے تب سختی کی جلوے چوتک آپ جلال والے نبی ہیں۔ مظہر قرآنی ہیں اس جلال کی وجہ سے تمام کفار غرق کر دیئے گئے تھے۔ عرض کیا رب لا تنزل علی الارض من الکافرين صارا" اس لئے آپ کو حکم ربانی ملا کہ نرمی سے تبلیغ فرماؤ جیسے موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا تھا۔ قولاً لا قولا "لنا" ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فطرۃ "جملہ ورحمت والے ہیں اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ارشاد ہوا قل يا ايها الکفرون اور ارشاد ہوا يا ايها النبی جاہد الکفار و المنافقین و اغلظ علیہم اے پیارے نبی کافروں منافقوں سے جہاد کرو ان پر سختی کرو ان فرمانوں سے ان حضرات کی سلیم فطرتوں کا پتہ لگتا ہے۔ عبادت سے مراد اگر بدنی اور مالی عبادت ہے تب یہاں امنوا پوشیدہ ہے یعنی پہلے ایمان لاؤ پھر اس رب کو سجدے سجود کرو اور ہو سکتا ہے کہ عبادت سے مراد دلی عبادت ہو یعنی عقائد کی درستی یعنی اللہ کی توحید میری رسالت پر ایمان لاؤ۔ مالکم من اللہ غیرہ یہ فرمان عالی دلیل اور وجہ ہے۔ اعبدا اللہ کی۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ تین معنی میں آیا ہے۔ (1) جس کی عبادت کی جاوے۔ (2) رب کے مقابل جس کی اطاعت کی جاوے من اتخذ اللہ ہواہ لائق عبادت پہلے دو معنی سے اللہ بہت ہیں جن کی مشرکین پرستش کرتے ہیں۔ تیسرے معنی سے صرف ایک اللہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کہ وہی لائق عبادت ہے یعنی سچا معبود یہاں اللہ سے مراد سچا معبود مستحق عبادت ہے ورنہ جھوٹے فرضی معبود تو انہوں نے بہت سے بنائے تھے۔ سچا اللہ لائق عبادت وہ ہے جو سب سے بے نیاز ہو سب اس کے نیاز مند ہوں وہ صرف رب تعالیٰ ہے اس کی پہچان یہ ہے کہ اے نبی اللہ کہتے ہیں جسے نبی کی زبان اللہ کہے وہ اللہ ہے فرعون جلد گروں نے ایمان لاتے وقت کہا امنا برب العالمین رب موسیٰ و ہارون اور اولاد یعقوب علیہ السلام نے کہا نعبد الہک والہاء ک ابراہیم و اسمعیل و اسحق معلوم ہوا کہ نبی کی زبان اللہ حقیقی کی پہچان ہے۔ بعض قراتوں میں غیرہ کسرہ سے ہے اللہ کی صفت ہماری قرابت میں غیرہ پیش سے ہے اللہ کا بدل اور اس کو اللہ کی محل حرکت یعنی پیش دیا گیا من العالج کا اسم ہے اور لکم اس کی خبر مقدم یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا تمہارا سچا معبود تمہاری عبادت کا مستحق کوئی نہیں۔ انی اخاف علیکم عذاب یوم عظیم آپ نے پہلے تو ان کے سامنے توحید کی دلیل بیان فرمائی پھر انہیں کفر پر ڈرایا یہاں خوف سے مراد ہے یقینی ڈر یقینی غیر مشکوک خوف یوم عظیم سے مراد ہے قیامت کا دن یا طوفان کا دن آپ کو ان کفار کے انجام ان کی غرقابی پر مطلع فرمادیا گیا تھا۔ اس سے آپ نے پہلی تبلیغ میں یہ فرمایا (روح المعانی) خوف پانچ طرح کا ایک خوف کفار کو ہوتا ہے دو سرانگہ کار کو تیسرا ابرار کو چوتھا اور پانچواں حضرات انبیاء کرام اختیار کو رب کی وعدہ خلافی کا خوف کفر ہے جو کفار کو ہے کہ وہ دنیا میں رب کے رازق آخرت میں رحیم و کریم ہونے کا یقین نہیں کرتے گناہوں پر پکڑ کا خوف گناہ کو نیکیاں قبول نہ ہونے کا خوف ابرار کو بیت اللہ کا خوف اور اپنی امت گناہ کی پکڑ کا خوف حضرات انبیاء کرام کو یہاں پانچواں خوف مراد ہے بہر حال عظیم سے مراد ہے بڑا ہولناک دن۔ جس کے تصور سے دل و محل جلوں کفار پر عذاب کا دن کفار کے لئے منحوس ہے رب نے فرمایا فی ایام نحسات اور نبی یا مومنوں کے

لئے عظیم کہ ان کی ہلاکت سے نبی کی عظمت ظاہر ہوتی ہے لہذا اس دن کو منحوس فرمانا بھی درست ہے اور عظیم فرمانا بھی درست
 قال الملا من قومہ یہ آپ کی قوم کا جواب ہے ملا کے معنی بھرتا اصطلاح میں بڑی جماعت کو بھی ملا کہتے ہیں جو علاقہ
 کو بھردے اور سرداروں کو بھی ملا کہا جاتا ہے کہ دل ان کے جلال سے بھر جاویں اور آنکھیں ان کے جمل سے اور مجلسیں ان
 کے تابعین سے پر ہو جاویں۔ یہاں یہی معنی مراد ہیں یعنی قوم کے سردار (روح المعانی و بیان) مل داریوں سرداروں کے دل کی
 آنکھوں پر حسد اور تکبر کی بیماری ہوتی ہے جس سے وہ نبی کی شان نہیں دیکھ سکتے نبی کی شکل سر کی آنکھ سے نبی کی شان دل کی
 آنکھ سے دیکھی جاتی ہے۔ اس لئے اکثر نبیوں کی اتباع مساکین ہی کرتے ہیں۔ دل کی آنکھ کا علاج خاک در اولیاء ہے انا
 لنراک فی ضلال مبین یہ قال کا مفعول ہے اور قوم کا وہ کلام جو انہوں نے آپ سے جواباً کہا ان بد نصیبوں نے اپنے اس
 قول کو ان اور لام تاکید سے موکہ کیا یہ بتانے کے لئے کہ ہم کو اس پر یقین ہے کہ آپ گمراہ ہیں۔ نوا سے مراد ہے دل سے دیکھنا
 یعنی یقین کرنا بڑی گمراہی کو ضلال کہا جاتا ہے جس میں انسان ایمان سے ہی نکل جاوے جیسے کفر و شرک وغیرہ معمولی گمراہی کو
 ضلالت کہتے ہیں کفار نے آپ کو پورا گمراہ کہا یعنی ایمان سے خارج کیونکہ وہ توبت پرستی کو ایمان سمجھے بیٹھے تھے انہوں نے مبین
 کہہ کر یہ بتایا کہ آپ کا ایمان سے خارج ہونا اتنا واضح اور ظاہر ہے کہ اسے بے عقل بچے دیوانے بھی جان سکتے ہیں۔ ڈھکی چھپی
 چیز نہیں۔ سچ ہے کہ جب انسان کے حواس خراب ہوں تو اسے الٹی سو جھتی ہے۔ وہ بد نصیب سمجھے یہ کہ اتنا بڑا جان ایک خدا
 نہیں چلا سکا اور کوئی انسان نبی پیغمبر نہیں ہو سکتا نبی فرشتہ ہو کنا چاہئے آپ کہتے ہیں کہ خدا ایک ہی ہے یہ بھی غلط اور کہتے ہیں کہ
 میں انسان ہو کر اللہ کا رسول ہوں یہ بھی غلط اس لئے انہوں نے یہ لہا قال بقوم لیس فی ضلالہ یہ آپ کا اس نا سمجھ قوم کو
 جواب ہے اس جواب میں بھی مہربانی اور لطف کا اظہار ہے کہ پھر بھی یا قوم فرمایا لیس ہی فرما کر یہ بتایا کہ اول ہی سے میں ہدایت
 پر ہوں ایک آن کے لئے کبھی گمراہ نہیں ہوا اور ضلالت فرما کر یہ بتایا کہ مجھ میں معمولی گمراہی بھی نہیں یعنی عملی بلکی گمراہی۔ اس
 لئے ما انا بضال نہ فرمایا یہ مطلب ہے کہ مجھ میں گمراہی کا مادہ ہی نہیں جس سے میں گمراہ ہو سکوں دیکھ لو میں تمہارے
 گندے ماحول میں رہا مگر صاف و ستھرا ہالکڑی میں آگ کا مادہ ہوتا ہے تو آگ کی صحبت میں آگ بن جاتی ہے مٹی ریت میں یہ
 مادہ نہیں وہ آگ نہیں بنتا بلکہ سنگ مرمر آگ میں گرم بھی نہیں ہوتا۔ غرضیکہ آپ نے اپنی پوزیشن اپنی حیثیت پورے طور پر
 واضح فر دی اپنے اس دعوے کی دلیل یہ دی کہ ولکنی رسول من رب العلمین اس فرمان عالی کا منشاء یہ ہے کہ مجھے رب
 العالمین نے اپنی نبوت و رسالت کے لئے منتخب فرمایا اور جسے رب اتنے بڑے منصب کے لئے چنے اس میں گمراہی کا شائبہ بھی
 نہیں ہو سکتا۔ رب العالمین فرما کر یہ بتایا کہ میری نبوت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کی دلیل ہے کہ جو رب مخلوق کی جسمانی پرورش کے
 لئے ہزاروں قسم کی غذا میں پیدا فرماوے کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے بندوں کو روحانیت میں یونہی بھٹکتا چھوڑ دے۔ ضروری ہے
 کہ ان کی روحانی پرورش کے لئے بھی نورانی غذا میں پیدا فرماوے اور نورانی غذا میں تقسیم فرمانے کے لئے اپنے خاص بندے
 بھیجے۔ جنہیں رسول کہا جاتا ہے۔ سبحان اللہ! رسالت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا ذکر عجیب لطف دے رہا ہے کیونکہ نبوت کا
 منکر اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا بھی اقراری نہیں ہو سکتا۔

خلاصہ و تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے بارش اور زمینوں کا حل تو سن لیا کہ بارش سے ہر زمین فیض نہیں
 لیتی اب نبوت کی بارش اور ان کی امتوں کا حل سنئے کہ ہم نے پہلے مبلغ نبی نوح علیہ السلام کو ان کی قوم کی طرف نبی بنا کر بھیجا

جنہوں نے کفار کو تبلیغ فرمائی انہوں نے اس کافر قوم سے نہایت ہی مہربانی سے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ کی عبادت کرو ولی عبادت بھی کہ اس کے سوا کسی کو اپنا معبود نہ مانو مجھے نبی مانو اور جسٹانی عبادت بھی کہ میری تعلیم کے مطابق نیک اعمال عبادت وغیرہ کرو انہوں نے اس تبلیغ پر ایک تو دلیل قائم فرمائی کہ فرمایا اس کے سوا تمہارا کوئی سچا معبود نہیں جو تمہاری عبادت کا مستحق ہو جیسے ایک شخص کے دو باپ نہیں ہو سکتے دو ماں نہیں ہو سکتیں دنیا میں دو سورج نہیں جسم میں دو جانیں نہیں بدن میں دو دل نہیں ایسے ہی مخلوق کے دو خالق یا دو معبود نہیں ہو سکتے مگر قوم نے اس دلیل پر دھیان نہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ مجھے خطرہ ہے کہ تم پر بڑے دن یعنی قیامت یا تمہارے تباہی کے دن کا عذاب نہ آ جاوے۔ وقت سے پہلے انتظام کر لو بارش سے پہلے اس سے حفاظت کی تدبیر کر لو۔ غرضیکہ آپ نے دلیل اوڈر ہر طرح قوم کو سمجھایا قوم نے الٹا اثر لیا بولی کہ تم بالکل ہی گمراہ ہو بھلا ایک دنیا کا خالق اور مستحق عبادت ایک کیسے ہو سکتا ہے اور تم انسان ہو کر ہماری طرح کھاپی کر رب کے نبی کیسے ہو سکتے ہو۔ عالم کے بہت سے خالق چاہئیں اور فرشتے اس کے نبی چاہئیں یہ بات اس قوم کے سرداروں نے کی۔ لطف یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے کلام میں الوہیت کے متعلق تبلیغ فرمائی ابھی صراحتہ ”اپنے متعلق زور نہیں دیا مگر قوم نے الوہیت کے متعلق کچھ نہ کہا۔ صرف آپ پر اعتراض کیا۔ جس سے پتہ لگا کہ کفر کی پہلی اینٹ نبی کا انکار ہے جس سے تمام ایمانیات کا انکار ہو جاتا ہے یونہی ایمان کی پہلی اینٹ نبی کا صحیح اقرار ہے جس سے ساری ایمانیات کا اقرار ہو جاتا ہے۔ رب تعالیٰ نبی کی تعظیم و توقیر کی توفیق دے آمین! آپ نے پھر بھی بہت نرمی سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے میری نا سمجھ قوم مجھ میں ہلکی سی گمراہی بھی نہیں۔ کیونکہ میں رب العالمین کا رسول ہوں اس کا رسول بہک نہیں سکتا اگر وہ بہک جاوے تو عالم کا نظام خراب ہو جاوے۔ دنیاوی بادشاہ نا سمجھ ٹاہل کو حاکم نہیں بناتے تو رب تعالیٰ گمراہ کو نبی کیسے بنائے چونکہ وہ رب العالمین ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ مخلوق کی ہدایت کے لئے نبی بھیجے جو ان کی روحانی پرورش کرے میری نبوت اس کی ربوبیت کی دلیل ہے۔ خیال رہے ان نبیوں کے واقعات بیان فرمانے کا مقصد حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسکین دینا ہے کہ اگر آپ کی ساری قوم آپ کی نہ مانے تو آپ ملول نہ ہوں شروع سے ہی یہ ہوتا چلا آ رہا ہے اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا پتہ لگتا ہے۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے سچے رسول اور صاحب وحی ہیں۔ یہ فائدہ لقا اولنا الخ سے حاصل ہوا کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر علم تاریخ سیکھے بغیر مورخین کی صحبت حاصل کئے اس زمانہ کے حالات ایسے بے کم و کاست بیان فرمائے جبکہ تاریخ لکھنے کا رواج ہی نہ تھا اور اس طرح درست بیان کئے کہ یہود و نصاریٰ کے پوپ پادری حیران رہ گئے ان کی کتب کے بالکل مطابق تھے۔ دوسرا فائدہ: کافر کو مومن کا ہم قوم کہا جاسکتا ہے نسبی یا ملکی قومیت کے لحاظ سے مذہبی حیثیت سے کوئی کافر کسی مسلمان کا ہم قوم نہیں۔ یہ فائدہ الی قومہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: جن لوگوں پر واجب ہے کہ نبی پر ایمان لائیں یعنی امت دعوت وہ سب اس نبی کی قوم کہلاتی ہے۔ یہ فائدہ بھی الی قومہ فرمانے سے حاصل ہوا کیونکہ حق یہ ہے کہ آپ اس زمانے کے سارے انسانوں کے نبی تھے ورنہ سارے انسان آپ کی مخالفت سے غرق نہ کئے جاتے لہذا اقامت سارے انسان حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم ہیں کہ ان سب پر لازم ہے کہ آپ پر ایمان لائیں۔ چوتھا فائدہ: جہاں تک ہو سکے تبلیغ نرمی سے کی جاوے کہ اس کی تاثیر بہت ہوتی ہے۔ یہ فائدہ ہا قوم سے حاصل ہوا کہ نوح علیہ السلام نے انہیں اے کافرواے مشرکواے بے دینو کہہ کر نہیں پکارا۔

بلکہ اے میری قوم فرمایا۔ پانچواں فائدہ: کفار پر بھی عبادت فرض ہیں کہ وہ ایمان لائیں اور عبادت کریں قیامت میں انہیں کفر کی سزا بھی ملے گی اور عبادت نہ کرنے کی بھی اور گناہ کرنے کی بھی۔ یہ فائدہ اعدوا اللہ کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جب کہ عبادت سے مراد ساری عبادت ہو دوزخی کہیں گے قالوا لم نک من المصلین الخ۔ چھٹا فائدہ: چند خالق یا چند حقیقی معبود نہیں ہو سکتے جبکہ ملک کا بادشاہ ایک جسم کی جان ایک تو مخلوق کا خالق و رحمان بھی ایک۔ ساتواں فائدہ: تبلیغ دلائل سے بھی ہونی چاہئے اور ڈرا کر بھی اور امید دلا کر بھی۔ دیکھو حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے دلیل توحید بھی بیان فرمائی ساتھ ہی عذاب سے ڈرایا بھی بعض لوگ دلیل سے مانتے ہیں۔ بعض ڈر کر بعض امید سے مگر امید سے ماننے والے تھوڑے ہوتے ہیں اسی لئے انبیاء کرام ڈراتے زیادہ ہیں۔ رب نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا لیکون للعالمین نذیرا یہاں ہشیرا نے فرمایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومنین کے لئے ہشیر ہیں اور عالمین کے لئے نذیر۔ آٹھواں فائدہ: اکثر انبیاء کرام کی اطاعت فقراء و مساکین کرتے ہیں اور اکثر ان کی مخالفت امیر اور سردار کرتے ہیں۔ یہ فائدہ قال الملا من قومہ سے حاصل ہوا۔ اب بھی دین غریبوں سے قائم ہے مگر مرزا قادیانی کی پیروی اکثر امیروں نے کی غریاء عموماً اس سے الگ رہے۔ یہ بھی اس کے جھوٹے ہونے کی علامت ہے۔ نواں فائدہ: نبی کو گمراہ بلکہ گنہگار کہنا کفار کا طریقہ ہے۔ یہ فائدہ نواک فی ضلال الخ سے حاصل ہوا کہ نوح علیہ السلام کو کفار نے گمراہ کہا۔ دسواں فائدہ: نبوت اور گمراہی بلکہ نبوت اور گناہ کبھی جمع نہیں ہو سکتے اگر نبی گمراہ ہوں تو پھر انہیں ہدایت کون کرے اگر سورج سیاہ ہو جلے تو اسے روشن کون کرے انہیں گنہگار یا گمراہ ماننے میں رب تعالیٰ کی توہین ہے کہ اس کا انتخاب غلط ہوتا ہے نعوذ باللہ۔ یہ فائدہ لیسوی ضلالتہ سے بھی حاصل ہوا اور لکنی رسول الخ سے بھی۔ گیارہواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ربوبیت حضرات انبیاء کرام کی نبوت سے ثابت ہوتی ہے۔ نبوت ربوبیت کی دلیل ہے یہ فائدہ من رب العالمین فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر جو ابھی عرض کی گئی۔ بارہواں فائدہ: جمل نبی ایک ہے مگر اسے دیکھنے والی آنکھیں مختلف مومنوں کو ان میں ہدایت ہی نظر آتی ہے کفار کو ان میں گمراہی نظر آتی ہے۔ یہ فائدہ انا لنواک الخ سے حاصل ہوا رب تعالیٰ وہ آنکھ دے جو نبی کی شان دیکھ سکے۔

پہلا اعتراض: اگر نوح علیہ السلام سارے انسانوں کے نبی تھے تو وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے برابر ہو گئے سارے انسانوں کے نبی صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں رب فرماتا ہے وما ارسلک الا کافۃ للناس بشعرا ولنذیرا۔ جواب: ہرگز نہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تا قیامت سارے انسانوں کے نبی ہیں نوح علیہ السلام صرف اس زمانہ کے انسانوں کے۔ رب فرماتا ہے لیکون للعالمین نذیرا دیکھو آدم شیث علیہما السلام بھی تو اسی وقت کے سارے انسانوں کے نبی تھے بات یہ تھی کہ اس وقت انسان تھے ہی تھوڑے انہیں کے وہ حضرات نبی تھے۔ دوسرا اعتراض: نوح علیہ السلام نے تو کفار کو یا قوم کہہ کر پکارا مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم کیوں دیا گیا۔ قل ایہا الکافرون آپ انہیں کافر کہہ کر پکارو حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو رحمتہ للعالمین ہیں آپ کو سختی کرنے کا حکم کیوں دیا گیا۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ نوح علیہ السلام کی یہ تبلیغ پہلی تبلیغ تھی۔ جب نرمی کی ضرورت تھی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم اس وقت دیا گیا جب کہ نرمی سے کام نہ نکل سکا ان کفار کی سختی بروہی گئی اس لئے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہجرت کفار پر

جہاد کا بھی حکم دیا گیا۔ دوسرے یہ کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم فطرتاً نہایت ہی نرم واقع ہوئے تھے۔ ارشاد ہوا اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کچھ تو سختی کرو۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام سے فرمایا گیا قولاً لہ قولاً لہنا فرعون سے نرم بات کرنا کیونکہ وہ جلالی رسول تھے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا گیا یا ایہا النبی جاهد الکفار و المنافقین و اغلظ علیہم اے نبی کفار و منافقین پر جہاد کرو اور ان پر خوب سختی کرو۔ تیسرا اعتراض: نوح علیہ السلام کی قوم دہریہ نہ تھی اللہ تعالیٰ کو مانتی تھی اور اللہ کو ماننے والے کفار اس کی عبادت ضرور کرتے ہیں پھر آپ نے انہیں عبادت کا حکم کیوں دیا۔ عبادت تو وہ پہلے ہی کرتے تھے۔ جواب: اس فرمان کا مقصد یہ ہے کہ صرف اللہ کی عبادت کرو۔ وہ دوسرے معبودوں کی بھی عبادت کرتے تھے یا یہ کہ اب تک تم اپنی عقل رائے سے عبادت کرتے تھے جو عبادت نہ ہوئی بلکہ کفر و معصیت ہوئی۔ اب میرے بتانے سے میری تعلیم سے عبادت کرو تاکہ وہ عبادت اور قابل ثواب ہو۔ عبادت عقل سے نہیں نبی کی تعلیم سے کی جانی چاہئے۔ چوتھا اعتراض: حضرت نوح نے قوم کے جواب میں لیس ہی ضلالتہ کیوں فرمایا آپ کہتے کہ میں گمراہ نہیں ہوں یا مجھ میں گمراہی نہیں مگر فرمایا لیس ہی ضلالتہ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ جواب: اس فرمان کے معنی ہیں کہ میرے قریب معمولی سی گمراہی بھی نہیں فی نہ کہا ہی کہا جس سے قرب کی نفی ہو گئی۔ پانچواں اعتراض: کفار پر عبادت فرض نہیں ہوتیں پھر نوح علیہ السلام نے کیوں فرمایا اعبدا اللہ۔ جواب: اگر یہاں عبادت سے مراد ہے قلبی عبادت یعنی ایمان لانا تب تو کوئی اعتراض ہی نہیں اور اگر جسمانی عبادت مراد ہیں تو جواب یہ ہے کہ کفار پر عبادت فرض ہیں آخرت کے عذاب کے لحاظ سے اور فرض نہیں دنیاوی احکام کے لحاظ سے کہ کافر اپنے کفر کے زمانہ کی نمازیں قضا نہیں کرے گا۔ چھٹا اعتراض: قوم نے آپ سے کہا فی ضلال مبین مگر آپ نے فرمایا ہی ضلالتہ فرماؤ کہ ضلال اور ضلالت میں کیا فرق ہے اور اس فرق میان کی وجہ کیا ہے؟ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ ضلال بڑی گمراہی کو کہتے ہیں یعنی عقیدہ کی خرابی اور ضلالت معمولی بد رہی کو کہتے ہیں یعنی عملی خرابی لہذا نوح علیہ السلام کا یہ فرمان نہایت درست ہے کہ تم تو میرے عقیدے کو گمراہی کہتے ہو یعنی عملی خرابی لہذا نوح علیہ السلام کا یہ فرمان نہایت درست ہے کہ تم تو میرے عقیدے کو گمراہی کہتے ہو مجھے تو اللہ نے برے اعمال سے بھی معصوم و محفوظ رکھا ہے نیز انہوں نے کہا تھا کہ آپ گمراہی میں ہیں یعنی ہر چار طرف سے آپ کو گمراہی گھیرے ہے جیسے ڈوبتے کو پانی مگر آپ نے فرمایا کہ میں تو گمراہی میں کیا ہوتا گمراہی مجھے میں بھی نہیں یعنی گمراہی مجھ سے قریب بھی نہیں۔ ساتواں اعتراض: تم نے کہا کہ نبی بد عمل بھی نہیں ہوتے مگر قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ وہ ظالم گمراہ بد عمل ہوتے ہیں فرماتا ہے ووجدک ضالاً لہدیٰ اور فرماتا ہے کہ یونس علیہ السلام نے کہا انی کنت من الظالمین۔ جواب: اس کا نہایت مفصل مدلل جواب ہماری کتاب قمر کبریا یا مکرین عصمت انبیاء میں دیکھو۔ یہاں صرف یہ سمجھ لو کہ ان آیات میں ضلال ظلم سے مراد گمراہی اور گناہ نہیں جیسے رب تعالیٰ کے متعلق قرآن کریم فرماتا ہے۔ وہو خادعہم یا مکر اللہ وہاں خداع کے معنی دھوکہ بازی نہیں اور مکر وہاں سے مراد حیلہ سازی اور فریب نہیں۔ فعل کے معنی فاعل کی شان کے لحاظ سے کئے جاتے ہیں دیوار بیٹھ گئی، دو کھن بیٹھ گئی، دل بیٹھ گیا، تیر نشانہ پر بیٹھ گیا، کھڑے سے بیٹھ گیا، تیری بات میرے دل میں بیٹھ گئی ان سب میں بیٹھنے کے معنی الگ ہوں گے۔

تفسیر صوفیانہ: حضرات انبیاء کرام کی دنیا میں تشریف آوری اور ہے جسے ولادت کہتے ہیں اور کسی قوم کے پاس تشریف آوری کچھ اور ہے جسے رسالت یا بعثت کہا جاتا ہے یہ بعثت مخلوق کے لئے بڑی نعمت ہے۔ بعض لوگ اس نعمت کی قدر کرتے ہیں وہ اس سے بہت فائدہ اٹھا لیتے ہیں۔ ایمان، عرفان، غفران بلکہ رحمان اس قدر دانی سے ملتے ہیں مگر تادری کرنے والے اپنا ہی نقصان کر لیتے ہیں انہیں طغیان، کفران بلکہ شیطان ملتے ہیں نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ایمان دینا چاہا۔ مگر قوم نے اس کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ ہر چیز کے دیکھنے کے لئے آگ الگ الگ ہے ایک ہی آنکھ دو رہین سے دور کی چیز دیکھتی ہے خور و مین سے باریک چیز کا مشاہدہ کرتی ہے۔ حضرات انبیاء کرام کو عشق کی عینک سے دیکھو تب ان کی صفات معلوم ہو سکیں گی۔ دیکھو نبی اللہ تعالیٰ کے بے عیب بندے ہوتے ہیں وہ ہدایت کے سرچشمے ہوتے ہیں۔ دنیا کی ہر چیز میں شرب بھی ہے خیر بھی۔ حضرات انبیاء کرام وہ بندے ہیں جن میں صرف خیر ہی ہے۔

وہ کمال حسن حضور ہے کہ گمان نقص جہاں نہیں یہی پھول خار سے دور ہے یہی شمع ہے کہ دھواں نہیں مگر چونکہ قوم نوح علیہ السلام نے انہیں محض عقل کی آنکھ سے اس پر حسد، عناد، سرکشی کی عینک چڑھا کر دیکھا تو بولے کہ ہم آپ کو کھلی گمراہی میں دیکھتے ہیں۔ بھلا نبی اور گمراہی نعوذ باللہ یہ ان کی آنکھ کا قصور تھا انہوں نے نوح علیہ السلام کو دیکھا ہی نہیں ان کی آنکھ اور نوح علیہ السلام کے جمال کے درمیان ان کی ضد و کفر و ضلالت کا پردہ تھا۔ جس سے وہ جمال ان سے حجاب میں رہا جیسے اندھا کہے کہ میں سورج کو کلا دیکھتا ہوں۔ یہ سیاہی اس کے اندھے پن کی ہے رب تعالیٰ خدا نبی، رسول نبی، بلکہ خدا نبی کی آنکھ نصیب فرمادے تب پتہ لگے کہ ہم کون ہیں انبیاء اولیاء کون ہیں۔

• گرت چشم خدا بنی بہ بخشند! نخواہد دیدور عالم کمتر از خویش!

صوفیاء فرماتے ہیں کہ جن انبیاء کرام کے واقعات یہاں سے نویں پارہ تک مذکور ہیں سب میں ان کی پہلی تبلیغ یہی ہے کہ اللہ کی عبادت کرو مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلی تبلیغ یہ ہے کہ کف انا فہکم مجھے پہچانو میں تم میں کیسا ہوں بلکہ گیارہ سال تک اسلام میں کوئی عبادت نہ آئی نبوت کے گیارہویں سال معراج میں نماز ملی بعد ہجرت زکوٰۃ روزہ وغیرہ عطا ہوئے۔ گیارہ سال تک مسلمانوں پر ایک ہی عبادت رہی۔

کسی کو دیکھتے رہنا نماز تھی ان کی!

صوفیاء کے مشرب میں تمام عبادات سے افضل ہے مقام مصطفیٰ کو پہچانتے۔ جس نے ان کا مقام پہچان لیا۔ اس نے رب کو پہچان لیا۔ رب بھی ان کے پاس ہی ملتا ہے۔ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام کا مقام نہ پہچانا مارا گیا۔ کہ اس کی عبادت رائیگاں گئیں۔ رب تعالیٰ ان کی شان کی پہچان نصیب کرے۔

أَبْلَغُكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنْصَحُ لَكُمْ وَأَعْلَمُ مِنَ اللَّهِ مَا لَا تَعْلَمُونَ ﴿٣٧﴾

بہنچاتا ہوں میں تم کو پیغامات رب کے اپنے اور خیر خواہی کرتا ہوں میں تمہاری اور جانتا ہوں میں اللہ کی طرف نہیں اپنے رب کی رسالتیں بہنچاتا ہوں اور تمہارا بھلا چاہتا ہوں اور میں اللہ کی طرف سے وہ علم رکھتا ہوں

يَحْبِبْتُمْ اَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَبِّكُمْ عَلَى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوا

سے وہ جو نہیں جانتے تھے اور کیا تعجب کیا تم نے یہ کہ تمہارے پاس ذکر طرف سے رب تمہارے کے اور نہ ایک جو تم نہیں رکھتے اور کیا ہیں اس کا اچھا ہوا کہ تمہارے پاس رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی ایک

لَعَلَّكُمْ تَرْحَمُونَ ﴿٣٣﴾

مرد کے تم میں سے تاکہ ڈرائے وہ تم کو اور تاکہ برہنہ کار ہو تم تاکہ رحم کئے جاؤ تم

مرد کی معرفت کہ وہ نہیں ڈرائے اور کہیں تم برہنہ رحم ہو

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں نوح علیہ السلام کے اپنے ذاتی فضائل و کمالات کا ذکر تھا۔ اب آپ کے فیوض و برکات کا تذکرہ ہے یعنی پہلے فرمایا گیا تھا کہ میں خود کامل ہوں کہ اللہ کا رسول ہوں اب ارشاد ہے کہ میں کامل کر بھی ہوں کہ لوگوں کو ایمان، تقویٰ، عرفان، بخش دیتا ہوں۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام سے گمراہی وغیرہ کی نفی کی گئی تھی۔ اب اس نفی کی دلیل ارشاد ہو رہی ہے کہ میں رب کی طرف سے مبلغ دین و ایمان ہوں جو خود گمراہ ہوا اور دوسرے کو ایمان کی تبلیغ نہیں کر سکتا۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں نوح علیہ السلام کی رسالت کا ذکر تھا۔ اب اس رسالت کے فیض فرائض کا تذکرہ ہے کہ میرا منصب ہے تبلیغ، خیر خواہی اور پورا علم۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں قوم کے اس تعجب کا ذکر تھا کہ انسان اللہ کا نبی کیسے ہو گیا یہ عمدہ تو کسی فرشتے کو ملنا چاہئے۔ اب ان آیات میں اس تعجب کو دور فرمایا جا رہا ہے کہ نبوت انسان ہی کو ملنی چاہئے کہ نبوت کے فرائض، تبلیغ، خیر خواہی، ڈرانا ہی کر سکتا ہے۔ فرشتے ان فرائض کو انجام نہیں دے سکتے۔ پانچواں تعلق : نبی کو رب تعالیٰ سے تعلق ہوتا ہے لینے کا اس لئے انہیں رسول اللہ کہتے ہیں اور مخلوق سے تعلق ہے دینے کا اس لئے انہیں رسولنا یا رسول الخلق کہتے ہیں۔ پچھلی آیت میں ان کے پہلے تعلق کا ذکر ہوا۔ رسول من رب العالمین اب اس آیت میں ان کے دوسرے تعلق کا ذکر ہے ابلاغکم۔

تفسیر : ابلاغکم رسالات وہی یہ کلام بھی نوح علیہ السلام کا ہے اور کم میں خطاب انہیں لوگوں سے ہے جو آپ کو گمراہ کہتے تھے ہماری قرأت میں ابلاغ لام کے شد سے ہے دوسری قرأت میں ابلاغ ب کے سکون اور لام کے کسرہ سے ہے باب افعال سے ابلاغ بنا ہے تبلیغ سے معنی ہمیشہ پہنچانا ہر طرح پہنچانا آہستہ آہستہ پہنچاتے رہنا۔ رسالات جمع ہے رسالت کی معنی پیغام، رسالات کے معنی ہوئے پیغامات چونکہ نبی صرف ایک قسم کا پیغام نہیں پہنچاتے بلکہ عقائد، عبادات، معاملات، گناہوں سے بچنے، کفر و شرک سے دور رہنے وغیرہ بہت سے پیغامات پہنچاتے ہیں نیز حضرات پیغمبر اپنے افعال، احوال سے پہلے تبلیغ کرتے ہیں۔ پھر اقوال سے ہر طرح ہمیشہ تبلیغ کرتے ہیں ان کا ہر عضو مبلغ ہوتا ہے ان وجوہ سے ابلاغکم ارشاد ہوا نیز شریعت، طریقت، حقیقت، معرفت کے پیغامات پہنچاتے ہیں اس لئے رسالات ارشاد ہوا۔ شریعت کے پیغامات کان تک طریقت کے اذہان تک حقیقت کے دل تک معرفت کے پیغام روح تک ان وجوہ سے رسالات فرمایا گیا۔ چونکہ یہ پیغامات ربوبیت الہیہ اس کی پرورش کے مظہر ہیں اس کی رحمت کا تقاضہ یہ ہے کہ بندے غذائے روحانی حاصل کریں۔ اس لئے وہی ارشاد ہوا اللہ اور دوسرا نام اسم

الہی نہ فرمایا چونکہ اس ربوبیت کے مظہر نبی ہوتے ہیں کہ ان کی معرفت لوگوں کو یہ نعمتیں ملتی ہیں اس لئے وہی فرمایا وکم نہیں فرمایا چونکہ پیغمبر صرف عبادات ہی نہیں بتاتے یہ کام تو مولوی بھی کر لیتے ہیں بلکہ ہر قسم کے احکام غیبی خبریں سب کچھ دیتے ہیں۔ اس لئے رسالات جمع ارشاد ہوا۔ وانصح لکم یہ حضرت نوح علیہ السلام کی دوسری صفت ہے۔ یہ معطوف ہے ابلفکم پر انصح بنا ہے نصیح سے اسی سے ہے نصیحت نصیح کے معنی ہیں خالص ہونا، آلائش سے پاک ہونا کہا جاتا ہے نصیحت العسل من الشمع میں نے شہد کو موم سے خالص کر لیا۔ اصطلاح میں اس کے معنی ہیں خالص خیر خواہی اس کا استعمال لام سے بھی ہوتا ہے اور بغیر لام نصیحت اور نصیحت لہ جیسے شکرۃ اور شکرۃ لہ چونکہ آپ یہ فرمانا چاہتے تھے کہ اس تبلیغ میں مجھے اپنا کوئی لالچ نہیں صرف تمہاری خیر خواہی مقصود ہے اس لئے لکم فرمایا۔ خیال رہے کہ تبلیغ رسالت یہ ہے کہ لوگوں تک احکام الہی پہنچا دیئے جائیں مگر خیر خواہی یہ ہے کہ انہیں ان احکام کے قبول کرنے ان پر عمل کرنے کی رغبت دی جاوے انہیں مسلمان بنانے کی کوشش کی جاوے اس لئے ابلاغ کے بعد نصیح ارشاد فرمایا یعنی میں صرف احکام پہنچاتا ہوں نہیں بلکہ تم کو اس کے قید کرنے کی رغبت بھی دیتا ہوں صرف تمہارے نفع کی خاطر واعلم من اللہ مالا تعلمون یہ آپ کی تیسری صفت ہے جس میں اپنے نبی و رسول ہونے کا ثبوت ہے کیونکہ نبی وہی ہے جو رب کی طرف سے علوم غیبیہ دیا گیا ہو من اللہ فرمایا یہ بتایا کہ میرے یہ علوم محض عقلی استدلال نہیں جن میں غلطی کا شائبہ ہو بلکہ اللہ کی طرف سے وحی ہیں جن میں غلطی کا احتمال ہی نہیں۔ مالا تعلمون سے مراد یا تو اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات ہیں یا اس کے شرعی احکام یا قیامت کے حالات ہیں یا جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب یا ان کافروں پر عرق کا عذاب اور اس کی ہولناکیاں ہیں بہتر یہ ہے کہ یہ سب ہی مرلو ہوں۔ خیال رہے کہ اس سے پہلے کسی قوم پر عذاب نہیں آیا تھا۔ اس قوم کے وہم و گمان میں بھی عذاب الہی نہ تھا آپ کو ان سب کی اطلاع دے دی گئی تھی اس لئے آپ نے یہ فرمایا کہ بے وقوفو میرا مقابلہ نہ کرو۔ میری اطاعت کرو جو عذاب میں دیکھ رہا ہوں وہ تم نہیں جانتے نہ جاننے والے کو چاہئے کہ جاننے والے کی بات مانے۔ اوعجبتم ان جاء کم ذکر من ربکم اس فرمان عالی میں اس قوم کے شبہات کی تردید ہے جو وہ آپ کی نبوت پر کرتے تھے ان کے شبہات حسب ذیل تھے۔ (۱) اللہ تعالیٰ بے نیاز ہے اسے ہماری عبادتوں کی کیا ضرورت ہے لہذا وہ اس کا حکم نہیں دے سکتا ہم لوگ صرف کھانے پینے مر جانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں۔ جب خدا کو ہماری عبادت کی ضرورت ہی نہیں تو نبی بھی بنا بیکار ہے۔ (۲) اچھا مان لو کہ عبادات ضروری ہیں تو ان کے لئے نبی بھیجنے کی ضرورت ہی نہیں ہم عقل سے ہی معلوم کر سکتے ہیں اللہ نے ہم کو عقل اس لئے تو دی ہے جسے ہماری عقل اچھا کہے وہ اچھا جسے برا کہے وہ برا۔ (۳) اچھا مان لو کہ نبی بھیجنے کی ضرورت ہے تو نبی انسان نہیں ہونا چاہئے وہ فرشتے چاہئیں کیونکہ ان کی بہت دلوں میں بہت ہوتی ہے وہ کھانے پینے اور دوسری ضروریات سے پاک ہیں۔ (۴) اچھا مان لو کہ انسان ہی نبی ہونا چاہئے تو وہ کوئی امیر کبیر یا شاہ ہونا چاہئے جس کی سرداری و مالداری سے تبلیغ خوب ہونے کہ نوح علیہ السلام جیسا مسکین انسان لہذا نوح علیہ السلام کو یا تو دیوانگی ہے یا ان پر شیطان نے اثر کر لیا ہے جس سے وہ اپنے و میات کو وحی الہی سمجھ بیٹھے ہیں (کبیر) حق یہ ہے کہ او عجبتم میں الف سوال کا ہے اور واؤ ابتدا ہے اور یہ سوال ناراضگی اور جھڑک کا ہے۔ پوچھنے یا اقرار کرانے یا اظہار تعجب کے لئے نہیں یعنی تم لوگ انکار نہ کرو۔ عجبتم میں خطاب انہیں کفار سے ہے۔ ان جاء کم اس کا مفعول یہ ہے۔ تعجب کبھی رب کی قدرت کا اقرار کرنے کے لئے ہوتا ہے کبھی انکار کے لئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عجیب معجزات کو مومن دیکھتے تو تعجب

کر کے رب کی قدرت اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو اور مضبوطی سے مان لیتے کہ جس کے ہاتھ پر ایسے عجائب ظاہر ہوں وہ نبی کیسی شان والا ہو گا اور ان کا رب کیسی قدرت والا اور وہی معجزات ابو جہل وغیرہ دیکھتے تو جادو کہہ کر انکار میں اور سخت ہو جاتے پہلا تعجب ایمان ہے۔ دو سرا کفر طغیان یہاں دو سرا تعجب انکاری مراد ہے۔ نفیس غذا تندرست کے لئے مفید ہے اور کمزور معدہ والے کے لئے دست یا قے کا باعث ہے ذکر سے مراد یا تو وحی الہی ہے یا احکام شرعیہ یا آسمانی صحیفہ جو نوح علیہ السلام پر نازل ہوا۔ من و حکم فرما کر یہ بتایا کہ رب تعالیٰ کی شان ربوبیت کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ تمہاری روحانی پرورش کے لئے شرعی احکام نبی کی معرفت بھیجے کیونکہ وہ روح اور جسم دونوں کپالنے والا ہے جب اس نے جسمانی پرورش کے لئے غذا میں پیدا فرمائیں ہیں تو ضرور روحانی پرورش کے لئے یہ غذا میں عطا فرمائے گا علی و جل منکم اس فرمان عالی میں ان کے اس شبہ کو دور فرمایا کہ نبی فرشتہ کیوں نہ ہو یا کوئی بادشاہ سردار ملکہ کیوں نہ ہو یا یا ہر سے کوئی آدمی نبی بن کر کیوں نہ آیا ہم میں سے ایک مسکین کو نبی کیوں بنا دیا گیا ان تمام شبہات کا جواب صرف ایک کلمہ میں ارشاد فرمایا گیا کہ لہنؤ کم یہ عبارت جاء کم کے متعلق ہے اس میں فرمایا گیا۔ (۱) اللہ کی عبادت اس لئے نہیں کہ اسے عبادت کی ضرورت ہے بلکہ اس لئے ہے کہ تم کو اس کی ضرورت ہے جیسے تمہاری غذا میں دو ائیں تمہاری غرض کے لئے ہیں نہ کہ رب کے فائدہ کے لئے۔ (۲) سارے کام عقل سے نہیں ہوتے بعض جگہ کسی کی مدد کی ضرورت بھی ہوتی ہے ایک شخص اپنی عقل سے کاشت کاری اور ساری صنعتیں نہیں کر سکتا دوسرے کی مدد کا محتاج ہوتا ہے۔ (۳) تمہاری جسمانی غذا میں جنات تیار نہیں کرتے بلکہ انسانوں کے ذریعہ تم معاش جسمانی حاصل کرتے ہو۔ فرشتہ ڈرانے یا تبلیغ کرنے کی خدمات انجام نہیں دے سکتا تم اسے اس کی اپنی شکل میں نہیں دیکھ سکتے نیز وہ تمہارے دکھ درد سے خبردار نہیں نیز صرف بادشاہ سلطان اگر نبی ہوں تو نبوت کی طاقت معلوم نہ ہو لوگ سمجھیں کہ اس نے اپنے زور سے زر سے حکومت سے یہ دین پھیلایا لہذا تبلیغ کے لئے مجھ جیسا مرد ہی چاہئے۔ جس کے دل میں تمہارا درد ہو وہ تم کو درد دل کی بنا پر عذاب الہی سے ڈرائے یہ تو اس کا کام ہو تمہارا کام یہ ہو کہ ولتقوا تم اس کے ذریعہ تقویٰ طہارت حاصل کرو تقویٰ کے معانی اس کے اقسام اور دلی تقویٰ جسمانی تقویٰ کا فرق ہم پہلے پارہ میں ہدی للمتقین کی تفسیر میں عرض کر چکے لہذا یہاں اتنا سمجھ لو کہ برے عقیدوں سے بچنا اچھے عقیدے اختیار کرنا مقبول بندوں کی تعظیم کرنا دل کا تقویٰ ہے فرماتا ہے ومن اعظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب اور برے اعمال سے بچنا اچھے اعمال کرنا جسم کا تقویٰ ہے یہ دونوں تقویٰ نبی کے آستانے سے حاصل ہوتے ہیں۔ ولعلکم ترحمون یہ عبارت معطوف ہے لتقوا پر اس میں حضرت نوح علیہ السلام کی تشریف آوری کی تیسری حکمت بیان فرمائی گئی کہ میں تمہاری طرف اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ میرے ذریعہ تم پر اللہ تعالیٰ رحم فرمادے تمہارے گناہ بخشے۔ برزخ اور محشر اور بعد محشر کے عذاب سے تم کو بچائے یا میرے ذریعہ دنیا میں بھی تم پر رحمتیں نازل فرمادے۔ رحمت کے معنی اس کے اقسام اور یہ کہ کوئی رحمت کون شخص پاتا ہے یہ سب باتیں ہم بسم اللہ شریف کی تفسیر میں پہلے پارے میں عرض کر چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ دنیا میں رحمت عامہ رزق وغیرہ کفار مومنین سب کو ملتا ہے اسی دنیا میں رحمت خاصہ ایمان توبہ نیک اعمال عام مومنین کو نصیب ہوتے ہیں ولایت غوثیت قطیبت وغیرہ خاص خاص مومنین کو نبوت اور خاص قرب الہی حضرات انبیاء کرام کو یہ تو دنیا کی نعمتوں کا ذکر ہوا۔ قیامت کے دن کی رحمتیں بعد قیامت جنت کی رحمتیں اور نعمتیں ان میں بہت تفصیل ہے یہاں رحمت سے دنیا، برزخ، محشر، جنت کی وہ مذکورہ رحمتیں مراد ہیں جو مومنین کو عطا ہوں گی۔

کوئی مومن تقویٰ و طہارت اختیار کر کے اپنی بخشش کا یقین نہ کرے بلکہ اس کی رحمت سے امید رکھے غضب سے خوف کرتا رہے کہ اسی امید و خوف پر نجات کا مدار ہے اس لئے یہاں لعل امید کا لفظ ارشاد ہوا چونکہ یہ رحمتیں بذریعہ نبی ملتی ہیں اس لئے آپ نے اس کو اپنی تشریف آوری کی حکمتوں میں سے شمار فرمایا۔ خیال رہے کہ لتقوا اور توحمون مخاطب جمع کے صغے فرما کر دو باتیں بتائیں ایک یہ کہ تقویٰ اور رحمت تم کو میرے ذریعہ ملے گی مگر میں براہ راست بغیر کسی وسیلے کے تقویٰ اور رحمت یافتہ ہوں رب کی طرف سے۔ جیسے سورج کے ذریعہ سب نور لیتے ہیں مگر سورج براہ راست رب سے نور لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ میرے پاس تقویٰ اور رحمت میں کمی نہیں تم سب یہ نعمتیں مجھ سے لو تو کچھ کمی نہیں سارا جہان سورج سے نور لے تو سورج میں کمی نہیں آتی۔ حق یہ ہے کہ دین و دنیا کی ساری رحمتیں نبی کے صدقہ سے ملتی ہیں حتیٰ کہ ان کے دم قدم سے ہم کو اپنی آفات سے نجات ملتی ہے حتیٰ کہ مقبولوں کی قبروں کی برکت سے رحمتیں آتی ہیں بلائیں ٹلتی ہیں۔ جن پر قرآنی آیات گواہ ہیں اس لئے توحمون سے مراد ساری رحمتیں ہیں دینی ہوں یا دنیاوی عام رحمتیں ہوں یا خاص۔

خلاصہ و تفسیر: حضرت نوح علیہ السلام نے پہلے تو اپنی پوزیشن ظاہر فرمائی اور اپنے سے کفار کے شبہات دور فرمائے اپنی منزلت بیان کی کہ میں رب کا رسول ہوں پھر اپنی تشریف آوری کے فوائد بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ میں دنیا میں اس لئے بھیجا گیا ہوں کہ تم تک اپنے رب کے پیغامات پہنچاؤں جیسا آدمی ویسا اس کے لئے پیغام صرف پیغام پہنچا دینے پر ہی کفایت نہ کروں بلکہ تمہاری خیر خواہی بھی کروں کہ تم کو ڈرا کر امید دلا کر ان پیغامات کے قبول کرنے کی رغبت بھی دوں۔ یاد رکھو کہ میں وہ خبریں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے رب کی ذات و صفات، قبر و حشر کے حساب و کتاب، دوزخ و جنت کے عذاب و ثواب آنے والے طوفان کے ہولناک واقعات سب پر میری نظر ہے جس کی تمہیں نہ اطلاع ہے نہ خبر ہے لہذا تم میرے مقابلہ کی کوشش نہ کرو میری اطاعت کرو کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ اللہ نے نبی کیوں بھیجا اور پھر انسان کو نبی کیوں بنایا پھر تم میں سے نبی کیوں بھیجا پھر ایک مسکین مرد کو نبی کیوں بنایا یہ تو اس کریم کی بندہ نوازی ہے کہ جس سے تم مانوس ہو جو تمہارے ہر اچھے برے حالات سے خبردار ہے اسے نبی بنا کر تم میں بھیجا تاکہ وہ تمہیں رب کے عذاب سے ڈرائے اور تم کو تقویٰ اور پرہیزگاری کی تعلیم دے اور تاکہ تم پر اللہ تعالیٰ دنیا و برزخ، آخرت میں رحمتیں کرے میری تشریف آوری تمہارے لئے رحمت ہی رحمت ہے چونکہ رب کے خوف سے تقویٰ حاصل ہوتا ہے اور تقویٰ سے رحمت ملنے کی امید اس لئے پہلے ڈرانے کا ذکر فرمایا پھر تقویٰ کا پھر رحمت کی امید کا۔ چونکہ نبی تقویٰ، خوف خدا، رحمت لینے کے لئے دنیا میں نہیں آتے یہ نعمتیں وہ رب کے پاس سے لیکر آتے ہیں وہ تو یہ نعمتیں تقسیم کرنے آتے ہیں اس لئے ان چیزوں کے دینے کا ذکر فرمایا۔ چونکہ خوف خدا اور تقویٰ جب ہی مفید ہے جب کہ نبی کے ہاتھوں ملے اس لئے اپنی عطا کا ذکر کیا۔

فائدے: ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: نبی صرف پوسٹ مین کی طرح پیغام رسان نہیں ہوتے بلکہ وہ حضرات پیغام پہنچاتے بھی ہیں اور احکام لوگوں میں جاری بھی کرتے ہیں انہیں قبول بھی کراتے ہیں۔ وہ مخلوق کے حاکم اعلیٰ ہوتے ہیں رب کی طرف سے مقرر کردہ۔ یہ فائدہ و انصاح لکم سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام رب کی طرف سے خصوصی علم بھی لے کر آتے ہیں جس سے دوسرے بے خبر ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ و اعلم من اللہ الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حضرات انبیاء کرام عقائد، شریعت کے اعمال، طریقت کے اشغال سب ہی کچھ لوگوں کو بتاتے ہیں یہ

فائدہ رسالت جمع فرمانے سے حاصل ہوا مگر پہنچانے میں بقدر ظرف جیسا سیکھنے والا ایسی اس کی تعلیم۔ چوتھا فائدہ: خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے دیکھو کفار پتھروں لکڑیوں کو خدا تو مان لیتے تھے مگر انسان کو نبی ماننے سے گھبراتے تھے کہتے تھے کہ نبوت اتنا اونچا درجہ ہے جسے انسان برداشت نہیں کر سکتا وہ یہ نہ سمجھے کہ الوہیت تو نبوت سے کہیں اعلیٰ ہے اور لکڑی پتھر انسانوں سے کہیں ادنیٰ تو الوہیت انہیں کیسے مل گئی۔ یہ فائدہ او عجبت الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: نبوت صرف انسان کو اور انسانوں میں بھی صرف مردوں کو عطا ہوئی کوئی جن فرشتہ عورت کبھی نبی نہ ہوئے۔ یہ فائدہ علی وجہ منکم سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ ارشاد ہے وما ارسلنا من قبلك الا رجالا نوحی الیہم۔ چھٹا فائدہ: نبی بشر بھی ہوتے ہیں نذیر بھی مگر ان کی نذارت عام ہوتی ہے۔ بشارت خاص۔ یہ فائدہ لیندو کم سے حاصل ہوا یعنی وہ خوشخبری صرف مومنوں کو دیتے ہیں مگر راتے سب کو ہیں کفار کو بھی مومنوں کو بھی۔ ساتواں فائدہ: ایمان تقویٰ پر ہیزگاری جس کو ملتی ہے۔ نبی کے واسطے ان کے وسیلہ سے ملتی ہے۔ یہ فائدہ ولستقوا الخ سے حاصل ہوا۔ ان کے بغیر کوئی کچھ بھی رب سے نہیں لے سکتا۔

بے اون کے واسطے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط یہ ہوس بے بھر کی ہے
آٹھواں فائدہ: اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر نبی کے ذریعہ رحمت فرماتا ہے بلکہ وہ خود سربراہ رحمت ہوتے ہیں ان سے نسل انسانی کو فخر حاصل ہوتا ہے یہ فائدہ ولعلکم ترحمون سے حاصل ہوا ترحمون میں رحمت مطلق ہے۔

پہلا اعتراض: یہاں رسالت جمع کیوں فرمایا گیا انبیاء کرام تو ایک ہی پیغام لاتے ہیں یعنی توحید کا کہ اللہ کو ایک مانو۔ جواب: یہ غلط ہے کہ وہ توحید کا پیغام لاتے ہیں توحید تو شیطان بھی مانتا ہے وہ حضرات کفار کے لئے ایمان کا پیغام لاتے ہیں عام مومنوں کے لئے شریعت کے سارے احکام کا ہر حکم الہی ان کا الگ پیغام ہے خاص مومنوں کے لئے عرفان کا خاص الخاص کے لئے قرب رحمن کا ان میں سے ہر چیز کے لاکھوں پیغامات ہیں لہذا رسالت فرمانا بالکل درست ہے۔ دوسرا اعتراض: یہاں رسالت دہی کیوں ارشاد ہوا رسالت تو حکم کیوں نہیں فرمایا گیا۔ جواب: اللہ تعالیٰ سب بندوں کا رب ہے اس کی ربوبیت دو طرح کی ہے جسمانی اور روحانی جسمانی ربوبیت میں ماں باپ اولاد کے لئے وسیلہ ہیں کہ رب تعالیٰ انہیں ماں باپ کے ذریعے سے پالتا ہے فرماتا ہے کما رزقنی صغیرا اسی طرح روحانی ربوبیت میں امت کو بذریعہ نبی کے پالتا ہے۔ اس لئے دہی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ بلا واسطہ نبی کا رب ہے اور نبی کے توسط سے امت کا رب اسی لئے یہاں رسالت دہی فرمایا اور آگے ذکر من و حکم ارشاد ہوا۔ تیسرا اعتراض: ابلاغ کے بعد انصح کیوں فرمایا تبلیغ ہی نصیحت ہے۔ اس میں سب کچھ آگیا۔ جواب: اس کا جواب تفسیر میں گزر چکا کہ تبلیغ سے مراد احکام پہنچانا نصیحت سے مراد ہے احکام منوانے کی کوشش کرنا۔ چوتھا اعتراض: یہاں ولعلکم کیوں ارشاد ہوا۔ لعل تو شک کے لئے آتا ہے نبی کو شک کیسا۔ جواب: لعل فقط شک کے لئے ہی نہیں آتا یقین کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے معنی تاکہ یہاں اس معنی میں ہے اور اگر شک کے لئے ہو تو یہ شک ان لوگوں کے اعتبار سے ہے۔ یعنی تم لوگ تقویٰ اختیار کرو رحمت کی آس لگا کر اس پر یقین نہ کرو کہ قبولیت خداوندی اور تمہارے حسن خاتمہ کا یقین اطاعت کرو اور دوسری ایمان کی اصل ہے۔

تفسیر صوفیانہ : یہ نہ سمجھو کہ نوح اور قوم نوح گزر چکے اور بس۔ اللہ کے بند و نوح بھی تم میں ہیں اور قوم نوح بھی تم میں
انسنے والے اقراری بھی تم میں ہیں اور انکاری تم میں تاقیامت یہ سلسلہ قائم ہے چنانچہ روح گویا نوح ہے اور قالب و قلب اور
قلب کے صفات اس کی قوم جس کی اصلاح پر نوح روح مامور ہے یونہی نفس امارہ اور صفات نفس اس قوم کے گویا سرکش سردار
روح کی ڈیوٹی، عبادت، عبودیت طاعت ہے اور قلب و قالب و نفس کو دعوت دیتا ہے۔ نفس کی سرشت میں یہ داخل ہے کہ وہ
روح کی مخالفت کرے اور اس کی نصیحت قبول نہ کرے روح نفس کو دنیا کی رغبت اس کی زینت سے برابر ڈراتی رہتی ہے نفس
بزبان حال کہتی ہے کہ اے روح تجھ میں مجھ میں فرق کوئی نہیں پھر تو اللہ کی مقبول کیسے ہو گئی تو روح بزبان حال جواب دیتی ہے کہ
میں تیرے لئے اللہ کی رحمت ہوں تیرے ساتھ تیری اصلاح کے لئے رہتی ہوں تاکہ تو میری اطاعت کر کے اللہ تعالیٰ کی رحمت
کے لائق ہو جائے قلب اور اس کے صفات نے روح کی دعوت قبول کر لی۔ غرضیکہ تبلیغ و دعوت الی اللہ اس کی قبولیت اس
سے انکار یہ سب کچھ تیرے اندر ہو رہا ہے تو ذرا غور تو کر (روح البیان) حقیقت یہ ہے کہ سارا عالم انسان میں ہے۔ صوفیاء
فرماتے ہیں ذکر الہی یعنی وحی خدا آتی ہے رسول پر مگر آتی ہے ان کی امت کے لئے اس لئے نوح علیہ السلام نے فرمایا جاء کم
ذکر ساتھ ہی فرمایا علی وجہ منکم اگر امت پر براہ راست وحی آئے تو وہ ہلاک ہو جاویں وحی کا تحمل سینہ رسول کرتا ہے لو
انزلنا ہذا القرآن علی جبل الخ جیسے ٹھنڈے شیشے کے ذریعہ سورج کو دیکھا جاتا ہے۔ براہ راست آنکھ سورج کو نہیں
دیکھ سکتی۔ یونہی کلام الہی بذریعہ نبی سنا جاتا ہے ان کا سینہ جلال بنا کر ہم تک پہنچایا ہے یہ سب کچھ مومنوں کے لئے ہے۔ رہے
کفار ان کے لئے نبی کی ذات گویا آتش شیشہ ہے جو سورج کی شعاعوں کو لور تیز کر کے کپڑے کو جلا دیتا ہے یونہی کفار کے لئے یہ
کلام ہلاکت و عذاب کا باعث ہو جاتا ہے چونکہ یہ دونوں جلالی و جمالی انسانوں کے لئے انسان پہنچا سکتا ہے اس لئے نبی انسان ہی
ہوتے ہیں۔ چنانچہ فرمایا علی وجہ منکم دیکھو غار ثور میں ہجرت کے موقع پر سیکڑہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر آیا مگر صدیق
کے لئے آیا اگر براہ راست صدیق پر آتا تو آپ نہ رہتے۔

فَكَذَّبُوهُ فَأَنْجَيْنَاهُ وَالَّذِينَ مَعَهُ فِي الْفُلْكِ وَأَغْرَقْنَا الَّذِينَ كَذَّبُوا

پس آخرت تک جھٹلایا انہوں نے ان کو نوح کو پس بھات دیدی ہم نے انکو اور ان لوگوں کو جو ساتھ تھے اچھے
تو انہوں نے اسے جھٹلایا تو ہم نے اسے اور جو اس کے ساتھ کشتی میں تھے بھات دی اور اپنی آیتیں

بِآيَاتِنَا إِنَّهُمْ كَانُوا قَوْمًا عَمِينَ

اور غرق کر دیا ہم نے ان کو جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو بے شک تھے وہ لوگ قوم جتنے کی چوٹی
جھٹلانے والوں کو ڈبو دیا بے شک وہ اندھا گمراہ تھا۔

تعلق : اس آیت کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کی نرمی
نصیحت اور اعلیٰ تبلیغ اور اس کے جواب میں قوم کی سرکشی اور سختی کا ذکر تھا۔ اب اس سرکشی کے انجام کا تذکرہ ہے یعنی غرقابی کا۔
گویا بیماری کا ذکر پہلے ہوا اور بیماری کے انجام یعنی موت کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت نوح علیہ

السلام کے علم غیب کا ذکر تھا واعلم من اللہ الخ اور قوم کے اس کا انکار کرنے کا تذکرہ تھا اب اس غیب کی شہادت بن جانے کا تذکرہ ہے کہ جو حضرت نوح علیہ السلام نے بیان کیا تھا وہ قوم کے سامنے عیاں ہو گیا جس کا انہوں نے مشاہدہ کر لیا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں تقویٰ اور اس کے انجام یعنی رحمت خداوندی کا ذکر تھا کہ **وَلتقوا ولعلکم ترحمون** اب تصویر کا دوسرا رخ دکھایا جا رہا ہے کہ انہوں نے تقویٰ اختیار نہ کیا جس کا انجام ہلاکت ہو اور ہلاکت بھی ایسی جو آئندہ قوموں کے لئے مثالی عبرت بن گئی۔

تفسیر: **لکنہوہ** اس عبارت کے چند معنی ہو سکتے ہیں (1) قوم نے نوح علیہ السلام کو ہر طرح بہت ہی جھٹلایا انتقاد سے بھی قول سے بھی عمل سے بھی کہ ان کے فرمان کے خلاف عقیدے اختیار کئے مخالف عمل کئے زبان سے انہیں جھوٹا کہتے رہے۔ (2) قوم انہیں جھٹلاتی رہی آخر دم تک کافر رہی۔ (3) قوم نے انہیں ہر وقت جھٹلایا اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف ایک بار انہیں جھٹلایا اگر ایسا ہو تاکہ ایک بار جھٹلا کر بعد میں مان لیتی تو عذاب سے بچ جاتی۔ **کنہوہا** کا فاعل یا سردار ان قوم ہیں۔ جن کا ذکر ابھی ہوا یا ساری کافر قوم **لکنہوہ** میں ہر ما کر یہ بتایا کہ عذاب الہی نبی نوح علیہ السلام کو جھٹلانے کی وجہ سے آیا رب تعالیٰ کسی قوم کو کسی گناہ کفر کی وجہ سے عذاب نہیں دیتا صرف نبی کی مخالفت پر عذاب دیتا ہے۔ **ما کنا معنہن** حتی نبعث رسولاً جب قوم کا جھٹلانا حد سے بڑھ گیا اور آپ ساڑھے نو سو سال انہیں تبلیغ کر کے ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو آپ نے اس کی ہلاکت کی بددعا کی **وب لا تنفع علی الارض من الکالمین** ہمارا رب نے انہیں کشتی بنانے کا حکم دیا۔ **واصنع الفلک باعیننا** ووحینا آپ نے تعلیم الہی کے مطابق کشتی تیار کی اور قوم کو آنے والے طوفان کی خبر دی قوم مذاق اڑانے لگی اور اس کی سرکشی اور بھی زیادہ ہو گئی عجیب عجیب طرح آپ پر آوازے کئے لگی تو انجام یہ ہوا کہ **لانا جنہنہ والنفین معہ فی الفلک۔ انجنہا** بنا ہے نجات سے نجات کے دو معنی ہیں ایک تو پھنسنے ہوئے کو آفت و مصیبت سے نکال لینا جیسے یونس علیہ السلام کو مچھلی کے پیٹ سے نکال لیا فرماتا ہے **و نجنہا من الغم و کذلک ننجی المؤمنین** دوسرے آفت میں پھنسنے نہ دینا یہاں دونوں معنی بن سکتے ہیں رب نے انہیں طوفان سے صحیح و سلامت نکال لیا رب نے انہیں غرق ہونے سے بچا لیا۔ **النفین** سے مراد وہ مومنین ہیں جو طوفان سے پہلے آپ پر ایمان لا چکے تھے وہ کل اسی تھے۔ چالیس مرد اور چالیس عورتیں جن میں آپ کے تین صاحبزادے تھے۔ سام، حام، یا فث اور تین ان کی بیویاں، چوتھو سرے لوگ۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ کل نو شخص تھے تین آپ کے صاحبزادے چھ دوسرے لوگ (صلوی) معہ فرما کر یہ بتایا کہ صرف کشتی نے انہیں نہیں بچایا بلکہ حضرت نوح علیہ السلام کی ہر اہی نے بچایا بلکہ کشتی کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کی موجودگی نے بچایا ورنہ پہاڑ جیسی موج میں بڑی کشتیاں بڑے جہاز ڈوب جاتے ہیں یا ٹوٹ جاتے ہیں۔ معمولی موجوں میں بہت سواریاں دست، قے، چکر میں مبتلا ہو کر بیمار ہو جاتی ہیں بہت مر جاتی ہیں وہاں نہ کشتی ڈوبی نہ کوئی مرانہ بیمار ہوا کشتی آسانی سے تیرتی رہی انسان و جانور بخیریت رہے یہ آپ کی ہر اہی کی برکت تھی۔ اس کشتی کی لمبائی تین سو ہاتھ تھی چوڑائی پچاس ہاتھ اونچائی تیس ہاتھ اس کے تین درجے تھے نچلے درجے میں وحشی جانور تھے درمیانے درجے میں انسان اوپر کے درجے میں پرندے۔ آپ کشتی میں دسویں رجب کو سوار ہوئے اور دسویں محرم کو جو دی پہاڑ پر اترے چھ ماہ پانی میں کشتی تیرتی رہی۔ (صاوی) **واغرقتنا** **النفین** **کنہوہا** یا **تانا** یہ کفار کا حال ہے **النفین** سے مراد کافر انسان ہیں ان سب کی طرف نوح علیہ السلام بھیجے گئے تھے **کنہوہا** کے معانی ابھی عرض کئے جا

چکے۔ آیات سے مراد یا تو حضرت نوح علیہ السلام کے صحیفوں کی آیتیں ہیں یا حضرت نوح علیہ السلام کے معجزات یا خود نوح علیہ السلام کیونکہ نبی از سر تادم اللہ تعالیٰ کی ایک نشانی نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ کہنوا فرما کر یہ بتایا کہ صرف جواب دینے والے سردار ہی ہلاک نہ ہوئے بلکہ وہ بھی اور ان کے ماتحت سارے کافر حتیٰ کہ نوح علیہ السلام کی ایک بیوی اور ایک بیٹا کنعان بھی۔ اس ڈوبنے والی بیوی کا نام واملہ یا والدہ تھا۔ خیال رہے کہ اسی کشتی والوں میں آپ کی اولاد کے سوا کسی کی نسل نہیں چلی لہذا اب دنیا میں سارے انسان آپ کی اولاد ہیں اسی لئے آپ کو آدم ثانی کہا جاتا ہے انہم کانوا قوما عمنی اس عبارت میں ان کے کفر و تکذیب کی وجہ بیان فرمائی گئی۔ گویا ڈوبنے کی علت اس کی وجہ اس کا جھٹلانا اور جھٹلانے کی وجہ اس قوم کا اندھا ہونا ہے۔ عمنی کی اصل عمیس تھی یہ جمع ہے عم کی اس کی اصل عمی ہے بروزن خضر اعمی آنکھ کا اندھا اور عم دل کا اندھا یعنی جس کی آنکھ پھوٹی ہو جیسے بصارت آنکھ کی روشنی اور بصیرت دل کی روشنی یعنی وہ دل کے اندھے تھے جس کی وجہ سے وہ توحید، نبوت، معاش، معاد کو پہچان نہ سکے یہ اندھا ہیں آیات الہیہ کے دیکھنے سے مانع ہوتا ہے بہت سے آنکھ کے اندھے دل کے بجھلے ہوتے ہیں۔ مومن ولی ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ دل کے اندھے پن سے بچائے۔

خلاصہ و تفسیر : نوح علیہ السلام اپنی قوم کو بہت کچھ سمجھاتے رہے مگر وہ ہمیشہ جھٹلاتے ہی رہے اس کا انجام یہ ہوا کہ پانی کا طوفان آیا ہم نے نوح علیہ السلام کو اور ان کے ساتھ کشتی میں بیٹھ جانے والوں کو غرق ہونے سے بچالیا۔ صحیح سلامت طوفان سے نکال لیا اور جو لوگ ہماری آیتیں جھٹلاتے رہے ہم نے انہیں سب کو ڈوب دیا روئے زمین پر کوئی کافر زندہ نہ بچا ان کے ڈوبنے کی وجہ ان کا کفر و انکار تھا اور کفر کی وجہ ان کے دلوں کا اندھا پن تھا۔ وہ لوگ دل کے اندھے تھے جس کی وجہ سے نوح علیہ السلام کی شان نہ پہچان سکے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : اللہ کے دشمنوں پر جب بھی عذاب آتا ہے تو نبیوں و پیروں کو جھٹلانے ان کی بددعا لینے سے آتا ہے۔ یہ فائدہ لکھنوا فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو فرعون برسوں تک دعویٰ خدائی کرتا رہا نبی اسرائیل کے بچے ذبح کرتا رہا مگر نہ ہلاک ہوا۔ جب موسیٰ علیہ السلام کی بددعا علی تب ہلاک ہوا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

بچ قوے را خدا رسوا نہ کرد تا دل صاحب دلی نہ آمد بدو

دوسرا فائدہ : اللہ کے مقبول بندوں کی ہر ایسی مصیبتوں سے بچالیتی ہے بیزار لگاوتی ہے۔ جو دین و دنیا کی آفتوں سے بچنا چاہے وہ مقبولوں کا ساتھ اختیار کرے۔ یہ فائدہ واللہ معہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ : نبی کلوا من جانوروں کے لئے بھی پناہ ہے دیکھو کشتی نوح علیہ السلام گویا حضرت نوح کا حرم تھی۔ جانور اس میں آگئے عذاب سے بچ گئے آج کعبہ کے حرم میں انسان جانور حتیٰ کہ خود درختوں کو امن ہے من دخلہ کان امنا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم سارے جہان میں ہے کہ دنیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے عذاب الہی سے بچی ہوئی ہے اگرچہ گنہگار رہی ہے جو انسان نبی کو دارالامان نہ ملے وہ جانور سے بدتر ہے۔ دیکھو قوم نوح کے کفار کشتی سے دور رہے غرق ہو گئے کافر جانوروں سے بدتر ہے اولیک ہم شر الہی۔ چوتھا فائدہ : ایمان کے بغیر نبی کا بیٹا ہونا نبی کی بیوی ہونا نبی کا رشتہ دار ہونا بالکل بیکار ہے یہ رشتے لے عذاب سے بچا نہیں سکتے۔ یہ فائدہ واللہ کنوا بایاتنا سے حاصل ہوا۔ آپ کی بیوی بیٹا آپ کو جھٹلاتے رہے ڈوب گئے۔

پانچواں فائدہ: ایمان کے بغیر نبی کے ساتھ گھر میں رہنا عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ یہ فائدہ واللّٰہ معہ فی الفلک فرمانے سے حاصل ہوا کہ جو لوگ آپ کے ساتھ آپ کے گھر میں رہے وہ ڈوب گئے کیونکہ کافر تھے۔ جو لوگ آپ کے ساتھ کشتی میں رہے بچ گئے کیونکہ وہ مومن تھے۔ چھٹا فائدہ: اللہ کی سب سے بڑی نعمت اچھوں کا ساتھ ہے کہ اس سے آفیس ملتی ہیں۔ اللہ کی رحمت ملتی ہے بلکہ ان کے پاس خود اللہ مل جاتا ہے یہاں ارشاد ہوا۔ واللّٰہ معہ فی الفلک دو سری جگہ ارشاد ہوا۔ لوجدوا اللہ تو اباً رحیماً۔ ساتواں فائدہ: دل کا اندھا پن جس سے حق و باطل کی پہچان نہ رہے اللہ کا بڑا غضب ہے اس سے بڑے بڑے عذاب آچکے ہیں۔ یہ فائدہ کانوا قوماً عمن سے حاصل ہوا۔ ثابینا عبد اللہ بن ام مکتوم صحابی بن گئے کیونکہ وہ دل کے انگیارے تھے مگر آنکھ والا ابو جہل زندیق ہی رہا کیونکہ وہ دل کا اندھا تھا۔

پہلا اعتراض: طوفان نوحی اللہ تعالیٰ کا عذاب تھا تو اس عذاب میں خود نوح علیہ السلام اور ان کے ساتھی مومنوں کو کیوں بچا رکھا گیا وہاں سے انہیں پہلے ہی نکال کیوں نہیں دیا گیا۔ جیسا کہ دوسرے نبیوں کو ان کی کافر امتوں پر عذاب آنے سے پہلے نکال دیا گیا تھا۔ یہ لوگ چھ ماہ تک کشتی میں کیوں سرگرداں رہے۔ جواب: دیگر انبیاء کرام کی امتوں پر عذاب زمین کے کسی خاص حصے میں آئے وہاں سے ان حضرات کو نکال کر کشتی میں پہنچا دیا گیا یہ بھی نکالنے کی ایک صورت تھی اسی لئے یہاں انجینا ہ ارشاد ہوا۔ جس کے ایک معنی ہیں ہم نے انہیں محفوظ رکھا۔ طوفان میں ڈوبنا عذاب تھا اس میں ترنا اللہ کی رحمت تھی یہ طوفان کفار کے لئے عذاب مومنین کے لئے رحمت تھا دیکھو قحط یوسفی تمام جہان میں پھیلا اور آپ اس زمانہ میں بھوکوں کے مشکل کشا ہوئے سب کے پیٹ آپ کے ہاں بھرتے رہے۔ دوسرا اعتراض: یہاں واللّٰہ معہ کیوں ارشاد ہوا واللّٰہ امنوا کیوں ارشاد نہ ہوا۔ جواب: دوجہ سے ایک یہ کہ مومنین بھی اللہ کے عذاب سے نبی کی ہمراہی کی وجہ سے بچے صرف اپنے کمال سے نہ بچے نہ صرف کشتی سے بچے بلکہ یوں کہ کشتی بھی حضرت نوح علیہ السلام کی برکت سے بچی وہ ہلاک نہ ہو گئی دوسرے یہ کہ صرف انسان ہی نہیں۔ بلکہ سارے خشکی کے جانور بھی اس دن آپ کی ہمراہی کی وجہ سے بچ سکے یہ بات واللّٰہ امنوا فرمانے سے حاصل نہ ہوئی۔ تیسرا اعتراض: قوم نوح کے کفار اندھے تھے۔ آنکھوں والے تھے پھر انہیں قوم عمین کیوں فرمایا۔ قرآن کریم تو جھوٹ سے پاک ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہاں آنکھ کے اندھے مراد نہیں بلکہ دل کے اندھے مراد ہیں۔ اس کی تفسیر وہ آیت ہے لا تعمی الا بصار ولكن تعمی القلوب النی فی الصدور اس وجہ سے عمیاء نہ فرمایا بلکہ عمی فرمایا۔ اعمی اور عمی کافرق ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے۔

تفسیر صوفیانہ: اس سے پچھلی آیت میں عرض کیا گیا کہ صوفیاء کے نزدیک روح انسان گویا نوح ہے اور قلب اور اس کی صفات گویا نوح کی مومن قوم ہے نفس اور اس کے عیوب گویا کافر قوم ان کے نزدیک دنیا اور یہاں کی لذتیں طوفان نوح ہیں۔ شریعت گویا کشتی نوح ہے۔ نفس اور نفسانی لوگ جو اس کشتی شریعت سے الگ رہتے ہیں۔ وہ دنیا اور یہاں کی لذات میں غرق ہو کر فنا ہو جاتے ہیں۔ روحانی لوگ اس کشتی میں سوار ہو کر دنیا کی ہلاکت سے بچے جاتے ہیں کہ وہ دنیا میں رہتے ہیں۔ دنیا ان میں نہیں رہتی دیکھو مومنین نوح بھی پانی ہی میں تھے اور کفار بھی مگر فرق یہ تھا کہ مومنین پانی میں تھے۔ پانی ان میں نہ تھا کفار میں پانی تھا۔ جس سے وہ ڈوب گئے۔ صوفیاء کے ہاں جو آنکھ نبی کی شان نہ دیکھے وہ اندھے ہیں اگرچہ لوہے کی آنکھ دیکھے اور جو آنکھ نبی کی

شان دیکھ سکے وہ روشن ہے۔ اگرچہ اور چیز نہ دیکھے حافظ شیرازی فرماتے ہیں۔
 جمال یار ندارد نقاب و پردہ وے غبار رہ بنش تا نظر تو انی کرد!
 صاب کتے ہیں کہ۔

دل چو مینا است چه غم دیدہ اگر ناینا است خانہ آمینہ را روشنی از روزن نیست!
 اگر دل روشن ہو تو آنکھ کے اندھیرے کی پرواہ نہیں۔ آمینہ خانہ میں روشنی کسی روزن سے نہیں آتی ہر طرف سے آتی ہے۔

وَالِی عَادِ اِخَاهُمْ هُوْدًا اَقَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُ وَاللّٰهُ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ غَیْرَہٗ اَفَلَا

اور بھیجا ہم نے طرف مار کے انکے بھائی ہود کو۔ فرمایا اے قوم میری عبادت کرو اللہ کی نہیں ہے واسطے تبارے کون مسموم
 اور عمار کی طرف ان کی برادری سے ہود کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو اس سے سوا تمہارا کئی

تَتَّقُوْنَ ﴿۳۵﴾ قَالَ الْمَلَا الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَوْمِہٖ اِنَّا لَنَرٰکَ فِیْ سَفَاہَۃٍ وَّ

سو اسکے کیا ہیں نہیں ڈرنے تم لوگ کہا ان سرداروں نے جنہوں نے کفر کیا تھا ان کی قوم میں سے بیشک ہم ابتر دیکھتے ہیں تم کو بے عقلی میں
 مسموم نہیں تو کیا نہیں ڈرنے اس کی قوم کے سردار بولے بے شک ہم تمہیں بے وقوف سمجھتے ہیں اور بے شک

اِنَّا لَنَظُنُّکَ مِنَ الْکٰذِبِیْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ یَقُوْمُ لَیْسَ بِیْ سَفَاہَۃٍ وَّلٰکِنِّیْ رَسُوْلٌ

اور بے شک ہم ابتر گمان کرتے ہیں تم کو جھوٹوں میں سے فرمایا اے قوم میری نہیں ہے فہم میں بے عقلی اور لیکن میں پیغمبر
 ہم تمہیں جھوٹوں میں گمان کرتے ہیں کہا اے میری قوم مجھے بے وقوفی سے کیا علاقہ میں

مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ﴿۳۷﴾

ہوں طرف سے جہانوں کے پالنے والے کے

تو پروردگار عالم کا رسول ہوں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیت میں اس پہلی کافر قوم کا ذکر ہوا
 جس پر دنیا میں پہلا عذاب آیا تھا یعنی قوم نوح علیہ السلام اب دوسری اس کافر قوم کا ذکر ہے جس پر ثانوی طور پر عذاب آیا یعنی ہود
 علیہ السلام گویا بے مثل عذاب کے بعد مثالی عذاب کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں اس قوم کا ذکر تھا جس نے
 کبھی خدا کا عذاب نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا۔ اب اس قوم کا ذکر ہے جس نے قوم نوح کا عذاب اچھی طرح سن لیا تھا بلکہ اس کے اثرات
 بھی دیکھ لئے تھے تاکہ پتہ لگے کہ بد قسمت قوم مثالی عذاب سن کر بھی نہیں سمجھتی۔ یہ تو اللہ کے فضل پر موقوف ہے۔ تیسرا
 تعلق : پچھلی آیات میں عالمگیر عذاب کا ذکر تھا یعنی طوفان نوحی کا جو ساری روئے زمین پر آیا اب ہوا کے طوفان عذاب کا ذکر ہے
 جو صرف یمن کے علاقہ میں قوم عابر پر آیا۔ گویا عام عذاب کے بعد خاص عذاب کا ذکر ہو رہا ہے۔

تفسیر: والی عاد یہ عبارت یا معطوف ہے لہذا ارسلنا نوحا الی قومہ پر اور وادعاطفہ ہے یا یہ نیا جملہ ہے اور وادعابتدائیہ ہے اس صورت میں الی سے پہلے ارسلنا پوشیدہ ہے۔ عادیاتو ایک بادشاہ کا نام تھا اس کی رعایا کو بھی عادی کہا جانے لگا (روح البیان) یا عاد ایک شخص کا نام تھا جس کی اولاد کو عاد کہا جاتا تھا۔ ہر حال یہ شخص عاد بن عوص بن سام بن نوح علیہ السلام ہے۔ یہ قوم یمن اور عمان کے درمیان علاقہ احقاف میں آباد تھی بلکہ احقاف یمن ہی کا حصہ تھا قوم نوح کی ہلاکت میں اور اس میں ایک سوسل کا فاصلہ تھا اس قوم کو عادیات کہتے ہیں اور قوم صالح علیہ السلام یعنی ثمود کو عاد ثانیہ کہا جاتا ہے (صلوی) اخاہم ہود قرآنی اصطلاح میں لفظ اخ چھ معنی میں استعمال ہوتا ہے نسبی بھائی، قوی خاندانی بھائی، ہم وطن، ہم مذہب، ہم خیال، ہم جنس، آخری چھٹے معنی سے ہر انسان اخ یعنی ہم جنس ہے۔ قرآن کریم فرماتا ہے کلمادخلت امتہ لعنتاختھا اس آیت میں اخت معنی ہم مذہب ہیں ہر کافر کافر کا اخ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ہمارے اخ نے اذان دی ہے اور جو اذان دے وہی تکبیر کرے۔ یہاں اخ سے مراد دینی مذہب ہی بھائی نہیں کیونکہ حضرت ہود علیہ السلام مومن بلکہ مومن گر ایمان بخش تھے اور قوم عاد کافر تھی۔ اب یا تو مراد ہے ہم جنسی یعنی ہم نے قوم عاد کے پاس کوئی فرشتہ یا جن نبی بنا کر نہ بھیجا بلکہ ہم جنس انسان کو بھیجا جو انہیں تبلیغ کر سکے یا ہم قوم ہم نسب مراد ہے کیونکہ آپ قوم عاد کے قبیلہ سے تھے آپ کا نسب یا تو یہ ہے۔ ہود بن عبد اللہ، ابن رباح، ابن خلود، ابن عاد، ابن عوص، ابن ارم، ابن سام، ابن نوح ہیں تو آپ عاد میں اس قوم سے ملتے ہیں یا آپ کا نسب یہ ہے ہود بن شام، ابن ار فشد، ابن سام، ابن نوح علیہ السلام۔ اس صورت میں آپ سام میں اس قوم سے جاملتے ہیں (صلوی) خازن، کبیر وغیرہ) ہود علیہ السلام نوح علیہ السلام سے آٹھ سو برس بعد پیدا ہوئے اور آپ کی عمر شریف چار سو چونسٹھ سال ہوئی (صلوی) خیال رہے: کہ یہاں اخاہم اس لئے فرمایا تاکہ بتایا جاوے کہ حضرت ہود علیہ السلام قوم عاد سے ہی تھے۔ چونکہ ہم قوم اپنی قوم کو تبلیغ اچھی طرح کر سکتا ہے اس لئے ہم نے ان کا انتخاب فرمایا ورنہ کسی امتی کو انہیں بھائی کہہ کر پکارنے کی شرعی اجازت نہ تھی۔ قال یا قوم اعبدا اللہ اس کی تفسیر ابھی گزر چکی۔ فرق یہ ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ میں تھا۔ فقال اور یہاں ہے قال بغیری کے۔ کیونکہ نوح علیہ السلام بہت مبالغہ سے تبلیغ فرماتے تھے۔ ان کے شبہات کا جواب دینے میں ایک لحظہ کی دیر بھی نہیں لگاتے تھے۔ یہ نوعیت حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ میں نہ تھی اس لئے وہاں فقال سے ارشاد ہوا کہ آپ ان کی ہر بات کا فوراً جواب دیتے تھے (معانی۔ کبیر وغیرہ) عبادت سے مراد یا تو دلی عبادت ہے یعنی ایمان قبول کرنا یا بدنی عبادت ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی زبان میں رب تعالیٰ کا نام اللہ ہی تھا یا نام کچھ اور تھا اللہ اس کا عربی ترجمہ ہے مالکم من اللہ وغیرہ یہ فرمان عالی دلیل ہے اعبدا اللہ کی یعنی چونکہ اللہ تعالیٰ کے سوا سچا اللہ کوئی نہیں لہذا تم سب صرف اس کی معبودت پر ایمان لاؤ اس کی عبادت کرو۔ ہم یہ بات بارہا کہہ چکے ہیں کہ اطاعت عام ہے وہ اللہ تعالیٰ کی، نبی کی، علماء دین کی، بادشاہ اسلام کی سب کی ہو سکتی ہے مگر عبادت، سواء اللہ تعالیٰ کے کسی کی نہیں ہو سکتی اس طرح ابلع نہ تو اللہ تعالیٰ کی ہو سکتی ہے نہ بادشاہ عالم وغیرہ کی وہ صرف نبی کی ہوگی لا تبعون فی اس لئے یہاں مالکم فرمانا درست ہے افلا تتقون چونکہ نوح علیہ السلام کی قوم سے پہلے عذاب الہی دنیا میں نہیں آیا تھا اس لئے وہاں انہی اخای علیکم ارشاد ہوا تھا اور اسی قوم عاد سے پہلے قوم نوح غرق ہو چکی تھی اس قوم کا عذاب دنیا میں مشہور تھا اس لئے یہاں افلا تتقون ارشاد ہوا۔ تقویٰ سے مراد ہے ڈرنا یعنی تو کیا تم کو قوم نوحی کا عذاب معلوم نہیں کیا تم اس عذاب سے ڈرتے نہیں

اگر تم بھی اس قوم کے سے اعمال کرو گے تو تم پر بھی عذاب الہی آجائے گا قال الملا الذین کفرو امن قومہ یہ اس قوم کے سرداروں کا جواب ہے چونکہ نوح علیہ السلام پر کوئی کافر سردار ایمان نہیں لایا سارے کافر رہے اس لئے وہاں قال الملا من قومہ ارشاد ہوا تھا۔ مگر ہود علیہ السلام کی قوم کے بعض سردار آپ پر ایمان لے آئے تھے جیسے مرثد ابن سعد جو خفیہ طور پر آپ پر ایمان لا چکا تھا اور دوسرے سردار اس لئے یہاں قال الملا الذین کفروا ارشاد ہوا یعنی کافر سرداروں نے آپ کو یہ جواب دیا مومن سرداروں کا یہ جواب نہیں (کبیر و معانی وغیرہ) یہ مرثد ابن سعد اس جماعت میں تھا جو مکہ معظمہ میں بارش کی دعا کرنے آئی تھی جس کا قصہ آگے آ رہا ہے۔ انا لنراک فی سفاہتہ۔ نرا ہنا ہے روایت سے روایت سے مراد ہے یا تو آنکھ کا دیکھنا ہے یا دل کا دیکھنا یعنی سمجھنا سفاہتہ بنا ہے سفاہتہ سے اس کی تحقیق پارہ الم معی کما من السفہاء کی تفسیر میں ہو چکی۔ یہاں اتنا سمجھ لو کہ قوم نوح علیہ السلام نے ان کو فی ضلالتہ کہا تھا کیونکہ آپ بغیر بارش طوفان کے کشتی بنا رہے تھے بہت ہی مشقت سے تو وہ ہنستے تھے اور کہتے تھے کہ وہ کیسے بے عقل لوگوں کے سے کام کر رہے ہیں کہ خشک علاقہ میں کشتی بنا رہے ہیں قوم عادی نے حضرت ہود سے کوئی ایسا کام نہ دیکھا تھا جو ان کی عقل سے وراہ ہوتا اس لئے انہوں نے فی سفاہتہ کہا گویا ضلالتہ کے معنی ہیں خلاف عقل کام کرنا اور سفاہت کے معنی ہیں بے عقل ہونا کوئی کام نہ کرنا۔ نیز چونکہ ہود علیہ السلام نے اپنی بت پرست قوم کو بے وقوف فرمایا اس لئے انہوں نے بھی بدلہ لیتے ہوئے فی سفاہتہ کہا (تفسیر کبیر و خازن) انہوں نے آپ کو سفیہ اس لئے کہا کہ آپ نے فرمایا صرف ایک خدا کی عبادت کرو معبود صرف ایک ہے وہ سمجھے کہ جب خدمت اطاعت بت کی ہو سکتی ہے تو عبادت بھی بت کی ہو سکتی ہے۔ جب مخدوم و مطاع بت ہو سکتے ہیں تو معبود بھی بت ہو سکتے ہیں اجعل الالہۃ الہا واحدا ہم ماں باپ حاکم سلطان چودھری نمبردار کے خدام ہو سکتے ہیں تو بت سے بتوں کے عابد بھی ان کا یہ کہنا کہ معبود صرف ایک ہے دیوانگی ہے اس کا جواب خلاصہ تفسیر میں آوے گا وانا لنظنک من الکفین یہ ان کی کافر قوم کا دوسرا جواب ہے یہاں ظن یا تو معنی یقین ہے یا معنی شبہ و گمان قرآن مجید میں ظن معنی یقین بھی آیا ہے فرماتا ہے الذین یظنون انہم ملا قوا ربہم یعنی آپ ہیں تو سلمہ اور بے عقل مگر کہتے ہیں اپنے کو اللہ کا رسول و نبی ہوں۔ ہم کو یقین ہے کہ آپ جھوٹ بولتے ہیں یا ہمارا خیال تو یہ پڑتا ہے کہ آپ سچے نہیں جھوٹے ہیں جیسے اور لوگ ہوتے ہیں کچھ نہیں مگر بنتے ہیں سب کچھ وہ جھوٹے ہوتے ہیں ان میں سے آپ بھی ایک ہیں فہوذا بشدہ (تفسیر کبیر وغیرہ) بقوم لیس فی سفاہتہ یہ حضرت ہود علیہ السلام کا وہ حکیمانہ جواب ہے جو آپ نے نہایت عقل اور بروہاری سے اپنی قوم کو دیا آپ نے انہیں گلے کے جواب میں گلے نہیں دی بلکہ پھر بھی یا قوم کہہ کر پکارا اور فرمایا کہ سلمہ یہ بوقوف تو وہ ہوتا ہے جو نرا بے عقل ہو مجھ میں بے عقلی کا شبہ بھی نہیں اللہ نے مجھے کامل العقل بتایا ہے اس لئے سفاہتہ نہ کہ ارشاد ہوا نبی کی عقل تمام دنیا کی مجموعی عقل سے زیادہ ہوتی ہے ولکنی رسول من رب العلمین یہ گویا پہلے جملہ کی وجہ ہے یعنی مجھ میں بے عقلی بالکل نہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں اللہ کے رسول میں بے عقلی ہو سکتی ہی نہیں ان سے روحانی دنیا کا نظام قائم ہے اگر وہی بے عقل ہوں تو اس دنیا کو کون سنبھالے رب العالمین فرما کر یہ بتایا کہ میری نبوت تمہارے لئے اللہ کی ربوبیت کی دلیل ہے رب وہ جو جسم کو ظاہری غذاؤں کے ذریعہ پالے اور روح کو روحانی غذاؤں کے ذریعہ پالے روحانی غذا انہیں بذریعہ رسول کے ہی تو بھیجی جاتی ہیں۔

خلاصہ تفسیر : اے محبوب آپ قوم نوح کے کرتوت اور ان کا انجام تو سن چکے اب ان کے بعد والی قوم کا حال سنئے کہ ہم نے ان کی طرف انہیں کی قوم انہیں کی نسل انہیں کی برادری میں سے ایک رسول بھیجے ہو وہ علیہ السلام انہوں نے بھی اپنی قوم کو یہ ہی دعوت دی کہ نہایت نرمی سے فرمایا کہ اے میری قوم اللہ تعالیٰ پر میری معرفت ایمان لاؤ صرف اس کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا معبود حقیقی سچا الہ کوئی نہیں تم قوم نوح کا انجام تو سن چکے ہو طوفان نوحی کی علامات دیکھتے ہو تو تم ڈرتے کیوں نہیں ان کی جماعت کے بعض سردار تو ایمان لائے بعض کافر رہے کافر سرداروں نے کہا کہ ہم تو آپ کو بڑی بھاری بے وقوفی بے عقلی میں دیکھتے ہیں آپ بڑے بے عقل ہیں ہم کو یقین ہے کہ آپ جو اپنے کو اللہ کا رسول کہتے ہیں جھوٹ کہتے ہیں بھلا ایک خدا سارا جہنم کیسے سنبھال سکتا ہے اور وہ ایک غریب آدمی کو نبی کیسے بنا سکتا ہے آپ نے پھر نہایت نرمی سے جواب دیا کہ اے میری قوم مجھے بے وقوفی بے عقلی سے دور کا تعلق بھی نہیں میں تو اللہ رب العالمین کا رسول ہوں۔ رسول اللہ اول درجے کے عقل والے ہوتے ہیں کہ ان سے ایک دنیا کا نظام قائم ہوتا ہے اگر ستون کمزور ہو تو چھت قائم نہیں رہ سکتی اگر ریل کارڈ رائیو رے عقل ہو تو وہ کبھی منزل مقصود پر گاڑی کو نہیں پہنچا سکتا تو دیوانہ بے عقل رسول مخلوق کو خدا تک کیسے پہنچا سکتا ہے۔ سبحان اللہ کیسا پاکیزہ کلام ہے۔ خیال رہے کہ جیسے جسمانی رشتوں میں دور رشتے ایسے ہیں جن میں تعدد کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ تمام رشتوں کی جڑ ہیں وہ رشتے باپ اور ماں کے ہیں کوئی شخص دو باپ یا دو ماں کا بیٹا نہیں ہو سکتا ماں باپ ہی تمام رشتوں کی جڑ ہیں کہ ان کے بھائی چچا ماموں میں ان کے باپ داویا یا نانا ہیں ان کی ماں داوی یا نانی ہیں باقی رشتے تعدد برداشت کر لیتے ہیں کیونکہ وہ شاخیں ہیں ہمارے بھائی بن چچا تائے خالہ پھوپھی بہت سے ہو سکتے ہیں یونہی ہمارے مخدوم و مطاع بہت ہو سکتے ہیں مگر خدا اور نبی ایک ہی ہو سکتے ہیں کیونکہ ان سے رشتہ ہزار ہا رشتوں کی جڑ ہے کہ اللہ کے سارے نبی ہمارے محترم اس کے سارے فرشتے ہمارے محترم ہیں یونہی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے اولیاء سارے علماء ہمارے مخدوم ہیں جڑ ایک ہی ہوتی ہے شاخیں بہت ہو سکتی ہیں لہذا پاگل وہ لوگ تھے نہ کہ نبی۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حتی الامکان تبلیغ نرمی سے کی جاوے کہ اس کا اثر زیادہ ہوتا ہے۔ یہ فائدہ بقوم فرمانے سے حاصل ہوا کہ ہو وہ علیہ السلام نے ایسی جابر قوم کو اپنی قوم کہہ کر پکارا تاکہ جب وہ میری نرمی سے میری طرف آجلیں گے تو ان کی اصلاح آسان ہوگی مبلغین کو ایسے اخلاق اختیار کرنے چاہئیں۔ دوسرا فائدہ: لوگوں کو رب تعالیٰ کے عذاب یاد دلانا چاہئیں گزشتہ سرکش قوموں کے انجام کی طرف توجہ دلانا چاہئے تاکہ ان کے دلوں میں خوف خدا پیدا ہو اور ایمان اختیار کریں۔ یہ فائدہ اللہ تعالیٰ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: نبی کو کم عقل یونہی انہیں کم علم سمجھنا یا کم ان کی عقل کو کسی سے کم جاننا ان کا علم کسی سے کم ماننا بے دینی ہے وہ حضرات علم و فضل کے اعلیٰ درجہ پر ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ لنواک فی سفاہتہ سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے قوم عاد کے کفریات میں اسے شمار فرمایا کہ اس قوم نے ہو وہ علیہ السلام سے زیادہ عقلمند سمجھا۔ اس سے وہ لوگ عبرت پکڑیں جو شیطان یا ملک الموت کا علم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ کہتے ہیں۔ چوتھا فائدہ: نبی کی حقانیت میں شک کرنا ان کے کسی قول و فعل کو مشکوک نگاہ سے دیکھنا کفر ہے۔ یہ فائدہ لنظنک من الکافین کی تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ ظن معنی تردد و شک ہو ان حضرات کی ہر بات یقیناً سچی ہے وہ حق و صدق کا مرکز ہوتے ہیں۔ پانچواں فائدہ: جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب اور اس کی پھٹکار ہوتی ہے وہ اپنی بد کرداریوں کو حق تصور

اللہ والوں کی نیکیوں کو باطل سمجھنے لگتا ہے۔ یہ فائدہ لفظ تک کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ ظن معنی یقین ہو کہ وہ کفار تھے خود جھڑپے مگر سچے نبی کے جھوٹ پر یقین رکھتے تھے۔ یہ ہے اللہ کی مار ایسے شخص کی ہدایت ناممکن ہوتی ہے۔ چھٹا فائدہ: حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مثل ایسا ہی ناممکن محال بالذات ہے جیسے خدا کا شریک کیونکہ جیسے الوہیت خالقیت ازلیت ایسی صفات ہیں جن میں تعدد ناممکن ہے ایسے ہی اولیت آخریت اصلیت عالم شفاعت کبریٰ ایسی صفات وحدت ہیں ان میں تعدد کی گنجائش نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اول خلق ہیں آخری نبی ہیں رحمت عالمین ہیں شفیع المذنبین ہیں اگر کوئی اور بھی ان صفات سے موصوف ہو تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سب سے اول سب سے آخر سب کے لئے رحمت سب کے شفیع نہ رہیں۔ امام بو صیری قصیدہ بردہ میں فرماتے ہیں۔۔

منزه عن شریک فی محاسبہ فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم

ساتواں فائدہ: انبیاء اولیاء مشکل کشا حاجت روا حاضر ناظر ہو سکتے ہیں کہ یہ صفات تعدد کے خلاف نہیں ان میں تعدد ہو سکتا ہے وحدت لازم نہیں۔ آٹھواں فائدہ: نبی ہمیشہ جنون دیوانگی عقل کی کمی پاگل پن سے محفوظ ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ لیس ہی سفاہتہ میں سفاہتہ کے نکرہ فرمانے سے حاصل ہوا۔ نواں فائدہ: نبوت اور کم عقلی کبھی جمع نہیں ہو سکتیں جیسے نور اور تاریکی علم و جہالت ٹھنڈک اور گرمی جمع نہیں ہو سکتیں یہ فائدہ ولکنی رسول میں لکنی فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو علم بلاغت و معانی۔ مسئلہ: تمام دنیا کی عقلیں نبی کی عقل کی نسبت سے ایسی ہیں جیسے پانی کا قطرہ سمندر کی نسبت سے اور تمام رسولوں کی عقلیں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عقل کی نسبت سے ایسی ہیں جیسے پانی کا قطرہ سمندر کی نسبت سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم جیسا عاقل عالم اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی نہیں فرمایا (عقائد)۔

انہیں اللہ نے اپنے حسن کے سانچے میں ڈھالا ہے وہ آئے اس جہاں میں سب حسینوں سے حسین ہو کر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان تو بہت بلند ہے مومن کی عقل حضور صلی اللہ علیہ وسلم بیان فرماتے ہیں اقلوا لوائہ المؤمن لانه ينظر بنور الله مومن کی فراست سے ڈرو کہ وہ اللہ کے نور سے دیکھتا ہے۔ کیوں نہ ہو کہ عالم روحانیت ان سے قائم ہے اگر وہ بھگت جاویں تو دنیا گمراہ ہو جاوے۔ رب فرماتا ہے اللہ يعلم حيث يجعل رسالته ورسول فائدہ اپنی ذات سے کفار کے طعن دور کرنا اللہ کی نعمتیں جو اس نے اپنے کو دی ہیں انہیں ظاہر کرنا سنت انبیاء ہے۔ یہ فائدہ لیس ہی الخ لور لکنی الخ سے حاصل ہوا کہ ہو علیہ السلام نے اپنی صفائی نہایت شاندار طریقہ سے بیان فرمائی لور وہ کیوں بیان نہ کریں کہ انہیں کے ذات و صفات ماننے کا ہم تو ایمان ہے اگر وہ اپنے اوصاف خود بیان نہ فرماویں تو ہم جیسوں کو ایمان کیسے ملے۔ گیارہواں فائدہ: حضرات انبیاء کرام کی شان سے اللہ کی شان ظاہر ہوتی ہے ان کی نبوت رب کی الوہیت کی مظہر ہوتی ہے انہیں پہچانو پھر کہہ کہ اے مولیٰ تو کیسا ہو گا۔ جب تو نے اپنے بندے ایسے بنا دیئے۔ یہ فائدہ من رب العالمین فرمانے سے معلوم ہوا فرماتے ہیں من وانی لقلو الحق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا رخسار آئینہ حسن یار ہے۔

اس صورت نون میں جان آکھل جا تا کہ جان جہاں آکھل

چ آکھل تو رب دی شان آکھل جس شان تمہیں شانیں سب بنیاں

پہلا اعتراض : حضرت ہود علیہ السلام اور دوسرے نبیوں نے اپنے فضائل خود اپنی زبان سے کیوں بیان کئے یہ تو شیخی اور خود ستائی ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے لا تزکوا انفسکم اپنی صفائی خود بیان نہ کرو؟ جواب : اپنی تعریف کرنے کی چار صورتیں ہیں اپنی شیخی فخر ذاتی تکبر کے لئے بیان کرنا یہ حرام ہے تمہاری پیش کردہ آیت کا یہی مطلب ہے۔ دوسرے رب کی نعمت کا اظہار شکر کے لئے یہ ثواب ہے۔ رب تعالیٰ فرماتا ہے واما بنعمتہ وہک فحدث تیسرے لوگوں کو ایمان دینے کے لئے چنانچہ رب تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے صفات خود بیان کئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اوصاف خود بیان کئے ورنہ ہم کو پتہ کیسے لگتا کہ رب تعالیٰ کی شان کیا اس کے نبی کی کیا شان ہے اور ہم مسلمان کیسے بنتے یہ ہے تبلیغ۔ چوتھے لوگوں کی جان بچانے دنیا کا نظام قائم کرنے کے لئے یوسف علیہ السلام نے بادشاہ مصر سے فرمایا تھا کہ خزانوں کا حاکم مجھے بنا۔ انی حفظ علیہم میں حفاظت والا بھی ہوں علم والا بھی تاکہ یہ بڑا کام کسی نااہل کے پاس نہ پہنچے اور قحط سالی میں لوگ بھوکے نہ مرجائیں۔ حضرات انبیاء کے یہ فرمان اللہ تعالیٰ کے شکر اور اپنی قوم کو ایمان دینے کے لئے ہیں کہ مجھے جھوٹا یاد دیا نہ کہو اس سے تم کو ایمان نہیں بلکہ کفر ملے گا۔ مجھے رسول، ناصح، امین کو اس سے تمہیں ایمان ملے گا۔ دوسرا اعتراض : نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا انی اخاف علیکم الخ اور ہود علیہ السلام نے فرمایا افلا تتقون۔ دونوں بزرگ اپنی قوم کو ڈراتے ہیں مگر ڈرانے کی نوعیت میں فرق ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ جواب : ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا قوم نوح سے پہلے عذاب الہی کی دنیا میں کوئی مثل قائم نہیں ہوئی تھی وہ رب کا دنیا میں پہلا عذاب تھا اس لئے آپ نے انی اخاف فرمایا کہ مجھے تم پر عذاب آجانے کا خوف ہے مگر قوم عاد سے پہلے طوفان نوحی آچکا تھا۔ عذاب کی مثل قائم ہو چکی تھی۔ اس لئے آپ نے افلا تتقون فرمایا کہ تم وہ عذاب یا کر کے ڈرتے کیوں نہیں نبی کی نظر غیب پر ہوتی ہے لوگوں کی نظر شہود پر اس لئے نوح علیہ السلام نے اپنے خوف کا ذکر کیا اور ہود علیہ السلام نے قوم کو خوف کرنے کا حکم دیا۔ تیسرا اعتراض : نوح علیہ السلام کے متعلق ارشاد ہوا قال الملا من قومہ وہل کلوا نہیں ہے مگر ہود علیہ السلام کی قوم کے متعلق ارشاد ہوا قال الملا الذین کفروا من قومہ یہاں کفروا بھی ہے اس فرق بیان کی کیا وجہ ہے۔ جواب : ابھی تفسیر میں گزرا کہ نوح علیہ السلام پر کوئی کافر سردار ایمان نہیں لایا ان سے سارے سرداروں نے یہ بیوہ گنہگار کی مگر ہود علیہ السلام پر بعض سرداران کفر ایمان لاچکے تھے انہوں نے تو آپ کا احترام کیا مگر کفار سرداروں نے یہ جہالت کا جواب دیا۔ چوتھا اعتراض : قوم نوح علیہ السلام نے آپ کو فی ضلال مبین کہا۔ اور قوم ہود علیہ السلام نے آپ کو کافی سفاہتہ اس فرق کلام کی وجہ کیا ہے۔ جواب : عقل ہو مگر اوندھا کام کرے یہ ہے ضلال لہ یعنی گمراہی اور عقل ہو ہی نہیں جس سے نہ وہ درست کام کرے نہ غلط یہ ہے سفاہتہ نوح علیہ السلام کو ان کی قوم نے بہت سے اعلیٰ کام کرتے دیکھ کر تو بولے آپ میں عقل تو ہے مگر آپ کی عقل کام غلط کرتی ہے اس لئے انہوں نے کافی ضلال مبین مگر ہود علیہ السلام کو ان کی قوم نے کشتی وغیرہ بناتے نہ دیکھا مگر ان کے وعظ تعلیم کو اپنی عقل کے خلاف سمجھا اس لئے آپ کو مسلمہ کہہ دیا نعوذ باللہ۔ پانچواں اعتراض : ہود علیہ السلام نے اپنی پہلی تبلیغ میں صرف رب کا ذکر کیا کہ فرمایا اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی معبود نہیں مگر قوم نے آپ کو وہ عیب لگائے کم عقلی، جھوٹ انہوں نے رب کا ذکر بھی نہیں کیا اس کی وجہ کیا ہے۔ جواب : اس لئے کہ تمام عقائد و اعمال نبی کی زبان سے لوگوں کو ملتے ہیں اگر وہی غلط گو ہوں تو سارے ایمانیات ختم ہو گئے سارے ایمانیات توحید کتاب اللہ احکام شرعیہ کلام میں نہیں۔ متکلم کلام کا سچا جھوٹا ہونا متکلم کے سچے جھوٹے ہونے پر

موقوف۔ سچے تو ان کی ہر بات سچی ورنہ کچھ بھی سچا نہیں۔ قرآن کے لئے صحابہ کرام کو سچا ماننا بھی لازم ہے کہ قرآن مجید کے بہت سے احکام کا نزول ان کے ذریعہ سے ہوا آیات قرآنیہ ان کے سینوں سے دنیا کو ملیں۔ چھٹا اعتراض: قوم علوانے کہا تھا انا لنراک فی سفاہتہ اس کے جواب میں آپ نے فرمایا لیس ہی سفاہتہ دونوں جگہ سفاہتہ یکساں ہے یعنی نکرہ مگر وہاں فی ہے اور آپ کے جواب میں ہی ہے اس میں کیا فرق ہے نہ تو قوم نے کہا انت سفیہ اور نہ آپ نے فرمایا لست سفیہ میں کم عقل نہیں۔ جواب: کفار کے کلام میں سفاہتہ معنی بڑی ہی کم عقلی ہے یعنی تنوین عظمت کی ہے اور فی بول کر انہوں نے کہا کہ آپ بڑی بھاری کم عقلی میں ایسے پھنسے ہیں جیسے آدمی دلدل میں جہاں سے وہ نکل سکتی ہی نہیں آپ کے تمام قول، عمل، فعل سب کم عقلی کے ہیں آپ کسی صورت سے اس سے نکل سکتے ہی نہیں اور حضرت ہود علیہ السلام کے فرمانِ علی میں سفاہتہ کے معنی ہیں ہلکی سی معمولی کم عقلی، یعنی تنوین تحقیر کی ہے اور بی فرما کر یہ بتایا کہ مجھے ہلکی سی کم عقلی نے چھوا تک نہیں آپ نے ان بد نصیبوں کے کلام کی نہایت شاندار تردید فرمائی لہذا فرق بالکل ظاہر ہے۔ یہ خوبی لست سفیہ فرمانے سے حاصل نہ ہوتی۔ ساتواں اعتراض: یہاں آپ نے فرمایا کہ میں رب العالمین کا رسول ہوں۔ مختصر یہ تھا کہ اللہ کا رسول ہوں اس طویل کلام میں کیا حکمت ہے۔ جواب: اس کا جواب اشارۃً ”ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ حضرات انبیاء کرام کی نبوت اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا مظہر ہوتی ہے کیونکہ یہ حضرات لوگوں کے لئے ایمان، عرفان، ایقان کی روزیاں لے کر آتے ہیں۔ جن سے ان کی روحانی پرورش ہوتی ہے اس لئے فرمایا وہ ہے رب العالمین اور میں ہوں رسول رب العالمین اس کی ربوبیت کا قاضی یہ تھا کہ مجھے رسول بنا کر تم میں بھیجے۔ آٹھواں اعتراض: تم نے کہا کہ نہ تو بندوں کے رب دو ہو سکتے ہیں نہ امت کے نبی دو ہوں رب بھی ایک نبی بھی ایک مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بہت دفعہ بہ یک وقت بہت سے نبی ہوتے تھے حضرت ابراہیم کے ساتھ لوط علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ حضرت ہارون جناب سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک ہزار نبی تھے۔ پھر تمہاری یہ بات کیسے درست ہوئی۔ جواب: اگرچہ نبی ایک وقت میں بہت ہوں مگر امت ایک ہی نبی کی ہوگی ہائی دوسرے نبی وزیر ہوں گے چنانچہ اس وقت لوگ ملت ابراہیمی میں تھے کہ ملت لوط علیہ السلام میں یا لوگ دین موسوی میں تھے نہ کہ دین ہارونی میں اللہ کا نبی ہونا اور بات ہے ہمارا نبی ہونا دوسری بات سارے نبی اللہ کے نبی ہیں مگر ہمارے نبی صرف حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں کہ ہم ان ہی کی امت ہیں۔

تفسیر صوفیانہ : دنیا بھڑیوں کا جنگل ہے جس میں انسان گویا بکریاں ہیں شیطان اور شیطانی لوگ بھڑیے جو ہر وقت ان کے شکار کی فکر میں ہیں اللہ تعالیٰ نے ان کی حفاظت کے لئے نبی بھیجے۔ جنہوں نے دین کے مضبوط قلعے بنائے ان قلعوں کی بنیاد درست عقائد ہے اور ان کی ستون دھمت نیک اعمال ہیں ان حضرات انبیاء کرام کی وہاں مگر لانی ہے علماء اولیاء صالحین کا حفاظتی پہرہ جو ان حضرات کی دعوت پر اس قلعہ میں آگیا شکار سے محفوظ ہو گیا اور جو ان سے سرتابی کر کے الگ رہا شکار ہو گیا مہم پر میری نے کیا خوب فرمایا۔

اہل امتہ لی حرز ملتہ کالملت بعل بالاشبال فی الاجم

ہود علیہ السلام نے کفار کو اسی قلعہ کی طرف دعوت دی کہ فرمایا ایک اللہ کو اپنا معبود مانو اس کی عبادت کرو یہ عقیدہ اور اعمال ربانی مضبوط قلعہ ہے جن کی شامت آئی تھی وہ بجائے حفاظت میں آنے کے انہیں جھٹلانے لگے اور خوش نصیب خوشی خوشی آپ کی

حفاظت میں آگئے آپ نے جھٹلانے والوں کو نرمی سے پھر بلایا فرمایا مجھے دیوانہ ثابت کرنے کی کوشش نہ کرو اپنے بچاؤ کی فکر کرو میں تمہارے رب کا فرستادہ پیغمبر ہوں اس نے تم پر مہربانی فرماتے ہوئے مجھے تمہارا رسول بنا کر بھیجا ہے۔ خیال رہے کہ گزشتہ نبیوں نے اپنی تبلیغ کی ابتداء ذکر الہی سے کی مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی ابتداء اپنی نعت سے کی کہ فرمایا 'کف انا لکم کہ جب کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اوصاف کا پہلے ہی اقرار کر چکے تو پھر کس منہ سے آپ کی گستاخی کریں گے نعت رسول حمد الہی سے پہلے بے سواری پہلے ہے۔ منزل پر پہنچنا بعد میں۔

أَبْلَغَكُمْ رِسَالَتِ رَبِّي وَأَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِينٌ ۝۱۸ أَوْعَجِبْتُمْ أَنْ جَاءَكُمْ ذِكْرٌ

پہنچاتا ہوں میں تم تک پیغامات رب کے اپنے اور میں واسطے تمہارے خیر خواہ ہوں امانت والا اور کیا تعجب کیا تم نے کہ آیا تمہیں اپنے رہنے کی رسالتیں پہنچاتا ہوں اور تمہارا معتد خیر خواہ ہوں اور کیا نہیں اس کا اچھٹبھا ہو اگر

مَنْ رَأٰكُمْ عَلَىٰ رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ۖ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ

تمہارے پاس ذکر طرف سے رب تمہارے کے اوپر ایک مرد کے تم میں سے تاکہ ڈرائے وہ تم کو اور یاد کرو اس کو کہ بنا یا اس نے تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے ایک نصیحت آئی تم میں سے ایک مرد کی معرفت کہ وہ تمہیں ڈرائے اور یاد

مَنْ بَعْدَ قَوْمِ نُوحٍ ۖ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۖ فَاذْكُرُوا الْآلَاءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ

تم کو زائب پیچھے قوم نوح کے اور زیادہ دیا تم کو پیدا نشی میں گنہائش پس یاد کرو تم نعمتوں کو اللہ کی شایر تم کا میاں کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح علیہ السلام کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا تو اللہ کی نعمتیں یاد

تَفْلَحُونَ ۝۱۹

کرو کہ کہیں تمہارا بھلا ہو

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت ہود علیہ السلام کی رسالت کا ذکر تھا اب آپ کے فرائض منصبی کا تذکرہ ہے جو آپ نے خود بیان فرمائے گویا آپ کے مقام کا ذکر فرمانے کے بعد آپ کے کام کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت ہود نے اپنے سے کم عقل یا بے عقلی و دیوانگی کی نفی فرمائی اب اس نفی کے دلائل کا تذکرہ ہے کہ مجھے رب نے ان کاموں کے لئے بھیجا ہے جو دیوانہ آدمی انجام نہیں دے سکتا گویا اپنے نام کا ثبوت آپ نے کام سے دیا نام کے بعد کام کا تذکرہ ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں ہی قوم ہود کے آپ کو جھٹلانے کا ذکر ہوا۔ اب اس جھٹلانے کی وجہ مع تردید بیان ہو رہی ہے گویا بیماری کے بعد اس کے علاج کا تذکرہ ہوا۔ چوتھا تعلق : پچھلی آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کے اپنی قوم کو ڈرانے دھمکانے کا ذکر تھا کہ تم پر عذاب آنے کا خطرہ ہے اب انہیں گزشتہ

اور موجودہ نعمتیں یاد دلا کر ایمان کی طرف مائل کیا جا رہا ہے۔ چونکہ ڈرائنا مقدم ہے اس سے انسان جلد مائل بن جاتا ہے اس لئے اسے پہلے بیان فرمایا قوم کی سختی کے بعد آپ کی نرمی میں آپ کے کمالات کا اظہار ہے۔

تفسیر : ابلغکم رسالات وہی ہو دعلیہ السلام نے اس فرمان میں اپنا اصل منصب بیان فرمایا یعنی تبلیغ اور احکام الہیہ پہنچانا چونکہ حضرات انبیاء کرام عمر بھر تک تبلیغ کرتے رہتے ہیں۔ نیز ہر طرح تبلیغ کرتے ہیں قول سے عمل سے ان کے حل و قتل دونوں مبلغ ہوتے ہیں ان حضرات کی تبلیغ کا یہ حال ہے کہ دنیا چاہتی ہے کہ ہماری جان کلمہ طیبہ پر نکلے مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری ہچکیاں تین آئیں پہلی ہچکی میں فرمایا الصلوٰۃ نماز کی پابندی کرنا۔ دوسری میں فرمایا ما ملکت ایمانکم اپنے غلاموں ماتحتوں پر مہربانی کرنا۔ یعنی عبادات و معاملات کی تبلیغ فرمائی تیسری ہچکی میں فرمایا اللھم بالرفیق الاعلیٰ خدایا مجھے اوپر کے دوستوں کے پاس پہنچادے اس پر جان شریف کا خروج ہوا یہ ہے ابلغکم کی تفسیر اس لئے ابلغکم فعل مضارع فرمایا اور چونکہ نبی صرف ایک چیز کی تبلیغ نہیں فرماتے بلکہ عقائد، اعمال، قلب، صبر، شکر، استقامت فی الدین سب ہی کی تبلیغ فرماتے ہیں اس لئے رسالات جمع کالفظ ارشاد فرمایا وہ کافروں کو عقائد کی مومنوں کو اعمال کی برابر تبلیغ کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ روحانیت میں بلا واسطہ ان کا رب ہے اور ان کے واسطے سے لوگوں کا رب کہ روحانی نعمتیں ان کے ذریعہ سے لوگوں کو دیتا ہے اس لئے یہاں ویکم کی بجائے وہی ارشاد ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہمارا ان کا سب کا رب ہے اور وہ حضرات ہمارے مری کما ومانی صغیرا۔ وانا لکم ناصح امین اس فرمان عالی میں ہو دعلیہ السلام نے اپنے دو کرم اور مہربانیوں کا ذکر کیا۔ جو قوم پر تمہیں یعنی خیر خواہی اور امانت داری یہ دو پردہ کفار کے اس قول کی تردید ہے کہ انا لنراک فی سفاہتہ یہ فرمایا کہ مجھ میں بے عقلی یا کم عقلی کیسے ہو سکتی ہے میں تو تمہارا خیر خواہ بھی ہوں امانت دار بھی ناصح کی تہن عفت کی ہے یعنی بڑا خیر خواہ ہوں کہ تمہارے ماں باپ تمہارے صرف دنیاوی خیر خواہ ہیں کہ تمہارے جسم کو ایک خاص وقت میں پالتے پرورش کرتے ہیں مگر میں ہمیشہ تمہاری دینی و دنیاوی خیر خواہی کرتا ہوں کہ تم کو دین و دنیا کے عذاب سے بچانے رحمتیں پہنچانے کی کوشش کرتا ہوں۔ غرضیکہ دوسرے خیر خواہوں میں اور مجھ میں چار طرح فرق ہے سارے خیر خواہ خود غرضی سے خیر خواہی کرتے ہیں میں بلا غرض (2) سب کی خیر خواہی وقتی ہے میری دائمی (3) تمام خیر خواہ بدل جاتے ہیں میں نہیں بدلتا (4) سب کی خیر خواہی صرف دنیاوی ہوتی ہے میری خیر خواہی دنیاوی بھی ہے دینی بھی۔ کیوں نہ ہو کہ نبی رب کی عطا کا مظہر ہوں وہاں تو یہ چیزیں ہیں یہاں بھی ہیں لکم کو مقدم فرمانے سے معلوم ہوا کہ میں صرف خیر خواہ ہی ہوں بد خواہی میرے قریب بھی نہیں یا صرف تمہارا خیر خواہ ہوں۔ کیونکہ صرف تم ہی میری امت ہو۔ اور ساتھ ہی امانت دار ہوں کہ رب تعالیٰ کے احکام جیسے مجھ تک آتے ہیں ویسے ہی تم تک پہنچاتا ہوں بغیر کسی بیشی کے حضرات انبیاء رب کے بھی امین ہیں کہ اس کے احکام فرمان بے کم و کاست ہم تک پہنچادیتے ہیں ہمارے بھی امین کہ آپ ہمارے خیر خواہ بھی ہیں اور محافظ و ناصر بھی امین میں یہ صفات ضرور ہوتی ہیں۔ خیال رہے کہ نوح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا وامنح لکم مگر آپ نے فرمایا لکم ناصح کیونکہ نوح علیہ السلام قریباً ہر حال میں تبلیغ فرماتے رہتے تھے مگر آپ کی تبلیغ دائمی مسلسل نہ تھی کبھی کرتے تھے کبھی نہیں چنانچہ نوح علیہ السلام فرماتے ہیں دعوت قومی لالا و نہارا اس فرق کی وجہ سے الفاظ میں فرق ہے (کبیر، خازن، معانی وغیرہ) زہد، مضروب اور زہد ضارب میں فرق ہے یعنی میں اگرچہ تبلیغ وقتاً فوقتاً کرتا ہوں مگر تمہارا خیر خواہ ہمیشہ ہر وقت ہوں میری تبلیغ بھی تمہاری خیر خواہی خاصوشی بھی تم

میں حاضر رہا بھی تم سے غائب رہا بھی او عجبت ان جاء کم ذکر من ویکم اس فرمان عالی میں قوم تعجب بلکہ ان کے اعتراضات کا جواب دے رہے ہیں وہ کہتے تھے کہ نبوت ہم جیسے ایک انسان کو کیسے مل سکتی ہے یا تو ہم سب کو ملتی یا پھر کوئی فرشتہ یا جن نبی بن کر آتا۔ ذکر سے مراد وحی الہی یا نصیحت یا خبر ہے ہم کہہ چکے ہیں کہ ذکر کے بہت معنی ہیں۔ چونکہ وحی نبی پر آتی ہے مگر لوگوں کے لئے آتی ہے اس لئے اس کی نسبت کبھی قوم کی طرف کرتے ہیں کبھی نبی کی طرف یہاں نسبت قوم کی طرف ہے ورنہ وحی نبی پر آتی ہے اور نبی ہمارے پاس آتے ہیں ان کی معرفت ان کے ذریعہ ہم تک آتی ہے علی وجہ منکم لیسند کم اس میں مقصود وحی کا ذکر ہے کہ وحی آئی تمہارے لئے مگر آئی مجھ پر میرا یہ حال ہے کہ میں انسان ہوں جن یا فرشتہ نہیں مرد ہوں عورت یا بچہ نہیں پھر تم میں سے تمہاری قوم سے ہوں باہر سے نہیں آیا یہ سب اس لئے ہے کہ وحی کا مقصود ہے تبلیغ ہے اور تبلیغ انسانوں کو انسان خصوصاً "مرد خصوصاً" ان کا ہم قوم اچھی طرح کر سکتا ہے کہ وہ ان کی سن سکتا ہے اپنی کہہ سکتا ہے۔ ان کے دکھ درد سے خبردار ہوتا ہے وہ لوگ اس کے اخلاق طور و اطوار سے خبردار ہوتے ہیں۔ لہذا امیر اتم میں نبی بن کر آنا اللہ تعالیٰ کی تم پر خاص رحمت ہے کسی قوم میں نبی کی تشریف آوری اس قوم کی عزت کا باعث ہے۔ چونکہ آپ کافر قوم سے خطاب فرما رہے ہیں اس لئے صرف ڈرانے کا ذکر فرمایا بشارت کا ذکر نہیں کیا۔ ورنہ آپ نذیر بھی تھے بشیر بھی کفار کے لئے نذیر مومنوں کے لئے بشیر اس لئے لیسند کم فرمایا ضمیر خطاب سے۔ خلاصہ یہ ہے کہ قوم ہوونے آپ پر پانچ سوال کئے نبی فرشتہ کیوں نہ ہوا۔ (2) جن کیوں نہ ہوا۔ (3) کوئی عورت کیوں نہ ہوئی (4) کوئی باہر کا آدمی کیوں نہ ہوا جس کا ہم پر وقار ہوتا (5) کوئی امیر آدمی یا بادشاہ کیوں نہ ہوا جس کی ہیبت ہم پر ہوتی۔ ایک لیسند کم میں ان پانچوں اعتراضوں کے جواب دے دیئے کہ جن فرشتہ عورت میں چھپنا ہے نبوت کے فرائض چھپنے والی مخلوق ادا نہیں کر سکتی۔ کیونکہ ولی اللہ کی صفت باطن کا مظہر ہیں اور حضرات انبیاء صفت ظاہر کے لہذا اولیٰ چھپ سکتا ہے نبی نہیں چھپ سکتا۔ بادشاہ امیر کے ذریعہ نبوت کی شان ظاہر نہ ہوتی لوگ کہتے کہ پیسہ یا دولت کے زور سے اپنا دین پھیلایا۔ باہر کے آدمی کا پتہ نہیں ہوتا کہ جھوٹا ہے یا سچا اپنی قوم کے آدمی کے حالات معلوم ہوتے پھر جیسے سب لوگ بادشاہ نہیں بن سکتے ایک بادشاہ باقی رعایا ایسے ہی سب لوگ نبی نہیں ہو سکتے۔ ایک نبی باقی امت۔ واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد قوم نوح گزشتہ عبارت میں ہوو علیہ السلام کے تین وصف خصوصی بیان ہوئے تھے رسول ناصح و خیر قولہ اور امن۔ اس ترتیب سے رسالت نصیحت امانت کے احکام ذکر ہوئے اس حکم میں شان رسالت کی جھلک ہے یعنی چونکہ میں تمہارا رسول ہوں۔ لہذا تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی یہ نعمت یاد کرو۔ اذکروا کے چند معنی ہو سکتے ہیں یاد کرو۔ یاد رکھو آپس میں اس نعمت کا تذکرہ کرو یہ تذکرہ اور یاد کرنا تم کو ایمان کی طرف لائے گا۔ حق یہ ہے کہ اذ جعلکم مفعول بہ ہے اذکروا کا نحو یوں کا یہ قول غلط ہے کہ اذکروا خا ہمیشہ ظرف ہی ہو کر آتے ہیں (معانی) قرآن مجید صرفی نحوی قواعدوں کا پابند نہیں بلکہ قواعد قرآن مجید کے پابند ہیں جعل کے معنی پیدا کرنا بھی ہیں اور تانا بھی یہاں معنی تانا ہے اس لئے اس کے دو مفعول آئے ایک تو کم دو سرا خلفاء لفظ خلفاء جمع ہے خلیفہ کے بہت معانی پارہ الم میں انی جاعل فی الارض خلیفہ کی تفسیر میں عرض کئے جا چکے ہیں یہاں اتنا سمجھ لو کہ خلیفہ بنا ہے خلف یا خلافت سے خلف معنی پیچھے خلافت معنی نیابت یہاں خلف سے بنا ہے یعنی پیچھے آنے والی قوم چونکہ قوم عاد حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے بعد آئی بعد میں آنا بھی اللہ کی نعمت ہے کہ گزشتہ قوم کے عیوب ان پر بیان کئے گئے ان کے عیوب قوم نوح پر ظاہر نہ ہوئے لہذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بہت اچھی کہ سب

سے پیچھے ہے ان کے اجڑے ہوئے مکانات ان کی زمینوں کی مالک ہوئی۔ لہذا انہیں خلفا کہا گیا۔ یعنی تم یہ بات یاد رکھو کہ پہلے اس زمین پر قوم نوح آباد تھی وہ تباہ کی گئی تم آباد ہوئے اگر تم نے بھی سرکشی کی تو تم تباہ کر دیے جاؤ گے کوئی اور قوم یہاں آباد ہوگی اور ہو سکتا ہے کہ خلفاء خلافت معنی نیابت سے بنا ہو کیونکہ قوم علویں شد لوا بن علو آباد زمین کا سلطان بناتو گویا ساری قوم سلطان ہوئی۔ خیال رہے کہ خلیفہ اصل کی صفات کا مظہر ہوتا ہے اگر مظہر نہ ہو تو صحیح معنی میں خلیفہ نہیں سلطان کا نائب جو اس کے پیچھے سلطنت کو سنبھالے سلطان ہی ہو گا اور سلطان کے سے کام کرے گا۔ تیمم وضو کا خلیفہ ہے تو وضو کے سے کام کرے گا ورنہ خلیفہ نہیں حضرات انبیاء کرام اللہ کے خلیفہ ہیں انی جاعل فی الارض خلیفہ تو چاہئے کہ اللہ کی صفات کے مظہر ہوں ورنہ خلیفہ اللہ نہیں وذاذ کم فی الخلق بصطتہ یہ اللہ تعالیٰ کی دوسری نعمت کا ذکر ہے اس میں ہو وعلیہ السلام کی شان نصیحت کی جلوہ گری ہے کہ چونکہ میں تمہارا خیر خواہ ہوا لہذا تم کو مشورہ دیتا ہوں کہ یہ بھی غور کرو کہ رب نے تم کو بڑا قدر آور شہ زور بنایا۔ ترتیب تبلیغ کی یہ ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو پہلے تو خارجی نعمتوں سے رب کی پہچان کرائی پھر اس فرمان میں خود اپنی ذات سے رب کی معرفت کا طریقہ سکھایا معرفت کی انتہاء یہ ہے کہ انسان اپنے سے رب کو پہچانے من عرف نفسه فقد عرف ربه خلق معنی مخلوق ہے یا معنی پیدائشی جسامت۔ بصطتہ ہماری قرأت میں ص سے ہے جسم کا پھیلاؤ یا موٹاپا ورازی یا معنی قوت و طاقت یعنی سارے انسانوں میں تم کو بہت قدر آور بنایا یا تمہاری جسامت میں پھلاو اویا۔ چنانچہ ان کا پستہ قدر ساٹھ گز کا تھا اور دراز قدر ایک سو گز کا ان کا سر بڑے خیمہ کے برابر تھا ان کی ایک آنکھ اتنی بڑی تھی کہ ان کے مرے بعد اس کے حلقہ میں جانور گھونسلے بناتے تھے (کبیر خازن روح البیان معانی مدارک وغیرہ) اتنی جسامت کے لوگ نہ پہلے ہوئے تھے نہ اس وقت نہ بعد میں خود فرماتا ہے۔ لم یخلق مثلها فی البلاد لے میری قوم اس نعمت میں بھی غور کرو۔ رب کا شکر کرو میری اطاعت رب کی عبادت کرو۔ فاذکروا الاء اللہ قوی یہ ہے کہ یہ تیسرا حکم ہے جس میں حضرت ہو وعلیہ السلام کی امانت داری کی جھلک ہے یعنی چونکہ میں اللہ کا امین ہوں لہذا تم کو حکم دیتا ہوں کہ اللہ کی نعمتیں یاد کر کے اس کا شکر کرو نعمتوں کے امین بنو خائن نہ بنو۔ ذکر کے تین معنی ہیں ذکر جنالی یعنی دل سے نعمتوں کا قرار ذکر لسانی زبان سے چرچہ و اعلان ذکر ارکلی یعنی اعضاء سے ذکر کہ ملہ دار اچھا کھائے پیئے اس میں سے رب کا حق زکوٰۃ وغیرہ نکال رہے کہ یہ نعمتوں کی میخ ہے۔ الاء جمع ہے الوی الف کے کسرو سے جیسے محل کی جمع اعمل ثقل کی جمع اقل یا جمع ہے الی کی الف کی فتح سے جیسے معی کی جمع معا یا جمع الی کی الف کے کسرو سے لام کے فتح سے جیسے عنب کی جمع ہے اعناب (معانی کبیر وغیرہ) الاء مطلقاً نعمتوں کو کہا جاتا ہے جسملی ہوں یا روحانی یہاں جسملی نعمتیں مراد ہیں۔ صحت دولت اولاد کھیت باغات جانور وغیرہ اور ہو سکتا ہے کہ الاء سے مراد وہ اندرونی نعمتیں ہوں جو ہم کو نظر نہیں آتیں جیسے دل دماغ جگر وغیرہ کی واردات۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ الاء سے مراد خود حضرت ہو وعلیہ السلام اور ان کے معجزات ہوں کہ یہ سب بلوفا اور دائمی نعمتیں ہیں دنیا کی نعمتیں بے وفاء عارضی ہیں نیز بنی نعمت گر ہیں کہ تمام نعمتیں اگر ان کے حکم کے ماتحت استعمال ہوں تو نعمت ہیں ورنہ زحمتیں یعنی ان نعمتوں کا چرچہ کرو ان میں غور کرو ایمان لاؤ۔ لعلمکم قفاحون یہ ان تینوں عملوں کا نتیجہ ہے یعنی تمہارے ان اعمال کا فائدہ نہ تو رب تعالیٰ کو ہے نہ مجھے صرف تم کو ہے کہ تم اس غور و خوض سے دین و دنیا میں کامیاب ہوو گے لہذا امیر ایہ فرمانا اپنی خود غرضی سے نہیں تمہارے نفع کے لئے ہے۔

خلاصہ تفسیر: جب قوم علو نے ہو وعلیہ السلام کو بے عقلی جھوٹ وغیرہ کے الزام لگائے تو آپ نے اپنی حیثیت اپنا اور چہ

مقام بتانے کے لئے ارشاد فرمایا کہ میں ہوں اللہ کا رسول میرا منصب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پیغامات امت تک پہنچاتا ہوں اس کے علاوہ میں تمہارا نہایت ہی اعلیٰ خیر خواہ ہوں کہ دین و دنیا میں تمہارا ابھلا چاہتا ہوں۔ تمہارے ماں باپ بلکہ ساری مخلوق کی خیر خواہی سے میری خیر خواہی بڑھ کر ہے ساتھ ہی میں رب کا امین بھی ہوں کہ جیسے اس کے پیغامات آتے ہیں ویسے ہی تم تک پہنچا دیتا ہوں کوئی کمی بیشی نہیں کرتا کیا تم کو اس پر تعجب ہے کہ کوئی فرشتہ یا جن نبی کیوں نہ بنا۔ تم ہی کا ایک مرد نبی کیسے بن گیا یہ تو رب کی خاص مہربانی ہے کہ اس نے انسانوں میں انسان نبی بھیجے اور اکثر قوم میں اسی قوم سے نبی بھیجے کیونکہ اس سے مقصد نبوت اچھی طرح حاصل ہوتا ہے یعنی تبلیغ اور ڈرانا تاکہ انسان انسان کو اور ہم قوم اپنی قوم کو اچھی طرح تبلیغ کر سکتا ہے تمہیں اللہ نے تین خصوصی نعمتیں بخشی ہیں انہیں یاد کرو اور اس پر ایمان لاؤ ایک یہ کہ قوم نوح کی تباہی کے بعد تم کو اس زمین میں بسایا تمہیں ان کی املاک کا مالک بنایا۔ دوسرے یہ کہ تم کو وہ شہ زوری اور جسامت بخشی جو دوسروں کو نہ بخشی تم بڑے طاقتور اور لمبے چوڑے سو سو گز کے ہوتے ہو یہ کہ اس نے تم کو بہت سی نعمتیں بخشیں صحت دولت اولاد جائیداد وغیرہ ان سب کو یاد کرو اس میں تمہارا ہی بھلا ہے کہ تم دنیا و آخرت میں کامیاب رہو گے اس میں رب تعالیٰ کا کیا میرا ذاتی فائدہ کوئی نہیں۔

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: مبلغ کو ہر حال میں ہر وقت تبلیغ کرنی چاہئے۔ یہ فائدہ ابلغکم سے حاصل ہوا امام محمد نے آخر وقت شرعی مسئلہ بتایا پھر جان نکلی اعلیٰ حضرت بریلوی قدس سرہ نے بیس صفر جمعہ کے دن ایک بجکر پانچ منٹ پر مسئلہ تین منٹ تک بتایا دس منٹ پر وفات ہوئی یہ ہے ابلغکم کی تجلی جو نبی کی طرف سے امتی پر پڑتی ہے۔ دوسرا فائدہ: انسان کے بڑے سچے خیر خواہ حضرات انبیاء کرام ہیں کہ دوسروں کی خیر خواہی عارضی اور اکثر خود غرضی سے ہوتی ہے ان حضرات کی خیر خواہی دائمی اور بے لوث بے غرض۔ یہ فائدہ انا لکم ناصح سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: امانت داری صرف مال میں نہیں ہوتی بلکہ پیغام راز اور دوسری چیزوں میں بھی ہوتی ہے۔ یہ فائدہ امانت سے حاصل ہوا۔ حضرت ہود علیہ السلام اللہ کے پیغامات پہنچانے کے امین تھے آپ نے بغیر کسی بیشی کئے پہنچا دیئے بعض باتیں ان کے اور رب تعالیٰ کے درمیان راز و اسرار کی تھیں وہ راز داری میں رکھیں یہ ہے نبی کی امانت ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے قرآن مجید کے احکام لوگوں کو پہنچائے مشابہات چھپائے کیونکہ یہ حبیب و محبوب کے درمیان راز تھے یہ ہے امانت داری۔ چوتھا فائدہ: جاہلوں کی بد تمیزی پر صبر و تحمل کرنا سنت انبیاء کرام ہے دیکھو ہود علیہ السلام نے کفار کی سختی کا جواب نصیحت نرمی سے دیا بلکہ ان پر اپنے احسان ظاہر کئے اور پھر بھی انہیں اپنی طرف بلایا۔ پانچواں فائدہ: اپنے فضائل بیان فرمائے مبلغ ہونا ان لوگوں کا خیر خواہ ہونا اللہ کا امین ہونا کیوں صرف تبلیغ کے لئے کہ اس ذریعہ سے وہ لوگ ایمان قبول کریں۔ چھٹا فائدہ: حضرات انبیاء کرام میں عیب نکالنا یا ان کو اپنے برابر ثابت کرنا اس سے ایمان نہیں ملتا ایمان ملتا ہے ان کی رسالت بے مثالی مانو۔ دیکھو کفار نے حضرت ہود سے کہا کہ آپ دیوانے اور جھوٹے ہیں آپ نے فرمایا مجھے یہ نہ کہو مجھے ناصح کہو۔ امین کہو رسول کہو مومن بن جاؤ گے آج اگر کوئی حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر اپنی مثل ثابت کرے تو اس نے وہی بات کہی جو شیطان بھی کہتا تھا ابو جہل بھی اگر اس سے ایمان ملتا تو وہ دونوں مومن ہو جاتے انہیں رسول کہو نبی کہو تب ایمان ملے گا۔ ساتواں فائدہ: وحی الہی یا صحیفہ یا کتاب آسمانی خود حاکم یا بشیر یا نذیر نہیں بلکہ وہ تو حکم بشارت نذارت ہے۔ حاکم بشیر نذیر نبی ہوتے ہیں۔ یہ فائدہ لسنو کم سے حاصل ہوا یونہی کتاب اللہ بذات خود کسی کو پاک نہیں کرتی یہ تو پاکی کا ذریعہ ہے پاک

وصف کرنا نبی کا کرم ہے۔ رب فرماتا ہے و یزکھم و یعلمہم الكتاب والحکمتہ آنھواں فائدہ: اللہ کی نعمتیں یاد کرنا یاد رکھنا۔ آپس میں اس کے چرچے تذکرے کرنا حکم انبیاء اور حکم خداوندی ہے۔ یہ فائدہ اذکروا اذ جعلکم الخ سے حاصل ہوا لہذا میلاد شریف عرس بزرگان کرنا بڑی تارہ بخوں میں یادگاری مجلس قائم کرنا بہت اچھا ہے کہ یہ اللہ کی نعمتیں یاد کرنے یاد رکھنے کا ذریعہ ہے اور اس میں نعمت الہی کا تذکرہ و چرچا ہے۔ نواں فائدہ: علم تاریخ اچھا علم ہے بشرطیکہ صحیح ہو۔ اس سے بڑے بڑے سبق ملتے ہیں۔ یہ فائدہ من بعد قوم نوح سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: صحت و تندرستی جسمانی قوت اللہ کی بڑی ہی نعمت ہے کہ اس سے عبادات ریاضات کی جاتی ہیں۔ بیمار کمزور کچھ نہیں کر سکتا۔ یہ فائدہ و زادکم فی الخلق بصطنہ سے حاصل ہوا۔ دوسری جگہ رب تعالیٰ طالبات کے متعلق فرماتا ہے۔ و زادہ بسطنہ فی العلم و الجسم مگر رب تعالیٰ صحت سے اپنی اطاعت کی توفیق دے اگر صحت و تندرستی گناہوں میں صرف کی جاوے تو اللہ تعالیٰ کا عذاب ہے۔ گیارہواں فائدہ: اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کو یاد رکھنا یاد کرنا خواہ اندرونی نعمت ہو یا بیرونی نعمت بہت ہی بہتر ہے۔ یہ فائدہ فاذا کروا الاء اللہ سے حاصل ہوا۔ بارہواں فائدہ: انسان کو چاہئے کہ جو نیکی بھی کرے آخرت کے لئے کرے۔ عاقبت سنبھل گئی تو سب کچھ مل گیا۔ یہ فائدہ لعلکم تفلحون کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا یعنی اللہ کی نعمتوں کو یاد کرنا اس کا شکریہ ادا کرنا دنیاوی نام و نمود اور کسی نفسانی لالچ کے لئے نہ کرو فلاح و کامیابی حاصل کرنے کے لئے کرو۔ دین کے طالب ہو۔ دنیا تمہاری طالب بن جائے گی۔

پہلا اعتراض: حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے فضائل و کمالات اپنے منہ سے خود کیوں بیان کئے اپنی تعریف خود کرنا بڑی بات ہے نبی برائیوں سے پاک ہوتے ہیں۔ جواب: اپنی تعریف خود کرنا شیخی کے لئے اپنی بڑائی کے لئے تو ممنوع ہے مگر اللہ کی نعمت کے شکریہ کے لئے لوگوں کو اپنا مقام بتانے کے لئے تاکہ لوگ اسے پہچانیں ایمان لائیں یہ تو بہت ہی اچھا ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات قرآن مجید میں بیان فرمائیں تاکہ لوگوں کو معرفت الہی نصیب ہو اسی طرح حضرات انبیاء کرام کا اپنی تعریف فرمانا ہم کو ایمان دینے کے لئے ہے کہ انہیں کی معرفت کا نام تو ایمان ہے یہ ذریعہ تبلیغ ہے۔ رب فرماتا ہے۔

نوٹ: اس کتاب کے مصنف حضرت حکیم الامت کی آخری تبلیغ یہ ہے کہ آپ نے آخر تک کبھی وضو نہ چھوڑا انتقال سے ایک منٹ پہلے بھی عالم نزع میں آپ نے مکمل وضو فرمایا بعد ازاں ایک سخت ترین وہابی کو جھنجھوڑا اور اپنے ایک دوست کا نام لے کر فرمایا کہ جا اس کو پیغام دے کہ میرے جسم کو تختے پر پہلے وہ اتارے اہل سنت کو یہ تبلیغ کی کہ با وضو ہا کرو وہایت کو یہ تبلیغ کی کہ اولیاء اللہ بعد اوقات بھی سب کچھ کر سکتے ہیں۔

واما بنعمہ ربک لعلت۔ دوسرا اعتراض: یہاں لسنو کم کیوں فرمایا گیا امن کے ساتھ بشارت کا ذکر کیوں نہیں ہوا۔ جواب: اس لئے کہ یہاں خطاب کفار سے ہے انہیں ڈرایا ہی جاتا ہے۔ بشارت تو مسلمانوں کو دی جاتی ہے نیز بشارت خاص لوگوں کو ہوتی ہے نذارت عام کو۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا۔ لکم ناصح امن جس سے حصر معلوم ہوا یعنی میں صرف تمہارا خیر خواہ ہوں اور صرف تمہارا امین یہ حصر کیوں ہے نبی تو سب کے خیر خواہ ہوتے ہیں۔ جواب: اس لئے کہ صرف قوم علو کے نبی تھے اس لئے آپ مبلغ خیر خواہ پیغام الہیہ کے امین صرف انہیں کے لئے تھے جیسے چراغ صرف گھر کی روشنی کے لئے ہے۔ یہ تو ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نوبت کی شان ہے کہ سورج کی طرح سارے انسان بلکہ سارے عالم کے

لئے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سارے جہان کے خیر خواہ سارے جہان کے امین ہیں۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ اے قوم عدا تم قوم نوح کے خلیفہ جانشین ان کے گھروں کے جائیدادوں کے مالک ہوئے قوم نوح کے گھر جائیداد تو فنا ہو چکی تھیں طوفان نے سب کچھ تباہ کر دیا تھا۔ پھر ان کی جانشینی کیسی۔ جواب: ان کی عمارات اور باغات کے درخت فنا ہوئے تھے زمین تو ویسی ہی بقی تھی۔ لہذا یہ فرمان بالکل درست ہے کہ تم ان کی زمین کے مالک و جانشین ہو۔ پانچواں اعتراض: حدیث شریف میں ہے کہ جس زمین میں عذاب الہی آجلائے وہاں بلا ضرورت جانا بھی نہ چاہئے چہ جائیکہ وہاں بسنا آباد ہوتا۔ طوفان نوحی عذاب الہی تھا جو ساری زمین پر آیا تو اس میں قوم عدا کیوں آباد ہوئی اور ان کی خلیفہ کیسے بنی؟ جواب: طوفان نوحی کفار کے لئے عذاب اور مومنوں کے لئے رحمت تھا یعنی طوفان عذاب نہ تھا بلکہ طوفان میں ڈوبنا تباہ ہونا عذاب تھا اور اس میں تیرتے پھرنا رحمت لہذا اسی لئے مومنوں کو وہاں سے نکالنا نہ گیا۔ بلکہ انہیں کشتی میں تیرایا گیا۔ لہذا وہاں رہنا بسنا ممنوع نہ ہوا۔ چھٹا اعتراض: اس آیت کریمہ میں موناپے کو اللہ کو نعمتوں میں شمار کیا گیا کہ ارشاد فرمایا و زاد کم فی الخلق بصطتہ بہت موناپا تو اللہ کا عذاب ہے وہ سخت بیماری ہے پھر اسے نعمتوں میں شمار کیوں کیا؟ جواب: جس موناپے کے ساتھ طاقت نہ ہو وہ واقعی تکلیف دہ اور بیماری ہے یعنی جسم کا پھسرنہ ہو مگر جس موناپے کے ساتھ طاقت و قوت ہو جسے کہتے ہیں جسم کا گٹھا ہوا ہو ناوہ اللہ کی نعمت ہے وہی سہل مراد ہے صحت اور طاقت و قوت سے انسان دنیاوی اور دینی کام بہت سے انجام دے سکتا ہے۔

تفسیر صوفیانہ: اللہ کے مقبول بندے دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو خود مقبول دوسرے مقبول مگر کہ جو ان سے وابستہ ہو جاوے وہ بھی مقبول الہی بن جاوے۔ حضرات انبیاء کرام اور اولیاء میں سا لکین واسطین مقبول مگر بندے ہوتے ہیں یہ مقبول مگر بندے خالق کے بھی امین ہوتے ہیں کہ ان کے پاس جس کے نصیب کا فیض ہوتا ہے اس کو دیتے ہیں۔ دوسرے کو نہیں اور مخلوق کے بھی امین کہ ان کی حاجات بلا کم و کاست بہار گاہ قاضی الحاجات پیش کرتے ہیں ان تمام باتوں کو حضرت ہود علیہ السلام نے ایک لفظ میں بیان فرمادیا لکم ناصح امین تعجب دو قسم کا ہوتا ہے ایک وہ تعجب جو رب تک پہنچا دے کہ انسان حیرت کر کے خالق کی قدرت کا معترف ہو جاوے دوسرا تعجب مگر ایسی حیرت کی وجہ سے اس کا انکار کر دے رب تعالیٰ کی قدرت کا انکاری ہو جاوے دوسرا تعجب تھا جو ہود علیہ السلام کی نبوت کے انکار کا ذریعہ بنا لے فرمایا او عجبتم الخ صوفیاء فرماتے ہیں کہ جیسے جسمانیات میں خلافت و نیابت ہے کہ ایک قوم جاتی ہے دوسری اس کی جگہ آتی ہے ایسے ہی روحانیات میں بھی خلافت و نیابت ہے دنیا کبھی ان خلفاء سے خالی نہیں رہتی غفلت والوں کے خلیفہ غفلت والے ہوتے ہیں اور وصلت والوں کے خلیفہ وصلت والے یہ سلسلہ یونہی قائم ہے جیسے بعض لوگوں کو خلقت یعنی جسم میں کشادگی ملتی ہے۔ ایسے ہی بعض بندوں کو خلایق یعنی اخلاق میں وسعت و کشادگی عطا ہوتی ہے یہ بیان کی وسعت ہے وہ معانی کی وسعت فرزدق شاعر نے کیا خوب کہا۔

ولقد تبنى الاسماء لى الناس ولكن كثيرا ولكن لوقوا لى الخلائق
خاقلی نے ہمہ یک رنگ وارو در نیستہ نما و لیک از یکے نے قد خیزد و از دگر نے بوریا

یعنی لوگوں کے نام اور کنیت یکساں ہوتی ہے مگر اخلاق میں فرق۔ بانس میں گنا اور بانس صورت میں یکساں ہوتے ہیں مگر گنے سے شکر نکلتی ہے بانس سے کچھ نہیں۔ غرض کہ صورت سے دھوکہ نہ کھاؤ سیرت پر نظر رکھو (از روح البیان مع زیادة) صوفیائے فرماتے ہیں کہ رب تعالیٰ وحدہ لا شریک ہے مگر اس کی معرفت کم بعد اس تک پہنچنے کے راستے بہت ہیں اس کی ہر مخلوق اس

کی معرفت کا ذریعہ ہے مگر قوی ذریعہ یہ ہے کہ انسان اسے خود اپنے ذریعہ سے جانے اس لئے ہو د علیہ السلام کی خلافت کے بعد خود ان کے جسم کے پھیلاوے کا ذکر کیا مگر خود اپنے سے رب کو پہچاننا ہی ہو سکتا ہے اپنا منہ دیکھنا ہو تو آئینہ کے ذریعہ سے دیکھو اپنی بیماریاں معلوم کرنی ہوں تو طبیب کے ذریعہ معلوم کرو۔ اپنے اندرونی اعضاء دیکھنا ہوں تو ایکسرے کے ذریعہ پہچانو۔ یونہی اپنے دل، دماغ، روح کو جانتا ہے تو جناب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ پہچانو۔ پھر اس کے بعد اپنے رب کو جانو کہ اس کا بنانے والا کیسا۔

قَالُوا اجْزِنَا لِنَعْبُدَ اللَّهَ وَحْدَهُ وَنَذَرَمَا كَانَ يَعْبُدُ آبَاؤُنَا قَاتِنَا

کفار نے کہا کہ آئے ہیں آپ ہمارے پاس تاکہ پیہ میں ہم اللہ ایک کو اور چھوڑ دیں ہم انہیں کہ پر جتنے تھے باپ دارے ہوئے کیا تم ہمارے پاس اس لئے آتے ہو کہ اللہ کو بلو جیں اور جو ہمارے باپ دادے پر جتے تھے

بِمَا تَعْدُنَا اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِیْنَ ۝ قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَیْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ

ما سے پاس لاؤ ہمارے پاس وہ کہ وعدہ کرتے ہو ہم سے اگر جو تم سمجھو میں سے فرمایا ہے شک واقع ہو گیا اور پر تھا سے انہیں چھوڑ دیں تو لاؤ جس کا میں وعدہ کرتے رہے ہو اگر بچے ہو کہا ضرر نہ ہو تم پر ہمارے رب کا عذاب

رَجَسٌ وَغَضَبٌ اَتُجَادِلُوْنِیْ فِیْ اَسْمَاءٍ سَبَّيْتُمُوْهَا اَنْتُمْ وَاَبَاؤُكُمْ

طرف سے رب تمہارے کے عذاب اور غضب کیا جھگڑا کرتے ہو تم مجھ سے ان ناموں میں کہ رکھ لئے تم نے وہ نام اور باپ اور غضب پڑ گیا کیا مجھ سے خالی ان ناموں میں جھگڑا رہے ہو جو تم نے اور تمہارے باپ

فَاَنْزَلَ اللّٰهُ بِرَہْمٰنٍ سُلْطٰنٍ فَاَنْظُرُوْا اِنِّیْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِیْنَ ۝

داہوں نے تمہارے یعنی نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی دیدیں پس انتظار کرو تم بیشک میں ساتھ تمہارے انتظار کرو نبیوں میں کوئی داہوں نے رکھ لئے اللہ نے ان کی کوئی سند نہ اتاری تو راستہ دیکھو میں تمہارے ساتھ دیکھتا ہوں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت ہو د علیہ السلام کی نہایت نفیس و لذیذ مصلحانہ تبلیغ کا ذکر تھا اب قوم کفار کے وحشیانہ اور جارحانہ گفتگو کا تذکرہ ہے گویا نبی کی نرمی کا ذکر پہلے ہوا قوم کی گرمی کا ذکر اب ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں نبی اور امت کافرو کی گفتگو کا تذکرہ تھا اب کافر کے لئے اپنے منہ سے عذاب مانگنے کا ذکر ہے کہ انہوں نے اپنے منہ سے اپنی موت مانگی۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا کہ حضرت ہو د علیہ السلام نے اپنی قوم کو قوم نوح سے عبرت لینے کا حکم دیا اب بتایا جا رہا ہے کہ انہوں نے اس پر عمل نہ کیا اور خود سبوں کے لئے عبرت بن گئے شمر۔

خبر از مصائب دہاں تانہ گیرند دیکھیں ز توہند

چوتھا تعلق: پچھلی آیات میں ذکر تھا کہ ہود علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ کی نعمتیں یاد کرنے کا حکم دیا اب فرمایا جا رہا ہے کہ ان کی سرکش قوم نے اس کی بجائے اپنے دلوں کو یاد کیا، رب تعالیٰ کی نعمتوں کو فراموش کیا اور ساتھ ہی ہود علیہ السلام سے عذاب مانے کا مطالبہ کیا جس کے وہ مستحق تھے۔

تفسیر: قالوا اجتنا لنعبد الله وحده قول کے چند معنی ہوتے ہیں اگر بڑا چھوٹے سے کہے تو فرماتا ہے برابر والا برابر والے سے کہے تو کہنا چھوٹا بڑے سے کچھ کہے اوب کے ساتھ تو عرض کرنا اگر بد تمیزی سے کہے تو بلکہنا حتی کہ جانوروں کی آوازوں کو بھی بولنا کہا جاتا ہے۔ حضرت آدم و حوا نے رب کی بارگاہ میں عرض کیا قال لا ربنا ظلمنا انفسنا یہ ہے عرض ابلیس نے گستاخانہ بکو اس کی وب بما اغويتني یہ ہوا بولنا یہاں قالوا کے معنی ہیں بولے وہ اس کا فاعل قوم علو کے کفار ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ اجتنا کے متعلق تین قول ہیں (۱) حضرت ہود علیہ السلام ظہور نبوت سے پہلے اپنی بستی سے دور کسی جنگل میں اکیلے عبادت الہی کیا کرتے تھے جب نبوت کا ظہور ہوا تو آپ اس جنگل سے اپنی بستی میں تشریف لائے اور قوم کو تبلیغ کی تب انہوں نے یہ کہا کہ کیا آپ اپنی خلوت اور اعتکاف گاہ سے ہمارے پاس بستی میں اس تعلیم کے لئے آئے ہیں جیسے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ظہور نبوت سے چھ ماہ پہلے غار حرا میں چلے اور اعتکاف کرتے تھے۔ پھر نبوت کی عطا کے بعد قوم میں تبلیغ کے لئے تشریف لائے، شعر

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا اور اک نسخہ کیا ساتھ لایا

رب تعالیٰ نے اپنے محبوبوں کو پہلے تہائی میں چلے کرائے ولایت کی تکمیل کے لئے پھر نبوت عطا فرما کر قوم کے پاس انہیں بھیجا کیونکہ نبوت میں جلوت ہے خلوت نہیں حتی کہ علماء جو وارثین رسول ہیں انہیں اظہار چاہئے خلوت نشینی نہیں چاہئے۔ (۲) کیا آپ ہمارے پاس آسمان سے اس تعلیم کے لئے آئے ہیں۔ یہ انہوں نے طنز و طعن کے طور پر کہا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ نبی صرف فرشتہ ہی ہو سکتا ہے جو آسمان سے اترے۔ (۳) عربی میں جاء، ذهب، قام، جعل کسی کام کی ابتداء کے لئے بھی آتا ہے جعل بذهب قام لسبني یعنی کیا آپ یہ کام اس لئے کرنے لگے ہیں کہ ہم کو ایسی غلط تعلیم دیں لنعبد میں لام معنی کے ہے جس کے معنی ہیں تاکہ نعبد میں عبادت سے مراد یا دلی عبادت ہے یعنی اعتقاد یا جسمانی عبادت یعنی سجدے سجود قربانیاں وغیرہ وحده لفظ اللہ کا حال تاکید ہے یعنی کیا آپ ہمارے پاس اس لئے آئے ہیں کہ ہم ایک اللہ کو لائق عبادت مانیں یا ایک اللہ کی عبادت کریں ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے جو خدا کے صفات اس کے انعام سنائے اس کا قوم نے انکار نہیں کیا بلکہ آپ کے متعلق کہا کہ تمہاری بات ہماری عقل نہیں مانتی اطاعت کی طرح عبادت بھی چند کی ہو سکتی ہے، مخدوم کی طرح معبود بھی بہت ہو سکتے ہیں۔ ونفوا ما كان بعد ابا نانا یہ عبارت معطوف ہے لنعبدا للہ پر۔ نفوا کی تحقیق بارہا ہو چکی ہے کہ یہ فعل غیر متصرف ہے اس کا مضارع اور امر ہی آتا ہے اور کوئی گردان نہیں آتی ما سے مراد ہیں وہ بیت جن کی وہ پوجا کرتے تھے یعنی ہمارے سارے باپ دلو اور دنیا بھر میں عقل و دانائی میں مشہور تھے ہم ان کی لولاد ہیں کیا ہم ان کے نقش قدم پر نہ چلیں ان کے بتوں کی پوجا پرستش چھوڑ دیں یعنی جمہوریت کہتی ہے کہ معبود چند ہیں تم اکیلے کہتے ہو کہ معبود ایک ہے ہم جمہوریت کی مانیں گے تمہارا کلام عقل اور جمہوریت کے خلاف ہے لہذا نہ مانیں گے یہ کہہ کر انہوں نے ہود علیہ السلام کے جواب کا انتظار کئے بغیر کہا۔

فانا بما تعلمنا ان كنت من الصادقين۔ آپ ہم سے زیادہ بات نہ کریں بلکہ کفر و شرک پر جس عذاب سے آپ ہم کو

ڈراتے ہیں وہ لے آئے ہم توبت پرستی نہیں چھوڑیں گے سچائی سے مراد یا تو دعویٰ نبوت میں سچائی ہے یا عذاب کی خبروں میں سچائی یعنی اگر آپ دعویٰ نبوت میں سچے ہیں یا اس عذاب کی خبریں جس سے آپ نے ہم کو ڈرایا ا فلا تقون سے۔ خیال رہے کہ عذاب بھیجنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے مگر انہوں نے ہود علیہ السلام کی طرف اسے نسبت کیا کہ آپ عذاب لایے آپ نے اپنی بے بسی مجبوری بیان نہ کی کہ میں تو تمہاری طرح بندہ مجبور ہوں اللہ تعالیٰ عذاب بھیج سکتا ہے بلکہ آپ نے ان کا چیلنج قبول فرماتے ہوئے کہا قال قد وقع علیکم من ربکم رجس و غضب یہ آپ کا جواب ہے چونکہ وہ لوگ اس کے مضمون کے انکاری تھے اس لئے اسے قد سے شروع فرمایا وقع معنی لازم یا وجب ہے جو چیز یقینی طور پر آنے والی ہو اسے ماضی سے تعبیر کر دیتے ہیں وہ عذاب ابھی آیا نہ تھا مگر چونکہ یقیناً آنے والا تھا اس لئے وقع ماضی ارشاد ہوا یعنی سمجھو کہ تم پر عذاب آئی گیل۔ میں عذاب لانے سے مجبور نہیں الہی رب نے مجھے قدرت دی ہے کہ مومنوں کو رحمت دے سکتا ہوں منکروں کو عذاب یا یہ مطلب ہے کہ علم الہی میں تمہارے لئے عذاب لازم اور طے ہو چکا ہے کیونکہ میری نظریات محفوظ پر ہے وہاں سے دیکھ کر کہ رہا ہوں علیکم میں خطاب صرف کفار سے ہے کیونکہ مومنین تو عذاب سے بچائے گئے تھے جیسا کہ اگلی آیت میں آ رہا ہے۔ وہم فرما کر یہ بتایا کہ یہ عذاب خود منکار ہے ہو۔ وہ رب کریم کسی کو بلا تصور سزا عذاب نہیں دیتا جس کے لغوی معنی ہیں اضطراب و پریشانی اس سے ہے و تجاس معنی اضطراب ایک شاعر کہتا ہے۔۔

اذا ستہ کانت بنجد معبطہ وکان علیہم رجسها وعناہا!

اس شعر میں رجس معنی پریشانی ہے اصطلاح میں سزا عذاب عام مصیبت کو جس کہتے ہیں کہ وہ بھی پریشانی کا باعث ہوتا ہے غضب کی تفسیر سورہ فاتحہ میں غیر المغضوب علیہم کے ماتحت ہو چکی ہے یعنی بدلہ کا ارادہ فرمانا بعض لوگوں نے کہا کہ یہاں غضب تفسیر ہے رجس کی یعنی تم پر اللہ کا عذاب یا رجس سے مراد ہے عذاب اور غضب سے مراد ہے ایمان و اعمال نیکی کی توفیق نہ ملنا یا رجس سے مراد ہے عذاب اور غضب سے مراد نبی سے دور رہنا ان کے پاس آنے سکنا ان سے نفرت کرنا تجاد لوننی لی اسماء حضرت ہود علیہ السلام کا یہ فرمان ان لوگوں پر بطور عتاب ہے یعنی تم کو شرم نہیں آتی کہ تم مجھے سے جھگڑتے ہو حالانکہ میں سچا نبی ہوں اور سچے نبی سے لڑائی جھگڑا عذاب کا باعث ہوتا ہے اور جھگڑتے بھی کس چیز میں صرف چند ناموں میں چند الفاظ میں جن الفاظ کی حالت یہ ہے اور ان کی نسبت یہ ہے کہ سمیتوہا انتم و اہاء کم کہ ان ناموں کا کسی کوئی نہیں یعنی ان ناموں کی کوئی مخلوق گزاری ہی نہیں نہ انسان نہ جن نہ فرشتہ نہ کوئی اور چیز یہ الفاظ بے معنی ہیں چنانچہ وہ لوگ کسی بت کا نام ساقہ رکھتے تھے یہ سمجھ کہ بارش یہ برساتا ہے کسی کا نام حافظ کہ نمکبانی وہ کرتا ہے کسی کا ازقہ کہ ہم کو روزی یہ دیتا ہے کسی کا نام سالہ بعض بالکل بے معنی نام تھے جیسے صلا صمود ہما ان ناموں کے پھر بنا کر پوجتے تھے (روح البیان) جیسے آج ہندو کسی پتھر کا نام ہنومان رکھتے ہیں کہ ہے وہ انسان مگر بندہ کی شکل کسی کا نام گنیش کہ ہے انسان مگر باقی کی شکل اس کے منہ پر سوڈا کسی کا نام کنہیا جو ہے انسان مگر کبھی ایک باشت کا کبھی بیس گز کا اس قسم کی مخلوق کوئی نہیں گزاری صرف الفاظ بے معنی اور نام بے معنی ہیں ان وہمیات کی پرستش میں گرفتار ہیں درود ہو اس آقلے دو جہاں پر جس نے ہم کو ان وہمیات کی پرستش سے نکال کر اللہ واحد شمار کے دروازے پر جھکا دیا۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) ما نزل اللہ بہا من سلطان یہ ان کے معبودوں کی حقیقت ہے بہا کا مرجع وہی اسماء یعنی گھرے ہوئے وہی نام ہیں سلطان کے لغوی معنی ہیں غلبہ یہاں مراد ہے دلیل قوی کیونکہ وہ غلبہ کا ذریعہ

ہوتی ہے یعنی نہ تم لوگوں نے ان کے نام والوں کو دیکھا ہے اور نہ کسی نبی کی کسی کتاب آسمانی نے ان کی خبر دی ہے لہذا وہ صرف تمہارے گھرے ہوئے وہی نام ہیں۔ سبحان اللہ کیسی نفیس دلیل ہے کہ ان چیزوں کی معبودیت تو درکنار موجودیت بھی ثابت نہیں پھر ان کی عبادت کیسی مگر آپ ان کی ہدایت سے مایوس تھے اس لئے فرمایا فانظروا انی معکم من المنتظرین تم میری بات مانو گے تو نہیں اب تم عذاب الہی کا انتظار کرو میں بھی اس گھڑی کا منتظر ہوں جب تم پر عذاب آئے گا نبی کی مایوسی خدا کا بڑا عذاب ہے یا یہ مطلب ہے کہ تم میرے جھوٹ کے ظہور کا انتظار کرو کہ تم پر عذاب نہ آئے اور میرا سچا ہونا ظاہر نہ ہو اور میں تم پر عذاب آنے کا انتظار کر رہا ہوں تم میں رہ کر تمہارے ساتھ بس کر یا تم مجھ پر مصیبت آنے کا انتظار کرو اور میں تمہاری ہلاکت کا انتظار کر رہا ہوں کیونکہ انتظار اچھی چیز کا ہوتا ہے اور اندیشہ و خطرہ خطرناک چیز کا منتظرین جمع فرما کرتا یا کہ تمہاری ہلاکت کی بہت مخلوق منتظر ہے میرے سارے مومنین 'فرشتے' زمین کے ذرات 'درخت' پتھر 'مومن جنات' وغیرہ میں ابھی ان کے ساتھ تمہاری ہلاکت کا منتظر ہوں۔

خلاصہ و تفسیر : ہود علیہ السلام کے اس کلام بلاغت نظام کو سن کر قوم علو کے کفار بجائے نصیحت لینے کے ان کے مقتل آ گئے اور بولے کہ آپ ہم پر آسمان سے یا اپنی جاء عبادت سے اس لئے نازل ہوئے ہیں کہ ہم آپ کی باتوں میں آکر اپنی عقل کے خلاف ایک اللہ کی عبادت کرنے لگیں اور اپنے باپ دادوں کی مخالفت کریں کہ ان کے معبودوں کی عبادت چھوڑ دیں اچھا ہم سے زیادہ کلام نہ کرو اگر سچے ہو تو ہم پر وہ عذاب لے آؤ جس سے ہم کو ڈراتے دھمکاتے ہو آپ نے فرمایا کہ مت گھبراؤ سمجھو کہ تم پر تمہارے رب کی طرف سے اس کا غضب اس کا عذاب آ ہی گیا بس اس کے ظہور کی دیر ہے سب کچھ مکمل ہو چکا ہے۔ تمہیں شرم نہیں آتی کہ میں ہوں اللہ کا سچا رسول تم مجھ سے ایسے وہی معبودوں کی حمایت میں لڑتے جھگڑتے ہو جن کے نام تم لوگوں نے خود گھڑ کر یہ مان لیا ہے کہ یہ ہمارے معبود ہیں وہ تو موجود بھی نہیں معبود تو کیا ہوتے تمہارے بتوں کے بعض نام بالکل ہی بے معنی مہمل ہیں بعض کے معنی تو ہیں مگر ان کی حقیقت کچھ نہیں نہ تو تم نے ان معبودوں کو کبھی دیکھا نہ اللہ تعالیٰ نے کسی نبی کسی کتب کے ذریعہ تم کو ان کی خبر دی ہے لہذا یہ محض وہی چیزیں ہیں 'اچھا اب فہمائش کا موقعہ نکل چکا اب تم بھی عذاب الہی کا انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں۔ تمہارا انتظار کرنا بھی عذاب ہے میرا یہ انتظار اللہ کی رحمت ہے میرے لئے۔

فائدے : ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے : پہلا فائدہ : نبی کے فرمان کے مقابل جابل باپ دادوں کی ناجائز رسموں کی پابندی کفار کا طریقہ ہے سارے عالم کے لوگ فرمان پیغمبر کے مقابل جھوٹے ہیں وہاں کثرت رائے کا اعتبار نہیں یہ فائدہ و نفو ما کان بعد اباہنا سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ : نبی کی تشریف آوری اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے مگر کفار اپنی بد بختی سے اسے اپنے لئے مصیبت بنا لیتے ہیں۔ یہ فائدہ اجتہاد سے حاصل ہوا کہ قوم علو نے حضرت ہود علیہ السلام کی تشریف آوری کو اپنے لئے مصیبت جابل تیسرا فائدہ : خوش نصیب لوگ نبی کو ان کی صورت ان کی سیرت ان کے معجزات دیکھ کر مان لیتے ہیں مگر کفار عذاب کا مطالبہ کرتے ہیں کہ جب تم ہم پر عذاب لاؤ گے تب ہم تم کو مانیں گے۔ یہ فائدہ لاتنا ہما تعلنا سے حاصل ہوا اگر اس وقت کا ماننا بالکل بے کار رہتا ہے خدا جب دین لیتا ہے تو عقل بھی چھین لیتا ہے۔ چوتھا فائدہ : نبی کو بالکل بے بس اور مجبور ماننا کفار کا طریقہ ہے انہیں اللہ تعالیٰ بڑے اختیارات قدرتیں بخشا ہے۔ یہ فائدہ بھی لاتنا ہما تعلنا سے حاصل ہوا قوم علو نے ہود علیہ السلام کو مجبور محض سمجھ کر ہی تو کہا تھا کہ اگر آپ سچے ہیں تو عذاب لائیے یعنی آپ

عذاب لانے پر بالکل قادر نہیں اس قول کو قرآن مجید نے اس کے کفر میں شمار کیا۔ پانچواں فائدہ: بعض انبیاء کرام نے قوم کے مطالبہ عذاب سے تنگ آکر ان کے عذاب کی بددعا کی ہے دیکھو نوح علیہ السلام نے عرض کیا تھا رب لا تنزل علی الارض من الکافرین صارا اور بعض حضرات نے دعائے کی بلکہ خود ہی فرمایا جاؤ عذاب آگیا جیسے یہاں ہو د علیہ السلام نے کہ دعائے کی بلکہ خبر عذاب اپنی ذمہ داری پر دے دی یہی حال رحم و کرم کا ہے کہ وہ حضرات کبھی رحمت کی دعا کرتے ہیں کبھی خود ہی دے دیتے ہیں رب ان کی زبان خالی نہیں جانے دیتا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ربیعہ کو خود ہی جنت دیدی حضرت عکاشہ کو خود ہی فرمایا کہ تم بے حساب جنتی ہو گئے موسیٰ علیہ السلام نے سانوری سے خود ہی فرمایا فاذهب فان لك في الحياة ان تقول لا مساس۔ معلوم ہوا رب کی طرف سے مختار مطلق اور ہیں۔ چھٹا فائدہ: آئندہ کی یقینی خبر کو ماضی سے تعبیر کر سکتے ہیں یہ جھوٹ نہیں بلکہ اس میں اپنے یقین کا اظہار ہوتا ہے۔ یہ فائدہ قد وقع علیکم من ربکم و جس سے حاصل ہوا کہ ہو د علیہ السلام نے آنے والے عذاب کو قد وقع فرمایا۔ ساتواں فائدہ: رب تعالیٰ نہیں چاہتا کہ بندوں پر عذاب بھیجے اسے پسند ہی ہے کہ رحم و کرم فرمائے بندے خود اپنی حرکتوں سے عذاب مانگ لیتے ہیں یہ فائدہ من ربکم فرمانے سے حاصل ہوا کہ یہاں من اللہ نہیں فرمایا گیا۔ ربوبیت کا تقاضا رحمت و کرم ہے ہم نے عرض کیا ہے۔

اے کریم از ما جفا از تو وفا اے کریم از ما خطا از تو عطا!

کار ما بدکاری و شرمندگی کار تو ستاری و بخشندگی!

اس لئے وہ کریم نبیوں و ولیوں کو دنیا میں بھیجتا ہے تاکہ بندے ان کے ذریعہ سے عذاب سے بچیں۔ آٹھواں فائدہ: نبی سے لڑنا جھگڑنا کفار کا طریقہ ہے وہاں زور نہ دکھاؤ زاری کرو۔ یہ فائدہ تجا فلوننی فرمانے سے حاصل ہوا وہ بارگاہِ نبوت مازک ہے۔

اوب گاہے است زیر آسمان از عرش نازک تر نفس گرم کردہ می آید جنید و بایزید اس جا!

نواں فائدہ: کفار کے اکثر معبودین محض فرضی مخلوق ہے جس کا وجود کوئی نہیں محض نام ہیں بغیر اسم کے محض گمڑے ہوئے قصے ہیں بغیر کسی اصل واقعہ کے جیسا کہ ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ ہنومان، گنیش، کنسیا، کل دیوی وغیرہ یہ کوئی مخلوق ہی نہیں انسان کو اللہ نے اچھی صورت میں پیدا فرمایا لہذا خلقنا الانسان فی احسن تقویم نہ اس کے چوتھوں پر دم ہو سکتی ہے نہ منہ پر سونڈ نہ اس کے دس بیس ہاتھ ہو سکتے ہیں نہ چھ سات منہ یہ فائدہ سمعتموها انتم و اباء کم سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: جس مخلوق کا کسی نبی کسی آسمانی کتاب میں ذکر نہ ہو وہ محض فرضی ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ یہ فائدہ ما نزل اللہ بہا من سلطان سے حاصل ہوا جو خوشامدی مسلمان ہندوؤں کے مذکورہ دیوتاؤں کو ولی یا مصلح مانتے ہیں۔ وہ اس آیت میں غور کریں ایسی مخلوق کا ثبوت نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث شریف میں پھر انہیں کھینچ تان کر ولی ثابت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے جب ایسی مخلوق موجود ہی نہیں تو وہ ولی یا مصلح کیسی فائدہ۔ کفار کا مسلمانوں پر مصیبت کا انتظار کرنا بھی کفر ہے اور مسلمانوں کا کفار کے عذاب کا انتظار کرنا عجلت ہے۔ یہ فائدہ فانظروا لور من المنتظرین سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا کہ قوم علونے ہو د علیہ السلام سے کہا کہ اگر تم سچے ہو تو ہم پر عذاب لاؤ نبی کے سچے ہونے اور قوم پر عذاب آنے میں کیا تعلق۔ انہوں نے یہ بے جوڑ بات کیوں کی اور قرآن کریم نے اس نقل کیوں فرمایا۔ جواب: ان کی اس بکواس کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ اگر آپ سچے نبی ہیں اور ہم آپ پر ایمان نہیں لاتے تو چاہئے کہ ہم پر عذاب

آجائے کیونکہ نبی کا انکار عذاب کا باعث ہوتا ہے یا یہ مطلب ہے کہ آپ نے خبر دی ہے کہ تم نے اگر میری اطاعت نہ کی تو تم پر عذاب آجائے گا آپ کی یہ خبر سچی ہے تو ہم پر عذاب لاؤ کیونکہ ہم آپ کی بات نہیں مانتے۔ دوسرا اعتراض: ہود علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ تم پر عذاب و غضب آگیا یہ کیوں نہ فرمایا کہ میں اللہ سے دعا کروں گا تم پر عذاب بھیجے۔ جواب: اس فرمان کے دو مطلب ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ علم الہی میں تمہارے عذاب کا فیصلہ ہو چکا لوح محفوظ میں تمہارا عذاب لکھا جا چکا ہے میں تحریر دیکھ کر کہہ رہا ہوں کہ عذاب لازم ہو گیا دوسرے یہ کہ اگرچہ ابھی تم پر عذاب آیا نہیں مگر یقیناً آنے والا ہے گویا آہی گیا یقینی چیز اگرچہ ابھی آئی نہ ہو مگر وہ گویا آئی ہوئی ہوتی ہے کیونکہ جو نبی کے منہ سے نکل جائے وہ ہو کر رہتا ہے جیسے یوسف علیہ السلام نے خواب بیان کرنے والے دو قیدیوں سے فرمایا قاضی الاموال الذی فیہ تستفتیان تم نے خواب جموئی کسی یا سچی اب جو میں کہہ چکا وہ ہو کے رہے گا۔ تیسرا اعتراض: ہود علیہ السلام نے یہ کیوں فرمایا کہ تم انتظار کرو میں بھی انتظار کرتا ہوں وہ لوگ تو عذاب الہی آنے کے قائل ہی تھے پھر انتظار کیسا؟ جواب: یہ فرمان انتہائی غضب کے اظہار کے لئے ہے جیسے علوی چور سے کہا جائے کہ توجیل کا انتظار کریا یوں کہو کہ قوم حضرت ہود علیہ السلام کی نبوت سچائی کو دل سے مانتی تھی یہ بھی جانتی تھی کہ وہ جو کہہ دیتے ہیں وہ سچ ہوتا ہے زبان سے انکاری تھے آپ کلیہ فرمان ان کے دل کی ترجمانی ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی کہ انی معکم من المنتظرین صرف اتنا فرمان کافی تھا کہ انی منتظر۔ جواب: اس عبارت میں دو باتیں بتائی گئیں ایک یہ کہ تم پر عذاب آنے تک میں تمہارے ساتھ تمہاری بستی میں ہی رہوں گا جب عذاب آئے گا تب میں تم سے جدا ہوں گا۔ چنانچہ عذاب آتے وقت نبی اور مومنین وہاں سے نکال دیئے جاتے ہیں دوسرے یہ کہ تم پر عذاب کا انتظار صرف میں ہی نہیں کرتا ہوں میرے سارے ماننے والے مومنین انتظار کر رہے ہیں میں ان میں شامل ہوں۔ سارے مومنوں کو تمہارے انجام اور تمہارے عذاب کی میں نے خبر دی ہوئی ہے۔ یا نچواں اعتراض: گذشتہ امتوں نے اپنے نبیوں سے عذاب مانگے اور آگے مکر کفار مکہ نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے عذاب مانگا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ما عندی ما تستعجلون وہ میرے پاس تمہارا منہ مانگا عذاب نہیں یا فرمایا کہ اگر میرے پاس وہ عذاب ہو تو فیصلہ ہو جاتا۔ معلوم ہوا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بالکل مختار نہیں مجبور و معذور ہیں۔ جواب: تحقیقی یہ ہے کہ تمہاری پیش کردہ آیات کے یہ معنی نہیں کہ میں عذاب لانے سے مجبور ہوں بلکہ معنی یہ ہیں کہ میں رحمت والا نبی ہوں میرے پاس رحم و کرم ہے عذاب نہیں اگر عذاب ہو تو تم ہلاک ہو جاتے میرا منشاء یہ ہے کہ نہ مکہ اجڑے نہ کعبہ چاہ زمزم وغیرہ برباد ہوں نہ کفار مکہ ہلاک ہوں بلکہ مکہ وغیرہ آباد رہے اور یہی کفار مسلمان ہو کر اسلام کی خدمات انجام دیں۔

تفسیر صوفیانہ: بد نصیب اور خوش نصیب میں چند فرق ہیں ایک یہ کہ بد نصیب اپنے نفس اپنے رسم و رواج کو اچھائی برائی کی کسوٹی بناتا ہے کہ جو عقیدہ جو عمل میری اور میرے جلیل باپ دادوں کی رائے و عمل کے مطابق ہو وہ اچھا ہے جو ان کے خلاف ہو وہ برا ہے مگر خوش نصیب نبی کے قول و عمل کو اپنے اور اپنے باپ دادوں کے لئے کسوٹی بناتا ہے کہ میرا اور میرے باپ دادوں کا جو عقیدہ جو عمل نبی کی تعلیم کے موافق ہے وہ اچھا ہے جو اس کے خلاف ہے وہ برا وہ حضرات اللہ تعالیٰ کی طرف سے حق و باطل سچ و جھوٹ اچھے برے میں فرق فرمانے آتے ہیں۔ علامہ بد نصیب قوم تھی انہوں نے حضرت ہود علیہ السلام کے فرمان کو اپنے باپ دادوں کی کسوٹی پر کسا دوسرے یہ کہ بد نصیب نبی کو عذاب لہر بلا سے آزما تا ہے کہ اگر یہ مجھ پر عذاب لا دیں تو سچے نبی ہیں ورنہ

نہیں اسی سے وہ مارا جاتا ہے خوش نصیب ان کی نبوت دلائل اور معجزات سے پہچان کر ان کی فرماں برداری کر کے عذاب دفع کرنے کی کوشش کرتا ہے غرضیکہ بد نصیب عذاب منگاتا ہے خوش نصیب عذاب بھگاتا ہے قوم عابد نصیب تھی انہوں نے اپنے منہ سے اپنی موت مانگی کہ کما فالتنا بما تعمدنا تیسرے یہ کہ بد نصیب نبی کا زور آتا ہے خوش نصیب ان کی بارگاہ میں زاری کرتا ہے لہذا بد نصیب مارا جاتا ہے خوش نصیب امن پاتا ہے صوفیاء فرماتے ہیں کہ جس عبادت میں نبی کی اطاعت شامل نہ ہو وہ صرف نام ہے بغیر مسمی کے نام ڈھانچہ ہوتا ہے نام والا روح رواں ایسے ہی عبادات ڈھانچہ ہے اطاعت نبی اس کی روح رواں اسماء سمیت موہا کی ان کے نزدیک یہ تفسیر ہے منافقین نبی سے پھر کر کلمہ پڑھتے تھے ابلیس نے نبی سے منہ موڑ کر عبادات کیں تو ان سب کے پاس صرف الفاظ رہ گئے صرف نام رہ گئے نام والا ان سے ناراض ہی رہا۔ اللہ تعالیٰ اپنی عبادات نبی کی اطاعت کی توفیق نصیب کرے کہ وہی ایمان و ایمانیات کا مغز ہے۔

فَانْجِيْنَهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَّعْنَا دِيَارَ الَّذِيْنَ كَذَبُوْا

پس بچایا ہم نے انہیں اور ان کو جو ان کے ساتھ تھے ساتھی اپنی رحمت سے اور کاٹ دی ہم نے جڑ ان کی تو ہم نے اسے اور اس کے ساتھ والوں کو اپنی ایک بڑی رحمت فرما کر بھات دی اور حمد ہماری آیتیں جھٹلاتے

بَايْتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور نہیں تھے وہ مومن۔

تھے ان کی جڑ کاٹ دی اور وہ ایمان والے نہ تھے۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : اب تک حضرت ہود علیہ السلام کی مہماتوں اور قوم عاد کی نافرمانیوں کا ذکر ہوا اب اس کے انجام کا ذکر ہے کہ آخر کار نہ یہ نافرمان رہے نہ ان کی نافرمانیاں ہی رہیں ان کے قصے ہی رہ گئے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت کریمہ میں فرمایا گیا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ لو تم پر عذاب آئی کیا اب ارشاد ہے کہ جیسا انہوں نے کہا تھا ویسا ہی ہوا جو ان کی زبان شریف سے نکلا تھا وہ اسی طرح ہوا گویا نبی کے قول کا ذکر پہلے تھا اس کے ظہور کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں فرمایا گیا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے قوم سے کہا تھا کہ میں مع اپنی مومن جماعت کے تمہارے عذاب کا انتظار دیکھ رہا ہوں اب ارشاد کے بعد ختم انتظار ہے کہ آخر کار ان کے انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئیں اور آپ نے اپنی آنکھوں سے ان کا عذاب دیکھ لیا گویا انتظار کا ذکر ہے جیسا ان کی مبارک زبان سے نکلا تھا ویسا ہوا۔

تفسیر : فَاَنْجِيْنَاهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ عبارت نیا جملہ ہے جس میں ف نصیبیہ ہے یعنی اس سے پہلے ایک مضمون پوشیدہ ہے جسے یہ ف ظاہر کر رہی ہے اصل عبارت یوں ہے لَوْ لَعَلَّ الْعَذَابَ فَاَنْجِيْنَاهُ اَنْجِيْنًا بِنَاہِ نَجَاةً سے جس کا لہجہ نحو ہے معنی علیحدگی اسی سے ہے مناجات کہ وہ علیحدگی میں کی جاتی ہے اس سے ہے استنجا کہ وہ بھی تنہائی اور علیحدگی میں ہوتا ہے۔

ضمیر حضرت ہود علیہ السلام کی طرف ہے اور اللہ تعالیٰ سے مراد مومنین ہیں، معیت و ہمراہی مراد ہے دینی ہمراہی نہ کہ صرف مکانی و جسمانی ہمراہی ایمانی ہمراہی قوی اور دائمی ہوتی ہے، چونکہ نبی کی ہمراہی ان لوگوں کی نجات کا ذریعہ تھی اس لئے واللہ معہ فرمایا گیا اور پہلے حضرت ہود کی نجات کا ذکر ہوا بعد میں ان مومنین کا ہر حمتنا یہ متعلق ہے نجینا کے، اب سب سے رحمت میں تنوین عظمت کی ہے جس کے معنی ہوئے بڑی عظیم الشان رحمت یعنی ہم نے جناب ہود اور ان کے مومن ساتھیوں کو اپنی رحمت عظیمہ کے ذریعے عذاب سے نجات دی، ہود علیہ السلام کو نبوت عطا فرمایا مومنوں کو ایمان کی توفیق پھر ان سب کو ایمان پر قائم رکھنا پھر اس ایمان کی برکت سے عذاب سے نجات دینا یہ سب کچھ ہمارے رحم و کرم خاص سے ہوا یہ ہمارا فضل تھا اور ہمارا عدل یہ تھا کہ قطعنا دابر اللہ کنہوا ہا یا تننا دابر بنا ہے دابر سے معنی پیچھے اس کا مقابل ہے قبل معنی آگے۔ اصطلاح میں دابر کہتے ہیں درخت کی جڑ کو کہ کائے وقت جڑ آخر میں کھتی ہے پہلے درخت کی شاخیں تنے کائے جاتے ہیں پھر نسل اور اولاد کو بھی دابر کہنے لگے کہ یہ چیزیں بھی انسان کے پیچھے ہوتی ہیں اور پیچھے رہتی ہیں اللہ تعالیٰ سے مراد قوم کے کفار ہیں کنہوا کے معنی ہیں آخر تک جھٹلاتے رہے یا ہر طرح جھٹلاتے رہے قولاً اور عملاً۔ آیات سے مراد ہے حضرت ہود علیہ السلام کی ذات آپ کی صفات آپ کی تعلیمات آپ کے معجزات کہ یہ تمام چیزیں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں جن سے اسے پہچانا جاتا ہے یعنی ہم نے قوم عاد کے کفار جنہوں نے ہمارے نبی ان کی صفات وغیرہ کا انکار کیا ان کی جڑ کاٹ ڈالی کہ ان کا ایک فرد بشریاتی نہ پہچان کی اولاد تک کو برباد کر دیا ان کی نسل ہی ختم کر دی کیونکہ وہ لوگ نہ تو پہلے ایمان لائے اور وہاں کانوا مومنین نہ وہ آئندہ ایمان لانے والے تھے کہ ہمارے ہاں ان کا نام کفار کی فہرست میں تھا یہ کافر ہی مرنے والے تھے اگر وہ جیتے تو زمین میں اور بھی فساد ہی پھیلاتے۔

خلاصہء تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم آپ حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ ان کی قوم کی سرکشی کی گفتگو تو سن چکے اب یہ بھی سنئے کہ آخر کار ہم نے حضرت ہود کو اور ان کے ساتھی مومنوں کو تو اپنے خاص فضل و کرم سے عذاب سے نجات دے دی اور ان کی قوم کے وہ کافر جو اب تک حضرت ہود اور ان کی نبوت و معجزات و تعلیم کو جھٹلاتے رہے اور آئندہ بھی وہ ایمان لانے والے نہ تھے ان کی جڑ کاٹ ڈالی کہ ان سب کو نیست و نابود کر دیا ان کا ایک فرد بھی باقی نہ رہا ان کی نسل ختم فرمادی ان کی ہستی ہی اجاڑ کر رکھ دی۔

قوم عاد کی ہلاکت

تفسیر خازن، روح البیان و معانی، مدار کو غیر ہم نے قوم عاد کی ہلاکت کا بہت تفصیلی واقعہ نقل فرمایا ہے جس کا اجمالی ذکر ہم کرتے ہیں قوم عاد مقام احناف میں آباد تھی یہ علاقہ یمن کا ایک حصہ تھا بڑا وسیع تھا عمان سے حضرموت تک پھیلا ہوا تھا اسے رمل علج یعنی ریگ رمال اور دھقان بھی کہتے تھے یہ لوگ بڑے شہ زور مالدار بڑے سرکش و ظالم تھے جب ان کی سرکشی حد سے بڑھ گئی اور ان کے نبی حضرت ہود علیہ السلام ان سے تنگ آ گئے تو آپ نے ان کے عذاب کی دعا کی اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش بند کر دی جب بارش بند ہوئے تین سال گزر گئے اور یہ لوگ قحط گرمی سے بہت تنگ آ گئے تو انہوں نے اپنی قوم میں سے ستر (70) آدمی مکہ معظمہ جانے بیت اللہ کعبہ شریف میں دعا مانگنے کے لئے منتخب کئے ان کا سردار دو مخصوص کو بنایا، قبیل ابن منز،

مرثد ابن سعد اس زمانہ میں ہر قوم کے لوگ مصیبت میں کعبۃ اللہ شریف جاتے وہاں دعائیں مانگا کرتے تھے کہ معظمہ میں قوم عمارقہ آبلو تھی جو عیسیٰ ابن لاوی ابن سام ابن نوح علیہ السلام کی اولاد تھی ان کا سردار معاویہ ابن بکر تھا جو حرم شریف سے باہر رہتا تھا معاویہ کی ماں قوم عاد کی تھی اس رشتہ سے وہ قوم عاد کو اپنا نانا ماموں سمجھتا ان کا احترام کرتا تھا جب قوم عاد کے یہ ستر آدمی معاویہ کے پاس پہنچے تو اس نے ان کا بڑا احترام کیا بڑی خاطر تواضع اور مہمانداری کی یہ لوگ اس کے پاس ایک ماہ رہے خوب شراب پیتے تھے معاویہ کی دو رنڈیاں تھیں وردہ اور جرادہ وہ خوب ناچتی اور گاتی تھیں اور انہیں خوش خرم رکھتی تھیں یہ لوگ شراب و گانے بجانے میں ایسے مست ہوئے کہ اپنے ملک کی ساری تکالیف بھول گئے معاویہ نے جب دیکھا کہ یہ ستر آدمی ایک ماہ سے میرے ہاں ٹھہرے ہیں جانے کا نام نہیں لیتے میرے بقیہ ماموں نے اتنا حق میں مصیبتوں میں گرفتار ہیں کسی صورت سے انہیں یہاں سے بھیجنا چاہئے اس نے یہ کہنا تو مناسب نہیں سمجھا کہ اب آپ لوگ جائیں اس نے سات شعروں کا ایک قصیدہ لکھا اور ان رنڈیوں کو حکم دیا کہ وہ ان ستر آدمیوں کے سامنے گائیں جس کے کچھ اشعار یہ ہیں۔

الایا قیل ویحک قم فہنم لعلی اللہ یسقنا انعام
فیسقی ارض عاد ان عانا قد امسوما یمنون الکلام
من العطش الشرب فلیس ترجو بہ الشیخ الکبر ولا الغلاما

یہ قصیدہ بہت دردناک تھا جس میں ان لوگوں کو جھنجھوڑا گیا تھا کہ تم یہاں عیش کر رہے ہو تمہارے بل بچے اپنے گھروں میں بھوک و پیاس سے جل بلب ہیں جس کام کے لئے آئے ہو وہ کرو یہ قصیدہ ان گانے والی رنڈیوں سے سن کر یہ لوگ گویا ہوش میں آ گئے آپس میں کہنے لگے کہ چلو حرم شریف میں غلاف کعبہ پکڑ کر علماء فقیہ ان کا ایک سردار مرثد ابن سعد خفیہ طور پر ہود علیہ السلام پر ایمان لا چکا تھا آج اس نے اپنا ایمان ظاہر کیا بولا کہ تم کعبہ بھی جا کر علماء کو قبول نہ ہوگی جب تک کہ اپنے شرک سے توبہ نہ کرو اور ہود علیہ السلام پر ایمان نہ لاؤ یہ لوگ اس پر بہت ناراض ہوئے اسے وہاں ہی چھوڑا اور دوسرے سردار قبیلہ ابن عنزہ کی قیادت میں مکہ معظمہ گئے مرثد ابن سعد نے اس وقت ایک قصیدہ کہا جس کے چند شعر یہ ہیں۔

عصت عاد رسو لہم فامسو عطاشا فا بتلہم السماء
لہم صنم بقال لہ صمود بقابلہ صلاء والہباء
فبصرنا الرسول سبیل رشد فابصرنا الہدی دعلا العلماء
وان الہ ہود ہوالہی علی اللہ التوکل والرجاء

یعنی ان لوگوں نے اپنے رسول کی نافرمانی کی تو پیاسے مر رہے ہیں اس وقت ان کے بت صمود وغیرہ کام نہیں آسکتے سچا معبود ہی ہے جو ہود علیہ السلام کا معبود ہے اس کی عبادت کرنی چاہئے بہر حال یہ لوگ مکہ معظمہ پہنچے کعبۃ اللہ کے پاس دعائیں مانگنے لگے ان کا سردار قبیلہ دعا کرتا تھا باقی لوگ آمین کہتے تھے اچانک آسمان پر تین قسم کے بادل نمودار ہوئے سفید سرخ سیاہ اور غیبی آواز آئی کہ اے قبیلہ اپنی قوم کے لئے ان میں سے ایک بادل اختیار کر لے وہ بولا سیاہ بادل اختیار کرتا ہوں کہ اس میں بارش زیادہ ہوتی ہے جب یہ لوگ اتنا حق پہنچے تو ان کا مانگا ہوا سیاہ بادل اتنا حق پر چھا گیا یہ لوگ بڑے خوش ہو کر بولے ہنا عارض مطرنا یہ بادل خوب برسے گا مگر وہ تو عذاب کی سرد اور سخت آندھی تھی چنانچہ شوال کی بائیس تاریخ نجدہ کے دن صبح کے وقت

آندھی شروع ہوئی اور سات رات آٹھ دن ان پر مسلط رہی (صلوی) ساری قوم عاؤ کے کفار کو مردوں عورتوں، بچوں، بوڑھوں، جوانوں ان کے مال مویشیوں کو اس طرح ہلاک کر ڈالا کہ ان کو فضاء آسمانی میں اڑاتی وہاں سے نیچے گراتی تھی یہ لوگ اپنے گھروں میں ٹھس گئے دروازے بند کر لئے مگر خدا کے عذاب سے کون پناہ دے ہوانے ان کے دروازے توڑ دیئے دیواریں اکھیر دیں اور انہیں وہاں ہی ہلاک کر ڈالا پھر غیبی پرندے نمودار ہوئے جنہوں نے ان کی لاشیں سمندر میں پھینک دیں تمام زمین احتاف ان کی لاشوں سے پٹی پڑتی تھی، ہود علیہ السلام مع اپنے مومن ساتھیوں کے ایک غار میں پناہ گزیں رہے وہی ہوا ان کے لئے نہایت ہی خوشگوار تھی عاؤ کی ہلاکت کے بعد ہود علیہ السلام مع مومنین کے مکہ معظمہ آئے ان لوگوں نے اپنی بقیہ زندگانی وہاں ہی عبادت الہی میں گزار دی اور ہود علیہ السلام مقام ابراہیم اور رکن اسود کے درمیان دفن ہوئے زمزم اور رکن کے درمیان ننانوے نبیوں کی قبریں ہیں ہود صالح، شعیب، اسماعیل بنیم السلام کی قبور یہاں ہی ہیں (خازن وغیرہ) حضرت علی فرماتے ہیں کہ ہود علیہ السلام کی قبر حضر موت میں ہے، سرخ ٹیلہ کے پاس ہے آپ کی قبر کے سرہانے بیرئ کا درخت ہے واللہ اعلم۔ (روح المعانی)

فائدہ ہے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: کسی قوم پر بغیر نی یا ولی کی بددعا کے عذاب نہیں آیا، جب نبی کا دل دکھتا ہے ان کے منہ سے بددعا نکلتی ہے تب عذاب آتا ہے۔ یہ فائدہ فانا جہنم کی ف سے حاصل ہوا دیکھو فرعون نے صد باسل دعویٰ خدائی کیا، بنی اسرائیل کے اسی ہزار بچے ذبح کرائے مگر عذاب نہ آیا مگر جب موسیٰ علیہ السلام کی بددعا لگی فلا یوسوا حتی یرو العذاب الا لیم تب ڈوبا، مولانا فرماتے ہیں۔

بیچ قومی را خدا رسوا نہ کرو تامل صاحب دے آمد نہ درد

دو سرفاائدہ: نبی کی ہر ای عذاب سے نجات کا ذریعہ ہے ان کی ذات عذاب سے بچنے کا وسیلہ ہے یہ فائدہ والذین معہ سے حاصل ہوا کہ یہاں ہو و علیہ السلام کی ہر ای کی وجہ نجات قرار دیا گیا۔

میں مجرم ہوں آقا مجھے ساتھ لے لو کہ رستہ میں ہیں جا بجا تھانے والے

دیکھو غرق فرعون کے دن موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کلا ان معی وہی سیہلین اے میری قوم تم کو فرعون ہرگز نہ پکڑ سکے گا کیونکہ میرے ساتھ میرا رب ہے، مطلب یہ ہے کہ رب میرے ساتھ ہے اور میں تمہارے ساتھ لہذا رب تمہارے ساتھ ہے۔ تیسرا فائدہ: کوئی شخص خواہ کسی درجہ کا ہو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے بے نیاز نہیں ہو سکتا۔ یہ فائدہ برحمتہما فرمانے سے حاصل ہوا کہ حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو نجات رب کی رحمت سے ملی، ہاں رب کی رحمت نبی پر آتی ہے ان کے صدقہ و سروں پر جیسا کہ ابھی واللہ معہ کے ضمن میں عرض کیا گیا۔ چوتھا فائدہ: جو کوئی نبی کے دامن سے وابستہ نہ ہو وہ کعبہ شریف سے بھی عذاب ہی لے کر آتا ہے وہاں رحمت اسے ملتی ہے جس کے دل میں نبی کا فیض ہو دیکھو قوم عاد کے ستر آدمی چھ مہینے کعبہ معظمہ میں دعائیں کرتے رہے مگر عذاب ہی لائے اسی لئے صلح حدیبیہ کے موقع پر جب حضرت عثمان مکہ معظمہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صلح کی بات چیت کرنے گئے تو انہوں نے کہا کہ آپ کے لئے کعبہ حاضر ہے عمرہ کر لیں آپ نے جواب دیا کہ جب حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے تین میل دور رکے ہوئے ہیں میں تو کعبہ کو دیکھوں گا بھی نہیں۔ پانچواں فائدہ: جب مومنین قوم عاد پہاڑ کے غار میں حضرت ہود کے ساتھ رہے تو عذاب سے نجات پانچ مومنین قوم نوح کشتی میں حضرت نوح کے ساتھ رہے غرق سے بچ گئے تو جو یار غار حضرت صدیق غار ثور میں حضور

انور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں پھر ہمیشہ کے لئے قبر میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہیں ان پر رحمت خداوندی بے شمار ہو گئی اصحاب کف کا کتاویوں کے غار کے دروازے پر بیٹھا ہے تو اسے دوامی زندگی کھلنے پینے سے بے نیازی سردی گرمی سے امن سب کچھ مل گئے۔ چھٹا فائدہ: جس قوم پر عذاب الہی آتا ہے اس کی نسل نہیں چلتی۔ یہ فائدہ و قطعنا نادر النفع سے حاصل ہوا کیونکہ دابر سے مراد نسل ہے جیسا کہ ابھی عرض کیا گیا: ساتواں فائدہ: جس کافر کے ایمان کی آئندہ امید ہو یا جس کے پشت یا شکم سے مومن پیدا ہونے والے ہوں یا شکم سے کوئی مومن پیدا ہونے والا بھی نہ ہو تب اسے ہلاک کیا جاتا ہے۔ یہ فائدہ و ما کانوا مومنین کی تفسیر سے حاصل ہوا دیکھو نوح علیہ السلام نے جب اپنی قوم کی ہلاکت کی دعا کی تو بارگاہ الہی میں عرض کیا انک ان تذہم بصلوا عبادک ولا یلدوا الا فاجرا کفاراً "خدا یا اگر تو نے انہیں چھوڑ دیا تو یہ لوگوں کو گمراہ کریں گے اور کافروں کا جری جنیں گے معلوم ہوا کہ حضرت نوح اپنے نور نبوت سے اپنی قوم کی اصل و نسل سب کچھ دیکھ رہے تھے۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا فانجیناہم نے حضرت ہود کو اور مومنین کو نجات دی نجات کے معنی ہیں چھوڑنا مصیبت سے نکل لینا ان بزرگوں پر عذاب آیا ہی نہیں پھر اس سے چھوڑانے کے کیا معنی۔ جواب: محاورہ میں نجات کے دو معنی ہیں چھوڑنا نکل لینا اور بچالینا یہاں دوسرے معنی سے نجات فرمایا گیا یعنی ہم نے انہیں عذاب سے بچالیا اور اگر نکل لینے کے معنی کئے جائیں تب بھی درست ہے کہ رب نے آپ کو اس کافر قوم سے نکل لیا۔ نیز وہ آندھی آپ اور مومنین تک پہنچی مگر رحمت بن کر وہی ہوا کفار کے لئے عذاب تھی مومنین کے لئے دل خوش کن فرحت افزا ہوا۔ دوسرا اعتراض: یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ہی ہوا قوم عدا کے لئے احناف میں عذاب ہو اور اس کے قریب ہی غار ہود میں رحمت اگر ہوا رحمت ہے تو سب کے لئے اگر عذاب ہے تو سب کے لئے۔ جواب: رب تعالیٰ نے اس کی مثال ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھادی تھی غزوہ احزاب میں ہوا ایک تھی مگر خندق کے اس طرف جانب مدینہ رحمت کی تھی خندق کے دوسری طرف عذاب۔ بیٹر اور فرج دونوں ایک میز پر رکھ دو اور دونوں میں بجلی کلاؤر چھوڑو ایک ہی پاؤر بیٹر میں گرم ہوگا فرج میں ٹھنڈا دو شخص ایک چارپائی ایک بستر میں سو رہے ہوں ایک دل خوش کن خواب دیکھ رہا ہے خوش ہو رہا ہے دوسرا خطرناک خواب دیکھ کر ڈر رہا ہے ایک قبر میں مومن و کافر دفن ہو گئے مومن کے لئے وہ قبر جنت کا باغ ہے اور کافر کے لئے وہی قبر دوزخ کی بھٹی۔ تیسرا اعتراض: اس آیت سے دو باتیں معلوم ہو رہی ہیں ایک یہ کہ مومنین کو حضرت ہود علیہ السلام کی ہر ایسی کی وجہ سے بچالیا دوسرے یہ کہ اپنی رحمت سے بچالیا ان دونوں میں سے کوئی بات درست ہے مومنین کسی وجہ سے بچے؟ جواب: دونوں باتیں درست ہیں حضرت ہود علیہ السلام کی معیت مومنین کے لئے خود بھی رحمت تھی اور رحمت کا باعث بھی بلکہ اللہ تعالیٰ کی ہر رحمت و نعمت لوگوں کو انہیں کے ذریعہ سے انہیں کے پاس سے ملتی تھی۔ چوتھا اعتراض: جرم تو کیا تھا عاقل بالغ کفار نے مگر ہلاک کر دیئے گئے ان کے بچے اور جانور بھی بے قصور ذوں کو سزا و عاقل کے خلاف ہے جواب: دنیاوی عذاب محض خالص عذاب نہیں ہوتے بلکہ کفار کے لئے عذاب ہوتے ہیں بچوں وغیرہ کے لئے باعث نجات اور آخرت میں باعث رفع درجات۔ رہے جانور وغیرہ ان کے لئے ہلاکت۔ جانور ویسے ہی روزانہ ہزاروں مرتے کتے رہتے ہیں آخرت کا عذاب خالص عذاب ہے اس لئے وہ کفار کے مابین بچوں پاگلوں کو نہ ہوگا۔ پانچواں اعتراض: یہاں لولا "ارشاد ہوا اکنہوا ہا یا تننا اور پھر ارشاد ہوا و ما

کانوا مومنین ان دونوں میں فرق کیا ہے عبارت کمر ہے۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ کذبوا یا ماتنا میں تو ان کے گزشتہ کفر کا ذکر ہے اور ما کانوا مومنین میں ان کے آئندہ کفر کا تذکرہ ہے یعنی وہ آئندہ بھی ایمان لانے والے نہ تھے۔

تفسیر صوفیانہ : اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت اچھوں کا سنگ ان کی ہمراہی ہے کہ تمام رحمتوں کا نزول ان پر ہوتا ہے ان کے طفیل ان کے ساتھیوں پر اور اللہ کا سب سے بڑا عذاب اچھوں سے دوری ان سے کٹ جاتا کہ ان سے جو کٹ گیا اللہ کی ہر رحمت سے دور ہو گیا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

چوں شدی دور از حضور اولیاء آل چتل وں دور گشتی از خدا

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا لوشیند در حضور اولیاء

سی ایک آیت میں ان دونوں باتوں کا ذکر ہے کہ اللہ تعالیٰ معہ چوتھے انہیں نجات ملی اور جو ان سے کٹے ہوئے تھے ان کی جڑ بنیاد کاٹ دی گئی مقبولوں کی ہمراہی ان کی سنگت جانوروں پر بھی اثر کر دیتی ہے اصحاب کف کا کتا ان کے دروازے پر پڑا ہوا ہے تو اسے لمبی عمر کھانے پینے سے بے نیازی دھوپ اور سردی گرمی سے حفاظت سب کچھ عطا ہو گئیں۔ فرماتا ہے وکلبہم باسط ذراعہ بالوصدہ نوح علیہ السلام کی کشتی میں جو جانور بھی بیٹھ گئے وہ ڈوبنے سے بچ گئے۔ سگایا کنعان ان سے الگ رہا ڈوب گیا مگر خیال رہے کہ صرف جسمانی ہمراہی بغیر ایمان کافی نہیں ہمراہی ایمانی درکار ہے یہ ہمراہی وقت اور جگہ کے اتحار سے نیاز ہے دیکھو لوہیں قرنی یمن میں تھے اور حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں مگر وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے اور عبد اللہ ابن ابی منافق مدینہ میں تھا مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نہ تھا اللہ سے اچھوں کی سنگت مانگو مگر کون سی سنگت روحانی اور جتنی۔

گر بے منی و پیش منی در یمن گر با منی و در یمن پیش منی!

وَالِیْ ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ یُقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ

اور طرف ثمود کے بھائی ان کے صالح کو فرمایا اے قوم میری عبادت کرو تم لوگ اللہ کی نہیں ہے

اور ثمود کی طرف ان کی برادری سے صالح کو بھیجا کہا اے میری قوم اللہ کو بد جو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں

اِلٰہِ غَیْرَہٗ قَدْ جَآءَ تَکْذٰبُ رَیْبَہٗ مِّنْ رَّبِّکُمْ هٰذِہٖ نٰقَۃٌ اللّٰہِ لَکُمْ اٰیۃٌ

واسطے تمہارے کوئی معبود سوا اس کے تحقیق آئی تمہارے پاس کھلی دلیل طرف سے رب تمہارے کے

بیک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن دلیل آئی یہ اللہ کا ناکہ ہے تمہارے لئے نشان تو اسے چھوڑ

فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِیْ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمْسُوْهَا بِسُوْءٍ فِیَاْخُذَکُمْ

یہ ادھنی ہے اللہ کی واسطے تمہارے نشان پس چھوڑے اسکو کھات رہے اللہ کی زمین میں اور نہ چھوڑ تم لوگ اسکو

دو کہ اللہ کی زمین میں کھائے اور اسے برائی سے ہاتھ نہ لگاؤ کہ تمہیں درد ناک

عَذَابُ الْيَمِّ

ساتھ برائی کے در نہ پکڑے گا تم کو عذاب دردناک

عذاب آئے

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں عاد اولیٰ کی بلاکت کا ذکر تھا یعنی قوم ہود علیہ السلام کا اب اس آیت میں عاد ثانیہ کی بلاکت و تباہی کا تذکرہ ہے یعنی قوم صالح علیہ السلام کا جسے قوم ثمود بھی کہتے ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت کے آخر میں ارشاد ہوا تھا کہ قوم علوانے ہماری آیات جھٹلائیں تو ہم نے تباہ کر دیا ان کی جزاکا دی اس آیت میں اس کی تائید میں صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا واقعہ بیان ہو رہا ہے تاکہ معلوم ہو کہ نبی کا معجزہ آیت الہیہ ہے اس کی توہین عذاب الہی کا سبب ہے گویا یہ واقعہ پچھلے واقعہ کی تائید بھی ہے اور اس کے اجمال کی تفصیل بھی۔ تیسرا تعلق: اس سے پہلے دونوں کی تبلیغ کا ذکر ہوا نوح علیہ السلام اور ہود علیہ السلام کا اب حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ کا ذکر ہے تاکہ معلوم ہو کہ تمام نبیوں کا اصل دین ایک ہے جس کی طرف انہوں نے لوگوں کو دعوت دی یعنی توحید ذات و صفات کیونکہ اس تبلیغ کو گذشتہ سے پوری پوری مناسبت ہے۔

تفسیر : والی ثمود اخا ہم صالحا یہ نئی عبارت ہے لہذا اس کا اوّل ابتدائیہ ہے اور اس سے پہلے پوشیدہ ہے اور صلنا ثمود کے متعلق دو قول ہیں ایک یہ کہ اس کے معنی ہیں تھوڑا پانی چونکہ مقام حجر میں یہ قوم آباد تھی وہاں پانی بہت تھوڑا تھا اس لئے اس قوم کو ثمود کہتے ہیں یعنی تھوڑے پانی والی قوم دوسرے یہ کہ یہ لوگ ثمود ابن علوان ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام کی اولاد میں تھے اس لئے انہیں ثمود کہا جاتا تھا یعنی ثمود کی اولاد ثمود کی نسل یہ لوگ مقام حجر سے ولوی قرئی تک کی بستیوں میں رہتے تھے حجر حجاز اور شام کے درمیان واقع ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام اس مقام سے گزرے ہیں اور اس کنویں کے پانی سے صحابہ کو روکا ہے کہ یہ پانی کوئی استعمال نہ کرے۔ خیال رہے کہ قرآن مجید میں لفظ ثمود متصرف بھی آیا ہے اور غیر متصرف بھی فرماتا ہے۔ الا ان ثمود کفروا وادہم الا بعد الثمود اس آیت میں پہلا ثمود متصرف ہے ثمودین کے ساتھ دوسرا ثمود غیر متصرف ثمود۔ وال کے فتح سے اگر اس کے معنی ہیں جی تو متصرف ہے اگر قبیلہ کا نام ہے تو غیر متصرف کیونکہ قبیلہ مونث ہے۔ (روح البیان) اخوت سے مراد دینی اخوت یا برابری کی اخوت نہیں کیونکہ صالح علیہ السلام مومن ہیں نبی ہیں قوم ثمود کافر ہے بلکہ برادری اور نسبی اخوت مراد ہے اخا ہم فرما کہ یہ بتایا کہ حضرت صالح علیہ السلام دوسری قوم دو سری جگہ کے نہ تھے بلکہ اسی قوم اسی جگہ کے تھے حضرت صالح علیہ السلام کا نسب یہ ہے صالح ابن عبید ابن آصف ابن ماح ابن عبید ابن حارث ابن ثمود علوان ابن ارم ابن سام ابن نوح علیہ السلام ہے آپ ثمود ہیں اس قوم سے مل جاتے ہیں۔ (روح البیان) و معالیٰ خازن (کبیر وغیرہ) قال ما قوم اعبدوا اللہ ما لکم من الہ غیرہ اس کی تفسیر ابھی پچھلی آیت میں ہو چکی کہ کافر قوم کو اپنی قوم کہہ کر پکارنا انہیں اپنی طرف مائل کرنے کے لئے ہے بیٹھے اور نرم الفاظ سے بات سننے والے کے دل میں اتر جاتی ہے عبادت سے مراد ہے ایمان لانا یعنی دلی عبادت یا ایمان لاکر جسمانی عبادت کرنا ما لکم میں اس حکم کی دلیل دی گئی ہے یعنی

صرف اللہ کی عبادت کرو کیونکہ اس کے سوا تمہارا معبود حقیقی کوئی نہیں۔ خیال رہے کہ عبادت صرف اللہ کی ہے اطاعت اللہ تعالیٰ کی نبی کی اور اپنے دوسرے بزرگوں کی بھی ہے اتباع صرف نبی کی ہے اللہ تعالیٰ کی نہیں ان تینوں میں فرق اور دلیل پہلے بیان ہو چکے ہیں۔ خیال رہے کہ کفار بھی بہت سی نیکیاں کرتے ہیں جیسے صدقات و خیرات وغیرہ مگر وہ نیکیاں عبادت نہیں ان پر کوئی ثواب۔ عبادت وہ نیکی ہے جو نبی کے فرمان کے ماتحت کی جائے وہی قبول ہے پلاؤ کے سارے اجزا بغیر آگ پر پکے ہوئے نہ پلاؤ بنتے ہیں نہ انہیں کوئی کھاتا ہے آگ ان اجزا کو کھانے کے قابل پلاؤ بناتی ہے یونہی عشق نبی اطاعت رسول کی آگ حسنت کو عبادت بناتی ہے جیسے جسمانی آگ کے دو کام ہیں جلانا اور پکانا یونہی اس آتش عشق آتش ایمان کے دو کام ہیں گذشتہ گناہوں کو جلا کر فنا کرونا اور اچھے کاموں کو عبادت بنا دینا عشق نبی کی آگ خوف خدا کے پانی انہیں روحانی غذا بناتے ہیں لہذا اعبدا اللہ میں آپ کی نبوت کا ذکر بھی ہو گیا یعنی رب کی عبادت کے ذریعہ اپنی پہچان کرائی حضرت صدیق نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن کو مانا یہ ایمان صدیقی ہے حضرت عمر نے قرآن کے ذریعہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جانا کہ قرآن سن کر ایمان لائے یہ ایمان فاروقی ہے۔ قل جاء تکم یستہ من وکم یعنی تم اب کفر و شرک میں بے قصور نہیں ہو بے خبر نہیں ہو تم تک میری نبوت اللہ تعالیٰ کی الوہیت کی دلیلیں آچکیں۔ ہستم سے مراد یا تو خود صلح علیہ السلام ہیں کہ نبی رب تعالیٰ کی جیتی جاگتی دلیل ہوتے ہیں یا آپ کے وعظ و نصیحت مراد ہیں یا کوئی اور معجزہ جو آپ قوم کو پہلے دکھا چکے تھے یا آپ کا خاص معجزہ یعنی قدرتی لوٹنی مراد ہے آخری احتمال زیادہ قوی ہے کہ اس سے قدرتی لوٹنی مراد ہے۔ ہذا ناقہ اللہ اگر وہاں ہستم سے مراد ہے لوٹنی تو یہ آیت اسی کا بیان ہے اور اگر ہستم سے مراد اور چیزیں تھیں تو یہ نیا جملہ ہے ایک بار آپ کی قوم نے کہا کہ ہم لوگ اپنے ایک میلہ میں جا رہے ہیں وہاں اپنے بتوں سے دعا کریں گے آپ اپنے رب سے دعا کریں اگر آپ کی دعا آپ کے رب نے قبول کر لی تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے آپ نے فرمایا بتاؤ میں کیا دعا کروں تو قوم کے سردار جندع ابن عمرو نے ایک پہاڑ کے سحرہ کی طرف اشارہ کیا جس کا نام کاتبہ تھا کہ آپ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ اس چٹان سے ایک حلالہ لوٹنی خوب موٹی تازی نکالے جو نکلتے ہی بچہ دے آپ نے اس قوم سے عہد و پیمان لیا کہ اگر میں نے یہ معجزہ تم کو دکھایا تو تم ایمان لانا سب نے عہد کیا آپ نے بارگاہ الہی میں دعا کی۔ دعا کرتے ہی چٹان میں سے ایسی آواز آئی جیسے جانور بچہ جتنے وقت آواز نکالتا ہے پھر پتھر پھٹا اور ایک عظیم الجثہ موٹی تازی حلالہ لوٹنی اس میں سے نکلی اس نے نکلتے ہی بچہ جتنا جو خود اس کے برابر تھا۔ (روح البیان و تفسیر صاوی وغیرہ) آپ نے اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ ہے وہ اللہ کی طرف سے پیدا شدہ لوٹنی جو تم نے مانگی تھی۔ خیال رہے کہ اسے ناقہ اللہ کہنے کے یہ معنی نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر سوار ہوتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ وہ کسی کی ملک نہیں سوا اللہ کے جیسے مسجد کو بیت اللہ کہتے ہیں شکاری جانور جنگل کی گھاس خود رو درخت اگرچہ کسی کی ملک نہیں مگر ملک ہو سکتے ہیں کہ جو ان کا شکار کرے یا کاٹ کر قبضہ کرے وہی مالک ہو جائے اس لوٹنی میں یہ بھی نہ تھا نہ کوئی مالک تھا نہ ہو سکتا تھا یا اس لئے اسے ناقہ اللہ کہا کہ اس کی پیدائش بغیر ماں باپ کے ہے محض قدرت الہی سے جیسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہیں لکم یتیمہ عبارت ناقہ اللہ کا حال ہے چونکہ صلح علیہ السلام صرف قوم ثمود کے ہی نبی تھے اور یہ لوٹنی انہیں کے لئے انہیں کے مطالبہ پر پیدا کی گئی تھی اس لئے لکم مقدم فرما کر حصر کا ذکر کیا یعنی صرف تمہارے لئے ہی یہ نشانی ہے تمہاری ہی مانگی ہوئی اس حصر سے دو باتیں بتائیں ایک یہ کہ یہ لوٹنی صرف تمہارے لئے معرفت الہی کی نشانی ہے میرے لئے نہیں کہ میں تو پہلے سے ہی عارف

بائے۔ معجزات امت کے منوانے کے لئے ہوتے ہیں نہ کہ نبی کے لئے قرآن لوگوں کے لئے ہدایت ہے نہ کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہدی للمتقین۔ دوسرے یہ کہ یہ اونٹنی صرف تمہارے لئے آیت ہے نہ کہ دوسری قوموں کے لئے اگر تم اس کے اوپر ایمان نہ لائے تو عذاب تم پر آجائے گا۔ خیال رہے کہ اس اونٹنی کو چند وجہ سے آیت فرمایا گیا۔ (1) یہ بغیر ماں باپ پیدا ہوئی۔ (2) پتھر میں سے نکلی۔ (3) خوب فریہ اور جوان پیدا ہوئی۔ (4) حاملہ ہی پیدا ہوئی پچھلے ہی پچھلے دیا۔ (5) بچہ چھوٹا سا نہیں دیا بلکہ اپنی برابر کا دیا۔ (6) ایک دن چھوڑ کر ایک دن کنویں پر پانی پیتی تھی اور سارا کنواں پی جاتی تھی۔ (7) جب پانی کی باری ہوتی تھی تو اس دن کوئی جانور کنویں پر پانی پینے نہیں آتا تھا۔ (8) وہ اتنا دودھ دیتی تھی کہ ساری قوم ثمود کو کافی ہوتا تھا اور اس کی باری کے دن وہ لوگ اس دودھ سے گزارہ کرتے تھے جن کھیتوں باغوں کو وہ چر لیتی تھی اس کے سبزہ اور پھل میں بہت برکت ہوتی تھی جیسے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ایک معجزہ بہت سے معجزات کا مجموعہ تھا۔

ان وجوہ سے وہ ایک نشانی نہ تھی بلکہ آیات یعنی نشانیوں کا مجموعہ تھی (از خازن تفسیر کبیر) یہ معجزہ دیکھ کر جندع ابن عمرو اور اس کے خاندان کے لوگ مسلمان ہو گئے باقی قوم کافر رہی تب آپ نے کافر قوم سے فرمایا کہ لندوہا تا کل فی ارض اللہ یہاں جزائیہ ہے اس جملہ سے پہلے ایک شرط پوشیدہ ہے یعنی چونکہ اونٹنی اللہ کی ہے اور زمین بھی اللہ کی لہذا تم اسے چرنے دو جہاں چاہے کھاتی پھرے تم اسے نہ روکو۔ خیال رہے کہ ارض اللہ سے مراد ہر قسم کی زمین ہے خواہ چھوٹے ہوئے جنگل ہوں یا ان کے بوئے ہوئے کھیت و باغ ان لوگوں پر لازم تھا کہ جس کے کھیت یا باغ میں وہ اونٹنی گھس جائے اسے وہاں سے نہ نکالیں وہ خود ہی کھا کر نکلے جب اسے چرنے سے روکنا ممنوع تھا تو پانی سے روکنا یقیناً ممنوع تھا یعنی اسے کھانے پینے سے نہ روکو ولا تمسوها بسوء اس جملہ کی بہت ترکیبیں ہیں آسان اور قوی ترکیب یہ ہے کہ بسوء میں ب تعدیہ کی ہے اور معنی یہ ہیں کہ اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچاؤ نہ اسے مارو نہ کہیں سے نکالو نہ اسے ذبح کرو اس کا ادب و احترام کرو کیونکہ یہ اللہ کی نشانی ہے۔ تمہارے لئے شعار اللہ میں سے ہے لہذا خذ کم عذاب اللہ چونکہ یہ عبارت نئی کا جواب ہے اس لئے اس کے بعد ان پوشیدہ ہے اور ماخذ منصوب ہے ف کے معنی ہیں ورنہ یعنی اس اونٹنی کو ایذا نہ دو یا اس کی بے حرمتی نہ کرو ورنہ تم پر دردناک عذاب آجائے گا آپ نے قوم کو پہلے سے برا بھلا سمجھا دیا۔ یاد رکھو کہ اونٹنی کا انکار کرتے ہی ان پر عذاب نہ آیا بلکہ اونٹنی ذبح کرنے پر آیا تاکہ نبی کے ایمان کا پتہ چلے کہ جو جانور ان کی امان میں ہو اس کو ستانا عذاب کا باعث ہے تو امان والے انسانوں کا کیا حال ہو گا۔

خلاصہ تفسیر: اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم تم تیسرا قصہ اور سن لو یا اپنی قوم کو سنو صلح علیہ السلام کا کہ قوم ہو جسے علو اول کہا جاتا ہے ان کی ہلاکت کے بعد ہم نے قوم ثمود میں انہیں کی برادری میں سے حضرت صلح علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا قوم ثمود تو حجاز والوں سے بہت ہی قریب ہے اس کی بستیاں اپنے سفروں میں یہ دیکھتے ہیں آپ نے اپنی قوم ثمود سے فرمایا کہ تم اللہ کے بندے ہو اس ایک اللہ کی عبادت کرو اس پر ایمان لاؤ اس کی ہی فرماں برداری کرو عبادت کے لائق اس کے سوا اور کوئی نہیں جب انہوں نے اپنے منہ سے اونٹنی کا معجزہ مانگا تو جس طرح سے جس قسم کی اونٹنی مانگی گئی آپ نے اس طرح اس قسم کی اونٹنی پتھر سے نکل کر کھادی اور فرمایا کہ دیکھو یہ اونٹنی تمہارے لئے میری نبوت اللہ کی قدرت کی ایک دو نہیں بلکہ بہت سی نشانیاں ہیں اب تم پر پابندی یہ ہے کہ یہ جہاں کہیں کھانا چاہے کھانے دو کسی کے کھیت یا باغ میں چرنے کے لئے گھس جائے تو

اسے نکالو مت وہ خود ہی کھا کر نکلے تو نکلے تم اسے نہ ہانکو نہ نکالو۔ ساتھ ہی خیال رکھو کہ اس کی بے ادبی نہ کرو اسے کسی قسم کی ایذا نہ پہنچو نہ اسے مارو نہ ڈانٹو نہ زخمی کرو نہ ذبح کرو ورنہ خیال رکھو کہ تم پر ایسا دردناک عذاب آئے گا کہ تمہارے قصے دنیا سے کی۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے محبوب اکبر اور حبیب اعظم ہیں کہ رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گزشتہ نبیوں ان کی امتوں کے واقعات سنا کر تسکین دیتا ہے۔ دیکھو کفار مکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا میں دیتے تھے تو رب تعالیٰ آپ کو حضرت نوح حضرت ہود حضرت صالح علیہم السلام کے واقعات بتا رہا ہے فرما رہا ہے کہ محبوب غم نہ کرو یہ اول ہی سے ہوتا چلا آیا ہے آخر جیت تمہاری ہے ڈنکے تمہارے نام کے بجائیں گے۔ دوسرا فائدہ: اللہ کی عبادت بڑی نعمت ہے جسے یہ نعمت ملی وہ بڑا ہی خوش نصیب ہے، عبادت انسان کی زندگی کا اصل مقصود ہے یہ فائدہ بقوم اعبدا اللہ سے حاصل ہوا تمام نبیوں نے اپنی اپنی قوم کو پہلی دعوت عبادت کی دی۔ تیسرا فائدہ: اللہ کی جس مخلوق کو اللہ تعالیٰ سے نسبت حاصل ہو جائے وہ عظمت والی ہو جاتی ہے۔ یہ فائدہ نالتمنا للہ فرمانے سے حاصل ہوا صلح علیہ السلام کی لونٹنی اللہ کی مخلوق تھی اور دوسری اونٹنیاں بھی اللہ کی مخلوق ہیں مگر چونکہ اس لونٹنی کو اللہ تعالیٰ سے نسبت تھی کہ وہ کسی بندے کی مملوک نہ تھی اس کی پیدائش اللہ تعالیٰ کی محض قدرت سے ہوئی تھی بغیر باپ کے تو اسے آیت الہی نشان قدرت قرار دیا گیا۔ چوتھا فائدہ: جس جانور کو اللہ تعالیٰ سے نسبت ہو جائے اس کا ادب و احترام کرنا ایمانی رکن ہے دیکھو صلح علیہ السلام کی لونٹنی کو اللہ تعالیٰ سے نسبت تھی تو فرمایا گیا لا تمسوها بسوء ایسے جانوروں کی بے ادبی ایذا رسانی عذاب الہی کا باعث ہے اب بھی بدی کا جانور جو مکہ معظمہ قربانی کے لئے بھیجا جائے ات قرآن کریم نے شعائر اللہ فرمایا۔ اور اس کی تعظیم کا حکم دیا کہ فرمایا والبدن جعلنا ہا لکم من شعائر اللہ و سری جگہ ارشاد ہو او من معظم شعائر اللہ فانہا من تقوی القلوب۔

لیفہ : ایک بار ہمارے پاس منٹ منٹ مٹکری سے استغاثا آیا کہ ایک گاؤں میں بھینس کے ایک بچہ ہوا جس کی پیشانی پر قدرتی طور پر نقطہ محمد لکھا ہوا ہے لوگ اس کو دیکھنے قدرت خدا کا نظارہ کرنے دو و دور سے آرہے ہیں کلمہ پڑھتے درود پڑھتے اور اس بچہ کو دیکھتے ہیں ہم نے علماء و یوہند سے فتویٰ منگایا انہوں نے حکم دیا کہ اسے بہت جلد ذبح کر کے فاکر دو یہ شرک کی جڑ ہے یہ سامری کے چھڑے کی طرح ہے ہم نے گجرات سے جواب دیا کہ اس بچہ کو محفوظ رکھو ممکن ہے کہ اس کے ذریعہ کفار حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں یہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانی ہے یہ حضرت صلح علیہ السلام کی لونٹنی کی طرح لائق احترام ہے یہ بچہ کسی سامری نے نہیں بنایا ہے قدرتی ہے لوگ اسے دیکھ کر اللہ کی قدرت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزے اسلام کی حقانیت کے قائل ہوں گے ہم نے یہی آیت انہیں لکھ بھیجی۔ مگر ہمارا فتویٰ پہنچنے سے پہلے یوہندی علماء کی مہربانی سے وہ بچہ ذبح کر کے فاکر دیا گیا۔ میں نے مرغی کے انڈے پر پتھروں پر بکرے کے بچے کے جسم پر قدرتی طور پر نام محمد لکھا ہوا دیکھا ہے۔ ایک پتھر میرے پاس ہے جس پر صاف لکھا ہے محمد۔ اللہ تعالیٰ وہابیوں کو سمجھ دے۔ پانچواں فائدہ: معظم جانور کی خاطر مدارات کرنا اسے اچھے کھانے دینا اچھی طرح اس کی پرورش کرنا بہت ہی ثواب کا باعث ہے۔ یہ فائدہ فذروہا تا کل فی ارض اللہ سے حاصل ہوا۔ بعض لوگ قربانی عقیقہ گیارہویں شریف کے بکرے کو اچھی طرح جالتے فریہ کرتے ہیں ان کے اس عمل کا فائدہ

یہی آیت ہے۔ چھٹا فائدہ: اگر حلال چیز کا کھانا نقصان دے تو اس سے بچنا ضروری ہے اس لئے نہیں کہ وہ حرام ہے بلکہ اس لئے کہ وہ نقصان دہ اور مضر صحت ہے دیکھو اونٹ حلال ہے اس کا کھانا جائز مگر صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا کھانا حرام تھا کیونکہ اس پر عذاب آنے کا خطرہ تھا۔ یہ فائدہ لیا خذکم عذاب الہم سے حاصل ہوا آج بعض بزرگوں کے جنگل کا شکار بعض بزرگوں کے تلابوں کی مچھلیوں کا شکار تجربہ سے سخت نقصان دہ ثابت ہوا لوگ ان سے بچتے ہیں اس لئے نہیں کہ وہ حرام شرعی ہیں بلکہ اس لئے کہ وہ مضر ہیں اس کا ماخذ یہی آیت ہے جیسے بلغنی مزاج والے کو باوی چیزوں سے پرہیز کرایا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ وہ شرعاً حرام ہیں بلکہ اس کے لئے مضر ہیں یہ بات خوب خیال میں رکھو۔ بعض نا سمجھ اس عمل کو شرک و کفر کہتے ہیں غلط ہے۔ خیال رہے کہ حدود حرم شریف کا شکاری جانور حرام نہیں اگر وہ اس حد سے نکل جائے تو اس کا شکار کیا جاسکتا ہے حدود حرم میں اسے شکار کرنا حرام ہے چیز کا حرام ہونا اور ہے اور فعل حرام ہونا کچھ اور۔ یہ بھی خیال رہے کہ حدود مدینہ کے شکاری جانور کا شکار کرنا شوائع کے ہاں حرام ہے امام اعظم کے ہاں حرام نہیں بایں معنی کہ اس کے شکار سے فدیہ یا جزا واجب نہ ہوگی بقی وہاں کے شکاری جانور بلکہ وہاں کے پھول و خار کا بھی احترام ضروری ہے۔ اعلیٰ حضرت نے خوب فرمایا۔

ان کے حرم کے خار کشیدہ ہیں کس لئے آنکھوں میں آئیں سر پہ رہیں دل میں جا کریں نسبتوں سے عظمتیں ضرور حاصل ہوتی ہیں۔

پہلا اعتراض: معلوم ہوا کہ نبی اپنی امت کے بھائی ہوتے ہیں۔ دیکھو فرمایا گیا خاہم صالحا لئذا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم بھائی کہہ سکتے ہیں؟ جواب: رخ کے دو معنی ہوتے ہیں بر لوری یا برابر نبی کبھی امت کے برابر نہیں ہوتے ہیں بعض نبی اپنی امت کی بر لوری والے تھے کہ اس قوم کے تھے بعض نہ برابر تھے نہ بر لور کہ دو سری قوم دو سرے ملک کے رہنے والے بر لوری چند قسم کی ہوتی ہے نسب و وطن پیشہ زبان وغیرہ بتاؤ تم حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کو کس معنی سے رخ یعنی بھائی کہتے ہو اگر کہو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومن ہیں ہم بھی مومن اور تمام مومن آپس میں بھائی ہیں تو رب تعالیٰ بھی مومن ہے اسے بھائی کہو ہم مومن ہیں یعنی ایمان لینے والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم مومن ہیں ایمان دینے والے نیز جو بر لوری ہو کرے وہ مورث اعلیٰ باپ ہوتا ہے بر لور نہیں ہوتا نہ برابر باپ۔ لولا کا بھائی نہیں بلکہ بھائی گر ہے نیز بھائی کی بیوی بھانج ہو کر ہے اس سے نکاح درست حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مومنوں کی مائیں ہیں نہ کہ بھابھی لئذا کسی لحاظ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم امتی کے بھائی نہیں۔ دوسرا اعتراض: مسلمانوں کا خدا بھی خوب ہے جو اونٹنی کی سواری کرتا ہے اس سے تو انسان ہی اچھے کہ موٹوں ہوئی جہازوں کی سواری کرتے ہیں دیکھو مسلمانوں کا قرآن کتاب ہے ہذا فاقته اللہ (آریہ) جواب اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک الزامی دو سرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ ہندوؤں کا خدا اتارائن خوب ہے گڑھ کیشور گنگا کی بیڑھیوں سے چڑھتا اترتا ہے جسے ہندو ہر کی پڑی کہتے ہیں یعنی خدا کی بیڑھی اس سے تو ہم بھی اچھے ہیں کہ لفٹ اور ٹرک کے زینہ سے چڑھتے اترتے ہیں۔ جواب تحقیقی یہ ہے کہ فاقته اللہ کے معنی یہ کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سواری کی اونٹنی اس کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کی مملوکہ اونٹنی اس کی قدرت کی مظہر اونٹنی جیسا کہ ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے مسجد کو اللہ کا گھر کہہ کر اللہ تعالیٰ کو اللہ کہتے ہیں یہ سب نسبتیں اس معنی سے ہیں۔ تیسرا اعتراض: صالح علیہ السلام کی اونٹنی میں کیا خصوصیت تھی جس سے اسے اللہ کی آیت بنے فرمایا گیا۔ اونٹ گائے ہزاروں دیا ہیں۔ (ہندو) جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ

اونٹنی بغیر ماں باپ کے پیدا ہوئی پھر سے پیدا ہوئی پیدا ہوتے ہی اس نے بچہ دیا بہت زیادہ دودھ دیتی تھی بہت زیادہ پانی پی جاتی تھی ان وجوہ سے اسے آیت اللہ کہا گیا۔ تعجب ہے کہ وہ ہندو جو ہر گائے ہر بندر کو مانا لور مانو کہہ کر پوجیں وہ اسلام پر ایسے رکیک اعتراض کریں بتاؤ بندروں 'گاؤں' سانپ میں کیا خصوصیت ہے کہ تم ان کی پوجا کرتے ہو۔ چوتھا اعتراض: اللہ تعالیٰ نے قوم صالح علیہ السلام کو یہ حکم کیوں دیا تھا کہ اسے کوئی کھیت والا باغ والا اپنے کھیت و باغ سے نہ ہانکے اسے کھانے دے یہ ظلم ہے پرانی کھیتی پر ایسا باغ جانور سے چروا کر کسی طرح جائز نہیں ایسی اونٹنی کا منی ہاؤس کے لائق ہے۔ (ہندو لور بعض نلون مسلمان) جواب: اس اونٹنی کا دودھ ساری قوم پیتی تھی جس جانور کا دودھ پیا جائے اسے چارہ بھی دیا جاتا ہے جب سب اس کا دودھ پیتے تھے تو سب کے ذمہ اس کا چارہ لازم تھا اس لئے یہ فرمایا گیا۔ نیز روایات میں ہے کہ اس اونٹنی کے کھانے سے کھیت اور باغ میں لور زیادہ برکت بڑھوار ہوتی تھی اگر کسی کی چیز کے استعمال سے چیز کم نہ ہو تو بلا اجازت اس کا استعمال جائز ہے جیسے کسی کے چراغ سے روشنی لے لینا۔ نیز یہ اونٹنی ساری قوم نے مانگی تھی وہ سب کی مہمان تھی جسے بلایا جائے اسے کھلایا بھی جاتا ہے نیز قوم پر یہی پابندی ان کے عذاب کا ذریعہ تھی کہ ان پابندیوں سے تنگ آکر اسے ذبح کر دیں ان پر عذاب الہی آئے۔ پانچواں اعتراض: اس اونٹنی کو ایذا دینے پر عذاب کیوں آیا لور کیوں فرمایا گیا تھا خذکم عذاب اللہ دن رات جانور ذبح ہوتے رہتے ہیں کبھی عذاب نہیں آتا۔ جواب: یہ اونٹنی محض ایک جانور نہ تھی بلکہ نبی کا معجزہ بھی تھی۔ لور اللہ تعالیٰ کی نشانی قدرت بھی اسے ستانہ نبی کی لمن کو توڑنا تھا لور اللہ تعالیٰ کا گویا مقابلہ کرنا اس کے اتارے ہوئے ان کے منہ سے مانگے ہوئے معجزہ کا انکار تھا لہذا اس جرم پر عذاب آتا تھا شکاری جانور دن رات ذبح ہوتے ہیں مگر حرم کعبہ حدود مکہ معظمہ کا شکاری جانور ذبح نہیں ہو سکتا اس کو اس جگہ سے اٹھانا بھی حرام ہے کیونکہ وہ کعبہ معظمہ کی لمن میں ہے۔ ومن دخلہ کان امنا تو جو نبی کی لمن میں ہو اس کی ایذا پر بھی عذاب آنا چاہئے کہ اس نے نبی کی توہین کی اور اپنے مانگے ہوئے معجزہ کا انکار کیا۔

تفسیر صوفیانہ: صالح علیہ السلام کا معجزہ جو شکل اونٹنی میں ایک پہاڑ سے نمودار ہوا یہ عوام کے لئے ایک معجزہ تھا جو ایک بار ہو چکا مگر حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ روحانی اونٹنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت کے خواص کے لئے تاقیامت ظاہر ہوتا ہے گا 'بندہ خاص کا دل گویا پہاڑ ہے اس پہاڑ سے سرائی کا نام نکلتا ہے یہ نام اللہ امانت معرفت لے کر آیا ہے اور قلب میں رہنے بسنے والی قوتوں کے لئے واردات الہیہ کا دودھ دیتا ہے اس سرائی کے بقا کہ اجازت دو کہ وہ قدس کے باغوں میں چہ تلمیہ نفس کے حوض میں پیتا رہے اسے شریعت کی مخالفت، طریقت کے مقابلہ کی چھری سے ذبح نہ کر دو ورنہ تم کو سخت عذاب یعنی مواصلت سے دوری کی سزا دی جائے گی (روح البیان) صوفیاء کے نزدیک صالح علیہ السلام کی اونٹنی چونکہ ان کی حفظ و لمن میں تھی اس لئے اسے ستانہ عذاب کا باعث ہوا آج بھی جو بندے جناب محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفظ و لمن میں ہوں انہیں ستانہ عذاب کا باعث کعبہ کا حرم شریف تین تین میل کی حدود میں ہے جہاں شکار کو چھیڑنا حرام ہے حضور محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا حرم سارے جہاں میں پھیلا ہوا ہے وہاں کے بسنے والے لولیا اللہ کو ستانہ عذاب کا باعث ہے۔ حدیث قدسی ہے من عادی لی ولما اختلفتہ بالعوبہ جو میرے ولی سے دشمنی کرے میں اسے اعلان جنگ دیتا ہوں اب بھی فقیروں کی بددعا سے ہم نے خود لوگ اجڑتے ہوئے دیکھے ہیں اس نام اللہ سے دودھ حاصل کرو ان کی دعائیں لو ان کا خون نہ چوسو بددعائیں نہ لو و لمن لولیا کعبہ ایمان محمد رسول اللہ کا حرم ہے ہم جیسے گناہگاروں کے لئے دارالایمان ہے۔

وَإِذْ كُنَّا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُوا

اور یاد کرو اس وقت کو جبکہ بنایا تم کو پیچھے آنے والا بعد عاد کے اور جگہ ری تم کو زمین میں کہ بناتے ہو تم اور یاد کرو جب تم کو عار کا جانشین کیا اور ملک میں جگہ دی کہ نرم زمین میں

وَمِنْ مَن سُهُولَهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ يُؤْتُونَ قَاذِرُونَ

اس کی نرم زمین میں محلات اور کھودتے ہو تم پہاڑوں کو گھردن کے لئے پس یاد کرو تم محل بناتے ہو اور پہاڑوں میں مکان تراشتے ہو تو اللہ

إِلَّا اللَّهُ وَلَا تَعْتُوا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ۝

نعمتیں اللہ کی اور مت پھیلو تم زمین میں فساد کرنے والے

کی نعمتیں یاد کرو اور زمین میں فساد پھانتے نہ پھرو

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : صلح علیہ السلام نے پچھلی آیت میں قوم ثمود کو دلائل اور خوف کے ذریعہ دعوت ایمان دی اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی نعمتیں جو ان پر تھیں ان کی طرف توجہ دے کر دعوت ایمان دی گویا تبلیغ کی تین نو میتوں میں سے دو کا ذکر پہلے ہوا یعنی دلائل اور خوف تیسری قسم کا ذکر اب ہو رہا ہے۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیت میں حضرت صلح علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا تھا کہ اگر تم نے اسی لونٹنی پر زیادتی و ظلم کیا تو عذاب الہی آجانے کا خطرہ ہے اب اس خطرہ کا ثبوت قوم علوی کی ہلاکت کا واقعہ بیان فرما کر دیا جا رہا ہے۔ گویا پچھلی آیت میں ایک دعویٰ تھا اس آیت میں اس دعویٰ کی جیتی جاگتی دلیل دی جا رہی ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا ذکر تھا کہ مالکم من اللہ غمیرہ اب اس آیت میں اس رب کریم کی الوہیت کی دلیل بیان ہو رہی ہے کہ تم لوگ خود لوگ تمہارے انقلابات اس کی دلیل ہیں تم جس کے ہاتھ میں جس کے قبضہ میں گویا کٹ پتلیاں ہو وہی اللہ لائق عبادت ہے دیکھو قوم علوی کو ہلاک کیا تم کو آباد کیا تم اس کو یاد کرو۔

تفسیر : واذکروا اذ جعلکم خلفاء من بعد عاد یہ عبارت یا تو نئی ہے لہذا لو ابداً ایہ ہے یا عبدوا للہ پر معطوف ہے تو داؤد عاطفہ ہے ذکر سے مراد پرانی بات کا یاد کرنا نہیں بلکہ موجودہ نعمتوں کا خیال رکھنا آپس میں چرچے کرنا اس کا شکریہ ادا کرنا مراد ہے کیونکہ جن نعمتوں کا یہاں ذکر ہے وہ تو موجود تھیں نعمتوں کا ذکر قوی بھی ہوتا ہے زبان سے اور عملی بھی اچھے اعمال اللہ کی نعمتوں کا شکریہ ہے دل سے اقرار و اعتراف کرنا دلی ذکر ہے یہاں عملی ذکر مراد ہے یا دلی و عملی دونوں یعنی ایمان لاؤ اور رب کی عبادت کرو خلفاء جمع ہے خلیفہ کی جس کا لہوہ ہے خلف معنی پیچھے خلیفہ معنی پیچھے آنے والا چونکہ قوم ثمود قوم علوی کے فوراً بعد نہیں ہوئی نہ قوم علوی زمین میں ہوئی۔ علاوہ احواف میں آباد تھے ثمود مقام حجر میں ان وجوہ سے من بعد عاد فرمایا خلفاء علو نہ فرمایا (روح البیان وغیرہ) چونکہ قوم علوی ہلاکت ان کا عذاب دنیا بھر میں خصوصاً قوم ثمود میں بہت مشہور تھا اس لئے آپ کا فرمان بالکل درست ہوا۔ وادکم فی الارض یہ عبارت معطوف ہے جعلکم پر اس میں دوسری نعمت کا ذکر ہے ہوا کم ہونا

ہے ہوئے معنی رجوع کرنا و شراب فرماتا ہے ہاء وا بغضب علی غضب گھر کو مہواکتے ہیں کہ وہ لوٹ کر آنے کی جگہ ہے۔ رب فرماتا ہے مبوا صدق و رزقنا ہم من الطیبات تبویہ کے معنی ہیں جگہ و بنا اسی سے بنا ہوا۔ الارض سے مراد ہے زمین حجر جہاں یہ قوم آباد تھی یعنی اللہ تعالیٰ نے تم کو اس زمین میں جگہ دی تمہیں یہاں بسایا آباد کیا۔ تتخون من سہولھا قصورا یہ اللہ تعالیٰ کی تیسری نعمت کا ذکر ہے سہول کا لہوہ ہے سہل معنی نرم زمین قصور جمع ہے قصر کی معنی شاندار محل یعنی تم کو اللہ تعالیٰ نے مل دولت بخشا ساتھ ہی عمارت سازی کا ہنر دیا جس سے تم یہاں حجر کی زمین کے نرم حصہ میں تو اعلیٰ درجہ کے شاندار محل اور کوٹھیاں بناتے ہو اور وتتخون من الجبال یوتا یہ عبارت معطوف ہے تتخون پر واو عاطفہ ہے تتخون بنا ہے تحت سے معنی سخت پتھر یا سخت زمین کو کھودنا من معنی فی ہے جیسے افا نودی للصلوۃ من ہوم الجمعۃ۔ یوتا مل مقدرہ ہے یا تتخون کا مفعول ہے پہلا احتمال قوی ہے تم پہاڑ کھود کر وہاں اعلیٰ شاندار کوٹھیاں بناتے ہو۔ مفسرین فرماتے ہیں کہ ان لوگوں نے گرمیوں کے لئے پچی زمین میں مکانات بنکے کوٹھیاں بنائی تھیں سردیوں کے لئے اوپر پہاڑوں میں شاندار بلڈنگیں بنائی تھیں کیونکہ وہ بہت مالدار لوگ تھے بعض نے فرمایا کہ ان کی عمریں اتنی دراز تھیں کہ ان کے زمینی مکان ان کی زندگی میں گر جاتے تھے اس لئے انہوں نے پتھروں کی کوٹھیاں بنائی تھیں پہاڑوں میں غرضیکہ یہ لوگ بڑی عمروالے بڑی دولت والے بڑے ہنرمند تھے اس فرمان عالی میں ان کی ان تینوں چیزوں کا ذکر ہے۔ خیال رہے کہ یہاں بیت معنی حجر یا کوٹھری نہیں جس کا مقلد دار اور منزل ہے بلکہ معنی مطلقا عمارت ہے کیونکہ ثمود پہاڑوں میں چھوٹے حجرے نہیں بلکہ شاندار محل بناتے تھے فا ذکر وا الاء اللہ ظاہر یہ ہے کہ یہ عبارت ایک شرط کی جزا ہے اور اس میں ف جزائیہ ہے یعنی جب رب نے تم کو ایسی نعمتوں سے نوازا جو ابھی ذکر ہوئیں تو تم بھی اس کی نعمتیں یاد کرو یاد رکھو یا ان کا چرچا کرو یا ان کا شکریہ ادا کرو۔ لاجمع ہے الی کی۔ الی کبھی تو کہتے ہیں باطنی نعمت کو جو ظاہری حواس سے محسوس نہ ہو کبھی مطلقا ہر نعمت کو کہتے ہیں ظاہری ہو یا باطنی یہاں غالباً یہ دوسرے معنی ہی مراد ہیں اس سے مراد یا تو مذکورہ نعمتیں ہیں ان کو جسمانی قوت، صحت، دراز عمر، دولت، کثرت کی عطایا اس کے علاوہ دوسری نعمتیں مراد ہیں اور ہو سکتا ہے کہ ساری نعمتیں مراد ہوں ان میں سے ایک بڑی نعمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں اپنا پیارا اسبابی صلح علیہ السلام کو بھیجا اور وہ قوم نبی کہلائے کہ نبی اللہ کی سب سے بڑی نعمت ہیں ولا تعثوا فی الارض مفسرین یہ دو سرائحکم ہے جو صلح علیہ السلام سے قوم ثمود کو دیا تھا بنانا ہے عشی سے معنی پھیلنا مگر ہر پھیلنے کو عشی نہیں کہا جاتا بلکہ بری غرض اور ناجائز مقصد سے پھیلنے کو۔ اسی لئے پھیلنے اور گر جانے اور پاؤں کے موج کو عشی کہا جاتا ہے الارض سے مراد ہے زمین حجر جو ان کی اپنی بستی تھی۔ مفسرین حال ہے لاتعثو کے فاعل سے۔ یعنی تم زمین حجر میں فساد پھیلاتے نہ پھر و فساد سے مراد کفر، قتل، چوری، ڈکیتی وغیرہ تمام جرم ہیں کہ یہ سب فساد ہیں یہ کلمہ بہت ہی جامع ہے۔

خلاصہ و تفسیر: صلح علیہ السلام نے قوم ثمود کو مذکورہ بالا احکام دینے کے بعد فرمایا کہ اے میری قوم والوں ان نعمتوں کو یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک فرمانے کے بعد تم کو زمین میں بسایا اور خوب پھلتا پھولتا کیا تم کو اچھی زمین میں بود و باش بخشی کہ تمہارے ہاں میدانی علاقہ بھی ہے جس میں تم لوگ سردیوں کے لئے محل بناتے ہو اور پہاڑی علاقہ بھی عطا فرمایا جہاں تم لوگ گرمیوں کے لئے شاندار کوٹھیاں بنا کر سارا سال عیش کرتے ہو تم کو دولت بھی بخشی، ہنرمندی بھی عطا کی غرضیکہ زر، زور، ہنر، عمرو و از، سب کچھ بخشی اس کا تقاضا یہ ہے کہ تم اللہ کی ان نعمتوں کو یاد کرو یاد رکھو، چرچہ کرو ان کا شکریہ ادا کرو اور اپنی زمین

میں فساد پھیلاتے نہ پھرو بلکہ لوگوں کو فساد سے روکو اچھے راستہ پر رکھو۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں خواہ موجودہ ہوں یا گزشتہ ان کا زبان سے ذکر کرنا، دل سے اقرار کرنا، لوگوں میں ان کا چرچہ کرنا، عمل سے ان کا شکر یہ ادا کرنا۔ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے گزشتہ انبیاء کرام کا حکم ہے۔ یہ فائدہ واذکروا اذ جعلکم سے اور اذکروا الاء اللہ سے حاصل ہوا چونکہ ذکر کے بہت معنی ہیں اس لئے یہ سب چیزیں اسی ایک لفظ سے حاصل ہوئیں رب تعالیٰ فرماتا ہے واما بنعمتہ ربک فحدثنا هذا میلاد شریف، عرس، بزرگان اور بڑے دنوں کی یادگاریں منانا ان میں جلے جلوس کرنا سب ہی اچھا ہے کہ یہ بھی ان ذکروں کی قسم ہے۔ دوسرا فائدہ: کسی امیر کا چند مکان بنانا کہ بعض مکان رہنے کے لئے ہوں بعض کراپہ کے لئے یا بعض مکان گرمیوں کے لئے ہوں اور بعض سردیوں کے لئے یونہی گرمی کے موسم میں ٹھنڈے مقام پر جانا وہاں گرمیاں گزارنا سب کچھ جائز ہے اسے فضول خرچی یا اسراف نہیں کہہ سکتے دیکھو صالح علیہ السلام نے قوم ثمود کے اس عمل کو اللہ کی نعمتوں میں شمار فرمایا۔ تیسرا فائدہ: امیر آدمی کا شاندار کوٹھیاں بنگلے بنانا انہیں جائز چیزوں سے آراستہ کرنا بالکل جائز ہے اسے بھی اسراف نہیں کہہ سکتے۔ یہ فائدہ من سہولھا قصودا سے حاصل ہوا قصورہ شاندار عمارت جہاں تک غریب آدمی کی ہمت نہ پہنچ سکے قصر معنی رک جانا، لہذا مغلیہ بادشاہوں خصوصاً شاہ جہاں کا دہلی، آگرہ اور فتح پور سیر کی۔ امیر شریف میں قلعے اعلیٰ درجے کی عمارتیں بنانا بالکل جائز ہیں اسے رب کی نعمت کہا گیا ہے ان پر اعتراض کم عقلی ہے ہمارے پاکستان میں مینار پاکستان وغیرہ کے مینارے برجیاں وغیرہ سب کا ماخذ یہی ہے۔ چوتھا فائدہ: زمین کی ملکیت اللہ کی بڑی نعمت ہے انسان حتی الامکان اسے ضائع نہ کرے اور نہ اسے اپنا کمال سمجھے بلکہ اسے عطائے ذوالجلال سمجھے۔ یہ فائدہ ووا کم لی الارض سے حاصل ہوا فرمایا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ جائیداد غیر منقولہ نہ بچو اگر بچو تو اسے جائیداد میں ہی لگا دو کہ اس سے لور جائیداد خریدو، ورنہ برکت نہ ہوگی زمین وغیرہ کی قیمت کا پیسہ ٹھہرتا نہیں، آزمائش ہے۔ پانچواں فائدہ: قوم میں فساد پھیلاتا بدترین جرم ہے خولہ قتل و غارت گری سے ہو خولہ کفر و شرک کی اشاعت سے خواہ فتنہ پھیلانے والی تقریروں، تحریروں سے آجکل اکثر جلیل لوگ علماء کے لباس میں فساد پھیلاتے پھرتے ہیں یہ لوگ علماء کو بدنام کرتے ہیں انہیں کے متعلق ڈاکٹر اقبال نے کہا ہے دین طانی سبیل اللہ فساد۔ یہ فائدہ ولا تعسوا سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ اصلاح کی توفیق دے۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ قوم ثمود تباہ شدہ قوم علوی کی بستیوں میں آباد کی گئی دیکھو ارشلو ہوا جعلکم خلفاء مگر حدیث شریف میں ہے کہ جہاں اللہ کا عذاب آیا وہاں کبھی آبادی نہ ہوئی وہ جگہ ہمیشہ ویران ہی رہی اس آیت اور اس حدیث میں تعارض ہے جواب: یہاں خلفاء کے معنی صرف پیچھے آنے والے ہیں کہ علوی زمین میں بسنے والی قوم علویاتھاقف میں آباد تھی لور قوم ثمود حجر میں اسی لئے یہاں من بعد ما دارشلو ہوا دیکھو تفسیر۔ دوسرا اعتراض: پھر انہیں خلفاء کیوں کہا گیا جب ثمود کا زمانہ لور زمین سب الگ الگ نہیں تو خلفاء کے کیا معنی۔ جواب: خلفاء فرما کر یہ بتایا کہ جیسے قوم علوی تباہ ہوئی تم زمین میں آباد ہوئے ایسے ہی اگر تم نے کفر و شرک کیا تو تم بھی تباہ کر دیئے جاؤ گے لور کوئی دوسری قوم زمین آباد کرے گی۔

پند گیر از مصائب گمراہ تانہ گیرند دیگران ز تو پند

چونکہ اس زمانہ میں قوم عاد کی ہلاکت کے واقعات مشہور تھے ان کے کھنڈر سفروں میں دیکھے جاتے تھے اس لئے آپ کا یہ فرمان نہایت ہی درست تھا۔ تیسرا اعتراض: تم نے کہا کہ شاندار کوٹھیاں اعلیٰ محل بنانا بالکل جائز ہے مگر حدیث شریف میں اس کی ممانعت ہے حتیٰ کہ ایک شخص نے اونچا مکان بنالیا تھا تو جب تک اسے خود اپنے ہاتھ سے ڈھانہ دیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سلام کا جواب نہ دیا۔ ایک صاحب اپنے مکان کی مرمت کر رہے تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ موت تو اس سے بھی قریب ہے۔ یہ آیت ان احادیث کے خلاف ہے۔ جواب: وہ احادیث ہنگامی حالات کی ہیں جبکہ مسلمانوں کو دفاعی تیاریوں کی سخت ضرورت تھی ایسے حالات میں ایسے احکام جاری ہو جاتے ہیں۔ ہمارے ملک میں ہنگامی حالات میں رات کو شہروں، بستیوں میں روشنی تک نہیں کی جاتی۔ حدیث شریف میں ہے کہ ایک گھر میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے زرعی آلات ملاحظہ فرمائے تو فرمایا کہ جس گھر میں یہ چیزیں ہوں گی وہاں ذلت و خواری ہوگی حالانکہ زراعت پر زندگی کا دارومدار ہے وہ فرمان اعلیٰ بھی انہی ہنگامی حالات میں تھا کہ اگر تم لوگوں نے آج کل کے حالات میں جہاد چھوڑ دیا زراعت و غیرہ میں مصروف ہو گئے تو دشمن تم کو تباہ کر دیں گے جب حالات نارمل ہو گئے تو یہ احکام بھی ختم ہو گئے۔ حضرات صحابہ نے بڑی بڑی عمارتیں شاندار محل بنائے لہذا یہ آیت اور ان احادیث میں کوئی تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض: اس آیت کریمہ میں دو جگہ اذکروا فرمایا گیا ہے اذکروا افجعلکم اور دو سر اذکروا الاء اللہ اس میں کیا حکمت ہے ایک بات مکرر کیوں فرمائی۔ جواب: اس اعتراض کا جواب تفسیر سے معلوم ہو گیا کہ اگر اذکروا الاء اللہ میں نعمتوں سے مراد وہی مذکورہ نعمتیں ہیں تو یا تو یا حکم تاکید ہے یا پہلے اذکروا سے مراد ہے یاد کرو دو سرے سے مراد ہے یاد رکھو اور اگر یہاں الاء اللہ یعنی اللہ کی نعمتوں سے دو سری نعمتیں مراد ہیں صحت و دولت صلح علیہ السلام کی تشریف آوری، زیادہ اولاد و روز عمر متب کوئی سوال ہی نہیں نہ فرمان اعلیٰ میں کوئی تکرار ہے۔ پانچواں اعتراض: اگر ان جیسی آیتوں سے میلاد شریف بزرگوں کے عرس وغیرہ ثابت ہوتے ہیں اور ان میں بھی اللہ کی نعمتوں کی یاد ہے تو یہ کام حضرات صحابہ نے کیوں نہ کئے کیا تم قرآن مجید کو صحابہ سے زیادہ سمجھتے ہو۔ (عام دہلی) جواب: اس کے دو جواب ہیں ایک الزامی، دوسرا تحقیقی۔ جواب الزامی تو یہ ہے کہ موجودہ دینی مدرسے ان میں نصاب تعلیم جلسے جلوس اگر تبلیغی چیزیں ہیں تو صحابہ کرام نے یہ کام کیوں نہ کئے کیا تم ان سے بڑھ کر مبلغ ہو کیا تم کو دین کا روز زیادہ ہے؟ جواب تحقیقی یہ ہے کہ عمدہ صحابہ میں نہ تو وہابی تھے نہ دیوبندی نہ بزرگوں کی شان ان کی یادگاروں کے منکر سب کے سب اہلسنت تھے تب ان چیزوں کی ضرورت نہ تھی بعد میں منکرین پیدا ہوئے تو ان چیزوں کی ضرورت پڑی جیسے فلسفہ منطق علم کلام وغیرہ زمانہ صحابہ میں نہ تھے۔ کیونکہ ان کی ضرورت نہ تھی بلکہ علم حدیث و تفسیر حدیث کے اقسام و احکام بھی زمانہ صحابہ میں نہ تھے۔ پھر ان حضرات سے یادگاریں بنانا ثابت ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال شہداء احد کی زیارت کو تشریف لے جاتے تھے یہ عرس کی اصل ہے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بلکہ صحابہ کرام نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کا ذکر کیا ہے۔ یہ ہے میلاد شریف کی اصل اس کی تحقیق ہماری کتاب جاء الحق پہلی جلد میں ملاحظہ کرو۔

تفسیر صوفیانہ : جیسے ہم کو ہمارے اپنے حالات جسمانی صحت و مرض نہیں معلوم ہوتے حالانکہ وہ حالات خود ہمارے اور ہم میں ہوتے ہیں لائق طبیب ہماری نبض چہرہ کارنگ قارورہ دیکھ کر ہم کو بتاتا ہے تب ہم کو اپنے حالات کا پتہ چلتا ہے یونہی ہم اپنا چہرہ مہرہ دیکھ سکتے ہیں جب شفاف آئینہ سامنے ہو تو ہم کو خود ہماری اپنی شکل داغ دھبے حسن و برائی دکھاتا ہے اسی طرح ہم کو خبر

نہیں ہوتی کہ ہمارے لئے کون سی چیز مفید ہے کون مضر طیب روحانی کے ہم محتاج ہوتے ہیں ان کی تعلیم ان کے فرمان ہمارے لئے روحانی آئینہ ہیں جو ہم کو ہماری اصل حالت بتاتے دکھاتے ہیں جو ان طیبسان الہی سے ان کی تعلیم سے الگ رہا اس کا علاج کبھی نہ ہو سکا۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کی روحانی بیماریاں بتانے کے بعد انہیں روحانی علاج بتایا کہ اللہ کی فلاں فلاں نعمتیں یاد کرو کہ یہ ذکر تمہارا علاج ہے اور قوم عاد کی سی حرکتیں نہ کرو کہ یہ چیزیں تمہارے لئے مضر ہیں موجودہ نعمتیں یاد کر کے بندہ شکر گزار بنو تم کو روحانی صحت قوت طاقات نصیب ہوگی آن بھی قرآن مجید ہمارے لئے روحانی آئینہ حق نما ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے روحانی حاکم مطلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان ہمارے لئے اعلیٰ درجہ کا علاج ہیں، اگر ہم ان پر کار نہ ہو جائیں تو صحت توانائی، قوت طاقات پائیں گے ورنہ مرض برہہ کربذات کا خطرہ ہے حضرات اولیاء اللہ و علماء دین ہم کو یہ آئینہ دکھانے والے اور وہ دوائیں استعمال کرانے والے ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ اللہ رسول کو خوف یا لالچ یا دلائل سے ماننا غائبین کا کام ہے مگر اسے دل سے ماننا حاضرین کا کام ہے اس ماننے کی انتہا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو خود خدا سے مانو جناب مصطفیٰ کو خود انہیں سے جانو مانو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو رب نے نور فرمایا نور کی شان یہ ہے کہ ہر چیز نور سے دیکھی جاتی ہے مگر خود نور اپنے ہی سے دیکھا جاتا ہے۔ آفتاب آمد دلیل آفتاب انہیں خود انہیں سے مانو ان سے انہیں کو مانگو حضرت ربیعہ نے کہا تھا امثلک مرا لفتک فی الجنتہ۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب کی طرف خوف و امید اور دلائل سے بلایا کیونکہ قوم بھی دور تھی۔

قَالَ الْمَلَأُ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا مِنْ قَوْمِهِ لِلَّذِينَ اسْتَضَعُّوا لِمَنْ

پس کہا اس گروہ نے جنہوں نے غرور کیا ان کی قوم میں سے واسطے ان لوگوں کے جو کمزور سمجھے گئے اس کی قوم کے مجبور و کمزور مسلمانوں سے بولے کیا تم جانتے ہو کہ صالح اپنے رب کے رسول ہیں

أَمْ مِنْهُمْ أَعْلَمُونَ أَنَّ صَالِحًا مُّرْسَلٌ مِّنْ رَبِّهِ قَالُوا إِنَّا بِمَا

واسطے اس کے جو ایمان لایا ان میں سے کیا جانتے ہو تم کہ تحقیق صالح بھیجے ہوئے ہیں ان کے رب بولے وہ جو کچھ بولے کر بھیجے گئے ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں

أُرْسِلَ بِهِ مُؤْمِنُونَ ۝ قَالَ الَّذِينَ اسْتَكْبَرُوا إِنَّا بِالَّذِي آمَنُكُمْ

کی طرف سے بولے وہ بیشک ہم اس پر کہ بھیجے گئے ساتھ اسکے ایمان لانے والے ہیں کہا ان لوگوں نے جنہوں نے متکبر بولے جس پر تم ایمان لائے ہو میں اس سے

بِهِ كِفْرُونَ ۝

نے غرور کیا بیشک ہم ساتھ اسکے ایمان لائے تم جس پر انکار کرنے والے ہو۔

انکار ہے۔

تعلق : ان آیتوں کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کی اس تبلیغ کا ذکر فرمایا گیا جو انہوں نے اپنی کافر قوم کو فرمائی اب ان کفار کے جواب کا ذکر ہے جو اس نفاق قوم نے بالواسطہ دیا۔ گویا علاج کے بعد مریض کے شفا نہ پانے کا ذکر فرمایا جا رہا ہے۔ کیونکہ اس نے حکیم کے حکم پر عمل نہ کیا۔ دوسرا تعلق : پچھلی آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کے دلائل اور ڈرانے کا ذکر ہوا اب ارشاد ہے کہ اس سے بعض لوگ ایمان قبول کر گئے بعض کافر ہی رہے ان کا منظرہ ہو گیا بارش کا ذکر پہلے ہوا اور عمدہ اور شورہ زمینوں کی حالت کا ذکر اب ہے۔ تیسرا تعلق : پچھلی آیات میں ایک معلم کی تعلیم کا ذکر تھا یعنی صالح علیہ السلام کا اب بعض شاگردوں کی محرومی کا ذکر ہے وجہ محرومی یہ ان کے دل میں اس کامل استاد کا احترام نہ تھا تاکہ معلوم ہو کہ تعلیم کا اثر معلم کے احترام سے ہوتا ہے۔

تفسیر : قال اللہ استکبروا من قومہ یہ کلام نیا ہے جس میں قوم کا جواب بیان ہوا ہے پہلے بارہا عرض کیا جا چکا ہے کہ ملا کے معنی ہیں بھرجانا اس کا مقابل ہے خلا یعنی خالی ہونا یا خالی جگہ قرآنی محاورہ میں ملا سرداروں مالداروں دنیاوی وجاہت والوں کی وہ جماعت جن سے لوگوں کے دل رعب و ہیبت سے بھر جادیں اللہ الخ ملا کی صفت ہے یا اس کا بیان استکبار کے معنی ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا اس طرح کہ واقعہ میں تو بڑا نہ ہو مگر سمجھے اپنے کو بڑا اس لئے اللہ تعالیٰ کی صفت متکبر ہے مگر متکبر نہیں۔ ہا استکبار کے معنی ہیں کہ اپنے سے بڑے کے سامنے اپنے کو بڑا سمجھنا یعنی نبی کی بارگاہ میں اپنے کو بڑا جانا وہ جگہ چھوٹا ہونے نچا ہونے کی ہے۔ قوم سے مراد صالح علیہ السلام کی نسبی خاندانی قوم ہے یعنی صالح علیہ السلام کی تقریر و پذیر سننے کے بعد آپ کی قوم کے سرداروں نے کہا جو اپنے کو بڑا سمجھتے تھے اور غریاء مساکین کو چھوٹا خیال رہے کہ رب تعالیٰ نے ان سرداروں کی یہاں تین برائیاں بیان کیں ایک الملاء یعنی سردار قوم ہونا بھی ان کا عیب تھا کہ وہ اس سرداری کی وجہ سے لوگوں کو ایمان سے روکتے تھے۔ دوسرے استکبروا ان کا ناجائز تکبر کیونکہ کفار کے مقابل تکبر عبادت ہے مسلمانوں کے مقابل تکبر حرام ہے اور نبی کے مقابل تکبر کفر ہے ان کا تکبر یہی تیسری قسم کا تھا تیسرا عیب من قومہ کیونکہ قوم نبی ہونا مومن کے لئے بلندی درجات کا ذریعہ ہے مگر کافر کے لئے خدا کا عذاب ہے دیکھو بدترین کافر ابو جہل ابولہب ہیں اس لئے کہ قوم رسول ہو کر کافر رہے یوں ہی کنعان حضرت نوح کا بیٹا۔ للہن استضعفوا لمن امن منہم اس عبارت کا تعلق قال سے ہے۔ قال لہ قال منہ قال لہ کا باریک فرق ہم بارہا بیان کر چکے ہیں قال لہ اس سے کہا قال منہ اس کی طرف سے کہا قال لہ اس کے متعلق کچھ کہا۔ استکبار کی طرح استضعاف کے معنی بھی ہیں کسی کو ضعیف و کمزور جانا اگرچہ وہ واقعی کمزور نہ ہو۔ خیال رہے کہ ان مومنوں کو کفار تو کمزور سمجھتے تھے مگر اللہ کے نزدیک وہ بہت قوی تھے انہوں نے ان مومنوں کے پٹے کپڑے دیکھے دل کا نور نہ دیکھا بجلی کے تار کو نہ دیکھو اندر کے پاور کو دیکھو لمن امن یا تو للہن کا بدل الکل ہے جیسے مرد و بزدل اخیک یا بدل البعض اور مطلب یہ ہے کہ قوم ثمود میں فقراء غریاء دو قسم کے تھے۔ بعض وہ جو حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لا چکے تھے بعض وہ جو کافر رہے تھے۔ سردار ان کفر نے یہ کلام ان فقراء سے کیا۔ جو مومن ہو گئے تھے کفار سے تو وہ سردار راضی خوشی تھے (معانی خازن کبیر وغیرہ) اتعلمون ان صالحا مرسل من ربہ صالح علیہ السلام نے اپنی قوم کو رب تعالیٰ کی ذات و صفات بتائیں قوم نے رب یا اس کی صفات پر کوئی اعتراض نہ کیا بلکہ صالح علیہ السلام کی ذات

پر طعن کیا وہ بھی غراء مومنوں کے سامنے پتہ لگا کہ اصل ایمان نبی کا ماننا ہے اصل کفران کا انکار غالباً یہ سوال بطور تعجب ہے ان بد نصیبوں نے صلح علیہ السلام کو نبی جان لینے پر تعجب کرتے ہوئے کہا کہ اے کم عقلو کیا تمہاری عقل میں یہ بات آگئی کیا تم نے مان لیا جان لیا کہ صلح علیہ السلام جیسے مسکین آدمی کو رب نے تمہاری طرف رسول بنا کر بھیجا جن کے پاس نہ مل ہے نہ بڑی جماعت نہ جسمانی شہ زوری نہ کوئی اور کمال من وہ کے بعد اننا یا الکھم پوشیدہ ہے ان کو رسول ماننا عقل کے خلاف ہے۔ قالوا انا بما اومل بہ مومنون سبحان اللہ کیسا ایمان افروز جواب ہے اس جواب میں صرف نعم یا بلایا علم نہیں فرمایا نیز اس میں صرف صلح علیہ السلام کا ذکر نہیں کیا بلکہ بجائے علم کے اپنے ایمان کا ذکر کیا ایمان علم کا اعلیٰ درجہ ہے کیونکہ جتنا پہچانتا بلکہ مانتا تو میں باپ استاد حاکم کا بھی ہو سکتا ہے مگر ایمان صرف نبی پر۔ ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ امتی اپنے کو نبی کی ملک سمجھے کہ ہمارے جسم کے ہر میل ہر عضو ہمارے کھانے پینے بلکہ ہمارے اوقات سارے حالات کے نبی مالک ہوں ان کے کسی حکم پر جرح نہ ہو غلاموں کی طرح بے چون و چرا ان کی ہر بات مانوں اور بجائے صلح علیہ السلام کے اومل بہ کا ذکر فرمایا یعنی تم تو اس پر مرے جا رہے ہو کہ ہم نے صلح علیہ السلام کو نبی جان لیا۔ ارے یو قوفو ہم تو ان کی ذات ان کی صفات ان کے معجزات ان کی تعلیم ان کے حالات ان کے کمالات پر ایمان لاچکے۔ ما اومل سے مراد یا تو ان کے سارے احکام عبادات وغیرہ ہیں یا ان کی ساری عبادات عادات بھی کہ یہ سب رب کی طرف سے ہیں اسی لئے ان کی عادات امت کے لئے سنتیں ہوتی ہیں۔ جن پر عمل باعث ثواب ہے یہ بھی یاد رکھو کہ ایمان ہر نبی پر چاہئے ان کے سواء کسی ولی قطب حاکم یا باپ پر ایمان نہیں مگر ایمان ہما اومل یہ صرف اپنے نبی پر ہو گا ہم جن کی امت میں ہیں گزشتہ نبیوں پر ہمارا ایمان ہے مگر ان کے احکام پر ایمان نہیں کہ وہ منسوخ ہو چکے۔ حضور پر بھی ہمارا ایمان ہے اور حضور کے تمام احکام و عبادات و عادات پر بھی ایمان چونکہ وہ صلح علیہ السلام کی امت میں تھے اس لئے یہ حکم تھا۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ نے کفار کے متعلق استکبروا فرما کر ان کی انتہائی ذلت کا ذکر فرمایا اور مومنین کے متعلق استضعفوا فرما کر ان کی انتہائی عظمت کا ذکر کیا یونہی کفار کا قول اتعلمون نقل فرما کر ان کی انتہائی جہالت و کفر بیان فرمایا اور مومنوں کے متعلق مومنون فرما کر ان کی انتہائی تعظیم فرمائی کہ انہوں نے کفار کو منہ توڑ دھن دوڑ جواب دیا۔ جس سے کفار ذلیل ہو گئے۔ یہ بھی خیال رہے کہ انہوں نے انما نہیں کہنا نظم کہا بلکہ مومنون فرمایا جس سے دوام اور ہمیشگی کا پتہ چلے یعنی ہم تو پہلے ہی سے یا عالم ارواح سے ان پر ایمان والے ہیں رب کے انتخاب میں آچکے ہیں۔ قال اللہ استکبروا یہ کفار کا جواب الجواب ہے جو انہوں نے مومنین کو دیا۔ چونکہ اس جواب کی وجہ ان لوگوں کا اپنے کو بیڑا سمجھنا تھا یہی ان کے کفر شرک کی وجہ تھی اس وجہ سے وہ نبی کی تعلیم مومنوں کے جواب پر دھیان نہ دیتے تھے اس لئے صرف قالوا نہ کہا بلکہ اتنی بڑی عبارت ارشاد فرمائی اللہ استکبروا علم بلاغت میں یہ بات صراحہ بیان ہوئی کہ کسی کی محبوبیت یا مقبولیت یا مردودیت بتانے کے لئے اس کا نام بار بار لیتے ہیں ضمیر سے کام نہیں لیتے۔ انا بالذی استتم بہ کافرون جس درجہ کا ایمان افروز کلام ان مومنوں نے کیا تھا اسی درجہ کا کفر و طغیان سے بھر اہو جواب ان کفار نے دیا ان بد نصیبوں نے یہ نہ کہا کہ ہم حضرت صلح علیہ السلام کے انکاری ہیں نہ یہ کہا کہ جو چیزیں وہ لے کر آئے ہیں ہم ان کے انکاری ہیں بلکہ یہ کہا کہ جن چیزوں پر تم ایمان لائے ہم ان کے انکاری ہیں ان کے منہ سے وہ بات نکل جس نے فیصلہ کر دیا یعنی جو چیز تمہارے لئے ایمان کا ذریعہ ہے وہی چیز ہمارے لئے کفر و طغیان کا ذریعہ ہے تم انہیں مان کر مومن بنے ہم انہیں نہ مان کر کافر ہوئے یا کافر رہے۔

خیال رہے کہ تبلیغ نبوت سے پہلے کافر اس کا اور حال ہے اور تبلیغ نبوت کے بعد کافر اس کا اور حال پہلے کفر سے دنیا میں عذاب الہی نہیں آتا دوسرے کفر سے عذاب آتا ہے۔ رب فرماتا ہے وما کنا معنن حتی نبعث رسولا پھر نبی کی نبوت اور مومنوں کا ایمان دیکھنے کے باوجود کفر یہ تو خدا کی پناہ بڑے ہی عذاب کا باعث ہے۔

خلاصہ و تفسیر : حضرت صالح علیہ السلام کا یہ فرمان فیض ترجمان سکران کے چودھری سردار سرداروں نے جو تھے تو بڑے ذلیل مگر اپنے کو سمجھتے تھے بڑا عزت والا ان مساکین مومنین سے کہا جو تھے تو عزت والے مگر یہ سردار انہیں کمزور و ضعیف جانتے تھے بولے کہ اے بھولے بھالے لوگو کیا تم یہ جانتے ہو کہ صالح علیہ السلام جیسے مسکین و نادار جن کا دنیا میں کوئی امیر سا تھی نہیں انہیں رب نے رسول بنا کر تمہارے پاس بھیجا۔ کیا رب تعالیٰ کو نبوت کے لئے اور کوئی بڑا آدمی نہیں ملا کیونکہ دنیاوی حکومتیں جنہیں حاکم بناتی ہیں انہیں روپیہ عمدہ فوجی و پولیس کی طاقت دیتی ہی نبی رب کی طرف سے قوم کے حاکم ہوتے ہیں تو ان کے پاس یہ قوتیں چاہئے تھیں یا اے غریبو تم نے ہم سے پوچھے بغیر حضرت صالح کو نبی کیوں جان مان لیا اب تم ہماری بستی میں نہیں رہ سکتے مومنین نے جواب دیا کہ تم تو ہمارے جاننے کے متعلق پوچھتے ہو ہم تو حضرت صالح علیہ السلام ان کی صفات ان کے فرمان ان کی تعلیم ان کے معجزات پر پہلے سے ہی ایمان لا کر زمرہ مومنین میں داخل ہو چکے ہیں یو قوفو جسمانی حکام کے پاس جسمانی طاقت چاہئے روحانی حکام کے پاس روحانی طاقت نبی روحانی حاکم ہیں ان کی طاقت ان کے معجزات سے ظاہر ہے وہ پہاڑ سے حاملہ لوثنی نکل سکتے ہیں یوں ہی اے بے وقوفو جسمانی کام جسمانی افسروں سے پوچھ کر ان کی اجازت سے کئے جاتے ہیں مگر روحانی افسروں کی اجازت سے ایمان روحانی کام تھا جو ہم نے صالح علیہ السلام کے حکم سے کر لیا تم سے کیوں پوچھتے جیسے جسمانی گندگی جسمانی پانی سے دور ہوتی ہے مگر روحانی گندگی روحانی پانی سے کلمہ طیبہ سے گند اکپڑا پاک نہیں ہوتا اور غسل دینے سے کافر مومن نہیں بن جاتا تو یہ شیخی خورے متکبر لوگ بولے کہ جن چیزوں پر تمہارا ایمان ہے ہم انہیں تمام چیزیں کے منکر و کافر ہیں۔ گویا اپنے کفر و طغیان کا خود ہی اقرار کر لیا۔

فائدے : ان آیتوں سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : ہمیشہ انبیاء کرام پر ایمان پہلے غریب و مساکین لائے ہیں۔ رہے امیر و سردار وہ یا تو ایمان لائے نہیں یا لائے تو بعد میں الا انشاء اللہ۔ یہ فائدہ قال الملاء الذین ارنح سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ : اللہ کی نعمتوں سے محرومی کی سب سے بڑی وجہ تکبر و غرور ہے اور نعمتیں ملنے کا ذریعہ عجز و انکسار ہے۔ یہ فائدہ استکبروا ارنح سے حاصل ہوا۔ موسم بہار میں ہر جگہ سبزہ ہو جاتا ہے مگر پتھر پر سبزہ نہیں ہوتا کہ وہ سخت ہے لوہا نرم ہو کر پرزہ بنتا ہے زمین نرم ہو کر کھیت و باغ بنتی ہے آنا نرم ہو کر شیر مال و پر اٹھاتا ہے۔ انسان کا دل نرم ہو کر عارف باللہ بنتا ہے جس پر رب کرم کرتا ہے اس کا دل نرم کر دیتا ہے۔ تیسرا فائدہ : دنیا دار امیر و سردار اپنے کو بڑا آدمی سمجھتا ہے مگر وہ اللہ کے نزدیک بہت چھوٹا حقیر و ذلیل ہے مومن غریب بھی ہو وہ اللہ کے نزدیک بڑا ہے عزت و عظمت والا ہے۔ یہ فائدہ استکبروا ارنح سے حاصل ہوا جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ استکبار کے معنی ہیں اپنے کو بڑا سمجھنا حالانکہ بڑا ہو نہیں۔ رب فرماتا ہے العزة لله ولرسوله وللمومنین چوتھا فائدہ : غریب و مسکین مومن کو دنیا والے اگرچہ ضعیف و کمزور یا ذلیل سمجھیں مگر وہ اللہ کے نزدیک بڑا قوی اور عزت والا ہے۔ یہ فائدہ للمومنین استضعفوا سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ : حضرات انبیاء کرام کے کسی وصف یا لہن کی کسی چیز کا مذاق اڑانا کفر ہے یہ فائدہ تعلمون ان صالعا ارنح سے حاصل ہوا کہ کفار نے

مومنین سے یہ سوال حضرت صالح علیہ السلام کا مذاق اڑاتے ہوئے کیا تھا جسے رب تعالیٰ نے ان کے کفریات میں شمار فرمایا۔ چھٹا فائدہ: اجمالی ایمان شرعاً قبول ہے جیسے ہم تمام نبیوں پر ایمان لاتے ہیں خبر نہیں وہ کتنے ہیں یونہی یہ ماننا درست ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے فرمانوں پر ہمارا ایمان ہے۔ خبر نہیں وہ فرمان کتنے اور کیا ہیں۔ یہ فائدہ ہمارے اصل ہمارے سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: ایمان کا دار و مدار نبوت پر ہے نبوت اصل ایمان ہے اسے مانو تو سب کو مان لیا اس کا انکار کر دیا تو سب کا انکار کر دیا۔ یہ فائدہ بھی ہمارے اصل ہمارے مومنوں سے حاصل ہوا کہ ان لوگوں نے امننا باللہ یا امننا بالملک یا امننا بالقامت نہ کہا۔ آٹھواں فائدہ: نبی کو جاننا پہچاننا نجات کے لئے کافی نہیں بلکہ انہیں ماننا ان پر ایمان لانا ضروری ہے دیکھو کفار نے کہا تھا اتعلمون ان صالحاً الخ ان مومنین نے نعلم نہ کہا بلکہ مومنوں فرمایا رب تعالیٰ کفار عرب کے متعلق فرماتا ہے يعرفونہ کما يعرفون ابناءہم مگر اس کے باوجود وہ لوگ مومن نہ بنے۔ جاننے پہچاننے اور ماننے میں فرق ہم پہلے پارہ میں يعرفونہ کما يعرفون ابناءہم کی تفسیر میں عرض کر چکے ہیں۔ نواں فائدہ: ایمان چاہئے عام مسلمانوں کا سا علیحدہ راستہ اختیار کرنا جو مسلمانوں کی راہ کے خلاف ہو کفر ہے۔ یہ فائدہ انا بالذی امنتم بہ کافرون سے حاصل ہوا کہ کفار نے اپنا کفر مومنین کے ایمان پر مبنی کیا کہ کہا کہ تم جن چیزوں پر ایمان لائے ہم ان کے انکاری ہیں رب فرماتا ہے فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اهتلوا حضور فرماتے ہیں اتبعوا السواد الاعظم مسلمان کے بڑے گروہ کی پیروی کرو وہ بڑا گروہ اہل سنت والجماعت ہی کا ہے اور فرماتے ہیں کہ بھیڑی اسی بکری کا شکار کرتا ہے جو اپنے ریوڑ سے علیحدہ ہو جاوے اسی طرح شیطان اس کا شکار کرتا ہے جو مسلمانوں کی جماعت سے الگ ہو جاوے۔ دسواں فائدہ: صحیح تاریخ اور تاریخی حالات گزشتہ قوموں کے واقعات معلوم کرنا بہت اچھا ہے دیکھو قرآن مجید نے گزشتہ مومن اور کافر قوموں کے تاریخی واقعات بیان فرمائے تاکہ لوگوں کو ایمان اور نیک اعمال کی رغبت ہو اور کفر و طغیان سے نفرت۔ گیارہواں فائدہ: اپنا دین برگزینہ چھپائے خواہ کیسا ہی خطرہ ہو۔ یہ فائدہ مومنوں سے حاصل ہوا کہ ان حضرات نے ایسے نازک موقع پر اپنا دین نہیں چھپایا۔ بارہواں فائدہ: گمراہ گردوں کو ایسا منہ توڑ سخت جواب دینا چاہئے کہ وہ ہم کو گمراہ کرنے سے مایوس ہو جاویں اور آئندہ ہم پر داؤ نہ چلائیں۔ یہ فائدہ بھی مومنوں سے حاصل ہوا کہ ان کے سامنے نرم گفتگو کرنا انہیں اپنے پرولیر کرنا ہے۔ تیرہواں فائدہ: نبی کا دامن دارالامان ہے۔ عقلی دلائل پر جرح ہو سکتی ہے۔ عشق رسول پر جرح نہیں ہوتی دیکھو ان مومنین نے فیصلہ کن بات یہ کہی کہ ہم تو حضرت صالح کی ہر ادھر پر ایمان لائے جو وہ کہیں گے سومانیں گے۔ چودھواں فائدہ: ایمان میں قوت قلب ہوتی ہے کفر میں ضعف قلب۔ دیکھ لو ان مساکین نے چودھویوں کے دھڑے کو کیسا دو ٹوک جواب دیا ان کی جماعت و دولت سے خوف نہ کیا۔

پہلا اعتراض: یہاں کفار کے لئے اور مومنین کے لئے اتنی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی اللہن استکبروا اور اللہن استضعفوا صرف متکبرین اور ضعیفاء فرمایا کافی تھا وہ اس سے مختصر بھی ہوتا جواب: یہ بتانے کے لئے کہ کفار واقعی بڑے نہ تھے اور مومن ضعیف نہ تھے واقعہ اس کے برعکس تھا کہ کفار ضعیف مومنین بڑے تھے ان بد نصیبوں نے اپنی اندھی سمجھ سے یہ سمجھ رکھا تھا اس ایک کلمہ میں ان کی حقیقت ان کا واقعہ سب کچھ بتلایا گیا ابھی ہم تفسیر میں متکبر اور مستکبر کا فرق بیان کر چکے ہیں۔ دوسرا اعتراض: اللہن استضعفوا کے بعد اللہن امنوا کیوں ارشاد ہوا۔ جواب: یہ بتانے کے

لئے کہ کمزور لوگ دو قسم کے تھے بعض مومن کافر سرداران کفریہ کو اس مومن ضعفاء سے کرتے تھے نہ کہ کافر ضعفاء سے
 لعن امن بدل البعض یا بیان ہے للنفق استضعفوا کاس میں لام دوبارہ لایا گیا۔ نحوی قاعدے سے یہ ترکیب بالکل درست
 ہے۔ تیسرا اعتراض: کفار نے مومنین سے کہا تھا ا تعلمون ان صالحا الخ اس کا جواب نعم ہا بلی یا نعم تھا مگر مومنین
 نے انا ہما اصل اور مومنوں کیوں فرمایا۔ جواب: مومنوں کے اس حکیمانہ جواب میں بہت حکمتیں ہیں جن میں سے
 بعض تو ہم ابھی تفسیر میں عرض کر چکے اور ان شاء اللہ حکمتیں تفسیر صوفیانہ میں عرض کریں گے کہ کفار نے تو اس پر تعجب اور
 انکار کیا تھا کہ تم صلح علیہ السلام کو رسول جانتے ہو انہوں نے کہا ہم انہیں رسول جانتے ہی نہیں بلکہ ان پر ان کی رسالت وغیرہ پر
 ایمان لائے ہیں تاکہ کفار اور زیادہ جلیں۔ چوتھا اعتراض: یہ حکمتیں تو اسنا بہ کہہ دینے سے بھی حاصل ہو سکتی تھیں کہ
 ہم ان پر ایمان لائے ہما اصل بہ مومنوں اتنی دراز عبارت کی پھر بھی ضرورت نہیں تھی۔ جواب: اس کا جواب ابھی
 تفسیر سے معلوم ہو چکا کہ مومنوں فرما کر یہ بتایا کہ ہم تو اول سے ہی ان کے مومن ہیں اور ان شاء اللہ آخر تک مومن رہیں گے
 مومنوں کہنے میں دوام بتایا۔ پانچواں اعتراض: کفار نے ان مومنوں کے جواب میں اتنی دراز عبارت کیوں بولی انا
 بالنی امتم بہ کافرون اور رب تعالیٰ نے بغیر ترمیم وہ نقل کیوں فرمائی۔ جواب: یہ بتانے کے لئے کہ جیسے ایمان اجمالی
 قبول ہے ایسے ہی کفر اجمالی بھی عذاب کے لئے کافی ہے اور اس سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے اگر کوئی کہے کہ میرا عقیدہ
 مسلمانوں کا سا نہیں وہ بھی کافر ہے اگرچہ صراحت "توحید رسالت قیامت وغیرہ کا انکار نہ کرے اس کا یہ کہنا ہی ان تمام ایمانیات کا
 انکار ہے جن پر ایمان لانا ضروری ہے یوں ہی یہ کہنا کہ میں ہر اس کا انکاری ہوں جس کے مسلمان اقرار ہی ہیں بھی کفر ہے۔

تفسیر صوفیانہ : انسان میں ہی قوم نمود موجود ہے اس میں مومن ہیں اسی میں صلح علیہ السلام کی طرح مصلح نفس امارہ گویا
 کافر نمودی ہے قلب گویا مومن نمودی ہے روح گویا صلح و مصلح ہے یعنی خود نیک اور دوسرے کو نیک کرنے والی۔ نفس امارہ
 گویا قلب سے پوچھتی ہے کہ کیا تو روح کو اپنا مصلح جانتا ہے تو قلب مومن میں سے آواز آتی ہے کہ میں تو ازل سے روح اور
 روحانی لوگوں اور تمام روحانی باتوں پر ایمان لا کر مومن ازلی بن چکا ہوں تب نفس امارہ سرکشی کرتے ہوئے کہتا ہے کہ میں تو روح
 کو ہرگز ہرگز نہیں مانتا صوفیاء فرماتے ہیں کہ انا ہما اصل بہ میں بعلت کی ہے اور مطلب یہ ہے کہ ہم تمام ایمانیات کو
 اسے لئے مانتے ہیں کہ وہ بواسطہ صلح علیہ السلام ہم تک پہنچے اسی کا نام ایمان ہے یعنی توحید فرشتے قیامت وغیرہ کو اس لئے مانے
 کہ یہ باتیں ہم کو نبی نے بتائیں محض عقل سے یہ باتیں من لینا توحید تو ہے ایمان نہیں ایمان کے لئے نبوت کا واسطہ ضروری ہے
 درخت کی شاخیں پتے پھل پھول جب ہی ہرے بھرے رہتے ہیں جب انہیں پانی کھاد دھوپ ہو وغیرہ جڑ کے ذریعہ سے
 ملے۔ جڑ سے کٹ جانے پر اگر شاخوں پتوں کو کھاد وغیرہ سب کچھ دیا جائے کیونکہ جڑ کا واسطہ بیج میں نہ رہا یہی حال اعمال کا ہے
 اگر کوئی نبی کا دامن چھوڑ کر ہر قسم کے نیک اعمال کرے وہ متقی یا صلح نہیں سب نیکیوں کی اصل دامن رسول ہے اس کے لئے
 ابلیس کی مثل موجود ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ فرشتوں وغیرہ تمام ایمانیات کو مانتا ہے مگر نبی کا انکاری ہے کافر ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں
 کہ ایمان اور شرعی اعمال ہرگز نہ چھپائے مگر ولایت غوثیت قطبیت بعض اولیاء اسے چھپاتے ہیں بعض ظاہر کرتے ہیں حضور
 غوث پاک نے اپنے درجات کس شان سے اپنے قصیدے میں بیان کئے یہ ہے اظہار ولایت کتاب خیر الخیر شریف میں مولانا
 محبوب عالم صاحب قدس سرہ فرماتے ہیں کہ بعض اولیاء اپنی ولایت کو چھپاتے ہیں بعض اپنے کو ملامت کراتے ہیں ان دونوں

کاموں کی بہتر تدبیر یہ ہے کہ وہ مولوی بن جائے مولوی کتنا ہی بڑا ہو اسے ولی کوئی نہیں کہتا لوگ اس پر ملامت ہی کرتے ہیں اس شکل میں دو فائدے ہوں گے ایک یہ کہ یہ صورت جناب مصطفیٰ کی ہے جس پر رحمت الہیہ عاشق ہے دوسرے یہ کہ اس سے ولایت چھپی رہے گی۔

فَعَقَرُوا النَّاقَةَ وَعَتَوْا عَنْ أَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوا يُصْلِحُ آئِنَّا

پس کاٹ دیئے انہوں نے پاؤں اونٹنی کے اور سرتابی کی اپنے رب کے حکم اور بولے اے صالح دُعا ہمارے
پس ناقہ کی کھچیں کاٹ دیں اور اپنے رب کے حکم سے سرکشی کی اور بولے اے صالح ہم پر سے آؤ

بِمَا تَعِدُنَا إِنْ كُنْتَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ ۝

پاس وہ کہہ ہو وعدہ کرتے تم ہم سے اگر تم رسولوں میں سے
جس کا تم وعدہ دے رہے ہو اگر تم رسول ہو۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں صلح علیہ السلام اور ان کی قوم کی گفتگو کا ذکر ہوا تھا اب اس کا فری بدکرداری کا ذکر ہے یعنی قوی مقابلہ کے بعد عملی مقابلہ کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت صلح علیہ السلام کے اپنی قوم کو ڈرانے کا ذکر تھا اب اس کے ظہور کا تذکرہ ہے کہ جو کچھ صلح علیہ السلام نے فرمایا تھا وہی ہوا۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں قوم ثمود کے قوی کفر کا ذکر تھا کہ انہوں نے کہا کہ ہم ان کے انکاری ہیں اب ان کے عملی کفر کا تذکرہ ہو رہا ہے کہ انہوں نے جو کہا تھا وہ کر کے دکھا دیا گویا سرکشی کی ابتدا یہ کفر پہلے تھا انتہا کا ذکر اب ہے۔

تفسیر : فعقروا الناقة اس عبارت میں ی صرف معلومت بیان کرنے کے لئے ہے۔ مہلت یا فاصلہ کے لئے نہیں کیونکہ قوم نے فوراً ہی اونٹنی کو ذبح یا زخمی نہیں کر دیا تھا۔ بلکہ بہت عرصہ کے بعد کیا تھا یا یوں کہو کہ ان لوگوں نے ذبح کی اسکیم بہت پہلے بنالی تھی ذبح بہت عرصہ کے بعد کیا یہاں تیاری ذبح کے لحاظ سے ی ارشاد ہوا۔ عقر کے لغوی معنی ہیں پاؤں کی کوچیں کاٹنا مگر یہاں اس سے مراد ہے ذبح یا زخم کر دینا کیونکہ اونٹ ذبح کے وقت لولا اس کی کوچیں کاٹتے ہیں۔ پھر اسے ذبح یا زخم کرتے ہیں۔ اگرچہ اونٹنی کو ذبح کرنیوالا ایک شخص تھا قیدار ابن سالف اور ایک شخص اس کا مددگار تھا۔ مصدع ابن دھر مگر چونکہ یہ کام ساری قوم کے مشورہ ان کی رضا سے ہوا تھا اس لئے ان سب کو اس کا فاعل قرار دیا گیا۔ رب فرماتا ہے لنا دوا صاجہم لتعاطی لعقروا وہ آیت کریمہ اس آیت کی تفسیر ہے الناقة سے مراد ہے وہی اونٹنی جو بطور معجزہ پہاڑ سے نکلی گئی تھی اس میں السلام عہدی ہے یعنی کچھ عرصہ کے بعد قوم ثمود کے کفار نے اسی اپنی مانگی ہوئی اونٹنی کو ذبح کر کے ہلاک کر دیا اس اونٹنی کا ذبح کر دینا قرآن مجید میں جگہ جگہ مذکور ہے مگر اس کے بچہ کے متعلق کوئی روایت نہیں ملی کہ وہ بھی ذبح کیا گیا یا نہیں۔ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ وہ بھی ذبح کر دیا گیا، بعض نے فرمایا کہ وہ بھاگ کر اس پہاڑ میں غائب ہو گیا جہاں سے اس کی منکلی تھی اس طرح کہ پتھر اور وہ اس میں سا گیا قریب قیامت جو چاہتا الارض نکلے گا وہی بچہ ہو گا۔ جس کے متعلق قرآن مجید

فرماتا ہے۔ اخرجنا لهم دابة من الارض (تفسیر صلی) واللہ ورسولہ اعلم وعتوا عن امر ربہم یہ عبارت معطوف ہے عقروا پر ظاہر یہ ہے کہ اس میں ان کے اس جرم ذبح کا ذکر ہے یعنی انہوں نے یہ حرکت نادانی یا مجبوری سے نہیں کی بلکہ سرکشی سے کی عتوبنا ہے عتو سے معنی سرکشی اور اپنی حد سے نکل جانا۔ چونکہ اس میں تولی کے معنی شامل ہیں اس کے بعد عن ارشاد ہوا (روح المعانی) ورنہ عتو کے بعد عن نہیں آتا رب فرماتا ہے ہر صرصر عاتبتہ۔ امر رب سے مراد وہی حکم ہے جو ان کو حضرت صالح علیہ السلام کی معرفت دیا گیا تھا یعنی اونٹنی کا احترام کرنا اس کی حفاظت کرنا لذوہا تا کل فی ارض اللہ الخ یہی معنی بالکل ظاہر ہیں۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ عتو سے مراد ہے اور دو سری قسم کی نافرمانیاں علاوہ ذبح اونٹنی کے اور عن معنی ب سیہ ہے امر معنی ارلوه یعنی بہ ارلوه الٹی ان لوگوں نے اس کے علاوہ اور سرکشیاں بھی کی تھیں آخری سرکشی اونٹنی کا ذبح تھا اس صورت میں یہ جملہ لعقروا کے فاعل سے حل ہے (از روح المعانی) مگر عام مفسرین پہلے معنی کرتے ہیں وقالوا یا صالح انتنا بما تعلنا یہ ان کی ڈھٹائی کا بیان ہے کہ وہ ایسے ڈھیٹ تھے کہ اس جرم پر شرمندہ ہونے کی بجائے لٹے شیخی اور نبی کے مقابلہ میں آگئے یہ بکو اس کرنے والے یا تو سارے کفار تھے یا وہی دو آدمی قیدار اور مصدع جنہوں نے ذبح کیا تھا مگر چونکہ ان کا قول بھی ساری قوم کے اشارہ پر تھا اس لئے لعلوا جمع ارشاد ہوا۔ اپنے نبی کو صرف ہم لے کر پکارنا بھی بے لوبی ہے یہ بھی ان کے کفر کی نشانی تھی۔ اس سے مراد وہ عذاب ہے جس سے آپ اپنی قوم کو ڈراتے تھے یعنی وہ لوگ اونٹنی ذبح کر کے بولے کہ اے صالح جس عذاب سے آپ ہم کو ڈراتے تھے وہ لے آؤ ہم نے آپ کی مخالفت پوری کر لی۔ ان کنت من المرسلین یہ عبارت انتنا کی شرح مؤخر ہے۔ یعنی آپ کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں ہم کہتے ہیں کہ آپ اللہ کے رسول نہیں۔ اگر آپ سچے ہیں واقعی اللہ کے رسول ہیں تو ہم پر عذاب لائیے۔ اگر آپ عذاب لے آئے تو آپ سچے ورنہ ہم سچے۔ گویا اپنی موت خود اپنے منہ سے مانگ رہے ہیں۔

خلاصہ تفسیر : صالح علیہ السلام نے ان کفار کو ہر طرح سمجھایا راہ راست پر لانے کی کوشش کی ان کو منہ مانگا معجزہ یعنی اونٹنی پھر سے نکل کر دکھائی اونٹنی کے احترام کا انہیں حکم دیا ان تمام باتوں کے باوجود قوم ثمود نے اونٹنی کو ذبح کر ڈالا اور اپنے رب کے حکم سے سرتابی کی کہ جس کے احترام اور حفاظت کا حکم تھا اسے ذبح کیا اس سے پہلے بھی وہ سرکشی کرتے رہتے تھے ان کی ڈھٹائی کا یہ حل تھا کہ ذبح کر دینے کے بعد صالح علیہ السلام سے نہایت بد تمیزی سے بولے کہ اے صالح ہم نے تو اپنا کام کر دیا اب تم بھی وعدہ کیا ہوا عذاب لاؤ اگر تم رسول ہو تو عذاب لا کر دکھاؤ اگر عذاب نہ لائے تو ہم سمجھیں گے کہ ہم اپنے اس خیال میں سچے تھے کہ آپ رسول نہیں۔

لوٹنی کا ذبح : قوم ثمود کے مطالبہ پر اللہ تعالیٰ نے پہاڑ سے غیبی اونٹنی پیدا فرمائی جس کے پیدا ہوتے ہی قد اور بچہ دیا یہ ماں اور بچہ ثمود کی بستی میں رہنے سننے لگے قوم ثمود کو تین دشواریوں کا سامنا ہوا ایک یہ کہ وہ اونٹنی بہت موٹی اور ڈیل ڈول والی تھی ان کے دو سرے جانور اسے دیکھ کر بدکتے بھاگتے تھے حضرت موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ میں ثمود کی زمین میں گیا میں نے وہ جگہ ٹاپی جس میں وہ اونٹنی بیٹھتی تھی سات ہاتھ تھا۔ دو سری مصیبت انہیں یہ پڑی کہ یہ ماں اور بچہ ہر طرف پھرتے تھے ہر ایک کا کھیت کھاتے انہیں مارنے یا نکلانے یا بانگنے کی اجازت نہ تھی جیسے آج حرم شریف کے شکاری جانور جنہیں بھڑکانہ بھگانا حرام ہے۔ انہیں یہ بات بہت گراں معلوم ہوتی تھی۔ تیسری یہ کہ ہر تیسرے دن اونٹنی اس کنویں کا پانی ساراپی کر اسے خشک کر دیتی

تھی انہیں اس میں سے ایک قطرہ لینے کی اجازت نہ تھی پھر جو بیس گھنٹہ میں پانی کنویں میں جمع ہوتا پھر یہ پیتے۔ اگرچہ وہ دودھ بھی غارتی تھی کہ یہ سب لوگ پی کر سیر ہو جاتے مگر قوم ثمود میں دو عورتیں تھیں بڑی خوبصورت اور بڑی ہی بل دار جن کی لڑکیاں ان سے بھی بڑھ کر حسینہ جمیلہ تھیں۔ ایک کانام عنیزہ ام غنم دو سری کانام قاصدہ بنت مختار ان کی کھیتی باڑی بھی بہت تھی اور ان کے جانور بھی بہت زیادہ تھے ان دونوں کو حضرت صالح علیہ السلام سے سخت عداوت تھی۔ یہ چاہتی تھیں کہ کسی صورت سے یہ اونٹنی ماردی جائے صدقہ نے اپنے چچا زاد بھائی مصدع ابن دہر کو بلایا بولی میں بیوہ ہوں تجھ سے نکاح کر لوں گی بشرطیکہ تو اونٹنی کو ہلاک کر دے پھر دوسرے شخص قدار ابن سالف کو بلایا۔ جو درحقیقت حرامی تھا اس سے بولی کہ تو بھی اونٹنی کے ذبح میں مدد کر اور میری جس بیٹی سے چاہے نکاح کر لے ان دونوں نے بہت خوشی سے یہ بات منظور کر لی ان دونوں نے اپنے ساتھ نو آدمی اور ملائے ساری قوم نے ان سے ہر طرح کے تعاون کا وعدہ کیا اسکیم یہ بنائی کہ پہلے صالح علیہ السلام کو شہید کر دے پھر اونٹنی کو ذبح کر دے صالح علیہ السلام دن بھر شہر میں رہتے تبلیغ کرتے تھے رات میں شہر کے باہر ایک پہاڑ کے دامن میں مسجد تھی وہاں عبادت کرتے تھے یہ لوگ پہاڑ کے غار میں چھپ کر بیٹھ گئے۔ حضرت صالح علیہ السلام جب یہاں آئیں گے ہم نکل کر انہیں شہید کر دیں گے نو آدمی وہاں چھپ گئے ان پر غار گر گیا وہ تو وہاں ہی ختم ہو گئے بقیہ ان دونوں نے شور مچایا کہ صالح علیہ السلام نے ہمارے نو آدمی ماردیئے اس پر بستی کے لوگ طیش میں آکر بولے کہ اب ہم اونٹنی ضرور ذبح کریں گے چنانچہ قوم کے مشورہ سے قدار اور مصدع دونوں اس پہاڑ کے دامن میں جا چھپے جہاں سے اونٹنی نکلی تھی جب اونٹنی مع اپنے بچہ کے اوھر سے نکلی ہنویں کلانی پی کر تو مصدع نے اس کے تیر مارا جس سے اونٹنی کی پنڈلی سخت زخمی ہو گئی اور وہ گر گئی۔ پھر قدار تلوار لئے ہوئے جلدی سے نکلا اس نے پہلے تو اونٹنی کے پاؤں کاٹے پھر اسے ذبح کر دیا اونٹنی نے تین آوازیں نکالیں اور جان دے دی اس کا بچہ اس پہاڑ میں گیا وہ پہاڑ پھٹا بچہ اس میں سما گیا قوم نے اونٹنی کا گوشت آپس میں تقسیم کر لیا یہ واقعہ تفسیر روح البیان سے نقل کیا گیا بقیہ مدح العالیٰ غار اور تفسیر کبیر تفسیر صلوٰی تفسیر ابن کثیر نے کچھ فرق سے بہت طویل بیان فرمایا۔ تفسیر ابن کثیر نے بیان کیا کہ قدار ابن سالف ابن خدع پست قد نیلی آنکھ سرخ رنگ تھا اس کی ماں تھی تو سالف کی بیوی مگر اس نے ایک شخص حسن بن سنان سے بدکاری کی جس سے یہ پیدا ہوا۔ بدترین مخلوق میں سے قدار ابن سالف ہے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: گناہ کرنا گناہ کرنا گناہ پر مدد کرنا گناہ کا مشورہ دینا سب ہی جرم ہے سب پر عذاب آسکتا ہے یہ فائدہ فقہ و اجماع فرمانے سے حاصل ہوا دیکھو اونٹنی کو ذبح کرنے والا ایک یا دو شخص تھے مگر فرمایا گیا کہ ان سب نے ذبح کیا کیونکہ مشورہ سب نے دیا تھا۔ دوسرا فائدہ: انبیاء کرام کی بارگاہ میں زاری چاہئے وہاں زور نہ دکھانا چاہئے۔ بنوں نے وہاں زور دکھایا وہ مارے ہی گئے یہ فائدہ وعثوا عن اموالہم سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: حکم رسول دراصل حکم رب تعالیٰ ہے انکی فرماں برداری رب کی فرماں برداری ہے انکی نافرمانی رب کی نافرمانی ہے کہ وہ جو کچھ بولتے ہیں رب کے حکم سے بولتے ہیں۔ یہ فائدہ بھی وعثوا عن اموالہم سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ: حضرات انبیاء کرام کا مقابلہ دراصل رب تعالیٰ کا مقابلہ ہے دیکھو قوم ثمود نے خدا تعالیٰ سے نہیں کہا تھا کہ ہم پر عذاب بھیج بلکہ صالح علیہ السلام سے کہا تھا یا صالح انتنا بما تعدنا انا لعلک تفرج مگر رب تعالیٰ نے اسے اپنا مقابلہ قرار دیا بارگاہ الہی بہت ہی غیور ہے ساری مخلوق سے بڑھ کر غیرت والے حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہیں اور حضور سے زیادہ غیرت والا اللہ تعالیٰ ہے واللہ اعلم

منیٰ اصغر نے عرض کیا۔

تیری غیرت کے ثارے مرے غیرت والے آہ صد آہ کہ یوں خوار ہو بروہ تیرا! تجربہ ہے کہ حضور کے نام لیوانہ دنیا میں کبھی ذلیل ہوں نہ بھوکے مرے اللہ تعالیٰ ہم کو ان کا نام لیوان کے آستان کا نوکر نہ بنائے۔

پہلا اعتراض : لعنوا کی ف سے معلوم ہوتا ہے کہ قوم ثمود نے اونٹنی کے پیدا ہوتے ہی اسے ذبح کر دیا حالانکہ یہ واقعہ کے خلاف ہے عرصے تک اونٹنی ان میں رہی کی کے معنی ہیں فوراً؟ جواب : کبھی کی معنی تم بھی آتی ہے یعنی پھر عرصہ کے بعد اور کبھی معنی بعد بھی آتی ہے یہاں اسی معنی میں ہے جیسے فعملتہ فانبت بہ مکانا فصبنا اور جیسے لا جاء ہا المغاض الی جذع النخلۃ ان سب جگہ میں کی معنی فوراً نہیں یا ذبح کی اسکیم و تیاری کے لحاظ سے کی ارشاد ہوئی کلام کی تیاری کو کلام کہا جاتا ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت ربیع الاول میں کی مگر سنہ ہجری محرم سے شروع ہوتا ہے کیونکہ ارادہ ہجرت محرم سے ہی ہو گیا تھا واللہ عالم۔ دوسرا اعتراض : اونٹنی ذبح کرنے والے ایک یا دو آدمی تھے مگر یہاں سینہ جمع ارشاد ہوا لعنوا ان سب نے ذبح کیا یہ کیونکر درست ہوا۔ جواب : اس کا جواب ابھی تفسیر میں گذر گیا کہ چونکہ ساری قوم نے ذبح کا مشورہ دیا سب نے مل کر گوشت کھایا سب نے تعاون کیا اس لئے ان سب کو ذبح کرنے والا قرار دیا گیا اس لئے فہو انہ فرمایا لعنوا فرمایا۔ تیسرا اعتراض : اونٹنی ذبح کرنے کے علاوہ انہوں نے اور کونسا جرم کیا تھا جس کے بارے میں فرمایا گیا وعتوا عن امرہم جواب : اس کا جواب ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا کہ اس میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ خود ذبح میں سرکشی ہے یہ عطف تفسیری ہے۔ دوسرے یہ کہ حضرت صالح علیہ السلام کی نافرمانی آپ کے معجزات کا انکار سرکشی ہے آپ کی نبوت کا انکار بت پرستی یہ سب انکی نافرمانیاں ہیں۔ چوتھا اعتراض : صالح علیہ السلام کی اونٹنی آپ کا معجزہ تھی اور نورانی مخلوق تھی پھر اسے قوم نے ذبح کیسے کر دیا نور پر ان کا قابو کیسے چل گیا اور نبی کے معجزے کو مٹانے پر وہ قادر کیسے ہو گئے معجزہ کے معنی ہیں عاجز کرنے والی چیز اس اونٹنی سے یہ لوگ عاجز کیوں نہ ہوئے۔ جواب : اگرچہ اونٹنی نورانی مخلوق تھی مگر شکل میں جسمانی تھی اس لئے اس پر جسم کے احکام جاری ہو گئے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا عصا جب سانپ بن جاتا تھا تو دوڑتا کھاتا پیتا بھی تھا تلف ما فاکون جب بعض انبیاء کرام بھی کفار کے ہاتھوں شہید ہوئے و یقتلون البنین بغیر حق حالانکہ نبی بھی نورانی ہوتے ہیں تو اگر ان کے معجزہ اونٹنی کو ذبح کر دیا تو کیا اعتراض ہے۔ معجزہ کے معنی یہ ہیں کہ لوگ اس کے مقابلہ پر عاجز ہوں واقعی کفار ثمود پھر سے اونٹنی نکالنے سے عاجز تھے قرآن مجید حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے کہ لوگ اس کے مقابل کلام بٹانے سے عاجز ہیں کبھی قرآن مجید آگ میں جل جاتا ہے پھاڑا جاسکتا ہے پانی سے دھل جاتا ہے یہ جلاؤ النہا پھاڑ دینا پانی سے دھو دینا اس کے معجزہ ہونے کے خلاف نہیں بلکہ اونٹنی کا ذبح کر دینا ثمود کی ہلاکت کا ذریعہ تھا۔ لہذا اس کی موت بھی معجزہ تھی کہ ان پر عذاب آگیا۔ پانچواں اعتراض : موسیٰ علیہ السلام کا عصا نہ تو چرایا جاسکتا ہے اور جب وہ سانپ بن جاتا تھا تو اسے کوئی سپیرا نہ مار سکتا تھا نہ اسے قبضہ میں کر سکتا تھا وہ بھی تو معجزہ تھا اسے فرعون کی لوگ فتاکیوں نہ کر سکے۔ جواب : عصا موسیٰ معجزہ بھی تھا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا محافظ بھی آپ کے دل کے اطمینان کا ذریعہ بھی ان وجود سے اسے کوئی ہلاک نہیں کر سکتا تھا۔ صالح علیہ السلام کی اونٹنی آپ کی محافظ نہ تھی۔ صہب معجزہ تھی اس لئے کوئی کافر عصا موسیٰ نہ چرا سکا نہ مار

سک

تفسیر صوفیانہ : اللہ تعالیٰ نے بستی قلب کی طرف صلح روح کو بھیجا تاکہ یہ صلح دل کی بستی میں رہنے والوں کی سفلی، ظلمانی، حیوانی روی صفات سے نکال کر نورانی، روحانی علوم حیدہ اخلاق کی طرف رہبری کرے مگر نفس لمارہ اور اس کی صفات رذیہ نے سر قلب کی بات کو مخالفت حق تکبر و غرور نافرمانی الہی کی چھری سے زخ کر دیا اور نفس بجائے قلب کی اطاعت کرنے کے اس کے مقابل آگئے اور عذاب الہی کے مستحق ہو گئے (روح البیان) عقل انسانی اگر قلب کے ماتحت رہے تو اللہ کی رحمت ہے اور اگر نفس کے ماتحت ہو جائے تو عذاب ہے مولانا فرماتے ہیں۔

عقل زیر حکم دل رحمانی است چوں زول ازاد شد شیطان است
صوفیاء فرماتے ہیں اونٹنی حلال بھی ہے اس کا زخ بھی جائز۔ جائز اور حلال چیز پر عذاب نہیں آتا مگر چونکہ اسے رب تعالیٰ کی طرف نسبت تھی اور اس کو حرام قرار دیا گیا تھا تو نہ اس کا گوشت کھانے کے قاتل رہا نہ اس کا زخ جائز دیکھو قرآنی کا جائز حلال ہوتا ہے مگر تاریخ سے پہلے کا زخ جائز نہیں۔ ہدی کا جانور حلال ہے مگر حرم اور تاریخ کے بغیر اس کا زخ جائز نہیں حرم کا شکار بذات خود حلال ہے مگر اس کو شکار کرنا جائز نہیں یوں ہی جس آدمی کو اللہ تعالیٰ سے قبولیت کی نسبت ہو جائے اسے ستانا عذاب کا باعث ہے۔ حدیث قدسی ہے کہ جو میرے ولی سے دشمنی رکھے اسے میں اعلان جنگ کرتا ہوں۔

فَاخَذْتُمُ الرَّجْفَةَ فَأَصْبَحُوا فِي دَائِرِهِمْ جثمين ۝ فَتَوَلَّى عَنْهُمْ

پس بکڑیا ان کو زلزلہ نے پس ہو گئے وہ اپنے گھر میں منہ کے یں پس امر امن کیا ان سے

تو انہیں زلزلہ نے آیا تو بیچ کر اپنے گھروں میں ادھر سے پڑے رہ گئے تو صابغ نے

وَقَالَ يَقَوْمٍ لَقَدْ أَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّي وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلَكِنْ

اور فرمایا اے قوم میری اہتہ تحقیق پہنچایا میں نے تم کو پیغام رب کا اپنے اور خیر خواہی کی میں نے تمہاری

ان سے منہ پھیرا اور کہا اے میری قوم بیشک تمہیں اپنے رب کی رسالت پہنچادی اور تمہارا

لَا تُحِبُّونَ النَّصِيحِينَ ۝

اور یہیں نہیں پسند کرتے تم خیر خواہوں کو

بجلا چاہا مگر تم کو خیر خواہ بدوں کی طرف ہی نہیں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں قوم ثمود کے لونٹنی ذبح کرنے کا ذکر تھا اب اس کے نتیجہ کا تذکرہ ہے کہ ایک لونٹنی کے ذبح پر ساری قوم ہلاک کر دی گئی۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں بتایا گیا کہ قوم ثمود نے رب تعالیٰ کی ذات و صفات کے متعلق جو کج بحثی کی اس کے قوی جوابات صلح علیہ السلام دیتے رہے

marfat.com

اب ارشاد ہے کہ جب انہوں نے ہمارے پیارے نبی کی ذات کے متعلق ڈھٹائی کی کہ کہا کہ اگر تم سچے رسول ہو تو عذاب لے آؤ تو انہیں عملی جواب رب تعالیٰ نے دیا کہ انہیں ہلاک کر دیا تاکہ پتہ لگے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوبوں کی عزت کیسی عزیز ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت صلح علیہ السلام کی دعوت کا ذکر تھا اب اس دعوت کو قبول نہ کرنے والوں کو سزا کا ذکر ہے دعوت پیغمبر قبول کرنے والوں کے لئے رحمت ہوتی ہے انکاریوں کے لئے عذاب۔

تفسیر: لا خذتم الرجفہ یہاں بھی ف معنی فوراً نہیں ہے کیونکہ قوم ثمود پر عذاب اونٹنی ذبح کرتے ہی فوراً نہیں آیا بلکہ کچھ دن بعد جیسا کہ خلاصہ تفسیر میں عرض کیا جاوے گا۔ چونکہ قوم ثمود پر عذاب ان کے گھروں میں ہی آگیا وہ فرعون کی طرح بستی سے نکل کر ہلاک نہیں کئے گئے اس لئے اخذت فرمایا گیا ہم کامرجع قوم ثمود کے سارے کفار ہیں اونٹنی ذبح کرنے والے بھی اس سے راضی ہونے والے بھی اس میں مدد کرنے والے بھی۔ غرضیکہ ساری کی ساری کافر قوم۔ رجفہ کے معنی ہیں سخت لرزہ زمین کے تیز زلزلہ کو بھی کہتے ہیں اور دل کی تیز دھڑکن کو بھی یہاں معنی میں ہے۔ خیال رہے ثمود کے عذاب کے متعلق مختلف آیات میں مختلف چیزوں کا ذکر ہے۔ یہاں تو رجفہ یعنی زلزلہ کا ذکر ہے۔ دوسری آیت میں ہے لا خذتم الصبحۃ انہیں چنچ نے پکڑ لیا۔ تیسری آیت میں ہے لا اهلكوا بالطلاغم مگر ان میں تعارض نہیں اس لئے کہ ثمود پر اوپر سے حضرت جبریل علیہ السلام کی چنچ آئی اور نیچے سے زمین کا زلزلہ گویا ان پر دو طرفہ عذاب آیا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ ان پر چنچ کا عذاب آیا چنچ سے زمین میں زلزلہ آگیا جیسے آج دھمک سے زمین کانپ جاتی ہے۔ اور اهلكوا بالطلاغم میں ب سیہ ہے اور طلاغم کے معنی ہیں اس قوم کی سرکشی یعنی قوم ثمود اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کی گئی۔ لہذا آیات قرآنیہ تعارض تقابل سے پاک صاف ہیں۔ یہ بھی خیال رہے کہ ثمود پر عذاب آنے سے پہلے مقدمات عذاب اور علامات غضب نازل ہوئے تھے جیسا کہ ان شاء اللہ خلاصہ تفسیر میں عرض کیا جاوے گا ان چیزوں کے نزول کی احادیث بھی اس آیت کے خلاف نہیں۔ لا صبحوا لی دارہم جائعن یہاں ف معنی فوراً ہے کیونکہ یہ واقعہ ان پر عذاب آتے ہی ہوا۔ اصبحوا معنی صا روا ہے اس کا فاعل وہی قوم ثمود کے کفار ہیں جن کا ذکر اوپر سے چلا آ رہا ہے۔ دار معنی ملک ہے یا معنی علاقہ جیسے کہا جاتا ہے۔ دار العرب یا دار الاسلام یا جیسے دار اور اگر معنی گھر ہے تو اس سے جنس دار مراد ہے۔ بہر حال یہ آیت اس آیت کے خلاف نہیں لی دارہم جائعن کہ وہاں دیار سے مراد ان کے الگ الگ گھر ہیں اس لئے وہاں جمع ارشاد ہوا۔ جائعن یا تو اصبحوا کی خبر ہے یا اس کے فاعل سے حل جبکہ اصبحوا فعل ناقص ہو جائع بنا ہے جھوم سے معنی زمین پر اس طرح لوند چاڑھ جانا کہ بالکل حس و حرکت نہ ہو یعنی وہ لوگ عذاب آنے پر اپنے گھروں اپنی زمین میں ایسے لوندھے رہ گئے کہ ان کے گھٹنے زمین سے لگے تھے ران پنڈلیوں سے لور پیٹ رانوں سے۔ اس طرح مر گئے خدا کی پناہ۔ فتولی عنہم یہاں ف معنی فوراً نہیں کیونکہ حضرت صلح علیہ السلام کا یہ واقعہ عذاب الہی آنے سے کچھ دن بعد ہوا کیونکہ حضرت صلح علیہ السلام مومن جماعت کے ساتھ عذاب آنے سے پہلے ہی اس بستی سے نکل کر کسی دور جنگل میں تشریف لے گئے تھے۔ جب ان پر عذاب آچکا تو یہ سب ہلاک ہو چکے تو آپ اس جنگل سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے راہ میں اس بستی پر گزرے ان کی لاشیں غور سے حسرت سے ملاحظہ فرمائیں پھر نفرت سے ان سے منہ پھیر لیا۔ یہ واقعہ یہاں مذکور ہے فتولی کے معنی اس کی صورتیں کئی بار ذکر کی جا چکی ہیں۔ فتولی کا فاعل حضرت صلح علیہ السلام ہیں اور عنہم میں ہم کامرجع وہ ہلاک شدہ کفار ثمود ہیں یعنی عذاب آ

چکنے کے بعد صالح علیہ السلام مع مومن قوم کے ان کی لاشوں پر گزرے پھر نفرت کے ساتھ ان سے منہ پھیرا و قال یا قوم لقد ابلغتکم رسالتی و نصحت لکم یہ کلام شریف اول میں حسرت ہے آخر میں نفرت اس میں اس قوم پر اللہ کی تین نعمتوں کا ذکر ہے اور اس قوم کی ناتقدری کا تذکرہ پہلی نعمت یقوم ہے یعنی تم لوگ نبی کی قوم تھے نبی کی قوم ہونا اللہ کی نعمت ہے اور دین و دنیا میں باعث برکت اگر ایمان کے ساتھ۔ دوسری نعمت لقد ابلغتکم الخ ہے تیسری نعمت و نصحت الخ۔ آیت کا مقصد یہ ہے کہ اے میری نافرمان قوم میں نے تجھے اس عذاب سے بچانے کی بہت کوشش کی تجھ پر یہ عذاب بے خبری میں نہیں آیا بلکہ خبردار کر کے آیا۔ خیال رہے کہ یہاں ابلغت کے معنی ہیں پورا پورا پہنچا یا کسی طرح کی کمی نہ کی رسالت سے مراد جس پیغام ہے اور جن آیات میں ہے رسالات وہی جمع کے ساتھ وہاں افراد پیغام مراد ہیں اس میں بشارت و نذارت وعدے و وعید ہیں۔ احکام عقائد سب کی تبلیغ داخل ہے یعنی میں نے تجھے ڈرایا۔ دھمکایا خوشخبریاں دیں اور صرف تبلیغ کی ڈیوٹی ہی ادا نہ کی بلکہ دل سے ہمیشہ تمہاری خیر خواہی کی ہمیشہ چاہا کہ تم مومن ہو جاؤ مگر تم نے قدر نہ کی میری ایک نہ ملنی۔ و لکن لا تحبون الناصحین حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی کرم نوازی کا ذکر فرما کر ان لوگوں کی سرکشی مٹا لئی کا ذکر فرمایا کبھی گزشتہ واقعہ کو حل سے تعبیر کرتے ہیں نا محین سے مراد خیر خواہ ہیں نبی ہوں یا مومنین یعنی تمہارا حل یہ ہے کہ تم اپنے سارے خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے بلکہ ان سے عداوت و بغض ہی رکھتے ہو تم نے مجھ سے بغض رکھنے کا انجام دیکھ لیا آپ کلیہ فرمان ایسا ہی ہے جیسے حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم غزوہ بدر سے فارغ ہو کر ابو جہل وغیرہ کفار مکہ کی لاشوں پر تشریف لے لئے ان سے فرمایا کہ اے ابو جہل اے امیہ ابن خلف ہم نے اپنے رب کا وعدہ سچلایا بولو تم تم نے بھی سچلایا یا نہیں اب بولو جو کچھ میں نے کہا تھا وہ حق ہے یا نہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضور بے جان جسموں سے کلام کیوں فرما رہے ہیں فرمایا وہ تم سے زیادہ سنتے ہیں اسی قسم کلیہ کلام اور یہ خطاب ہے۔ میت سنتی ہے اگرچہ کافر کی ہو۔

خلاصہ و تفسیر : تم نے حضرت صالح علیہ السلام کی حکیمانہ تعلیم اور قوم کی ہٹ دھرمی اور عملی نافرمانی سن لی۔ اب سنو کہ اس کا انجام یہ ہوا کہ قوم ثمود کو سخت زمینی زلزلے نے آکھڑا اور تمام کے تمام اپنی بستی اپنے گھروں میں لوندھے پڑے رہ گئے کہ وہ زلزلہ کی وجہ سے زمین سے لپٹ گئے اور ہلاک ہو گئے حضرت صالح علیہ السلام جو مومنوں کو لیکر یہ بستی چھوڑ کر مدور جنگل میں نکل گئے تھے آپ یہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے راستے میں اس اجڑی بستی ان لوگوں کی لاشوں پر گزرے تو ان کی حالت میں حسرت سے غور کیا پھر نفرت سے ان سے منہ پھیر لیا اور فرمایا کہ اے میری ضدی قوم میں نے اس عذاب سے تجھے بہت بچانا چاہا تھا تک اپنے رب کا پیغام پہنچایا اس عذاب کی تجھے پہلے سے خبر دی مگر تیرا حل یہ ہے کہ تو اپنے خیر خواہوں یعنی مجھے اور دوسرے مومنوں سے بجائے محبت کرنے کے نفرت کرتی ہے اب تو نے اپنی حرکتوں کا انجام دیکھ لیا بلکہ آزمایا۔

قوم ثمود کی ہلاکت : جب قوم ثمود نے صالح علیہ السلام کی لونٹنی کو پہلے حیر مارا تو اس نے ایک چیخ ماری انہوں نے اسے گرا کر فسخ کر دیا لونٹنی کا بچہ اس پہاڑ کی طرف بھاگا جس سے یہ لونٹنی نکلی تھی قوم اس کے پیچھے تھی اس نے تین چیخیں ماریں وہ صالح علیہ السلام کی طرف دیکھتا تھا۔ اور روتا تھا پھر پہاڑ میں گھسا پہاڑ اس کے لئے پھاوہ اس میں سا گیا۔ صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ بچے نے تین چیخیں ماریں ہیں تم کو اب صرف تین دن کی مہلت ہے۔ رب فرماتا ہے تمتعوا لی فارکم ثلثہ ايام فالک وعد غیر مکنون یہ لوگ اب بھی صالح علیہ السلام کا مذاق ہی اڑاتے رہے ہیں اس زمانہ میں ان کی زبان میں ہفتہ

کے دنوں کے نام حسب ذیل تھے اتوار کو اول کہتے تھے پیر کو اھون منگل کو دیار بدھ کو چھاڑ جمعرات کو مونس جمعہ کو عروبہ اور ہفتہ کو سینچر کو شیار۔ ان لوگوں نے بدھ کے دن اونٹنی ذبح کی تھی صلح علیہ السلام نے فرمایا کہ کل مونس یعنی سینچر کے دن سب کے منہ کالے ہو جائیں گے۔ پھر یوم اول یعنی اتوار کے دن تم پر عذاب آئے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ جمعرات کے دن ان کے چہرے ایسے پیلے ہو گئے جیسے ان میں زعفران مل دیا گیا ہے عورت و مرد چھوٹے و بڑے سب کا یہی حال ہوا اب انہیں اپنی ہلاکت کا یقین ہو گیا پھر جمعہ کے دن ان کے منہ ایسے سرخ ہو گئے۔ جیسے ان پر تازہ خون مل دیا گیا ہے یہ لوگ رونے پٹنے اور چیخنے لگے ہفتہ کے دن ان کے منہ ایسے کالے ہو گئے جیسے ان پر تار کول مل دیا گیا ہے اب یہ لوگ ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہماری ہلاکت کا وقت آ گیا۔ صبح اتوار تھا حضرت صلح علیہ السلام اس رات مومنین کو اپنے ساتھ لے کر شام کی طرف کوچ کر گئے حتیٰ کہ رملہ فلسطین میں آپ نے قیام فرمایا۔ اتوار کے دن صبح سویرے یہ لوگ کفن اوڑھ کر خوشبو مل کر مرنے کے لئے زمین پر اوندھے پڑ گئے کبھی منہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھ لیتے اور پھر زمین پر چہرہ رکھ دیتے کہ دیکھئے کس طرف سے اور کس طرح عذاب آئے گا حتیٰ کہ اتوار کے دن دوپہر ہو گئی کہ اچانک آسمان کی طرف سے ایک کڑک کی سی آواز آئی جس سے زمین میں بڑا عظیم زلزلہ پیدا ہوا ان سب کے دل پھٹ گئے تمام کے تمام مر گئے ایک بے دست و پا لونڈی جس کا نام ذریعہ بنت سالف تھا جسے حضرت صلح علیہ السلام سے بہت ہی عداوت تھی وہ بچ رہی۔ اللہ کی شان کہ اس کے ہاتھ پاؤں کھل گئے یہ اس علاقہ سے بھاگی حتیٰ کہ وادی القریٰ پہنچی وہاں کے باشندوں کو قوم ثمود کی ہلاکت کا آنکھوں دیکھا واقعہ بتایا بولی مجھے سخت پیاس لگی ہے پانی پلاؤ اسے پانی پلایا گیا وہ پانی پیتے ہی وہاں ہی ڈھیر ہو گئی گویا اس لونڈی کو ہلاکت کی خبر پہنچانے کے لئے اتنی سہلت دی گئی۔

حدیث شریف : مسلم و بخاری نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے روایت فرمایا کہ ایک غزوہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم مع صحابہ کرام کے مقام حجر سے گزرے جہاں قوم ثمود پر عذاب آیا تھا تو صحابہ کرام کو حکم دیا ٹھہرو نہیں بلکہ خوف الہی سے روتے ہوئے گزر جاؤ بعض لوگوں نے اس کنویں کے پانی سے آٹا گوندھ لیا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا کہ پانی پھینک دو اور گوندھا ہوا آٹا خالص کر لو اور کبھی اپنے نبی سے معجزات نہ مانگو۔ غور کرو کہ قوم ثمود نے اپنے نبی سے معجزہ مانگا یعنی اونٹنی پھر ان کا انجام کیا ہوا روایات میں ہے کہ قوم ثمود کا ایک آدمی ابو رعل اس وقت حرم مکہ معظمہ میں تھا وہ عذاب سے بچ رہا۔ جب وہ حرم شریف سے نکلا تو وہ بھی ہلاک ہو گیا اسے قوم نے دفن کر دیا اور اس کی قبر میں سونے کی چھڑی بھی دفن کر دی۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو رعل کی قبر صحابہ کو دکھائی صحابہ نے تلواریں سے اس کی قبر کھولی تو وہ چھڑی موجود پائی۔ حضرت صلح علیہ السلام پر کل چار ہزار آدمی ایمان لائے۔ حق یہ ہے کہ حضرت صلح علیہ السلام مکہ معظمہ میں رہے وہاں ہی آپ کی وفات ہوئی۔ مطاف شریف میں آپ کی قبر ہے آپ کی عمر شریف اٹھاون سال ہوئی۔ آپ نے بیس سال اپنی قوم کو تبلیغ فرمائی یہ واقعہ مفسرین نے قدرے اختلاف سے بیان فرمایا ہے۔ ہم نے تفسیر خازن وغیرہ سے نقل کیا مثنوی شریف میں یہ واقعہ پہلے دفتر کے آخر میں اس عنوان پر مذکور ہے۔

”در میان حقیر دیدن خصمان بقہ صلح را“

فائدے : ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : ہر مفید چیز سے ہر شخص فائدہ نہیں اٹھاتا۔ نبی کی نبوت ان کے معجزات اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتے ہیں مگر اس سے فائدہ صرف خوش نصیب لوگ ہی اٹھاتے ہیں بد نصیب اس سے

نقصان ہی لیتے ہیں۔ یہ فائدہ فاختہم الرجفتہ الخ سے حاصل ہوا۔ دوسرا فائدہ: اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی نہ عمارات نہ کوٹھیاں نہ قلعے اس سے صرف نبی کلام ہی بچا سکتا ہے وہی دارالامان ہے۔ یہ فائدہ فاصبحوا فی دارہم الخ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: ہر چیز اللہ کی فوج ہے جس کو جس چیز سے چاہے ہلاک کر دے قوموں پر کھٹل جوں زلزلے کے عذاب آئے کوئی شخص کسی وقت کسی حالت میں اپنے کو رب کی قدرت سے باہر نہ سمجھے۔ یہ فائدہ الرجفتہ فرمانے سے حاصل ہوا اس کا مشاہدہ اب بھی ہو رہا ہے۔ چوتھا فائدہ: مردے زندوں کا کلام سنتے ہیں۔ یہ فائدہ و قال یا قوم سے حاصل ہوا۔ حدیث شریف میں ہے کہ جب مردے کو دفن کر کے زندے چلتے ہیں تو مردہ ان کے قدموں کی آہٹ سنتا ہے نیز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ بدر سے فارغ ہو کر ابو جہل وغیرہ کفار کی لاشوں سے کلام فرمایا جیسے کہ صالح علیہ السلام نے ان کفار کی لاشوں سے کلام کیا۔ نیز فرماتے ہیں (صلی اللہ علیہ وسلم) کہ جب قبرستان میں جاؤ تو مردوں کو سلام ان سے کلام کرو لیکن اگر مردے سنتے نہ ہوں تو یہ کام عبث ہوں گے۔ پانچواں فائدہ: مردوں سے خطاب کرنا سنت انبیاء ہے دیکھو حضرت صالح علیہ السلام نے مردہ کفار سے خطاب کیا انہیں یا کہہ کر پکارا و قال یا قوم جب مردہ کفار کو پکارنا ان سے کلام کرنا درست بلکہ سنت انبیاء سے ثابت ہو تو وفات یافتہ اولیاء اللہ شہداء انبیاء حضور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کو پکارنا ان سے عرض معروض کرنا ان سے اپنے دکھ درد کہنا ان سے شفاعت وغیرہ مانگنا بالکل جائز ہے کہ وہ حضرات تو زندہ ہیں لہذا یہ کہنا بالکل درست ہے کہ اسلک الشفاعتہ یا رسول اللہ اے اللہ کے رسول میں آپ سے شفاعت کی بھیک مانگتا ہوں۔ چھٹا فائدہ: اپنے احسانات کا ذکر اور قوم کی نندری پر اظہار افسوس کرنا جائز بلکہ سنت نبی ہے۔ یہ فائدہ نصحت لکم اور لا تعہون الناصحین الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: نبی دلی صالح مومنین ہمارے سچے خیر خواہ ہیں ہم کو سب چھوڑ دیتے ہیں یہ حضرات نہیں چھوڑتے یہ فائدہ الناصحین جمع فرمانے سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ ہم کو توفیق دے کہ ہم انہیں اپنا خیر خواہ سمجھیں۔ آٹھواں فائدہ: نبی اور مومنین سے دلی محبت چاہئے یہی نجات کا ذریعہ ہے بغیر محبت والی اطاعت تو منافقین بھی کر لیتے تھے مگر تھے کافر۔ یہ فائدہ لا تعہون الناصحین سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ قوم ثمود زلزلہ سے ہلاک ہوئی۔ دوسری آیت میں ہے کہ وہ چیخ سے ہلاک ہوئی۔ تیسری آیت میں ہے کہ طاغیہ یعنی پانی کے طوفان سے ہلاک ہوئی ان آیات میں تعارض ہے یہاں کہ کون سی آیت درست ہے۔ جواب: یہ ساری آیات درست ہیں ان میں تعارض قطعاً نہیں اولاً ”حضرت جبریل کی چیخ آئی جس سے زمین تھر تھرائی ان دونوں چیزوں سے وہ ہلاک ہوئے قرآن مجید میں کہیں نہیں فرمایا کہ وہ پانی میں غرق ہوئے۔ اہلکوا بالطاغیہ میں طاغیہ کے معنی پانی کا سیلاب نہیں بلکہ ان کی سرکشی سبب سیبہ یعنی وہ اپنی سرکشی کی وجہ سے ہلاک کئے گئے جیسا کہ ابھی تفسیر میں عرض کیا گیا۔ دوسرا اعتراض: تم نے کہا کہ قوم ثمود اتوار کے دن دوپہر کے وقت ہلاک ہوئی مگر یہاں فرمایا گیا فاصبحوا فی دارہم جانم وہ صبح کے وقت ہلاک ہوئی۔ جواب: اس اعتراض کے دو جواب ہیں ایک یہ کہ یہاں اصبحوا کے معنی ہیں صابو یعنی ہو گئے یہ معنی نہیں کہ صبح کے وقت ہو گئے دوسرے یہ کہ دوپہر تک کو صبح کہتے ہیں اور بعد دوپہر کو مساء یعنی شام کہا جاتا ہے۔ تیسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا فی دارہم یعنی دار کی جمع۔ آیتوں میں اختلاف ہے۔ جواب: دار کے معنی گھر بھی ہیں اور بستی بھی ملک بھی ہے دار الحرب دار الاسلام یہاں دار معنی بستی ملک ہے اس آیت

میں دیار معنی مکانات ہے لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ چوتھا اعتراض: یہاں فرمایا گیا فتولی عنہم تو کیا صالح علیہ السلام عذاب کے وقت قوم ہی میں رہے۔ بعد عذاب وہاں سے دوسری جگہ گئے۔ کیونکہ فتولی میں ف ہے جو بعدیت بتا رہی ہے حالانکہ عذاب کے وقت نبی وہاں سے چلے جاتے ہیں۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر چکا کہ آپ عذاب کے وقت شام کے علاقہ میں تشریف لے گئے تھے بعد عذاب وہاں سے مکہ معظمہ روانہ ہوئے۔ تب ان کی تباہ شدہ بستی اور ہلاک شدہ قوم پر گزرے تو آپ نے ان سے منہ پھیرا اور یہ فرمایا۔ پانچواں اعتراض: حضرت صالح علیہ السلام نے ثمود کو ان کی زندگی میں بھی یا قوم کہہ کر پکارا اور مرے بعد بھی مردہ کافروں سے محبت کرنا انہیں یا قوم کہنا کیونکر جائز ہوا۔ جواب: پہلے آپ نے انہیں اپنی قوم فرمایا تبلیغ کو موثر بنانے کے لئے کیونکر نرم الفاظ کی تبلیغ دل میں اتر جاتی ہے اب انہیں یا قوم فرمایا اللہ کی نعمت اور ان کی ناقدری ظاہر کرنے کے لئے کہ تم کو رب نے یہ نعمت دی کہ میری قوم بنایا نبی کی قوم شان والی ہوتی ہے اور تم نے ناقدری کی کہ میری قوم ہو کر کافر رہے۔ ہر حال دونوں جگہ یہ لفظ کفار سے محبت کی وجہ سے نہیں۔ چھٹا اعتراض: نوح علیہ السلام نے اپنے کافر بیٹے کنعان کو اپنا بیٹا کہا تو ان پر عتاب ہو گیا۔ یا نوح انہ لیس من اہلک مگر آپ نے کفار کو اپنی قوم کہا ان کی زندگی میں بھی اور بعد موت بھی تو ان پر عتاب نہ ہوا۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے؟ جواب: وہاں نوح علیہ السلام نے رب سے عرض کیا کہ کنعان میرا بیٹا ہے کیوں ڈوب گیا؟ اس میں شفاعت کی مسک و خوشبو ہے اور کفار کی شفاعت درست نہیں وہاں بھی کنعان کو بیٹا کہہ کر پکارنے پر عتاب نہیں ہوا۔ یا نبی ارجب معنا یہاں شفاعت کی خوشبو نہیں بلکہ ملامت و نفرت کے لئے یا قوم فرمایا۔ لہذا فرق ظاہر ہے۔ ساتواں اعتراض: مردے سنتے نہیں حضرت صالح علیہ السلام کا ان سے یہ خطاب ایسا ہی تھا جیسے ہوا یا پانی سے خطاب کر دیتے ہیں۔ رب فرماتا ہے انک لا تسمع الموتی اور فرماتا ہے وما انت بسمع من فی القبور ان آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ مردے نہیں سنتے۔ جواب: ہوا یا پانی کو شاعر لوگ اپنے باطل تخیل سے خطاب کرتے ہیں وہ خطاب حقیقت پر مبنی نہیں ہوتا۔ حضرت صالح علیہ السلام کا وہ کلام حقیقت پر مبنی تھا۔ جھوٹا خیال نہ تھا اس کلام کو رب تعالیٰ نے بغیر تردید نقل فرمایا یہ نہ کہا کہ یہ ان کا محض جھوٹا خیال تھا سائل نے قرآن مجید کی آیت پوری نقل نہیں کی اس آیت میں آگے سائل کا جواب موجود ہے پوری آیت یہ ہے۔ انک لا تسمع الموتی ولا تسمع الصم الدعاء اذا ولوا مدبرین وما انت بہادی العمی عن ضلالتهم ان تسمع الامن یومن یا یا تنا یعنی آپ نہ تو مردوں کو سنا سکتے ہیں نہ بہروں کو پکار سکتے ہیں نہ اندھوں کو ہدایت دے سکتے ہیں جبکہ وہ پیٹھ پھیر کر چل دیں۔ آپ تو صرف ان لوگوں کو سنا سکتے ہیں جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھیں ایمان کا ذکر فرمانے سے معلوم ہوا کہ وہاں مردے بہرے اندھے سے مراد دل کے مردے دل کے اندھے دل کے بہرے ہیں یعنی کفار لہذا آیت واضح ہے۔ اگر مردے سنتے نہیں تو قبرستان میں سلام کرنے کے کیا معنی؟ التحیات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کرنے کے کیا معنی؟ اس کی مکمل بحث ہماری کتاب جاء الحق حصہ اول میں ملاحظہ کرو۔ آٹھواں اعتراض: یہاں ارشاد ہوا ولكن لا تعبون الناصحین تم لوگ خیر خواہوں سے محبت نہیں کرتے ہو وہ لوگ تو مر چکے تھے انہیں بیضہ حل لا تعبون الناصحین کیوں فرمایا۔ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ کبھی گزشتہ چیز کو حل کے میضہ سے بیان کر دیتے ہیں اس کلوہ حل ذہن نشین کرانے کے لئے ایسے ہی یہاں ہے۔ یہ عرب کا محلوہ ہے اردو میں بھی کبھی ایسا کرنے میں خواب بیان کرنے والا کہتا ہے کہ میں نے پرسوں خواب میں دیکھا کہ

ایک جنگل ہے میں اس میں جا رہا ہوں، دریا سے گزر رہا ہوں وغیرہ۔ نواں اعتراض: یہاں نا محین جمع کیوں ارشاد فرمایا آپ تو اکیلے تھے یا تو لا تعبوننی فرماتے یا لا تعبون الناصح فرماتے۔ جواب: چونکہ قوم ثمود حضرت صالح علیہ السلام کی بھی دشمن تھی اور آپ پر ایمان لانے والے مومنین کی بھی حالانکہ مومنین بھی ان کے خیر خواہ تھے اس لئے نا محین جمع فرمایا بالکل ہی مناسب ہے کفار سارے مومنوں کے دشمن ہوتے ہیں۔

تفسیر صوفیانہ: انسانوں کے دل زمین ہیں کلمہ طیبہ اعلیٰ درجہ کا تخم ہے حضرات انبیاء و اولیاء اس تخم کو اس زمین میں کاشت کرنے والے ہیں اگر یہ زمین اس تخم کو قبول کرے تو اس سے ایمان کا درخت نکلتا ہے جس میں عرفان، ایقان کے پھل پھول گتے ہیں اگر زمین ہی اچھی نہ ہو تو وہاں کاشت بیکار ہوتی ہے۔ حضرت صالح علیہ السلام بہترین کاشت فرمانے والے تھے۔ تخم بھی نہایت ہی اعلیٰ تھا مگر قوم ثمود کے دل کی زمین ناقابل کاشت تھی اس لئے حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ نے ان میں کوئی اثر نہ کیا۔ جس کا انجام قوم ثمود کی ہلاکت ہوا۔ جس قوم پر عذاب آنے والا ہوتا ہے وہاں سے نبی ولی مومنین نکال لئے جاتے ہیں یونہی جس دل پر عذاب آنے والا ہوتا ہے وہاں سے نبی کا اور ولی کا فیض مومنوں کی محبت نکال لی جاتی ہے جس دل میں نبی کا ادب، ولی کی محبت، مومنوں سے لگاؤ نہ ہو وہ دل عنقریب ہلاک ہونے والا ہے اس آیت میں فتولی اور نصحت لکم اور لا تعبون الناصحین تینوں عبارتیں قابل غور ہیں۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ قوم ثمود ہلاکت کے دن یعنی اتوار کو سجدہ میں گر گئی رب تعالیٰ سے معافی مانگنے لگی اسی حالت میں اس پر عذاب آیا چونکہ ان کے دل نبی کی طرف نہیں جھکے صرف سر سجدہ میں جھکے اس لئے رب نے انہیں ساحرین نہ کہا جانشین کہلائے یعنی اونڈھے پڑے ہوئے اور ساحرین فرعون کو فرمایا ساجدین کیونکہ ان کے سر سجدہ میں تھے اور زبان پر اللہ تعالیٰ اس کے نبی کا نام تھا۔ رب موسیٰ و ہارون اور قوم یونس علیہ السلام علامات عذاب دیکھ کر حضرت یونس کی طرف بھاگی انہیں نہ پایا تو ان کی تلاش میں نکل کھڑی ہوئی گویا اپنی پناہ کے پاس جانے لگی اس لئے اس سے آیا ہوا عذاب ہٹایا گیا ان واقعات سے معلوم ہوا کہ اگر دل میں نبی کی الفت ان کی طرف جھکاؤ نہ ہو اور سجدہ کیا جائے تو وہ سجدہ نہیں اونڈھے گر جاتا ہے اور آفات میں نبی کو چھوڑ کر رب کی طرف بھاگنا عذاب کا باعث ہے توحید پاور ہے رسالت اس کا اور پروا غلاف پاور بغیر غلاف کے جان لے لیتا ہے اور غلاف کے ساتھ سینکڑوں کام بناتا ہے۔ توحید بغیر رسالت کے ایمان لے لیتی ہے رسالت کے سایہ میں ہے تو ایمان عرفان سب کچھ بخشی ہے، ابلیس کے پاس توحید بغیر رسالت تھی مارا گیا بارش سے پناہ چھت یا درخت کے ذریعہ ہے گناہوں میں پناہ دامن نبی ہے۔

وَلَوْ طَا إِذْ قَالَ لِقَوْمِهِ أَتَأْتُونَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا مِنْ أَحَدٍ

اور لو ط کو جب کہا انہوں نے تو اس سے اپنی کیا کہتے ہو تم بے غیرتی کہ نہیں سبقت کی تم پر اس میں کسی نے جہان واپس اور لو ط کو بھیجا جب اس نے اپنی قوم سے کہا وہ بے جہان کہتے ہو جو تم سے پہلے جہان میں کسی نے نہ کی

مِّنَ الْعَالَمِينَ ۝ اِنَّكُمْ لَتَانْتُونَ الرَّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُونِ النِّسَاءِ ۚ بَلْ كَذَّبْتُمْ

میں سے تحقیق تم آتے ہو لوگوں کے پاس شہوت سے بغیر عورتوں کے بلکہ تم

نہ مردوں کے پاس شہوت سے جانتے ہو عورتیں چھوڑ کر بلکہ تم لوگ

اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُونَ ۝ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهِ اِلَّا اَنْ قَالُوا اَخْرِجُوهُمْ

قوم ہو حد سے بڑھنے والی اور نہ ہوا جواب ان کی قوم کا مگر یہ کہ کہا انہوں نے نکالو تم ان کو

حد سے گزر گئے اور اس کی قوم کا کچھ جواب نہ تھا مگر یہ ہی کہنا کہ ان کو اپنی بستی

مِّنْ قَرَبَتِكُمْ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُونَ ۝

بستی سے اپنی بہ نیک یہ لوگ بڑے پاکیزہ بنتے ہیں

سے نکال دو یہ لوگ تو پاکیزگی چاہتے ہیں

تعلق : ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ان قمن کا تہذیب کا اور ان کی قوموں کا تذکرہ ہوا جو حضرات ابراہیم علیہ السلام سے پہلے ہوئے اب اس پیغمبر کی تبلیغ کا ذکر ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہم زمانہ ہیں یعنی حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم گروہ انبیاء میں ایک حد فاصل کی مثل ہیں کیونکہ آپ کے زمانہ سے نبوت کا ایک نیا دور شروع ہوا۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت انبیاء کرام کی تبلیغ ایمان اور رستی عقائد کے احکام کا ذکر ہوا۔ اب حضرت لوط علیہ السلام کی تبلیغ احکام کا ذکر ہے کہ آپ نے اپنی قوم کو کفر و شرک سے بچنے کے ساتھ ایک خاص بد عملی سے بچنے کا بھی حکم دیا یعنی ایمان کے ساتھ تقویٰ کا بھی۔ تیسرا تعلق: حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کے متعلق یہ بیان ہوا کہ انہوں نے آپ کی اونٹنی کو ذبح کیا تو ان پر عذاب آیا۔ اب ذکر ہے قوم لوط کا جن پر صرف اطاعت رسول نہ کرنے سے عذاب آیا کسی معجزے کا مقابلہ انہوں نے نہیں کیا۔

تفسیر : و لوطا اس فرمان عالی میں دو احتمال ہیں ایک یہ کہ یہاں لوط سلطا پوشیدہ ہے اس صورت میں یہ واؤ عاطفہ ہے اور معطوف ہے نوح پر دوسرے یہ کہ یہاں لوط کو فعل پوشیدہ ہے یا نقص پوشیدہ ہے یعنی ہم آپ کو حضرت لوط کا قصہ سناتے ہیں۔ ان صورتوں میں یہ واؤ ابتدائیہ ہے اور یہ جملہ نیا ہے۔ حق یہ ہے کہ لفظ لوط عجمی نام ہے مگر چونکہ اس میں تین حرف ہیں بیچ کا حرف ساکن اس لئے یہ غیر متصرف نہیں ہوا متصرف رہا بعض نے فرمایا کہ لوط لوط سے ہے اس کے معنی ہیں چپٹا نا کہا جاتا ہے۔ لطف الحوض میں نے حوض کو مٹی سے لیس کر دیا اور کہا جاتا ہے کہ ہذا لوط بقلبی یہ بات میرے دل کو خوب لگتی ہے اس صورت میں اس کا متصرف ہونا ظاہر ہے چونکہ ہر حالت میں آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دامن سے وابستہ رہے آپ سے لپٹے رہے لہذا آپ کو لوط کہا گیا۔ حضرت لوط علیہ السلام جناب ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے ہیں کیونکہ آپ حضرت ہارن ابن تارخ کے بیٹے ہیں ہارن ابراہیم علیہ السلام کے بھائی ہیں بعض نے فرمایا کہ آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے چچا زاد یا خالہ زاد بھائی ہیں جناب سارہ آپ کی بہن ہیں اور حضرت ابراہیم آپ کے بھائی ہیں (روح المعانی) آپ بابل میں جو عراق کی مشہور بستی

تھی رہتے تھے جب ابراہیم علیہ السلام نے وہاں سے ہجرت کی تو آپ بھی ان کے ساتھ روانہ ہوئے گویا تین صاحبوں کے مختصر قافلہ نے ہجرت کی حضرت ابراہیم جناب سارہ حضرت لوط علیہم الصلوٰۃ والسلام ابراہیم علیہ السلام تو فلسطین میں مقیم ہوئے اور لوط علیہ السلام شام کے شہر حمص کے پاس ایک بستی اردن میں قیام پذیر رہے آپ وہاں کی چار بستیوں کے نبی ہوئے۔ سدوم، امور، عامور، صبور، برلین۔ ان میں قریباً ایک لاکھ جوان آباد تھے بوڑھے بچے عورتیں ان کے علاوہ سدوم بڑا شہر تھا وہاں ہی لوط علیہ السلام نے قیام فرمایا انہی بستیوں کو کہتے ہیں موثفکلت یعنی الٹی جانے والی بستیاں (روح المعانی) مگر روح البیان نے فرمایا کہ حضرت ہارون علیہ السلام نبی بنے، جناب موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے۔ نبی چند قسم کے ہیں بعض کی نبوت وہی ہے بعض کی نبوت عطائی دعا سے۔ نبوت کسی چیز نہیں۔ خیال رہے کہ پچھلے زمانوں میں بیک وقت چند نبی ہوتے تھے کبھی تو ایک ہی جگہ چند کہ ایک سلطان باقی وزیر جیسے حضرت موسیٰ کے ساتھ حضرت ہارون یا حضرت سلیمان کے ساتھ ایک ہزار نبی کبھی علاقے بڑے ہوئے جیسے حضرت لوط کہ آپ حضرت ابراہیم کے ہم زمانہ تو ہیں مگر ہم مکان نہیں حضرت ابراہیم بیت المقدس میں نبی اور آپ سدوم میں۔ اذ قال لقومہ عیبارت یا تو اسلطانہ کورہ کا طرف ہے یا لوطا کا بدل ہو کر نہ کورہ اذکر کا مفعول یہ ہے قوم سے مراد وطنی نسب قوم نہیں کیونکہ ان بستیوں والے نہ تو لوط علیہ السلام کے نسبی رشتہ دار تھے یعنی یہاں قوم سے مراد امت ہے خواہ امت دعوت ہو یا امت اجابت جیسے تاقیامت سارے انسان حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہیں۔ اقاتون الفاحشہ قوم لوط میں بہت بری بری حرکتیں تھیں ڈکیتی راہزنی غریبوں پر ظلم و ستم آپس کی مجلسوں میں نہایت ثلاثی بد تمیزیاں آپ نے ان سب سے انہیں روکا جن کا ذکر وہی آیات میں ہے۔ و تقطعون السبیل و تاتون فی فاحشکم المنکر۔ مگر ایک حرکت نہایت ہی نازیبا تھی یعنی لڑکوں سے شہوت رانی (اغلام) فاحشہ سے وہی مراد ہے چونکہ یہ ایسی بری حرکت ہے جسے عقل انسانی تو کیا طبیعت حیوانی بھی برا سمجھتی ہے کوئی جانور یہ کام نہیں کرتا اس لئے اسے فاحشہ فرمایا آپ نے اس قوم کو بیس سال تک تبلیغ فرمائی ان حرکت سے روکا (روح البیان) ما سبقکم بہا من احد من العلمین یہ عبارت یا تو فاحشہ کا بیان ہے یا اس کی صفت یا حال۔ بہا میں بہت حد یہ کی جیسے سبقک بہا عکاشد میں بہت حد یہ کی ہے۔ من احد من زائدہ ہے استغراق کے لئے اور من العلمین میں من۔ عصیت کے بیان کے لئے ہے یعنی تم ایسا فحش اور گندہ فعل کرتے ہو کہ تم سے پہلے دنیا جہنم میں کسی نے نہیں کیا حتیٰ کہ جانوروں نے بھی۔ خیال رہے کہ اس حرکت کی موجود قوم لوط ہے۔ مشہور یہ ہے کہ سور یہی حرکت کرتا ہے واللہ اعلم مگر وہ بھی اس زمانے کے بعد سے کرتا ہے اس سے پہلے وہ بھی نہیں کرتا تھا۔ انکم لتاتون الرجال شہوة" یہ الفاحشہ کا بیان ہے یا نیا جملہ ہے جو الفاحشہ کی تفسیر کر رہا ہے۔ تاتون معنی تجامعون۔ رجال سے مراد مرد بچوں سے بے حیائی کرتے تھے۔ پھر جوانوں سے یعنی آپس میں ایک دوسرے سے کرنے لگے تھے۔ لہذا الرجال فرمانا بالکل ظاہر ہے۔ شہوتہ تاتون کا مفعول لہ ہے یا پوشیدہ فعل کا مفعول بہ شہوت فرما کر یہ بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ نے قوت مردی اولاد حاصل کرنے نسل چلانے کے لئے عطا فرمائی ہے صرف شہوت رانی اور لذت کے لئے نہیں بخشی لڑکوں سے یہ حرکت کرنا محض شہوت رانی ہے اس لئے تم اپنا تخم ضائع کرتے ہو۔ من دون النساء یہاں دون معنی چھوڑ کر یا معنی نہ کہ ہے نسل سے مراد ان مرد و عورتوں کی بیویاں ہیں یعنی تم اپنی بیویوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے یہ نازیبا حرکت کرتے ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ لوگوں نے اپنی بیویوں سے قطع تعلق ہی کر لیا تھا یہ مطلب ہے کہ وہ عورتوں کے قاتل رہے ہی نہ

تھے کیونکہ ایسی حرکت کرنے والا عورتوں کے قابل نہیں رہتا۔ تفسیر ابن کثیر نے فرمایا کہ جیسے ان کے مرد لڑکوں سے شہوت پوری کرتے تھے ایسے ہی ان کی عورتیں عورتوں سے اپنی شہوت پوری کرتی تھیں۔ مرد عورتوں سے بے پرواہ ہو گئے تھے تو عورتیں مردوں سے بے نیاز ہو گئی تھیں عجیب قوم تھی ہل انتہ قوم مسرفون یہ عبارت لٹا تون الخ پر معطوف ہے۔ مسرف بنا ہے اسراف سے معنی حد سے بڑھ جانا یعنی تم اس جرم کے علاوہ اور کاموں میں بھی حد سے بڑھ گئے ہو۔ چوری، ڈکیتی، مسافروں کو ستانا آپس میں غریبوں پر ظلم کرنا تمہاری عادت ہو گئی ہے یا یہ مطلب ہے کہ تمہاری یہ حرکت حد سے بڑھنا ہے کہ حلال چھوڑ کر حرام سے منہ کالا کرتے ہو۔ خیال رہے کہ اس فعل میں بست سی قباحیں ہیں۔ جو تفسیر کبیر نے یہاں بیان فرمائی۔ (1) یہ حرکت فطرت کے خلاف ہے۔ (2) اس حرکت میں مرد مفعول کی انتہائی ذلت و خواری۔ (3) یہ حرکت فشاء الہی کے بالکل خلاف ہے کہ ملوہ منویہ نسل برحقانے اولاد حاصل کرنے کے لئے دیا گیا ہے نہ کہ مفت بہانے کے ہے۔ (4) اس حرکت میں انقلاب حقیقت ہے کہ مرد پیدا ہوا ہے فاعلیت کے لئے اور اسے بنایا جاتا ہو مفعول۔ (5) اس حرکت سے لڑائیاں بلکہ کبھی قتل بھی واقع ہو ماتے ہیں کہ اس سے مفعول اور اس کے عزیز و اقارب کو سخت شرمندگی ہوتی ہے وہ فاعل سے اس کا بدلہ لینے کے لئے کبھی اسے قتل بھی کر دیتے ہیں حالانکہ یہ فعل شوہر و بیوی بلکہ ان کے کنہوں میں محبت و الفت پیدا کرنے کا ذریعہ ہے۔ (6) عورت میں قدرت نے رحم رکھا ہے جس میں منی چوسنے کی جذب کرنے کی طاقت ہے۔ مرد میں یہ نہیں اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس سے فاعل کو بہت سخت بیماریاں، جریان، سوزاک، بلکہ کبھی آتشک بھی ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ اطباء فرماتے ہیں (تفسیر کبیر) لہذا آپ کا انہیں قوم مسرفون فرمانا بالکل درست تھا۔ انہیں وجہ سے اس کی سزا اسلام میں بہت سخت ہے امام اعظم کے ہاں فاعل مفعول دونوں کو بہت بلند مقام پہنچا دیا اونچی عمارت سے گرا کر اسے پتھر مار کر ہلاک کر دیتا ہے۔ امام مالک کے ہاں دونوں کو سنگسار کر دیتا ہے خولہ شلوی شدہ ہوں یا کنوارے (تفسیر صلی) گویا اس کی سزا زنا سے سخت ہے زنا کی سزا آٹھ گز کے لئے صرف سو کوڑے ہیں مگر اس کی سزا مطلقاً جان لینا ہے۔ وما کان جواب قوم مدیہ کلام رب العالمین کا ہے جس میں قوم کا جواب نقل فرمایا گیا قوم سے مراد یا تو ان کے نوجوان ہیں جو یہ حرکات کرتے تھے یا ان کی ساری قوم بوڑھے، جوان، بچے، مرد، عورتیں چونکہ سب لوگ اس حرکت سے راضی تھے فاعل ہوں یا نہ ہوں لہذا سب نے یہی جواب دیا یہاں واؤ سے ارشاد ہے دوسری جگہ لما کان ف سے ارشاد ہوا ہے۔ دیکھو سورہ نمل اور سورہ عنکبوت۔ کیونکہ یہاں ما کان جملہ فعلیہ سے پہلے مسرفون گزرا ہے جو کہ اسم ہے اور وہاں لما کان سے پہلے فعل ہی گزرا ہے۔ قوم تجھلون لہذا وہاں ف اور یہاں واؤ مناسب تھا (روح المعانی) الا ان قالوا اخر جوہم من قومکم یہ عبارت ما کان کی خبر ہے الا سے حصر کا قائدہ ہوا یعنی آپ کی قوم نے آپ کو کوئی تسلی بخش جواب نہ دیا دل جلانے والا جواب ہی دیا بہر حال یہ حصر حقیقی نہیں بلکہ اضافی ہے لہذا یہ آیت ان آیات کے خلاف نہیں جن میں قوم لوط کے اور جوابات بھی مذکور ہیں بعض مفسرین نے فرمایا کہ اولاً ”توان لوگوں نے اور جوابات دیئے مگر آخر میں صرف یہی جواب دینے لگے۔ بعض نے فرمایا کہ کچھ لوگوں نے اور جوابات دیئے مگر ان کے اکثر نے یہی جواب دیا بہر حال حصر بالکل درست ہے یعنی انہوں نے یہی کہا کہ ان کو اور ان کے ساتھ ان کے بل بچوں ایمان لانے والوں کو اپنی بستی سے نکال دو۔ وہ سمجھے کہ اس حرکت کو سب تو اچھا کہتے ہیں یہ اکیلے برا کہتے ہیں جمہور کے مقلد شخصیات نہیں ماننی چاہئے نیز ہماری قوتیں طاقتیں دولت ہماری اپنی چیزیں ہیں جس طرح چاہیں خرچ کریں یہ روکنے والے کون ہیں نیز انسان آزاد ہے جو

چاہے کرے یہ ہماری آزادی سلب کرتے ہیں لہذا انہیں نکالو۔ ان بد نصیبوں نے رب کے مقابل سب کی بات نہیں مانی آزادی اور بے قیدی میں فرق نہیں کیا اپنی دولت و قوت کو اپنی چیز سمجھایا تیں غلطیاں گناہوں بد کاریوں کی جڑ ہیں کیونکہ انہم اناس بتطہرون قوم کی یہ بکواس حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کا مذاق اڑانے کے لئے تھی یعنی یہ لوگ بڑے پاک ستھرے بنتے ہیں۔ ایسے مزے دار لذیذ کام سے ہم کو روکتے ہیں ہماری بستی میں ان کی کوئی جگہ نہیں یہ یہاں نہ ہوں گے تو ہم کو اپنی ہوس پوری کرنے میں آزادی ہوگی کوئی ہم کو روکنے والا نہ ہوگا۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ یہ کام نہایت پاکیزہ ستھرا ہے یہ لوگ اس کام سے بچنے کو پاکیزگی سمجھتے ہیں غلطی کرتے ہیں۔

خلاصہ و تفسیر : اے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امت کو یا کفار مکہ کو حضرت لوط علیہ السلام کا ذکر بھی سنا دو جب انہوں نے سدوم وغیرہ کے باشندوں سے فرمایا کہ اے قوم تجھے کیا ہو گیا تو ایسی بے حیائی کا کام کرتی ہے جو تجھ سے پہلے کسی مخلوق نے نہیں کیا جو فطرت انسانی بلکہ فطرت حیوانی کے خلاف ہے کہ تم لوگ عورتوں کو چھوڑ کر لڑکوں سے شہوت رانی کرتے ہو تم تو حد سے بڑھ گئے تم نے وہ حد توڑی ہے جو کسی نے نہ توڑی ہوگی تم حد سے بڑھنے والے لوگ ہو۔ ان کی قوم کا جواب یہی تھا کہ حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے ساتھیوں کو اپنی بستی سے نکل دو یہ لوگ بڑے پاک باز صاف ستھرے بنتے ہیں ان کا ہماری بستی میں کیا کام ہے۔ خیال رہے کہ اللہ تعالیٰ بعض بندوں کو شروع سے ایسے نام دیتا ہے جو آگے چل کر ان کے اعمال احوال کے مطابق ہوتے ہیں دیکھو لوط علیہ السلام آگے چل کر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دامن سے وابستہ ہونے والے تھے تو انہیں اول سے ہی لوط نام دیا۔ حضرت ابوبکر آگے چل کر ہر جگہ اول رہنے والے تھے تو اول سے ہی آپ کا نام ابوبکر ہوا یعنی اولیت والے حضرت عمر آگے چل کر دین کو آباد کرنے والے تھے تو اول سے ہی آپ کا نام عمر ہوا یعنی دین کو آباد کرنے والے۔ ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمیشہ ہر طرح تعریف ہونے والی تھی تو اول سے ہی آپ کا نام محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوا۔ اس کے برعکس ابولہب آگے چل کر روز خنی ہونے والا تھا تو اول سے ہی ان کا نام ابولہب ہوا۔ یعنی آگ کے شعلوں والا یہ پاور ہے۔ اس حرکت کی ابتدا قوم لوط کی یہ چاروں پانچوں بستیاں نہایت سرسبز شلاب تھیں ان میں باغات سرسبز کھیت خیریں وغیرہ بہت تھیں ان بستیوں کی ارد گرد کی زمین قریباً خشک تھی۔ وہاں خشک زمین کے لوگ ان کے لڑکے اس سبز علاقہ میں آتے تھے ان کے باغات کے پھل پھول چوری سے کھا جاتے تھے۔ ویسے ظاہر ظہور بھی ان لوگوں کو بہت تنگ کرتے۔ قوم لوط کے لوگ ان سے بہت پریشان تھے۔ ایک روز ابلیس نہایت حسین جیل لڑکے کی شکل میں ایک باغ میں پہنچا اور پھل توڑنے لگا باغ والے نے اسے پکڑ لیا اور مارنا پیٹنا چاہا۔ ابلیس نے کہا کہ تم مجھے مارو مت بلکہ تم میرے ساتھ یہ حرکت کر لو۔ باغ والے نے اس کے بتانے سے ابلیس سے یہ حرکت کی اسے بہت لذت محسوس ہوئی پھر ابلیس بولا کہ اب جو بھی لڑکا تمہارے باغوں میں پھل توڑے تم اس سے ایسا ہی کرنا۔ تمہیں لطف حاصل ہو گا اور لڑکے اس ڈر سے تمہارے باغوں میں آنا چھوڑ دیں گے اس شخص نے اپنے دوسرے عزیزوں رشتہ داروں کو یہ سنایا یہ بتایا ہوتے ہوتے یہ حرکت ان سب میں پھیل گئی۔ (تفسیر خازن وغیرہ) خیال رہے کہ جیسے مشینوں ہوائی جہاز راکٹ کے موجد مختلف لوگ ہیں ایسے نیکیوں اور گناہوں کے موجدین بھی مختلف ہیں آدم علیہ السلام گریہ وزاری کے موجد ہیں کہ آپ زمین پر روتے ہوئے آئے اب بھی ہر بچہ روتا ہوا پیدا ہوتا ہے کہ دادا کی سنت ہے ظلم قتل کا موجد قاتل ہے (اغلام) کی موجد شیطان کی تعلیم سے یہی قوم لوط ہے۔ موجد خیر کو سارے عالمین کا ثواب ملتا

ہے۔ اور موجدین شر کو تمام عالمین کا گناہ لہذا تاقیامت اس حرکت کے گناہ میں قوم لوط کا حصہ ضرور ہے۔

فائدے : ان آیات سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: انسان اگر سیدھا رہے تو فرشتوں سے بڑھا جاوے اگر اوندھا چلے تو جانوروں سے بدتر ہو جاوے دیکھو قوم لوط انسان ہی تھی مگر جب بگڑی تو اس نے وہ کام کئے جو جانور بھی نہ کریں۔ یہ فائدہ ما سبقکم بہا من احد من العالمین سے حاصل ہوا۔ اللہ تعالیٰ انسان کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ دوسرا فائدہ: نبی جس قوم کی طرف بھیجے جائیں وہ قوم ایک معنی سے ان کی اپنی قوم ہوتی ہے قومیت کے لئے دین یا ملک یا نسب کا ایک ہونا ضروری نہیں۔ یہ فائدہ اذ قال لقومہ سے حاصل ہوا کہ قوم لوط حضرت لوط علیہ السلام کی نہ ہم مذہب تھی نہ ہم ملک نہ ہم نسب مگر اس کے باوجود آپ نے انہیں اپنی قوم فرمایا۔ تیسرا فائدہ: تبلیغ نرم الفاظ سے کی جائے نرمی سے وہ کام نکلتے ہیں جو سختی سے نہیں نکلتے۔ یہ فائدہ بھی ما قوم سے حاصل ہوا کہ آپ نے اس سرکش قوم کو بقوم کہہ کر تبلیغ فرمائی۔ شہد کی ایک بوند بہت سی مکھوں کو پھانس لیتی ہے سرکہ کا ایک گھڑا ایک مچھر کو بھی نہیں پھانس سکتا۔ چوتھا فائدہ: لڑکوں سے بد فعلی گناہ کبیرہ بھی ہے اور عقل کے خلاف بھی۔ یہ فائدہ الفلحشہ سے حاصل ہوا کہ رب تعالیٰ نے کفر و شرک کو فاحشہ نہیں فرمایا کہ وہ چیزیں ظاہری عقل انسانی کے خلاف نہیں مگر لواطت کو فاحشہ فرمایا کہ یہ عمل عقل انسانی تو کیا جانوروں کے حواس کے بھی خلاف ہے کفر و شرک سے فطرۃ طبعی گھن نہیں کرتی مگر اس سے کرتی ہے۔ پانچواں فائدہ: اغلام بازی قوم لوط کی ایجاد ہے ان سے پہلے کبھی کسی نے نہ کی۔ یہ فائدہ ملبقکم الخ سے حاصل ہوا اس لئے اس بد کاری کو لواطت کہتے ہیں یہ لفظ لوط سے نہیں بلکہ لوطی سے بنا ہے۔ مسئلہ: اغلام حرام قطعی ہے اس کا منکر کافر ہے۔ چھٹا فائدہ: معاملات کے کفار بھی مکلف ہیں یعنی ان پر بھی فرض ہے کہ بد کاریوں، حرام خوریوں سے بچیں۔ یہ فائدہ بھی اتاتون الخ سے حاصل ہوا دیکھو لوط علیہ السلام نے اپنی کافر قوم کو اس حرکت پر ملامت کی۔ ہاں کفار عبادات کے مکلف نہیں پہلے وہ مسلمان ہوں پھر نماز روزہ ادا کریں۔ ساتواں فائدہ: اغلام کا علوی مرد عورت کے قتل نہیں رہتا اس سے بدترین بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اس کی دنیا میں بھی قدرتی سزا مل جاتی ہے۔ یہ فائدہ من دون النساء سے اشارۃ حاصل ہوا۔ آٹھواں فائدہ: نابالغ بچوں کو بھی رجل یعنی مرد کہہ سکتے ہیں یہ فائدہ لاتاتون الرجال سے حاصل ہوا۔ کیونکہ وہ لوگ عموماً "امرد" (بے داڑھی والے) بچوں سے ہی بد کاری کرتے تھے مگر انہیں رجال فرمایا۔ نواں فائدہ: قرآن کریم کی زبان نہایت ہی مہذب ہے وہ نہایت گندے کاموں کو اشاروں سے بیان فرماتا ہے دیکھو اس حرکت کے لئے عربی میں خاص نام بھی ہے مگر اسے کیسے اشارہ سے بیان فرمایا لاتاتون الرجال شہوتہ۔ دسواں فائدہ: جب کسی کے دن برے آتے ہیں تو اسے الٹی سوچتی ہے اس کی عقل اوندھا کام کرتی ہے دیکھو کسی بستی میں اللہ والوں کا رہنا اللہ کی رحمت ہے کہ ان کی برکت سے عذاب الہی نہیں آتا وہ حضرات اللہ کی امان ہیں مگر وہ بد نصیب خود اپنی بستی سے لوط علیہ السلام اور ان کی مومن قوم کو نکالنے کی کوشش کر رہے تھے۔ یہ فائدہ اخرجوا ہم الخ سے حاصل ہوا بزرگوں کا کسی جگہ سے نکل جانا عذاب الہی کا پیش خیمہ ہوتا ہے۔ گیارہواں فائدہ: عربی میں لفظ قریہ بڑے شہر کو بھی کہتے ہیں۔ یہ فائدہ من قرینکم الخ سے حاصل ہوا دیکھو سدوم بڑی بستی یعنی شہر تھا مگر اسے قرینکم فرمایا لہذا جس حدیث میں ہے کہ پہلا جمعہ قریہ جو اٹلی میں ہوا وہاں بھی قریہ سے مراد شہر ہے جمعہ صرف شہر میں ہو سکتا ہے۔ بارہواں فائدہ: بد عقل کو اچھی صفات عیب معلوم ہوتے ہیں اور برے عیب ہنر نظر آتے ہیں۔ یہ فائدہ بتطہرون سے حاصل ہوا پاک و ستھرا ہونا صفت ہے مگر وہ

اسے عیب قرار دیتے ہیں۔

پہلا اعتراض : اس کی کیا وجہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے بیک وقت چند نبی ہوتے تھے مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نہ تو زمانہ حیات میں کوئی نبی ہونا تاقیامت۔ جواب : چراغ کی روشنی میں تعدد کی گنجائش ہے کہ بیک وقت ایک ہی جگہ یا چند جگہ میں چند چراغ جل سکتے ہیں مگر سورج کی روشنی میں تعدد کی گنجائش نہیں کیونکہ وہ سارے جہان کا نور ہے اور اعلیٰ درجہ کا نور جس کے سامنے سارے نور بے نور اور نبی چراغ تھے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سورج ہیں۔ دوسرا اعتراض : پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ اور بعد میں اولیاء، علماء، خلفاء کیوں ہوئے۔ ان کے تعدد کی گنجائش کیسے ہوئی نبوت میں اور ولایت خلافت میں کیا فرق ہے؟ جواب : حضرات انبیاء مثل چراغ کے ہیں حضرات اولیاء، خلفاء، علماء وغیرہ ذرات یا شیشے ہیں۔ سورج چراغوں کو بجھاتا ہے ذروں وغیرہ کو روشن کرتا ہے کیونکہ چراغ میں اپنا نور ہوتا ہے۔ شیشے ذرات خود نور سے بالکل خالی ہوتے ہیں ان میں صرف سورج کا نور ہوتا ہے۔ یونہی ولایت خلافت میں نور صرف حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کا ہوتا ہے۔ لہذا یہ تاقیامت باقی ہیں۔ تیسرا اعتراض : قرآن کریم نے اغلام کو فاحشہ فرمایا مگر کفر و شرک کو فاحشہ نہ کہا حالانکہ وہ تو اس سے بدتر ہے اس کی کیا وجہ ہے۔ جواب : اس کا جواب ابھی فوائد میں گزر گیا کہ فاحشہ وہ گناہ ہے جس سے انسان طبعاً کھن و نفرت کرے اسے چھپانے کی کوشش کرے۔ یہ بات کفر و شرک میں نہیں۔ لوگ علانیہ شرک و کفر کرتے ہیں بلکہ اس پر فخر کرتے ہیں۔ حرام ہونا اور بات ہے گھنونی چیز ہونا کچھ اور ہے۔ چوتھا اعتراض : یہاں من العالمین کیوں ارشاد ہوا من الناس کما چاہئے تھا کہ یہ حرکت انسان ہی کرتا ہے نہ کہ سارا جہان۔ جواب : لفظ عالمین بہت معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ ساری مخلوق جیسے الحمد للہ رب العالمین۔ ساری جاندار چیزیں انسان ہوں یا غیر انسان۔ انسان کی مختلف جماعتیں، مطلقاً انسان جیسے اولم ننہک من العالمین یہاں العالمین یا معنی جاندار مخلوق ہے یا معنی انسان کی مختلف جماعتیں ہیں یعنی یہ ناشائستہ حرکت کوئی جانور بھی نہیں کرتا کسی قسم کا کوئی انسان نہیں کرتا تم کیسے بے حیاء ہو جو ایسی حرکت کرتے ہو لہذا مطلب واضح ہے۔ پانچواں اعتراض : یہاں ارشاد ہوا قاتون الرجال وجل بلغ جو ان مرد کو کہتے ہیں مبالغہ پچہ کو صبی کہا جاتا ہے۔ یہاں بجائے رجال کے مہمان فرمانا چاہئے تھا کہ وہ مردود بچوں کے ساتھ یہ حرکت کرتے تھے۔ جواب : اس اعتراض کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یا تو بچوں کو رجال فرمایا آئندہ وہ رجال ہونے والے تھے یا وہ مردود جو ان بلکہ بوڑھے مردوں سے بھی یہ حرکت کرتے تھے۔ چھٹا اعتراض : قوم لوط کے کفار حضرت لوط علیہ السلام اور ان کے مومنین کو بہت برا سمجھتے تھے۔ پھر انہوں نے یہ کیوں کہا کہ انہم اناس یتطہرون یہ لوگ بہت ہی پاکیزہ ہیں اگر وہ ان حضرات کو پاکیزہ سمجھتے تو ان سے نفرت نہ کرتے یہ کلام کیونکر درست ہوا؟ جواب : ان کفار نے بیان واقعہ کے لئے یہ نہ کہا تھا۔ بلکہ بطور طعن کہا تھا یعنی یہ لوگ بہت پاکیزہ بنتے ہیں ہم لوگوں کو گندا سمجھتے ہیں تو گندوں میں رہتے کیوں ہیں وہاں جائیں جہاں پاکیزہ لوگ رہتے ہوں لہذا ان کی بکو اس بھی کفر تھی۔ ساتواں اعتراض : حضرت لوط علیہ السلام تو پانچ بستیوں کے نبی تھے اور ان سب ہی نے یہ کہا تھا یخرج من قریبتکم واحد کیوں ارشاد ہوا من قراکم کما چاہئے تھا۔ یعنی اپنی بستیوں سے نکال دو۔ جواب : یہاں قریہ اسم جنس ہے جو واحد اور جمع سب پر بولا جاتا ہے یہاں جمع پر بولا گیا ہے۔ لہذا آیت واضح ہے۔ آٹھواں اعتراض : دوسرے نبیوں نے پہلی تبلیغ میں لوگوں کو درستی عقائد اور عبادت کی دعوت دی اعدوا اللہ مالکم من الدغیرہ مگر لوط

علیہ السلام نے اپنی تبلیغ میں ایک خاص بدکاری چھوڑنے کی دعوت دی۔ اصلاح عقائد و اعمال کا ذکر نہیں کیا۔ اس فرق کی وجہ کیا ہے۔ جواب: یا تو آپ نے عقائد عبادات کی بھی تبلیغ فرمائی تھی مگر قرآن کریم نے ان میں سے اس ایک کا ذکر کیا یا یہ تبلیغ آئندہ تبلیغوں کی تمہید تھی کہ تم یہ بدکاری چھوڑو تاکہ اچھے عقائد اچھے اعمال کی توفیق ملے۔ بعض گناہ خصوصاً "زنا و اغلام ایسے منحوس ہوتے ہیں کہ ان کے ہوتے انسان کو نہ ایمان کی ہدایت ملتی ہے نہ نیک اعمال کی بلکہ کفر و شرک سے بدتر سزا ان جرموں کی ہے سلطان اسلام کفار رعایا کو شرک و بت پرستی سے جبراً نہیں روکے گا مگر ان سے جبراً روکے گا کسی قوم کو ان کی اجازت نہ دے گا۔ نیز مرتد کی سزا قتل ہے مگر زندانی سزا اس سے بدتر یعنی رجم ہے۔

تفسیر صوفیانہ : حضرات انبیاء کرام روحانی حکیم ہوتے ہیں جو اپنی قوم کا روحانی علاج ہر طرح فرماتے ہیں۔ حکیم حاذق وہ ہے جو بیمار کی بیماری اور اس کی وجہ کا علاج کرے۔ یہ حضرات قوم کے مرض اور مرض کی وجہ سب سے واقف ہوتے ہیں جس بیمار کی قسمت میں شفا ہوتی ہے وہ حکیم کا ہر بات پر سر جھکا رہتا ہے مگر جس کی موت آئی ہو وہ حکیم کی مذاق اڑاتا ہے اس کے مشورہ پر دھیان نہیں دیتا۔

کسی نے بقراط سے جا کے پوچھا	مرض تیرے نزدیک ملک ہیں کیا کیا
کہا اس نے کوئی نہیں روگ ایسا	دوا جس کی خالق نے کی ہو نہ پیدا
مگر وہ مرض جس کو آسمان سمجھیں	کہے جو طبیب اس کو ہذیان سمجھے
دوا اور پرہیز سے جی چرائیں	اسی طرح اپنے مرض کو برہائیں!

حضرت لوط علیہ السلام نے اپنی قوم کو لواطت سے منع فرمایا اسی طرح حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم کو کم تولنے سے روکا کفر سارے کفار کا مرض عام ہے۔ یہ حرکات ان کے خصوصی امراض تھے جن سے وہ حضرات ان کو باز رہنے کی تلقین کرتے تھے۔ مگر چونکہ ان کے نصیب میں شفا نہ تھی اس لئے انہوں نے وہ اندھا جواب دیا جو یہاں مذکور ہے۔ رب تعالیٰ مقبولوں سے فیض لینے کی توفیق عطا فرمائے۔ قوموں کے یہ حالات سنو اور عبرت پکڑو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ گزشتہ نبیوں کی قوموں میں ایک ایک جرم تھا قوم لوط میں یہ بدکاری قوم شعیب میں کم تولنا وغیرہ انہوں نے اپنے جرم نہ چھوڑے ہلاک ہو گئے مگر عرب میں ایک دو نہیں ہزار با جرم تھے زنا پر فخر بچیوں کو جیتو فن کرنا شراب کھانی کی طرح استعمال جنگ و جوئے کی بہتات۔ مگر حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ہلاک نہ کرایا بلکہ انہیں توبہ کرا کر نیک بنایا ان تبلیغوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے تمام نبیوں نے گنہگار مٹائے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے گناہ مٹائے گنہگار نیک کار بنائے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت لوط اور حضرت یوسف علیہ السلام وہ نبی ہیں جو ایسے شہروں میں بھیجے گئے جہاں نہ کوئی ان کا عزیز قریب تھا نہ ولی دوست اس لئے وہاں کے لوگوں نے انہیں بے یار و مددگار جانا کہ سدوم والوں نے آپ کو شہر سے نکل دینے کا مشورہ کیا اور عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کو بلا قصور قید کر دیا جس کی داد نہ فریاد۔ اللہ تعالیٰ انہیں قوت روحانی دیتا ہے۔ مگر وہ حضرات ہر جگہ خرچ نہیں کرتے ورنہ خواجہ اجیری کے مقابل راجہ داہر مات کھا گیا۔

فَانْجِبْنَهُ وَاَهْلَهُ اِلَّا امْرَاَتَهُ كَانَتْ مِنَ الْغَابِرِينَ ﴿۸۳﴾ وَاَمْطَرْنَا

پس نجات دی ہم نے ان کو اور گھر والوں کو ان کے سوا ان کی بیوی جو تھقی باتیں میں سے اور برساتی تو ہم نے اسے اور اس کے گھر والوں کو نجات دی مگر اس کی عورت رہ جانے والوں میں ہوئی اور ہم نے ان پر ایک

عَلَيْهِمْ مَّطَرًا فَاَنْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُجْرِمِينَ ﴿۸۴﴾

ہم نے اوپر ان کے بارش پس دیکھو کیا ہوا تیجہ حبرم والوں کا
میدہ برساتا تو دیکھو کیا انجام ہوا مجرموں کا

تعلق: ان آیات کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں قوم لوط کے جرموں کا ذکر ہوا اب ان کی دنیاوی سزا کا تذکرہ ہے گویا سبب عذاب کے بعد عذاب کا ذکر ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں فرمایا گیا تھا کہ قوم لوط علیہ السلام نے اپنے نبی لوط علیہ السلام کی نافرمانی کی کہ ان کی نصیحت پر عمل کرنے کی بجائے ان سے مقابلہ کی ٹھانی اب اس مخالفت پیغمبر کے نتیجہ کا ذکر ہے گویا علت کے بعد معلول کا تذکرہ ہے۔ خیال رہے کہ کفر گناہ بدکاریاں عذاب الہی کا سبب ہیں اور پیغمبر کی مخالفت عذاب کی علت ہے۔ بغیر مخالفت نبی کسی پر عذاب نہیں آیا خواہ وہ کیسا ہی کافر کیسا ہی بدکار تھا۔ مولانا فرماتے ہیں۔

پچھ تو سے را خدا رسوا نہ کرو تامل صاحب دلے نامہ بہ درد
فرعون برسوں تک خدائی کرتا رہا مگر ڈوبا کب جب حضرت کلیم اللہ کی بددعائی۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں ارشاد ہوا تھا کہ قوم لوط نے حضرت لوط علیہ السلام کو اپنی بستیوں سے نکالنے کی کوشش کی۔ اب فرمایا جا رہا ہے کہ وہ خود ان بستیوں سے ہی نہیں بلکہ دنیا سے ذلیل و خوار ہو کر نکل گئے۔ گویا نکالنے کے ارادے کے بعد ان کے خود نکلنے کا تذکرہ ہے۔

تفسیر: فَاَنْجِبْنَاهُ اس فرمانِ عالی میں صرف بعدیت بیان کرنے کے لئے ہے۔ معنی فوراً نہیں کیونکہ اس قوم پر عذاب فوراً نہیں آیا بلکہ تیس سال کے بعد آیا۔ لوط علیہ السلام ان کو تیس سال تبلیغ فرماتے رہے۔ اس دوران میں حضرت ابراہیم علیہ السلام بھی تشریف لاتے رہے انہیں سمجھاتے رہے (معانی) خیال رہے کہ کفار پر عذاب آنے کی تین صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک یہ کہ کفار و مومنین سب کو بستی سے نکال کر کفار کو عذاب دیا گیا۔ جیسے فرعون لوگ۔ دوسرے یہ کہ دونوں قوموں کو وہاں ہی رکھا گیا عذاب آیا تو صرف کافر ہلاک ہوئے مومن بچائے گئے۔ جیسے طوفانِ نوحی میں ہوا۔ تیسرے یہ کہ مومنوں کو بستی سے نکال دیا جائے کفار پر وہاں بستی میں ہی عذاب آجائے جیسے قوم عاد و ثمود۔ یہاں یہ تیسری صورت عذاب کی تھی پہلی دو صورتوں میں خود بستی قائم رہتی ہے دیکھ لو مصر اور کوفہ آج تک آباد ہیں مگر تیسری صورت میں وہ یعنی تاقیامت ویران رہتی ہے وہاں جانا وہاں رہنا وہاں کی چیزیں استعمال کرنا سب حرام ہوتا ہے۔ انجینا بنانا ہے نجات سے جس کا لہو ہے نجوہ معنی علیحدگی یا دوری اسی سے ہے مناجات۔ نجوئی (سرگوشی) اور استنجاء کیونکہ یہ سارے کام علیحدگی میں ہوتے ہیں۔ حرف میں نجات کے معنی ہیں آفت سے نکال لینا۔ اور آفت سے دور رکھنا۔ یہاں دو سرے معنی میں ہے کیونکہ عذاب آنے سے پہلے

ہی لوط علیہ السلام کو مع مومن لوگوں کے وہاں سے نکل لیا گیا تھا اور نوح علیہ السلام کی نجات پہلے معنی سے تھی کیونکہ آپ مع مومنین کے طوفان میں رہے۔ مگر غرق سے بچے رہے۔ و اہلہ یہ عبارت معطوف ہے انجینا کی ضمیرہ پر اہل کے لغوی معنی ہیں والا۔ کہتے ہیں اہل علم، اہل مال، اہل خانہ، اہل فلاں۔ اصطلاح میں یہ لفظ چند معنی میں آتا ہے اہل بیت ولادت جو گھر میں ہوں۔ جیسے اولاد، اہل بیت سکونت جو پیدا اور جگہ ہوں مگر رہیں اس گھر میں جیسے بیوی۔ اہل بیت خدمت جن کی نہ ولادت اس گھر میں ہو نہ سکونت۔ خدمت کے لئے آتے جاتے ہوں جیسے اپنے نوکر چاکر خدام۔ اہل بیت حفاظت جو اس گھر میں نہ رہیں نہ آئیں جائیں مگر ہماری حفاظت میں ہوں، ہم نے ان کو اپنے دو سرے گھر میں رکھا ہونی کی فرمانبرداری امت خواہ کسی جگہ رہے نبی کی اہل بیت حفاظت ہے بادشاہ کے ملازمین کسی جگہ رہیں بادشاہ کی اہل میں ہیں۔ امت کے گھرنی کے حفاظتی گھر ہیں۔ یہاں حضرت لوط کے گھر میں رہنے والے بھی مراد ہیں اور وہ مومنین بھی جو آپ پر ایمان لائے اور اپنے گھر میں رہے اس لئے یہاں حضرت لوط کے گھر میں رہنے والے بھی مراد ہیں اور وہ مومنین بھی جو آپ پر ایمان لائے اور اپنے گھر میں رہے اس لئے یہاں مومنین کا ذکر علیحدہ نہ کیا بادشاہ کی اپنی کوٹھی بھی بادشاہ کا گھر ہے۔ اس کے نوکروں کے کوٹھریں بھی اس کے جانوروں کا طویلہ بھی اس کے حکام کے بنگلے۔ یہ سب کچھ بادشاہ کے گھر ان میں رہنے والے بادشاہ کے گھر والے ہیں۔ آپ کی اس وقت دو لڑکیاں تھیں۔ زعوزا، ریا، کچھ مومنین تھے ان سب کو عذاب سے بچالیا گیا (از روح البیان و معانی) الا امراۃ جو تکہ اہل میں بیوی بھی داخل تھی اسے اس حکم سے نکالا گیا۔ لہذا یہ مستثنیٰ متصل ہے آپ کی ایک ہی بیوی تھی جس کا نام والہ یا والہ تھا (روح المعانی) یہ کافرہ تھی کفار سے مل کر آپ کو بہت ستاتی تھی بلکہ جب فرشتے خوبصورت لڑکوں کی شکل میں آپ کے ہاں بطور مہمان آئے تو اس نے قوم کو خبر دی تھی کہ آؤ ہمارے گھر میں تمہاری لذت کا سامان آیا ہے یعنی خوبصورت لڑکے۔ کانت من الغابین یہ عبارت امراۃ کا مل یا نیا جملہ ہے کانت یا تو معنی صارت ہے یا اپنے معنی میں ہی ہے غابر بنا ہے۔ غبر سے غابر کے بہت معنی ہیں، باقی، محفوظ، ہالک۔ یہ حضرت لوط علیہ السلام کے ساتھ عذاب سے پہلے سدوم سے نکل گئی تھی حکم یہ تھا کہ کوئی پیچھے پھر کر نہ دیکھے یہ نہ مانی اس نے پیچھے پھر کر عذاب کو دیکھا۔ بولی ہائے میری قوم تو ایک پتھر اس کے بھی لگایا وہاں ہی ڈھیر ہو گئی۔ لہذا غابر معنی ہالک ہے۔ (معانی) بعض مفسرین نے فرمایا کہ وہ آپ کے ساتھ شہر سے نکلی ہی نہ تھی ان کے ہاں غابر معنی باقی ہے۔ چونکہ ہلاک ہونے والے مرد بھی تھے اور عورتیں بھی اور مرد عورت سے اعلیٰ ہوتا ہے اس لئے تغلبا "غابریں جمع مذکر ارشاد ہو غابرات جمع مونث نہ فرمایا (عام تفسیر) و امطرنا علیہم مطرا ظاہر ہے کہ یہ نیا جملہ ہے اور اس کا واؤ ابتدا یہ ہے بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ امطرنا عذاب کی بارش کے لئے بولا جاتا ہے اور مطر رحمت کی بارش کے لئے چونکہ ان پر قہر و غضب کی بارش ہوئی تھی۔ لہذا امطرنا فرمایا۔ اسی لئے اس کے بعد علی ارشاد ہو جو نقصان کے لئے آتا ہے۔ (معانی) مطرا سے مراد ایک خاص قسم کی بارش ہے اس کی تفسیر وہ آیت ہے و امطرنا علیہم حجارة من سجيل۔ جس سے معلوم ہوا کہ ان پر پانی کی بارش نہ ہوئی بلکہ گندک اور آگ کے پتھروں کی بارش ہوئی تھی۔ خیال رہے کہ قوم لوط کے متعلق دو سری جگہ ان کی بستیوں کے لئے جانے کا ذکر ہے۔ جعلنا عالیہا سافلہا۔ اور یہاں پتھر برسنے کا ذکر آیا تو دونوں عذاب ان پر آئے کہ پہلے پتھر بر سے بعد میں ان کی بستیاں الٹی گئیں یا اس کے برعکس یا گھر کے باشندوں پر ان کی بستی الٹی گئی اور ان کے مسافروں پر پتھر بر سے چنانچہ ان کا ایک تاجر اس وقت حرم مکہ معظمہ میں تھا ایک پتھر اس کے لئے چالیس دن

ہو میں معلق رہا جب وہ حرم شریف سے نکلتا تب وہ پتھر اس پر گرالو روہ وہاں ہی ڈھیر ہو گیا (معانی روح وغیرہ) لہذا آیات میں تعارض نہیں۔ فانظر کیف کان عاقبتہ المعجورین اس میں خطاب اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے تو نظر سے مراد ہے آنکھ سے دیکھنا اور اگر خطاب ہر قرآن پڑھنے سے ہے تو نظر سے مراد ہے غور کرنا۔ معجورین سے مراد وہ قوم لوط ہے جن کا ذکر ابھی ہوا۔ یعنی اے محبوب آپ نظر فرماؤ دیکھو یا اے مسلمان غور کرو کہ ان مجرموں کا انجام کیسا خطرناک اور صیانتک ہوا۔

خلاصہ تفسیر: جب قوم لوط کافر، سرکشی، بدکاری حد سے بڑھ گئی اور انہوں نے اپنے پیغمبر کی وہ بے حرمتی کی جس کا ذکر ہو چکا تو اس کا انجام یہ ہوا کہ ہم نے جناب لوط اور ان کے گھروالے یعنی ان کی لڑکیوں ان کے خدام اور دوسرے مومنوں کو تو عذاب سے بچالیا ہاں ان کی بیوی و اہل عذاب میں گرفتار ہوئی کیونکہ وہ آپ پر ایمان نہ لائی تھی اور کفار پر ہم نے پتھروں کی بے پناہ بارش کی جس سے وہ سارے فنا ہو گئے۔ اے محبوب آپ ان کا عذاب دیکھو کیونکہ آپ کی نظر سے اگلی پچھلی چیزیں لوط جھل نہیں یا اے قرآن پڑھنے والے تو ان واقعات میں غور کرنا کہ تجھ میں اللہ کی عبادت نبی کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہو۔ قوم لوط کی عذاب میں ایک خصوصیت یہ ہے کہ عذاب لانے والے فرشتے پہلے حضرت ابراہیم کے پاس گئے انہیں اس کی خبر دی پھر قوم پر عذاب لائے کیونکہ حضرت ابراہیم کی دعا سے لوط علیہ السلام نبی بنے تھے آپ کے مقرر کرنے سے اس علاقہ میں تشریف لے گئے تھے۔ چونکہ وہ حضرت ابراہیم کے مقرر کردہ تھے۔ اس لئے انہی کی اجازت لے کر انہیں سب کچھ سمجھا کر عذاب بھیجا گیا یہ ہے پیغمبر کی عظمت بارگاہ الہی میں۔ ورنہ عذاب کسی سے پوچھ کر نہیں آتا۔

فائدے: ان آیات کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: قرآنی اصطلاح میں بیوی بیٹیاں خاص خدام متبعین یہ سب اہل بیت میں داخل ہیں۔ صرف بیٹیوں یا صرف بیویوں کو اہل بیت ماننا دوسروں کو اس سے خارج کرنا قرآنی اصطلاح کے خلاف ہے۔ یہ فائدہ و اہلہ اور الا امواتہ سے حاصل ہوا کہ یہاں لوط میں یہ تمام داخل ہیں ان سب کو نجات ملی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری امت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اہل بیت حفاظت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی لہن میں ہے ان کے گھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے گھر ہیں ہر جگہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا گھر ہے اور ہر جگہ کرم کا دروازہ کھلا ہوا ہے سورج کا نور صرف چوتھے آسمان پر نہیں بلکہ ہر جگہ ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو نبوت کے سورج ہیں۔ دوسرا فائدہ: ایمان کے بغیر نبی کا گھر والا ان کا رشتہ دار ہونا بالکل بیکار اس سے کوئی فائدہ نہیں۔ یہ فائدہ کانت من الغائبین سے حاصل ہو لو دیکھو اہل حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی تھی مگر کافرہ تھی اس لئے عذاب میں گرفتار ہو گئی کھان نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا کافر تھا۔ طوفان عذاب میں غرق ہو گیا۔ مگر حضرت آسیہ اگرچہ فرعون کی بیوی تھیں مگر مومنہ تھی اللہ کی مقبول بندی ہوئیں۔ چوتھا فائدہ: نبی کی بیوی کافرہ ہو سکتی ہے بلکہ ہوئی ہے ہاں فاجرہ فاحشہ یعنی بدکار زانیہ نہیں ہو سکتی یہ فائدہ بھی من الغائبین سے حاصل ہوا اہل حضرت لوط نبی کی زوجہ تھی مگر تھی کافرہ۔ پانچواں فائدہ: اگر رحمت خداوندی دستگیری نہ کرے تو اعلیٰ محبت بھی فائدہ نہیں دیتی نبی کی محبت انسان کو صحابی بنا دیتی ہے مگر اہل حضرت لوط علیہ السلام کی محبت میں ان کے گھر میں رہی آپ کی نصیحت و عطا سنتی رہی مگر کچھ فائدہ حاصل نہ کر سکی کیونکہ رحمت خداوندی شامل حل نہ تھی۔ یہ فائدہ بھی من الغائبین سے حاصل ہوا۔

پرتونیکل نہ گيرو ہرکہ بنيادش است تربيت نائل راچوں گرد گل برگنبد است
چھٹا فائدہ: بدکاری لواطت وغیرہ بدترین جرم ہے دیکھو لوط علیہ السلام کی بدکار قوم پر وہ عذاب آیا جو دوسری کافر قوموں پر نہ
آیا۔ اب بھی اسلام میں زنا کی سزا قتل کی سزا سے بھی بدتر ہے۔ یعنی سنگسار کرنا، قاتل مرتد کو قتل کیا جاتا ہے سنگسار نہیں کیا جاتا۔
یہاں روح البیان نے فرمایا کہ سواء سور کے اور کوئی جانور بھی نہ سے بدکاری نہیں کرتا۔ مرد لڑکے کو شہوت سے بوسہ دینا ستر بار
زنا سے بدتر ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں۔

خرابت کند شلہ خانہ کن برد خانہ آباد گرداں بہ زن
مکن بد بہ فرزند مردم نگاہ کہ فرزند خویشد بر آید تباہ

حضرت سلیمان علیہ السلام نے ابلیس سے پوچھا کہ بدترین گناہ کیا ہے وہ بولا مرد کی مرد سے اور عورت کی عورت سے محبت یعنی
حق۔

حکایت: حضرت امام محمد جب امام اعظم ابو حنیفہ کے پاس پڑھنے آئے تو آپ کم سن اور خوبصورت تھے۔ امام اعظم نے انہیں
حکم دیا کہ میرے پیچھے یا مسجد کی ستون کی آڑ میں بیٹھا کرو (دیکھو روح البیان) ایک روز دھوپ میں آپ انہیں سبق دے رہے
تھے کہ آپ کی واڑھی کا عکس کتاب پر پڑا تو پوچھا کہ محمد کیا تمہارے واڑھی نکل آئی ہے۔ عرض کیا ہاں فرمایا اب میرے سامنے آ
جاؤ۔ عورت کے ساتھ دو شیطان ہوتے ہیں مگر خوبصورت لڑکے کے ساتھ اٹھارہ شیطان۔ نابالغ بچوں کے ساتھ اٹھارہ بیٹھنا، چلنا
پھرنا بھی ممنوع ہے۔ شیخ سعدی فرماتے ہیں کہ۔

چو خولای کہ قدرت بمائد بلند دل اے خواجہ در سلوہ رویاں مبند

مسئلہ: لڑکے کے درمیں محبت حرام قطعی ہے اس کا منکر کافر ہے اس کی دلیل یہی آیت ہے۔ بیوی سے درمیں محبت حرام
قطعی ہے اس کا منکر بھی کافر ہے وطی حالت حیض پر قیاس کرنے کی وجہ سے۔ مسئلہ: جنت میں یہ حرکت قطعاً نہ ہوگی کہ
اسے قرآن کریم نے فاحشہ فرمایا جنت میں فحش کا کیا کام وہاں غلن گھر کے کام کاج کے لئے ہوں گے۔ مسئلہ: لوطی آدمی کی سزا
قتل ہے خولہ تلوار سے ہو یا کسی اور ذریعہ سے۔ مسئلہ: جانور سے محبت کرنا حرام ہے اس کی سزا اس شخص کا قتل اور جانور کو
زنج کر کے دفن کر دینا ہے۔ مسئلہ: جلق یعنی ہاتھ سے منی نکالنا ممنوع ہے اس پر حدیث شریف میں لعنت کی گئی ہے۔ جس
شخص پر شہوت کا غلبہ اور اس میں نکاح کی طاقت نہ ہو تو وہ نہ متعہ کرے نہ جلق لگائے کہ یہ دونوں کام حرام ہیں بلکہ وہ روزے
رکھے۔ حدیث شریف میں یہی حکم ہے۔ رب فرماتا ہے۔ من اتبعی و راء فالتک فاولئک ہم العادون۔ جو اپنی
بیوی اور لونڈی کے سوا کسی اور ذریعہ کی تلاش کرے وہ حد سے بڑھنے والا ہے۔ ساتواں فائدہ: گزشتہ قوموں کے حالات ان
کے عذاب کا بوجھنا ان پر غور کرنا عبلوت ہے تاکہ اپنے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو۔ یہ فائدہ فائز کف کان لالح کی
ایک تفسیر سے حاصل ہوا یونہی گزشتہ مقبول بندوں کے تاریخی حالات پڑھنا ان میں غور کرنا عبلوت ہے تاکہ اپنے دل میں
نیکیوں کی رغبت ہو اور اطاعت خدا رسول کا جذبہ پیدا ہو۔ آٹھواں فائدہ: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہ میں
سارے اگلے پچھلے واقعات میں کوئی شے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چھپی نہیں۔ یہ فائدہ فائز کف کان لالح کی
دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ اس میں خطاب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو اور نظر معنی دیکھنا ہو۔

پہلا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کافرہ تھی اور وہ بھی عذاب میں گرفتار ہوئی مگر دوسری جگہ قرآن کریم فرماتا ہے الخبیثات للخبثین - کافرہ عورت خبیثہ ہے وہ نبی کے نکاح میں کیسے آگئی نبی تو طیب بلکہ یسوں کے سردار ہوتے ہیں۔ جواب : تمہاری پیش کردہ آیت میں خبیثات سے مراد کافرہ عورتیں نہیں بلکہ فاحشہ زانیہ بدکار عورتیں مراد ہیں۔ واقعی کسی نبی کی بیوی فاحشہ نہیں ہوتی کیونکہ وہ آیت اس کے متعلق اتری ہے جبکہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو تہمت لگائی گئی تھی۔ دوسرا اعتراض : مشرکہ عورت سے مسلمان کا نکاح درست نہیں تو لوط علیہ السلام کا نکاح والہ سے کیسے درست ہوا جو مشرکہ تھی؟ جواب : یہ حکم ہمارے اسلام کا ہے ان دینوں میں مومن مرد کا نکاح مشرکہ سے درست تھا ہمارے اسلام میں بھی پہلے مومن و کافر کا نکاح درست رہا۔ پھر منسوخ ہوا۔ حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا مومنہ تھیں مگر فرعون کے نکاح میں رہیں جو کافر و مشرک بلکہ مشرک گر تھا۔ تیسرا اعتراض : اس آیت سے معلوم ہوا کہ بیوی اہل بیت میں داخل نہیں ہوتی صرف بیٹیاں داخل ہوتی ہیں دیکھو والہ کے بعد فرمایا گیا الا مراۃ اللہ احضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ازواج آپ کی اہل بیت نہیں صرف فاطمہ زہرا ہیں۔ (روافض)۔ جواب : یہی آیت بتا رہی ہے کہ ازواج پاک اہل بیت ہیں اگر بیوی اہل بیت میں داخل نہ ہوتی تو اس کے استثناء کرنے کی ضرورت نہ تھی یعنی ہم نے ان کی بیوی کے سوا باقی سارے اہل بیت کو نجات دیدی ہم نے ابھی تفسیر میں عرض کیا کہ یہ استثناء متصل ہے۔ چوتھا اعتراض : یہاں قوم لوط کے متعلق ارشاد ہوا کہ ہم نے ان پر بارش کی پتھروں کی مگر دوسری آیت میں ہے کہ ہم نے ان کی بستیوں کو الشرا آیتوں میں تعارض ہے۔ کون سا واقعہ درست ہے۔ جواب : دونوں واقعات درست ہیں ان پر پتھر بھی برسے اور ان کی بستیاں بھی الٹی گئیں یا اس طرح کہ پہلے پتھر برسے پھر زمین الٹ دی گئی یا برعکس یا اس طرح کہ گھروں میں ٹھہرے ہوؤں پر زمین الٹی گئی اور جو لوگ جنگل یا سفر میں تھے ان پر پتھر برسے۔ پانچواں اعتراض : اللہ تعالیٰ لوط علیہ السلام کی بیوی کو بھی ہدایت نہ دے سکے۔ جواب : اس واقعہ میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی کا اظہار ہے کہ اگر وہ کرم کرے تو غیروں، اجنبیوں کو ہدایت دیدے اگر کرم نہ کرے تو خاص نبی کے گھر والے کو ہدایت نہ ملے۔ نیز تاقیامت نبی کی اولاد کو سبق ہے کہ کوئی اپنی پیغمبر زادگی پر فخر نہ کرے اللہ تعالیٰ سے رحمت ہدایت مانگے ہم نے دیکھا ہے کہ بعض پڑھے لکھے سید زادے قادیانی بلکہ بہائی ہو کر مرے اس بہائی فرقہ کا پیشوا سید محفوظ الحق علی ہے میں نے خود اس کی کتاب دیکھی ہے بہائی فرقہ کی تبلیغ کے سلسلے میں۔ یہ پہلے اہلسنت کا بداعالم تھا۔ ہر شخص کو ہمیشہ بری صحبتوں، بری کتابوں کے مطالعہ سے پرہیز چاہئے۔ ایمان ایک دولت ہے اس کی حفاظت کرو والہ اپنی کافر قوم میں گھلی ملی رہتی تھی۔ چھٹا اعتراض : قوم لوط نے کہا تھا کہ حضرت لوط کو اپنی بستی سے نکل دو آخر کار اللہ تعالیٰ نے بھی انہیں وہاں سے نکالا اور قوم پر عذاب بھیجا۔ بستر تو یہ تھا کہ آپ کو وہاں ہی رکھا جاتا اور قوم کو ہلاک کر دیا جاتا تاکہ ان کی یہ بات پوری نہ ہوتی؟ جواب : اللہ تعالیٰ نے حضرت لوط کو وہاں سے نکل لیا اور قوم کو بذریعہ عذاب وہاں سے نکل دیا نکل لینے میں رحمت ہے نکل دینے میں قہر وہ نکل دینا چاہتے تھے ناکام رہے۔

تفسیر صوفیانہ : نسب اور زوجیت خونی یا نکاحی رشتہ سے حاصل ہوتے ہیں اس رشتہ سے مل میراث ملتی ہے مگر نسب اور کرامت روحانی رشتہ سے نصیب ہوتی ہے اس سے کمال بلکہ حل کی میراث ملتی ہے نیسب یعنی نسب والے اور منسوب یعنی نسبت والے میں بڑا فرق ہے حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی خونی ازواجی رشتہ میں حضرت لوط علیہ السلام سے وابستہ تھی اس

لئے اسے امواتہ فرمایا گیا مگر روحانی رشتہ میں وہ کافر قوم سے منسلک تھی۔ اس لئے اسے من الغاہرین فرمایا۔ اس روحانی رشتہ کی وجہ سے جو باقی قوم کا حل ہو اوتی اس کا حال ہوا۔ نسبی رشتے ٹوٹ جاتے ہیں مگر روحانی نسبت موت سے بھی ٹوٹی نہیں۔ طریقت اور تصوف کا مقصد یہی ہے کہ ہم گنہگاروں کو اللہ کے محبوب سے نسبت نصیب ہو جائے۔ ایمان، عرفان، تقویٰ، آخرت میں بخشش سب اسی نسبت کی بہاریں ہیں۔ اجنبی مومنوں کو حضرت لوط علیہ السلام کا اہل بیت قرار دیا گیا کہ وہ آپ سے نسبت والے تھے ان پر رحمت کی بارشیں ہوئیں اور ماری گئی خاص متکوحہ بیوی۔ بزرگوں سے نسبت بڑی چیز ہے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ کافرہ بیوی حضرت لوط کے گھر میں رہ کر گھروالی بنی یعنی عذاب الہی سے نہ پکی غیر لوگ مومنین اپنے گھر میں رہتے ہوئے حضرت لوط کے گھر والے ہوئے انہیں اہل فرمایا۔ جن گھروں میں عبادت ذکر اللہ رسول ہوتا ہو وہ نبی کے گھر ہیں یعنی ان کے حفاظتی گھر اور وہاں کے رہنے والے نبی کے گھر والے ہیں مگر جن گھروں میں کفر فسق شراب ناچ وغیرہ رہیں وہ گھر شیطان کے گھر ہیں اور اس کے باشندے شیطان کے گھر والے ہیں جبکہ وہ شیطانی کاموں میں مشغول رہیں۔

وَالِی مَدَیْنِ اَخَاهُمْ شُعَیْبًا قَالَ یَقُوْمُ اَعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَکُمْ مِّنْ اِلٰہٍ

اور طرف مدین کے ان کے بھائی شعیب کو فرمایا اے قوم پوجو اللہ کو نہیں ہے واسطے تمہارے اور مدین کی طرف ان کی برادری سے شعیب علیہ السلام کو بھیجا کہا اے قوم میری اللہ کی عبادت کرو

غَیْرُہٗ قَدْ جَاءَ تَکْمِیْنَتٌ مِّنْ رَبِّکُمْ فَآوُوا الْکَیْلَ وَالْمِیْزَانَ

کوئی عبود سوا اس کے یقیناً آئی تمہارے پاس کھان ریل طرف سے رب تمہارے کسے پس پورا کرو ناب اور اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں بیشک تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے روشن ریل آئی

وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْیَآءَہُمْ وَلَا تُفْسِدُوا فِی الْاَرْضِ بَعْدَ

وزن کو اور نہ دو لوگوں کو چیزیں اور نہ فساد کرو زمین میں تو سمجھے درست ہے تو ناب اور تول پوری کرو اور لوگوں کی چیزیں گھٹا کر نہ دو اور زمین میں

اِصْلَاحِہَا ذٰلِکُمْ خَیْرٌ لَّکُمْ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝۱۰

کے اس کی یہ بہتر ہے واسطے تمہارے اگر ہوؤ تم ایمان والے۔

انتظام کے بعد فساد نہ پھیلاؤ یہ تمہارا بھلا ہے مگر ایمان لاؤ۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں ان نبیوں کی کافر قوموں کا ذکر ہوا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام سے پہلے تھے۔ جیسے صالح علیہ السلام یا آپ کے ہم زمانہ تھے جیسے حضرت لوط علیہ السلام اب ان پیغمبروں کی کافر قوموں کا ذکر ہے۔ جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بعد ہوئے جیسے حضرت شعیب علیہ السلام جو جناب موسیٰ

علیہ السلام کے ہم زمانہ ہیں۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں قوم لوط کا ذکر ہوا جو کفر کے ساتھ فحاشی، بد کرداری میں گرفتار تھی اب شعیب علیہ السلام کی قوم کا ذکر ہے جو کفر و شرک کریں گے ساتھ بد معاملگی یعنی کم تولنے میں گرفتار تھی تاکہ پتہ لگے کہ لوگوں کے حق مارنا، معاملات خراب رکھنا بھی عذاب الہی کا باعث ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات کریمہ میں ایک ملکی فسق کا ذکر تھا جس کا تعلق اخلاقیات سے ہے اب دوسری قسم کے فسق کا ذکر ہے جس کا تعلق تجارت اور لین دین سے ہے تاکہ معلوم ہو کہ ملک جب با امن رہ سکتا ہے جب وہاں کے باشندے اخلاقیات اور معاملات میں درست و صحیح ہوں گویا تہذیب اخلاق کے بعد سیاست مدنی کا تذکرہ ہے۔

تفسیر: والی مدین اخا ہم شعبا۔" یہ نیا جملہ ہے اس لئے اس کا واولد ابتدائیہ ہے اور الی سے پہلے اور سلنا پوشیدہ ہے مدین کے متعلق بہت گفتگو ہے حق یہ ہے کہ مدین حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹے کا نام ہے پھر ایک قبیلہ کا نام مدین ہوا جو مدین ابن ابراہیم کی اولاد تھا۔ پھر ایک بستی کا نام مدین ہو گیا جہاں یہ قبیلہ آباد تھا یہ لفظ غیر متصرف ہے محمد اور علم ہے لہذا سارے مفسرین ٹھیک کہتے ہیں۔ بعض نے کہا کہ بستی کا نام ہے بعض نے کہا قبیلہ کا نام وہ سب ہی ٹھیک کہتے ہیں اس بستی اور اس قبیلہ کے نبی حضرت شعیب علیہ السلام تھے۔ مدین شہر مصر سے آٹھ منزل کے فاصلہ پر یعنی افریقہ میں واقع تھا (صلوی) اخ معنی بھائی ہے مگر بھائی سے مراد نبی بھائی نہیں بلکہ نسب یا ملکی بھائی مراد ہے یعنی برداری کے ایک فرد کیونکہ مومن کافر کا بھائی نہیں ہوتا۔ چہ جائیکہ نبی کافر کے بھائی ہوں نیز نبی تو مومن کے بھی بھائی نہیں ہوتے وہ مثل والد کے ہوتے ہیں تو کافر کے بھائی کیسے ہو سکتے ہیں۔ رب فرماتا ہے۔ وازواجہ امہاتہم۔ شعیب کے متعلق گفتگو ہے کہ یہ لفظ عربی ہے یا عجمی۔ بعض کے خیال میں یہ لفظ عربی ہے بنا ہے شعب سے یہ اس کی تصغیر ہے شعب کہتے ہیں پہاڑی راستہ کو۔ خیال رہے کہ نبی کے نام ان کے کسی عضو، کسی چیز کی تصغیر کرنا جائز نہیں لیکن پہلے ہی سے تصغیر شدہ نام رکھنا جائز ہے لہذا حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرہ انور کو مکہ مکرمہ شریف کو کہا کہنا جائز ہے ایسے ہی لفظ احمد یا محمد کو امید یا محمد کہنا حرام ہے (از تفسیر روح المعانی) بعض کے خیال میں یہ لفظ عجمی ہے مگر سلا قول قوی ہے اگر یہ عجمی ہو تا تو غیر متصرف ہوتا۔ محمد اور علم کی وجہ سے آپ کے نسب شریف میں بہت اختلاف ہے مگر حق یہ ہے کہ آپ مدین ابن ابراہیم علیہ السلام کی اولاد سے ہیں حضرت اسحاق و یعقوب علیہ السلام کے سلسلہ سے نہیں لہذا آپ بنی اسرائیل سے نہیں ہیں آپ شعیب ابن یکیل ابن یسجوبہ ابن مدین ابن ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ مدین نے لوط علیہ السلام کی بیٹی جناب ربتا سے نکاح کیا جس سے یسجوبہ پیدا ہوئے لہذا آپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے اور لوط علیہ السلام کے نواسے ہیں آپ کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ یکے بعد دیگرے چند قوموں کے نبی ہوئے پہلے قوم مدین کے ان کی ہلاکت کے بعد ایکہ والوں کے ان کی ہلاکت کے بعد اصحاب الرس کے۔ (معانی صلوٰی وغیرہ) روح المعانی نے یہاں کہا کہ شعیب علیہ السلام خوف الہی میں روتے روتے تارینا ہو گئے تھے مگر حق یہ ہے کہ حضرات انبیاء کرام گنگ، اندھا پن اور نفرت والے امراض سے محفوظ ہوتے ہیں (معانی)۔ حضرت شعیب علیہ السلام جناب موسیٰ علیہ السلام کے خسر ہیں کہ آپ کی بیٹی صفورا حضرت موسیٰ کلیم اللہ کے نکاح میں آئیں آپ ہی کے ہاں سے موسیٰ علیہ السلام کو عصا ملاحہ آدم علیہ السلام سے چلا آ رہا تھا۔ آپ ہی کی بکریاں موسیٰ علیہ السلام نے چرائیں۔

اگر کوئی شعیب آئے میسر شانی سے کلیسی دو قدم ہے

قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُمْ مِنْ إِلَهٍ غَيْرُهُ۔ اس کی تفسیر بارہا کی جا چکی ہے کہ عبادت سے مراد ولی عبادت یعنی ایمان ہے کیونکہ کافر پہلے ایمان لانا فرض ہے۔ ایمان کے بعد عبادت لازم ہیں اس فرمانِ عالی میں تو ان لوگوں کو شرک و کفر سے بچنے توحید پر ایمان لانے کی دعوت ہے یا یہ مطلب ہے کہ ایمان لا کر عبادت کرو مشروط کے حکم میں شرط کا حکم بھی ہو جاتا ہے بے وضو سے کہو کہ نماز پڑھو یعنی وضو کر کے نماز پڑھو مَا لَكُمْ إِلَهٌ إِلَّا اللَّهُ "فرمایا کہ جن چیزوں کو تم پوجتے ہو وہ تمہارے لئے نبی ہیں تمہاری خدام ہیں اس کی عبادت کرو جس کے لئے تم بنے۔ وہ ایک ذات ذوالجلال ہے دنیا و آخرت ہمارے لئے ہے لہذا ان دونوں کی کوئی چیز لائق عبادت نہیں تم اسی کے لئے بنے جو ان سب کا خالق ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ تَكْمِيلُ دِينِكُمْ۔ اس فرمانِ عالی میں اپنی نبوت کا اظہار ہے اور ان کو رسالت کی تبلیغ کیونکہ توحید بغیر رسالت کے مانے ہوئے نہ ایمان بنے نہ نجات کا ذریعہ۔ ہند سے مراد آپ کا معجزہ ہے یعنی رب کی طرف سے تم کو میرا معجزہ پہنچ گیا۔ جو میری نبوت کی دلیل ہے۔ قرآن مجید میں آپ کے معجزے کا ذکر نہیں بلکہ بہت سے پیغمبروں کے معجزات کا تذکرہ نہیں خود ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہزار ہا معجزات کا ذکر نہیں قرآن مجید یا شق القمر یا معراج جیسے چند معجزوں کا ذکر ہے بعض حضرات نے فرمایا کہ آپ کا معجزہ یہ تھا کہ جب آپ نوچنے پہاڑ پر چڑھنا چاہتے تھے تو وہ پہاڑ خود جھک جاتا اور آپ بہ آسانی اس پر چڑھ جاتے۔ (روح البیان) غالباً اسی سے آپ کا نام شعیب ہو اہو گا یعنی پہاڑی راستوں کے بادشاہ واللہ اعلم۔ اور ہو سکتا ہے کہ ہند سے مراد خود آپ کی اپنی ذات والا صفات ہو کیونکہ نبی رب تعالیٰ کی ذات و صفات کی کھلی دلیل ہوتے ہیں۔ رب تعالیٰ نے ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو برہان فرمایا ہے۔ قَدْ جَاءَكُمْ بُرْهَانٌ مِنْ رَبِّكُمْ۔ یعنی قوی دلیل یونہی حضرت یعقوب علیہ السلام کو برہان فرمایا لَوْلَا اِنْ رَاى بُرْهَانَ رَبِّكَ صُورَتٍ فِيْكُمْ اَنْتُمْ لَكُنْتُمْ كَالْخِزْيَانَةِ لَنْ تُؤْمِنُوْا وَلَآ تَكُنْتُمْ كَالْخِزْيَانَةِ۔ جس کا بھیجنے والا ایسا رب ہے سمجھو کہ وہ نبی کیسا ہو گا ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلی تبلیغ میں اپنے ذریعہ خدا تعالیٰ کی پہچان کرائی کہ جب میں ایسا ہوں تو سمجھ لو کہ میرا بھیجنے والا کیسا ہو گا۔ لَا وُلُوْا الْكُلَّ وَالْمِيزَانَ۔ یہ عبارت مرتب ہے قَدْ جَاءَكُمْ تَكْمِيلُ دِينِكُمْ۔ جب تم میرا معجزہ دیکھ چکے میری نبوت جان چکے تو میں یہ حیثیت نبی تم کو حکم دیتا ہوں کہ تم ناپ تول میں انصاف سے کام لیا کرو۔ چونکہ یہ معاملات کا مسئلہ ہے اور معاملات کی درستی کفار پر بھی لازم ہے اس لئے آپ نے ایمان کے ساتھ ہی اس کا حکم دیا۔ کھل یا تو مصدر ہے معنی ناپنا یا ناپ یا معنی کیل ہے یعنی ناپنے کا آلہ میزان تو اسم آلہ ہی ہے معنی ترازو یعنی تولنے کا آلہ۔ یہ لوگ تاجر تھے اور بڑے بے ایمان تھے ڈنڈی مارنا ترازو میں پائسگ رکھنا ناپ کے برتن کم رکھنا وغیرہ۔ اس لئے آپ نے یہ حکم دیا وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاءَهُمْ۔ یہ فرمانِ عالی یا تو اُولُوا الْكُلَّ کا بیان ہے اور اس کی وجہ یعنی کم ناپ تول اس لئے چھوڑ دو کہ اس میں لوگوں کا حق مارنا ہے اور حق عہدِ توبہ سے بھی معاف نہیں ہوتا یہ نیا حکم ہے یہ لوگ اپنے گاہکوں کو اس طرح بھی دھوکہ دیتے تھے کہ ان کا درست و صحیح سکہ لے کر کھوٹا سکہ واپس کرتے اور کہتے کہ تو نے یہی دیا تھا یہ کھوٹا ہے یا گنتی میں فرق کر دیتے تھے کہ دس کے نو یا آٹھ گنتے اور کہتے کہ تو نے اتنے ہی دیئے ہیں (روح البیان) یا گاہکوں کو اچھا مل دھا کر کھوٹا خراب مل دیتے تھے۔ وَلَا تَفْسُدُوا لِيْ الْاَرْضَ بَعْدَ اَصْلَاحِهَا۔ یہ عبارت یا تو لَا تَبْخَسُوا کا بیان ہے تو فسد سے مراد ہے لوگوں کے حق مارنا کم تول کر دھوکہ سے خراب مل دے کر اور اصلاح سے مراد ہے ان خرابیوں کو روکنے کی کوشش کرنا لوگوں کو درستی معاملات کا حکم دینا جو حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی مومن جماعت کی طرف سے برابر چاہی تھا یا فساد سے مراد ہے کفر و شرک اور اصلاح سے مراد ہے

ایمان و توحید یا فساد سے مراد ہے ذہنی چوری 'راہزنی' وغیرہ اصلاح سے مراد ہے زمین میں امن و امان۔ کیونکہ قوم شعیب علیہ السلام دن میں ذہنی رات میں چوری بھی کرتی تھی لہذا یہ فرمان عالی بہت جامع ہے یا تو زمین سے مراد زمین کے باشندے ہیں یا خود مدین کی زمین بہر حال اس جملہ کی بہت تفسیریں ہیں خالکم خیر لکم یہ جملہ گزشتہ احکام کی علت ہے ذالکم سے اشارہ ان مذکورہ بالا احکام کی طرف ہے۔ خیر سے مراد یا تو دنیا میں بہتر ہے یا آخرت میں بہتر یا دونوں جگہ بہتر آخری معنی زیادہ مناسب ہیں جیسا کہ اگلے مضمون سے ظاہر ہے ان کتہم مومنین یہ عبارت یا تو نیا جملہ ہے تو اس کی جزا پوشیدہ ہے یعنی اگر تم ایمان رکھتے ہو تو میری باتوں پر عمل کرو یا یہ خالکم خیر لکم کی شرط موخر ہے یعنی اگر تم ایمان قبول کرو تو تمہارے لئے یہ مذکورہ کام دنیاوی خیریت کے ساتھ آخرت میں بھی خیر ہیں کہ تم کو ان پر ثواب بھی ملے گا دنیا کی خیر سے مراد ہے مال میں برکت 'حصول عزت و عظمت' اخروی خیر سے مراد ہے رضاء الہی و دخول جنت۔ اگر کافر تاجر تجارت درست کرے تو دنیاوی خیر یعنی تجارت میں ترقی نیک نامی اسے بھی مل جاتی ہے مگر اخروی خیر صرف مومن تاجر ایماندار کو ملے گی۔ لہذا اس جملہ شریف کی بھی بہت تفسیریں ہیں اور ہر تفسیر کے الگ الگ فوائد۔

خلاصہ و تفسیر : ہم نے قوم مدین یا شہر مدین میں انہیں کے برادری کے ایک صاحب شعیب علیہ السلام کو نبی بنا کر بھیجا انہوں نے اپنی قوم کی ایمانی 'اعمالی' خراب حالت کو ملاحظہ فرما کر انہیں دونوں قسم کی ہدایتیں دیں چنانچہ انہیں نہایت نرمی سے فرمایا کہ اے میرے خاندانی لوگو میری قوم مدین کے فرد و خدا تعالیٰ کے سواء تمہارا سچا معبود لائق عبادت کوئی نہیں 'تم اسی کی عبادت کرو خولہ دلی عبادت ہو' ایمان یا بدنی عبادت ہو 'سجدہ و سجود یا مالی عبادت صدقات و خیرات تم تک میری نبوت کی کھلی نشانی یعنی میرا معجزہ پہنچ چکا تم نے اسے آنکھوں دیکھ لیا یا تم تک میں یہ نشان نبوت تشریف لایا میرا وجود مسعود رب کی کھلی نشانی ہے۔ لہذا مجھ کو اپنے رب کا نبی مانو مجھ پر ایمان لاؤ میں تم کو چند عمل نصیحت کرتا ہوں ایک یہ کہ خرید و فروخت ٹپ تول برابر رکھو 'خریدتے وقت زیادہ نہ ٹاپو تولو اور فروخت کرتے وقت تن میں کمی نہ کرو بہر حال پورا ٹپ تول کر۔ دوسرے یہ کہ لوگوں کو ان کی حق کی چیزیں دھوکہ سے کم نہ دو ان کی کھری رقم کھوٹی کے عوض نہ لے لو۔ تیسرے یہ کہ زمین مدین وغیرہ میں ذہنی 'چوری' 'راہزنی' 'راہ ماری' وغیرہ سے فساد نہ پھیلاؤ جبکہ اس کی اصلاح ہو چکی کہ میں یہاں تشریف لے آیا میں نے اور میرے متبعین نے احکام شرعیہ کی تبلیغ شروع فرمادی یہ تینوں چیزیں تمہارے لئے بہت ہی بہترین 'حلال روزی' میں برکت بھی ہے۔ عزت بھی لوگوں میں وقار بھی تمہارا اعتبار بھی اگر تم ایمان لا کر یہ کام کرو تو تمہارے لئے بہت ہی بہتر ہو کہ تم ان سب پر آخرت میں ثواب بھی پاؤ گے اپنے رب کی رضا بھی حاصل کر لو گے۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : سارے اعمال پر ایمان مقدم ہے انسان پہلے ایمان لائے پھر اور نیک اعمال کرے۔ یہ فائدہ اعبدا اللہ کو اولوا الکمل پر مقدم کرنے سے حاصل ہوا اگر عبادت سے مراد ایمان ہو۔ دوسرا فائدہ : کبھی علت سے معلول کو پہچانتے ہیں جیسے سورج سے دن یا دھوپ کو جانتا جیسے رب تعالیٰ سے نبی کو پہچانتا ہے دلیل انہی کہتے ہیں کبھی معلول سے علت کو جیسے دھوپ یا دن سے سورج کو پہچانتا ہے دلیل لمی کہتے ہیں یا جیسے نبی سے رب کو پہچانتا کبھی ایک معلول سے دوسرے معلول کو پہچانتا جیسے دھوپ سے دن کو یا نبی اللہ سے کتاب اللہ کو یا اس

کے برعکس پہچانتا یہاں دو سری صورت ہے۔ یہ فائدہ ہند کی دو سری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ اس سے مراد آپ کی ذات ہو۔ تیسرا فائدہ: رب کی عبادت درستی معاملات پر مقدم ہے کہ اس سے درستی معاملات میں مدد ملتی ہے درست طریقہ سے عبادت کرنے والا ان شاء اللہ معاملات بھی درست کر لیتا ہے یہ فائدہ بھی عبادت کو مقدم فرمانے سے حاصل ہوا اگر عبادت سے مراد بدنی ملکی عبادت ہوں۔ چوتھا فائدہ: نجات کے لئے صرف رب تعالیٰ کی ذات و صفات کو مان لینا کافی نہیں بلکہ نبی پر ایمان لانا بھی ضروری ہے۔ یہ فائدہ قد جاء تکم الخ سے حاصل ہوا کہ شعیب علیہ السلام نے رب کی وحدانیت کے ساتھ قوم کو اپنی نبوت کی بھی تبلیغ فرمائی کہ ہند سے مراد آپ کا معجزہ ہے اور معجزہ سے نبی کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ پانچواں فائدہ: درستی معاملات کے کفار بھی مکلف ہیں ان کو بھی حکم ہے کہ ناپ تول درست رکھیں ڈکیتی چوری نہ کریں۔ یہ فائدہ فاولوا الکمل الخ سے حاصل ہوا کہ آپ نے اپنی کافر قوم کو ان مذکورہ معاملات کی درستی کا حکم دیا۔ چھٹا فائدہ: پاسنگ والی ترازو رکھنا تول میں ڈنڈی مار کر چیز فروخت کرنا۔ خریدتے وقت زیادہ تول لینا یہ سب کچھ حرام ہے یہ تمام باتیں ایک اولوا الکمل سے حاصل ہوئیں جیسا کہ تفسیر سے معلوم ہوا۔ ساتواں فائدہ: دھوکہ دے کر خریدار کو بری چیز دے دینا فریب و چالاکی سے اس کے کھرے سکے کھوٹوں سے تبدیل کر دینا حرام ہے۔ یہ فائدہ لا تبغسوا الخ سے حاصل ہوا دیکھو اس کی تفسیر۔ آٹھوں فائدہ: راہزنی ڈکیتی چوری وغیرہ سخت جرم ہیں جن کی سزا دنیا و آخرت میں بہت سخت ہے۔ یہ فائدہ ولا تفسدوا الخ سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر۔ نواں فائدہ: درستی معاملات سے کافر کے مال میں بھی برکت ہوتی ہے دیانتدار سچا تاجر اگر کافر بھی ہو تو تجارت میں کامیاب رہتا ہے۔ یہ فائدہ فالکم خیر لکم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا۔ دسواں فائدہ: معاملات کی درستی صدقات و خیرات پر ثواب آخرت صرف مومن کو ملے گا کافر خواہ کتنا ہی دیانتدار ہو کیسا ہی امانت دار ہو ثواب یا نجات کا مستحق نہیں ان چیزوں کے لئے ایمان ضروری ہے۔ یہ فائدہ ان کنتم مومنین کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا دیکھو تفسیر ہاں کفار کو ان کی بعض نیکیوں کی وجہ سے ان کے عذاب میں تخفیف ہو جاتی ہے۔ جیسے حاتم طائیؓ تو شیر و اس یا ابو طالبؓ وغیرہم کہ ان کو اگرچہ عذاب ہو گا۔ مگر بہت ہلکا تو شیر و اس کو عدل و انصاف کی وجہ سے حاتم طائیؓ کو سخاوت کی وجہ سے ابو طالبؓ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی وجہ سے یہ رعایت ملے گی۔ بلکہ ابولہب کو پیر کے دن عذاب ہلکا ہوتا ہے اور اسے کلمے کی انگلی سے پانی ملتا ہے۔ دیکھو بخاری شریف شروع کتاب الرضاع۔

پہلا اعتراض: حضرت شعیب علیہ السلام نے کافر قوم کو عبادت الہی کا حکم کیوں دیا کافر کی عبادت نہ درست ہے نہ قبول عبادت تو ایمان کے بعد ہیں آپ نے کیوں فرمایا اعبدوا اللہ۔ جواب: یہاں یا تو عبادت سے مراد دلی عبادت یعنی ایمان ہے تب تو ظاہر ہے اور اگر عملی عبادت مراد ہوں تو مطلب یہ ہو گا کہ ایمان لا کر عبادت کرو جیسے بے وضو یا غسل والے سے کہا جائے کہ نماز پڑھ تو مطلب یہ ہوتا ہے کہ وضو اور غسل کر کے نماز پڑھ نہ کہ یونہی بغیر وضو بغیر غسل پڑھ لے۔ دوسرا اعتراض: یہاں ہند من و حکم سے کون سی نشانی رہنی مراد ہے اس کی تفصیل کیوں نہ کی گئی؟ جواب: یہاں ہند سے مراد یا تو خود حضرت شعیب علیہ السلام کی ذات پاک مراد ہے کہ نبی بذات خود رب کی ذات و صفات کی دلیل ہوتے ہیں رب تعالیٰ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرماتا ہے قد جاء کم ہرہان من ربکم یا آپ کا وہ معجزہ مراد ہے جو ہم نے تفسیر میں عرض کیا یعنی آپ کے لئے پہاڑ کا جھک جانا۔ قرآن پاک میں ہر چیز کی تصریح نہیں تاکہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بلکہ علماء کے حاکم ہند

رہیں۔ نماز، زکوٰۃ اور روزے کی تفصیل بھی قرآن مجید میں نہیں قرآن سمجھو صاحب قرآن سے۔ تیسرا اعتراض: شعیب علیہ السلام نے کافر قوم کو درست معاملات یعنی ناپ تول پورا کرنے کا حکم کیوں دیا۔ کفار پر اسلامی احکام جاری نہیں ہوتے؟ جواب: یہ غلط ہے معاملات کی درست کفار پر بھی فرض ہے حتیٰ کہ کافر جو رڈاکو کو سلطان اسلام سزا دے گا چور کے ہاتھ کٹوائے گا اور ڈاکو کو ایک صورت میں سولی دے گا لہذا آپ کا یہ فرمان بالکل درست ہے۔ چوتھا اعتراض: حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم سے یہ کیوں فرمایا کہ یہ اعمال تمہارے لئے خیر ہیں اگر تم مومن ہو صفاتی معاملات تو کافر کے لئے بھی خیر ہیں؟ جواب: اس اعتراض کے چند جواب ہیں ایک یہ ہے کہ خیر سے مراد ہے باعث ثواب اور باعث رضاء الہی یہ بات صرف مومن کو ہی میسر ہے کہ ثواب کے لئے قبولت ربانی ضروری ہے اور قبولت کے لئے ایمان لازم۔

تفسیر صوفیانہ : ناپ تول میں کمی لوگوں کے حقوق مارنا نفس کی خساست، حرص کے غلبے، ہوئی کی اتباع کم ہمتی وغیرہ کی وجہ سے ہے ہم کو ان صفات کی تبدیلی، نفس کے تزکیہ کا حکم دیا گیا ہے، فرماتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہ مل اور عزت کی حرص دین کو اس سے زیادہ نقصان پہنچاتی ہے کہ دو بھوکے بھیڑیے بکریوں میں چھوڑ دیئے جائیں اور وہ بکریوں کا نقصان کریں اور فرماتے ہیں کہ ناپ تول امانت ہیں اے تاجر و تم لوگ ایسی چیز کے ذمہ دار بنائے گئے ہو جس میں گزشتہ قومیں ہلاک ہو چکی ہیں بہت احتیاط کرو (روح البیان) اگر نفس کی اصلاح ہو جائے تو ناپ تول خود ہی ٹھیک ہو جائیں گے۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ ہر انسان تاجر ہے اس کے پاس شریعت کی ترازو اور طریقت کا پیانہ چاہئے جس سے دل اور نفس بلکہ خالق و مخلوق کے حقوق وزن کر کے ناپ کر صحیح ادا کرے اگر آدمی عبادات کے ذریعہ خالق کے حقوق کو ادا کرے مگر معاملات میں مخلوق کے حقوق مارے وہ بھی مجرم و خائن ہے اور جو شخص معاملات درست کرے مگر عبادات میں سستی کر کے خالق کے حقوق مارے وہ بھی مجرم ہے۔ حکم ہے۔ اوفوا الکمل والعیزان۔ یونہی اپنے نفس کی زمین میں فساد نہ پھیلاؤ، اسے نہ بگاڑو نہ ضائع کرو۔ رب نے اس کی اصلاح کر کے تم کو یہ زمین کاشت کے لئے عطا فرمائی ہے اس میں اچھے صفات اچھے اعمال اعلیٰ احوال کی خوب کاشت کرو اسے خوف خدا کا کھلو آنکھوں کے آنسوؤں کھپانی دیتے رہو ان شاء اللہ ایسا بلوغ لگے گا کہ تم اس کے پھل دنیا و آخرت میں کھاؤ گے۔ یہ خیال نہ کرو کہ یہ احکام صرف قوم شعیب کے لئے تھے ہم میں بھی بہت لوگ قوم شعیب کے سے کام کرتے ہیں۔

نفس ماہم کمتر از فرعون نیست لیک اورا عون مارا عون نیست

صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام کو دو نبیوں سے نسبت حاصل ہے جناب ابراہیم اور جناب لوط سے اور ایک نبی سے سرائی نسبت یعنی موسیٰ علیہ السلام سے یہ آپ کی خصوصی شرافت و عظمت ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام چارہشت کے نبی ہیں یہ ان کی خصوصی شرافت ہے مگر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت ہے کہ ان کو کسی سے شرف نہیں ملا بلکہ سب کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے شرف حاصل ہوا حتیٰ کہ قرآن مجید تمام آسمانی کتب سے افضل ہے اس کی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور نہ ساری کتب آسمانی کا کلام ہیں مگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت نے قرآن پاک کی عظمت کو چار چاند لگا دیئے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے گیت قرآن نے گلے و انہ لذكر لك و لقومك اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید کی عظمت بڑھی۔

وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ وَتَصُدُّونَ عَنْ سَبِيلِ اللَّهِ

اور مت بیٹھو ہر راستہ پر کہ خوف دلاؤ تم اور روکو تم راستے سے اللہ کے ان کہ جو ایمان لائیں اس پر اور ہر راستہ پر یوں نہ بیٹھو کہ راہ گمروں کو ڈراؤ اور اللہ کی راہ سے انہیں روکو جو اس پر

مَنْ آمَنَ بِهِ وَتَبِعُوهَا عِوَجًا وَاذْكُرُوا إِذْ كُنْتُمْ قَبِيلًا فَكُتِبَ عَلَيْكُمُ النَّظَرُ

اور تلاش کرو تم اسے پیڑھا اور یاد کرو جب کہ تھے تم تھوڑے پس زیادہ کیا تم کو ایمان لائے اور اس میں کبھی جاؤ اور یاد کرو جب تم تھوڑے تھے اس نے ہمیں بڑھایا

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِينَ

اور غور کرو کہ کیا ہوا انجام فساد پھیلانے والوں کا

اور دیکھو فساد یوں کا کیا انجام ہوا

تعلق: اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیت کریمہ میں قوم شعیب کی چند بد عملیوں، کم تولنے، فساد پھیلانے وغیرہ کا ذکر ہوا تھا۔ اب ان کی دوسری بد عملیوں کا تذکرہ ہے لوگوں کو ایمان سے روکنا وغیرہ گویا دنیاوی بد معاملگی کے بعد ان کی دینی بد معاملگی کا تذکرہ ہے۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیات میں قوم شعیب کو ان کی بری خصلتوں سے روکا گیا تھا اب اللہ تعالیٰ کی نعمتیں انہیں یاد دلائی جا رہی ہیں کہ یہ یاد کرو اور اس کریم کی نافرمانی سے باز آ جاؤ۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیات میں قوم شعیب علیہ السلام کو برائیوں سے روکا گیا تھا اب انہیں گزشتہ قوموں کے عذاب یاد دلائے جا رہے ہیں تاکہ وہ اس خوف سے رب کی فرمائندگی کریں۔

تفسیر: وَلَا تَقْعُدُوا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوعِدُونَ یہ عبارت معطوف ہے وَلَا تَفْسُدُوا النَّحْلَ پر لہذا اس کا واو عاطفہ ہے لہذا اور جلوس دونوں کے معنی ہیں بیٹھنا بعض لوگوں نے کہا ہے کہ کھڑے سے بیٹھنے کو قعود کہتے ہیں اور لیٹے سے بیٹھنے کو جلوس اسی لئے عذاب قبر کی احادیث میں آتا ہے ليجلسا نہ ہیں نہیں آیا ليقعدا نہ کیونکہ وہاں فرشتے میت کو لیٹے سے اٹھا کر بٹھالیتے ہیں یہاں معنی ٹھہرنا ہے خواہ وہاں لیٹے رہیں یا کھڑے رہیں یا بیٹھے رہیں صراط سے مراد یا تو ایمان کا راستہ ہے چونکہ ایمان کے راستے بہت ہیں نیز ایمان کے ہر شعبے کا علیحدہ راستہ ہے نماز کا اور راستہ ہے روزہ وغیرہ کا اور راستہ پھر عرفان کا اور راستہ ايقان کا اور راستہ۔ اس لئے کل صراط فرمایا گیا جو حدیث شریف میں ہے کہ ایمان کے چند اور ستر شعبے ہیں چاہئے کہ ہر شعبہ کا راستہ الگ ہو تو اتنے ہی راستے ہوئے یہ لوگ ان کو ایمان سے روکتے تھے جو حضرت شعیب علیہ السلام کے پاس جاتے آتے تھے یا صراط سے مراد ہے مدین کا راستہ چونکہ مدین کو مختلف سمتوں سے مختلف راستے آتے تھے اس لئے کل صراط ارشاد ہوا یہ لوگ مدین کے راستوں پر پہرہ دار بن کر ہر وقت بیٹھے رہتے تھے جو مسافر باہر سے آتا اس سے کہتے تھے کہ مدین میں حضرت شعیب کے پاس نہ جانا وہ جاؤ گے ہیں۔ یا مطلب یہ ہے کہ مدین کے راستوں پر ڈکیتی قزاقی کرنے کے لئے نہ بیٹھو یہ لوگ ڈاکو قزاق تھے تو وعدوں بنا ہے عیاد سے معنی ڈرانا اس کا وعدہ ہے۔ جب یہ ضرب سے ہو تو معنی وعدہ کرنا ہوتا ہے جب

باب افعال سے ہو تو معنی ڈرانا ہوتا ہے یہاں اس معنی میں ہے اس کے بھی دو معنی ہو سکتے ہیں ایک یہ کہ تم ایمان لانے والوں کو ڈراتے دھمکاتے ہو کہ اگر تم ایمان لائے تو ہم تم کو یہ سزا دیں گے یا لوگوں کو ڈرا دھمکا کر ان کا دل چھینتے ہو یہ عبارت لا تعدوا کے فاعل سے حل ہے۔ و تصدون عن سبیل اللہ من امن بہ یہ عبارت معطوف ہے تو عدون پر اور حل ہے لا تعدوا کی ضمیر سے۔ خیال رہے کہ اللہ کی راہ سے روکنے کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ لوگوں کو حضرت شعیب علیہ السلام تک پہنچنے ہی نہ دیا جائے ہزار جیلوں بہانوں سے انہیں بازار وغیرہ سے واپس کر دیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جو ایمان کا ارادہ کریں انہیں ڈرا دھمکا کر اس سے روکا جائے۔ تیسرے یہ کہ انہیں لالچ دے کر روکا جائے۔ لالچ خواہ مالی ہو یا اور قسم کا (کبیر)۔ لہذا یہ عبارت تو عدون سے عام ہے۔ سبیل اللہ سے مراد یا تو ایمان ہے یا حضرت شعیب علیہ السلام کے گھر کا راستہ یا خود شعیب علیہ السلام کہ آپ خدا کی راہ پر چلے ہیں۔ من امن مفعول بہ ہے تصدون کا اس سے مراد یا تو وہ لوگ ہیں جو ایمان لائے یا وہ لوگ جو ایمان لانے کا ارادہ کریں انہیں ایمان سے روکتے ہوں یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ تم مومنوں کو نماز وغیرہ نیک اعمال سے روکتے ہو انہیں عبادت کی آزادی نہیں دیتے۔ و تبغونها عوجا۔ یہ عبارت معطوف ہے تصدون پر تبغوننا ہے غنی سے معنی چاہنا تلاش کرنا ہا کا مرجع وہی سبیل ہے کیونکہ سبیل کے لئے مذکر مونث دونوں ضمیریں آ سکتی ہیں عوجا تو مصدر ہے معنی ٹیڑھا پن معنی اعوجا جیسا صفت مشبہ ہے معنی ٹیڑھا اس عبارت کے بہت معنی کئے گئے ہیں آسان معنی یہ ہیں کہ تم ہمیشہ ٹیڑھا راستہ ہی ڈھونڈتے ہو سیدھے راستے سے دور بھاگتے ہو ایمان سیدھا راستہ ہے کفر ٹیڑھا و یا تندی سیدھا راستہ ہے بددیانتی ٹیڑھا۔ شعیب علیہ السلام کی اتباع سیدھا راستہ ہے ان کی مخالفت ٹیڑھا ملک میں امن قائم رکھنا سیدھا راستہ ہے بد امنی پھیلانا ٹیڑھا تجارت میں ناپ تول صحیح رکھنا سیدھا راستہ ہے اس میں فرق کرنا کم تول کرنا ٹیڑھا تجارتی چیزیں خالص دینا سیدھا راستہ ہے۔ ان میں ملاوٹ کرنا ٹیڑھا درست معللات سیدھا راستہ ہے غلط معللات ٹیڑھا۔ تم یہ سارے راستے ٹیڑھے ہی اختیار کرتے ہو جب جاتے ہو اونڈے جب چلتے ہو الٹے۔ جو رب تعالیٰ تک پہنچائے وہ سیدھا راستہ ہے جو دوزخ تک پہنچائے وہ ٹیڑھا راستہ تم دوزخ والا راستہ ہی اختیار کرتے ہو تمہارا کائنات شیطان نے بدل دیا ہے کائنات بدل جانے پر ریل کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہے۔ و اذکروا اذ کنتم قلیلا لکنکم یہ جملہ نیا ہے جس میں ان کو اطاعت الہی اور ایمان کی رغبت دی گئی اس کا او ابتدا یہ ہے مذکور سے مراد ہے زبان سے تذکرہ کرنا یا دل میں سوچنا آپس میں ایک دوسرے سے اس نعمت کا چرچا کرنا یا اللہ کے نبی کی اطاعت کرنا کہ یہ بھی عملی ذکر و شکر ہے۔ اذکروا کا مفعول یہ ہے قلت اور کثرت میں چند احتمال ہیں۔ تم تعداد میں تھوڑے تھے تمہیں زیادہ کر دیا۔ تمہل میں تھوڑے تھے تم کو ملا کر دیا۔ تم طاقت و قوت میں تھوڑے تھے کمزور تھے تم کو طاقتور کر دیا (تفسیر کبیر و معانی و روح) غرضیکہ یہ زیادتی عدد زیادتی مل زیادتی عزت سب کو شامل ہے و انظروا کیف کان عاقبتہ المفسدین یہ جملہ معطوف ہے اذکروا پر وہیں ترغیب تھی یہاں ترہیب یعنی وہاں اللہ کی نعمتیں یاد دلا کر اس نیک اسلام کیا گیا تھا۔ یہاں اللہ کے عذاب یاد دلا کر دعوت ایمان دی گئی انظروا بنا ہے نظر سے معنی دیکھنا غور کرنا المفسدین سے مراد گذشتہ تباہ شدہ کافر قومیں ہیں۔ جیسے قوم نوح، قوم عاد، قوم ثمود چونکہ ان تباہ شدہ قوموں کے واقعات اس زمانہ میں مشہور تھے اور ان کی اجڑی ہوئی بستیاں ان کے کھنڈرات یہ لوگ دیکھتے رہتے تھے۔ اس لئے انظروا فرماتا بالکل درست ہو یعنی گذشتہ تباہ شدہ کافر قوموں کے حالات میں غور کرو اور سوچو کہ اگر تم نے ان کی سی حرکتیں کیں تو تمہارا

انجام بھی یہی ہوگا۔

خلاصہ و تفسیر : حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی کافر قوم سے یہ بھی فرمایا کہ تم لوگ مدین کی طرف آنے والے راستوں پر ڈکیتی، قزاقی کے لئے یا لوگوں کو ایمان سے روکنے کے لئے بیٹھنا چھوڑ دو۔ اس وقت تمہارا حل یہ ہے کہ مسافروں کو ڈراتے دھمکاتے بھی ہو اور لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکتے بھی ہو جو ایمان لائے انہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہو جو ایمان لانا چاہیں انہیں دھمکیوں، لالچوں سے قوی دباؤ کے ذریعہ ایمان سے روکتے ہو اور تم ہمیشہ عقائد میں اعمال میں ٹیڑھا راستہ ہی اختیار کرتے ہو سیدھے راستے سے بچتے ہو۔ یہ حرکتیں چھوڑ دو تم یہ یاد کرو کہ تم پہلے تھوڑے تھے، غریب تھے، کمزور تھے، تمہیں زیادہ اور امیر اور طاقت والا بنا دیا ایسے رب کی نافرمانی چھوڑ دو اس کی نعمتوں کا شکریہ ادا کرو یہ بھی غور کرو کہ تم سے پہلے قوم نوح، قوم لوط، قوم عاد و ثمود جو تم سے زیادہ تعداد والے، طاقت والے، جتھے والے تھے ان کا انجام کیا ہوا آج ان کی اجڑی بستیاں، ان کے کھنڈرات، ان کی تباہی کی خبریں دے رہی ہیں اگر تم نے بھی ان جیسی حرکتیں کیں تو تمہارا انجام بھی یہی ہوتا ہے ہوش کرو اور میری مخالفت رب تعالیٰ کی نافرمانی سے باز آ جاؤ۔

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ : کفار ایمان سے روکنے کی بہت تدبیریں ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں مگر اللہ کا نور کسی بادل سے کسی گرد و غبار سے بچھ نہیں سکا اور نہ آئندہ بچھ سکے گا یہ فائدہ ولا تقعدوا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا کہ مدین والے لوگوں کو ایمان سے روکنے کے لئے مدین کے راستوں پر بیٹھ جاتے تھے جیسے کفار مکہ نے بہت عرصہ تک یہ حرکت کی۔

موسیٰ و فرعون و شعیب و یزید
تیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
ایں دو طاقت از ازل آمد پدید
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

دوسرا فائدہ : ڈکیتی کے لئے راستوں پر بیٹھنا لوگوں کو ڈرانا ہر دین میں ہمیشہ حرام رہا ہے اسلام میں اس کی سزا نہایت سخت ہے۔ یہ فائدہ ولا تقعدوا کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ راہ پر بیٹھنے سے مراد ہو ڈکیتی کے لئے بیٹھنا۔ تیسرا فائدہ : سیدھا راستہ محض عقل سے کبھی نہیں مل سکتا یہ تو نبی سے ہی ملتا ہے۔ اس کے لئے عقل انسانی کافی نہیں یہ فائدہ تبفونہا عوجا سے حاصل ہوا۔ چوتھا فائدہ : افراتو کی کثرت قوم کی قوت کا ذریعہ ہے اللہ کی نعمت ہے انہیں افراد سے فوجیں بنتی ہیں اور آج کثرت رائے سے صدر سے لے کر ممبران تک کا انتخاب ہوتا ہے۔ یہ فائدہ فکثر کم کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ کثرت سے مراد ہو تعداد کی زیادتی فرمایا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ محبت کرنے والیوں، زیادہ بچے دینے والیوں سے نکاح کرو کیونکہ میں تمہاری کثرت سے فخر کروں گا انکھوا لو لودا لودود فانی مکا ثکرکم الامم۔ بعض سر پھرے ہزار بہانوں سے قوم کو گھٹانا چاہتے ہیں۔ برتھ کنٹرول وغیرہ سے۔ ولادت کم کرنے کی کوشش ہمیشہ سے کرتے رہے ہیں حالانکہ آنے والی روح رک نہیں سکتی۔ مسئلہ : ضرورت کے وقت تولد روکنے کی کوشش کرنا شرعاً جائز ہے۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کے متعلق سوال کیا گیا تو منع نہیں فرمایا بلکہ فرمایا لا علیکم ان لا تفعلوا اگر یہ کام نہ کرو تو تم پر حرج نہیں حضرات صحابہ کرام فرماتے ہیں کنا نعزل والقوان نبیل۔ پانچواں فائدہ : دولت، قوت، عزت اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمتیں

ہیں اس کی قدر اور اس کا شکر چاہئے۔ یہ فائدہ فکثر کم کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا۔ جبکہ کثرت سے مراد ہو دولت 'عزت' قوت کی زیادتی۔ چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ کی نعمتیں قولا "عقیدہ" عملاً "یاد کرنا یاد رکھنا" ان کا تذکرہ کرنا بالکل جائز بلکہ حکم نبی ہے۔ یہ فائدہ واذکروا الخ سے حاصل ہوا ہم کو حکم ہے واما بنعمته وہک لحدث لہذا بزرگوں کے عرس میلاد شریف جائز ہیں کہ یہ اللہ کی نعمت کا ذکر ہے۔ ساتواں فائدہ: انسان پر دو وقت آتے ہیں چڑھاؤ کا اور گرہاؤ کا۔ چڑھاؤ کے وقت اپنے گھرے وقت کو یاد رکھے اس سے رب تعالیٰ سے محبت پیدا ہوگی۔ اس کی اطاعت کا جذبہ پیدا ہوگا۔ نیز دل کو بے حد خوشی ہوگی۔ یہ فائدہ واذکروا اذکتم قلیلاً الخ سے حاصل ہوا۔ مگر گھرے وقت میں چڑھے وقت کو ہرگز یاد نہ کرے کہ اس سے صدمہ اور ناشکری ہونے کا اندیشہ ہے بلکہ اس وقت اپنے سے نیچے کو دیکھے تاکہ شکر کرے۔ آٹھواں فائدہ: تاریخی حالات معلوم کرنا قوموں کے بننے بگڑنے سے عبرت حاصل کرنا حکم الہی ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ کا خوف اور اس کی عبادت کا ذوق پیدا ہوتا ہے۔ یہ فائدہ وانظروا کی ایک تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ نظر سے مراد ہو غور کرنا۔ نواں فائدہ: عذاب والی قوموں کی اجڑی ہوئی بستیاں دیکھنا بلکہ وہاں سفر کر کے جانا جائز بلکہ حکم الہی ہے۔ یہ فائدہ وانظروا کی دوسری تفسیر سے حاصل ہوا جبکہ نظر سے مراد ہو آنکھوں سے دیکھنا ہم کو فرمایا گیا قل سبروا لی الاض ثم انظروا کیف کان عاقبتہ المکذبین اسی طرح بزرگ اور مقبول بندوں کی نورانی بستیاں ان کے نورانی مزارات دیکھنا وہاں کے جہنم خلق 'قرآن خوانی وغیرہ میں غور کرنا اس لئے وہاں سفر کر کے جانا بالکل جائز ہے تاکہ عبادت کی رغبت ہو ان چیزوں کی تحقیق کے لئے ہماری کتاب جاء الحق کامطالعہ کرو۔

پہلا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا ولا تقعدوا بکل صراط ذکیتی یا ایمان سے روکنے کے لئے ہر راستہ پر نہ بیٹھو تو کیا ان مقاصد کے لئے بیٹھنا ممنوع ہے وہاں کھڑا رہنا جائز ہے صرف بیٹھنے کی ممانعت کیوں آئی۔ جواب: ان جیسے مقلات پر بیٹھنے سے مراد ہوتا ہے ٹھہرنا موجود رہنا خولہ کھڑے ہو کر ہو یا بیٹھ کر یا لیٹ کر اردو میں بھی کہا جاتا ہے۔ وہاں پہرہ بٹھا دیا گیا۔ دوسرا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا ہر راستہ پر نہ بیٹھو تو کیا بعض راستوں پر بیٹھنا ذکیتی کرنا جائز ہے ہر گز کیوں ہوا۔ جواب: یہاں ہر راستہ سے مراد ہر قسم کا راستہ ہے سڑک جرنیلی 'عام سڑک' گلیں کو سچے کھیتوں کے بنے وغیرہ جہاں سے لوگ آتے ہوں۔ چونکہ وہ لوگ ہر قسم کی راہ پر ذکیتی کرنے بیٹھتے تھے اس لئے یہ ارشاد ہوا جیسے رب فرماتا ہے کہ دو گنا گنا سود نہ کھاؤ اس کے معنی یہ نہیں کہ سوایا ڈیوڑھا کھالیا کرو بلکہ جو مروج تھا اس کا ذکر فرمایا گیا۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کریمہ میں ارشاد ہوا کہ تم مومنوں کو اللہ کی راہ سے روکتے ہو اس روکنے میں مومنوں کی قید کیوں لگائی گئی اللہ کی راہ سے روکنا مطلقاً منع ہے مسلمان کو روکا جائے یا کافر کو؟ جواب: اس کے چند جوابات ابھی تفسیر میں اشارہ "ذکر کئے گئے ایک یہ کہ جو ایمان لانا چاہتے ہیں تم انہیں ایمان لانے سے روکتے ہو یعنی امن سے مراد ہے ارادہ ایمان کرنے والا دوسرے یہ کہ جو ایمان لاچکے ہیں تم انہیں ایمان پر قائم رہنے سے روکتے ہو انہیں مرتد کرنے کی کوشش کرتے ہو تیسرے یہ کہ جو ایمان لاچکے ہیں تم انہیں نیک اعمال نماز وغیرہ سے روکتے ہو۔ خیال رہے کہ کافر کی کوئی نیکی فی سبیل اللہ نہیں ہوتی نہ اس پر اسے ثواب ملتا ہے کہ نیکی کی قبولیت کے لئے ایمان شرط ہے۔ چوتھا اعتراض: یہاں اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے کثرت یعنی زیادتی تعداد کو بھی شمار کیا کہ فرمایا فکثر کم۔ زیادتی تعداد تو وہاں ہے نعمت نہیں؟ جواب: کثرت تعداد ہو تو فوں کے خیال میں وہاں ہے لال عقل سمجھتے ہیں کہ یہ اللہ کی نعمت ہے

اسی تعداد سے ملک آباد ہوتے ہیں اسی سے فوجیں تیار ہوتی ہیں۔ اسی کثرت سے آج صدارت وزارت ممبری حاصل ہوتی ہے۔ اسی کثرت سے دوسری قوموں پر رعب طاری ہوتا ہے مٹھی بھر جماعت کسی کام کی نہیں۔ ان کی غذا وغیرہ خالق کے ذمہ کرم پر ہے نحن نرزقہم واما کم۔

تفسیر صوفیانہ : اس آیت کریمہ میں دو چیزیں بہت ہی قابل غور ہیں ایک تو فی سبیل اللہ دوسرے تبغونہا عوجا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت شعیب علیہ السلام کو اللہ کا راہ قرار دیا کیونکہ رب تعالیٰ تک صرف نبی کے ذریعہ پہنچ سکتے ہیں۔ پھر نبی کی تعلیم سے جو کام کیا جائے وہ سبیل اللہ ہے نماز روزہ کلمہ طیبہ اور تمام نیکیاں سبیل اللہ ہیں۔ مگر جبکہ نبی کی تعلیم ان کی اطاعت کے ماتحت ہوں حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے منہ موڑ کر ساری عبادات کرو کوئی چیز بھی سبیل اللہ نہیں بلکہ سبیل الشیطان ہو گی۔ جیسے منافقوں کا کلمہ پڑھنا یا شیطان کے سجدے سجود بلکہ عبادت وغیرہ رب رسی کا دراز راستہ ہیں اور عشق رسول قریب راستہ صرف اطاعت کے لئے یہ اعمال نہ کرو بلکہ اطاعت اور عشق رسول کے لئے یہ تمام کام کرو۔ دیکھو فرعون جلدو گرا ایک آن میں کتنے مراتب طے کر گئے دوسرے تبغونہا عوجا۔ خیال رہے کہ عقل انسانی دنیاوی کاموں میں خوب رہنمائی کرتی ہے مگر آخرت کے متعلق بالکل بیکار بلکہ مضر ہے جو محض عقل سے رب تک پہنچنا چاہے وہ شیطان تک پہنچے گا۔ رحمان تک نہ پہنچے گا اکثر اقبال نے کیا خوب کہا۔

خود کی گھٹیاں سلجھا چکا میں خدا دندا مجھے واقف جنوں کر
جیسے خشکی کی سوار یوں سے دریائی راستہ طے نہیں ہو سکتا نہ اس کے برعکس دریائی جہاز سے خشکی کا راستہ طے ہوں۔ نہ فضائی راستہ دریائی لور خشکی کی سواری سے طے ہوں ایسے ہی راہ خدا عقل کی سواری سے طے نہیں ہو سکتا کہ یہ تو دنیاوی راستوں کے لئے بنی ہے راہ خدا جنوں و عشق رسول کی سواری سے ہی طے ہو سکتا ہے اسی لئے رب تعالیٰ نے دنیا میں بھی بہت جگہ عقل کو ناکارہ بنا دیا ہے۔ قرآن مجید کے مشابہ آیات میں عقل بیکار ہے خود اپنی روح اپنی حقیقت کے معلوم کرنے میں عقل ناکارہ ہے۔

عشق آمد عقل خود بے چارہ شد شمس آمد شمع خود ناکارہ شد
صوفیاء فرماتے ہیں کہ اس راہ میں عقل ایسا جن ہے جو صرف جنوں کی لالچی سے بھاگتا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں جنوں کی ضرورت ہے مقصد یہ ہے کہ تم لوگ عقل کا ٹیڑھا راستہ اختیار کرتے ہو اس سے باز آ جاؤ اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور گزشتہ عقل والی قوموں کا انجام دیکھو اگر تم بھی ایسے عاقل بنو گے تو مار کھا جاؤ گے۔ صوفیاء کے نزدیک جنوں ہی وہ نعمت ہے جس کی برکت سے قصور معاف ہوتے ہیں۔ دیوانہ پر عتاب کوئی نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ ابن ام مکتوم سے قصور ہوا مگر رب نے ان پر عتاب نہ کیا اپنے حبیب سے شکوہ کیا۔ عبس و تولى ان جاءہ الامی۔ اس جنوں کی برکت سے دل رنج و غم سے آزاد رہتا ہے دنیا کی کوئی مصیبت آفت دل پر اثر نہیں کرتی اس جوش عشق کی برکت سے حضرت حسیبؓ نے کرپلا کے مصائب خندہ پیشانی سے برداشت کر لئے۔

رہ عقل جز چچ در چچ نیست رہ عاشقان جز خدا چچ نیست

وَأِنْ كَانَ طَائِفَةٌ مِّنْكُمْ آمَنُوا بِالَّذِي أُرْسِلْتُ بِهِ، وَطَائِفَةٌ لَّمْ يُؤْمِرُوا

اور اگر ہو ایک ٹولہ تم میں سے جو ایمان لائے ساتھ اس کے کہ بھیجیائیں ساتھ اس کے اور ایک ٹولہ نہیں ایمان ہوا اور اگر تم میں سے ایک گروہ اس پر ایمان نہ آیا جو میں نے کہہ بھیجیایا اور ایک گروہ نے نہ مانا تو ٹھہرے رہو یہاں

مُتَوَاقِفًا صَبِرُوا حَتَّى يَحْكُمَ اللَّهُ بَيْنَنَا وَهُوَ خَيْرُ الْحَاكِمِينَ ﴿٨٤﴾

پس صبر کرو تم حتیٰ کہ فیصلہ کر لے اور درمیان ہمارے اور وہ سب فیصلہ کرنے والوں سے بہتر ہے

تک کہ اللہ ہم میں فیصلہ کرے اور اللہ کا فیصلہ سب سے بہتر ہے۔

تعلق : اس آیت کریمہ کا پچھلی آیات سے چند طرح تعلق ہے۔ پہلا تعلق: پچھلی آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم مدین کو ڈرانے اور یاد دلانے کا ذکر تھا اب اس کا ذکر ہے کہ آپ نے مومن قوم کو تسلی کس طرح دی۔ گویا پچھلی آیت میں روئے سخن کفار سے تھا اب اس آیت میں تعلق کلام مومنین سے ہے (تفسیر کبیر)۔ دوسرا تعلق: پچھلی آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کا یہ قول نقل کیا گیا کہ پچھلی کافر قوموں کے انجام کا خیال کرو اب فرمایا جا رہا ہے کہ انہوں نے فرمایا اپنے انجام کا انتظار کرو اس فرمان میں اظہار کرم تھا اس میں اظہار غضب ہے۔ تیسرا تعلق: پچھلی آیت میں حضرت شعیب علیہ السلام کا امید والا کلام نقل ہوا کہ آپ ان کے ایمان کی امید رکھتے تھے اب ان کے مایوسی والے کلام کو نقل فرمایا جا رہا ہے کہ مجھے تمہارے ایمان کی امید نہیں رہی اب اللہ کے فیصلہ کا انتظار ہے۔

تفسیر : و ان کان طائفۃ منکم امنوا۔ قوم مدین کے غریب اور مساکین حضرت شعیب علیہ السلام پر ایمان لائے تھے مگر ان لوگ کافر بڑے فسادی تھے۔ یہ کفار کہا کرتے تھے کہ حق پر ہم ہیں رب تعالیٰ ہم سے راضی ہے ان مومنوں سے ناراض ہے یہ باطل پر ہیں دیکھ لو ہم لوگ عیش و آرام میں ہیں۔ ہمارے نوکر چاکران سے اچھے ہیں اس سے مومنوں کو صدمہ پہنچا تھا تب آپ نے بظاہر کفار سے خطاب فرماتے ہوئے کہا۔ مگر درحقیقت مومنوں کو تسلی دیتے ہوئے یہ فرمایا۔ ظاہر یہ ہے کہ منکم اور فاصبروا میں خطاب کفار سے ہے اور ہو سکتا ہے کہ خطاب مومنین سے ہو یہ بھی ممکن ہے کہ خطاب دونوں جماعتوں سے ہو۔ یہاں ان شک کے لئے نہیں کیونکہ بعض کا ایمان لانا اور بعض کا کفر ماننا ظاہر ظہور تھا۔ بلکہ یہ فرمان ایسا ہے جیسے ایک مہربان باپ اپنے بیٹے سے کہے کہ اگر تو میرا بیٹا ہے تو میری اطاعت کر اس قسم کا کلام رغبت دینے یا ڈرانے و حکمانے کے لئے ہوتا ہے۔ طائفہ کے معنی اس کا ماخذ بارہا بیان ہو چکے ہیں۔ یہاں طائفہ سے مراد غریب و مساکین کا ٹولہ ہے۔ منکم میں من تبعض ہے چونکہ مومنین ان کفار کے ہم وطن ہم نسب ہم زبان تھے۔ لہذا منکم فرمانا بالکل درست ہے۔ امنوا کا قائل طائفہ ہے چونکہ طائفہ لفظاً واحد ہے معنی جمع لہذا امنوا جمع فرمانا بالکل درست ہے ہا لہذا اولست ہذا اس کا تعلق امنوا سے ہے۔ لہذا منکم سے مراد حضرت شعیب علیہ السلام کے سارے احکام سارے فرمان ہیں اس میں توحید رسالت شرعی احکام آپ کے سارے فرمان اس میں داخل ہیں چونکہ ان سب پر ایمان لانا اس لئے ہوتا ہے کہ نبی کو یہ چیزیں عطا فرما کر بھیجا گیا ہے اس لئے توحید وغیرہ کی بجائے لہذا اولست الخ فرمایا اس کے بعد دو متعلق پوشیدہ ہیں من اللہ اور الہکم کیونکہ رسول اللہ کی طرف سے مخلوق کی طرف پیام و احکام لاتے ہیں و طائفۃ لم یؤمنوا یہ عبارت معطوف ہے طائفۃ منکم پر اس ٹولہ سے مراد

ان کے امیروں کا ٹولہ سرداروں کی جماعت ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا **فا صبروا حتی یحکم اللہ** یہ عبارت جزا ہے **ان کان کی**۔ یہاں خطاب یا تو کافروں سے ہے یا مومنین سے یا دونوں سے اگر کفار سے خطاب ہے تو صبر معنی انتظار عذاب ہے یعنی بول بول کر فوراً "کانے نہیں کاٹے جاتے بلکہ کچھ عرصہ کے بعد تم درخت خاردار پر رہے ہو اس کا نتیجہ آئندہ دیکھو گے اور اگر دونوں سے خطاب ہے تو کفار کے لئے عذاب کا انتظار مومنوں کے لئے رحمت الہی کا انتظار مراد ہے اور اگر خطاب صرف مومنوں سے ہے تو اس سے صرف صبر مراد ہے صبر کے معنی اس کے اقسام دو سرے پارہ میں **ان اللہ مع الصابرین** کی تفسیر میں بیان ہو چکے ہیں گناہوں سے صبر، نیکیوں پر صبر، بلاؤں میں صبر اور انتظار کا صبر۔ حتیٰ کہ صبر کی انتہائی بیان کرنے کے لئے ہے **یحکم** بنا ہے حکم سے معنی فیصلہ فرمانا فیصلہ سے مراد عملی فیصلہ ہے یعنی کفار کو عذاب دینا مومنوں پر رحمت کرنا یہ فیصلہ آخرت میں تو ہو گا ہی کبھی دنیا میں بھی ہو جاتا ہے کہ کفار ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ غالباً "آپ کی مراد یہی ہے کیونکہ آپ کو کفار دین کے مذاب کی خبر تھی۔ **وہو خیر العاکمین** یہ عبارت نیا جملہ ہے اس لئے **واو ابدا** ایہ ہے۔ **ہو** کا مرجع اللہ تعالیٰ ہے حاکمین سے مراد ہیں دنیا کے حکام اور حکم (بیج) یعنی اللہ تعالیٰ تمام حاکموں سے بہتر فیصلہ فرمانے والا ہے کیونکہ دنیاوی حکام غلطی سے یا ظلماً یا رشوت سے یا دباؤ یا لالچ سے غلط فیصلے بھی کر دیتے ہیں اللہ کے فیصلوں میں اس کا امکان بھی نہیں۔

خلاصہ تفسیر : قوم شعیب کے کفار نے تین اعتراض کئے تھے۔ دو حضرت شعیب علیہ السلام پر اور ایک مومنین قوم پر۔ (1) آپ کا کلام الہی نہیں کیونکہ یہ ہمارے دل میں اثر نہیں کرتا کیسے ہو سکتا ہے کہ اللہ کا کلام اللہ کے بندے کے دلوں میں اثر نہ کرے۔ (2) کیا وجہ ہے کہ ہم ان احکام پر عمل نہیں کرتے۔ رب کے احکام پر عمل ضروری ہوتا ہے جیسے بیماری، سدرستی، زندگی، موت، امیری، غریبی وغیرہ۔ (3) اے مسلمانو رب تعالیٰ ہم سے راضی ہے نہ کہ تم سے دیکھ لو اس نے ہم کو امیر کیا آرام سے رکھا تم غریب ہو تکلیف میں ہو ان تینوں سوالوں کے جواب میں آپ نے ان کو ہر طرح سمجھایا بچھایا۔ آخر میں جب ان کے ایمان سے مایوس ہو گئے تو ان کفار سے یا ان میں سے جو ایمان لا چکے تھے ان سے یا دونوں سے خطاب فرماتے ہوئے کہا کہ اے قوم تم میں سے کچھ لوگ تو ان تمام باتوں پر ایمان لے آئے جو میں رب کی طرف سے لے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں یعنی اچھے عقیدے، اعلیٰ عبادات، بہترین معاملات، کامل اخلاقیات وغیرہ یہ نئی بات نہیں کسی نبی پر سارے لوگ ایمان نہیں لائے بعض مومنین ہوئے، بعض کافر حتیٰ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا بیٹا قابیل آپ پر ایمان نہیں لایا سورج کی روشنی بارش سے سارے فائدہ نہیں اٹھاتے، چمگاڈ سورج سے نکھاری زمین بارش سے فائدہ نہیں لیتی۔ ایمان لانے والے عموماً غریب و مساکین ہیں چونکہ امیروں کے دلوں میں غرور غریبوں میں عجز و انکسار ہوتا ہے اس لئے فیض نبوت غریب ہی پاتے ہیں۔ اور اکثر لوگ ایمان نہ لائے جیسے قوم کے امیر، سردار اور ان کے زیر اثر لوگ انہوں نے مجھے ستانے، مومنوں کو ایذا پہنچانے کا کام اپنے ذمہ لے لیا ہے۔ کفار مومنوں کی غریبی، بے کسی، اپنی امیری، سرداری سے دھوکہ نہ کھائیں۔ دنیا میں مال مل جانا رب کی رضامندی کی علامت نہیں بلکہ مال کے ذریعہ نیک اعمال کی توفیق ملنا رضاء الہی کی دلیل ہے یونہی غریبی رب کی ناراضی کی دلیل نہیں بلکہ غریبی میں راہ خدا سے ہٹ جانا غضب کی دلیل ہے اور اس کے دروازے پر آجانا رحمت کی دلیل۔ اے کافرو! ذرا ٹھہر جاؤ اے مومنو! صبر سے کام لو حتیٰ کہ وہ ختم حقیقی عملی فیصلہ تم دونوں میں صادر فرمائے اس طرح کہ کفار کو دنیا ہی میں عذاب دے اور مومنوں کو نجات دے اپنے انعام و اکرام سے نوازے وہاں پر بے اندھیر نہیں۔

تو مشو مغرور بر حلم خدا دیر گیرد و سخت گیرد مر ترا

فائدے : اس آیت کریمہ سے چند فائدے حاصل ہوئے۔ پہلا فائدہ: حضرات انبیاء کرام پر سب لوگ ایمان نہیں لائے کچھ لائے نہ لائے ہاں بعض نبی ایسے بھی ہیں جن پر کوئی ایمان نہیں لایا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ یہ فائدہ طائفہ منکم استوائ الخ سے حاصل ہوا لہذا کوئی عالم کوئی شیخ یہ تمنا نہ کرے کہ سب لوگ مجھے مانیں میری باتوں پر عمل کریں مخلوق کی زبان کسی کو نہیں چھوڑتی۔

ما نجي الله والرسول معا من لسان الودي فكيف انا
قيل ان الاله ذو ولد قيل ان الرسول قد كهن

دوسرا فائدہ: ایمان کا معیار نبی کی ذات ہے یعنی ایمان یہ ہے کہ انسان نبی کی تمام لائی ہوئی باتوں کو دل سے قبول کرے۔ اس میں توحید کتاب حشر نشر حساب کتاب وغیرہ سب ہی آجاتی ہیں۔ معیار ایمان نبی کی ذات ہے۔ یہ فائدہ ہالفی اور ملت بہ سے حاصل ہوا۔ تیسرا فائدہ: ایمان اجمالی بھی قبول ہے یعنی انسان یہ کہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سارے احکام و فرمان پر میرا ایمان ہے۔ یہ فائدہ بھی ہالفی اور ملت بہ الخ سے حاصل ہوا۔ حجتہ الوداع میں جب حضرت علی یمن سے آئے تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم نے کس چیز کا احرام باندھا۔ عرض کیا کہ میں نے رب سے کہا کہ جو تیرے محبوب کا احرام ہے وہ میرا احرام۔ یہ ہے میرا اجمالی احرام۔ چوتھا فائدہ: حضرات انبیاء کرام دنیا میں خلی نہیں آتے بلکہ رب کی طرف سے مخلوق کے لئے بہت کچھ لاتے ہیں اسی لئے انہیں رسول کہا جاتا ہے۔ یہ فائدہ بھی اور ملت بہ الخ سے حاصل ہوا۔ پانچواں فائدہ: دنیاوی مصیبتوں آفتوں میں گھبراتا نہیں چاہئے مگر سے کام لینا چاہئے کہ اس کا انجام اچھا ہے۔

مشیں ترش تو از گردش ایام کہ مبر گرچہ تلخ است و لیکن بر شیریں وارد

چھٹا فائدہ: اللہ تعالیٰ ظالم کی پکڑ مظلوم کی مدد ضرور فرماتا ہے مگر کبھی دیر سے اس تاخیر سے گھبراتا نہیں چاہئے انتظار کرنا چاہئے۔ یہ فائدہ لاصبر و الخ سے حاصل ہوا۔ ساتواں فائدہ: اللہ تعالیٰ نے دنیا میں بہت سے اور بہت قسم کے حکام مقرر فرمائے ہیں۔ یہ فائدہ العاکمین کو جمع فرمانے سے حاصل ہوا اسی طرح رب نے آخرت کے حکام مقرر فرمائے۔ حضرات انبیاء کرام بعض اولیاء اللہ بعض علماء کرام حق تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ حکام ہیں انہیں حاکم ماننا شرک نہیں لتعکم من الناس۔ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم رب کی طرف سے مقرر کردہ حاکم مطلق ہیں۔ آپ کی حکومت تاقیامت جاری ہے۔ آٹھواں فائدہ: دنیاوی حکام کبھی غلطی بھی کر جاتے ہیں یا دانستہ طور پر غلطی کرتے ہیں مگر رب تعالیٰ کے فیصلے بالکل درست اور حق ہیں ہمارے سمجھ میں آئیں یا نہ آئیں۔ یہ فائدہ خیر العاکمین سے حاصل ہوا۔

پہلا اعتراض : یہاں ارشاد ہوا وان کان۔ ان آتا ہے شک کے لئے حالانکہ بعض اہل بدین کاموں میں ہونا بعض کافر رہنا بالکل یقینی تھا پھر آپ نے یقینی چیز کو شک سے کیوں بیان فرمایا؟ جواب: اس کا جواب ابھی تفسیر میں گزر گیا کہ یہ ان شک کے لئے نہیں بلکہ کفار پر عتاب اور مومنوں پر کرم کے لئے ہے ان شک کے علاوہ اور معافی کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے جیسے ان كنت على بستان من دبی یا جیسے ان کان للرحمن ولدان تمام مقالات میں ان شک کے لئے نہیں۔ دوسرا

اعتراض: امنوا کے بعد بالذی ارسلت ہماتی دراز عبارت کیوں ارشاد ہوئی صرف امنوا فرمانا کئی تھا ایمان میں سب کچھ آجاتا ہے۔ جواب: کافر اپنے کفر کو مشرک اپنے شرک کو ایمان ہی کہتے ہیں۔ سب لوگ اپنے ایمان کی قسم کھاتے ہیں اس لئے امنوا کے بعد یہ ارشاد ہوا۔ ایمان و کفر میں فرق صرف نبی کی ذات سے ہوتا ہے جیسے فرعون جادو گروں نے پہلے کہا امنا رب العالمین ہم جہانوں کے رب پر ایمان لائے فرعون کہہ سکتا تھا کہ رب العالمین تو میں ہوں اس لئے فوراً "بولے رب موسیٰ و ہارون رب العالمین وہ ہے جسے حضرت موسیٰ و ہارون اپنا رب کہتے ہیں۔ یونہی یعقوب علیہ السلام کے بیٹوں نے کہا تھانعبد الہک والہا ہاء ک ابراہیم و اسماعیل و اسحاق معلوم ہوا کہ سچے جھوٹے معبود میں بھی فرق نبی ہی سے ہوتا ہے۔ نیز ارسلت ہمت جامع کلمہ ہے جس میں خدائی کتاب رسول کے سارے فرمان داخل ہیں بلکہ اسلامی سارے عقیدے و اعمال داخل ہیں۔ تیسرا اعتراض: اس آیت کریمہ میں بان کان طاعت لختو شرط ہے اور فاصبر و اس کی جزاء جزاء شرط پر موقوف ہوتی ہے یہاں یہ موقوفیت سمجھ میں نہیں آتی۔ جواب: توقف بالکل ظاہر ہے اگر سارے لوگ ایمان لے آتے تو مومنوں کو نہ تو کوئی ستانے والا ہوتا نہ انہیں صبر کی ضرورت پیش آتی فرمایا گیا کہ چونکہ سب لوگ مجھ پر ایمان نہ لائے۔ بعض مومن ہو گئے، بعض کافر رہے کافروں نے مومنوں کو بہت ستایا لہذا اے مومنو تم صبر کرو اللہ اچھا فیصلہ کر دے گا۔ چوتھا اعتراض: یہاں ارشاد ہوا خیر العاکمین جس سے معلوم ہوا کہ حاکم بہت ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب سے اچھا حاکم ہے۔ مگر دوسری جگہ ارشاد ہے۔ ان الحکم الا اللہ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حاکم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ آیتوں میں تعارض ہے۔ جواب: وہاں اس آیت میں حقیقی دائمی سچا حاکم مراد ہے وہ صرف اللہ تعالیٰ ہے یہاں ہر قسم کے حاکم مراد ہیں حقیقی ہوں یا عارضی، سچے ہوں یا جھوٹے وہ بہت ہیں۔ لہذا آیتوں میں تعارض نہیں۔ رب فرماتا ہے لا یعتوا حکما من اہلہ و حکما من اہلہا۔

تفسیر صوفیانہ: ہمارا جسم گویا مدین شہر ہے ایسی بستی میں نفس اور نفسانیات قوم مدین کے کفار ہیں۔ قلب اور قلبی واردات گویا مدین کے مومنین ہیں روح انسانی گویا ان کے شعیب ہیں۔ ایک جسم میں کفار و مومنین دونوں کا اجتماع ہے شعیب روح ان دونوں سے خطاب کرتی ہے کہ اے قلب و نفس تم صبر کرو اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کا انتظار کرو۔ صوفیاء فرماتے ہیں کہ حضرات انبیاء کرام رب تعالیٰ کی طرف سے خبریں بھی لاتے ہیں اور وہاں سے فیوض و برکات بھی لے کر آتے ہیں۔ پہلی حیثیت سے انہیں نبی کہا جاتا ہے۔ دوسری شان سے رسول کہا جاتا ہے الذی ارسلت ہم میں انہیں فیوض و برکات کی طرف اشارہ ہے۔ یہ احسانت و انعمت ہی انسان کو اطاعت رسول کی طرف رغبت دیتے ہیں اس لئے ارشاد ہوا بالذی ارسلت ہم صوفیاء فرماتے ہیں کہ دنیا میں حاکم اور حکم بہت ہیں جن میں سے بعض نفسانی حاکم ہیں جن کے فیصلے غلط ہوتے ہیں، بعض روحانی حاکم جن کے فیصلے بالکل درست اور ناقابل تردید ہوتے ہیں۔ ان کے فیصلے درحقیقت رب تعالیٰ کے فیصلے ہوتے ہیں لب و زبان ان کی ہوتی ہے کلام و فرمان رب تعالیٰ کا وہو خیر العاکمین میں اسی طرف اشارہ ہے کہ جب رب خیر الحاکمین ہے تو اس کے نائب اس کی طرف سے فیصلے کرنے والے بھی خیر اور بہتری ہیں۔

و صلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ و نور عرشہ سیدنا

محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔ برحمۃ

وہو ارحم الراحمین

وہو خیر العاکمین

الحمد للہ کہ تفسیر نعیمی پارہ ولواتنا بتاریخ 25 جمادی الاول 1387ھ مطابق یکم ستمبر 1967ء کو شروع ہوا اور آج
انیس (19) شعبان 1388ھ مطابق 11 نومبر 1968ء ایمان افروز طغیان سوز دو شنبہ مبارک ختم ہوا۔ رب تعالیٰ
اسے قبول فرمائے۔ اسے صدقہ جاریہ اور میری سیہ کاریوں، بد کاریوں کا کفار۔ بنائے آمین۔ آمین یا رب
العالمین۔ و صلی اللہ علی سیدنا محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین۔

احمد یار خان نعیمی اشرفی

مدرسہ غوفیہ نعیمیہ گجرات، پاکستان

19 شعبان 1388ھ دو شنبہ



marfat.com

Marfat.com